تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ

مفتی و اُستاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

مع افادات

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ

حضرت علامہ نواب محمد قطب الدین دھلوی رحمہ اللہ

جمع و ترتیب .... مولانا حبیب الرحمٰن

تلمیذ

حضرت علامہ شبیر الحق کشمیری مدظلہ العالی

اُستاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

(0322-6180738, 061-4519240

بسم الله الرحمن الرحيم

جلد ششم
خَیرُ المَفَاتِیح
اُردو شرح
مشکوٰۃ المصابیح

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَاءً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا كَمَا سَمِعَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!
اللہ تعالیٰ اُس شخص کو تروتازہ اور خوشحال رکھیں جس نے میری حدیث کو سنا
پھر اسے یاد کیا اور اور اُسے آگے پہنچایا جیسے اُس نے سنا (مشکوٰۃ)

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

جلد ششم

قدیم وجدید شارحین حدیث کے علوم ومعارف
کی امین مشکوۃ شریف کی پہلی مفصل اُردو شرح

اُردو شرح

مشکوٰۃ المصابیح

تقریظ
حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ
سابق مفتی واُستاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

جمع وترتیب
حبیب الرحمٰن
فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان

مع افادات

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ
حضرت علامہ نواب محمد قطب الدین دھلوی رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ مُلتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240

خیر المفاتیح

تاریخ اشاعت............ شوال المکرم ۱۴۳۴ھ
ناشر............ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت............سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان
مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار......لاہور — دارالاشاعت.......اُردو بازار..........کراچی
مکتبہ علمیہ..............اکوڑہ خٹک.......پشاور — مکتبہ رشیدیہ.......سرکی روڈ.....کوئٹہ
اسلامی کتاب گھر.....خیابان سرسید.......راولپنڈی — مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

فہرست عنوانات

کِتَابُ الْفِتَنِ

فتنوں کا بیان

"فتن" اصل میں " فتنة "کی جمع ہے جیسا کہ "محن محنة" کی جمع آتی ہے فتنہ کے مختلف معنی ہیں مثلاً آزمائش وامتحان' ابتلا' گناہ' فضیحت' عذاب' مال ودولت' اولاد' بیماری' جنون' محنت' عبرت' گمراہ کرنا وگمراہ ہونا' اور کسی چیز کو پسند کرنا اور اس پر فریفتہ ہونا نیز لوگوں کی رائے میں اختلاف پر بھی فتنہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ مشکوٰۃ کا وہ حصہ جو یہاں سے شروع ہو کر آخر تک ہے اس کو مؤلف نے کتاب الفتن کا نام دیا ہے اور اس کے ضمن میں مختلف ابواب قائم کئے ہیں' بظاہر اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی' خصوصاً فضائل ومناقب کے ابواب کو کتاب الفتن میں شامل کرنے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی' اگر یہ کہا جائے کہ ان ابواب میں جن مقدس ہستیوں یعنی ذات رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین واکابر صحابہ کرام کے فضائل ومناقب بیان کئے گئے ہیں ہم ان کی عظمت وبرتری اور بزرگی کا اعتقاد رکھنے کے مکلف اور اس اعتقاد کو اپنے عمل سے ثابت کرنے کے امتحان وآزمائش میں مبتلا ہیں نیز ان کی ذات کے گرویدہ اور ان پر فریفتہ ہیں اور اس اعتبار کو ملحوظ رکھا جائے تو پوری کتاب میں جو کچھ منقول ومذکور ہے وہ سب اسی قبیل سے ہے اور اس صورت میں محض کتاب الفتن کی تخصیص لا حاصل ہوگی! بہر حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس موقع پر مؤلف مشکوٰۃ کے ذہن میں کیا بات تھی اور انہوں نے کن وجوہ کی بناء پر یہاں سے کتاب کے آخر تک کے حصہ کو کتاب الفتن کا نام دیا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام فتنوں کے بارے میں پیشگوئی فرمادی تھی

(١) عن حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَاتَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ قَدْ عَلِمَهٗ اَصْحَابِيْ هٰؤُلَآءِ وَاِنَّهٗ لَيَكُوْنُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيْتُهٗ فَاَرَاهُ فَاَذْكُرُهٗ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ اِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ اِذَا رَاٰهُ عَرَفَهٗ. (رواه مسلم و رواه بخاری)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اس وقت سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونا تھا اس کا ذکر کیا جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا وہ بھول گیا میرے ساتھی اس بات کو جانتے ہیں ان میں سے کوئی چیز ظہور پذیر ہوتی ہے جس کو میں بھول چکا ہوتا ہوں تو اس کو دیکھ کر مجھے یاد آ جاتا ہے جیسے ایک آدمی کسی آدمی کا چہرہ یاد رکھتا ہے پھر وہ غائب ہو جاتا ہے پھر جب اس کو دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "قد علمه اصحابی" یعنی میرے ساتھیوں کو خوب معلوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ بتا دیا تھا ہاں اگر ان میں سے بعض ساتھی بھول گئے ہوں وہ الگ بات ہے میں خود بھی طولِ زمان اور مُرورِ دُہور کی وجہ سے بعض چیزیں بھول جاتا ہوں لیکن جب وہ واقعہ ظاہر ہو جاتا ہے تو مجھے پورا منظر ایسے یاد آ جاتا ہے جس طرح کوئی شخص ایک عرصہ تک دوسرے شخص سے ملاقات کے بعد غائب رہتا ہے تو یہ شخص اس کو بالکل بھول جاتا ہے لیکن جب اچانک ملاقات ہو جاتی ہے تو وہ اس کو دیکھ کر فوراً پہچان لیتا ہے کہ یہ تو وہی شخص ہے جس کو بہت پہلے میں نے دیکھا تھا اور پھر بھول چکا تھا۔

قلب انسانی پر فتنوں کی یلغار

(۲) وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا فَاَيُّ قَلْبٍ اُشْرِبَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ وَاَيُّ قَلْبٍ اَنْكَرَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ حَتّٰى يَصِيْرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ اَبْيَضَ مِثْلُ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَالْاٰخَرُ اَسْوَدُ مُرْبَادًا كَالْكُوْزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا اِلَّا مَا اُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے فتنے دلوں پر پیش کیے جاتے ہیں جس طرح بوریہ پر ایک ایک تنکا پیش کیا جاتا ہے جس دل میں وہ ملا دیا گیا اس میں ایک سیاہ نکتہ ڈال دیا جاتا ہے اور جو دل اس کا انکار کرے اس کے دل میں ایک سنگ مرمر کی طرح سفید نشان لگایا جاتا ہے جب تک آسمان و زمین موجود ہیں اس کو کوئی فتنہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور دوسرا دل راکھ کی طرح الٹے برتن کی مانند ہے کسی نیک کام کو وہ پہچانے گا نہیں اور نہ کسی برے کام کو برا جانے گا مگر خواہش نفس جو اس کو پلا دی گئی ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "تعرض الفتن" یعنی فتنوں کی جب یلغار ہوگی تو انسانی قلوب میں فتنے اس طرح ڈالے جائیں گے جس طرح چٹائی کے تنکے یکے بعد دیگرے چٹائی کے ساتھ جوڑے جاتے ہیں پس جس دل نے ان فتنوں کو قبول کرلیا تو اس میں ایک سیاہ داغ پڑ جائے گا اور جو دل ان فتنوں کو قبول نہیں کرے گا اس میں سفید داغ پڑ جائے گا اب ان فتنوں کے قبول کرنے نہ کرنے کی وجہ سے دل دو قسم پر تقسیم ہو جائیں گے ایک دل سنگ مر مر کی طرح صاف وشفاف، سفید ہوگا جس کو کوئی فتنہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور دوسرا دل راکھ کی طرح سیاہ تر بن جائے گا۔

"مربادا" میم پر کسرہ ہے را ساکن ہے ای صار کلون الرماد یعنی راکھ کی طرح سیاہ بن جائے گا۔ "کالکوز" عربی زبان میں لوٹے اور کوزے کو "کوزہ" ہی کہتے ہیں یعنی یہ دل کوزہ کی طرح ہوگا۔ "مجخیا" میم پر پیش ہے جیم پر سکون ہے خا پر کسرہ ہے اور یا پر شد ہے (مرقات) سرنگوں برتن کو کہتے ہیں، یہاں سرنگوں اور اوندھا کوزہ مراد ہے، یہ لفظ حال واقع ہے مطلب یہ ہے کہ اب یہ دل ایسا لوٹا بن گیا ہے جو سیدھا ٹھہر نہیں سکتا اور سرنگوں ہو کر اس میں کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی اب الٹے لوٹے کی طرح اس میں خیر و بھلائی کی کوئی بات نہیں آتی بلکہ یہ دل اب خواہشات کا ایسا غلام بن چکا ہے کہ اس میں اچھے برے کی تمیز ختم ہو چکی ہے اب بھلائی اور برائی کی تمیز کئے بغیر یہ دل اپنی خواہشات کے پیچھے بھاگتا پھرتا ہے اور ہر فتنے کو پی لیتا ہے۔ ولا یعرف معروفا الخ اسی سیاہ قلبی کی تفصیل ہے۔

جب امانت دلوں سے نکل جائے گی

(۳) وَعَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَيَبْقٰى اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ وَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ وَلَا يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّي الْاَمَانَةَ فَيُقَالُ اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا لِلرَّجُلِ مَا اَعْقَلَهٗ وَمَا اَظْرَفَهٗ وَمَا اَجْلَدَهٗ وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ. (رواہ مسلم رواہ بخاری)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دو حدیثیں بیان کی ہیں ان میں ایک کو میں نے دیکھ لیا ہے اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں ہم کو آپ نے حدیث بیان کی کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اتری پھر انہوں نے قرآن سے اور سنت سے اس کو جانا پھر اس کے اٹھ جانے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ آدمی سوئے گا کہ اس کے دل سے امانت

اٹھالی جائے گی اس کا نشان اس کے دل میں تل (خال) کی طرح رہ جائے گا۔ پھر ایک دفعہ کا سونا سوئے گا کہ اس کو بھی قبض کرلیا جائے گا۔ اس کا نشان آبلہ کی طرح رہ جائے گا جیسے انگارہ ہے جس کو پاؤں پر لڑھکائے پس آبلہ ہوجائے وہ پھول جائے اس کو تو ابھرا ہوا دیکھے گا اور اس میں کچھ بھی نہ ہوگا لوگ بیع وشرا کریں گے اور کوئی بھی امانت ادا نہیں کرے گا۔ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار آدمی ہے اور کہا جائے گا فلاں آدمی کس قدر عقلمند اور خوشگو ہے کس قدر چالاک حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "الامانة نزلت" امانت سے یہاں قبولیت حق کی وہ استعداد مراد ہے جو پیدائش کے وقت ہر بچے کے دل میں ڈالی جاتی ہے انسانی دل کے اندر قبولیت حق کی استعداد کی یہ تخم ریزی ایک چراغ کی مانند تھی جو اب تک جلایا نہیں گیا تھا اب آسمان سے قرآن کریم اُتر آیا اور نبی اکرم کی سنت آ گئی ان دونوں چیزوں نے اس چراغ کو روشن کیا اب اس دل میں ہدایت کا نور روشن ہو گیا جس سے ادھر ادھر ہدایت پھیل گئی اس حدیث میں ہدایت کے پھیلنے کا یہ پہلا مرحلہ بیان کیا گیا ہے۔ "جذر" جڑ اور اصل کو کہتے ہیں۔

"عن رفعها" یعنی ہدایت وامانت کے اُترنے اور پھیلنے کے بعد اس کے اُٹھ جانے اور نور ہدایت کے ثمرات کے ختم ہوجانے کا ذکر فرمایا کہ آدمی معمول کے مطابق سو جائے گا اس حالت میں اس کے دل سے اس امانت کے ثمرات کو اٹھالیا جائے گا اب دل میں صرف ایک نشان باقی رہ جائے گا اسی نشان اور اسی اثر کو "الوکت" کہا گیا ہے واؤ پر زبر ہے اور کاف ساکن ہے اثر اور نشان کو کہتے ہیں۔ "ثم ینام" حقیق سونا بھی مراد ہے اور غفلت کی زندگی بھی مراد ہے یعنی پہلی دفعہ اس امانت کے اٹھائے جانے کے بعد جب دوبارہ یہ آدمی سو جائے گا تو اس امانت کا باقی حصہ بھی اس شخص کے دل سے اٹھالیا جائے گا اب یہ دل ایمان وامانت سے خالی ہوکر رہ جائے گا اور دل پر آبلہ کی طرح نشان رہ جائے گا۔ "المجل" میم پر زبر ہے جیم ساکن ہے ہاتھ کے اس اثر اور نشان کو کہتے ہیں جس میں زیادہ سخت کام کی وجہ سے کھال سخت ہوکر سیاہ بن جاتی ہے یعنی دوبارہ ایمان وامانت کے اٹھا لینے سے اب دل ایمان سے خالی ہوجائے گا اور سخت چھالے کی مانند سخت نشان باقی رہ جائے گا جس کو المجل یعنی اثر العمل سے یاد کیا گیا ہے۔

"کجمر" جمرة آگ کے انگارہ کو کہتے ہیں یہ المجل کی وضاحت کیلئے بطور مثال بیان کیا گیا ہے "ای کتاثیر الجمر" یعنی جس طرح کوئی آدمی اپنے پاؤں وغیرہ پر انگارہ رکھ کر لڑکھڑائے جس سے جگہ جل کر آبلہ پڑ جائے پھر وہ پھول جائے اور اندر گندہ پانی بھر جائے تو جس طرح یہ آبلہ پھولا ہوا ہے اندر کچھ بھی نہیں اسی طرح اس آدمی کا دل ایمان وامانت سے خالی ہوکر رہ جائے گا اگر چہ آدمی باہر سے ایماندار نظر آئے گا مگر اندر کچھ نہیں ہوگا۔

"نفط" آگ سے جلنے کی وجہ سے جسم میں چھالہ اور آبلہ پڑ جانے کو نفط کہتے ہیں۔ "منتبرا" یعنی منبر کی طرح بلند اُبھرا ہوا ہوگا اندر کچھ نہیں ہوگا۔ "ویصبح الناس" یعنی لوگ صبح اٹھیں گے اور خرید وفروخت کریں گے، چہل پہل ہوگا مگر ان میں ایک آدمی بھی امانت ودیانت والا نہیں ہوگا حتیٰ کہ لوگ تذکرہ کریں گے کہ فلاں قبیلہ میں ایک دیانتدار آدمی ہے پھر ایک آدمی کے بارے میں یک زبان ہوکر لوگ کہیں گے کہ واہ واہ! کتنا عقلمند ہے! کتنا ہوشیار ہے! کتنا چست ہے! ان تعریفات کے باوجود اس آدمی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان نہیں ہوگا۔ اس حدیث میں زوال امانت کے تین مراحل بیان کئے گئے ہیں۔ اول مرحلہ میں کچھ امانت گئی اور معمولی اثر رہ گیا دوسرے مرحلہ میں کچھ زیادہ امانت گئی اور بڑا اثر رہ گیا اور تیسرے مرحلہ میں تو سب کچھ گیا، پہلے کم تاریکی چھائی پھر کچھ زیادہ تاریکی چھا گئی پھر پوری تاریکی چھا گئی دل سیاہ ہوگیا اور اچھے برے کی تمیز ختم ہوگئی اور یہی مہر جباریت ہے۔

جب فتنوں کا ظہور ہو تو گوشہ عافیت تلاش کرو

(۴) وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ اَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ يُدْرِكَنِيْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ فِيْهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ قَوْمٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ وَيَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ

اللّٰہِ صِفْھُمْ لَنَا قَالَ ھُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَیَتَکَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِیْ اِنْ اَدْرَکَنِیْ ذٰلِکَ قَالَ تَلْزِمُ جَمَاعَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامَھُمْ قُلْتُ فَاِنْ لَمْ یَکُنْ لَّھُمْ جَمَاعَۃٌ وَلَا اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْکَ الْفِرَقَ کُلَّھَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَۃٍ حَتّٰی یُدْرِکَکَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰی ذٰلِکَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ یَکُوْنُ بَعْدِیْ اَئِمَّۃٌ لَا یَھْتَدُوْنَ بِھُدَایَ وَلَا یَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِیْ وَسَیَقُوْمُ فِیْھِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُھُمْ قُلُوْبُ الشَّیَاطِیْنِ فِیْ جُثْمَانِ اِنْسٍ قَالَ حُذَیْفَۃُ قُلْتُ کَیْفَ اَصْنَعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ اَدْرَکْتُ ذٰلِکَ قَالَ تَسْمَعُ وَتُطِیْعُ الْاَمِیْرَ وَ اِنْ ضُرِبَ ظَھْرُکَ وَاُخِذَ مَالُکَ فَاسْمَعْ وَاَطِعْ

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کرتے اور میں آپ سے شر کے متعلق سوال کرتا اس بات کے خوف سے کہ مجھ کو پہنچے سب نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم جاہلیت اور شر میں تھے اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس خیر کو لایا۔ پس کیا اس خیر کے بعد کچھ شر ہے فرمایا ہاں میں نے کہا اور اس شر کے بعد پھر خیر ہوگی۔ فرمایا ہاں اور اس میں کدورت ہوگی میں نے کہا اور اس کی کدورت کیا ہے فرمایا کچھ لوگ ہوں گے جو میری راہ کے سوا اور راہ اختیار کریں گے اور میری راہ کے علاوہ اور راہ دکھلائیں گے ان کے بعض کاموں کو تو پہچانے گا بعض کا انکار کرے گا میں نے کہا اس خیر کے بعد شر ہوگی' فرمایا کہ ہاں جہنم کے دروازے کی طرف بلانے والے ہوں گے جو ان کی بات مانے گا اس کو دوزخ میں ڈالیں گے میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی صفت بیان کریں۔ فرمایا وہ ہماری قوم میں ہوں گے اور ہماری زبان میں کلام کریں گے میں نے کہا آپ مجھ کو کیا حکم دیتے ہیں اگر مجھ کو ایسا وقت پالے فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑ۔ سب نے کہا اگر ان کا امام اور ان کی جماعت نہ ہو۔ فرمایا ان سب فرقوں سے علیحدہ ہو جا اگر تو درخت کی جڑ چبا دے یہاں تک کہ تجھ کو موت پالے اور تو اس حالت پر ہو (متفق علیہ) مسلم کی روایت میں ہے میرے بعد امام ہوں گے جو میری راہ پر نہیں چلیں گے اور نہ میرے طریقے کو اختیار کریں گے اس زمانے میں کتنے ہی لوگ ہوں گے جس کے دل شیطانوں کے ہوں گے انسانی جسموں میں' حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میں کیا کروں اگر ایسا وقت میں پالوں' فرمایا تو اپنے امیر کی اطاعت کر اور جو کچھ وہ کہے اس کو سن اگر چہ تیری پیٹھ پر مارا جائے اور تیرا مال پکڑا جائے پھر بھی تو سمع وطاعت اختیار کرو۔

تشریح: "الخیر" اس حدیث میں خیر کے لفظ سے اسلام وایمان اور طاعت مراد لیا گیا ہے اور شر کے لفظ سے کفر اور فتنہ مراد لیا گیا ہے۔ "من شر" یعنی اسلام وایمان اور نور ہدایت کے بعد یا رسول اللہ! اب اس امت پر کوئی فتنہ آسکتا ہے؟ "نعم" یعنی ہاں! اسلام کے اس امن اور ہدایت کے بعد فتنہ اور شر آئیگا شارحین نے لکھا ہے کہ اس شر سے مراد حضرت عثمان کے وقت کا فتنہ ہے جس میں آپ شہید کر دیئے گئے تھے۔ "من خیر" یعنی اس بدعت وضلالت اور شر وفساد کے بعد دوبارہ کوئی خیر آئے گی؟ "قال نعم" علماء لکھتے ہیں کہ اس سے حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور کا امن اور عدل وانصاف کی خیر مراد ہے" وفیہ دخن" یعنی اس خیر اور بھلائی میں کچھ کدورتیں ہوں گی یعنی بعض لوگ سنت کی پیروی کریں گے اور بعض اپنی خواہشات پر چلیں گے اور بدعات میں مبتلا ہوں گے۔

بعض شارحین نے اس حدیث کی ترتیب اس طرح بتائی ہے کہ اسلام اور سلامتی کے بعد فتنہ قتل عثمان کا شر آئے گا اس شر کے بعد جو خیر آئے گی یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح کی طرف اشارہ ہے یہ صلح تو ہوگی مگر دل پورے طور پر صاف نہیں ہوں گے کچھ فسادی لوگ بیچ میں ہوں گے جیسے خوارج کا وجود تھا اور عبد اللہ بن زیاد کا فساد تھا اور بعض دوسرے بے کار امیروں کا وجود تھا۔ "صفھم لنا" یعنی یہ بتا دیں کہ یہ لوگ ہم میں سے ہوں گے یا غیروں سے ہوں گے؟ "من جلدتنا" یعنی ہمارے اپنوں میں سے ہوں گے اپنے خاندان میں سے ہوں گے ہماری زبانیں بولیں گے مگر فساد کریں گے صحابی نے پوچھا کہ پھر ہم ان کے ساتھ کیا کریں لڑیں گے یا چھوڑیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل حق کے ساتھ رہو اور گھر میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ جاؤ یہ خوارج' روافض اور معتزلہ کے فتنوں کی طرف اشارے ہیں۔

اس سے قبل کہ فتنوں کا ظہور ہو، اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنی زندگی کو مستحکم کرلو

(۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِیْ كَافِرًا وَيُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے فتنوں سے پہلے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے نیک اعمال میں جلدی کرلو ایک شخص صبح مومن ہوگا شام کو کافر ہو جائے گا شام کو مومن ہوگا صبح کو کافر ہوگا اپنے دین کے سامان کے بدلے میں بیچ ڈالے گا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

فتنوں کے ظہور کے وقت گوشہ عافیت میں چھپ جاؤ

(۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ فِيْهَا مِنَ السَّاعِیْ مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفُهٗ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَاً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ يَكُوْنُ فِتْنَةٌ اَلنَّائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَقْظَانِ وَالْيَقْظَانُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ مَنْ وَجَدَ مَلْجَاً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَسْتَعِذْ بِهٖ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فتنے پیدا ہوں گے ان میں بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے چلنے والے سے بہتر ہوگا جو شخص اس کی طرف جھانکے گا اس کو کھینچ لے گا جو شخص خلاصی یا پناہ کی جگہ پائے اس کو چاہیے کہ اس کے ساتھ پناہ پکڑے (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ہے فتنے ہوں گے ان میں سونے والا بیدار سے بہتر ہے اور بیدار کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے کھڑا ہونے والا دوڑنے والے سے بہتر ہے جو شخص بھاگنے کی جگہ یا پناہ پائے پس چاہیے کہ اس کے ساتھ پناہ پکڑے۔

تشریح: "القاعد فیها" یعنی جو شخص جتنا ان فتنوں سے دور ہوگا وہ اتنا ہی اچھا ہوگا اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس فتنہ سے دور بیٹھا ہوا آدمی کھڑے آدمی سے بہتر ہے اور جو کھڑا ہے وہ چلنے والے سے بہتر ہے اور جو چلنے والا ہے وہ دوڑنے والے سے بہتر ہے۔ اس طرف دوڑنے والا چونکہ سب سے زیادہ فتنہ کے قریب تر ہے اس لئے سب سے زیادہ بدتر ہے جو جتنا دور ہے وہ اتنا ہی بہتر ہے۔ "تشرف" یعنی جس نے جھانک کر اس فتنہ کو دیکھا۔ "تستشرفه" یعنی فتنہ اس کو اپنی طرف خوب مائل کر کے کھینچ لے گا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان فتنوں میں معلومات کی حد تک بھی دلچسپی لے گا یہ فتنے اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔

(۷) وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَكُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَكُوْنُ فِتْنَةٌ اَلْقَاعِدُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ فِيْهَا وَالْمَاشِیْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ اِلَيْهَا اَلَا فَاِذَا وَقَعَتْ فَمَنْ كَانَ لَهٗ اِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِاِبِلِهٖ وَمَنْ كَانَ لَهٗ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهٖ وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِاَرْضِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتَ مَنْ لَّمْ تَكُنْ لَّهٗ اِبِلٌ وَّلَا غَنَمٌ وَّلَا اَرْضٌ قَالَ يَعْمِدُ اِلٰى سَيْفِهٖ فَيَدُقُّ عَلٰى حَدِّهٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ اِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلٰثًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ اُكْرِهْتُ حَتّٰى يُنْطَلَقَ بِیْ اِلٰى اَحَدِ الصَّفَّيْنِ فَضَرَبَنِیْ رَجُلٌ بِسَيْفِهٖ اَوْ يَجِیْءُ سَهْمٌ فَيَقْتُلُنِیْ قَالَ يَبُوْءُ بِاِثْمِهٖ وَاِثْمِكَ وَيَكُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ فتنے پیدا ہوں گے خبردار بہت سے فتنے پیدا ہوں گے خبردار بہت سے فتنے پیدا ہوں گے پھر ایک بہت بڑا فتنہ ہوگا اس میں بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اس میں چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ خبردار جس وقت فتنہ واقع ہو جائے جس کے پاس اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں کو جا ملے جس کے پاس بکریاں

ہوں وہ اپنی بکریوں کے ساتھ جا ملے جس کی زمین ہو وہ اپنی زمین کو جا ملے ایک آدمی نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''جس کے پاس اونٹ یا بکریاں اور زمین نہ ہو فرمایا وہ اپنی تلواروں کی طرف قصد کر لے اور تلوار کی تیز دھار پر پتھر مارے پھر جلد بھاگ جائے اور نجات حاصل کر لے' اے اللہ کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟ تین مرتبہ آپ نے فرمایا تو ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم خبر دیں اگر مجھ کو مجبور کر کے دونوں صفوں میں سے کسی ایک کی طرف نکالا جائے کوئی آدمی مجھ کو تلوار مارے یا کوئی تیر آ کر مجھ کو لگے اور قتل کر ڈالے۔ فرمایا وہ اپنے اور تیرے گناہ کے ساتھ پھرے گا اور دوزخیوں سے ہوگا۔'' (روایت کیا اس کو مسلم نے)

(۸) وعن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یکون خیر مال مسلم غنم یتبع بھا شعف الجبال و مواقع القطر یفر بدینہ. من الفتن (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ آدمی کا بہترین مال بکریاں ہوں وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے قطرات گرنے کی جگہوں پر ان کے پیچھے جائے گا اپنے دین کو لے کر فتنوں سے بھاگے گا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: ''یتبع'' شد اور سکون دونوں کیساتھ پڑھا جاتا ہے تابع ہونے اور پیچھے ہو جانے کے معنی میں ہے۔ '' شعف'' یہ شعفة کی جمع ہے پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں مراد کنارہ کش ہونا ہے۔ ''مواقع القطر'' پہاڑوں پر عام طور پر بارش ہوتی ہے یعنی بارشوں کے پڑنے کی جگہیں، یہ تعمیم بعد التخصیص ہے۔ اس حدیث میں بھی فتنوں سے جان و مال کی حفاظت کی صورت یہی بتائی گئی ہے کہ عام لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔

فتنوں کی پیش گوئی

(۹) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُطُمٍ مِنْ اٰطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰى قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنِّي لَاَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَوَقْعِ الْمَطَرِ. (رواہ بخاری و رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ٹیلوں کی طرف جھانکا فرمایا کیا تم اس چیز کو دیکھتے ہو جس کو میں دیکھتا ہوں صحابہؓ نے عرض کیا نہیں فرمایا میں فتنوں کو دیکھ رہا ہوں تمہارے گھروں میں اس طرح گر رہے ہیں جس طرح بارش گرتی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''اطم'' پہاڑ کی چوٹی قلعہ اور بلند مکان کو کہتے ہیں اور ''اطام'' اس کی جمع ہے! یہاں اطام سے مراد مدینہ کے گرد واقع وہ فلک بوس مکانات اور قلعے ہیں جن میں وہاں کے یہودی رہا کرتے تھے' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن انہی قلعوں میں سے ایک قلعہ کی چھت پر تشریف لے گئے اور پھر مذکورہ بالا حدیث ارشاد فرمائی۔ ''میں ان فتنوں کو دیکھ رہا ہوں الخ'' کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گویا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت جبکہ وہ قلعہ کی چھت پر چڑھے' فتنوں کا قریب ہونا دکھایا تا کہ وہ ان فتنوں کے بارے میں آگاہ کر دیں اور لوگ یہ جان کر کہ ان فتنوں کا نازل ہونا مقدر ہو چکا ہے' ان سے بچنے کے طریقے اختیار کر لیں' اور اس بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے شمار کریں کہ آپ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

ایک خاص پیش گوئی

(۱۰) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَةُ اُمَّتِيْ عَلٰى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی ہلاکت قریش کے نوجوانوں کے ہاتھوں ہوگی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "هلكة" یعنی امت کی ہلاکت۔ "غلمة" یہ غلام کی جمع ہے نوعمر لونڈوں کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہی واقعات ہیں جو دور صحابہ میں رونما ہوئے لہٰذا امتی سے مراد صحابہ کرام کی جماعت ہے۔ انہیں ناعاقبت اندیش لونڈوں کے ہاتھوں حضرت عثمان وعلی اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے حالانکہ وہ اس امت کے اپنے زمانہ میں سب سے افضل لوگ تھے۔ یزید عبید اللہ بن زیاد سلیمان بن عبد الملک حجاج بن یوسف ولید فاسق اور اس قسم کے دوسرے ناتجربہ کار نوعمر لونڈوں نے اس امت کے سب سے اچھے لوگوں کو مار ڈالا۔

(۱۱) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ (رواه مسلم و رواه بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ قریب ہو جائے گا اور علم اٹھا لیا جائے گا فتنے ظاہر ہوں گے بخل ڈالا جائے گا ہرج بہت ہوگا صحابہؓ نے عرض کیا ہرج کیا ہے فرمایا قتل (متفق علیہ)

تشریح: "يتقارب الزمان" اس قرب سے قیامت کا قریب آنا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ یا مراد یہ کہ شرارت اور فساد میں لوگ ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گے بعض نے کہا کہ عمروں کا کوتاہ ہونا مراد ہے کہ سال مہینہ کی جگہ اور مہینہ ہفتہ کی جگہ ہفتہ دن کی جگہ پر آجائے گا اور دن ایک گھڑی بن جائے گا بعض نے کہا کہ جدت کی وجہ سے مسافتیں کم ہو جائیں گی چنانچہ اسوقت جہاز سے سال کا سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے بعض نے لاسلکی اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے دنیا کا باہم مربوط ہونا اور قریب ہونا مراد لیا ہے بہر حال اس لفظ سے جدید وقدیم دونوں طرح کا تقارب مراد لیا جا سکتا ہے۔

فتنوں کی شدت کی انتہا

(۱۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِيْمَ قُتِلَ فَقِيْلَ كَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَالَ الْهَرْجُ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ قاتل کو معلوم نہیں ہوگا کہ کس سبب سے اس نے قتل کیا اور مقتول کو یہ علم نہیں ہوگا کہ اسے کس سبب سے قتل کیا گیا کہا گیا ایسا کس طرح ہوگا فرمایا کہ ہرج ہوگا اس میں قاتل ومقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔ (مسلم)

تشریح: "الهرج" فتنہ وفساد اور قتل وغارت گری اور خلط ملط خونریزی میں پڑ جانے کو الھرج کہتے ہیں۔ یہاں الھرج سے خاص طور پر وہ خونریزی مراد ہے جو مسلمانوں کے آپس میں افتراق وانتشار کی وجہ سے پھیل جائے گی۔ بہر حال احادیث میں الھرج کی تفسیر کثرت قتل سے کی گئی ہے۔

"القاتل والمقتول" قاتل تو قتل کی وجہ سے دوزخ میں چلا جائے گا لیکن مقتول کیوں دوزخ میں جائے گا؟ تو اس کی وضاحت بھی احادیث میں ہے کہ مقتول کا بھی پکا ارادہ تھا کہ میں قاتل کو قتل کروں مگر قاتل نے قتل میں پہل کی لہٰذا مقتول اپنے غلط عزم وارادہ سے دوزخ میں جائے گا۔

پرفتن ماحول میں دین پر قائم رہنے والے کی فضیلت

(۱۳) وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فتنے کے زمانے میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کا ثواب رکھتی ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ زمانہ نبوی میں فتح مکہ سے پہلے دار الحرب سے ہجرت کر کے مدینہ آجانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت وصحبت کا شرف رکھنے والے کو جو عظیم ثواب ملتا تھا اسی طرح کا عظیم ثواب اس شخص کو بھی ملے گا جو فتنہ وفساد کی جہالت وتاریکی سے اپنے کو محفوظ رکھ کر اور مسلمانوں کی باہمی محاذ آرائی سے اپنا دامن بچا کر مولیٰ کی عبادت میں مشغول اور اپنے دین پر قائم رہے۔

مظالم پر صبر کرو اور یہ جانو کہ آنے والا زمانہ موجودہ دور سے بھی بدتر ہوگا

(۱۴) وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيّ اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَانَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ اصْبِرُوْا فَاِنَّهٗ لَا يَاتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِيْ بَعْدَهٗ اَشَرُّ مِنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهٗ مِنْ نَّبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت زبیر بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے حجاج کے برے سلوک کی شکایت کی جس سے ہم دو چار تھے فرمایا صبر کرو تم پر جو زمانہ بھی آئے گا وہ پہلے سے بدتر ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے پروردگار سے جاملو گے یہ بات میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "الحجاج" اس سے حجاج بن یوسف ثقفی مراد ہے جو اس امت کا سب سے بڑا ظالم گزرا ہے جس نے ایک لاکھ بیس ہزار انسانوں کو بے گناہ باندھ کر قتل کیا ہے جنگوں میں مارے جانے والے اس کے علاوہ ہیں پیدائش کے وقت ماں کا دودھ نہیں پیتا تھا شیطان نے اس کی ماں سے کہا کہ اس کو بکری کا خون چٹاؤ ماں نے ایسا کیا تو اس وقت سے خون کا شوقین بن گیا کہتا تھا کہ کھانا اس وقت مزہ دیتا ہے کہ اس سے پہلے کسی کو قتل کردوں حجاج عبدالملک بن مروان کا گورنر تھا بعد میں خود بادشاہ بن گیا بیت اللہ کا محاصرہ کر کے اس پر منجنیق سے سنگ باری کی بیت اللہ کے پردے جل گئے پھر حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کرڈالا آخر میں سعید بن جبیر کو مارڈالا پھر بیمار ہو گیا پیٹ میں کیڑے پڑ گئے اپنے پیٹ کو مارتا تھا یا آگ کے قریب کرتا تھا تا کہ کیڑوں کا کاٹنا بند ہو جائے ایک آدمی کو مسجد میں اس لئے ذبح کیا کہ وہ مسجد میں کیوں سو رہا ہے۔ مرنے کے بعد حسن بصریؒ نے جنازہ کی نماز پڑھائی فرمایا کہ اس نے موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے زبردست استغفار کیا ہے کیا بعید ہے کہ معاف ہو جائے۔ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قاتل ہے اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ لوگوں کی شکایت پر یہی فرمارہے ہیں کہ صبر کرو کیونکہ ہر آنے والا بادشاہ پہلے سے بدتر ہوتا ہے کہتے ہیں ابو مسلم خراسانی نے اس سے زیادہ قتل کئے ہیں مگر حجاج شریر زیادہ تھا حدیث میں اس کو مبیر یعنی ہلاکو کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے فتنوں کی خبر دیدی تھی

(۱۵) عَنْ حُذَيْفَةَ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ اَنَسِيَ اَصْحَابِيْ اَمْ تَنَاسَوْا وَاللّٰهِ مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَّعَهٗ ثَلٰثَمِائَةٍ فَصَاعِدًا لَا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَاسْمِ قَبِيْلَتِهٖ (رواه سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کی قسم میں نہیں سمجھ سکا کہ میرے دوست بھول گئے ہیں یا بھولنے کا اظہار کر رہے ہیں اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے فتنے کے قائد جس کے تابعداروں کی تعداد تین سو یا زیادہ ہوگی کا نام اس میں بتلا دیا اور اس کے باپ اور قبیلے کا نام بھی بتلایا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "فتنہ پرداز" سے مراد وہ شخص ہے جو فتنہ وفساد اور تباہی وخرابی کا باعث ہو جیسے وہ عالم جو دین میں بدعت پیدا کرے دین کے نام پر مسلمانوں کو آپس میں لڑائے اُمت میں افتراق وانتشار پیدا کر کے اسلام کی شوکت کو مجروح کرے اور جیسے وہ ظالم بادشاہ وامیر جو مسلمانوں کے باہمی قتل وقتال کا باعث ہو "تین سو" کے عدد کی قید بظاہر اس لئے لگائی گئی ہے کہ کم سے کم اتنی تعداد میں آدمیوں کا کسی فتنہ پرداز کے گرد جمع ہو جانا اس فتنہ پرداز کی فتنہ پردازیوں کو پھیلانے فتنہ وفساد کی کارروائیوں کو اثر انداز ہو جانے اور دین وملت کو نقصان پہنچ جانے کے لئے عام طور پر کافی ہو جاتا ہے اگر کسی فتنہ پرداز کے تابعداروں کی تعداد اس سے کم ہوتی ہے تو گو وہ انفرادی اور جزوی طور پر فتنہ پردازی میں کامیاب ہو جائے مگر اجتماعی طور پر اثر انداز ہونے کے قابل نہیں ہوتا۔

گمراہ کرنے والے قائد

(۱۶) وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِي الْاَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ وَاِذَا وُضِعَ

السَّيْفُ فِيْ أُمَّتِيْ لَمْ يُوْفَعْ عَنْهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ. (رواه سنن ابو داؤد، والجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت پر گمراہ اماموں کا خوف رکھتا ہوں جس وقت میری امت میں تلوار رکھ دی گئی۔ قیامت تک نہ اٹھائی جائے گی۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ترمذی)

خلافت راشدہ کی مدت کے بارے میں پیش گوئی

(۱۷) وَعَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْخِلَافَةُ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا ثُمَّ يَقُوْلُ سَفِيْنَةُ اَمْسِكْ خِلَافَةَ اَبِيْ بَكْرٍ سَنَتَيْنِ وَخِلَافَةَ عُمَرَ عَشَرَةً وَعُثْمَانَ اِثْنَتَيْ عَشَرَةَ وَعَلِيٍّ سِتَّةً (رواه مسند احمد)

ترجمہ: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے خلافت تیس سال تک رہے گی پھر بادشاہت میں تبدیل ہو جائے گی۔ سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ سال کل تیس سال ہوئی۔ (روایت کیا اس کو احمد ترمذی ابوداؤد نے)

تشریح: "الخلافۃ" اس سے خلافت راشدہ علی منہاج النبوۃ مراد ہے لہٰذا بعد کے خلفاء یہاں موضوع بحث نہیں ہیں۔

"امسک" یعنی گن لو اور محفوظ کرلو حضرت سفینہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں انہوں نے یہاں گنتی میں سالوں کا ذکر کیا ہے اور مہینوں کا ذکر نہیں کیا، اصل حساب اس طرح ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ دو سال چار ماہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ دس سال چھ ماہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلاف کا زمانہ چند دن کم بارہ سال ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ چار سال نو ماہ ہے اس طرح چاروں خلفاء کی مدت خلافت کا زمانہ انتیس سال سات ماہ ہے اور پانچ ماہ جو باقی رہ گئے وہ حضرت حسن کی خلافت کا زمانہ ہے تو وہ بھی خلفاء راشدین میں شمار ہیں اور مجموعی مدت خلافت تیس سال ہوئی جو اس حدیث میں مذکور ہے اس کے بعد عمومی طور پر ملوکیت کا دور ہے اگرچہ اس میں سے کچھ استثناء بھی ہے جیسے حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافتیں ہیں۔

آنے والے زمانوں کے بارے میں پیش گوئی

(۱۸) وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيَكُوْنُ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ كَمَا كَانَ قَبْلَهٗ شَرٌّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا الْعِصْمَةُ قَالَ السَّيْفُ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ السَّيْفِ بَقِيَّةٌ قَالَ نَعَمْ تَكُوْنُ اِمَارَةٌ عَلٰى اَقْذَاءٍ وَهُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَنْشَاُ دُعَاةُ الضَّلَالِ فَاِنْ كَانَ لِلّٰهِ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةٌ جَلَدَ ظَهْرَكَ وَاَخَذَ مَالَكَ فَاَطِعْهُ وَاِلَّا فَمُتْ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جِذْلِ شَجَرَةٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَعَهٗ نَهْرٌ وَ نَارٌ فَمَنْ وَقَعَ فِيْ نَهْرِهٖ وَجَبَ اَجْرُهٗ وَحُطَّ وِزْرُهٗ وَمَنْ وَقَعَ فِيْ نَهْرِهٖ وَجَبَ وِزْرُهٗ وَحُطَّ اَجْرُهٗ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يُنْتَجُ الْمُهْرُ فَلَا يُرْكَبُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ هُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ وَجَمَاعَةٌ عَلٰى اَقْذَاءٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْهُدْنَةُ عَلَى الدَّخَنِ مَا هِيَ قَالَ لَا تَرْجِعُ قُلُوْبُ اَقْوَامٍ عَلَى الَّذِيْ كَانَتْ عَلَيْهِ قُلْتُ هَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ صَمَّاءُ عَلَيْهَا دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ النَّارِ فَاِنْ مُتَّ يَا حُذَيْفَةُ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جِذْلٍ خَيْرٌ لَكَ مِنْ اَنْ تَتَّبِعَ اَحَدًا مِنْهُمْ. (رواه سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا اس خیر کے بعد شر ہوگی جیسا کہ اس سے پہلے بھی شر تھا فرمایا ہاں میں نے کہا اس میں بچاؤ کا کیا راستہ ہے فرمایا تلوار میں نے کہا تلوار کے بعد اہل اسلام باقی رہیں گے فرمایا ہاں، فساد پر امارت ہوگی اور کدورت پر صلح ہوگی۔ میں نے کہا پھر کیا ہوگا فرمایا پھر گمراہی کی طرف بلانے والے ہوں گے اگر زمین میں اللہ کا خلیفہ ہو جو تیری پیٹھ پر کوڑے مارے اور تیرا مال پکڑے پھر بھی تو اس کی اطاعت کر اگر خلیفہ نہ ہو تو اس حال میں مر کہ کسی درخت کی جڑ کو لازم پکڑنے

والا ہو میں نے کہا پھر کیا ہوگا فرمایا پھر دجال نکلے گا اس کے ساتھ پانی کی نہر اور آگ ہوگی جو اس کی آگ میں گر پڑا اس کا اجر ثابت ہو گیا اور اس کا بوجھ اتارا گیا اور جو کوئی اس کی نہر میں گر پڑا اس کے گناہ کا بوجھ واجب ہوا اور اس کا اجر اتارا گیا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے کہا پھر کیا ہوگا فرمایا گھوڑی کا بچہ پیدا ہوگا ابھی وہ سواری کے قابل نہیں ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ کدورت پر صلح ہوگی اور ناخوش پر اجتماع ہوگا میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم الهدنة على دخن کا کیا مطلب ہے فرمایا لوگوں کے دل اس حالت پر نہیں لوٹیں گے جس پر وہ پہلے ہوں میں نے کہا کیا اس خیر کے بعد شر ہوگی فرمایا اندھا بہرا فتنہ ہوگا کہ دوزخ کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے اگر اے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تو ایسی حالت میں مرے کہ تو درخت کی جڑ کو لازم پکڑنے والا ہو تو تیرے لیے بہتر ہے کہ تو ان میں سے کسی کی پیروی کرے۔ (ابوداؤد)

تشریح: "السیف" اس سے معلوم ہوا کہ فتنوں کی سرکوبی کیلئے حق کے جھنڈے تلے تلوار لے کر نکلنا جائز ہے۔ جمہور صحابہ کا یہی مسلک تھا۔" بقية" یعنی تلوار لے کر ان مفسدین کے ساتھ لڑنے کے بعد کیا خلافت و امارت باقی رہے گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں امارت باقی رہے گی مگر "على اقذاء" قذی آنکھ میں پڑنے والے تنکے کو کہتے ہیں یہاں کدورتیں اور رنجشیں مراد ہیں ظاہری طور پر لوگ اطاعت کریں گے مگر دلوں میں عداوت باقی ہوگی۔ اسی مفہوم کو هدنة على دخن" سے ادا کیا گیا ہے کہ صلح تو ہو جائے گی خلافت بھی قائم ہو جائیگی مگر دخن یعنی دھواں اور قلبی کدورتیں باقی ہوں گی۔ "عاض" کسی چیز کو منہ میں لے کر دانتوں کے ساتھ مضبوط پکڑنے کو عاض کہتے ہیں۔ "جذل" درخت کی جڑ اور تنے کو جذل کہتے ہیں۔ "ثم ماذا" یعنی ان فتنوں کے بعد کیا ہوگا؟ آپ نے اشارہ کیا کہ پھر دجال کا خروج ہوگا یعنی پہلے حضرت مہدی کا دور آئیگا سات سال خلافت کے بعد دجال کا خروج ہو جائیگا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا پھر قیامت اتنی قریب ہو جائے گی کہ گھوڑے کا بچہ ابھی سواری کے قابل نہ ہوا ہوگا کہ قیامت آجائیگی۔

خلافت راشدہ کے بعد پیش آنیوالے روح فرسا واقعات کے بارے میں پیشگوئی

(۱۹) وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفًا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا جَاوَزْنَا بُيُوْتَ الْمَدِيْنَةِ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ جُوْعٌ تَقُوْمُ عَنْ فِرَاشِكَ وَلَا تَبْلُغُ مَسْجِدَكَ حَتّٰى يُجْهِدَكَ الْجُوْعُ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَعَفَّفْ يَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ مَوْتٌ يَبْلُغُ الْبَيْتُ الْعَبْدَ حَتّٰى اِنَّهٗ يُبَاعُ الْقَبْرُ بِالْعَبْدِ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَصبرْيَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ قَتْلٌ تَغْمُرُ الدِّمَاءُ اَحْجَارَ الزَّيْتِ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَاْتِيْ مَنْ اَنْتَ مِنْهُ قَالَ قُلْتُ وَاَلْبَسُ السِّلَاحَ قَالَ شَارَكْتَ الْقَوْمَ اِذًا قُلْتُ فَكَيْفَ اَصْنَعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنْ خَشِيْتَ اَنْ يَّبْهَرَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ فَاَلْقِ نَاحِيَةَ ثَوْبِكَ عَلٰى وَجْهِكَ لِيَبُوْءَ بِاِثْمِكَ وَاِثْمِهٖ. (رواه سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گدھے پر سوار تھا جب ہم مدینہ کے گھروں سے آگے بڑھے آپ نے فرمایا اے ابوذر رضی اللہ عنہ جس وقت مدینہ میں ایسی بھوک ہوگی کہ تو اپنے بستر سے کھڑا ہو کر مسجد نہیں جائے گا یہاں تک کہ بھوک تجھ کو مشقت میں ڈال دے گی اس وقت تیرا کیا حال ہوگا میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے فرمایا پارسائی اختیار کر اے ابوذر رضی اللہ عنہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں موت واقع ہوگی کہ ایک گھر غلام کی قیمت کا اور ایک قبر کی جگہ غلام کی قیمت کو پہنچ جائے گی میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ فرمایا صبر اختیار کر۔ اے ابوذر رضی اللہ عنہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں قتل ہوگا کہ خوف احجار الزیت کو ڈھانک لے گا۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتا ہے فرمایا جس سے تو ہے اس کے پاس چلا جا میں نے کہا اور میں اپنے ہتھیار پہن لوں فرمایا اس وقت تو ان

لوگوں میں شریک ہو جائے گا میں نے کہا میں کیا کروں اے اللہ کے رسول فرمایا اگر تو ڈرے کہ تلوار کی چمک تم پر روشن ہوا پنے چہرے پر کپڑے کا کنارہ ڈال لے تا کہ وہ اپنے اور تیرے گناہ کے ساتھ لوٹے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''جوع'' یعنی مدینہ میں عام قحط پڑ جائے یا صرف تمہیں کو بھوک کا سامنا ہو جائے دونوں مطلب درست ہیں۔ ''یجھدک'' یعنی بھوک تمہیں نڈھال اور اتنا کمزور کر دے گی کہ تم اپنی قریبی مسجد میں جانے سے عاجز آ جاؤ گے۔ ''تعفف'' یعنی ایسی حالت میں بھی سوال سے بچو حرام سے بچو اور اپنی عزت وعظمت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ ''موت'' یعنی وبائی امراض سے یا قحط سے یا فتنوں کی وجہ سے موت عام ہو جائے۔ ''البیت العبد'' یعنی میت کیلئے قبر نہیں ملے گی قبر اتنی مہنگی ہو جائے گی کہ ایک غلام کو دینا پڑے گا یعنی قبر کی قیمت غلام کی قیمت تک پہنچ جائے گی۔

''تغمر'' ڈھانپنے کے معنی میں ہے یعنی اتنا خون ہوگا کہ پتھروں کو ڈھانپ دے گا۔ ''احجار الزیت'' مدینہ منورہ میں ایک محلہ کا نام احجار زیت ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ مغربی جانب میں یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ احجار زیت علاقہ حرہ سے ہے حرہ میں یزید کے زمانہ میں مشہور قتل عام ہوا تھا تین دن تک مدینہ منورہ میں لوٹ مار عام تھی تین دن تک مسجد نبوی میں اذان نہیں ہوئی مدینہ پر اندھیرا چھا گیا تھا۔ مسلم بن عقبہ شیطان یزید کی فوجوں کی کمان کر رہا تھا ہزاروں مسلمان شہید کر دیئے گئے اور مدینہ کا تقدس پامال کر دیا گیا احجار زیت میں خون کی ندیاں بہہ گئیں یہ واقعہ شہادت حسین کے بعد پیش آیا پھر یزید کی فوج نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا مگر خود یزید مر گیا اور قبضہ ختم ہو گیا۔ ''تاتی من انت منه'' اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جس گھر سے تم آئے ہو اسی میں جا کر بیٹھ جاؤ یا مطلب یہ ہے کہ ایسی حالت میں تم اپنے اس امیر کی طرف رجوع کرو جس کی تم اطاعت کرتے ہو اور تم ان میں سے ہو یہ دوسرا مطلب علامہ طیبی نے بیان کیا ہے جو زیادہ واضح ہے واقعہ حرہ ۶۲ ھ میں پیش آیا تھا اور حضرت ابوذر غفاری کی وفات ۳۲ ھ میں ہوئی تھی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان اور پیشگوئی کو صحابہ اور تابعین کے سامنے بیان تو کیا ہے مگر خود واقعہ کو نہیں دیکھا۔ ''شارکت القوم'' یعنی اگر اسلحہ پہن کر میدان میں نکل گئے تو لڑنے والوں میں شریک سمجھے جاؤ گے۔ ''یبھرک'' یعنی تلوار کی چمک تم پر غالب آ جائے۔ تم اس وقت منہ پر کپڑا ڈال دو اور کچھ نہ کرو مارنے والا گناہ کا پورا بوجھ اٹھا کر قیامت میں آئیگا۔

پرفتن ماحول میں نجات کی راہ

(۲۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ بِکَ اِذَا اُبْقِيْتَ فِیْ حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ مَرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَاَمَانَاتُهُمْ وَاخْتَلَفُوْا فَكَانُوْا هٰكَذَا وَشَبَّکَ بَيْنَ اَصَابِعَهٗ قَالَ فَبِمَ تَاْمُرُنِیْ قَالَ عَلَيْکَ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَاتُنْكِرُ وَعَلَيْکَ بِخَاصَّةِ نَفْسِکَ وَاِيَّاکَ وَعَوَمَّهُمْ وَفِیْ رِوَايَةٍ اِلْزَمْ بَيْتَکَ وَاَمْلِکْ عَلَيْکَ لِسَانِکَ وَخُذْ مَاتَعْرِفُ وَدَعْ مَاتُنْكِرُوَ عَلَيْکَ بِاَمْرِخَاصَّةِ نَفْسِکَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَامَّةِ (رواه الجامع ترمذی و صححه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو ناکارہ لوگوں میں رہنے لگے گا ان کے عہد اور امانتیں رل مل جائیں گے اور وہ اختلاف کریں پس اس طرح ہو جائیں گے آپ نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کیں عبداللہ نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کس بات کا حکم دیتے ہیں فرمایا جس کو معروف سمجھتا ہے اس کو لازم پکڑ اور جس کو برا سمجھتا ہے اس کو چھوڑ دے اپنے نفس کے امر کو لازم پکڑ اور اپنے آپ کو عوام سے دور رکھ ایک اور روایت میں ہے اپنے گھر کو لازم پکڑ اور اپنی زبان کو قابو میں رکھ جس کو نیک جانتا ہے اس کو پکڑ لے اور جس کو تو برا جانے اس کو چھوڑ دے اور اپنے نفس کے کام کو لازم پکڑ اور عوام کے کام کو چھوڑ دے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور یہ حدیث صحیح ہے)

تشریح: ''حثالة'' کھجور وغیرہ کے چھلکے اور بھوسہ اور کچرہ کو حثالہ کہتے ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو انسانی قدروں سے گر چکے ہوں گے بس کچرہ ہوں گے۔ ''مرجت'' یعنی ان کے وعدے خلط ملط اور دھوکہ پر مبنی ہوں گے وعدہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا نہ ان کی زبان پر کسی کو اعتماد ہوگا

پست درجے کے لوگ ہوں گے ایسی حالت میں تم عوام الناس کو چھوڑ دو صرف اپنے نفس کے بچاؤ کی فکر کرو دیگر روایات میں حق کی حمایت اور تلوار اٹھانے کا کہا گیا ہے جبکہ یہاں کمان توڑنے اور کنارہ کش ہونے کا حکم ہے تو یہ مخاطب کے مزاج کی وجہ سے فرق آ گیا ہے۔

قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والے فتنوں کی پیشن گوئی

(۲۱) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ فِیْهَا مُؤْمِنًا وَیُمْسِیْ کَافِرًا وَیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ کَافِرًا اَلْقَاعِدُ فِیْهَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْمَاشِیْ فِیْهَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ فَکَسِّرُوْا فِیْهَا قِسِیَّکُمْ وَقَطِّعُوْا فِیْهَا اَوْتَارَکُمْ وَاضْرِبُوْا سُیُوْفَکُمْ بِالْحِجَارَةِ فَاِنْ دُخِلَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْکُمْ فَلْیَکُنْ کَخَیْرِ ابْنَیْ اٰدَمَ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ ذُکِرَ اِلٰی قَوْلِهٖ خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ ثُمَّ قَالُوْا فَمَاتَاْمُرُنَا قَالَ کُوْنُوْا اَحْلَاسَ بُیُوْتِکُمْ وَفِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْفِتْنَةِ کَسِّرُوْا فِیْهَا قِسِیَّکُمْ وَقَطِّعُوْا فِیْهَا اَوْتَارَکُمْ وَالْزَمُوْا فِیْهَا اَجْوَافَ بُیُوْتِکُمْ وَکُوْنُوْا کَابْنِ اٰدَمَ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند فتنے ہوں گے ان میں آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا اور شام کو مومن تو صبح کو کافر ہوگا ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے اور ان میں چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہے ان فتنوں میں کمانیں توڑ ڈالو اپنی کمان کے چلوں کو کاٹ ڈالو اپنی تلواروں کو پتھر پر مارو اگر کسی پر کوئی داخل ہو وہ آدم کے دو بیٹوں کے بہترین بیٹے کی طرف ہو جائے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ایک روایت میں ہے کہ ابوداؤد نے یہ حدیث خیر امن الساعی تک ذکر کی پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں فرمایا اپنے گھر کے ٹاٹ بن جاؤ ترمذی کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فتنہ کے زمانے میں اپنی کمانوں کو توڑ دو ان کے چلے کاٹ ڈالو اپنے گھروں کو لازم پکڑ و اور آدم کے بیٹے کی طرح ہو جاؤ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

تشریح: "قسیکم" یہ قوس کی جمع ہے اور قوس کمان کو کہتے ہیں "اوتارکم" یہ وتر کی جمع ہے کمان کے اس تسمے اور چلے کو کہتے ہیں جس پر تیر چڑھا کر پھینکا جاتا ہے۔ "احلاس" یہ حلس کی جمع ہے ٹاٹ کو کہتے ہیں یعنی گھر کے ٹاٹ کی طرح بن جاؤ! گھر سے نہ نکلو ورنہ فتنہ میں پڑ جاؤ گے۔
"خیرا بنی آدم" یعنی آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل میں اچھے بیٹے کی طرح بن جاؤ یعنی ہابیل کی طرح صبر کرو یہ احادیث ان حضرات کے دلائل ہیں جو فتنوں کے دور میں بالکل الگ تھلگ رہتے ہیں۔

فتنوں کے وقت سب سے بہتر آدمی کون ہوگا؟

(۲۲) وَعَنْ اُمِّ مَالِکٍ الْبَهْزِیَّةِ قَالَتْ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَرَّبَهَا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خَیْرُ النَّاسِ فِیْهَا قَالَ رَجُلٌ فِیْ مَاشِیَتِهٖ یُؤَدِّیْ حَقَّهَا وَیَعْبُدُ رَبَّهٗ وَرَجُلٌ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ یُخِیْفُ الْعَدُوَّ وَیُخَوِّفُوْنَهٗ (جامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ام مالک بہزیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنے کا ذکر کیا اور اسے قریب ظاہر کیا میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس میں بہتر کون ہوگا فرمایا وہ شخص جو اپنے مویشیوں میں ہے ان کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے رب کی بندگی کرتا ہے اور ایک وہ آدمی جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑ کر دشمنان دین کو ڈراتا ہے اور وہ اس کو ڈراتے ہیں۔ (ترمذی)

فتنہ کا ذکر

(۲۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَتَکُوْنُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِیْ

النَّارِ اللِّسَانُ فِيْهَا اَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ. (رواه الجامع ترمذی و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بہت بڑا فتنہ ہوگا جو تمام عرب پر غالب ہوگا اس کے مقتول دوزخ میں ہوں گے اس میں زبان کو دراز کرنا تلوار کے مارنے سے سخت تر ہوگا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے)

تشریح: "تستنظف العرب" کسی چیز کو مکمل طور پر ہلاک کرنے کیلئے استنظف کا لفظ بولا جاتا ہے یعنی اس فتنہ سے عرب کا استیصال ہو جائیگا۔

"فی النار" یعنی اس کے مقتولین دوزخ میں جائیں گے کیونکہ اس جنگ میں ان کا مقصود نہ اعلائے کلمۃ اللہ ہوگا نہ کسی حق کی حمایت ہوگی اور نہ کسی ظالم کے ظلم کو دفع کرنا ہوگا بلکہ اختلاف و بغاوت اور ملک گیری اور مال جمع کرنا مقصود ہوگا۔ (مرقات) "اللسان" چونکہ یہ فتنہ تعصب اور قومیت پر مبنی ہوگا اس لئے زبان کی کاٹ تلوار کی کاٹ سے زیادہ مؤثر ہوگی' اس حدیث میں جس فتنہ کا ذکر ہے اس میں شریک دونوں فریق کیلئے شدید وعید ہے اور اس کے مقتولین کو دوزخی بتایا گیا ہے لہٰذا اس کے مصداق کو صحابہ کے دور کے مشاجرات قرار دینا ممکن نہیں ہے' حدیث میں کسی کا نام بھی نہیں ہے اور نہ کسی فریق کا تعین ہے مطلق فتنہ کا تذکرہ ہے' عرب دنیا پر روز اول سے مختلف فتنے آئے ہیں لہٰذا اس فتنہ کا مصداق ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو کسی حق کی حمایت یا دفع ظلم پر نہ لڑ رہے ہوں بلکہ محض دنیوی اغراض کیلئے اور نفسانی خواہشات کیلئے لڑ رہے ہوں جس طرح قاضی عیاض کے کلام کو ملا علی قاری نے نقل کیا ہے قاضی عیاض نے اس طرح فرمایا ہے۔

اس قسم کی احادیث کو صحابہ کرام حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کی آپس کی جنگوں پر حمل نہیں کرنا چاہیے وہ صحابہ کی جماعت ہے' ان کا احترام پوری امت پر واجب ہے' ان کی جنگوں کو مشاجرات کہتے ہیں' جس میں ایک فریق اگر حق پر قائم تھا تو دوسرا فریق اجتہادی خطاء کا مرتکب تھا جس میں سزا کی بجائے ثواب ملتا ہے' اس مقدس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کے شاندار القاب سے یاد فرمایا ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذا ذکر اصحابی فامسکوا" ای عن الطعن فیهم (مرقات)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم"۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مشاجرات صحابہ کے بارے میں فرمایا: تلک دماء طهر الله ایدینا منها فلا نلوث السنتنا بها" (مرقات)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ افضل تھے یا عمر بن عبدالعزیز؟ تو آپ نے جواب دیا:

"لغبار انف فرس معاویة حین غزافی رکاب رسول الله افضل من کذا و کذا من عمر بن عبدالعزیز" (مرقات)

بہر حال جمہور امت اس پر قائم ہے کہ حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ اجتہادی خطاء پر تھے جس میں ثواب مل سکتا ہے ہمارے لئے سب سے اچھا راستہ یہ ہے کہ ہم مشاجرات صحابہ میں بالکل سکوت اختیار کریں سکوت پر مواخذہ نہیں ہے اور بولنے اور تحقیق کرنے میں مواخذہ کا خطرہ ہے۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن   کہ جاہا سپر باید انداختن

جب گونگا اندھا فتنہ ہوگا

(۲۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ بُكْمَاءُ وَ عُمْيَاءُ مَنْ اَشْرَفَ لَهَا اِسْتَشْرَفَتْ لَهُ وَاِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيْهَا كَوُقُوْعِ السَّيْفِ (رواه سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گونگے بہرے اور اندھے فتنے ہوں گے جو ان کی طرف دیکھے گا اس کو اپنی طرف کھینچ لیں گے اس فتنے میں زبان دراز کرنا تلوار مارنے کی مانند ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "صماء" یعنی عنقریب گونگے بہرے اور اندھے فتنے کا ظہور ہوگا لوگوں کے اعتبار سے فتنے کو گونگا بہرا اندھا کہا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ اس فتنہ کے وقت لوگ حق و باطل میں تمیز نہیں کریں گے اچھی بات کو سننا گوارا نہیں کریں گے اور نہ امر بالمعروف اور نہی المنکر کی بات زبان

سے نکالیں گے اور نہ اچھے کام کو قبولیت کی نظر سے دیکھیں گے۔ جو جھانک کر اس فتنہ کو دیکھے گا یہ فتنہ دوڑ کر اس کی طرف آئے گا زبان کے ذریعہ سے یہ فتنہ اتنا بھڑک اٹھے گا کہ تلوار سے تیز ہوگا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اس اندھے بہرے اور گونگے فتنے سے ہر وقت بچنے کی کوشش کرو۔

چند فتنوں کے بارے میں پیشن گوئی

(۲۵) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْفِتَنَ فَاَكْثَرَ فِي ذِكْرِهَا حَتّٰى ذَكَرَ فِتْنَةَ الْاَحْلَاسِ فَقَالَ قَائِلٌ وَمَا فِتْنَةُ الْاَحْلَاسِ قَالَ هِيَ هَرَبٌ وَ حَرَبٌ ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّاءِ دَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يَزْعَمُ اَنَّهُ مِنِّيْ وَلَيْسَ مِنِّيْ اِنَّمَا اَوْلِيَائِيَ الْمُتَّقُوْنَ ثُمَّ يَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلٰى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلٰى ضِلَعٍ ثُمَّ فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ لَا تَدَعُ اَحَدًا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا لَطَمَتْهُ لَطْمَةً فَاِذَا قِيْلَ انْقَضَتْ تَمَادَتْ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا حَتّٰى يَصِيْرُوا النَّاسُ اِلٰى فُسْطَاطَيْنِ فُسْطَاطِ اِيْمَانٍ لَانِفَاقَ فِيْهِ وَفُسْطَاطِ نِفَاقٍ لَااِيْمَانَ فِيْهِ فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَانْتَظِرُوْا الدَّجَّالَ مِنْ يَوْمِهٖ اَوْمِنْ غَدِهٖ. (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا اور بہت زیادہ فتنوں کا ذکر کیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ احلاس کا ذکر کیا ایک کہنے والے نے کہا احلاس کا فتنہ کیا ہے؟ فرمایا وہ بھاگنا اور جنگ کرنا ہے پھر سراء کے فتنہ کا ذکر کیا فرمایا اس کا فساد ایک شخص کے دونوں قدموں کے نیچے سے ہوگا جو میرے اہل بیت سے ہوگا وہ خیال کرتا ہوگا کہ مجھ سے ہے لیکن مجھ سے نہیں ہوگا میرے دوست تو پرہیزگار ہیں اس کے بعد لوگ ایک شخص کی بیعت پر جمع ہوں جیسے کولھے پر پسلی ہوتی ہے پھر دہیماء کا فتنہ ہوگا اس امت میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا مگر اس کو طمانچہ مارے گا جس وقت خیال کیا جائے گا کہ فتنہ ختم ہوا اور بڑھ جائے گا آدمی صبح کو مومن ہوگا شام کو کافر ہوگا یہاں تک کہ لوگ دو خیموں میں تقسیم ہوں گے ایک ایمان کا خیمہ ہوگا کہ اس میں نفاق نہ ہوگا ایک نفاق کا خیمہ ہوگا کہ اس میں ایمان نہ ہوگا جب ایسا ہوگا تو دجال کا انتظار کرو گے اس دن یا اس کے اگلے دن۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "فتنۂ احلاس" احلاس حلس کی جمع ہے اور حلس ٹاٹ کو کہتے ہیں اس فتنہ کو حلس اور ٹاٹ کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ ٹاٹ ایک جگہ پر پڑا رہتا ہے ہٹنے کا نام نہیں لیتا یہ فتنہ بھی جب گھروں میں داخل ہو جائے گا تو ان کے ساتھ اس طرح چپک جائے گا کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے گا جس طرح ٹاٹ چپک جاتا ہے یا اس فتنہ میں مبتلا لوگوں کی تشبیہ ٹاٹ کے ساتھ دی گئی ہے کہ لوگ اس فتنہ کی وجہ سے گھروں میں اس طرح چپک کر بیٹھ جائیں گے جس طرح ٹاٹ ہوتا ہے اور ان کو اسی طرح کرنا چاہیے۔ "ھوب وحوب" سائل کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنۂ احلاس کی وضاحت میں فرمایا کہ اس میں لوگ ایک دوسرے سے عداوت اور بغض وحسد کی وجہ سے بھاگیں گے یہ ھرب ہے اور لوگ ایک دوسرے سے اموال چھینیں گے یہ حرب ہے۔ حرب محروب کے معنی میں ہے مال چھیننے کو کہتے ہیں شاعر ساحر نے کہا: ع وما ل کل اخیذ المال محروب

فتنۂ احلاس کا مصداق: ۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتنۂ احلاس کا مصداق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حجاج بن یوسف کے فتنہ کو قرار دیا ہے۔ تفصیلی قصہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو بطور وصیت اس سے کہا کہ تیری حکومت کے چار آدمی مخالفت کریں گے' ایک عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ دوسرے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تیسرے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور چوتھے حسین بن علی رضی اللہ عنہ۔ ان میں سے اول الذکر کو شاید مقابلے کا موقع نہ ملے' دوسرے صوفی آدمی ہیں کنارہ کش ہو جائیں گے تیسرے ابن زبیر لومڑی سے زیادہ چالاک ہیں ان سے ہوشیار رہنا اور چوتھے جو حسین ہیں ان کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت ہے اس قرابت کا بہت زیادہ خیال رکھنا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تجزیہ ٹھیک طور پر سچا ثابت ہوا حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

کنارہ کش ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے بھاگ کر مکہ مکرمہ میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا' جب حضرت حسین میدان کربلا میں شہید کر دیئے گئے تو مدینہ منورہ کے لوگوں نے یزید کی اطاعت سے انکار کر دیا یزید نے شام سے ایک بڑا لشکر مدینہ کی طرف روانہ کر دیا شامی افواج نے مدینہ کا محاصرہ کیا اور بڑی لوٹ مار کی' واقعہ حرہ اور احجار زیت جیسے خون ریز واقعات ہوئے جب مدینہ کے تقدس کو مکمل پامال کیا گیا تو مسلم بن عقبہ کی سربراہی میں یزید نے اسی لشکر کو مکہ مکرمہ کی طرف روانہ کر دیا تا کہ عبداللہ بن زبیر کی سرکوبی کرے' مسلم بن عقبہ کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اس کی جگہ حصین بن نمیر کو امیر بنا دیا گیا اس نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف حرم شریف میں لڑائی شروع کر دی بیت اللہ پر گولہ باری کی گئی اہل مکہ نے بڑی مشقت اٹھائی کہ اتنے میں غیر متوقع طور پر یزید ہلاک ہو گیا اس وجہ سے حصین بن نمیر نے مکہ کا محاصرہ اٹھا لیا اور واپس چلا گیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن زبیر کی خلافت وسیع ہو گئی اور مکہ و مدینہ حجاز مقدس اور مصر و عراق کے تمام علاقوں پر ان کی حکومت قائم ہو گئی' یزید کے بیٹے نے جن کا نام معاویہ تھا دو ماہ تک حکومت کی اور پھر ان کا بھی انتقال ہو گیا' اس کے بعد قریباً تمام عالم اسلام پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت قائم ہو گئی لیکن چھ سات ماہ کے بعد مروان بن حکم نے شام پر قبضہ جما لیا اور دمشق میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے شام کے بعد عراق اور مصر بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے نکل گیا' جب مروان بن حکم کا انتقال ہو گیا تو ان کا بیٹا عبدالملک بن مروان تخت نشین ہو گیا اس نے اپنی جنگی قوت وطاقت سے حضرت عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ سے تمام علاقے آزاد کرا لئے اور آخر میں حجاج بن یوسف کو عبداللہ بن زبیر کے خلاف مکہ مکرمہ کی طرف روانہ کر دیا' حجاج بن یوسف نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا اور جبل ابوقبیس پر منجنیق نصب کر کے بیت اللہ پر سنگ باری شروع کر دی حضرت عبداللہ بن زبیر بیت اللہ میں محصور تھے آخر میں وہ جنگ کیلئے میدان میں نکل آئے اور نہایت بہادری کے ساتھ حجاج ظالم کا مقابلہ کیا مگر آخر میں ۷۳ھ میں حجاج کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرما گئے آپ کی خلافت کی مدت چھ سال تھی اس حدیث میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے قول کے مطابق واقعۂ احلاس کا مصداق یہی پوری تفصیل ہے۔ جو طویل ہے یعنی ٹاٹ کی طرح چپکنے والا فتنہ مراد ہے۔

فتنہ السراء کا مصداق:۔ "ثم فتنة السراء" سراء عیش وتنعم اور کثرت اموال اور خوشحالی کو کہتے ہیں یہ فتنہ بھی اسی طرح کثرت اموال اور عیش وتنعم کی وجہ سے آیا تھا۔ اس لئے اس کا نام سراء رکھ دیا گیا بعض شارحین نے اس کو سرور سے نہیں لیا بلکہ سِرٌ پوشیدگی سے لیا ہے یعنی یہ ایک ایسی سازشی فتنہ تھا جو بظاہر سادات واہل بیت کی حمایت کے نام سے تھا مگر اندر اندر اسلام کی بیخ کنی پر مبنی تھا جو مختار ثقفی کی شکل میں تھا یہ مطلب بہت اچھا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اس فتنہ کا مصداق مختار بن عبید ثقفی کو قرار دیا ہے یہ شخص شیعان علی میں سے تھا۔ اہل کوفہ نے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بیوفائی کی اور وہ کربلا میں شہید کر دیئے گئے تو اس شخص نے اس واقعۂ کربلا سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے انتقام لینے کا اعلان کر دیا مسلم بن عقیل اس شخص کے گھر آتے جاتے تھے ان سے بھی اس نے تائید حاصل کی۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشہور بیٹے محمد بن حنفیہ سے بھی اس کو تائید حاصل ہو گئی ادھر کوفہ میں "توابین" کے نام سے ایک جماعت بنی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ ہم نے حضرت حسینؓ سے بیوفائی کی ہے اب ہم توبہ کرتے ہیں اور قاتلین حسین سے بدلہ لیں گے مختار بن عبید ثقفی نے بڑی چالاکی کے ساتھ ان لوگوں سے بھی اپنی تائید حاصل کی اور پوری جماعت بنا لی، مختار ثقفی نے کئی جھوٹے دعوے بھی کیئے جس پر کوفہ کے گورنر نے اس کو گرفتار کیا اور جیل میں ڈال دیا مگر حضرت ابن عمر کی سفارش پر جیل سے رہا ہو گیا جب یہ شخص جیل سے باہر آ گیا تو اس کی قوت مزید بڑھ گئی' توابین کی جماعت سے اس کے رابطے تھے ان کو منظم کیا اور اپنے آپ کو سید اور آل رسول کہنے لگا بلکہ نبوت کا دعویٰ بھی کیا۔ اب علاقے کے گورنر کے قابو سے یہ شخص نکل گیا اور کوفہ کے گورنر سے اس نے جنگ کی اور سرکاری فوجوں کو شکست دیکر کوفہ پر قبضہ کر لیا کوفہ کے بے گناہ افراد کو بیدردی سے قتل کر ڈالا جو بھی مخالفت پر آ گیا اس کو مار ڈالا یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا اور مختار کی سرکوبی کیلئے روانہ کر دیا انہوں نے آ کر مختار ثقفی کو قتل کر دیا اس طرح اس کا فتنہ ختم ہو گیا اس حدیث میں فتنہ سراء سے مختار ثقفی کا یہی فتنہ مراد ہے۔

''دخنها'' یعنی اس فتنہ کو بھڑکانے والا اور اس کو اٹھانے والا ایک ایسا شخص ہوگا جو اپنے آپ کو سید اور آل رسول کے نام سے پکارے گا مگر اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے میرے دوست تو پرہیز گار لوگ ہیں۔ بعض علماء نے فتنۃ السراء کا مصداق شریف مکہ اور انگریزوں کو قرار دیا ہے جس میں انگریزوں نے سازش کے تحت ترکوں کی خلافت گرادی۔ انگریز شریف حسین مکہ کو ماہانہ پانچ لاکھ پونڈ دیا کرتا تھا اور آل سعود عبدالعزیز کو ماہانہ دولاکھ برطانوی پونڈ دیا کرتا تھا اور ان دونوں کو جزیرۂ عرب میں لڑاتا تھا' شریف مکہ کے بعد اس کا ایک نالائق بیٹا تخت نشین ہوگیا جو اس حدیث کضلع علی ورک کے نام سے یاد کیا گیا ہے اس سے کچھ نہ بن پڑا اور ترکوں کی خلافت برطانوی حکومت نے گرادی اور سازش مکمل ہوگئی۔

مروان بن حکم کی بات:۔''ثم یصطلح الناس'' یعنی ان فتنوں کے بعد لوگ ایک ایسے شخص کی حکومت پر صلح کرلیں گے جو خود ناپائیدار ہوگا جیسے پسلی کے اوپر موٹی ران سوار کی گئی ہو' حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کمزور شخص سے مراد مروان بن الحکم ہے اگرچہ مختار ثقفی کے فتنے سے پہلے مروان کا انتقال ہو چکا تھا لیکن ان سازشوں کی ابتداء اس وقت سے ہوئی جب مروان بن حکم نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ میں شام میں اپنی خلافت کا اعلان کردیا تو بطور جملہ معترضہ اگر مروان کا تذکرہ اس حدیث سے کچھ آگے یا کچھ پیچھے آگیا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں شاہ صاحب نے اس جملہ سے مروان بن الحکم مراد لیا ہے یہ شخص نہ رائے کی پختگی رکھتا تھا نہ اس میں کوئی تدبیر تھی نہ اس میں قوت فیصلہ تھی بلکہ غیر مستقل مزاج کمزور رائے کا مالک تھا اسی کمزوری کی تشبیہ اس حدیث میں اس طرح دی گئی ہے کہ گویا مضبوط اور موٹی ران کمزور پسلی پر سوار کی گئی ہے گویا بکری کی ٹانگوں پر بھینس کھڑی کردی گئی ہے اس شخص کا دست راست اور تمام فتنوں کی جڑ عبیداللہ بن زیاد تھا۔ لوگوں نے اس پر صلح کر کے اس کی بیعت کی اور اس نے حضرت ابن زبیر کے خلاف محاذ کھول دیا اس طرح اس امت میں ان لوگوں کی وجہ سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوگئے۔

بغداد میں تاتاریوں کا فتنہ:۔''ثم فتنة الدهيماء'' دُہیماء دہماء کی تصغیر ہے جو مذمت وتحقیر کیلئے ہے دھم کالے کو کہتے ہیں'' ای فتنه العظماء والطامة العمياء'' یعنی سیاہ گھٹاؤں پر مشتمل عظیم الشان فتنہ''وقيل المراد بالدهيماء الداهية ومن اسماء الداهية دُهيم''(مرقات)

بہرحال اس فتنہ سے ایک سیاہ وتاریک بھاری آسمانی آفت مراد ہے اب یہ بات کہ اس فتنہ کا مصداق کون سا واقعہ ہے تو حضرت شاہ ولی اللہؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ بغداد پر تاتاریوں کے حملے اور عام خونریزی کا فتنہ ہے اس فتنہ سے اسلامی مملکت بغداد اور اس کے شہروں کو تاتاریوں نے تخت وتاراج کیا اور سیاہ طوفان سے مسلمانوں کا قتل عام کیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۷۰۰ھ کے درمیان بنوعباس کا آخری خلیفہ مستعصم باللہ بغداد کا خلیفہ بن گیا یہ شخص غیر مدبر بھی تھا اور امور مملکت چلانے میں نالائق شہزادہ تھا اس کا ایک وزیر تھا جس کا نام علقمی تھا جو کٹر غالی متعصب علوی شیعہ تھا اس نے بدعقیدگی اور خبث باطن کی وجہ سے چاہا کہ بغداد پر عباسیوں کی خلافت کے بجائے علویوں کی حکومت آجائے اس منصوبہ کو کامیاب بنانے کیلئے علقمی نے سب سے پہلے تاتاریوں سے رابطہ کیا اور چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دے دی ہلاکو خان بغداد کے لوگوں کی شجاعت اور اسلامی خلافت سے ڈر رہا تھا مگر وزیر علقمی رافضی نے نہایت چالاکی کے ساتھ بغداد سے اسلامی افواج کو ادھر ادھر کاموں پر روانہ کردیا اور بغداد عسکری قوت سے خالی ہوگیا۔ اس کے بعد پوری صورتحال بتا کر شیعہ وزیر علقمی نے تاتاریوں کو ایک بار پھر بغداد پر حملہ کی دعوت دے دی ادھر بغداد سے سینکڑوں شیعوں نے ہلاکو خان کو خطوط لکھ دیئے کہ آپ فوراً حملہ کردیں کیونکہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک تاتاری سردار عراق پر قبضہ کرے گا ہمارا خیال ہے کہ وہ آپ ہیں لہٰذا جلدی حملہ کردیں۔

اُدھر ہلاکو خان کے حلقہ میں ایک مشہور ہیجڑا رافضی نصیرالدین طوسی تھا وہ بھی ہلاکو خان کو بغداد پر حملہ کرنے کیلئے اُبھار رہا تھا اس کا اور علقمی کا خیال تھا کہ جب بغداد سے اسلامی خلافت ختم ہوجائے گی تو یہاں ہماری علوی ریاست قائم ہوجائے گی بہرحال ہلاکو خان کو حوصلہ ملا اور اس نے بغداد پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا مگر اس نے پہلے اپنا ہراول فوجی دستہ بھیجا اور بغداد پر حملہ کیا جو کامیاب رہا اس کے بعد ہلاکو خان نے اپنی بڑی فوج بغداد پر چڑھادی محاصرہ بھی سخت تھا اور ان کا مقابلہ بھی سخت تھا شیعہ بغداد کے اندر سے مسلسل ہلاکو خان کو اطلاعات فراہم کرتے رہے یعنی انہوں نے اندر سے جاسوسی کا محاذ مستحکم کر رکھا تھا۔

رافضی وزیر علقمی ملعون نے عباسی خلیفہ مستعصم باللہ سے کہا کہ آپ ہلاکو خان کے ساتھ مذاکرات کریں اور بغداد شہر سے باہر جا کر ہلاکو خان سے ملاقات بھی کریں یہ نہایت ضروری ہے وہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ کا اکرام کریں گے چنانچہ مسلمانوں کا بادشاہ جب بغداد سے باہر جا کر ہلاکو خان سے ملا تو اس نے کہا کہ آپ تو اکیلے ہیں یہ وسیع مذاکرات ہیں اس میں سرکردہ علماء اور قوم کے سردار اور فوج کے کمانڈروں کی شرکت ضروری ہے آپ ان سب کو بلالیں اس غیر مدبر نادان بادشاہ نے جب ان لوگوں کو بلا لیا تو ہلاکو خان نے ان سب کو بادشاہ کے سامنے قتل کر دیا اور پھر خلیفہ سے کہا کہ بغداد شہر میں پیغام بھیج دو کہ لوگ سب کے سب ہتھیار ڈال دیں اور شہر کو خالی کر کے باہر آجائیں چنانچہ اس محبوس نالائق خلیفہ نے یہ بھی کیا اس کے پیغام پر لاکھوں انسان باہر آتے گئے اور تاتاری ان کو قتل کرتے گئے خون کی کثرت سے ندیاں بہہ گئیں اور دریائے دجلہ کا پانی سرخ خون کی طرح بہنے لگا اس کے بعد تاتاری بغداد شہر میں کسی مزاحمت کے بغیر داخل ہو گئے۔ عورتوں اور بوڑھوں نے سروں پر قرآن رکھ کر امان مانگی مگر تاتاریوں نے کسی کو نہ دیکھا اور نہ امان دی بلکہ سب کو قتل کر دیا چنانچہ تہہ خانوں اور کنوؤں میں چند آدمی بچ گئے باقی ساری مخلوق موت کے گھاٹ اتار دی گئی۔

دوسرے دن ۹ صفر ۶۵۶ھ میں ہلاکو خان نے عباسی خلیفہ کے ساتھ شہر بغداد میں عام دربار لگا دیا اور بادشاہ سے خزانوں کی ساری کنجیاں لے کر تمام خزانوں کو لوٹ لیا اور پھر خلیفہ کو ایک کال کوٹھری میں بھوکا پیاسا ڈال کر رکھ دیا اس کے بعد ہلاکو خان سے محقق طوسی ابلیس اور علقمی شیطان نے کہا کہ مسلمانوں کے اس خلیفہ کے گندے خون سے تلوار کو گندی نہ کرو بلکہ ایک بوری میں باندھ کر لاتوں سے اس کو کچل دو ہلاکو خان نے کہا کہ یہ کام آپ خود کریں یہ آپ کے سپرد ہے چنانچہ علقمی رافضی نے اپنے محسن بادشاہ مستعصم باللہ کو بوری میں ڈال کر ستون کے ساتھ باندھ دیا اور لاتوں سے مار مار کر کچل دیا اور پھر تاتاریوں کے گھوڑوں کے سُموں کے نیچے ڈال دیا گھوڑوں نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا علقمی شیطان یہ دیکھتا رہا اور خوش ہوتا رہا اس سے خلافت عباسیہ کے دور کا خاتمہ ہو گیا اور بنو عباس کا آخری خلیفہ کو گور و کفن بھی نصیب نہ ہوا۔ اس کے بعد ہلاکو خان نے اسلامی کتاب خانوں کا رخ کیا اور عظیم علمی سرمایہ کو آگ لگا دی اور کتابوں کو دجلہ میں بہا دیا اب دجلہ کا پانی سرخ خون کے بجائے سیاہ طوفان بن کر بہنے لگا اور کئی دن تک مقدس اوراق کا یہ علمی سرمایہ دجلہ کی موجوں کے ساتھ بہتا رہا۔ اس تباہ کن حادثہ میں بغداد اور اس کے مضافات کے مقتولین کی تعداد ایک کروڑ چھ لاکھ بتائی گئی ہے تاریخ اپنے آپ کو خود دہراتی ہے دیکھئے آج کل کے دور میں شیعہ کی شرارت پر امریکہ نے جب صدر صدام حسین کو پھانسی دیدی تو شیعہ باہر سڑکوں پر خوشی سے ڈانس کر رہے تھے اور مٹھائیاں بانٹ رہے تھے اے کاش دنیا کو شیعہ رافضیوں کی خباثتوں کا اندازہ ہو جائے کہ یہ بدباطن جس طرح کل کے فسادی تھے اسی طرح آج کے بھی ہیں۔

چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی اکثر خلافتوں کا سقوط روافض کے ہاتھوں ہوا ہے۔ شاہ انور شاہ کاشمیری فیض الباری میں لکھتے ہیں: ''واکثر تخریب الخلافة الاسلامیة علی ایدی ھؤلاء الروافض'' بہرحال علقمی ملعون نے جس مقصد کیلئے یہ بڑی غداری کی تھی وہ مقصد علوی ریاست قائم کرنا تھا مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس نے ہلاکو خان کی بڑی منت سماجت کی لیکن اس نے ایک نہ سنی اور بغداد پر اپنے آدمیوں کو مقرر کر کے علقمی اور طوسی کو دھتکار دیا' علقمی رافضی غلاموں کی طرح تاتاریوں کے جوتے سیدھا کرتا رہا اور پھر اس غم میں مردار ہو گیا۔ یہ ہے واقعہ دُھیماء کی تفصیل جس کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

زمانہ نبوی کے بعد عرب میں ظہور پذیر ہونے والے فتنہ کی پیشین گوئی

(۲۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَیْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدْ اقْتَرَبَ اَفْلَحَ مَنْ کَفَّ یَدَهُ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عربوں کے لیے اس شر سے ہلاکت ہو جو قریب آگئی ہے اس شخص نے نجات پائی جس نے اپنے ہاتھ بند رکھے۔ (ابوداؤد)

فتنہ وفساد سے دور رہنے والا آدمی نیک بخت ہے

(۲۷) وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ السَّعِیْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِیْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِیْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ وَلَمَنْ ابْتُلِیَ فَصَبَرَ فَوَاهًا. (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو فتنوں سے دور رکھا گیا اور خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو فتنوں سے دور رکھا گیا اور خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو فتنوں سے دور رکھا گیا اور خوش نصیب ہے وہ شخص مشرکوں سے جا ملے گا اور یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبائل بتوں جو فتنوں میں مبتلا ہوا اور صبر کیا اور افسوس ہے اس شخص پر جو فتنہ سے دور نہ ہوا اور صبر نہ کیا۔ (سنن ابوداؤد)

چند پیشین گوئیاں

(۲۸) وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ اُمَّتِيْ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِيْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِيْ الْاَوْثَانَ وَاِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ. (رواہ سنن ابو داؤد و الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی پھر قیامت تک وہ اٹھائی نہ جائے گی اور اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ میری امت کا ایک قبیلہ مشرکوں کو پوجیں گے اور عنقریب میری امت میں تین جھوٹے ہوں گے ہر ایک خیال کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر ہوگی اور ہمیشہ غالب ہوگی جو شخص مخالفت کرے گا وہ ان کو نقصان نہیں پہنچائے گا یہاں تک کہ اللہ کا امر آ جائے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے)

ایک پیشین گوئی

(۲۹) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَدُوْرُ رَحَى الْاِسْلَامِ لِخَمْسٍ وَّثَلٰثِيْنَ اَوْسِتٍّ ثَلٰثِيْنَ اَوْسَبْعٍ وَّثَلٰثِيْنَ فَاِنْ يُّهْلِكُوْا فَسَبِيْلُ مَنْ هَلَكَ وَاِنْ يَّقُمْ لَهُمْ دِيْنُهُمْ يَقُمْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ عَامًا قُلْتُ اَمِمَّا بَقِيَ اَوْمِمَّا مَضٰى قَالَ مِمَّا مَضٰى (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اسلام کی چکی پینتیس، چھتیس یا سینتیس برس تک پھرتی رہے گی اگر ہلاک ہو جائیں تو یہ ان کی راہ ہے جو لوگ پہلے ہلاک ہوئے اگر ان کا دین ان کے لیے پورا قائم ہو تو ستر سال تک پورا قائم رہے گا میں نے کہا ستر برس ان سالوں سے بعد ہوں گے جن کا ذکر ہوا یا مع ان کے فرمایا جو زمانہ گذرا اس کے بعد سے یعنی اسلام کے بعد سے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "تدور رحی الاسلام" یعنی اسلام کی چکی ۳۵ بلکہ ۳۶ بلکہ ۳۷ ہجری تک صحیح طور پر گھومتی رہے گی حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس حدیث کو اس طرح سمجھایا ہے، فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ ہجرت کے بعد اسلام میں جو مضبوطی اور استحکام آیا وہ ۳۵ اور ۳۶ اور ۳۷ سالوں تک چلتا رہے گا پھر اسلام کے دائرہ میں کچھ اضطراب شروع ہو جائے گا چنانچہ اس بگاڑ اور خرابی کی ابتداء ۳۵ھ میں ہوئی جبکہ حضرت عثمان کی شہادت کا سانحہ پیش آیا پھر ۳۶ھ میں مزید بگاڑ پیدا ہو گیا جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ ہوئی جس کو جنگ جمل کہتے ہیں پھر اس کے بعد اسلام کے استحکام میں مزید خرابی آ گئی جو بالکل بے قابو ہو گئی جس نے اسلام کو بہت بڑا نقصان پہنچایا، وہ ۳۷ھ میں حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان جنگ صفین کا حادثہ تھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بگاڑ کے بعد اگر لوگ باز نہ آئے اور اسی طرح ہلاکت کے راستے پر چل پڑے خلافت مغلوب رہی اور بغاوت غالب رہی تو یہ لوگ بھی دیگر ہلاک شدہ اقوام کی

طرح ہلاک ہو جائیں گے لیکن اگر لوگوں کی خلافت قائم ہوگئی اور باغیوں کو بغاوت کا موقع نہ مل سکا تو مسلمانوں کا ملی نظام آنے والے زمانوں تک نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ قائم رہے گا جو ستر برس تک جاری رہے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ نئے سرے سے ستر سال شمار ہوں گے یا پرانے ۳۷ سال کے ساتھ ستر برس مراد ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ۳۷ برس سمیت ستر سال مراد ہیں۔

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ:۔ اس حدیث میں تین بڑے حادثات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ان میں سے پہلا حادثہ حضرت عثمان بن عفان کی شہادت کا ہے حضرت عثمان کی خلافت ابتدائی چھ سال تک بہت عمدہ طریقہ پر چلتی رہی مگر آپ کی طبیعت میں نرمی تھی آپ نے اپنے بعض رشتہ داروں کو کچھ سرکاری عہدے دیدیئے جو شریعت کی رو سے جائز تھا کیونکہ ایک تقویٰ ہے ایک فتویٰ ہے شیخین نے تقویٰ پر عمل کیا اور کسی رشتہ دار کو عہدہ نہیں دیا اور عثمان وعلی نے فتویٰ پر عمل کیا اور لائق رشتہ داروں کو عہدہ دیا اس پر لوگوں نے شور کیا اور آخری چھ سالوں میں کچھ انتشار شروع ہو گیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہوئی کہ صنعاء یمن کا ایک باشندہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا اس نے دیکھا کہ اسلام پورے عالم پر غلبہ حاصل کرتا چلا جا رہا ہے تو برائے فساد ونفاق یہ شخص مسلمان ہو گیا اور مدینہ آ گیا یہاں حضرت عثمان اور ان کے گورنروں کے خلاف بکواس کرتا رہا مگر مدینہ میں اس کو پذیرائی نہیں ملی تو وہ بصرہ چلا گیا وہاں سے بصرہ کے گورنر نے اس کو بھگا دیا تو یہ کوفہ آ گیا' اپنے آپ کو اہل بیت کا خیرخواہ ثابت کیا کچھ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے مگر وہاں بھی ناکام رہا وہاں سے یہ شخص دمشق چلا گیا ادھر بھی ناکام ہو گیا پھر وہاں سے یہ مصر چلا گیا۔

مصر کے لوگوں نے اس کی بات سنی اور کافی لوگ اس کے اردگرد اکٹھے ہو گئے تو اس نے خلیفہ عثمان اور اسلامی خلافت کے خلاف سازشیں شروع کیں چنانچہ حضرت عثمان کے گورنروں کے خلاف فرضی شکایتیں جمع کرتا تھا اور عوام الناس میں پھیلاتا تھا خلاصہ یہ کہ اس نے لوگوں کو حضرت عثمان سے بدظن کیا اور وہیں سے اس نے قتل عثمان کیلئے ایک دستہ تیار کر کے مدینہ روانہ کیا یہ بلوائی لوگ مدینہ میں آ کر بدتمیزی پر اتر آئے' حضرت علی وغیرہ سے حضرت عثمان کے خلاف مدد بھی طلب کی مگر انہوں نے انکار کیا ان بلوائیوں کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ مصر کے گورنر کو ہٹا کر محمد بن ابی بکر کو گورنر بنایا جائے حضرت عثمان نے اس کیلئے پروانہ لکھ دیا یہ لوگ چلے گئے اور معاملہ رفع دفع ہو گیا مگر مروان بن حکم نے فوراً مصر کے گورنر کے نام ایک خط لکھا کہ جونہی محمد بن ابی بکر پہنچ جائے اسے قتل کر دو خط پر حضرت عثمان کی انگوٹھی کی مہر تھی گھوڑا بھی حضرت عثمان کا تھا اور غلام بھی حضرت عثمان کا تھا۔ یہ شخص مصر کی طرف دوڑتا جا رہا تھا محمد بن ابی بکر کو شک ہوا اور اس غلام کو پکڑ کر تلاشی لی خط برآمد ہوا۔ محمد بن ابی بکر نے کہا کہ ایک طرف ہمیں عثمان گورنر بنا رہے ہیں اور دوسری طرف قتل کا حکم دے رہے ہیں لہٰذا غلام اور خط کو لے کر بلوائی پھر مدینہ آئے اور حضرت عثمان سے پوچھا کہ یہ غلام کس کا ہے آپ نے فرمایا میرا ہے کہا گھوڑا کس کا ہے؟ فرمایا میرا ہے کہا مہر کس کی ہے فرمایا میری ہے کہا خط کس کا ہے فرمایا خدا کی قسم! خط میرا نہیں ہے خط کے نمونے دیکھے گئے تو معلوم ہوا کہ مروان بن حکم نے خط لکھا ہے اب ان بلوائیوں نے کہا کہ مروان کو ہمارے حوالے کر دو آپ نے فرمایا میں ایسا نہیں کر سکتا بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا' مدینہ والے مروان کے خلاف کچھ دیکھنا چاہتے تھے مگر حضرت عثمان کے قتل کا کوئی قائل نہیں تھا۔ افواج اسلامیہ سرحدات پر تھیں عام لوگ حج پر گئے ہوئے تھے مدینہ بلوائیوں کے قبضے میں تھا چالیس دن تک محاصرہ رہا اور پھر حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے تین دن تک لاش دفن نہ ہو سکی اس کے بعد تدفین عمل میں آئی۔ بلوائیوں نے حضرت علی کو بیعت پر مجبور کیا اور ان کو خلیفہ بنا دیا اور ان کی پناہ میں بیٹھ گئے۔ یہ واقعہ ۳۵ھ میں پیش آیا۔

واقعہ جنگ جمل:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ ناراض ہوئے اور مدینہ سے مکہ چلے گئے ادھر حضرت عائشہ حج پر گئی ہوئی تھیں انہوں نے جب دیکھا کہ مدینہ میں شورش ہے تو آپ نے مدینہ آنے کی بجائے بصرہ جانے کا فیصلہ کیا حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما بھی بصرہ چلے گئے اور غیر ارادی طور پر وہاں مسلمانوں کا بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا حضرت علی نے خلافت کا مرکز کوفہ بنا لیا اور لوگوں سے بیعت کا مطالبہ کیا لوگوں نے شہادت عثمان کے قاتلین سے قصاص کا مطالبہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم پہلے بیعت کر لو میرے ہاتھ مضبوط کر لو تاکہ میں ان بلوائیوں پر ہاتھ ڈال سکوں اس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوجیں آمنے سامنے آ گئیں حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے بیچ میں آ کر افہام وتفہیم سے دونوں کو صلح پر آمادہ کیا اور طے ہوا کہ کل دونوں طرف سے صلح پر دستخط ہوں گے' منافقین ومفسدین اور

بلوائیوں نے جب صلح کے آثار دیکھ لئے تو رات کے وقت انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوجوں پر حملہ کر دیا ادھر سے جوابی کارروائی ہوئی اور جنگ جمل کے نام سے خونریز جنگ ہوئی جس میں طرفین کے تیرہ ہزار آدمی مارے گئے ان میں عشرہ مبشرہ کے دو صحابی بھی تھے حضرت علی کی فوجیں غالب آئیں اور حضرت عائشہ کی افواج کو شکست ہوگئی۔ یہ واقعہ ۳۶ھ میں پیش آیا' حضرت عائشہ اپنے اونٹ پر سوار رہی تھیں اس لئے یہ جنگ' جنگ جمل کے نام سے مشہور ہوگئی اس جنگ پر حضرت علی اور حضرت عائشہ دونوں زندگی بھر روتے رہے۔

واقعہ جنگ صفین :۔ اس جنگ سے جب حضرت علی فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت معاویہ کو یہ پیغام بھیجا کہ میرے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلامی خلافت کے ماتحت آجاؤ' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے انہوں نے بیعت کیلئے یہ شرط رکھی کہ قاتلین عثمان سے قصاص لو ہم عثمان کے وارث ہیں قصاص ہمارا حق ہے۔ حضرت علی نے فرمایا پہلے تم بیعت کرلو پھر قصاص کی بات کرو اور گورنری بھی چھوڑ دو' حضرت معاویہ نے دونوں باتوں سے انکار کر دیا۔ حضرت علی نے کوفہ سے شام کی طرف افواج روانہ کیں ایک ماہ تک معمولی لڑائی ہوتی رہی مگر پھر جنگ رک گئی مصالحت کی کوشش کی گئی مگر ناکام ہوئی پھر یکم صفر ۳۷ھ میں دریائے فرات کے کنارے کے پاس مقام صفین میں باقاعدہ جنگ شروع ہوئی مصالحت کی غرض سے تحکیم کا واقعہ بھی پیش آیا مگر جنگ بند نہ ہوسکی ستر ہزار آدمی مارے گئے اور علاقے کے اکثر حصے حضرت علی کے ہاتھ سے نکل کر حضرت معاویہ کے ہاتھ آگئے اس حدیث میں انہیں تین بڑے واقعات کی طرف اشارے کئے گئے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ..... ایک واقعہ ایک پیشین گوئی

(۳۰)عَنْ اَبِیْ وَاقِدِ اللَّیْثِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ اِلٰی غَزْوَةِ حُنَیْنٍ مَرَّ بِشَجَرَةٍ لِلْمُشْرِکِیْنَ کَانُوْا یُعَلِّقُوْنَ عَلَیْهَا اَسْلِحَتَهُمْ یُقَالُ لَهَا ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ کَمَا لَهُمْ ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ هٰذَا کَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰی اجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتَرْکَبُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ. (رواہ الجامع ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت حنین کی جنگ کے لیے نکلے آپ مشرکوں کے ایک درخت کے پاس سے گزرے جس پر وہ اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے اس درخت کو ذات انواط کہتے تھے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اللہ کے رسول جس طرح ان کا ذات انواط ہے آپ بھی ہمارے لیے ایک ذات انواط بنائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ یہ تو وہی بات ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا جس طرح ان کا معبود ہے ہمارا بھی معبود مقرر کر دیں اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم پہلے لوگوں کی راہ پر چلو گے۔ (ترمذی)

چند فتنوں کا ذکر

(۳۱) وَعَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْاُوْلٰی یَعْنِیْ مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ یَبْقَ مِنْ اَصْحَابِ بَدْرٍ اَحَدٌ ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِیَةُ یَعْنِی الْحَرَّةَ فَلَمْ یَبْقَ مِنْ اَصْحَابِ الْحُدَیْبِیَّةِ اَحَدٌ ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْفَعْ وَبِالنَّاسِ طَبَاخٌ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے پہلا فتنہ یعنی واقعہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ ہوا تو بدری صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ پھر دوسرا فتنہ یعنی حرہ کا واقعہ ہوا تو حدیبیہ میں موجود ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی باقی نہ رہا پھر تیسرا فتنہ ظاہر ہوا وہ لوگوں میں قوت وفربہی رہنے تک نہ اٹھا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح:"طباخ" قوت وطاقت' عقل اور مضبوطی کو طباخ کہتے ہیں یہاں عقلمند ہوشیار طبقہ کے ختم ہونے کی طرف اشارہ ہے یعنی اس تیسرے فتنہ کے بعد دنیا پر کوئی ایک صحابی باقی نہیں رہا۔ مطلب یہ ہے کہ آپس کی جنگوں کی نحوست کو دیکھو کہ پہلا فتنہ شہادت عثمان کا جب آیا تو جنگ

بدر میں شریک صحابہ میں سے کوئی ایک نہیں رہا اور جب یزید کے دور میں واقعہ حرہ ہوا تو بیعت رضوان کے مبارک صحابہ میں سے کوئی نہیں رہا پھر جب تیسرا فتنہ حجاج بن یوسف اور حضرت عبداللہ بن زبیر کا آیا تو دنیا میں کوئی صحابی نہیں تھا۔ نالائق حکمرانوں کی وجہ سے اسلام کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔

وهل افسد الدين الا الملوک واحبار سوء ورهبانها

باب الملاحم..... جنگ اور قتال کا بیان

ملاحم "ملحمۃ" کی جمع ہے جس کے معنی ہیں معرکہ اور گھمسان کا موقع، اور اصل کے اعتبار سے یہ لفظ یا تو "لحم" سے نکلا ہے جو گوشت کے معنی میں آتا ہے "لحمۃ" سے مشتق ہے جو کپڑے (یعنی بانے) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے! اگر مادہ اشتقاق "لحم" کو قرار دیا جائے تو قتل وقتال یا موقع قتال کو "ملحمۃ" سے تعبیر کرنا اس سبب سے ہوگا کہ قتل وقتال یا میدان جنگ میں مقتولین کے گوشت اور لوتھڑوں ہی کی کثرت نظر آتی ہے اور اگر یہ مانا جائے کہ "ملحمہ" کا لفظ "لحمہ" سے نکلا ہے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ کسی بھی جنگ ومعرکہ آرائی یا میدان جنگ میں چونکہ لوگ آپس میں اس طرح گتھم گتھا ہوتے ہیں جس طرح کپڑے کا بانا اپنے تانے کے ساتھ گتھا ہوا ہوتا ہے اس لئے قتل وقتال اور موقع قتال کو "ملحمہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے! لیکن پہلی بات (یعنی "ملحمہ" کا لحم سے مشتق ہونا) زیادہ مناسب اور موزوں ہے نیز "ملحمہ" کا لفظ لڑائی اور بڑے حادثے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور صراح میں لکھا ہے کہ "ملحمہ" کے معنی ہیں فتنہ اور بڑی جنگ۔

واضح رہے کہ اس باب میں ان مخصوص لڑائیوں اور جنگوں کا ذکر ہوگا جن کا تعلق متعین طور پر کچھ خاص گروہوں کی باہمی محاذ آرائی اور خاص جگہوں اور شہروں سے ہے۔ اس لئے ان لڑائیوں اور معرکہ آرائیوں کا ذکر کرنے کے لئے یہ الگ قائم کیا گیا ہے اور باب الفتن میں ان کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ باب الفتن میں باہمی قتل وقتال اور محاذ آرائی کا جو ذکر ہوا ہے وہ عمومی نوعیت کا ہے اور اجمال وابہام کے ساتھ ہے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ... کچھ وہ چیزیں جن کا قیامت آنے سے پہلے وقوع پذیر ہونا ضروری ہے

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ تَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ وَحَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبٌ مِنْ ثَلٰثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَحَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَيَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَيَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرَجُ هُوَ الْقَتْلُ وَحَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ حَتّٰى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتّٰى يَعْرِضَهُ فَيَقُوْلُ الَّذِیْ يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا اَرَبَ لِیْ بِهٖ وَ حَتّٰى يَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِی الْبُنْيَانِ وَ حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ يَالَيْتَنِیْ مَكَانَهُ وَحَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَاِذَا طَلَعَتْ وَرَاٰهَا النَّاسُ اٰمَنُوْا اَجْمَعُوْنَ فَذٰلِكَ حِيْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْكَسَبَتْ فِیْ اِيْمَانِهَا وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهٖ وَلَا يَطْوِيَانِهٖ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهٖ فَلَا يَطْعَمُهُ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيْطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِیْ فِيْهِ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ اُكْلَتَهُ اِلٰى فِيْهِ فَلَا يَطْعَمُهَا (رواه مسلم و رواه بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مسلمانوں کے دو گروہ باہم جنگ کریں گے اور ان کے درمیان ایک بہت بڑی جنگ برپا ہوگی ان کا دعویٰ ایک ہوگا اور یہاں تک کہ تیس کے قریب دجال اور کذاب ظاہر ہوں گے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور یہاں تک کہ علم اٹھا لیا جائے گا زلزلے بہت زیادہ آئیں گے زمانہ قریب قریب ہو جائے گا فتنے ظاہر ہوں گے ہرج یعنی قتل بہت ہوں گے تم میں مال بہت زیادہ ہو جائے گا یہاں تک کہ مالدار شخص پریشان ہوگا کہ اس کا صدقہ کون لے کسی شخص کو وہ صدقہ دینا چاہے گا وہ کہے گا مجھے آج اس کی کچھ ضرورت نہیں لوگ بلند عمارات بنانے میں فخر کریں گے یہاں تک کہ ایک شخص کسی شخص کی قبر کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا کاش اس کی جگہ میں دفن

ہوتا سورج مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا جب وہ طلوع ہوگا لوگ اس کو دیکھ لیں گے سب ایمان لے آئیں گے لیکن اس وقت کسی جان کو اس کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے سکے گا جب کہ پہلے ایمان نہ لائے یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی اس قدر جلد قیامت قائم ہو جائے گی کہ دو آدمیوں نے کپڑا اپنے درمیان کھولا ہوگا وہ خرید وفروخت نہیں کر سکیں گے کہ قیامت آجائے گی ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر آ رہا ہوگا اس کو پی نہیں سکے گا کہ قیامت آجائے گی۔ ایک شخص اپنے حوض کو لیپ پوت رہا ہوگا اس میں پانی نہیں چلائے گا کہ قیامت آجائے گی ایک شخص اپنے منہ کی طرف لقمہ اٹھا رہا ہوگا اس کو کھا نہ سکے گا کہ قیامت آجائے گی۔

تشریح: "فتنتان عظیمتان" یعنی مسلمانوں کی دو بڑی جماعتیں لڑیں گی۔ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ مراد ہے جو صفین کے مقام میں لڑی گئی ہے جو کئی ماہ تک جاری رہی تھی۔ جس میں طرفین کے ستر ہزار یا نوے ہزار آدمی مارے گئے تھے۔ "دعوا هما واحدة" یعنی دونوں اسلام کے دعویدار ہوں گے یا یہ کہ دونوں اپنے آپ کو حق پر سمجھیں گے اور برحق ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ "دجالون" دجال مبالغہ کا صیغہ ہے، بہت بڑے دھوکہ باز، فراڈی آدمی کو کہتے ہیں "قریب من ثلاثین" دوسری روایتوں میں تیس کے عدد کا ذکر ہے تو اس میں کوئی تعارض نہیں ہے پہلے وحی کے ذریعہ سے ایک عدد بتایا گیا پھر وحی ہی کے ذریعہ سے اس میں اضافہ ہوا جس طرح وحی نے بتایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی بیان فرمادیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ستر کے عدد کا ذکر ہے تو اس کو کثرت پر حمل کیا جا سکتا ہے کہ کوئی تعین نہیں بلکہ تکثیر کی طرف اشارہ ہے یا زیادہ بہتر جواب یہ ہے کہ تیس دجال تو وہ بڑے سرغنے ہوں گے جو نبوت کا باقاعدہ دعویٰ کریں گے ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے ہوں گے وہ نبوت کا دعویٰ نہیں کریں گے۔

"یقبض العلم" یعنی علم دین اور علم شریعت اٹھا لیا جائے گا اس کی صورت یہ ہوگی کہ بڑے بڑے علماء موت کے ذریعہ سے اٹھا لئے جائیں گے۔ "یتقارب الزمان" یعنی زمانہ قیامت کے قریب ہو جائے گا یہ ایک مطلب ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ مسافتیں قریب ہو جائیں گی۔ سال کا پیدل سفر دو گھنٹوں میں جہاز میں ہوا کرے گا یا مطلب یہ ہے کہ سال ماہ کی جگہ آجائے گا مہینہ ہفتہ کی جگہ اور ہفتہ دن کی جگہ اور دن ایک چنگاری کی جگہ آجائے گا ایک حدیث میں یہی تفصیل ہے۔ "یھم" یہ باب افعال سے اہتمام اور سوچ وفکر اور پریشانی کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ صاحب مال صدقہ کرنے کی کوشش کرے گا مگر کوئی قبول کرنے والا نہیں ملے گا بظاہر یہ خوشحالی کا زمانہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہے، کثرت وبرکت اموال کی وجہ سے یہ خوشحالی ہوگی یا عدم حرص اور مال کی بے رغبتی کی وجہ سے ایسا ہوگا۔

"یتطاول" یعنی لوگ بلاضرورت محلات اور بلند عمارتوں میں ایک دوسرے پر فخر ومباہات اور تکبر کریں گے خصوصاً وہ طبقہ جو بکریوں کا چرانے والا تھا ان میں یہی مقابلہ ہوگا کہ کس کا محل کتنا بلند ہے، جزیرۂ عرب اور پھر سعودی عرب اور حرمین میں اس کا زیادہ نظارہ دیکھا جا سکتا ہے۔

"مکانہ" یعنی زندہ آدمی یہ تمنا کریگا کہ کاش اس قبر میں اس مردہ کی جگہ میں ہوتا یہ دین کی پریشانی کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ صرف دنیا کی پریشانی ہوگی اور ظاہری آفتوں سے تنگ آکر یہ تمنا کرے گا۔ "نشر الرجلان" یعنی دکان میں بیٹھے ہوئے بائع اور مشتری دونوں نے کپڑا پھیلایا ہوگا کہ اچانک قیامت شروع ہو جائے گی۔ "یلیط" لاط یلیط لپائی اور پلستر کرنے کو کہتے ہیں یعنی گھر کا مالک اس لپائی میں لگا ہوگا کہ قیامت آجائے گی۔

بعض قوموں سے جنگ کی پیش گوئی

(۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْبِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.(صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم ایک ایسی قوم سے جنگ نہ کرو گے جن کی جوتیاں بالوں کی ہوں گی اور یہاں تک کہ تم ترکوں سے لڑو گے جن کی آنکھیں چھوٹی

ہوں گی چہرے سرخ ہوں گے ناک بیٹھے ہوئے ہوں گے ان کے چہرے تہہ بتہہ ڈھالوں کی طرح معلوم ہوں گے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "ترکوں" سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا سلسلہ نسب یافث بن نوح سے چلا جاتا تھا ان لوگوں کے مورث اعلیٰ کا نام ترک تھا اس سے پوری قوم کو ترک کہا جانے لگا۔ یہ وہی قوم ہے جس کو منگولین یا تاتاری بھی کہا جاتا ہے۔ "مجان" (میم کے زبر اور نون کے تشدید کے ساتھ) اصل میں مجن" (میم کے زیر کے ساتھ) کی جمع ہے جس کے معنی سپر ڈھال کے ہیں اس قوم کے لوگوں کے منہ کو ڈھال کے ساتھ تشبیہ اس اعتبار سے دی گئی ہے کہ ان کے چہرے پھیلے ہوئے ہوتے ہیں نیز ان کے چہرے چونکہ گولائی کے ساتھ پھیلے ہوئے اور گوشت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے گویا ان کے چہرے کی گولائی اور گوشت سے بھرے ہوئے ہونے کو مطرقہ یعنی اس ڈھال کے ساتھ تشبیہ دی جو تہ دار چمڑے کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔

(۳) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَكِرْمَانَ مِنَ الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْيُنِ وُجُوْهُهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ عَمْرِو ابْنِ تَغْلِبَ عِرَاضِ الْوُجُوْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم عجمیوں میں سے خوزا اور کرمان سے جنگ کرو گے جن کے چہرے سرخ ناک چپٹے آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہیں ان کے چہرے تہہ بہ تہہ ڈھالوں کی مانند معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی جوتیاں بالوں کی ہیں روایت کیا اس کو بخاری نے' بخاری کی ایک روایت میں ہے جو عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے چہرے چوڑے چکلے ہیں۔

تشریح: "خوزا" اس سے خوزستان کے لوگ مراد ہیں۔ "کرمان" ایران کے مشہور شہر کا نام کرمان ہے یہاں کرمان کے لوگ مراد ہیں' قاضی عیاض رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان عجمیوں سے ترک لوگ مراد ہیں اگر چہ یہ مشہور نہ ہوں وجہ یہ ہے کہ یہ صفات وہی ہیں جو ترکوں میں پائی جاتی ہیں ان سے یا جنگ ہو چکی ہے یا آئندہ ہوگی۔ "فطس الانوف" چپٹی ناکوں والے لوگ وہی ہیں جن کو ذلف الانوف سے یاد کیا گیا ہے دونوں کا معنی ایک ہے۔

یہودیوں سے فیصلہ کن جنگ کی پیشین گوئی

(۴) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْيَهُوْدَ فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ الْيَهُوْدِيُّ مِنْ وَّرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَيَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ يَامُسْلِمُ يَا عَبْدَاللّٰهِ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ خَلْفِيْ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْيَهُوْدِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ کریں گے اور مسلمان یہودیوں کو قتل کریں گے اور اگر کوئی یہودی کسی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپ جائے گا تو وہ درخت یا پتھر کہے گا اے مسلمان اے اللہ کے بندے میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے آ کر اس کو قتل کر دے البتہ غرقد درخت نہیں کہے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "غرقد" ایک درخت کا نام ہے جو خاردار جھاڑی کی صورت میں ہوتا ہے مدینہ کا قبرستان 'جنت البقیع' کا اصل نام بقیع الغرقد اسی لئے ہے کہ جس جگہ یہ قبرستان ہے پہلے وہ غرقد کی جھاڑیوں کا خطہ تھا۔ حاصل یہ کہ جب مسلمان' یہودیوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کریں گے اور ان پر غلبہ پا لیں گے تو اس وقت ایک ایک یہودی درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپا پھرے گا تا کہ مسلمانوں کی مار سے بچ جائے مگر جس درخت یا پتھر کے پیچھے کوئی یہودی چھپا ہوا ہوگا وہ پکار کر مسلمانوں سے کہے گا کہ ادھر آ کر دیکھو میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے اس کا کام تمام کر دو البتہ اس وقت غرقد ایسا درخت ہوگا جو دوسرے درختوں کے برخلاف اپنے پیچھے چھپے ہوئے یہودی کو ظاہر نہیں کرے گا بلکہ اس کو پناہ دے گا اور مسلمانوں کو اس کا پتہ نہیں بتائے گا۔

رہی یہ بات کہ دوسرے درختوں کے برخلاف غرقد کا رویہ ایسا کیوں ہوگا تو ہوسکتا ہے کہ غرقد کو یہودیوں کے ساتھ کوئی خاص نسبت وتعلق ہوگا جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہودیوں کے عبرت ناک حشر کی جو پیش گوئی فرمائی ہے' آخر زمانے میں دجال کے ظاہر ہونے کے بعد پوری ہوگی' اس وقت یہودی دجال کے تابع اور فرمانبردار ہونے کی حیثیت سے اور اس کی مدد کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں گے لیکن مسلمان اپنے خدا کی مدد کے ساتھ یہودیوں کے فتنہ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کردیں گے۔

ایک قحطانی آدمی کے بارے میں پیشین گوئی

(۵) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانَ يَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ قحطان قبیلے میں ایک آدمی پیدا ہوگا وہ لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح: قحطان اس قوم کو کہا جاتا ہے جو اس زمانہ میں یمن سے عمان تک کے علاقے میں آباد تھی' یہ قوم دراصل ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے اس شاخ کی نسل ہے' جس کے مورث قحطان تھے۔ چنانچہ اس نسل کے لوگوں کو قحطان کہا جاتا ہے' یمن کے لوگ اسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ''جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا'' سے مراد اس شخص کا مکمل تسلط واقتدار ہے کہ لوگ اس کی اطاعت و پیروی کریں گے۔ اس کو متفقہ طور پر اپنا سردار مانیں گے اور وہ شخص جابرانہ تسلط و تسخیر کے ذریعے ان لوگوں کو اس طرح اپنے قابو میں رکھے گا کہ کوئی بھی آدمی اس کی اطاعت سے انحراف کرنے کی ہمت نہیں کرے گا! اور ایک احتمال یہ ہے کہ یہاں ''ہانکنے'' سے مراد حقیقی طور پر ہانکنا ہو یعنی وہ جن لوگوں پر غلبہ پالے گا ان کو اپنے اعصاء کے ذریعے اس طرح ہانکتا پھرے گا' جس طرح کوئی گلہ بان اپنے جانوروں کو ہانکا کرتا ہے' نیز بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہاں حدیث میں جس قحطانی شخص کا ذکر کیا گیا ہے وہ شاید وہی شخص ہو جس کو اگلی حدیث میں جہجاہ کہہ کر ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَذْهَبُ الْاَيَّامُ وَاللَّيَالِيْ حَتّٰى يَمْلِكَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْهَجَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى يَمْلِكَ رَجُلٌ مِنَ الْمَوَالِيْ يُقَالُ لَهُ الْجَهْجَاهُ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: انہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات اور دن ختم نہیں ہوں گے یہاں تک کہ ایک آدمی بادشاہ ہوگا جس کا نام جھجاہ ہوگا ایک روایت میں ہے کہ موالی میں سے ایک بادشاہ ہوگا جس کو جہجاہ کہا جائے گا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

کسریٰ کے خزانہ کے بارے میں پیشین گوئی

(۷) وَعَنْ جَابِرِ سُمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَنْزَالِ كِسْرٰى الَّذِيْ فِي الْاَبْيَضِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے مسلمانوں کی ایک جماعت آل کسری کا خزانہ کھولے گی جو کہ اس کے سفید محل میں ہے۔ (روایت اس کو مسلم نے)

تشریح: آل کسریٰ میں ''آل'' کا لفظ زائد ہے یا اس لفظ سے کسریٰ کے لواحقین' خاندان اور رعایا کے لوگ مراد ہیں! لفظ کسریٰ اصل میں ''خسرو'' کا معرب ہے اس زمانے میں فارس (ایران) کے بادشاہ کا لقب خسرو یا کسریٰ ہوتا تھا' جیسا کہ روم کے بادشاہ کو قیصر' چین کے بادشاہ کو خاماں' مصر کے بادشاہ کو فرعون' یمن کے بادشاہ کو قیل اور حبش کے بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا تھا۔

'' ابیض ''ایک محل کا نام ہے جو مدائن میں واقع تھا اور جس کو اہل فارس سفید کوشک کہا کرتے تھے' اس شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہونے کے بعد

اس محل کی جگہ ایک مسجد بنادی گئی تھی جواب بھی ہے! نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کے خزانہ کے برآمد ہونے کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پوری ہوئی اور فاتح مسلمانوں نے اس خزانے کو نکالا۔

فتح روم وفارس کی پیش گوئی

(۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلَکَ کِسْرٰی فَلَا یَکُوْنُ کِسْرٰی بَعْدَهٗ وَقَیْصَرُ لَیَهْلِکَنَّ ثُمَّ لَا یَکُوْنُ قَیْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ کُنُوْزُهُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَسَمَّی الْحَرْبَ خُدْعَةً (صحیح البخاری و صحیح المسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب کسریٰ ہلاک ہوگا اور اس کے بعد اور کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور البتہ قیصر ہلاک ہوگا اور پھر کوئی قیصر نہ ہوگا اور ان دونوں بادشاہوں کے خزانے خدا کی راہ میں تقسیم کر دیئے جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کا نام دھوکہ اور فریب رکھا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "هلک کسری" هلک ماضی کا صیغہ لایا گیا ہے یہ یقین کی طرف اشارہ ہے کہ سمجھ لو ایسا ہو گیا ہے یہ اصل میں سیهلک کے معنی میں ہے یعنی اس کے ختم ہونے کے بعد اس کا نام ونشان نہیں رہے گا فارس والوں کے دماغ سے کیسریت کا تصور نکل جائے گا اسی طرح شام میں قیصریت کا خاتمہ ہو جائے گا چنانچہ جہاد کی برکت سے ایسا ہی ہوا اور دونوں سپر طاقتیں پارہ پارہ ہوگئیں۔ "الحرب خدعة" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اور جہاد کا نام چالبازی اور حیلہ وتدبیر رکھا چنانچہ جہاد میں اس کی اجازت ہے اب سوال یہ ہے کہ اس جملہ کا سابق جملہ سے ربط کیا ہے؟

تو اس کا جواب شارحین نے یہ دیا ہے کہ جب فتوحات اور تقسیم غنائم کا تذکرہ ہو گیا تو جہاد کے میدان کا تصور سامنے آگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی ضروریات وآداب میں سے ایک ضرورت اور ادب کا ذکر فرمادیا۔

(۹) وَعَنْ نَافِعِ ابْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَغْزُوْنَ جَزِیْرَةَ الْعَرَبِ فَیَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ فَارِسَ فَیَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَیَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَیَفْتَحُهُ اللّٰهُ۔ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جزیرہ عرب سے جنگ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے لیے فتح کر دے گا پھر فارس سے جنگ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو فتح کر دے گا پھر روم سے جنگ کرو گے اللہ اس کو فتح کر دے گا پھر تم دجال سے جنگ کرو گے اللہ اس پر تم کو فتح دے گا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "الجزیرة" جغرافیہ دانوں کے قول کے مطابق نجد، حجاز، یمامہ، یمن اور عروض ان بڑے پانچ مقامات پر جزیرۃ العرب کا اطلاق ہوتا ہے، حجاز میں مکہ اور مدینہ بھی داخل ہیں، جزیرۃ العرب کے جنوب میں بحرعرب واقع ہے اور شمال میں دریائے فرات ہے۔ مشرق میں خلیج عرب اور خلیج عمان واقع ہیں اور مغرب میں بحراحمر واقع ہے۔ بہرحال یہ حدیث بتاتی ہے کہ جہاد مقدس کے ذریعہ سے مسلمانوں پر فتوحات کا دروازہ کھلا ہے اور آئندہ بھی کھلے گا۔ آج کل تبلیغ والے کہتے ہیں کہ جہاد سے دین کا کام بند ہو جاتا ہے یہ لوگ غلط کہتے ہیں۔

وہ چھ چیزیں جن کا قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہونا ضروری ہے

(۱۰) وَعَنْ عَوْفِ ابْنِ مَالِکٍ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْکَ وَهُوَ فِیْ قُبَّةٍ مِنْ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ مَوْتِیْ ثُمَّ فَتْحُ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ یَاْخُذُ فِیْکُمْ کَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰی یُعْطَی الرَّجُلُ مِائَةَ دِیْنَارٍ فَیَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا یَبْقٰی بَیْتٌ مِنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَکُوْنُ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ بَنِی الْاَصْفَرِ فَیَغْدِرُوْنَ فَیَاْتُوْنَکُمْ تَحْتَ ثَمَانِیْنَ غَایَةً تَحْتَ کُلِّ غَایَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ تبوک میں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ

صلی اللہ علیہ وسلم چمڑے کے ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے چھ چیزوں کو گن لے۔ میرا فوت ہونا بیت المقدس کا فتح ہونا۔ پھر تم میں ایک عام وبا پھیلے گی جیسے بکریوں کی بیماری ہوتی ہے۔ پھر مال بہت زیادہ ہوگا یہاں تک کہ اگر کسی شخص کو سو دینار دیئے جائیں گے وہ ناراض ہوگا پھر ایک فتنہ ظاہر ہوگا جو عربوں کے ہر گھر میں داخل ہوگا۔ پھر تمہارے درمیان اور رومیوں کے درمیان ایک صلح ہوگی اور وہ عہد شکنی کریں گے اور اسی 80 جھنڈوں کا لشکر لے کر تم پر چڑھائی کریں گے ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار آدمی ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''بیت المقدس'' میں مقدس کا لفظ میم کے زبر' قاف کے جزم اور دال کے زیر کے ساتھ' مجلس کے وزن پر مقدس ہے لیکن مشکوٰۃ کے ایک نسخے میں یہ لفظ میم کے پیش' قاف کے زبر اور دال کی تشدید کے ساتھ معظم کے وزن پر مقدس منقول ہے۔

" قعاص " مویشیوں کی ایک بیماری کو کہتے ہیں جو عام طور سے مویشی کے سینے میں ہوتی ہے اور اس کو فوراً ہلاک کر دیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں جس عام وباء کی پیش گوئی فرمائی اور اس کو بکریوں کی بیماری یعنی قعاص سے تشبیہ دی' اس سے مراد طاعون کی وہ وبا ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پیدا ہوئی اور اس کی وجہ سے صرف تین دن کے اندر ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے' اس وقت مسلمانوں کی فوجی چھاؤنی عمواس میں تھی جو بیت المقدس کے قریب واقع ایک جگہ ہے' اسی مناسبت سے اس وباء کو طاعون عمواس کہا جاتا ہے' یہ پہلا طاعون تھا جو اسلام کے زمانہ میں پھوٹا اور اس کے سبب اتنا سخت جانی نقصان ہوا۔" بنی الاصفر "رومیوں کو کہا جاتا تھا کیونکہ یہ لوگ جس نسل سے تعلق رکھتے تھے اس کے مورث اعلیٰ روم بن عیص بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کا رنگ زرد و مائل بسفیدی تھا' اور یہی جسمانی رنگت عام طور سے پوری قوم میں پائی جاتی تھی۔" غایۃ " اس نشان یا جھنڈے کو کہتے ہیں جو فوجی سرداروں کے ساتھ ان کے دستوں اور لشکروں کی علامت کے طور پر ہوتا ہے اور بعض روایتوں میں یہ لفظ ی کے بجائے ب کے ساتھ یعنی ''غابۃ'' منقول ہے جس کے معنی جنگل اور درختوں کے جھنڈ کے ہیں اس صورت میں کہا جائے گا کہ نشان اور جھنڈوں کی کثرت کی وجہ سے اس لشکر کو درختوں کے جھنڈ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور لشکر والوں کی تعداد ذکر کرنے کا مقصد لاؤ لشکر کی زیادتی بیان کرنا ہے۔

رومیوں سے جنگ اور دجال کے قتل کی پیش گوئی

(۱۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ الرُّوْمُ بِالْاَعْمَاقِ اَوْبِدَابِقٍ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ مِنْ خِيَارِ اَهْلِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ فَاِذَا تَصَافُّوْا قَالَتِ الرُّوْمُ خَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِيْنَ سَبَوْامِنَّا نُقَاتِلْهُمْ فَيَقُوْلُ الْمُسْلِمُوْنَ لَا وَاللّٰهِ لَا نُخَلِّىْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اِخْوَانِنَا فَيُقَاتِلُوْنَهُمْ فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَايَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَبَدًا وَيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ اَفْضَلُ الشُّهَدَآءِ عِنْدَاللّٰهِ وَيَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُوْنَ اَبَدًا فَيَفْتَتِحُوْنَ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْغَنَآئِمَ قَدْ عَلَّقُوْا سُيُوْفَهُمْ بِالزَّيْتُوْنِ اِذْ صَاحَ فِيْهِمُ الشَّيْطَانُ اِنَّ الْمَسِيْحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِىْ اَهْلِيْكُمْ فَيَخْرُجُوْنَ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَاِذَا جَاؤُا الشَّامَ خَرَجَ فَبَيْنَاهُمْ يُعِدُّوْنَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّوْنَ الصُّفُوْفَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَيَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فَاَمَّهُمْ فَاِذَا رَاٰهُ عَدُوُّاللّٰهِ ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِى الْمَاءِ فَلَوْ تَرَكَهٗ لَا نْذَابَ حَتّٰى يَهْلِكَ وَلٰكِنْ يَقْتُلُهُ اللّٰهُ بِيَدِهٖ فَيُرِيْهِمْ دَمَهٗ فِىْ حَرْبَتِهٖ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ رومی اعماق یا دابق میں نہیں اتریں گے شہر سے ایک لشکر ان کے مقابلہ کے لیے نکلے گا وہ زمین کے بہترین لوگ ہوں گے جب وہ صفیں باندھ لیں گے رومی کہیں گے ہمارے اور ان لوگوں کو جنہوں نے ہم میں سے قیدی پکڑے ہیں چھوڑ دو ہم ان سے جنگ کرتے ہیں۔ مسلمان کہیں گے اللہ کی قسم ہم اپنے اور اپنے بھائیوں کے درمیان خالی نہیں کریں گے مسلمان رومیوں سے لڑیں گے ایک تہائی شکست کھا

کر بھاگ جائیں گے۔ اللہ کبھی انکی توبہ قبول نہ کرے گا۔ ایک تہائی قتل ہو جائیں گے اللہ کے نزدیک وہ افضل ترین شہید ہیں ایک تہائی کو فتح حاصل ہوگی کبھی وہ فتنہ میں نہ ڈالے جائیں گے وہ قسطنطنیہ شہر کو فتح کریں گے اسی اثنا میں کہ وہ غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے انہوں نے زیتون کے ساتھ اپنی تلواریں لٹکا رکھی ہوں گی۔ شیطان ان میں آواز دے گا کہ مسیح دجال تمہارے پیچھے تمہارے گھروں میں آچکا ہے وہ نکل جائیں گے اور یہ بات جھوٹی ہوگی وہ شام آئیں گے کہ وہ نکل آئے گا لڑائی کے لیے وہ تیار ہوں گے اور صفیں باندھ لی ہوں گی جب نماز کی اقامت کہی جائے گی۔ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے ان کی امامت کرائیں گے جب اللہ کا دشمن (دجال) آپ کو دیکھے گا پگھلے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے اگر اس کو چھوڑ دیں تو وہ گل جاوے یہاں تک کہ ہلاک ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں قتل کروائے گا۔ حضرت عیسیٰ اپنے نیزے میں اس کا خون دکھلائیں گے۔ (روایت کیا مسلم نے)

تشریح: "اعماق" اعماق اور دابق انطاکیہ اور حلب کے درمیان دو جگہوں کے نام ہیں اور اس حدیث میں مدینہ سے مراد حلف کا شہر ہے جو شام میں واقع ہے مدینہ منورہ پر یہ پیشگوئی صادق نہیں آتی اور نہ ہی مدینہ منورہ مراد ہے' مسلمانوں کے اس لشکر سے مراد حضرت مہدی کا لشکر ہے جو شام کے نصاریٰ سے لڑیں گے "خلوا بیننا" یعنی کافر کہیں گے کہ مسلمانوں کے جس دھڑے نے ہمارے لوگوں کو قید کر رکھا ہے اس دھڑے کو الگ رکھو تا کہ ہم ان سے بدلہ لے لیں ہم تم سے نہیں لڑیں گے مسلمان اس تفرقہ بازی سے انکار کر دیں گے اور لڑنا شروع کر دیں گے مگر ایک طبقہ بھاگ جائے گا اور ایک طبقہ خودکش بمبار کیلئے تیار ہو جائے گا تین دن تک گھمسان کی جنگ ہوگی اور مسلمان تھوڑے سے رہ جائیں گے چوتھے دن اللہ تعالیٰ فتح عطاء کرے گا تو مسلمان سیدھا جا کر قسطنطنیہ میں داخل ہو جائیں گے جس طرح تفصیلی روایت میں ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ قسطنطنیہ پر مختلف دور آئے ہیں ایک دفعہ ۳۳۰ء میں ہرقل کے بیٹے قسطنطنیہ نے اس کو قبضہ کر کے آباد کیا اور اسی کے نام کی طرف یہ شہر منسوب ہے اس کے بعد حضرات صحابہ کرام نے اس کو فتح کر لیا پھر بعد میں کفار اس پر غالب آگئے پھر ترکی خلافت کے زمانہ میں عثمانی ترکوں نے اس کو فتح کر لیا جواب تک مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے مگر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر ایک بار پھر کفار کے ہاتھ میں چلا جائے گا اور آخر میں حضرت مہدی اس کو فتح کر دیں گے۔ "الشام" اس سے بیت المقدس کا شہر مراد ہے۔ "فامھم" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کی امامت فرمائیں گے۔

سوال:۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوسری روایات میں واضح طور پر آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز نہیں پڑھائیں گے بلکہ حضرت مہدی سے فرمائیں گے کہ امام وخلیفہ آپ ہیں لہٰذا نماز پڑھائیں جبکہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کی بات ہے۔

جواب:۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ "امھم" عام نمازوں کے بارے میں ہے اور نفی صرف اس نماز کی ہے جس میں سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترے تھے جمعہ کے دن عصر کی نماز تھی جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انکار کیا تا کہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ ان کے خلیفہ مہدی ہی ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امھم کا حکم مجازاً ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو امامت کا حکم کیا تو انہوں نے امامت کرادی ای امرہ بالامامۃ۔

(۱۲) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ حَتّٰی لَا يُقْسَمَ مِيْرَاثٌ وَلَا يُفْرَحَ بِغَنِيْمَةٍ ثُمَّ قَالَ عَدُوٌّ يَجْمَعُوْنَ لِاَهْلِ الشَّامِ وَيَجْمَعُ لَهُمْ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ يَعْنِي الرُّوْمَ فَيَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰی يَحْجُزَبَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ يَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰی يَحْجُزَ بَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى الشُّرْطُ ثُمَّ يَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰی يُمْسُوْا فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى الشُّرْطَةُ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الرَّابِعِ نَهَدَ اِلَيْهِمْ بَقِيَّةُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَيَجْعَلُ اللّٰهُ الدَّبْرَةَ عَلَيْهِمْ فَيَقْتَتِلُوْنَ مَقْتَلَةً لَمْ يُرَمِثْلُهَا حَتّٰی اِنَّ الطَّائِرَ لَيَمُرُّ بِجَنَبَاتِهِمْ فَلَا يُخَلِّفُهُمْ حَتّٰی يَخِرَّ مَيْتًا فَيَتَعَادُّ بَنُو الْاَبِ كَانُوْا مِائَةً فَلَا يَجِدُوْنَهٗ بَقِيَ مِنْهُمْ اِلَّا الرَّجُلُ الْوَاحِدُ فَبِاَيِّ غَنِيْمَةٍ يُفْرَحُ اَوْ اَيُّ مِيْرَاثٍ يُقْسَمُ فَبَيْنَاهُمْ كَذٰلِكَ اِذْ سَمِعُوْا بِبَاسٍ هُوَ

اَكْبَرُ مِنْ ذٰلِكَ فَجَاءَ هُمُ الصَّرِيْخُ اِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَلَفَهُمْ فِيْ ذَرَارِيْهِمْ فَيَرْفُضُوْنَ مَافِيْ اَيْدِيْهِمْ وَيُقْبِلُوْنَ فَيَبْعَثُوْنَ عَشَرَ فَوَارِسَ طَلِيْعَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَ عْرِفُ اَسْمَاءَ هُمْ وَاَسْمَاءَ اٰبَائِهِمْ وَاَلْوَانَ خُيُوْلِهِمْ هُمْ خَيْرُ فَوَارِسَ اَوْمِنْ خَيْرِ فَوَارِسَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ میراث تقسیم نہ کی جائے اور غنیمت سے خوش ہوا جائے گا پھر فرمایا دشمن اہل شام کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے اکٹھے ہوں گے اہل اسلام ان آدمیوں کے لیے اکٹھے ہوں گے مسلمان اپنے لشکر میں سے ایک فوج منتخب کریں گے جو مرنا قبول کریں گے اور غالب فتحیاب ہوکر واپس لوٹیں گے وہ جنگ کریں گے رات ان کے درمیان حائل ہو جائے گی مسلمان اور کافر ہر ایک غیر غالب اپنے اپنے ڈیروں کی طرف لوٹیں گے اور وہ جماعت ماری جائے گی پھر مسلمان اپنے لشکر سے ایک فوج موت کے لیے منتخب کریں گے کہ وہ غالب ہوکر ہی لوٹیں گے یا مارے جائیں گے وہ جنگ کریں گے یہاں تک کہ رات ان کے درمیان حائل ہوجائے گی مسلمان وکافر ہر ایک غیر پر غالب اپنے اپنے ڈیروں کی طرف لوٹیں گے اور وہ جماعت سوماردی جائے گی پھر مسلمان مدد کے لیے ایک ایک جماعت نکالیں گے کہ وہ کامیاب واپس آئیں گے شام تک وہ لڑتے رہیں گے مسلمان وکافر دونوں اپنے اپنے ڈیروں کی طرف غیر غالب واپس آئیں گے اور وہ جماعت فنا ہوجائے گی جب چوتھا دن ہوگا سبھی مسلمان ان کی طرف نکل کھڑے ہوں اللہ تعالیٰ کفار کو شکست دے دے گا وہ اس طرح لڑیں گے کہ اس جیسا لڑنا نہیں دیکھا پرندہ ان کی جوانب سے اڑکر گزرنا چاہے گا ان کو پیچھے چھوڑنے سے پہلے مرکر گر پڑے گا ایک باپ کے بیٹوں کو گنا جائے گا کہ سو تھے ان میں سے ایک ہی باقی بچے گا پس کس غنیمت کے ساتھ خوش ہوا جائے اور کونسی میراث تقسیم کی جائے وہ اس حالت میں ہوں گے کہ وہ اس سے بھی بڑی جنگ کے متعلق سنیں گے مسلمانوں کو ایک آواز سنائی دے گی کہ ان کے اہل وعیال میں دجال آچکا ہے وہ اس چیز کو چھوڑ دیں گے جو ان کے ہاتھوں میں ہوگی اور دجال کی طرف متوجہ ہوں گے دجال کے حالات سے مطلع ہونے کے لیے وہ دس سوار بھیجیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کے نام جانتا ہوں ان کے باپ دادوں کے نام بھی اور ان کے گھوڑوں کے نام ورنگ کو بھی جانتا ہوں۔ بہترین سوار ہوں گے یا فرمایا روئے زمین پر بہترین سوا ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: '' شُرطه '' فوج کے اس جانباز دستہ کو کہتے ہیں جو لشکر کے بالکل آگے ہو اور اپنی جانیں تک قربان کردینے کے عزم کے ساتھ میدان جنگ میں سب سے پہلے کود ے۔ '' یتشرط '' کا لفظ اسی سے مشتق ہے جو باب تفعل سے نکالا گیا ہے نیز یہ لفظ باب افتعال سے '' یشترط '' بھی نقل کیا گیا ہے بہر حال یہ جملہ '' لا ترجع الاغالبة اصل میں شرطہ للموت کی صفت کاشفہ مبینہ موضحہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کا لشکر اپنے جس جانباز دستہ کو آگے بھیجے گا اس کو یہ ہدایت ہوگی کہ وہ کسی بھی حالت میں دشمن کے مقابلے سے بھاگے نہیں بلکہ سخت سے سخت حالت میں بھی محاذ پر ڈٹا رہے یہاں تک کہ دشمن کو فنا کے گھاٹ اتار کر سرخرو لوٹے یا خود فنا کے گھاٹ اتر جائے۔

فيجعل الله الدبرة عليهم میں لفظ '' دبر '' ادبار کا اسم ہے بعض روایتوں میں یہ لفظ '' دابر '' بھی منقول ہے لیکن معنی کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ دونوں ہی سے مراد شکست اور ہزیمت ہے۔

'' **فبای غنيمة** '' حرف ف تفریعہ یا فصیحہ ہے اور طیبی نے لکھا ہے کہ یہ جملہ نحوی ترکیب کے اعتبار سے جزاء ہے شرط محذوف کی کہ پہلے تو مبہم طور پر فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میراث کا تقسیم ہونا موقوف نہ ہوجائے گا اور مسلمان مال غنیمت سے خوش ہونا چھوڑ دیں گے۔ اس کے بعد جملہ کی وضاحت آگے کی عبارت **عدو يجمعون** الخ (دشمن یعنی کافر اہل اسلام سے لڑنے کے لئے فوج اور طاقت جمع کریں گے الخ) کے ذریعے کی اور اس وضاحت کو مذکورہ صفت (یعنی بڑی بھیانک اور خوفناک جنگ ہونے اور اس میں اس قدر جانی نقصان ہونے) کے ساتھ مقید کیا کہ میراث اس لئے تقسیم نہیں ہوگی اور مسلمانوں کو مال غنیمت سے اس لئے خوشی نہیں ہوگی کہ جہاں اتنا زیادہ جانی نقصان

ہوااور اس قدر کثرت سے لوگ مارے گئے ہوں وہاں تقسیم کہاں اور خوشی کہاں؟

" طلیعه " کریمہ کے وزن پر ہے اور اس کے معنی اس شخص کے ہیں جس کو دشمن کی خبر لانے کے لئے آگے بھیجا جائے۔ چنانچہ ان دس سواروں سے مراد فوجی جاسوسوں کی وہ ٹکڑی ہے جس کو دشمن کے حالات' ساز وسامان اور قوت وتعداد کی خبر لانے کے لئے دشمن کے ٹھکانوں کی طرف روانہ کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد'' میں ان کے اور ان کے باپ کا نام جانتا ہوں الخ'' اعجاز نبوت کی دلیل ہے' یعنی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ سینکڑوں سال بعد وقوع پذیر ہونے والے کسی واقعہ سے متعلق افراد کے نام اور ان کے باپ کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ تک کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا! نیز یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کی کلیات وجزئیات کو محیط ہے اور اس نے جس چیز کے بارے میں جس قدر مناسب جانا اس قدر علم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطاء فرما دیا۔

خونریزی کے بغیر ایک شہر کے فتح ہونے کی پیشگوئی

(١٣) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ سَمِعْتُمْ بِمَدِيْنَةٍ جَانِبٌ مِّنْهَا فِی الْبَرِّ وَجَانِبٌ مِّنْهَا فِی الْبَحْرِ قَالُوْا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَغْزُوَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًامِّنْ بَنِیْ اِسْحٰقَ فَاِذَا جَآءُ وْهَا نَزَلُوْا فَلَمْ يُقَاتِلُوْا بِسَلَاحٍ وَلَمْ يَرْمُوْا بِسَهْمٍ قَالُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيَسْقُطُ اَحَدُ جَانِبَيْهَا قَالَ ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ الرَّاوِیْ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا قَالَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ الثَّانِيَةَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيَسْقُطُ جَانِبُهَا الْاٰخَرُ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ الثَّالِثَةَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيُفَرَّجُ لَهُمْ فَيَدْ خُلُوْنَهَا فَيَغْنَمُوْنَ فَبَيْنَاهُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْمَغَانِمَ اِذْا جَآءَ هُمُ الصَّرِيْخُ فَقَالَ اِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ فَيَتْرُكُوْنَ كُلَّ شَیْءٍ وَ يَرْجِعُوْنَ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے ایک شہر سن رکھا ہے جس کا ایک کنارہ خشکی کی جانب ہے اور ایک کنارہ دریا کی جانب ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ستر ہزار آدمی جنگ نہ کریں گے جب وہاں پہنچیں گے وہاں اتریں گے کسی ہتھیار سے وہ نہ لڑیں گے اور نہ کوئی تیر پھینکیں گے بلکہ کہیں گے لا اله الا الله و الله اکبر اس کا ایک کنارہ گر جائے گا پھر دوسری مرتبہ لا اله الا الله و الله اکبر کہیں گے تو دوسرا کنارہ گر جائے گا پھر تیسری مرتبہ لا اله الا الله و الله اکبر کہیں گے ان کے لیے راستہ نکل آئے گا وہ اس میں داخل ہوں گے اور مال غنیمت لوٹیں گے وہ ابھی غنیمت کے مال کو تقسیم کر رہے ہوں گے کہ ایک آواز آئے گی کہ دجال نکل آیا ہے وہ ہر چیز کو چھوڑ دیں گے اور واپس لوٹ آئیں گے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "مدینة" اس شہر سے بعض شارحین نے قسطنطنیہ مراد لیا ہے مگر بعض دیگر شارحین نے کہا ہے کہ یہ کوئی اور شہر ہے کیونکہ یہاں لڑائی کا ذکر نہیں ہے جبکہ قسطنطنیہ کی فتح میں جنگ کا ہونا لازمی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ شہر قسطنطنیہ ہی ہے البتہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ اس شہر کے اردگرد اس وقت فصیل ہوگی جب شہر میں داخل ہونے کیلئے راستہ نہیں ملے گا تو مجاہدین زوردار نعرۂ تکبیر بلند کردیں گے جس سے شہر کی فصیل ٹوٹ جائے گی اس حد تک تو جنگ نہیں ہوگی البتہ اس کے بعد جب مجاہدین شہر میں داخل ہو جائیں گے تو وہاں شدید لڑائی ہوگی اور بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آجائے گا' بنو اسحاق کے ستر ہزار آدمیوں کا ساحل سمندر کے پاس لشکر اسلام میں شامل ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شہر قسطنطنیہ ہی ہے اور یہی واقعہ علامات قیامت میں سب سے بڑی علامت ہے اور ملحمۃ الکبریٰ کے بعد کی یہی تفصیل ہے' بنو اسحاق بنو اسماعیل کے مقابل اہل کتاب کو کہا گیا ہے یہ شام کے مسلمان ہوں گے جو اہل کتاب میں سے ہوں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ.... قرب قیامت کے یکے بعد دیگرے حوادث ووقائع

(١٤) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَانَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ خَرَابُ يَثْرِبَ وَ خَرَابُ

يَثْرِبَ خُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ وَخُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ وَفَتْحُ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ (رواه سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت المقدس کا آباد ہونا مدینہ کے ویران ہونے کا سبب ہے اور مدینہ کا ویران ہونا جنگ عظیم کا سبب ہے اور جنگ عظیم قسطنطنیہ کی فتح کا سبب ہے اور قسطنطنیہ کی فتح دجال کے خروج کا سبب ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "عمران بیت المقدس" یعنی جب بیت المقدس آخری زمانہ میں خرابی اور بربادی کے بعد پوری طرح آباد ہوگا تو یہ اس بات کی نشانی ہوگی کہ اس پر عیسائیوں کا غلبہ ہو جائے گا اور شام پر عیسائیوں کا غلبہ مدینہ منورہ کیلئے خرابی کا سبب بنے گا کیونکہ مدینہ سے لوگ مقابلہ کیلئے جب جائیں گے تو مدینہ خالی رہ جائے گا اور کمزور ہو جائے گا یہی خرابی ہے ان علامات میں ہر سابق ہر لاحق کیلئے علامت ہے' عمران بیت المقدس خرابی یثرب کی علامت ہے چاہے متصل ہو یا فاصلہ سے ہو اور خرابی مدینہ ملحمۃ الکبریٰ کیلئے علامت ہے اگر چہ فاصلہ سے ہو اور ملحمۃ الکبریٰ فتح قسطنطنیہ کی علامت اور وہ خروج دجال کی علامت ہے چاہے فاصلہ سے ہو یا متصل ہو۔ بیچ میں دجال کے خروج کا جھوٹا اعلان بھی ہوگا۔ ملحمۂ کبریٰ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان بڑی جنگ کا نام ہے' کفار نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوں گے مگر آخر میں شکست کھا جائیں گے۔

جنگ عظیم، فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال کی پیشگوئی

(۱۵) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَلْحَمَةُ الْعُظْمٰى وَفَتْحُ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ فِيْ سَبْعَةِ اَشْهُرٍ. (رواه الجامع ترمذی، وسنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت (معاذ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ عظیم اور قسطنطنیہ کا فتح ہونا اور دجال کا خروج سات ماہ میں ہو جائے گا۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔

(۱۶) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ الْمَلْحَمَةِ وَفَتْحُ الْمَدِيْنَةِ سِتُّ سِنِيْنَ وَيَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِى السَّابِعَةِ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ هٰذَا اَصَحُّ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ عظیم اور قسطنطنیہ کی فتح کے درمیان چھ برس کا فاصلہ ہے ساتویں سال دجال نکلے گا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور کہا یہ حدیث بہت صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جنگ عظیم فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال' یہ تینوں واقعات سات سال کے اندر ہوں گے جب کہ پہلی حدیث میں اس مدت کو سات ماہ بیان کیا گیا ہے' اس اعتبار سے دونوں حدیثوں کے درمیان زبردست تضاد اور اختلاف ہے' لہٰذا اس بات کو دھیان میں رکھنا چاہیے کہ تعارض بالکل ثابت ہے کہ ایک حدیث میں وضاحت کے ساتھ سات ماہ کی مدت بیان کی گئی ہے اور ایک حدیث میں سال کی مدت' اور دونوں حدیثوں کے مفہوم میں مطابقت پیدا کرنا ممکن نہیں ہے' اس صورت میں اس کے علاوہ اور کوئی طریق نہیں کہ ان دونوں حدیثوں کی حیثیت کو سامنے رکھ کر اس حدیث کو راجح قرار دیا جائے جو زیادہ صحیح ہو' چنانچہ علماء اور محدثین نے لکھا ہے کہ پہلی حدیث میں کلام کیا گیا ہے کیونکہ اس کے بعض راوی فن حدیث کی اصطلاح میں مجروح اور مطعون ہیں اور یہ دوسری حدیث بالکل صحیح ہے جیسا کہ خود امام ابوداؤدؒ نے وضاحت کی ہے' پس حاصل یہ نکلا کہ مذکورہ بالا تینوں واقعات کے وقوع پذیر ہونے کی درمیانی مدت' سات ماہ کے بجائے سات سال زیادہ صحیح ہے۔

(۱۷) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ يُوْشَكُ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يُّحَاصَرُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَبْعَدَ مَسَالِحِهِمْ سَلَاحٌ وَسَلَاحٌ قَرِيْبٌ مِّنْ خَيْبَرَ. (سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریب ہے کہ مسلمان ایک شہر میں محصور ہوں گے یہاں تک کہ ان کی دور ترین

سرحد سلاح ہوگا۔ سلاح خیبر کے نزدیک ایک موضع ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "المدینة" یہاں مدینہ سے مدینہ منورہ مراد ہے کہ دشمن اس کا محاصرہ کریگا یہ عیسائیت کے پھیلنے کے زمانہ میں ہوگا اور اس وقت حضرت مہدی کا ظہور ہو جائے گا' مدینہ کے دفاع میں مسلمان مسلح مورچے بنائیں گے تو جو مورچہ سب سے دور ہوگا وہ سلاح کے مقام پر ہوگا' سلاح خیبر کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ "مسالح" یہ مسلح کی جمع ہے اور مسلح اس مورچے کو کہتے ہیں جس میں مسلح پہرہ دیتا ہے۔ یہ پیشگوئی اس وقت کے بارے میں ہے جب عیسائیت مدینہ کے قریب تک پہنچ جائے گی اسی وقت حضرت مہدی کا ظہور ہوگا۔

مسلمانوں اور عیسائیوں کے بارے میں ایک پیش گوئی

(۱۸) وَعَنْ ذِیْ مِخْبَرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَتُصَالِحُوْنَ الرُّوْمَ صُلْحًا اٰمِنًا فَتَغْزُوْنَ اَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِّنْ وَّرَاءِ كُمْ فَتَنْصُرُوْنَ وَتَغْنَمُوْنَ وَتَسْلَمُوْنَ ثُمَّ تَرْجِعُوْنَ حَتّٰى تَنْزِلُوْا بِمَرْجٍ ذِیْ تُلُوْلٍ فَيَرْفَعُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ النَّصْرَانِيَّةِ الصَّلِيْبَ فَيَقُوْلُ غَلَبَ الصَّلِيْبُ فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَدُقُّهٗ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَغْدِرُ الرُّوْمُ وَتَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ وَزَادَ بَعْضُهُمْ فَيَثُوْرُ الْمُسْلِمُوْنَ اِلٰى اَسْلِحَتِهِمْ فَيَقْتَتِلُوْنَ فَيُكْرِمُ اللّٰهُ تِلْكَ الْعَصَابَةَ بِالشَّهَادَةِ (سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ذی مخبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے قریب ہے کہ تم رومیوں سے صلح کرو گے صلح باامن۔ پھر تم اور وہ مل کر ایک تیسرے دشمن کے ساتھ جنگ کرو گے تم فتحیاب ہو گے اور غنیمت حاصل کرو گے اور سلامت رہو گے حتیٰ کہ ایک سرسبز اور ٹیلوں والی زمین پر اترو گے تو ایک عیسائی صلیب اٹھائے گا اور کہے گا کہ صلیب غالب آ گئی مسلمانوں کا ایک آدمی غضبناک ہو جائے گا وہ صلیب توڑ ڈالے گا اس وقت رومی عہد توڑ ڈالیں گے اور جنگ کے لیے اکٹھے ہو جائیں گے بعض نے الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں کہ مسلمان اپنے اسلحہ کی طرف دوڑیں گے پھر جنگ کریں گے اللہ تعالیٰ اس جماعت کو شہادت کے ساتھ عزت بخشے گا۔ (ابوداؤد)

حبشیوں کے بارے میں ایک ہدایت

(۱۹) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُتْرُكُوا الْحَبْشَةَ مَاتَرَكُوْكُمْ فَاِنَّهٗ لَا يَسْتَخْرِجُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ اِلَّا ذُوالسُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبْشَةِ. (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا حبشیوں کو چھوڑے رکھو جب تک وہ تم کو چھوڑے رکھیں۔ کیونکہ کعبہ کا خزانہ ایک چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی نکالے گا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "اترکو الحبشة" یعنی حبشیوں میں شروفساد کی یہ چنگاری پڑی ہے اس لئے جب تک وہ حملہ آور نہیں ہوں گے تم ان کے بھڑکانے اور چھیڑنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ انہیں کے فساد سے بیت اللہ کی بے حرمتی ہوگی' خزانہ لوٹا جائے گا اور بیت اللہ کو گرایا جائے گا۔ "سویقتین" یہ ساق کی تصغیر ہے اس میں اس شخص کی تذلیل ہے' عام اہل حبش کی ٹانگوں کی یہی حالت ہوتی ہے اس شخص کی صفت افحج بھی آتی ہے' افحج اس کو کہتے ہیں کہ جس کے پاؤں کے پنجے چلنے کے وقت ایک دوسرے کے قریب قریب پڑتے ہوں اور ایڑیاں دور دور رہتی ہوں جس کو پھڈا کہتے ہیں۔ یہ افسوسناک واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے بعد کا ہے جبکہ دنیا میں اللہ اللہ کرنے والا کوئی باقی نہیں رہے گا۔

(۲۰) وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُو الْحَبْشَةَ مَا دَعُوْكُمْ وَاتْرُكُوا التُّرْكَ مَاتَرَكُوْكُمْ. (رواہ سنن ابو داؤد و سنن نسائی)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا حبشیوں کو اس وقت تک چھوڑے رکھو جب تک وہ تم کو

چھوڑے رکھیں اور ترکوں کو چھوڑو جب تک وہ تم کو چھوڑیں۔ (روایت کیا اس کو ابو داؤد نے)

تشریح: یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن نے تو یہ حکم دیا ہے کہ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً (یعنی مشرکین سے قتال کرنا چاہیے وہ جہاں کہیں بھی ہوں) پس جب اس حکم میں عموم ہے تو حبشیوں اور ترکوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو یعنی ان پر حملہ نہ کرو اور ان کے ملکوں اور شہروں پر چڑھائی سے گریز کرو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حبشہ اور ترک کا معاملہ اس آیت کے عمومی حکم سے خارج اور مخصوص استثنائی نوعیت رکھتا تھا کیونکہ جغرافیائی پوزیشن کے اعتبار سے یہ دونوں ملک اس زمانے کی اسلامی طاقت کے مرکز سے بہت دور دراز فاصلے پر واقع تھے اور اسلامی چھاؤنی اور ان ملکوں کے درمیان دشت و بیاباں کا ایک ایسا دشوار گزار سلسلہ حائل تھا جس کو عام حالات میں عبور کرنا ہر ایک کیلئے ممکن نہیں تھا' لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بناء پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان دونوں ملکوں کے خلاف کوئی اقدامی کارروائی نہ کی جائے اور ان لوگوں سے اس وقت تک کوئی تعرض نہ کیا جائے جب تک کہ وہ خود تم سے چھیڑ نہ نکالیں' پس اگر وہ تمہارے خلاف جارحیت کا ارتکاب کریں اور اپنی فوج و طاقت جمع کر کے مسلمانوں کے شہروں اور اسلامی مراکز پر چڑھ آئیں تو اس صورت میں ان کے خلاف نبرد آزما ہو جانا اور ان کے ساتھ جنگ و قتال کرنا فرض ہوگا۔ یا ایک بات یہ کہی جا سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اسلام کے ابتدائی زمانے کا واقعہ ہے جبکہ اسلام اور مسلمانوں کے پاس اتنی طاقت اور اس قدر ذرائع نہیں تھے کہ وہ اتنے دور دراز علاقوں تک اسلام کی پیش رفت کو بڑھاتے' چنانچہ بعد میں جب مذکورہ آیت نازل ہوئی اور اسلام کو طاقت میسر ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم منسوخ قرار پا گیا۔

ترکوں کے متعلق پیش گوئی

(۲۱) وَعَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيْثٍ يُقَاتِلُكُمْ قَوْمٌ صِغَارُ الْاَعْيُنِ يَعْنِى التُّرْكَ قَالَ تَسُوْقُوْنَهُمْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ حَتّٰى تُلْحِقُوْهُمْ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ فَاَمَّا فِي السِّيَاقَةِ الْاُوْلٰى فَيَنْجُوْا مَنْ هَرَبَ مِنْهُمْ وَاَمَّا فِي الثَّانِيَةِ فَيَنْجُوْا بَعْضٌ وَيُهْلِكُ بَعْضٌ وَاَمَّا فِي الثَّالِثَةِ فَيُصْطَلَمُوْنَ اَوْ كَمَا قَالَ (رواہ سنن ابو دائود)

ترجمہ: بریدہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ایک قوم تمہارے ساتھ جنگ کرے گی ان کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی یعنی ترک' تین مرتبہ تم ان کو ہانکو گے یہاں تک کہ تم ان کو جزیرہ عرب میں پہنچاؤ گے۔ پہلی مرتبہ ہانکنے میں ان سے وہ نجات پا جائیں گے جو بھاگ نکلے دوسری مرتبہ بعض نجات پا جائیں گے اور بعض ہلاک ہو جائیں گے۔ تیسری مرتبہ جڑ سے اکھاڑے جائیں گے یا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (روایت کیا اس کو ابو داؤد نے)

تشریح: "یعنی الترک" یہ کسی راوی کی طرف سے صغار الاعین کی تفسیر ہے۔ "تسوقونھم" یعنی تم تین بار ان کو شکست دو گے یہاں تک کہ تم ان کو جزیرۃ العرب تک دھکیل دو گے' حجاز' یمن اور یمامہ کو جزیرۃ العرب کہتے ہیں۔ "السیاقۃ الاولیٰ" یہ ان کے بھاگنے کی تفصیل ہے کہ پہلی دفعہ جب بھاگیں گے تو بچ جائیں گے' دوبارہ کچھ بچ جائیں گے اور تیسری بار سب ہلاک ہو جائیں گے۔

بصرہ کے متعلق پیش گوئی

(۲۲) وَعَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ اُنَاسٌ مِّنْ اُمَّتِىْ بِغَائِطٍ يُسَمُّوْنَهُ الْبَصْرَةَ عِنْدَ نَهْرٍ يُقَالُ لَهُ دَجْلَةُ يَكُوْنُ عَلَيْهِ جِسْرٌ يَكْثُرُ اَهْلُهَا وَيَكُوْنُ مِنْ اَمْصَارِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِذَا كَانَ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ جَآءَ بَنُوْ قَنْطُوْرَآءَ عِرَاضُ الْوُجُوْهِ صِغَارُ الْاَعْيُنِ حَتّٰى يَنْزِلُوْا عَلٰى شَطِّ النَّهْرِ فَيَتَفَرَّقُ اَهْلُهَا ثَلٰثَ فِرَقٍ فِرْقَةٌ يَاْخُذُوْنَ فِيْ اَذْنَابِ الْبَقَرِ وَالْبَرِيَّةِ وَهَلَكُوْا وَفِرْقَةٌ يَاْخُذُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ وَهَلَكُوْا وَفِرْقَةٌ يَجْعَلُوْنَ ذَرَارِيَّهُمْ خَلْفَ ظُهُوْرِهِمْ وَيُقَاتِلُوْنَهُمْ وَهُمْ شُهَدَآءُ (رواہ سنن ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت ایک پست زمین میں اترے گی اس شہر کا نام وہ بصرہ رکھیں گے وہ ایک دریا کے پاس ہے جس کا نام دجلہ ہے اس پر پل ہوگی اس کے رہنے والے بہت زیادہ ہو جائیں گے اور وہ شہر مسلمان کے شہروں میں سے ہوگا۔ اخیر زمانہ میں قنطورا کے بیٹے آئیں گے جن کے چہرے چوڑے اور ان کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی یہاں تک کہ وہ نہر کے کنارے پر اتریں گے اس شہر کے لوگ تین فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے ایک فرقہ بیلوں کی دموں میں پناہ پکڑے گا اور جنگل میں چلے جائیں گے وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک فرقہ کے لوگ امان طلب کریں گے پس ہلاک ہو جائیں گے ایک فرقہ اپنی عورتوں اور بچوں کو پس پشت ڈال دے گا اور ان سے جنگ کریں گے وہ شہید ہوں گے۔ (ابوداؤد)

تشریح: "غائط" یعنی ایک پست اور نشیبی زمین میں اُتریں گے جس کو وہ لوگ بصرہ کہیں گے۔ یہاں بصرہ سے مراد بغداد ہے اس لئے کہ دجلہ بغداد کے پاس سے گزرتا ہے بصرہ کے پاس سے نہیں گزرتا چونکہ اس زمانہ میں آبادی منتشر تھی اور بصرہ کے مضافات میں سارے علاقے واقع تھے، گویا بغداد کا نام بعد میں مشہور ہوا پہلے یہ سارے علاقے بصرہ اور اس کے مضافات میں شمار ہوتے تھے، بعض شارحین نے اس حدیث میں بصرہ سے مشہور بصرہ مراد نہیں لیا جو آج کل مشہور ہے بلکہ بغداد کے اندر ایک جگہ کا نام بصرہ تھا جس کو باب البصرہ کہتے تھے وہ اس وقت اس نام سے مشہور بھی تھا بہر حال یہاں حدیث میں دجلہ کے ذکر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مراد بغداد ہے نیز ترکوں نے بغداد پر حملہ کیا تھا بصرہ پر کبھی حملہ نہیں ہوا تھا' مستعصم باللہ کے عہد حکومت میں تاتاریوں کے ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا تھا نیز اس حدیث میں ہے کہ وہ شہر مسلمانوں کا بڑا شہر بنے گا یہ صفت بھی بغداد کی ہے۔ '' بنو قنطورا'' یہ ترکوں کے بڑے دادا کا نام ہے بعض نے کہا کہ قنطورا ایک لونڈی کا نام تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لونڈی تھی اس کے بطن سے ترک پیدا ہوئے ہیں۔

''اذناب البقر'' یعنی ایک طبقہ تو دنیا کے پیچھے پڑ جائے گا بیلوں کی دموں کو پکڑ کر ہل جوتنے لگ جائے گا' جہاد کو چھوڑ دے گا تو تباہ ہو جائے گا دوسرا طبقہ بنو قنطورا سے امان طلب کرے گا یہ بھی تباہ ہو جائے گا تیسرا طبقہ خوب جہاد کرے گا وہ کامیاب ہو جائے گا چنانچہ ہلاکو خان سے کچھ لوگوں نے امان طلب کی اس نے سب کو قتل کر دیا' بغداد کی تباہی میں ہلاکو خان نے ایک کروڑ چھ لاکھ انسانوں کو قتل کر دیا تھا پھر انہیں کی نسل سے نور الدین زنگی سے اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت لی' جن کے باقیات صالحات میں سے صلاح الدین ایوبی تھے جنہوں نے ان کے مشن کو پورا کیا۔

بصرہ کے متعلق پیش گوئی

(۲۳) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَنَسُ اِنَّ النَّاسَ يَمْصِرُوْنَ وَاِنَّ اَمْصَارًا وَاِنَّ مِصْرًا مِنْهَا يُقَالُ لَهُ الْبَصْرَةُ فَاِنْ اَنْتَ مَرَرْتَ بِهَا اَوْ دَخَلْتَهَا فَاِيَّاكَ وَسِبَاخَهَا وَكَلَاءَ هَا وَنَخِيْلَهَا وَسُوْقَهَا وَبَابَ اُمَرَآئِهَا وَعَلَيْكَ بِضَوَاحِيْهَا فَاِنَّهُ يَكُوْنُ بِهَا خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَرَجْفٌ وَقَوْمٌ يَبِيْتُوْنَ وَيُصْبِحُوْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس رضی اللہ عنہ لوگ ایک شہر آباد کریں گے ان میں سے ایک شہر کا نام بصرہ ہوگا اگر تو وہاں سے گذرے یا اس میں داخل ہو تو اس کی شور والی زمین سے بچنا اور اس کے سبزہ سے اس کی کھجوروں سے اور اس کے بازاروں اور امراء کے دروازوں سے۔ اس کے کناروں کو لازم پکڑو کیونکہ وہاں صورتوں کا بدل جانا پتھروں کا پڑنا اور زلزلوں کا آنا ہوگا وہاں ایک قوم رات گزارے گی اور صبح وہ بندر اور خنزیر بنا دیئے جائیں گے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: ''یمصرون'' یعنی لوگ نئے نئے شہر بسائیں گے کہتے ہیں کہ بصرہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مشہور صحابی حضرت عتبہ بن غزوان نے آباد کیا تھا' اس شہر میں کبھی بت پرستی نہیں کی گئی۔ بصرہ میں اکثر آبادی شیعوں کی ہے اور ان پر برطانیہ کی فوجیں مقرر ہیں۔ ''سباخها'' سبخة اور سبخة کھاری اور شورہ زمین کو کہتے ہیں جو بنجر ہوتی ہے۔ ''کلاء ها'' کلاء بھی ایک جگہ کا نام ہے دونوں جگہیں بصرہ میں ہیں۔ ''ضواحی'' ضاحیة کی جمع ہے شہر کے کنارے کو کہتے ہیں اور بصرہ کی ایک بستی کا نام بھی ہے کلاء چراگاہ کو بھی کہتے ہیں۔

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بصرہ کے اطراف اور دیہاتوں میں رہنے کا حکم دیا اور شہر کے اندر رہنے سے منع کر دیا کیونکہ آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ بصرہ کے اندر قدریہ، جبریہ، معتزلہ اور خوارج کا زور ہو جائے گا اور ان لوگوں میں کئی خباثتیں ہوں گی جن کی وجہ سے ان پر قذف، خسف و مسخ کے عذاب آئیں گے اس لئے اس سے کنارہ کش رہنے کا حکم فرمایا۔

بصرہ کے ایک گاؤں کی مسجد کی فضیلت

(۲۴) وَعَنْ صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ يَقُوْلُ انْطَلَقْنَا حَاجِّيْنَ فَإِذَا رَجُلٌ فَقَالَ لَنَا إِلٰى جَنْبِكُمْ قَرْيَةٌ يُقَالُ لَهَا الْأُبُلَّةُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَنْ يَضْمَنُ لِيْ مِنْكُمْ اَنْ يُصَلِّيَ لِيْ فِيْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ اَوْ اَرْبَعًا وَيَقُوْلُ هٰذِهٖ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ خَلِيْلِيْ اَبَاالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُهَدَاءَ لَا يَقُوْمُ مَعَ شُهَدَآءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ هٰذَا الْمَسْجِدُ مِمَّايَلِى النَّهْرِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِى الدَّرْدَاءِ اِنَّ فِسْطَاطَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ بَابِ ذِكْرِ الْيَمَنِ وَالشَّامِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: حضرت صالح بن درہم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ہم حج کے لیے نکلے وہاں ایک آدمی تھا اس نے کہا تمہارے علاقوں میں ایک بستی ہے جس کا نام ابلہ ہے ہم نے کہا ہاں اس نے کہا مجھے اس بات کی کوئی ضمانت دیتا ہے کہ وہاں کی مسجد عشار میں میرے لیے دو رکعت نماز پڑھے یا چار رکعت اور پھر کہے یہ نماز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہے۔ میں نے اپنے خلیل ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن مسجد عشار سے شہید اٹھائے گا۔ بدر کے شہیدوں کے ساتھ ان کے علاوہ کوئی اور نہ کھڑے ہوں گے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور کہا یہ مسجد نہر کی جانب ہے۔ ہم ابوالدرداء کی حدیث ان فسطاط المسلمین باب ذکر الیمن والشام میں ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

تشریح: ''اُبُلہ'' ایک مشہور بستی کا نام ہے جو بصرہ کے قریب واقع ہے۔ ''عشار'' ایک مسجد کا نام ہے جو ابلہ میں ہے، حصول برکت وسعادت کی خاطر لوگ اس مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں۔

''مسجد عشار کے شہداء'' کے بارے میں یہ وضاحت نہیں ہوتی کہ آیا ان شہداء کا تعلق کسی گذشتہ امت کے لوگوں سے ہے یا اسی امت کے لوگوں سے؟ بہرحال اس حدیث سے ان شہداء کی عظمت وفضیلت کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ بدر کے شہیدوں کے ہم پلہ و ہم رتبہ ہیں، پس معلوم ہوا کہ جب وہ مسجد اس قدر شرف وفضیلت رکھتی ہے تو اس میں نماز پڑھنا یقیناً بہت بڑی فضیلت اور بہت بڑے ثواب کی بات ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فضیلت رکھنے والی جگہوں اور عمارتوں میں نماز پڑھنا اور عبادت کرنا بہت زیادہ فضیلت وسعادت کے حصول کا ذریعہ ہے، نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بدنی عبادت (جیسے نماز روزہ) کا ثواب کسی کو بخشنا جائز ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ اور وہ ثواب اس کو پہنچتا ہے، چنانچہ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے، ویسے مالی عبادات (جیسے صدقہ وخیرات وغیرہ) کا ثواب بخشنا تو تمام ہی علماء کے نزدیک جائز ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ... عمر فاروق رضی اللہ عنہ فتنوں کا دروازہ کھلنے میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے

(۲۵) عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ فَقُلْتُ اَنَا اَحْفَظُ كَمَا قَالَ قَالَ هَاتِ اِنَّكَ لَجَرِيْئٌ وَكَيْفَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَنَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَجَارِهٖ يُكَفِّرُهَا الصِّيَامُ وَالصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ عُمَرُ لَيْسَ هٰذَا اُرِيْدُ اِنَّمَا اُرِيْدُ الَّتِيْ

تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ قُلْتُ مَالَكَ وَلَهَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ وَيُكْسَرُ الْبَابُ اَوْيُفْتَحُ قَالَ قُلْتُ لَابَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذٰلِكَ اَحْرٰى اَنْ لَّا يُغْلَقَ اَبَدًا قَالَ فَقُلْنَا لِحُذَيْفَةَ هَلْ كَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ اَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةً اِنِّىْ حَدَّثْتُهُ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ قَالَ نَهِيْنَا اَنْ نَسْاَلَ حُذَيْفَةَ مِنَ الْبَابِ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ عُمَرُ. (رواہ بخاری ورواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت شقیق حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے وہ کہنے لگے فتنہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کس کو یاد ہے میں نے کہا مجھے یاد ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہنے لگے لاؤ بیشک تو دلیر تھا آپ نے کس طرح فرمایا تھا۔ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی آزمائش اس کے اہل، مال اور اس کی ذات، اس کی اولاد اس کے ہمسایہ میں ہوگی جس کا کفارہ روزے نماز، صدقہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بن جاتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے میری مراد اس فتنہ سے ہے جو دریا کی طرح موجیں مارے گا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تجھ کو اس سے کیا غرض تیرے اور اس کے درمیان ایک دروازہ بند ہے اس نے کہا دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا۔ میں نے کہا توڑا جائے گا کہنے لگے پھر یہ زیادہ لائق ہے کہ کبھی بند نہ کیا جا سکے۔ ہم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے وہ دروازہ کون ہے کہنے لگے ہاں جس طرح دن کے بعد رات آنے کا ان کو یقین تھا میں نے ان کو حدیث بیان کی تھی کوئی غلط بات نہیں بتلائی تھی۔ راوی کا کہنا ہے کہ ہم ڈر گئے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھیں کہ دروازہ کون تھا۔ ہم نے مسروق سے کہا اس نے پوچھا وہ کہنے لگے دروازہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "لجری" حضرت عمر فاروق کے پاس گواہ کے بغیر کوئی شخص حدیث بیان نہیں کر سکتا تھا اس لئے حضرت حذیفہ سے فرمایا تم تو بہت دلیر ہو چلو اب بیان کرو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دو قسم فتنوں میں سے ایک قسم بیان کی۔ یاد رہے فتنہ دو قسم پر ہے ایک فتنہ تو اہل وعیال اور مال ومتاع سے متعلق ہوتا ہے دوسرا فتنہ وہ ہے جس کا تعلق قتل وقتال اور افتراق وانتشار اور بدامنی سے ہوتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلی قسم فتنہ سے متعلق سوال کر رہے ہیں تو اس کو بیان کرنا شروع کر دیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دوسری قسم فتنہ بتا دو جو سمندر کی موجوں کی طرح موج مارتا ہوا آتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو اس سے کیا واسطہ ہے؟ آپ تو اس سے بہت دور ہیں آپ کے اور ان فتنوں کے درمیان ایک بند دروازہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ توڑا جائے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تو یہ بند نہیں ہو سکے گا۔ یہاں دروازہ کی تشبیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات سے دی گئی ہے دروازہ کا کھولنا یہ طبعی موت کے آنے کی طرف اشارہ تھا اور توڑنا ان کے شہید کرنے کی طرف اشارہ تھا چنانچہ جب آپ کو ابولولؤ مجوسی نے شہید کر دیا تو یہ دروازہ ٹوٹ گیا اب بند نہیں ہو سکے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بیان سے خوب معلوم ہو گیا تھا کہ فتنوں کے سامنے بند دروازہ ان کی اپنی ذات ہے جب آپ شہید کر دیئے گئے تو فتنوں کے دروازے کھل گئے اور حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔

قسطنطنیہ کا فتح ہونا، قیامت کے قریب ہونے کی علامت ہوگا

(۲۶) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ فَتْحُ الْقُسْطُنْطِيْنِيَّةِ مَعَ قِيَامِ السَّاعَةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا قسطنطنیہ کا فتح ہونا قیامت کے قریب ہوگا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

بَابُ اَشْرَطِ السَّاعَةِ..... قیامت کی علامتوں کا بیان

قال اللہ تعالیٰ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا (محمد ۱۸)

اشراط جمع ہے اس کا مفرد شرط ہے جو نشانی اور علامت کے معنی میں ہے اس باب میں وہ علامات بیان ہوں گی جو قیامت کے قرب اور اس کے واقع ہونے کو ظاہر کرتی ہیں۔ "الساعۃ" دن اور رات کل "۲۴" اجزاء پر مشتمل ہے ان اجزاء میں سے ایک جزء کو ساعت کہتے ہیں جس کو ایک گھڑی اور گھنٹہ بھی کہتے ہیں یہاں ساعۃ سے یہ گھڑی مراد نہیں ہے بلکہ ساعۃ کا اطلاق غیر معلوم مختصر وقت پر بھی ہوتا ہے یہاں یہی مراد ہے کیونکہ قیامت کے وقوع کا وقت غیر معلوم بھی ہے اور مختصر بھی ہے علماء نے لکھا ہے کہ قیامت سے پہلے چند علامات ایسی ہیں جو چھوٹی ہیں چنانچہ حضرت مہدی تک جو علامات ہیں یہ چھوٹی ہیں اور پھر ظہور مہدی سے لے کر وقوع قیامت تک بڑی علامات ہیں ان دونوں کو علامات صغریٰ اور علامات کبریٰ کے نام سے پکارا جاتا ہے اب یہاں ایک سوال ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں:

سوال:۔ اگر اشراط الساعۃ کا تعلق علامات صغریٰ سے ہے تو پھر اس باب میں حضرت مہدی کا ذکر بار بار کیوں آیا ہے ظہور مہدی تو علامات کبریٰ میں سے ہے؟

جواب:۔ چھوٹی علامات میں چونکہ بعض جنگوں کا ذکر بھی ہے ان جنگوں کے حوالہ سے حضرت مہدی کا ذکر اس باب میں ضمنی طور پر آ گیا ہے ورنہ ظہور مہدی علامات کبریٰ میں سے ہے۔ بہر حال آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اس میں قیامت کی چھوٹی علامت مکمل طور پر ظاہر ہو گئی ہیں بلکہ اس پر متفرع نتائج جیسے زلال وغیرہ بھی آ گئے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... قیامت کی علامتیں

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ وَ يَكْثُرَ الزِّنَا وَ يَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ اِمْرَاَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَقِلَّ الْعِلْمُ وَ يَظْهَرَ الْجَهْلُ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے علامات قیامت سے ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا۔ جہالت زیادہ ہوگی۔ زنا بہت ہوگا۔ شراب کا پینا بڑھ جائے گا آدمی تھوڑے ہو جائیں گے۔ عورتیں زیادہ ہوں گی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک خبر گیری کرنے والا مرد ہوگا۔ ایک روایت میں ہے علم کم ہو جائے گا جہالت ظاہر ہوگی۔ (متفق علیہ)

قیامت کی ایک خاص علامت

(۲) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے قیامت سے پہلے جھوٹے پیدا ہوں گے ان سے بچو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تشریح: "کذابین" یعنی قیامت سے پہلے جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے اس سے وہ اہل ہواء و بدعت اور باطل نظریات کے لوگ مراد ہیں جو اپنے غلط نظریات کے لئے جھوٹی حدیثیں گھڑیں گے یا اس سے مراد جھوٹی نبوت کے جھوٹے دعویدار ہیں۔

(۳) وَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ اِذْجَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ اِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ قَالَ كَيْفَ اِضَاعَتُهَا قَالَ اِذَاوُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان کر رہے تھے ایک اعرابی آیا اس نے

کہا قیامت کب آئے گی۔ فرمایا جب امانت ضائع کر دی جائے گی قیامت کا انتظار کر اس نے کہا اس کا ضائع ہونا کیسا ہے فرمایا جب حکومت کا کام نااہلوں کے سپرد کیا جائے قیامت کا انتظار کر۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: "الی غیر اھلہ" نالائق اور نااہل وہ لوگ ہیں جو متعلقہ کام اور حکومت وسیادت کی شرائط پر پورے نہیں اترتے اور قائد وحاکم اور بڑا بننے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ جیسے عورتیں، بچے، نالائق، جاہل، فاسق، فاجر، بخیل، کنجوس، نامرد، بزدل اور غیر قریشی النسل یہ لوگ شرعاً حکومت وقیادت وسیادت کے اہل نہیں ہیں پھر یہ نااہل عام ہے خواہ دنیوی معاملات میں نااہل ہو دینی معاملات میں نااہل ہو کہ علم پختہ نہیں ہے اور مدرس بنا ہے، عالم نہیں ہے اور وعظ وبیان میں لگا رہتا ہے، پیری مریدی کی صلاحیت نہیں ہے اور پیر بنا ہوا ہے امانت سے لوگوں کی دنیوی امانتیں بھی مراد ہیں اور دینی وشرعی امانتیں بھی مراد ہیں۔

مال ودولت کی فراوانی قرب قیامت کی دلیل ہے

(۴) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ الْمَالُ وَ يَفِيْضَ حَتّٰى يُكْثِرَ الْمَالُ وَ يَفِيْضَ حَتّٰى يُخْرِجَ الرَّجُلُ زَكَاةَ مَالِهٖ فَلَا يَجِدُ اَحَدًا يَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتّٰى تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَ اِنْهَارًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ تَبْلُغُ الْمَسَاكِنُ اِهَابَ اَوْيِهَابَ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مال زیادہ اور عام ہو جائے گا یہاں تک کہ آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ نکالے گا اور کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا اور یہاں تک کہ عرب کی زمین چراگاہوں اور دریاؤں میں تبدیل ہو جائے گی (روایت کیا اس کو مسلم نے) ایک روایت میں ہے اس کی آبادی اہاب یا یہاب تک پہنچ جائے گی۔

تشریح: "ویفیض" اصل میں عطف تفسیری ہے یعنی مال ودولت کی وہ فراوانی اس طرح ہوگی کہ چاروں طرف پانی کی مانند بہتی پھرے گی اور لوگ اپنی ضرورت وحاجت سے کہیں زیادہ دولت کے مالک ہوں گے۔ اہاب اور یہاب (اور ایک نسخہ میں ی کے زبر کے ساتھ یعنی یہاب) یہ دونوں جگہ کے نام ہیں جو مدینہ کے نواح میں واقع ہیں! اہاب او یہاب میں حرف او تنویع کے لئے ہے دوسری روایت کے ان الفاظ کی مراد یہ واضح کرنا ہے کہ آخر زمانہ میں مدینہ میں اس قدر عمارتیں بنیں گی کہ ان کا سلسلہ شہر کے اردگرد نواحی علاقوں تک پہنچ جائے گا؟ حضرت شیخ عبدالحقؒ نے لکھا ہے کہ لفظ اہاب الف کے زبر کے ساتھ سحاب کے وزن پر ہے اور یہ مدینہ سے چند کوس کے فاصلہ پر ایک موضع کا نام ہے نیز یہ لفظ الف کے زیر کے ساتھ بھی منقول ہے۔

حضرت امام مہدی کے بارے میں پیشگوئی

(۵) وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ خَلِيْفَةٌ يَقْسِمُ الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهٗ وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ اُمَّتِيْ خَلِيْفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا وَلَا يَعُدُّهٗ عَدًّا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخیر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کرے گا اس کو گنے گا نہیں۔ ایک روایت میں ہے میری امت کے اخیر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو لپیں بھر بھر کر مال دے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔ (مسلم)

تشریح: "خلیفة" اس سے مراد حضرت مہدی ہیں ان کا ظہور مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان ہوگا اس ظہور سے قبل گذشتہ سال کے رمضان میں سورج کو گرہن لگ چکا ہوگا بیعت اور ظہور کے وقت آسمان سے یہ آواز آئیگی۔

"ھذا خلیفة اللہ المھدی فاستمعوا له واطیعوہ" اس سے قبل یہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ آچکے ہوں گے تاکہ ان کو کوئی پہچان نہ لے شام کے اولیاء اللہ ان کو پہچان لیں گے اور بیعت کر لیں گے حضرت مہدی کے ظہور سے قبل چند جھوٹے مہدی بھی آئیں گے، امام مہدی سید ہوں گے، زبان میں لکنت ہوگی جب غصہ ہوں گے تو اپنی ران پر ہاتھ ماریں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمنام ہوں گے آپ کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا، عادات میں بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے مگر شکل وصورت میں الگ ہوں گے۔

"یقسم المال" یعنی مال غنیمت کی اتنی فراوانی ہوگی اور خودان کی اتنی سخاوت ہوگی کہ مال تقسیم کریں گے اور اندھادھند لٹائیں گے اور شمار وگنتی نہیں کریں گے۔"یحثی" یعنی لپیں بھر بھر کردیں گے نوسال تک خلافت کریں گے سات سال خالص جہاد میں گزاریں گے آٹھویں سال میں دجال کا مقابلہ کریں گے اورنویں سال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ انتظام حکومت چلائیں گے اور پھر انتقال ہوجائیگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کا جنازہ پڑھائیں گے۔

دریائے فرات سے خزانے نکلنے کی پیشگوئی

(٦) وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْفُرَاتُ اَنْ يَّحْسُوَ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَ فَلَا يَاْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ دریائے فرات سونے کے ایک خزانے سے کھل جائے گا جو شخص وہاں موجود ہو اس سے کچھ نہ لے۔(متفق علیہ)

تشریح: اس خزانہ میں سے کچھ لینے کی ممانعت اس بناء پر ہے کہ اس کی وجہ سے تنازعہ اور قتل وقتال کی صورت پیش آئے گی اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اس خزانہ میں سے کچھ بھی لینا اس لئے ممنوع ہے کہ خاص طور پر اس خزانہ میں سے کچھ حاصل کرنا آفات اور بلاؤں کے اثر کرنے کا موجب ہوگا اور ایک طرح سے یہ بات قدرت الٰہی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے! نیز بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ وہ خزانہ مغضوب اور مکروہ مال کے حکم میں ہوگا جیسا کہ قارون کا خزانہ لہٰذا اس خزانہ سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہوگا۔

(٧) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسُرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَ تِسْعُوْنَ وَ يَقُوْلُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ لَعَلِّيْ اَكُوْنُ اَنَا الَّذِيْ اَنْجُوْ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ فرات سونے کے ایک پہاڑ سے کھل جائے گا لوگ اس کے پاس جنگ کریں گے سو میں سے ننانوے وہاں مارے جائیں گے ہر آدمی کہے گا شاید میں بھی وہ شخص ہوں گا جو نجات پائے گا۔روایت کیا اس کو مسلم نے۔

جب زمین کا سینہ اپنے خزانوں کو باہر اگل دے گا

(٨) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقِيْءُ الْاَرْضُ اَفْلَاذَ كَبِدِهَا اَمْثَالَ الْاُسْطُوَانِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فَيَجِيْءُ الْقَاتِلُ فَيَقُوْلُ فِيْ هٰذَا قَتَلْتُ وَ يَجِيْءُ الْقَاطِعُ فَيَقُوْلُ فِيْ هٰذَا قَطَعْتُ رَحِمِيْ وَ يَجِيْءُ السَّارِقُ فَيَقُوْلُ فِيْ هٰذَا قُطِعَتْ يَدِيْ ثُمَّ يَدَعُوْنَهُ فَلَا يَاْخُذُوْنَ مِنْهُ شَيْئًا. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین اپنے جگر کے ٹکڑے جو سونے اور چاندی کے ستونوں کی مانند ہوں گے باہر نکال دے گی قاتل آئے گا کہے گا اس کی وجہ سے میں نے قتل کیا تھا۔قطع رحمی کرنے والا آئے گا کہے گا اس کی وجہ سے میں نے قطع رحمی کی تھی چور آئے گا کہے گا اس کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا پھر اس کو چھوڑ دیں گے اور اس سے کچھ بھی نہ لیں گے۔(مسلم)

آخری زمانہ کے بارے میں ایک پیشگوئی

(٩) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ اِلَّا الْبَلَاءُ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں

میری جان ہے دنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک آدمی قبر کے پاس سے گزرے گا اس پر لوٹے گا اور کہے گا اے کاش اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا وہ لوٹنا دین کے سبب سے نہ ہوگا بلکہ بلا کی وجہ سے ہوگا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ایک آگ کے بارے میں پیش گوئی

(۱۰) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ اَرْضِ حِجَازٍ تُضِيْئُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰى. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ حجاز سے ایک آگ نکلے گی جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔ (متفق علیہ)

تشریح: "من ارض حجاز" یعنی حجاز کی سرزمین سے ایک بڑی آگ ظاہر ہوگی جس کی وجہ سے بُصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں نظر آئیں گی۔ حجاز جزیرۃ العرب کے اس علاقہ کو کہا جاتا ہے جس میں مکہ اور مدینہ داخل ہے اور بُصریٰ شام کی زمین میں ایک شہر کا نام ہے جو دمشق سے تین دن کی مسافت پر ہے علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں جس آگ کا بیان آیا ہے یہ آگ ۶۵۰ ھ میں ظاہر ہو چکی تھی' یہ آگ وسط حجاز سے طوفان اور سمندر کی موجوں کی طرح بلند ہو رہی تھی اور پہاڑوں' صحراؤں اور جنگلوں کو جلا کر راکھ بنا رہی تھی اس میں بجلی کی کڑک کی طرح آواز بھی تھی اور اس میں مختلف رنگ بھی تھے چنانچہ یہ آگ اسی طوفانی حیثیت سے مدینہ منورہ تک پہنچ گئی مگر حدود مدینہ میں ٹھنڈی پڑ گئی یعنی حدود مدینہ کی کسی چیز کو نہیں جلاتی تھی۔

اس آگ سے مدینہ منورہ کے لوگ گھبرائے ہوئے تھے وہ رو رو کر دعائیں مانگ رہے تھے اور صدقات دے رہے تھے اس آگ سے پچاس دن تک مدینہ منورہ روشن تھا مدینہ کے لوگ رات کو اس کی وجہ سے کام کرتے تھے مکہ مکرمہ کے لوگوں نے گواہی دی کہ اس آگ کی روشنی کی وجہ سے ہم نے بصریٰ اور شام کے علاقوں کو روشن دیکھا تھا یہ آگ سورج سے زیادہ روشن تھی دن کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ سورج ہے یا نہیں ہے' یہ آگ پتھروں کو جلاتی تھی مگر درختوں کو نہیں جلاتی تھی اسی طرح مدینہ کے اندر حدود حرم میں اثر نہیں کرتی تھی چنانچہ اگر کسی پتھر کا آدھا حصہ حرم مدینہ میں ہوتا اور آدھا باہر ہوتا تو یہ آگ باہر والے حصے کو جلا ڈالتی تھی اندر والے حصہ کو چھوڑ دیتی تھی' روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ رونے میں مشغول تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور اس آگ کا رخ آسمان کی طرف موڑ دیا اور لوگ محفوظ ہو گئے۔ اعناق الابل سے مراد علاقہ بصریٰ کی چٹانیں ہیں اس آگ کے ختم ہونے کے بعد بغداد پر تاتاریوں کا حملہ ہو گیا جس سے بغداد تباہ ہو کر رہ گیا۔ یہ آگ ۳ جمادی الثانی ۶۵۰ ھ میں نمودار ہوئی تھی اور ۲۷ رجب ۶۵۰ ھ تک ۳۵ دن تک مسلسل جاری رہی تھی۔

قیامت کی پہلی علامت

(۱۱) وَاَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ نَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی پہلی علامت یہ ہے کہ ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانکے گی۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ... زمانہ کی تیز رفتاری' قیامت کی علامتوں میں سے ہے

(۱۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَكُوْنَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَتَكُوْنُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَيَكُوْنُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُوْنُ السَّاعَةُ كَالضَّرْمَةِ بِالنَّارِ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زمانہ

قریب ہو جائے گا۔ سال مہینہ کی مانند ہوگا۔ مہینہ جمعہ کی مانند۔ جمعہ ایک دن کی مانند ہوگا اور دن ایک ساعت کی طرف اور ساعت آگ کے شعلہ اٹھنے کی مانند ہوگا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آخر زمانہ میں دنوں اور ساعتوں میں برکت کم ہو جائے گی وقت اس قدر جلد اور تیزی کے ساتھ گزرتا معلوم ہوگا کہ اس کا فائدہ مند اور کارآمد ہونا معدوم ہو جائے گا یا یہ مراد ہے کہ اس زمانہ میں لوگ تفکرات اور پریشانیوں میں گھرے رہنے اور اپنے دل و دماغ پر بڑے بڑے فتنوں نازل ہونے والے مصائب و آفات اور طرح طرح کی مشغولیتوں کا شدید ترد باؤ رکھنے کی وجہ سے وقت گزرنے کا ادراک و احساس تک نہیں کر پائیں گے اور انہیں یہ جاننا مشکل ہو جائے گا کہ کب دن گزر گیا اور کب رات ختم ہوگئی۔ خطابیؒ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ اور وقت کی جس تیز رفتاری کا ذکر فرمایا ہے اس کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدیؓ کے زمانہ میں ہوگا۔

مدینہ سے دار الخلافہ کی منتقلی ایک بڑی علامت ہے

(۱۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حَوَالَةَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَغْنَمَ عَلٰى اَقْدَامِنَا فَرَجَعْنَا فَلَمْ نَغْنَمْ شَيْئًا وَّ عَرَفَ الْجُهْدَ فِي وُجُوْهِنَا فَقَامَ فِيْنَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْهُمْ اِلَيَّ فَاَضْعُفَ عَنْهُمْ وَلَا تَكِلْهُمْ اِلٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَعْجِزُوْا عَنْهَا وَلَا تَكِلْهُمْ اِلَى النَّاسِ فَيَسْتَاْثِرُوْا عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى رَاْسِيْ ثُمَّ قَالَ يَابْنَ حَوَالَةَ اِذَا رَاَيْتَ الْخِلَافَةَ قَدْ نَزَلَتِ الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ فَقَدْ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالْبَلَابِلُ وَالْاُمُوْرُ الْعِظَامُ وَ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ مِنْ يَدِيْ هٰذِهٖ اِلٰى رَاْسِكَ. (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حوالہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو پیادہ جہاد کرنے کے لیے بھیجا تاکہ ہم غنیمت لائیں ہم واپس لوٹے اور کچھ غنیمت حاصل نہ ہوئی اور ہمارے چہروں میں آپ نے مشقت کا اثر دیکھا آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے فرمایا اے اللہ ان کے کام میری طرف نہ سونپ میں ضعیف ہو جاؤں گا اور ان کو ان کی جانوں کی طرف نہ سونپ وہ اس سے عاجز رہ جائیں گے ان کو لوگوں کی طرف نہ سونپ وہ ان کی حاجتوں پر اپنی حاجتوں کو مقدم رکھیں گے پھر اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا فرمایا اے ابن حوالہ جس وقت تو دیکھے کہ خلافت مقدس زمین میں اتر چکی ہے اس وقت زلزلے فکر و غم اور بڑے بڑے امور قریب آ جائیں گے۔ قیامت اس وقت اس قدر قریب ہوگی جیسا کہ میرا ہاتھ تیرے سر کے قریب ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

تشریح: "فاضعف" یعنی ان کو میرے حوالہ نہ کرنا میں عاجز آ جاؤں گا اور ان کو ان کے حوالہ بھی نہ کرنا یہ خود عاجز آ جائیں گے۔ "فیستاثروا" یعنی ان کو لوگوں کے حوالے بھی نہ کرنا لوگ ان پر ترجیح شروع کر دیں گے۔ "الخلافة" یعنی جب خلافت مدینہ سے بیت المقدس کی طرف منتقل ہو جائے گی اور پھیل جائے گی تو پھر زلزلے شروع ہو جائیں گے اور آفات کا نزول ہوگا "بلابل" بلبلة کی جمع ہے آفت و مصیبت کو کہتے ہیں ممکن ہے کہ یہاں خلافت سے حضرت مہدی کی خلافت مراد ہو جس کا مرکز شام ہوگا اور پھر قرب قیامت کے زلزلے شروع ہوں گے۔

قیامت کی علامتیں

(۱۴) وَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دُوَلًا وَ الْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَ الزَّكٰوةُ مَغْرَمًا وَ تُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ وَ اَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ وَ عَقَّ اُمَّهٗ وَ اَدْنٰى صَدِيْقَهٗ وَ اَقْصٰى اَبَاهُ وَ ظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِيْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَ كَانَ زَعِيْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَ اُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَ ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَ الْمَعَازِفُ وَ شُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَ لَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَارْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيْحًا حَمْرَاءَ وَ زَلْزَلَةً وَ خَسْفًا وَ مَسْخًا وَ قَذْفًا وَ اٰيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْكُهٗ فَتَتَابَعَ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت غنیموں کو ذاتی دولت ٹھہرایا جائے او

رامانت کوغنیمت سمجھا جائے زکوٰۃ کوتاوان سمجھا جائے غیر دین کا علم پڑھا جائے آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے اپنی ماں کی نافرمانی کرے اپنے دوست کونزدیک کرے اپنے باپ کو دور رکھے مساجد میں آوازیں ظاہر ہوں۔ فاسق وفاجر شخص اپنے قبیلہ کا سردار بن جائے قوم کا سردار ذلیل وکمینہ شخص ہو آدمی کے شر سے ڈرتے ہوئے اس کی عزت کی جائے۔ گانے بجانے والیاں اور باجے ظاہر ہوں اور شراب پی جائے اس امت کے پچھلے اگلوں کو لعنت کریں اس وقت سرخ ہوا کا زلزلوں کا اور زمین میں دھنس جانے صورتوں کے تبدیل ہو جانے پتھروں کے برسنے اور پے در پے نشانیوں کے ظاہر ہونے کا انتظار کرو جیسے جواہر کی لڑی کا ڈورا ٹوٹ جائے اور اس کے دانے پیہم گرنے لگیں۔ (ترمذی)

(۱۵) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَعَلَتْ اُمَّتِىْ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ وَ عَدَّ هٰذِهِ الْخِصَالُ وَ لَمْ يذكر تُعَلِّمَ لغير الدِّيْنِ قَالَ وَ بَرَّصَدِيقَهٗ وَ جَفَا اَبَاهُ وَ قَالَ وَ شُرْبَ الْخَمْرُ وَ لَبِسَ الْحَرِيْرُ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت میری امت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہو جائیں گی ان پر بلا اور آزمائش اتر پڑے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خصلتوں کا شمار کیا ہے اور اس میں یہ مذکور نہیں کہ غیر دین علم سیکھا جائے گا اور فرمایا اپنے دوست سے نیک سلوک کرے گا اپنے باپ پر ظلم کرے گا۔ اور فرمایا شراب پی جائے گی اور ریشم پہنا جائیگا۔ (ترمذی)

امام مہدی کے بارے میں پیشگوئی

(۱۶) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِکَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِىْ يُوَاطِئُ اسْمُهٗ اِسْمِىْ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ فِىْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذٰلِکَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ فِيْهِ رَجُلًا مِنِّىْ اَوْمِنْ اَهْلِ بَيْتِىْ يُوَاطِئُ اسْمُهٗ اِسْمِىْ وَاسْمُ اَبِيْهِ اِسْمَ اَبِىْ يَمْلَاءُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًاء وَ جُوْرًا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک ہوگا اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا (روایت کیا اس کو ترمذی نے) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہ گیا اللہ تعالیٰ اس دن کو لمبا کردے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھ میں سے یا فرمایا میرے اہل بیت کے ایک آدمی کو مبعوث فرمادے گا جس کا نام میرے نام کے اور باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔ وہ زمین کو انصاف اور عدل سے بھر دے گا جیسا کہ وہ اس سے پہلے ظلم اور جور سے بھری ہوئی ہوگی۔

حضرت امام مہدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہوں گے

(۱۷) وَ عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَهْدِىُّ مِنْ عِتْرَتِىْ مِنْ اَوْلَادِ فَاطِمَةَ (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے مہدی میری عترت اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سے ہوگا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

(۱۸) وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَهْدِىُّ مِنِّىْ اَجلى الْجَبْهَةَ اَقْنَى الانف يَمْلَاءُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَ جَوْرًا يَمْلِکُ سَبْعَ سِنِيْنَ. (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی مجھ سے ہے روشن پیشانی بلند بینی والا ہوگا زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ اس سے پہلے ظلم اور جور سے بھری ہوئی ہوگی سات برس تک زمین میں حکومت کرے گا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

حضرت امام مہدی کی سخاوت

(۱۹) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قِصَّةِ الْمُهْدِيِّ قَالَ فَيَجِيءُ إِلَيْهِ الرَّجُلُ فَيَقُولُ يَا مَهْدِيُّ أَعْطِنِي أَعْطِنِي قَالَ فَيَحْثِي لَهُ فِي ثَوْبِهِ مَا اسْتَطَاعَ أَنْ يَحْمِلَهُ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ مہدی کے قصے میں آپ نے فرمایا ایک آدمی اس کے پاس آئے گا اور کہے گا اے مہدی مجھے دے مجھے دے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس کو کپڑے میں لپ بھر کر دے گا کہ وہ اس کو اٹھا نہیں سکے گا۔ (ترمذی)

حضرت امام مہدی کے ظہور کی پیش گوئی

(۲۰) وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُونُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَارِباً إِلَى مَكَّةَ فَيَأْتِيهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُونَهُ وَ هُوَ كَارِهٌ فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَ الْمَقَامِ وَ يُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ مِنَ الشَّامِ فَيُخْسَفُ بِهِمُ الْبَيْدَاءَ بَيْنَ مَكَّةَ وَ الْمَدِينَةِ فَإِذَا رَأَى النَّاسُ ذٰلِكَ أَتَاهُ أَبْدَالُ الشَّامِ وَ عَصَائِبُ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَيُبَايِعُونَهُ ثُمَّ يَنْشَأُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَخْوَالُهُ كَلْبٌ فَيَبْعَثُ إِلَيْهِمْ بَعْثًا فَيَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ وَ ذٰلِكَ بَعْثُ كَلْبٍ وَ يَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ وَ يُلْقِي الْإِسْلَامُ بِجِرَانِهِ فِي الْأَرْضِ فَيَلْبَثُ سَبْعَ سِنِينَ ثُمَّ يُتَوَفَّى وَ يُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتی ہیں فرمایا ایک خلیفہ کے مرنے پر اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اہل مدینہ کا ایک شخص بھاگ کر مکہ چلا آئے گا۔ اہل مکہ اس کے پاس آئیں گے وہ اس کو نکالیں گے جبکہ وہ اس کو مکروہ سمجھتا ہوگا۔ رکن اور مقام کے درمیان وہ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ شام سے ایک لشکر اس کی طرف بھیجا جائے گا مکہ اور مدینہ کے درمیان بیداء مقام میں ان کو دھنسا دیا جائے گا۔ جس وقت لوگ اس بات کو دیکھیں گے شام کے ابدال و اہل عراق کے گروہ اس کے پاس آئیں گے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے پھر قریش کا ایک آدمی جس کے ماموں کلب سے ہوں گے ظاہر ہوگا۔ وہ ان کی طرف اپنا لشکر بھیجے گا۔ مہدی اس پر غالب آ جائیں گے اور یہ مذکورہ لشکر کلب کا فتنہ ہوگا۔ مہدی لوگوں میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عمل کریں گے اسلام اپنی گردن زمین پر ڈال دے گا۔ سات سال تک وہ رہیں گے پھر فوت ہو جائیں گے۔ اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "اختلاف" یعنی ایک خلیفہ کے انتقال کے بعد دوسرے خلیفہ کے انتخاب میں اختلاف کھڑا ہو جائے گا تو حضرت مہدی مدینہ سے مکہ کی طرف اس خوف سے بھاگ جائیں گے کہ لوگ ان کو خلیفہ نہ بنائیں مگر مکہ پہنچتے ہی لوگ ان کو پہچان لیں گے اور طواف کے دوران حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرلیں گے۔ پھر ان کے مقابلے میں سفیانی کا لشکر شام سے مکہ کی طرف روانہ ہو جائے گا مگر مقام بیداء میں جو مکہ کے قریب ہے سب ہلاک ہو جائیں گے پھر شام کے ابدال اور عراق کے عابد بیعت کیلئے آ جائیں گے۔

"ابدال الشام" ابدال جمع ہے اس کا مفرد بدل ہے اولیاء اللہ کے ایک گروہ کو ابدال کہتے ہیں یہ شام میں ہوتے ہیں جس طرح عصائب عراق میں اور نجباء مصر میں ہوتے ہیں۔ دنیا میں ابدال ہر زمانہ اور ہر وقت میں ہوتے ہیں ان میں سے ایک جماعت ۳۱۳ افراد پر مشتمل ہوتی ہے ایک جماعت چالیس افراد پر مشتمل ہوتی ہے اور ایک جماعت سات افراد پر مشتمل ہوتی ہے اور ایک جماعت تین افراد پر مشتمل ہوتی ہے جب تین افراد والی جماعت سے کوئی مر جاتا ہے تو سات افراد والی جماعت کا سربراہ ترقی کر کے تین کی جماعت میں آ جاتا ہے اسی طرح سات افراد والی جماعت سے کوئی مرتا ہے تو چالیس افراد والی جماعت سے ایک آدمی ادھر آ جاتا ہے جب چالیس افراد کی جماعت سے کوئی مر جاتا ہے تو ۳۱۳ کی جماعت سے ایک آدمی ادھر آ جاتا ہے اور جب ۳۱۳ میں سے کوئی مر جاتا ہے تو معاشرہ میں جو آدمی صالح اور سب سے زیادہ نیک ہوتا ہے وہ ۳۱۳ میں شامل کیا جاتا ہے تاکہ تعداد میں کمی نہ آئے۔

ان میں سے چالیس ابدال کا مرکزی مقام شام ہے باقی افراد دنیا کے مختلف بڑے شہروں میں ایک ایک تعینات ہیں تا کہ اس شہر کی خدمت کریں ان لوگوں کا ایک مخفی نظام ہے آنکھوں سے غائب ہے سال میں ایک بار حجاز مقدس میں ان کا اجتماع ہوتا ہے بہرحال یہ جو کچھ لکھا گیا ہے یہ ترتیب کوئی منصوصی اور لازمی نہیں ہے صوفیاء کرام کے ہاں ابدال کا اسی طرح ایک مخفی نظام قائم ہے ابدال رجال الغیب میں سے ہیں جو حضرات ان کے وجود کا اقرار کرتے ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر ان کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے جو توحید سے متصادم ہو جو کچھ یہاں لکھا گیا ہے اس سے بہت زیادہ ملا علی قاری نے مرقات ج ۹ ص ۳۵۴ پر لکھا ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ جو آدمی روزانہ تین بار اس دعا کو پڑھے گا وہ ابدال کا درجہ پائے گا۔ دعا یہ ہے:۔

اللهم اغفر لامة محمد' اللهم ارحم امة محمد' اللهم تجاوز عن امة محمد صلى الله عليه وسلم.

"عصائب" عراق میں ایسے لوگوں کو عصائب کے نام سے یاد کرتے ہیں اور مصر میں ایسے لوگوں کو نجباء کہتے ہیں یعنی سب سے اچھے پسندیدہ مختار اور چنے ہوئے لوگوں کو عصائب کہتے ہیں۔ "بعث الشام" اس سے مراد وہ سفیانی شخص ہے جس کا لشکر زمین میں دھنس جائے گا۔ "رجل من قریش" اس سے مراد بنوکلب کا بھانجا ہے یہ شخص سفیانی سے پہلے اپنا لشکر مہدی کے مقابلہ میں روانہ کرے گا مگر ان کو شکست ہوگی۔ "جرانه" اونٹ کی گردن کے اگلے حصہ کو جران کہتے ہیں اونٹ جب تھک جاتا ہے تو گردن کے اسی حصہ کو زمین پر پھیلا دیتا ہے جس سے اسکو بہت راحت ملتی ہے یہاں اسلام کے استقرار واطمینان اور استحکام وثبات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۲۱) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَاءً يُصِيْبُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ حَتّٰى لَا يَجِدَ الرَّجُلُ مَلْجَأً يَلْجَأُ اِلَيْهِ مِنَ الظُّلْمِ فَيَبْعَثُ اللّٰهُ رَجُلًا مِّنْ عِتْرَتِيْ وَ اَهْلِ بَيْتِيْ فَيَمْلَأُ بِهِ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا يَرْضٰى عَنْهُ سَاكِنُ السَّمَآءِ وَ سَاكِنُ الْاَرْضِ لَا تَدَعُ السَّمَآءُ مِنْ قَطْرِهَا شَيْئًا اِلَّا صَبَّتْهُ مِدْرَارًا وَّلَا تَدَعُ الْاَرْضُ مِنْ نَبَاتِهَا شَيْئًا اِلَّا اَخْرَجَتْهُ حَتّٰى يَتَمَنَّى الْاَحْيَاءُ الْاَمْوَاتَ يَعِيْشُ فِيْ ذٰلِكَ سَبْعَ سِنِيْنَ اَوْثَمَانَ سِنِيْنَ اَوْ تِسْعَ سِنِيْنَ (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا جو اس امت کو پہنچے گا یہاں تک کہ کوئی آدمی پناہ گاہ نہیں پائے گا جس کی طرف ظلم سے پناہ پکڑے۔ اللہ تعالیٰ میری عترت اور اہل بیت سے ایک آدمی مبعوث فرمائے گا وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جیسا کہ وہ اس سے پہلے ظلم اور جور سے بھری ہوگی آسمان اور زمین کے رہنے والے اس سے خوش ہوں گے۔ آسمان مینہ کا ایک قطرہ باقی نہ رکھے گا مگر اس کو زمین پر گرا دے گا اور زمین پیداوار سے کچھ نہ چھوڑے گی مگر اس کو نکال دے گی یہاں تک کہ زندہ لوگ مردوں کی آرزو کریں گے سات سال یا آٹھ سال یا نو سال تک وہ اس حالت میں رہیں گے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

ایک پیش گوئی

(۲۲) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَّرَاءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ حَرَّاثٌ عَلٰى مُقَدِّمَتِهٖ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مَنْصُوْرٌ يُوَطِّنُ اَوْيُمَكِّنُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ جَبَ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُهٗ اَوْقَالَ اِجَابَتُهٗ (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماوراء النہر سے ایک آدمی ظاہر ہوگا اس کو حارث حراث کہیں گے اس کے مقدمہ لشکر پر ایک آدمی ہوگا جس کا نام منصور ہوگا وہ آل محمد کو جگہ اور ٹھکانا دے گا جس طرح قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھکانا دیا تھا۔ ہر مسلمان پر اس کی مدد کرنا واجب ہے یا فرمایا اس کی بات قبول کرنا واجب ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: وراء النہر دریائے آمو کو نہر کہا گیا ہے اور اس کے پیچھے جو علاقے ہیں ان کو وراء النہر کہا گیا ہے۔ یہ علاقے بخارا و سمرقند وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ انہیں علاقوں سے ایک آدمی برآمد ہوگا جس کا نام حارث حراث ہوگا اس کے لشکر کے مقدمۃ الجیش پر ایک کمانڈر مقرر ہونگے جن کا نام

منصور ہوگا یہ آدمی حضرت مہدی کو تمام وسائل فراہم کریں گے اور ہر قسم کی حمایت کریں گے جس طرح قریش کے بعض اہم افراد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید وحمایت کی تھی۔ بہرحال حارث اور منصور دونوں آدمی حضرت مہدی کی بھرپور حمایت کریں گے اور جنگی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں گے۔ یہ اشخاص خراسان سے لشکر لے کر آئیں گے۔ خراسان کا اطلاق افغانستان پر بھی ہوتا ہے۔

(۲۳) وَعَنْ اَبِی سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُکَلِّمَ السِّبَاعُ الْاِنْسَ وَ حَتّٰی تُکَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَۃُ سَوْطِہٖ وَ شِرَاکُ نَعْلِہٖ وَ یُخْبِرُہٗ فَخِذُہٗ بِمَا اَحْدَثَ اَھْلُہٗ بَعْدَہٗ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں گے اور یہاں تک کہ کوڑے کا پھندنا اور اس کی جوتی کا تسمہ آدمی سے کلام کریں گے۔ اس کی ران اس کو خبر دے گی جو کچھ اس کی غیر حاضری میں اس کے اہل وعیال نے کیا ہوگا۔ (ترمذی)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ..... قیامت کی علامتیں کب سے ظاہر ہوں گی

(۲۴) وَ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمَائَتَیْنِ. (رواہ ابن ماجۃ)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نشانیاں دوسو برس بعد پیدا ہوں گی۔ (ابن ماجہ)

تشریح: "بعد المائتین" یعنی قیامت کی علامات دوسو سال کے بعد شروع ہوں گی اس حدیث میں پہلی بات سمجھنے کی یہ ہے کہ یہ دوسو سال کب سے شمار ہوں گے؟ تو بعض علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت سے شمار ہوں گے بعض نے لکھا ہے کہ جب اسلام خوب روشن ہوگیا تھا اس وقت سے یہ سال شمار ہوں گے بعض نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے یہ سال شمار ہوں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دوسو سال کے بعد نشانیوں کے ظہور کا مطلب کیا ہے؟ تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ قیامت کی چھوٹی نشانیاں بڑے پیمانے پر دوسو سال کے بعد شروع ہوں گی گویا اس حدیث میں مسلسل اور پے درپے علامات ظاہر ہونے کی بات ہے اگرچہ چھوٹی علامات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے کچھ کچھ شروع ہوگئی تھیں۔ بعض علماء نے المائتین میں الف لام عہد کیلئے لیا ہے مراد وہ دوصدیاں ہیں جو ایک ہزار سال کے بعد ہیں گویا اس حدیث میں بتایا جارہا ہے کہ بارہ سوسال تک قیامت کی چھوٹی علامات مکمل ہوجائیں گی اس کے بعد بڑی علامات ظاہر ہوں گی چنانچہ آج کل چھوٹی علامات مکمل ہوگئی ہیں اب بڑی علامات کا انتظار ہے۔

ایک ہدایت

(۲۵) وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّایَاتِ السُّوْدَ قَدْ جَآءَ تْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَأْتُوْھَا فَاِنَّ فِیْھَا خَلِیْفَۃَ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّۃِ.

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت تم سیاہ جھنڈے دیکھو کہ خراسان سے نکل آئے ہیں تم ان کے پاس آؤ کیونکہ ان میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

تشریح: "سیاہ نشان" سے بظاہر مراد حارث اور منصور کا لشکر ہے جس کی طرف سے پیچھے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا تھا اور "متوجہ ہونے" سے مراد اس لشکر میں شامل ہونا اور آنے والوں کے امراء وحکام کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہے! "مہدی" سے مراد اس کے لغوی معنی ہیں یعنی وہ خلیفہ یا سربراہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہوگا بلکہ خدا کی طرف سے ہدایت پایا ہوا اور لوگوں کو ہدایت اور راستی کی راہ پر لگانے والا ہوگا' جس کی سربراہی کو قبول کرنا اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہوگا۔ لہٰذا اس ارشاد گرامی میں "مہدی" سے نہ تو حضرت مہدیؓ مراد ہیں اور نہ اس سے اس بات کا تضاد لازم آتا ہے کہ مہدیؓ کا ظہور حرمین شریفین سے ہوگا۔

امام مہدی حضرت امام حسن ابن علی کی اولاد میں سے ہوں گے

(۲۶) وَعَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ وَ نَظَرَ اِلَی ابْنِهِ الْحَسَنِ وَ قَالَ اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ سَمَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ سَیَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ رَجُلٌ یُسَمّٰی بِاسْمِ نَبِیِّکُمْ یُشْبِهُهٗ فِی الْخُلُقِ وَلَا یُشْبِهُهٗ فِی الْخَلْقِ ثُمَّ ذَکَرَ قِصَّةَ یَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ لَمْ یَذْکُرِ الْقِصَّةَ.

ترجمہ: حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرا یہ بیٹا سردار ہے اس کی پشت سے ایک آدمی ہوگا جس کا نام تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے موافق ہوگا جو خُلق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوگا اور خَلق میں مشابہ نہیں ہوگا پھر اس پورے قصہ کو بیان کیا۔ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ لیکن اس نے قصہ کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: من صلبه یعنی حضرت مہدی حسنی ہوں گے حسینی نہیں ہوں گے اگر کہیں حسینی نست ہے تو وہ فاطمہ کی وجہ سے ہے ورنہ وہ حضرت حسن کی اولاد میں سے ہوں گے جس طرح اس روایت میں ہے لہٰذا شیعوں کا وہ عقیدہ غلط ٹھہرتا ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ مہدی، محمد بن حسن عسکری ہیں جو اس وقت غار میں موجود ہیں اور اپنے وقت پر ظاہر ہوں گے۔

ٹڈیوں کا مکمل خاتمہ قیامت کی علامات میں سے ہے

(۲۷) وَعَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ فَقَدَ الْجَرَادُ فِیْ سَنَةٍ مِنْ سِنِیْ عُمَرَ الَّتِیْ تُوُفِّیَ فِیْهَا فَاهْتَمَّ بِذٰلِکَ هَمًّا شَدِیْدًا فَبَعَثَ اِلَی الْیَمَنِ رَاکِبًا وَ رَاکِبًا اِلَی الْعِرَاقِ وَ رَاکِبًا اِلَی الشَّامِ یَسْئَلُ عَنِ الْجَرَادِ هَلْ اُرِیَ مِنْهُ شَیْئًا فَاَتَاهُ الرَّاکِبُ الَّذِیْ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ بِقَبْضَةٍ فَنَثَرَهَا بَیْنَ یَدَیْهِ فَلَمَّا رَاٰهَا عُمَرُ کَبَّرَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ اَلْفَ اُمَّةٍ سِتُّمِائَةٍ مِنْهَا فِی الْبَحْرِ وَاَرْبَعُ مِائَةٍ فِی الْبَرِّ فَاِنَّ اَوَّلَ هَلَاکِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الجراد فاذا هلک الجراد تابعت الْاُمَمُ کَنِظَامِ السِّلْکِ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایک سال جس میں آپ نے وفات پائی۔ ٹڈی گم ہوگئی۔ آپ کو اس بات کا سخت غم ہوا آپ نے یمن کی طرف ایک سوار بھیجا۔ ایک سوار شام کی طرف بھیجا جو ٹڈی کے متعلق پوچھتے تھے کیا اس کو دیکھا گیا ہے یا نہیں وہ سوار جو یمن کی طرف گیا تھا ایک مٹھی بھر کر لایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آگے پھیلا دیں جب انہوں نے دیکھا اللہ اکبر کہا اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار قسم کی مخلوقات پیدا کی ہیں۔ چھ سمندر میں اور چار سو خشکی میں اس امت میں سب سے پہلے ٹڈی ہلاک ہوگی جب ٹڈی ہلاک ہو جائے گی مخلوقات پے در پے ہلاک ہوں گی جس طرح موتیوں کی لڑی کی ڈوری ٹوٹ جاتی ہے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں)

بَابُ الْعُلَامَاتِ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ وَ ذِکْرِ الدَّجَّالِ

قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والی نشانیوں اور دجال کے ذکر کا بیان

علامات قیامت اور خروج دجال کا بیان

قال اللہ تعالیٰ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (زخرف ۶۱)

اس باب میں علامات سے قیامت کی وہ علامات مراد ہیں جو بڑی علامات ہیں ان میں خروج دجال بھی داخل ہے اس کو الگ ذکر کرنے کی

ضرورت نہیں تھی مگر اس کو شہرت کی وجہ سے تخصیص بعد التعمیم کے طور پر اہتمام کے ساتھ الگ ذکر کیا گیا ہے' ظہور مہدی کا ذکر یہاں ہونا چاہیے تھا کیونکہ وہ بھی علامات کبریٰ میں سے ہے لیکن چونکہ علامات صغریٰ میں کچھ ایسی جنگوں کا ذکر تھا جن کا تعلق حضرت مہدی سے تھا اس لئے مہدی کا تذکرہ وہاں پر علامات صغریٰ میں ہوگیا ورنہ ظہور مہدی علامات کبریٰ میں سے ہے۔اب ان بڑی علامات کے وقوع پذیر ہونے کی ترتیب اس طرح ہے۔(۱) ظہور مہدی (۲) خروج دجال (۳) نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۴) خروج یاجوج ماجوج (۵) خروج دابۃ الارض (۶) طلوع الشمس من المغرب ۔بعض روایات میں یہ علامات ترتیب کے ساتھ مذکور ہیں مگر بعض میں ترتیب کے ساتھ مذکور نہیں ہیں۔

"دجال" دجل سے ہے مبالغہ کا صیغہ ہے جو فریب کار اور فراڈی کے معنی میں ہے دجال دنیا کے کسی حصہ میں محبوس و مستور ہے۔مودودی صاحب نے رسائل و مسائل میں لکھا ہے کہ لوگوں نے دنیا کو چھان مارا ہے کانا دجال کہاں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غلط ہے کہ لوگوں نے دنیا کو چھان مارا ہے دنیا کے ایسے خطے اب بھی موجود ہیں جہاں تک لوگوں کا خیال بھی نہیں جاسکا دنیا کو چھوڑیئے! پاکستان کا ایک فوکر طیارہ راولپنڈی سے گلگت کیلئے روانہ ہوا اور راستے میں گر کر تباہ ہوگیا آج تک کسی کو معلوم نہ ہوسکا کہ اس کا ملبہ کہاں پڑا ہے۔۴۵ افراد پر مشتمل پورا طیارہ اب تک غائب ہے' دجال بھی ایک پوشیدہ مقام میں زنجیروں میں جکڑا ہوا پڑا ہے' جزیرہ برمودا کے اوپر جہاز نہیں اُڑ سکتا نہ سمندر میں جہاز جاسکتا ہے اگر ایسے علاقوں میں دجال محبوس ہو تو کیا حرج ہے؟ دجال کے ساتھ لفظ مسیح لگا ہوا ہے ادھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ بھی مسیح کا لفظ لگا ہے مگر دونوں میں فرق ہے' دجال کو بوجہ ممسوح العین ہونے کے مسیح کہتے ہیں یا پوری دنیا کو مسح کرے گا اس لئے مسیح کہا گیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو مسیح کا لفظ لگا ہوا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بیماروں پر ہاتھ پھیرتے تھے تو بیمار ٹھیک ہو جاتے تھے اس لئے ان کو مسیح کہا گیا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ..... قیامت آنے کی دس بڑی نشانیاں

(۱) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اُسَيْدِ الْغِفَارِيِّ قَالَ اَطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ مَاتَذْكُرُوْنَ قَالُوْ تَذْكُرُ السَّاعَةَ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْ قَبْلَهَا عَشْرَ اٰيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّآبَّةَ وَ طُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَ نُزُوْلَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ وَ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَ ثَلَاثَةَ خُسُوْفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَ خَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَ اٰخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلٰى مَحْشَرِ هِمْ. وَ فِيْ رِوَايَةٍ نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدْنٍ تَسُوْقُ النَّاسَ اِلَى الْمَحْشَرِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ فِي الْعَاشِرَةِ وَ رِيْحٌ تُلْقِي النَّاسَ فِي الْبَحْرِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت حذیفہ ابن اُسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر جھانکا ہم آپس میں ذکر کر رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس بات کا ذکر کر رہے ہو انہوں نے کہا ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک ہرگز نہ آئے گی جب تک تم دس (10) علامتیں نہ دیکھ لو۔دجال' سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا۔یاجوج ماجوج کا آنا' تین خسف ہوں گے ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں۔سب سے آخر یمن سے ایک ہوا نکلے گی لوگوں کو محشر کی طرف دھکیلے گی۔ایک روایت میں ہے قعر عدن سے ایک آگ نکلے گی لوگوں کو محشر کی طرف چلائے گی۔ایک روایت میں ہے دسویں علامت ایک آندھی آئے گی لوگوں کو سمندر میں پھینک دے گی۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: الدخان اس دھویں سے حضرت حذیفہ کی تفسیر کے مطابق قیامت کے قریب ایک دھواں مراد ہے جو آخر زمانہ میں آئے گا اور مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گا۔چالیس دن تک برقرار رہے گا مسلمانوں کو صرف زکام کی کیفیت ہوگی مگر کفار اس دھوئیں سے بے ہوش ہو جائیں گے۔قرآن کریم میں اس دھوئیں کا ذکر اس طرح ہے۔**يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ** الخ اس کے برعکس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دخان سے مراد اہل مکہ پر قحط آنے کا زمانہ ہے۔بہر حال حدیث میں جو دخان ہے وہ تو قرب قیامت میں آنے والا دھواں ہے۔البتہ آیت کی تفسیر میں اہل مکہ کا قحط لینا بعید نہیں ہے بلکہ ممکن ہے۔ثم دابۃ بعض علماء نے لکھا ہے کہ خروج دابۃ تین زمانوں میں

ہوگا۔ظہور مہدی کے زمانے میں خروج ہوگا پھر نزول عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا اور پھر طلوع شمس کے وقت ہوگا۔قعر گہرے گڑھے اور دور دراز حصہ کو قعر کہتے ہیں اور عدن یمن میں ایک بڑے شہر کا نام ہے یعنی عدن کے دور دراز حصہ سے یہ آگ نکلے گی۔الی المحشر عام روایات میں ہے کہ قیامت کا حساب وکتاب اور لوگوں کے اکٹھا ہونے کا مقام محشر سرزمین شام میں ہوگا۔لہٰذا المحشر سے مراد شام کی سرزمین ہے۔

قیامت کی وہ چھ نشانیاں جن کے ظاہر ہونے سے پہلے زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کرلو

(۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سِتًّا الدُّخَانَ وَ الدَّجَّالَ وَ دَابَّةَ الْاَرْضِ وَ طُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَ اَمْرَ الْعَامَّةِ وَ خُوَيْصَةَ اَحَدِكُمْ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ چیزوں سے پہلے پہلے نیک کاموں میں جلدی کرلو۔دھواں،دجال،دابۃ الارض،سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور ایک عام اور خاص لوگوں کا فتنہ۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: امرا العامة یعنی وہ عام فتنہ جو لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا دین بیزاری کا ہمہ گیر فتنہ مراد ہے۔

خویصة یعنی وہ فتنہ جو ذاتی طور پر کسی کے ساتھ خاص ہو،ہر شخص کا ذاتی وانفرادی فتنہ اور پریشانی ہو جس کا تعلق اس کے مال واولاد اور اڑوس پڑوس کے معاملات سے ہو،اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عام فتنہ سے قیامت کا آنا مراد ہے اور خاص فتنہ سے ہر آدمی کی اپنی موت مراد ہے۔اس حدیث کی تعلیم یہ ہے کہ ان چھ علامات کے ظہور سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو کیونکہ بعد میں عمال کا موقع نہیں ملے گا یا اعمال قبول نہیں ہونگے۔

قیامت کی سب سے پہلی علامت

(۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ الْاٰيَاتِ خُرُوْجًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَ خُرُوْجُ الدَّآبَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى وَاَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالْاُخْرٰى عَلٰۤى اَثَرِهَا قَرِيْبًا. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے قیامت کی نشانیوں میں سے سب سے پہلے سورج کا مغرب سے نکلنا ہوگا اور دابتہ کا لوگوں پر نکلنا چاشت کے وقت ہوگا۔ان میں سے جونسی علامت پہلے وقوع پذیر ہوجائے دوسری اس کے بعد جلد ہی ظاہر ہوگی۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "اول الایات" سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں طلوع الشمس من المغرب کو قیامت کی سب سے پہلی علامت قرار دیا گیا ہے حالانکہ طلوع الشمس سے پہلے بہت ساری علامات ہیں خود خروج دجال اس سے پہلے ہے تو طلوع شمس کو سب سے پہلی علامت کیسے قرار دیا گیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کی ایک قسم علامات وہ ہیں جو قرب قیامت کی علامات ہیں اور دوسری قسم وہ علامات ہیں جو وقوع قیامت اور شروعات قیامت میں سے ہیں تو طلوع الشمس من المغرب شروعات قیامت کے اعتبار سے پہلی علامات ہے اور خروج دجال قرب قیامت کی علامات میں سے ہے اگرچہ دونوں علامات کبریٰ میں سے ہیں۔

قیامت کی وہ تین علامتیں جن کا ظاہر ہونا یقینی ہے

(۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ اِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَ دَابَّةُ الْاَرْضِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تین نشانیاں ظاہر ہوں گی اس وقت کسی ایسے شخص کو ایمان لانا نفع نہیں دیگا جو اس نشانی سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا یا جس شخص نے اپنے ایمان کی حالت میں نیکی نہ کمائی

ہوگی۔سورج کا طلوع ہونا مغرب کی طرف سے اور دجال کا نکلنا اور دابۃ الارض کا ظاہر ہونا۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ان نشانیوں کو دیکھ کر چونکہ قیامت کا آنا متعین ہو جائے گا اور اس وقت اس دنیا کی پرفریب زندگی کا پردہ اس طرح چاک ہو جائیگا کہ آخرت کی زندگی اور وہاں کے احوال نظر و مشاہدہ میں آجائیں گے اس لئے اس وقت کفر اور گناہوں سے توبہ کرنا اور ایمان قبول کرنا معتبر نہیں ہوگا کیونکہ ایمان تو وہی معتبر ہے جو غیب پر یقین کے ساتھ ہو۔

یہاں حدیث میں مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو باقی دنوں سے پہلے ذکر کیا گیا ہے جبکہ وقوع پذیر ہونے کے اعتبار سے اس کا نمبر بعد میں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کے قبول نہ ہونے کا اصل مدار اسی پر ہے یعنی توبہ اور ایمان کا قبول نہ ہونا اسی وقت ہوگا جب آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا لہٰذا پہلے اس کو ذکر کیا گیا اور اس کے ساتھ دو نشانیوں یعنی دجال اور دابۃ الارض کے نکلنے کو بھی ملا دیا گیا۔

جب آفتاب کو مغرب کی طرف سے طلوع ہونے کا حکم ملے گا

(۵) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَذْھَبُ ھٰذِہٖ قُلْتُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّھَا تَذْھَبُ حَتّٰی تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَلَا یُؤْذَنُ لَھَا وَ یُقَالُ لَھَا ارْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِھَا فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا قَالَ مُسْتَقَرُّھَا تَحْتَ الْعَرْشِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت سورج غروب ہوتا ہے تو جانتا ہے کہ کہاں جاتا ہے میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتا ہے فرمایا سورج جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے اس کو اجازت دی جاتی ہے اور قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے اور قبول نہ ہو۔اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ دی جائے اس کے لیے کہا جائے گا واپس لوٹ جا۔وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔اللہ تعالیٰ کے فرمان سورج اپنے مستقر کے لیے چلتا ہے کا یہی مطلب ہے اور اس کا مستقر عرش کے نیچے سے ہے۔(متفق علیہ)

تشریح: "تسجد تحت العرش" ہر چیز کا سجدہ اس کے اپنے حال کے مطابق ہوتا ہے تو سورج کا چلتے چلتے سجدہ ہوگا یہ کوئی مشکل نہیں ہے نباتات و جمادات کا سجدہ انسان کی طرح تو نہیں ہوگا تو اس کو اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا سورج اگرچہ ہر وقت متحرک رہتا ہے مگر اس تحرک کے باوجود سجدہ کرنا کوئی مستبعد نہیں ہے نیز یہ غیب کا ایک معاملہ ہے ہم اتنے تک مکلف ہیں کہ ہم یہ مانیں کہ سورج سجدہ کرتا ہے آگے تفصیلات معلوم کرنے کے ہم مکلف نہیں ہیں نہ اس کی تحقیق میں پڑنا ہماری کوئی ذمہ داری ہے۔"لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا" یعنی سورج اپنے مستقر کی طرف جاری و ساری ہے۔

سوال:۔آفتاب عالمتاب ہر وقت طلوع رہتا ہے تو اس کا اپنے مستقر میں غروب ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

جواب:۔سورج کا ایک مستقر زمانی ہے دوسرا مستقر مکانی ہے ہم مستقر زمانی مراد لیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جس زمانہ سے سورج اپنے کام میں لگا ہے یہ اسی کام میں لگا رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے تو قیامت تک سورج اپنے مستقر کی طرف جاری و ساری رہے گا کبھی رکے گا نہیں قرآن کی آیت اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اس رائے کی تائید کرتی ہے۔دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں مستقر سے مستقر مکانی مراد ہے اور مستقر مکانی کا مطلب یہ ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے سورج کو پیدا کیا تھا اور جہاں سے سورج کو چلایا تھا اسی مقام تک سورج چلتا رہے گا یہی اس کا مستقر ہے۔

فتنہ دجال سے بڑا کوئی فتنہ نہیں

(۶) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَابَیْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اَمْرًا کْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے آدم علیہ

السلام کی پیدائش سے لے کر قیام قیامت تک دجال سے بڑا امر کوئی نہیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

(۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بَاَعْوَرَ وَ اِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر پوشیدہ نہیں ہے تحقیق اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے اور مسیح دجال کانا ہے اس کی دائیں آنکھ کانی ہے اس کی آنکھ ایسے معلوم ہوتی ہے جیسے انگور کا پھولا ہوا دانہ۔ (متفق علیہ)

تشریح: "اعور" دجال کا فتنہ چونکہ کائنات میں سب سے بڑا فتنہ ہوگا کیونکہ دجال خدائی کا دعویٰ بھی کرے گا اور اس کے پاس استدراج کی وجہ سے دھوکہ کرنے کا بڑا سامان بھی موجود ہوگا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے خدوخال کو کھلے الفاظ میں بیان فرمایا ہے تاکہ کسی کو دجال کے بارے میں اشتباہ نہ رہے چنانچہ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ دجال کی دائیں آنکھ کانی ہوگی۔ "عنبة طافية" یعنی انگور کے دانہ کی طرح نیلی اُبھری ہوئی ہوگی جو انتہائی بدصورتی ہے تو ایک آنکھ تو بالکل ممسوحہ مطموسہ اور سپاٹ ہوگی اور دوسری بدترین انداز سے انگور کے دانہ کی طرح ابھری ہوئی ہوگی۔

سوال: یہاں زیر بحث حدیث میں بتایا جا رہا ہے کہ دجال کی دائیں آنکھ کانی ہوگی جبکہ آئندہ آنے والی حدیث میں بتایا گیا ہے کہ دجال کی بائیں آنکھ کانی ہے یہ واضح تعارض ہے اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: مجموعی احادیث کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کی دونوں آنکھیں عیب دار ہوں گی اور عیب دار آنکھ پر اعور کا اطلاق ہوتا ہے تو دجال دائیں آنکھ سے بھی اعور ہوگا اور بائیں سے بھی اعور اور عیب دار ہوگا اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ جس نے جو ذکر کیا ہے صحیح ہے۔ اصل حقیقت کو اگر دیکھا جائے تو یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ دجال کی بائیں آنکھ بالکل صاف اور چٹیل میدان ہے نہ آنکھ ہے نہ آنکھ کا گڑھا ہے نہ اُبھری ہوئی آنکھ ہے نہ کچھ اور ہے سپاٹ اور صاف ہے۔ یہاں زیر بحث حدیث میں دجال کی بائیں آنکھ کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ انگور کے دانے کی طرح ابھری ہوئی ہوگی گویا یہ آنکھ وہ ہے کہ جس میں کچھ نہ کچھ جان ہوگی کچھ نشان ہوگا مگر بدصورت قبیح شکل کی ہوگی عیب دار ہوگی جس پر کانی آنکھ کا اطلاق عیب کی وجہ سے ہو سکے گا جس طرح اس حدیث میں اعور کا اطلاق ہوا ہے۔

ہر نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے

(۸) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ اَلَآ اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كفر (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے اعور کذاب سے اپنی امت کو ڈرایا ہے۔ خبردار وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں ہے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوا ہے۔ (متفق علیہ)

دجال کی جنت اور دوزخ

(۹) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَآ اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَاحَدَّثَ بِهٖ نَبِيٌّ قَوْمَهٗ اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَ اِنَّهٗ يُجِيْءُ مَعَهٗ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِيْ يَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ وَ اِنِّيْ اُنْذِرُكُمْ كَمَا اَنْذَرَ بِهٖ نُوْحٌ قَوْمَهٗ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں دجال کے متعلق ایسی خبر دوں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں دی بیشک وہ کانا ہے اور بیشک اس کے ساتھ جنت اور آگ کی مثل ہوگی جس کو وہ جنت کہے گا آگ ہوگی میں تم کو اس سے ڈراتا ہوں جس طرح نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔ (متفق علیہ)

دجال جس آدمی کو مصیبت میں ڈالے گا وہ درحقیقت راحت میں ہوگا

(۱۰) وَعَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ وَ إِنَّ مَعَهُ مَآءً وَ نَارًا فَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ مَآءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَ أَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَآءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَاهُ نَارٌ فَإِنَّهُ مَآءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ زَادَ مُسْلِمٌ وَإِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ عَلَيْهَا ظَفْرَةٌ غَلِيظَةٌ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَءُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٌ وَ غَيْرُ كَاتِبٍ

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دجال نکلے گا اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی جس کو لوگ پانی دیکھ رہے ہوں گے وہ آگ ہوگی جلائے گی اور جس کو لوگ آگ دیکھ رہے ہوں گے وہ شیریں ٹھنڈا پانی ہوگا۔ تم میں سے جو اس کو پالے وہ اس کی آگ میں واقع ہو کیونکہ وہ شیریں ٹھنڈا عمدہ پانی ہے (متفق علیہ) اور مسلم نے زیادہ کیا ہے کہ دجال کی آنکھ مٹی ہوگی اور اس پر ناخنہ ہوگا اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا جس کو ہر کاتب اور غیر کاتب پڑھ سکے گا۔

تشریح: "یعنی مضبوط گوشت جو ناک کی طرف سے آنکھ پر چڑھا ہوگا جیسے ناخن کا تراشہ ہوتا ہے یہ صفت دجال کی بائیں آنکھ کی ہے۔ جو صاف سپاٹ چٹیل میدان ہے ساتھ والی حدیث میں بائیں آنکھ کی تصریح موجود ہے۔" جفال الشعر "ای کثیر الشعر جسم پر بال بہت زیادہ ہوں گے جیسے کوئی جنگلی جانور ہے۔

دجال کی پہچان

(۱۱) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالُ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعْرِ مَعَهُ جَنَّتُهُ وَ نَارُهُ فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَ جَنَّتُهُ نَارٌ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال بائیں آنکھ سے کانا ہے اس کے بال کثرت سے ہوں گے اس کے ساتھ جنت اور آگ ہوگی اس کی آگ جنت ہے اور اس کی جنت آگ ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

دجال کے طلسماتی کارناموں اور یاجوج وماجوج کا ذکر

(۱۲) وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ فَقَالَ أَنْ يَخْرُجُ وَ أَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ وَ إِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَامْرُءٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَافِيَةٌ كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ وَ فِي رِوَايَةٍ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ بِفَوَاتِحِ سُورَةِ الْكَهْفِ فَإِنَّهَا جَوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهِ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَ الْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِينًا وَّ عَاثَ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَ مَا لَبْثُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَ يَوْمٌ كَشَهْرٍ وَ يَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَّ سَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَسَنَةٍ أَيَكْفِينَا فِيهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ قَالَ لَا اُقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَ مَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوهُمْ فَيُؤْمِنُونَ بِهِ فَيَأْمُرُ السَّمَآءَ فَتُمْطِرُ وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَ أَسْبَغَهُ ضُرُوعًا وَ أَمَدَّهُ خَوَاصِرَ ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِينَ لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَ يَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا أَخْرِجِي كُنُوزَكِ فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَ جْهُهُ يَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيحَ بْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ إِذَا

طَأْطَأَ رَاْسَهٗ قَطَر وَ اِذَارَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ مِثْلُ جَمَان كَاللُّؤْ لُوْ فَلَايَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ مِنْ رِيْحِ نَفْسِهٖ اِلَّا مَاتَ وَ نَفْسُهٗ يَنْتَهِيْ حَيْثُ يَنْتَهِيْ طَرْفُهٗ فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يَاْتِيْ عِيْسٰى قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوْهِهِمْ وَ يُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذَا اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى عِيْسٰى اِنِّيْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّيْ لَايَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِيْ اِلَى الطُّوْرِ وَ يَبْعَثُ اللّٰهُ يَاجُوْجَ وَ مَاجُوْجَ وَ هُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ فَيَمُرُّ اَوَآئِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُوْنَ مَافِيْهَا وَ يَمُرُّ اٰخِرُهُمْ فَيَقُوْلُ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَآءٌ ثُمَّ يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى يَنْتَهُوْا اِلٰى جَبَلِ الْخَمَرِ وَ هُوَ جَبَلُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي الْاَرْضِ هَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِي السَّمَآءِ فَيَرْمُوْنَ بِنُشَّابِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ فَيَرُدُّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مَخْضُوْبَةً دَمًا وَّ يُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَ اَصْحَابُهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ رَاْسُ الثَّوْرِ لِاَحَدِهِمْ خَيْرًا مِّنْ مِائَةِ دِيْنَارٍ لِاَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهٗ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ يُهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهٗ اِلَى الْاَرْضِ فَلَا يَجِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ اِلَّا مَلَاَهٗ زَهَمُهُمْ وَ نَتْنُهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهٗ اِلَى اللّٰهِ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَاَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ وَ فِيْ رِوَايَةٍ تَطْرَحُهُمْ بِالنَّهْبَلِ وَيَسْتَوْقِدُ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ قِسِيِّهِمْ وَ نُشَّابِهِمْ وَ جِعَابِهِمْ سَبْعَ سِنِيْنَ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَ بَرٍ فَيَغْسِلُ الْاَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْاَرْضِ اَنْبِتِيْ ثَمَرَتَكِ وَ رُدِّيْ بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَاْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَ يَسْتَظِلُّوْنَ بِقِحْفِهَا وَ يُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى اَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْاِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَ اللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيْلَةَ مِنَ النَّاسِ وَ اللِّقْحَةُ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَاْخُذُهُمْ تَحْتَ اٰبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَ كُلِّ مُسْلِمٍ وَ يَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ اِلَّا الرِّوَايَةَ الثَّانِيَةَ وَهِيَ قَوْلُهٗ تَطْرَحُهُمْ بِالنَّهْبَلِ اِلٰى قَوْلِهٖ سَبْعَ سِنِيْنَ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا فرمایا اگر وہ میری موجودگی میں نکل آیا تو میں اس کے ساتھ جھگڑا کرنے والا ہوں اور اگر میری عدم موجودگی میں نکلا تو ہر آدمی اپنے نفس کا جھگڑا کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ ہے دجال نوجوان ہوگا اس کے بال گھنگریالے ہوں گے اس کی آنکھ پھوٹی ہوئی ہے میں اس کو عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں۔ تم میں سے جو اس کو پالے۔ سورہ کہف کی ابتدائی آیات اس پر پڑھے ایک روایت میں ہے سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے وہ اس سے امان کا سبب ہیں۔ شام اور عراق کے درمیان ایک راہ سے ظاہر ہوگا۔ دائیں جانب فساد کرے گا اور بائیں جانب فساد کرے گا۔ اے اللہ کے بندو ثابت قدم رہو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زمین میں کس قدر ٹھہرے گا فرمایا چالیس دن ایک دن سال کا ہوگا۔ ایک دن مہینہ کا اور ایک دن ہفتہ کا باقی ایام اپنے معمول کے مطابق ہوں گے ہم نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو دن سال کا ہوگا کیا ہم کو ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی فرمایا نہیں۔ نمازوں کے وقت کا اندازہ لگالیا کرو۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر جلدی زمین میں پھرے گا فرمایا جس طرح بادل کے پیچھے ہوا لگے۔ ایک قوم کے پاس آئے گا ان کو بلائے گا۔ وہ اس پر ایمان لے آئیں گے' آسمان کو حکم دے گا وہ بارش برسائے گا۔ زمین کو حکم دے گا وہ اُگائے گی۔ شام کو ان کے پاس ان کے مویشی آئیں گے ان کی کوہانیں دراز ہوں گی تھن خوب پورے اور کوکھیں خوب بھری ہوئی ہوں گی۔ پھر ایک دوسری قوم کے پاس آئے گا ان بلائے گا وہ اس کا انکار کردیں گے وہ ان سے پھرے گا وہ قحط میں مبتلا ہوجائیں گے۔ ان کے پاس ان کے اموال میں سے کچھ بھی نہ رہے گا۔ ایک ویرانہ کے پاس سے گزرے گا اس کو کہے گا اپنے خزانے باہر نکال اس کے خزانے اس کے پیچھے چلنے لگیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پیچھے چلتی ہیں۔ پھر ایک بھرپور نوجوان کو بلائے گا اس کو تلوار مار کر دو ٹکڑے کردے گا

اور تیر کے نشانہ کی مسافت پر پھینک دے گا۔ پھر اس کو بلائے گا۔ وہ مسکراتا ہوا آئے گا اور اس کا چہرہ چمکتا ہوگا۔ وہ اس طرح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو مبعوث فرمائے گا وہ دمشق کے مشرقی جانب بیضاء منارہ سے اتریں گے۔ دو زرد رنگ کے کپڑے زیب تن کیے ہوئے ہوں گے اپنے ہاتھ فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوں گے جب اپنے سر کو نیچا کریں گے اس سے قطرے گریں گے اور جب سر اٹھائیں گے چاندی کے موتیوں کے مانند قطرے گریں گے۔ جس کافر تک ان کی خوشبو پہنچے گی وہ مر جائے گا ان کی خوشبو جہاں تک ان کی نظر پہنچتی ہے وہاں تک پہنچے گی۔ آپ دجال کو طلب کریں گے یہاں تک کہ باب لد کے پاس اس کو جالیں گے اس کو قتل کریں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک جماعت کے لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا ہوگا ان کے چہروں سے گرد و غبار صاف کریں گے اور جنت میں ان کے درجات ان کو بتلائیں گے وہ اسی طرح ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا میں نے اپنے ایسے بندے ظاہر کر دیئے ہیں کسی کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ میرے بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو بھیجے گا وہ ہر بلند زمین سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ بحیرہ طبریہ کے پاس سے ان کی اگلی جماعت گذرے گی وہ اس کا سارا پانی پی جائیں گے۔ پھر آخری جماعت گذرے گی اور کہے گی کبھی یہاں بھی پانی ہوتا ہوگا۔ پھر چلتے چلتے خمر پہاڑ کے قریب پہنچیں گے جو کہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے۔ کہیں گے ہم نے زمین والوں کو قتل کر دیا ہے آؤ ہم آسمان والوں کو بھی قتل کر دیں اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون سے آلودہ کر کے واپس لوٹائے گا۔ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی محصور ہو جائیں گے یہاں تک کہ بیل کا ایک سر سو دینار سے بہتر معلوم ہوگا۔ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں کیڑے پیدا کر دے گا وہ ایک جان کی طرح سب مردہ ہو جائیں گے پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین کی طرف اتریں گے وہ زمین میں ایک بالشت جگہ نہیں پائیں گے مگر اس کو ان کی چربی اور بدبو نے بھر دیا ہوگا۔ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے اللہ تعالیٰ پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی طرف ہوں گی وہ ان کو اٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا پھینک دیں گے۔ ایک روایت میں ہے ان کو نہبل مقام میں پھینک دیں گے۔ مسلمان ان کی کمانوں تیروں اور ترکشوں سے سات برس تک آگ جلاتے رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا اس سے کوئی مٹی پتھر کا گھر یا روئی کا خیمہ چھپا نہیں سکے گا وہ مینہ زمین کو دھو ڈالے گا۔ یہاں تک کہ صاف آئینہ کی مانند کر دے گا پھر زمین کو کہا جائے گا اپنی برکت ظاہر کر اور پھل نکال اس وقت ایک جماعت ایک انار کھائے گی اس کے چھلکے سے سایہ پکڑیں گے۔ دودھ میں برکت دی جائے گی۔ یہاں تک کہ ایک اونٹنی آدمیوں کی ایک کثیر جماعت کو کفایت کرے گی۔ گائے ایک قبیلہ کو کافی ہوگی۔ بکری آدمیوں کی ایک چھوٹی جماعت کو کافی ہوگی۔ لوگ اسی طرح ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا وہ ان کو بغلوں کے نیچے سے پکڑے گی اور ہر مومن اور مسلمان کی روح قبض کر لے گی برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح اختلاط کریں گے۔ ان پر قیامت قائم ہوگی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے) مگر دوسری روایت **تطرحهم بالنهبل** سے لے کر سبع سنین تک کے الفاظ ترمذی نے روایت کیے ہیں۔

تشریح: "**وانا فیکم**" یعنی اگر میری موجودگی میں دجال خروج کرے گا تو میں مقابلہ کروں گا "**حجیج نفسه**" یعنی اگر میں موجود نہ ہوا تو ہر آدمی اپنے ایمان کی طرف سے خود دفاع کرے۔ مودودی صاحب کہتے ہیں کہ حضور اکرم کو خود دجال کے بارے میں شک تھا اور کانے دجال کے واقعات افسانے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مودودی صاحب نے غلط کہا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے مختلف احوال بیان فرمائے ہیں یہ شک نہیں تھا بلکہ مختلف احوال کی مختلف تعبیرات ہیں۔

صحیح احادیث اور اجماع امت سے خروج دجال ثابت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کے ساتھ امت کی رہنمائی فرمائی ہے لہٰذا دجال کا انکار کوئی دجال ہی کریگا۔ "**قطط**" یعنی دجال کے بال گھنگریالے ہوں گے۔ "**عینه طافیه**" یعنی ایک آنکھ ابھری ہوئی ہوگی۔ "**خلة**" راستہ کو خلۃ کہا گیا ہے دجال شام اور عراق کے درمیان کسی جزیرہ میں بند ہے جس کو جزیرہ مودا کہا جاسکتا ہے وہاں سے نکل کر اس راستہ میں نمودار

ہوگا۔ ''فعاث''یعنی فساد برپا کر کے دائیں بائیں چکر کاٹے گا۔

''سارحتهم'' یعنی حیوانات جو چرنے والے ہوں۔ ''ذری'' یہ جمع ہے اس کا مفرد ذروۃ ہے کوہان کے بلند حصہ کو کہتے ہیں۔ ''خواصر'' خاصرۃ کی جمع ہے کوکھ کو کہتے ہیں یعنی کثرت اکل کی وجہ سے لمبی چوڑی کوکھیں ہوں گی۔ ''ممحلین'' ای داخلین فی المحل وهو القحط یعنی یہ قوم خشک سالی میں مبتلا ہوجائے گی گویا دجال ان پر اقتصادی پابندی لگادے گا۔ ''یعاسیب'' یعسوب کی جمع ہے شہد کی مکھیوں کے بادشاہ کو یعسوب کہتے ہیں۔ ''جزلتین'' جزلۃ کا تثنیہ ہے دوٹکڑے مراد ہیں۔ ''رمیة الغرض'' یعنی یہ آدمی دوٹکڑے ہوجائے گا اور اس کے جسم کے دونوں ٹکڑے اتنے دور جاگریں گے جتنا تیر کا ہدف دور ہوتا ہے اس میں دونوں ٹکڑوں کا فاصلہ بتایا گیا ہے شاید یہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔ ''محزودتین'' یہ لفظ دال اور ذال دونوں طرح پڑھا گیا ہے دال کے ساتھ زیادہ مشہور ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ورس اور زعفران میں رنگے ہوئے دو کپڑوں میں جن کا رنگ زرد اور زعفرانی ہوگا ملبوس ہوں گے۔ ''طأطأ'' یعنی جب سر جھکائیں گے تو چہرہ سے قطروں کی صورت میں پسینہ ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے تو چاندی کے دانوں کی طرح پسینہ بہہ کر گرے گا جو موتیوں کی طرح ہوگا۔ ''بباب لد'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نگاہ جہاں پڑے گی وہاں تک آپ کا سانس پہنچے گا اور جہاں تک سانس جائے گا کافر خود بخود اس سے مریں گے مگر اللہ تعالیٰ دجال کو ذلیل کرے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے ذلیل ہوکر برچھی کے وار سے مردار ہوگا' دجال بھاگنے کی پوری کوشش کرے گا مگر باب لد مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آجائے گا۔ آج کل جہاں اسرئیل واقع ہے وہ علاقہ فلسطین کا ہے' اسرائیل میں تل ابیب ایک مقام ہے جو اسرائیلی حکومت کا صدر مقام ہے تل ابیب کے قریب باب لد ایک جگہ ہے جہاں اسرائیل نے مضبوط ایئرپورٹ بنا رکھا ہے' عوام کے استعمال کیلئے یہ ایئرپورٹ نہیں ہے بلکہ صرف دجال کو محفوظ جگہ پہنچانے کیلئے بنایا گیا ہے' اس ایئرپورٹ پر ایک جہاز کھڑا ہے جو صرف دجال کی سواری کیلئے رکھا گیا ہے۔

اس حدیث میں پیشگوئی ہے کہ باب لد پر دجال مارا جائے گا اسی وجہ سے اسرائیلی حکومت نے باب لد میں دجال کیلئے بچاؤ کا سامان بنایا ہے تاکہ اپنے خدا کو اس مشکل سے نکال دے مگر ایسا نہیں ہوگا بلکہ دجال باب لد ہی میں قتل ہوگا اور پھر یہودیوں پر ہولوکاسٹ کا دور آئیگا۔ ''لا یدان'' یعنی ان کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا ہے کیونکہ کثیر بھی ہوں گے اور شریر بھی ہوں گے۔ ''بحیرہ'' شام میں ایک نہر بلکہ دریا کا نام ہے۔ ''طبریة'' شام میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں یہ پانی جمع ہے دس میل کی مسافت تک اس چھوٹے سمندر کی لمبائی ہے یاجوج ماجوج اس کو پی کر خشک کردیں گے پھر کہیں گے سنا ہے یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ ''نشاب'' تیر کو نشاب کہتے ہیں۔ ''مخضوبة دماً'' یعنی خون آلودہ اور خون سے رنگین ہوکر واپس آئیں گے۔ ''راس الثور'' یعنی بیل کا سر اور اس کی کلی سو دینار سے زیادہ بہتر ہوگا یہ معیشت کی تنگی کی وجہ سے ہوگا۔ ''نغف'' یہ ایک پھوڑے کا نام ہے جو عام طور پر اونٹوں کی ناکوں میں نکل آتا ہے یہ پھوڑا یاجوج ماجوج کی گردنوں میں نکل آئے گا اور اس میں کیڑے پڑجائیں گے۔ ''فرسی'' فریسۃ کی جمع ہے۔ شیر کے شکار کو کہتے ہیں یہاں مقتولین مراد ہیں۔ ''زهمهم'' اس سے دسومت اور چربی مراد ہے۔ ''ونتنهم'' گندگی اور بدبو کو نتن کہا گیا ہے۔ ''تطرح'' پھینکنے کے معنی میں ہے۔ ''بالنهبل'' ایک جگہ کا نام ہے۔ ''جعابهم'' یہ جعب کی جمع ہے یہ تیروں کے رکھنے کی جگہ ترکش کو کہتے ہیں۔ ''سبع سنین'' سات سال تک مال غنیمت میں حاصل شدہ اسلحہ کی لکڑیاں جلانے کے کام آئیں گی اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ ایک دور ایسا بھی آسکتا ہے جس میں جدید ٹیکنالوجی ختم ہوجائیگی اور جنگوں کا نقشہ ایک بار پھر جدید سے قدیم دور کی طرف لوٹ جائے گا۔ ''لا یکن'' یہ ''کن'' سے ہے جنگل میں بنے ہوئے غاروں پر بولا جاتا ہے اکنان اس کی جمع ہے یعنی کوئی جگہ محفوظ نہیں رہے گی بلکہ ہر جگہ پر بارش بہہ پڑے گی۔ ''الزلفة'' یعنی شیشہ کی طرح زمین چمک جائیگی۔ ''قحف'' انار کے چھلکے کو قحف کہا گیا ہے۔ ''رسل'' دودھ کو کہتے ہیں۔ ''الفئام'' لوگوں کی بڑی جماعت کو فئام کہتے ہیں۔ ''یتهارجون'' یعنی بے دین لوگ گدھوں کی طرح اختلاط کر کے زنا کریں گے فساد برپا کریں گے اور جھگڑے کریں گے۔

دجال کے کارناموں کا ذکر

(۱۳) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَیَتَوَجَّهُ قِبَلَهٗ رَجُلٌ مِنَ

الْمُؤْمِنِيْنَ فَيَلْقَاهُ الْمَسَالِحُ مَسَالِحُ الدَّجَّالِ فَيَقُوْلُوْنَ لَهٗ اَيْنَ تَعْمِدُ فَيَقُوْلُ اَعْمِدُ اِلٰى هٰذَا الَّذِىْ خَرَجَ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَهٗ اَوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا فَيَقُوْلُ مَابِرَبِّنَا خَفَاءٌ فَيَقُوْلُوْنَ اقْتُلُوْهُ فَيَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَلَيْسَ قَدْنَهٰكُمْ رَبُّكُمْ اَنْ تَقْتُلُوْا اَحَدًا دُوْنَهٗ فَيَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ اِلَى الدَّجَّالِ فَاِذَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ هٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِىْ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَيَاْمُرُ الدَّجَّالُ بِهٖ فَيُشَجُّ فَيَقُوْلُ خُذُوْهُ وَ شُجُّوْهُ فَيُوْسَعُ ظَهْرُهٗ وَبَطْنُهٗ ضَرْبًا قَالَ فَيَقُوْلُ اَوَمَا تُؤْمِنُ بِىْ قَالَ فَيَقُوْلُ اَنْتَ الْمَسِيْحُ الْكَذَّابُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهٖ فَيُؤْشَرُ بِالْمِيْشَارِ مِنْ مُّفْرِقِهٖ حَتّٰى يُفَرَّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ قَالَ ثُمَّ يَمْشِى الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ قُمْ فَيَسْتَوِىْ قَائِمًا ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ اَتُؤْمِنُ بِىْ فَيَقُوْلُ مَا ازْدَدْتُ فِيْكَ اِلَّا بَصِيْرَةً قَالَ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا يَفْعَلُ بَعْدِىْ بِاَحَدٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَيَاْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهٗ فَيُجْعَلُ مَابَيْنَ رَقَبَتِهٖ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ نُحَاسًا فَلَا يَسْتَطِيْعُ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ فَيَاْخُذُ بِيَدَيْهِ وَ رِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهٖ فَيَحْسِبُ النَّاسُ اِنَّمَا قَذَفَهٗ اِلَى النَّارِ وَ اِنَّمَا اُلْقِىَ فِى الْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَرَبِّ الْعَالَمِيْنَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال نکلے گا اس کی طرف ایک مسلمان آدمی متوجہ ہوگا۔ دجال کے سپاہی اس کو ملیں گے اور اسے کہیں گے تو کہاں جا رہا ہے وہ کہے گا میں اس شخص کی طرف جا رہا ہوں جو نکلا ہے وہ کہیں گے کیا تو ہمارے رب کے ساتھ ایمان نہیں رکھتا وہ کہے گا ہمارے رب کی صفات میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔ وہ کہیں گے اس کو قتل کر دو ان کا بعض بعض سے کہے گا تمہارے رب نے اس سے منع کیا ہے کہ کسی کو اس کی اجازت کے بغیر قتل کیا جائے وہ اس کو دجال کے پاس پکڑ کر لے جائیں گے۔ جب وہ مومن اس کو دیکھے گا کہے گا یہی وہ دجال ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ دجال اس کے متعلق حکم دے گا کہ اس کو چت لٹا دو پھر حکم دے گا پکڑو اور اس کا سر کچل دو۔ اس کی پیٹھ اور پیٹ مار مار کر فراخ کر دیا جائے گا پھر کہے گا تو میرے ساتھ ایمان نہیں لاتا وہ کہے گا تو مسیح کذاب ہے دجال کے حکم سے اس کو آرے کے ساتھ چیر دیا جائے گا۔ دجال اس کے دو ٹکڑوں کے درمیان چلے گا پھر کہے گا کھڑا ہو وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ پھر اس سے کہے گا تو میرے ساتھ ایمان لاتا ہے؟ وہ کہے گا تیرے پہچاننے میں میرا علم و یقین بڑھ گیا ہے پھر وہ کہے گا اے لوگو میرے بعد یہ کسی کے ساتھ ایسا نہیں کر سکے گا۔ دجال اس کو پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا اس کی گردن اور سینہ کی درمیانی جگہ کو تانبا کی طرح بنا دیا جائے گا وہ اس کی راہ نہ پا سکے گا۔ وہ اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں پکڑ کر پھینکے گا لوگ سمجھیں گے کہ اس کو اس نے آگ میں پھینکا ہے دراں حالیکہ وہ جنت میں پھینکا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ رب العلمین کے نزدیک سب لوگوں سے بڑھ کر یہ شہادت میں بڑھا ہوا ہوگا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "المسالح" یہ جمع ہے اس کا مفرد مسلحة ہے محافظ اور گارڈ چوکیدار کو کہتے ہیں۔ "تعمد" یعنی تم کہاں جا رہے ہو؟ رہی یہ بات کہ یہ شخص کون ہوگا تو اس میں اختلاف ہے عام شارحین کہتے ہیں کہ یہ حضرت خضر ہوں گے اس سے معلوم ہوا کہ وہ اب تک زندہ ہیں عام امت کا یہی خیال ہے۔ "فیشبح" منہ کے بل گرا کر لٹانے کو تشبیح کہتے ہیں چت لٹانے کو بھی کہتے ہیں۔ "شجوہ" یعنی اس کے سر کو خوب زخمی کر دو یہ لفظ شجوہ بھی نقل کیا گیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اس شخص کو منہ کے بل گرا دو اس کو چت لٹا دو "فیوسع ظھرہ" یعنی مار مار کر اس کو چپلی کباب بنا دیں گے۔ "فیوشر بمیشار" یعنی آرہ کے ذریعہ سے سر سے لیکر پاؤں تک اس شخص کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ "ترقوتہ" ہنسلی کی ہڈی کو ترقوت کہتے ہیں۔ "نحاسا" نحاس تانبے کو کہتے ہیں۔ "لایفعل" یعنی دجال کو بطور استدراج جو ڈھیل دی گئی تھی اب وہ ختم ہوگئی اب وہ کسی کو کرشمہ کے ساتھ قتل یا زندہ نہیں کر سکے گا۔

دجال کے خوف سے لوگ پہاڑوں پر بھاگ جائیں گے

(۱۴) وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ حَتّٰى يَلْحَقُوْا بِالْجِبَالِ قَالَتْ اُمُّ شَرِيْكٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ قَلِيْلٌ". (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ دجال سے بھاگیں گے یہاں تک کہ پہاڑوں پر جا چھپیں گے۔ام شریک نے کہا میں نے کہا اس دن عرب کہاں ہوں گے فرمایا وہ اس وقت تھوڑے ہوں گے۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: فاین (کہاں ہوں گے) میں حرف ف شرط محذوف کی جزا ہے یعنی پورا جملہ گویا یوں ہے کہ جب لوگ دجال کے خوف سے بھاگتے اور چھپتے پھریں گے تو اس وقت اہل عرب کہاں ہوں گے جن کا کام خدا کی راہ میں جہاد کرنا اور دین کو نقصان پہنچانے والے ہر فتنہ فساد کو دفع کرنا ہے۔

دجال کے تابعدار یہودی ہوں گے

(۱۵) وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُوْدِ اِصْفَهَانِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ستر ہزار اصفہان کے یہودی دجال کی پیروی اختیار کرلیں گے ان پر سیاہ چادریں ہوں گی۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "اصفھان" یہ ایران کا بڑا شہر ہے جہاں پر دجال پہنچ کر الوہیت کا دعویٰ کریگا۔"الطیالسۃ" یہ طیلسان کی جمع ہے اور یہ اصل میں تالیسان تھا عربوں نے طیلسان بنادیا یہ سبز چادر کو کہتے ہیں۔دجال کے ساتھی اس کو استعمال کریں گے کیونکہ یہ لباس یہود کو پسند ہے جس طرح بدعتی حضرات اس کو پسند کرتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے:۔

گدائے مست مٹکا جا رہا ہے	لباس سبز کندھوں پر پڑا ہے
نظر آئی جو اس کی وضع داری	خیال آیا معاً نا آشنا ہے
لباس سبز درویشی تو پہنا	دل درویش لیکن بے خدا ہے

ایران میں اس وقت بڑی تیزی سے رافضی لوگ یہودی بن رہے ہیں شاید یہ اس لئے ہو کہ دجال کو آسانی سے تیار ساتھی مل جائیں سنی تو نہ بن سکے لیکن یہودی بن گئے۔

دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا

(۱۶) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ اَنْ يَّدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِيْ تَلِي الْمَدِيْنَةَ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ رَجُلٌ وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِيْ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَهٗ فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَاَيْتُمْ اِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ اَحْيَيْتُهٗ هَلْ تَشُكُّوْنَ فِي الْاَمْرِ فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يُحْيِيْهِ فَيَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَاكُنْتُ فِيْكَ اَشَدَّ بَصِيْرَةً مِّنِّي الْيَوْمَ فَيُرِيْدُ الدَّجَّالُ اَنْ يَّقْتُلَهٗ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال آئے گا اس پر حرام ہے کہ مدینہ کے راستوں میں وہ داخل ہو۔مدینہ کے قریب شور والی زمین میں وہ اترے گا ایک بہترین آدمی اس کی طرف نکلے گا وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے متعلق ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔دجال کہے گا مجھے بتلاؤ اگر میں اس کو قتل کردوں پھر زندہ کروں تو میرے معاملہ میں تم کسی قسم کا شک کروگے لوگ کہیں گے نہیں وہ اس کو قتل کردے گا پھر اس کو زندہ کرے گا۔وہ کہے گا اللہ کی قسم آج سے بڑھ کر مجھے تیرے متعلق یقین حاصل نہیں ہوا۔دجال اس کو پھر قتل کرنا چاہے گا لیکن اس پر قابو نہیں پاسکے گا۔(متفق علیہ)

تشریح: "تو وہ لوگ جواب دیں گے کہ ہم کو پھر کوئی شک و شبہ نہیں رہے گا" اس جملہ میں لوگوں سے مراد اگر وہ لوگ ہیں جو دجال کے

گرویدہ وتابعدار ہوں گے تو یہ جملہ بالکل واضح ہے اور اپنے اصل معنی ہی پر محمول ہے لیکن اگر "لوگوں" سے اہل ایمان کو بھی مراد لیا جائے تو پھر اس جملہ کی تاویل یہ ہوگی کہ ان لوگوں کا مذکورہ جواب دینا دراصل از راہ خوف اور دفع الوقتی کی بناء پر ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد بطریق توریہ اور کنایہ دجال کے جھوٹ اور فریب کاری شک وشبہ نہ کرنا ہو۔ "مگر وہ اس پر قادر نہیں ہو سکے گا" میں اس بات کی دلیل ہے کہ دجال کو ڈھیل دینے کے لئے جو مافوق الفطرت طاقت وقدرت دی جائے گی وہ صرف شروع میں کچھ عرصہ کے لئے ہوگی بعد میں اس سے وہ طاقت وقدرت سلب کرلی جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو اس پر قادر نہیں پائے گا کہ جو چاہے کر گزرے۔

(۱۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاْتِی الْمَسِیْحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ هِمَّتُهُ الْمَدِیْنَةُ حَتّٰی یَنْزِلَ دُبُرَ اُحُدٍ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ وَ هُنَالِكَ یَهْلِكُ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا دجال مشرق کی طرف سے آئے گا اور مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے گا احد کے پیچھے اترے گا۔ فرشتے اس کا منہ ملک شام کی طرف کر دیں گے وہاں ہلاک ہوگا۔ (متفق علیہ)

(۱۸) وَ عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْمَدِیْنَةَ رُعْبُ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ لَهَا یَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ عَلٰی كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہ ہو سکے گا اس زمانہ میں اس کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازہ پر دو فرشتے مقرر ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

دجال کا ذکر

(۱۹) وَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَیْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ مُنَادِیَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُنَادِی الصَّلٰوةُ جَامِعَةً فَخَرَجْتُ اِلَی الْمَسْجِدِ فَصَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰی صَلَاتَهُ جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَهُوَ یَضْحَكُ فَقَالَ لِیَلْزَمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ اِنِّیْ وَاللّٰهِ مَاجَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ وَلٰكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِاَنَّ تَمِیْمًا الدَّارِیَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِیًّا فَجَآءَ وَاَسْلَمَ وَ حَدَّثَنِیْ حَدِیْثًا وَّافَقَ الَّذِیْ كُنْتُ اُحَدِّثُكُمْ بِهٖ عَنِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِیْ اَنَّهٗ رَكِبَ فِیْ سَفِیْنَةٍ بَحْرِیَّةٍ مَعَ ثَلٰثِیْنَ رَجُلًا مِّنْ لَخْمٍ وَّجُذَامٍ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِی الْبَحْرِ فَاَرْ فَاُوْا اِلٰی جَزِیْرَةٍ حِیْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ فَجَلَسُوْا فِیْ اَقْرُبِ السَّفِیْنَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِیْرَةَ فَلَقِیَتْهُمْ دَآبَّةٌ اَهْلَبُ كَثِیْرُ الشَّعْرِ لَا یَدْرُوْنَ مَاقُبُلُهٗ مِنْ دُبُرِهٖ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعْرِ قَالُوْ وَ یْلَكِ مَآ اَنْتِ قَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ قَالُوْا وَ مَا الْجَسَّاسَةُ قَالَتْ اَیُّهَا الْقَوْمُ. اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی هٰذَا الرَّجُلِ فِی الدَّیْرِ فَاِنَّهٗ اِلٰی خَبَرِكُمْ بِالْاَشْوَاقِ قَالَ لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا اَنْ تَكُوْنَ شَیْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰی دَخَلْنَا الدَّیْرَ فَاِذَا فِیْهِ اَعْظَمُ اِنْسَانٍ مَارَاَیْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَ اَشَدُّهٗ وَثَاقًا مَجْمُوْعَةٌ یَدُهٗ اِلٰی عُنُقِهٖ مَابَیْنَ رُكْبَتَیْهِ اِلٰی كَعْبَیْهِ بِالْحَدِیْدِ قُلْنَا وَ یْلَكَ مَا اَنْتَ قَالَ قَدْ قَدَرْتُمْ عَلٰی خَبَرِیْ فَاَخْبِرُوْنِیْ مَا اَنْتُمْ قَالُوْا نَحْنُ اُنَاسٌ مِّنَ الْعَرَبِ رَكِبْنَا فِیْ سَفِیْنَةٍ بَحْرِیَّةٍ فَلَعِبَ بِنَا الْبَحْرُ شَهْرًا فَدَخَلْنَا الْجَزِیْرَةَ فَلَقِیَتْنَا دَآبَّةٌ اَهْلَبُ فَقَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ اعْمِدُوْا اِلٰی هٰذَا فِی الدَّیْرِ فَاَقْبَلْنَا اِلَیْكَ سِرَاعًا وَ فَزِعْنَا مِنْهَا وَلَمْ نَاْمَنْ اَنْ تَكُوْنَ شَیْطَانَةً فَقَالَ اَخْبِرُوْنِیْ عَنْ نَخْلِ بَیْسَانَ قُلْنَا عَنْ اَیِّ شَاْنِهَا تَسْتَخْبِرُ قَالَ اَسْئَلُكُمْ عَنْ نَخْلِهَا هَلْ تُثْمِرُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اَمَآ اِنَّهَا تُوْشِكُ اَنْ لَّاتُثْمِرَ قَالَ اَخْبِرُوْنِیْ عَنْ بُحَیْرَةِ الطَّبَرِیَّةِ قُلْنَا عَنْ اَیِّ شَاْنِهَا تَسْتَخْبِرُ؟ قَالَ هَلْ فِیْهَا مَآءٌ قُلْنَا هِیَ كَثِیْرَةُ الْمَآءِ قَالَ اَمَا اِنَّ مَآءَ هَا یُوْشِكُ اَنْ یَّذْهَبَ قَالَ اَخْبِرُوْنِیْ عَنْ عَیْنِ زُغَرَ قُلْنَا عَنْ اَیِّ شَاْنِهَا تَسْتَخْبِرُ؟ قَالَ هَلْ فِی الْعَیْنِ مَآءٌ وَهَلْ یَزْرَعُ اَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَیْنِ قُلْنَا نَعَمْ هِیَ كَثِیْرَةُ الْمَآءِ وَ اَهْلُهَا یَزْرَعُوْنَ مِنْ مَّآءِ هَا قَالَ اَخْبِرُوْنِیْ عَنْ نَبِیِّ الْاُمِّیِّیْنَ مَافَعَلَ قُلْنَا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَ نَزَلَ یَثْرِبَ قَالَ اَقَاتَلَهُ الْعَرَبُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ كَیْفَ صَنَعَ بِهِمْ فَاَخْبَرْنَاهُ اَنَّهٗ قَدْ ظَهَرَ عَلٰی مَنْ یَّلِیْهِ مِنَ الْعَرَبِ وَ

اَطَاعُوْهُ قَالَ اَمَآ اِنَّ ذٰلِکَ خَيْرٌ لَّهُمْ اَنْ يُّطِيْعُوْهُ وَ اِنِّیْ مُخْبِرُ كُمْ عَنِّیْ اِنِّیْ اَنَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ وَ اِنِّیْ يُوْشِکُ اَنْ يُّؤْذَنَ لِیْ فِی الْخُرُوْجِ فَاَخْرُجَ فَاَسِيْرَ فِی الْاَرْضِ فَلَا اَدَعَ قَرْيَةً اِلَّا هَبَطْتُّهَا فِیْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ هُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَیَّ كِلْتَا هُمَا كُلَّمَآ اَرَدْتُّ اَنْ اَدْخُلَ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اسْتَقْبَلَنِیْ مَلَکٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِیْ عَنْهَا وَ اِنَّ عَلٰی كُلِّ نَقْبٍ مِّنْهَا مَلٰٓئِكَةً يَّحْرُسُوْنَهَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ طَعَنَ بِمِخْصَرَتِهٖ فِی الْمِنْبَرِ هٰذِهٖ طَيْبَةُ هٰذِهٖ طَيْبَةُ هٰذِهٖ طَيْبَةُ يَعْنِی الْمَدِيْنَةَ اَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ اَلَا اِنَّهٗ فِیْ بَحْرِ الشَّامِ اَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَاهُوَا وَ اَوْمَاَ بِيَدِهٖ اِلَی الْمَشْرِقِ . (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن کو سنا جو پکار رہا ہے کہ نماز جمع کرنے والی ہے میں مسجد کی طرف نکلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے منبر پر بیٹھے اور آپ مسکرا رہے تھے۔ فرمایا ہر آدمی اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا رہے پھر فرمایا تمہیں اس کا علم ہے کہ میں نے تم کو کیوں جمع کیا ہے۔ میں نے تم کو کسی رغبت یا رہبت کے لیے جمع نہیں کیا بلکہ میں نے تم کو ایک واقعہ سنانے کے لیے جمع کیا ہے جو کہ مجھے تمیم داری نے بیان کیا ہے جو ایک عیسائی تھا اور اب آکر مسلمان ہوا ہے اس کا وہ واقعہ میرے اس بیان کے مطابق ہے جو میں نے تمہیں دجال کے متعلق خبر دی تھی اس نے مجھے بتلایا ہے کہ ایک مرتبہ تیس آدمیوں کے ساتھ جو لخم اور جذام قبیلہ سے تھے میں دریائی کشتی میں سوار ہوا ایک مہینہ تک سمندر کی موجیں ہمارے ساتھ کھیلتی رہیں ایک دن سورج کے غروب کے وقت وہ ایک جزیرہ پر لنگر انداز ہوئے۔ ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر وہ جزیرہ میں داخل ہوئے ایک بہت زیادہ بالوں والا چار پایہ ان کو ملا بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے آگے اور پیچھے کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔ انہوں نے کہا تیرے لیے ہلاکت ہو تو کون ہے اس نے کہا میں جاسوس ہوں۔ دیر میں ایک شخص ہے اس کے پاس چلو وہ تمہاری خبروں کے سننے کا بہت شوق رکھتا ہے۔ جب اس نے آدمی کا نام لیا۔ ہم ڈر گئے کہیں یہ شیطان نہ ہو ہم جلد جلد چلے اور دیر میں داخل ہو گئے۔ اس میں ایک بہت بڑا انسان تھا اس قدر بڑا انسان ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ کبھی اس قدر مضبوطی کے ساتھ بندھا ہوا دیکھا ہے اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور اس کے گھٹنوں اور ٹخنوں کے درمیان لوہے سے جکڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے کہا تیرے لیے افسوس ہو تو کون ہے اس نے کہا میری خبر پر تم نے قدرت پالی ہے۔ تم کون ہو۔ انہوں نے کہا ہم عرب کے رہنے والے ہیں ایک سمندری جہاز میں ہم سوار ہوئے تھے۔ ایک مہینہ تک موجیں ہمارے ساتھ کھیلتی رہیں۔ ہم اس جزیرہ میں داخل ہوئے ہمیں ایک بہت بالوں والا چار پایہ ملا اس نے کہا میں جاسوس ہوں اس شخص کے پاس جاؤ جو دیر میں ہے ہم جلد تیرے پاس آ گئے ہیں۔ کہنے لگا مجھے نخل بیسان کے متعلق بتلاؤ کیا ان کو پھل لگتا ہے ہم نے کہا ہاں کہنے لگا قریب ہے کہ ان کو پھل نہ لگے۔ پھر کہنے لگا مجھ کو بتلاؤ کیا بحیرہ طبریہ میں پانی ہے ہم نے کہا اس میں بہت زیادہ پانی ہے کہنے لگا قریب ہے کہ اس کا پانی ختم ہو جائے گا۔ پھر کہنے لگا مجھے بتلاؤ کہ زغر چشمہ میں پانی ہے اور اس چشمہ کے مالک اس سے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں اس میں بہت پانی ہے اور اس کے مالک اس سے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ پھر کہنے لگا مجھے امیوں کے نبی کے متعلق بتلاؤ کہ اس نے کیا کیا ہے ہم نے کہا کہ وہ ظاہر ہو چکے ہیں اور یثرب میں مقیم ہیں کہنے لگا کیا عرب نے اس کے ساتھ جنگ کی ہے ہم نے کہا ہاں کہنے لگا پھر کیا ہوا ہم نے اس کو بتلایا کہ قرب وجوار کے عرب پر غالب آ چکے ہیں اور انہوں نے آپ کی اطاعت کر لی ہے کہنے لگا ہاں یہ بات درست ہے اور اگر وہ اطاعت اختیار کریں ان کے لیے بہتر ہے میں تمہیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں اور قریب ہے کہ مجھے خروج کی اجازت ملے میں نکلوں گا اور زمین میں چلوں گا اور مکہ اور مدینہ کے علاوہ چالیس راتوں میں ہر قریہ اور بستی میں جاؤں گا۔ مکہ اور مدینہ میں داخل ہونا مجھ پر حرام ہے۔ ان میں سے جس میں داخل ہونا چاہوں گا مجھے آگے سے ایک فرشتہ ملے گا جس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تلوار ہوگی مجھے اس سے روکے گا اور اس کے ہر راستہ پر فرشتے

اس کی حفاظت کرتے ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاٹھی منبر پر ماری اور فرمایا یہ طیبہ ہے یہ طیبہ ہے یہ طیبہ ہے۔ مراد اس سے آپ مدینہ لیتے تھے۔ کیا میں نے تم کو یہ حدیث بیان کی تھی؟ لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا وہ شام کے دریا میں ہے یا یمن کے دریا میں ہے نہیں بلکہ مشرق کی جانب میں ہے اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: فارفئو یعنی لوگوں نے کشتی کو جزیرہ کے قریب کردیا۔ اقرب قاف پر سکون ہے اور ''ر'' پر پیش ہے یہ قارب کی جمع ہے چھوٹی کشتی کو قارب کہتے ہیں۔ اھلب بہت زیادہ بالوں والے جانور کو اھلب کہتے ہیں۔ کثیر الشعر اس کی تفسیر ہے۔ الجساسۃ جاسوس عورت کو جساسہ کہتے ہیں اس سے داجل کیلئے خبریں جمع کرنے والی عورت مراد ہے۔ جساسہ نے اپنا مزید تعارف نہیں کرایا بلکہ اصلی بات جو دجال سے متعلق تھی وہ شروع کردی۔ الدیر آتش پرستوں کا عبادت خانہ بھی دیر کہلاتا ہے اور نصاریٰ کے مدرسہ اور عبادت گاہ کو بھی دیر کہتے ہیں اور شراب خانہ کو بھی دیر کہا جاتا ہے۔

ما انت یعنی تو کیا چیز ہے؟ تجھے دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔ قدر تم یعنی تم یہاں تک بھی پہنچ گئے اور میرے احوال پر قادر ہوگئے؟ ٹھیک ہے میں تم کو اپنے احوال بتادوں گا مگر پہلے تم بتاؤ۔ ما انتم تم کیا چیز ہو؟ یہ جواب ترکی بزبان ترکی ہے جس طرح انہوں نے دجال کو ایک شئی بنا کر سوال کیا داجل نے بھی ایسا ہی کیا دونوں نے ایک دوسرے کو تعجب اور حقارت سے یاد کیا۔ نخل بیسان نخل بیسان جزیرہ عرب میں بھی ہے اور شام میں بھی ہے مگر یہاں جزیرہ عرب والی جگہ مراد ہے۔ عین زغر شام میں ایک جگہ کا نام ہے اس جگہ پانی کا بڑا چشمہ ہے جس کو عین زغر کہتے ہیں۔ نقب راستہ کو نقب کہتے ہیں انقاب اس کی جمع ہے۔ مخصرتہ لاٹھی کو کہتے ہیں۔ لابل من المشرق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام شک اور تردد کے انداز میں اس لئے ارشاد فرمایا کہ دجال قیامت کی بڑی علامت میں سے ہے تو جس طرح قیامت کو پوشیدہ رکھا گیا ہے اس طرح اس کی بڑی علامت کو بھی ایک حد تک پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ ماھو میں کلمہ ما زائدہ ہے نفی کیلئے نہیں ہے۔ یا لفظ ''ما'' موصولہ ہے الذی کے معنی میں ہے۔ ای الذی ھو فیہ۔

دجال کا حلیہ

(۲۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُنِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَاَيْتُ رَجُلًا اٰدَمَ كَاَحْسَنِ مَآاَنْتَ رَآءٍ مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ لَهُ لِمَّةٌ كَاَحْسَنِ مَآ اَنْتَ رَآءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْرَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَآءً مُتَّكِئًا عَلٰى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْ هٰذَا الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ اِذَا اَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ اَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ كَاَشْبَهِ مَنْ رَاَيْتُ مِنَ النَّاسِ بِابْنِ قَطَنٍ وَّ اضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْ هٰذَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ فِي الدَّجَّالِ رَجُلٌ اَحْمَرُ جَسِيْمٌ جَعْدُ الرَّاسِ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبْهًا اِبْنُ قَطَنٍ وَ ذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فِيْ بَابِ الْمَلَاحِمِ وَ سَنَذْكُرُ حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فِيْ بَابِ قِصَّةِ ابْنِ صَيَّادٍ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات کعبہ کے نزدیک میں نے ایک بہت خوبصورت گندم گوں رنگ کا آدمی دیکھا ہے جیسا کہ تو نے کبھی دیکھا ہے کندھے تک اس کے بال ہیں بہت خوبصورت جو تو کبھی کسی کے کندھے تک کے بال دیکھے ہوں اس نے ان بالوں میں کنگھی کر رکھی ہے ان سے پانی ٹپک رہا ہے۔ دو آدمیوں کے کندھوں پر ٹیک لگائے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے میں نے کہا یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہے پھر میں نے ایک آدمی دیکھا جس کے بال سخت گھنگریالے ہیں اس کی بائیں آنکھ کانی ہے۔ اس کی آنکھ ایسے ہے جیسے پھولا ہوا انگور کا دانہ جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے ان میں ابن قطن کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے۔ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے انہوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے (متفق علیہ) ایک روایت میں ہے دجال بھاری بھرکم سرخ رنگ کے مڑے ہوئے بالوں والا ہے اور

اس کی بائیں آنکھ کانی ہے اور لوگوں میں وہ ابن قطن کے بہت مشابہ ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں لا تقوم الساعة حتی تطلع الشمس من مغربها باب الملاحم میں گذر چکی ہے اور ہم ابن عمر کی حدیث جس کے الفاظ ہیں قام رسول الله صلى الله عليه وسلم في الناس باب قصه ابن صیاد میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تشریح: "يطوف بالبيت" یعنی دجال بھی طواف کر رہا تھا اب سوال یہ ہے کہ دجال کا بیت اللہ کے اردگرد طواف کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ البیت سے دین مراد ہے تو عیسیٰ علیہ السلام اچھی صورت میں اپنے دین کے اردگرد گھوم رہے تھے اور دجال اپنے باطل دین کے اردگرد چکر لگا رہا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ طواف غلبۂ اسلام سے پہلے غلبۂ کفر کے زمانہ میں ہو رہا تھا۔ یا یہ جواب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کی مناسبت سے دجال کا تذکرہ آ گیا کہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ..... دجال کا ذکر

(۲۱) عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فِيْ حَدِيْثِ تَمِيْمِ نِ الدَّارِيِّ قَالَتْ قَالَ فَإِذَا اَنَا بِامْرَءَةٍ تَجُرُّ شَعْرَهَا قَالَ مَا اَنْتِ قَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ اِذْهَبْ اِلٰى ذٰلِكَ الْقَصْرِ فَاَتَيْتُهُ فَاِذَا رَجُلٌ يُجُرُّ شَعْرَهُ مُسَلْسَلٌ فِي الْاَغْلَالِ يَنْزُ فِيْمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَقُلْتُ مَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا الدَّجَّالُ. (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا تمیم داری کی حدیث میں ذکر کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا ناگہاں میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بال کھینچتی ہے اس نے کہا تو کون ہے اس نے کہا میں جاسوسی کرنے والی ہوں اس محل میں جا میں محل میں آیا۔ وہاں ایک آدمی اپنے بال کھینچتا ہے۔ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے آسمان اور زمین کے درمیان کودتا ہے میں نے کہا تو کون ہے اس نے کہا میں دجال ہوں۔ (ابوداؤد)

دجال کا حلیہ

(۲۲) وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ لَاتَعْقِلُوْا اَنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ قَصِيْرٌ اَفْحَجُ جَعْدٌ اَعْوَرُ مَطْمُوْسُ الْعَيْنِ لَيْسَتْ بِنَاتِئَةٍ وَلَا حَجْرَ آءَ فَاِنْ اُلْبِسَ عَلَيْكُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا میں نے دجال کے متعلق تمہیں خبر دی ہے یہاں تک کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہیں اس کے متعلق سمجھ نہ آئے۔ مسیح دجال ٹھگنے قد کا پھڈا مڑے ہوئے بالوں والا اور کانا ہے۔ اس کی آنکھ مٹی ہوئی ہے نہ ابھری ہوئی اور نہ اندر کو دھنسی ہوئی ہے اگر پھر بھی تم کو شک پڑ جائے تو یاد رکھو یہ تمہارا...... رب کانا نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح: "قصير" پستہ قد کو قصیر کہتے ہیں۔ "افحج" جس کے پاؤں کے پنجے قریب قریب ہوں اور ایڑیاں دور ہوں وہ افحج ہوتا ہے اردو میں اس کو پھڈا کہتے ہیں۔ "اعور" یہ دجال کی بائیں آنکھ کی حالت ہے۔ "الا تعقلوا" یعنی مجھے خوف ہوا کہ تم سمجھ نہ سکو یا بھول جاؤ گے۔ لہٰذا اتنا سمجھ لو کہ دجال کانا ہے رب کانا نہیں ہوتا۔

ایمان پر ثابت رہنے والوں کو دجال سے کوئی خوف نہیں ہوگا

(۲۳) وَعَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ ابْنِ الْجَرَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ بَعْدَ نُوْحٍ اِلَّاقَدْ اَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَهُ وَاِنِّيْ اُنْذِرُ كُمُوْهُ فَوَصَفَهُ لَنَا قَالَ لَعَلَّهُ سَيُدْرِكُهُ بَعْضُ مَنْ رَاٰنِيْ اَوْ سَمِعَ كَلَامِيْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَيْفَ قُلُوْبُنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ مِثْلُهَا يَعْنِي الْيَوْمَ اَوْ خَيْرٌ. (رواه الترمذی و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے نوح علیہ السلام کے بعد ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے اور میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں۔ آپ نے اس کی صفت ہمارے لیے بیان کی فرمایا شاید کہ اس کو کوئی ایسا شخص پالے جس نے مجھ کو دیکھا ہے یا میرا کلام سنا ہے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس روز ہمارے دن کیسے ہوں گے فرمایا جیسا کہ ہیں آج کے دن یا اس سے بھی بہتر ہوں گے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

دجال خراسان سے نکلے گا

(۲۴) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ اَبِی بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدَّجَّالُ يَخْرُجُ مِنْ اَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خَرَاسَانِ يَتْبَعُهُ اَقْوَامٌ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطَرَّقَةُ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دجال کے متعلق باتیں کیں فرمایا وہ مشرق سے نکلے گا جس کا نام خراسان ہے۔ بہت سی قومیں اس کی پیروی اختیار کریں گی ان کے چہرے تہہ بہ تہہ ڈھال کی طرح ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''خراسان'' ایک مشہور شہر ہے جو ماوراء النہر کے علاقہ میں واقع ہے اور ایران کی مملکت میں شامل ہے اور ان لوگوں کے چہرے الخ کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے چہرے چوڑے چکلے اور رخسار ڈھال کی طرح ابھرے ہوئے ہوں گے۔

دجال سے دور رہنے کی تاکید

(۲۵) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْاَ مِنْهُ فَوَاللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَاتِيْهِ وَ هُوَ يَحْسِبُ اَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَيَتْبَعُهُ مِمَّا يَبْعَثُ بِهٖ مِنَ الشُّبُهَاتِ. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کے متعلق جو شخص سنے اس سے دور بھاگے، بخدا ایک آدمی اس کے پاس آئے گا اور وہ خود کو مومن سمجھتا ہوگا لیکن شبہات دیکھ کر وہ اس کی پیروی اختیار کرے گا۔ (ابوداؤد)

ظاہر ہونے کے بعد روئے زمین پر دجال کے ٹھہرنے کی مدت

(۲۶) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتَ يَزِيْدَ بْنِ السَّكَنِ قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْكُثُ الدَّجَّالُ فِی الْاَرْضِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَالْجُمُعَةِ كَالْيَوْمِ وَالْيَوْمُ كَاضْطِرَامِ السَّعَفَةِ فِی النَّارِ. رواہ فی شرح السنة.

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال زمین میں چالیس برس تک ٹھہرے گا سال مہینہ کا ہوگا مہینہ جمعہ کا جمعہ دن کی مانند اور دن تنکوں کے آگ میں جلنے کی مانند ہوگا۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

دجال کی اطاعت کرنے والے

(۲۷) وَعَنْ اَبِی سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَيْهِمُ السِّيْجَانُ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ.

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے ستر ہزار آدمی دجال کی پیروی اختیار کریں گے ان پر سبز چادریں ہوں گی۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تشریح: سیجان اصل میں ساج کی جمع ہے جیسا کہ تاج کی جمع تیجان آتی ہے اور ساج بھی طیلسان کی طرح سبز یا سیاہ چادر کو کہتے ہیں۔

''میری امت'' میں اُمت سے مراد اُمت اجابت یعنی ملت اسلامیہ بھی ہو سکتی ہے اور اُمت دعوت یعنی غیر مسلموں کی قوم بھی ہو سکتی ہے لیکن زیادہ صحیح' آخری مراد یعنی غیر مسلموں کی قوم ہی ہے' جیسا کہ پیچھے کی ایک حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ دجال کے اطاعت کرنے والے ستر ہزار لوگ' اصفہان کے یہودی ہوں گے۔

دجال اور قحط سالی

(۲۸) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ سِنِيْنَ سَنَةٌ تُمْسِكُ السَّمَآءُ فِيْهَا ثُلُثَ قَطْرِهَا وَالْاَرْضُ ثُلُثَ نَبَاتِهَا وَالثَّانِيَةُ تُمْسِكُ السَّمَآءُ ثُلُثَيْ قَطْرِهَا وَالْاَرْضُ ثُلُثَيْ نَبَاتِهَا وَالثَّالِثَةُ تُمْسِكُ السَّمَاءُ قَطْرَهَا كُلَّهُ وَالْاَرْضُ نَبَاتَهَا كُلَّهُ وَلَا يَبْقٰى ذَاتُ ظِلْفٍ وَلَا ذَاتُ ضِرْسٍ مِنَ الْبَهَائِمِ اِلَّا هَلَكَ وَ اِنَّ مِنْ اَشَدِّ فِتْنَتِهٖ اَنَّهٗ يَاْتِي الْاَعْرَابِيَّ فَيَقُوْلُ اَرَاَيْتَ اِنْ اَحْيَيْتُ لَكَ اِبِلَكَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيُمَثِّلُ لَهُ الشَّيْطَانُ نَحْوَ اِبِلِهٖ كَاَحْسَنِ مَايَكُوْنُ ضُرُوْعًا وَ اَعْظَمِهٖ اَسْنِمَةً قَالَ وَ يَاْتِي الرَّجُلَ قَدْمَاتَ اَخُوْهُ وَ مَاتَ اَبُوْهُ فَيَقُوْلُ اَرَاَيْتَ اِنْ اَحْيَيْتُ لَكَ اَبَاكَ وَ اَخَاكَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيُمَثِّلُ لَهُ الشَّيَاطِيْنَ نَحْوَ اَبِيْهِ وَاَخِيْهِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ ثُمَّ رَجَعَ وَ الْقَوْمُ فِيْ اِهْتِمَامٍ وَّ غَمٍّ مِمَّا حَدَّثَهُمْ قَالَتْ فَاَخَذَ بِلَحْمَتَيِ الْبَابِ فَقَالَ مَهْيَمْ اَسْمَاءُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ خَلَعْتَ اَفْئِدَتَنَا بِذِكْرِ الدَّجَّالِ قَالَ اِنْ يَّخْرُجْ وَ اَنَا حَيٌّ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ وَ اِلَّافَاِنَّ رَبِّيْ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنَّا لَنَعْجِنُ عَجِيْنَنَا فَمَا نَخْبِزُهٗ حَتّٰى نَجُوْعَ فَكَيْفَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَئِذٍ قَالَ يُجْزِئُهُمْ مَايُجْزِئُ اَهْلَ السَّمَاءِ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَ التَّقْدِيْسِ (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے دجال کا ذکر ہوا آپ نے فرمایا اس کے ظہور سے پیشتر تین سال ہوں گے پہلے سال آسمان ایک تہائی بارش روک لے گا اور زمین ایک تہائی روئیدگی بند کر دے گی دوسرے سال آسمان دو تہائی بارش اور زمین دو تہائی انگوری بند رکھے گی۔ تیسرے سال آسمان اپنی پوری بارش اور زمین اپنی پوری روئیدگی روک لے گی وحشی چار پایوں میں سے ہر کھری والا اور دانت والا ہلاک ہو جائے گا اس کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ وہ اعرابی کے پاس آئے گا کہے گا مجھے بتلاؤ اگر میں تمہارے اونٹ زندہ کر دوں تو جان لے گا کہ میں تیرا رب ہوں وہ کہے گا کیوں نہیں شیطان اس کے اونٹوں کی صورتیں بنا لائے گا بہت عمدہ تھنوں والے اور بہت بڑے کوہانوں والے۔ ایک آدمی آئے گا جس کا بھائی یا باپ مر گیا ہو گا وہ کہے گا مجھے بتلاؤ اگر میں تمہارے باپ یا بھائی کو زندہ کر دوں کیا تو نہیں جانے گا کہ میں تیرا رب ہوں۔ وہ کہے گا کیوں نہیں۔ شیطان اس کے بھائی اور اس کے باپ کی صورت بنا دیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کے لیے باہر تشریف لے گئے پھر واپس آئے اور لوگ فکر و غم میں تھے اس وجہ سے جو آپ نے ان کو دجال کے متعلق بتلایا تھا۔ کہا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے کی دونوں طرفوں کو پکڑا اور فرمایا اسماء کیا ہے میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دجال کے ذکر سے آپ نے ہمارے دلوں کو نکال ڈالا ہے فرمایا اگر وہ میری زندگی میں نکل آیا میں اس کے ساتھ جھگڑنے والا ہوں ورنہ میرا رب ہر مومن پر میرا خلیفہ ہے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ کی قسم ہم آٹا گوندھتے ہیں ہم روٹیاں نہیں پکاتے کہ ہم کو بھوک لگ جاتی ہے اس وقت ایماندار کیا کریں گے۔ فرمایا ان کو تسبیح و تقدیس کفایت کرے گی جس طرح آسمان والوں کو کرتی ہے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

تشریح: ''فیمثل له الشیطان'' معلوم ہوا دجال جو شعبدہ بازیاں دکھائے گا اس کے پیچھے سارا ہاتھ ابلیس کا ہو گا ابلیس مردوں کی شکل میں آئے گا تو دجال کہہ دے گا کہ لو میں نے تمہارے باپ یا بھائی کو زندہ کر دیا اب مجھے اپنا رب مان لو دیکھو میں نے تمہارے لئے اونٹوں کو زندہ کر دیا مجھے رب بنا لو۔ ''انا لنعجن'' یعنی ہم سے اتنا صبر کہاں ہو سکتا ہے کہ مہینوں تک دجال کے فتنہ میں کھانے پینے کے بغیر وقت گزار دیں ہم تو آٹا

گوندھ کر روٹی پکانے تک انتظار کرنے میں پریشان ہوجاتے ہیں تو اتنا عرصہ کیسے صبر کریں گے؟ ہم تو فتنہ میں پڑ جائیں گے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر اللہ اور تسبیحات سے وقت صحیح گزرے گا "لحمتی الباب" یعنی دروازہ کے چوکھٹ کے دو کنارے پکڑ لئے۔

"رواہ" مشکوٰۃ کے اصل نسخوں میں یہاں بیاض ہے' جگہ خالی ہے بعد میں کسی نے رواہ احمد لگا دیا ہے۔ (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... اہل ایمان کو دجال سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں

(۲۹) عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَاسَأَلَ اَحَدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ اَكْثَرَ مِمَّاسَأَلْتُهُ وَ اِنَّهُ قَالَ لِيْ مَايَضُرُّكَ قُلْتُ اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَّنَهْرَ مَآءٍ قَالَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کے متعلق اس قدر نہیں پوچھا جس قدر میں نے پوچھا ہے آپ نے مجھے فرمایا وہ تجھے کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا میں نے کہا لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ روٹیوں کا ایک پہاڑ اور پانی کا دریا ہوگا۔ فرمایا وہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "هو اهون" یعنی دجال اس سے زیادہ ذلیل وحقیر ہے کہ اس کے ذریعہ سے کوئی پکا مؤمن گمراہ ہوجائے اس لئے ایمان کو مضبوط رکھنا چاہیے' دجال سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے' وہ فریب کار اور دھوکہ باز ہے' شعبدہ بازی اور جادوگری سے لوگوں کو ڈراتا ہے حقیقی طور پر اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

دجال کی سواری گدھا ہوگا

(۳۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰى حِمَارٍ اَقْمَرَ مَابَيْنَ اُذُنَيْهِ سَبْعُوْنَ بَاعًا رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِیْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں دجال ایک سفید گدھے پر نکلے گا اس کے دونوں کانوں کا درمیانی فاصلہ ستر کلادے ہوگا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں۔

تشریح: "اقمر" سفید گدھے کو حمار اقمر کہتے ہیں دجال کا گدھا تو خوبصورت سفید ہوگا مگر خود کانا دجال بدصورت ہوگا۔

"سبعون باعا" یعنی یہ گدھا اتنا بڑا ہوگا کہ دونوں کانوں کے درمیان کا فاصلہ ستر باع ہوگا۔ دونوں ہاتھ اور بازو جب مکمل پھیلائے جائیں تو وہ ایک باع کی مقدار ہوجاتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود کی ایک روایت میں ہے کہ دجال کے گدھے کے کانوں کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ ہوگا اور اس کا ایک قدم تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا جو تقریباً بیاسی (۸۲) کلومیٹر فی سیکنڈ ہوگا یہ رفتار ۲۹۵۲۰۰ کلومیٹر فی گھنٹہ کے حساب سے ہوگی گویا ہوا سے تیز ہے' ہوائی جہاز سے بھی تیز ہے۔ بعض روایات میں گدھے کا اترنا یعنی نزول کا تذکرہ بھی ہے' جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اُڑنے والا کوئی گدھا ہے یا جہاز ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ سفید گدھے سے مراد جہاز ہے یہ بات زیادہ بعید بھی نہیں ہے۔ ایک مصری عالم کمال ہشام عبدالحمید نے "اقترب خروج المسيح الدجال" کے نام سے ایک مفصل کتاب لکھی ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے دجال کی مختلف سواریاں دکھائی ہیں۔ اس میں کوئی سواری کشتی نما ہے' کوئی سواری چھتری نما ہے کوئی سواری طشتری کی طرح ہے۔ کوئی سواری بالکل جہاز کی طرح ہے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دجال کی سواریاں مختلف جگہوں میں بدلتی رہتی ہوں گی لہٰذا کبھی گدھا ہوگا' کبھی گدھی ہوگی' کبھی جہاز ہوگا تو کبھی کشتی ہوگی' حدیث میں کسی ایک کا نام لیا گیا ہے باقی کی نفی نہیں ہے۔ یہودیوں کی کتابوں میں دجال کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے چنانچہ یہودیوں کی ایک کتاب "ایزاخیل" میں دجال کے بارے میں لکھا ہے کہ یہود کہتے ہیں اے صیہون کی بیٹی خوشی سے چلاؤ! اے یروشلم کی بیٹی مسرت سے چیخو! دیکھو تمہارا بادشاہ (دجال) آرہا ہے وہ عادل ہے اور گدھے پر سوار ہے خچر یا

گدھی کے بچے پر، میں ''یوفریم'' سے گاڑی کو اور یروشلم'' سے گدھے کو علیحدہ کردوں گا۔ (بحوالہ تیسری جنگ عظیم)

اب یہاں دجال کے خروج کے بارے میں بحث ہے کہ وہ کہاں سے نکلے گا؟ ہشام کمال عبدالحمید نے اپنی کتاب میں دجال کا مرکزی مقام جزیرۂ برمودہ قرار دیا ہے، برمودہ کا تکون امریکہ کے قریب جزیرۂ بحر دقیانوس میں کیوبا سے پہلے ''پورٹی ریکو'' کے قریب واقع ہے، ایک جانب شمالی امریکہ ہے دوسری جانب جنوبی امریکہ ہے اس کے درمیان بحر اٹلانٹک واقع ہے اسی مقام میں مثلث برمودا ہے جو ایک تکون کی شکل میں ہے۔

جزیرۂ برمودا یا مثلث برمودا یا برمودا تکون ایک عجیب پُراسرار مقام ہے۔ اس مقام میں جنات کا عالمی مرکز بھی ہے اور اسی مقام پر تخت ابلیس بھی ہے اور اسی مقام پر دجال کا قید خانہ بھی ہے گویا دجال و ابلیس اور جنات کے آپس میں قریبی رابطے ہیں۔ ادھر امریکہ میں ابلیس کو پوجنے والے بہت ہیں، امریکہ کا نائب صدر ڈک چینی بھی ابلیس کے پوجنے والوں میں سے ہے دجال کے پیغامات یہود و نصاریٰ تک بواسطہ ابلیس پہنچتے رہتے ہیں۔ دجال کا حکم ہے کہ دنیا سے مجاہدین کو ختم کردو پھر میں آؤں گا۔ عیسائیوں کا خیال ہے کہ جب مسلمانوں پر دنیا تنگ ہو جائے گی تو مہدی آجائیں گے۔ مہدی کے ساتھ دجال آجائے گا اور دجال کے ساتھ ہمارے خدا مسیح موعود آجائیں گے تو یہود و نصاریٰ اپنے اپنے خدا کی آمد کو مسلمانوں کے خاتمے اور ان کے ستانے سے جوڑ رہے ہیں اس لئے بش کہتا ہے کہ موجودہ جنگ کا حکم مجھے خدا نے دیا ہے اور یہ روحانی صلیبی جنگ ہے مسلمان پس رہے ہیں اور وہ لوگ اپنے اپنے خدا کی آمد کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ برمودا تکون کے عجیب پُراسرار حالات ہیں، سمندر میں جو بحری جہاز اس طرف کبھی گیا ہے وہ آج تک ایسا غائب ہے کہ اس کی کوئی خبر بھی نہیں آئی۔ اگر ہوائی جہاز اس جزیرہ کے اوپر کبھی اُڑا ہے تو ایسا غائب ہوگیا ہے کہ آج تک کوئی پتہ بھی نہیں اس علاقے پر رات کو روشنیاں آتی جاتی دکھائی دیتی ہیں یہ سب ابلیسی پہرہ ہے جو دجال کے اردگرد لگا ہوا ہے۔

۱۸۷۴ء میں اس علاقہ میں ایک بحری جہاز لاپتہ ہوگیا تھا اس کے تین سو سوار بمعہ کپتان آج تک غائب ہیں۔ فضا میں جب بھی ہوائی جہاز گئے تاکہ پتہ معلوم کریں تو وہ بھی غائب ہوگئے۔ برمودا تکون ایک پُراسرار علاقہ ہے جس کے سمندر میں آگ اندر جاتی بھی ہے اور باہر نکلتی بھی ہے جس کو ہزاروں لوگوں نے دیکھا ہے۔

بَابُ قِصَّةِ ابْنِ صَيَّادٍ.... ابن صیاد کے قصہ کا بیان

اکثر نسخوں میں صیاد الف لام کے بغیر مذکور ہے، بعض نسخوں میں الف لام کے ساتھ الصیاد ہے، بعض نے اس کو ابن صائد بھی لکھا ہے، اس کا اصل نام ''صاف'' تھا بعض نے عبداللہ بتایا ہے اس کی ماں اس کو ''صاف'' کے نام سے پکارتی تھی۔ ابن صیاد خود ایک یہودی کا لڑکا تھا جو مدینہ کا رہنے والا تھا، ابن صیاد جادو اور کہانت کا زبردست ماہر تھا اسی وجہ سے اس کی شخصیت ایک پراسرار معمہ بن کر رہ گئی تھی۔ صحابہ کرام بھی ابن صیاد کے بارے میں مختلف خیالات رکھتے تھے حضرت عمر فاروق، حضرت ابن عمر، حضرت جابر اور دیگر چند صحابہ کرام کا خیال تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے حتیٰ کہ ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما تو قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کی شخصیت کو اسی طرح مبہم چھوڑا تھا جس طرح کہ وہ مبہم تھی اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ایسی واضح وحی بھی نہیں آئی جس میں ابن صیاد کی حیثیت متعین کردی گئی ہو۔

مشکوٰۃ میں اس باب کی بعض احادیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے لیکن اس کے برعکس اکثر صحابہ کرام کا خیال تھا کہ ابن صیاد ایک فتنہ تھا، مسلمانوں کے امتحان و آزمائش کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا تھا یہ یہودی تھا، شعبدہ باز اور جادوگر تھا مگر بعد میں مسلمان ہوگیا تھا حج بھی کیا، مکہ و مدینہ بھی گیا اور پھر مر گیا۔ یہ حضرات اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں جس میں ابن صیاد اور ابوسعید خدری کا مکالمہ ہوا ہے اس میں ابن صیاد نے اپنے دجال ہونے کا خود انکار کیا ہے لیکن اسی روایت کے آخر میں خود کہتا ہے کہ اگر میں دجال بن جاؤں گا تو مجھے خوشی ہوگی برا نہیں مانوں گا۔

نیز تمیم داری کی جو حدیث اس میں تاویل بہت مشکل ہے کیونکہ ابن صیاد کے مدینہ میں ہوتے ہوئے تمیم داری نے دجال کو سمندر کے ایک جزیرہ میں زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھا تھا لیکن جن حضرات نے ابن صیاد ہی کو مستقبل کا دجال قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد جب دجال نہیں بنا تھا، اس

وقت اس کے جو احوال تھے ان کا اعتبار نہیں ہے دجال کا روپ دھارنے کے بعد وہ نہ مکہ جا سکتا ہے اور نہ مدینہ جا سکتا ہے نہ اس کی اولاد ہوگی اور نہ وہ مسلمان ہوگا' واقعہ حرہ میں ابن صیاد گم ہو گیا تھا اور آج تک گم ہے' ایسا لگتا ہے کہ اسی واقعہ سے اس نے دجال کا روپ دھار لیا ہے اور اس پر دجال کے احکامات جاری ہو گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح حدیث ہے کہ دجال ایک غصہ اور غضب کے نتیجہ میں پیدا ہوگا اب ظاہر ہے کوئی بچہ ماں کے پیٹ میں تو غصہ نہیں ہوتا۔ غضب کا آنا دنیا میں موجود ہونے کے ساتھ لازم ہے تو پہلے ابن صیاد موجود تھا پھر واقعہ حرہ میں غصہ کی وجہ سے اور اس واقعہ کی نحوست سے دجال کے روپ میں بدل گیا۔ بہر حال تمیم داری رضی اللہ عنہ کی روایت کو چھوڑ کر دیگر روایات میں واضح احکامات ہیں کہ ابن صیاد ہی دجال تھا' پہلے چھوٹا دجال تھا اور واقعہ حرہ کے بعد بڑا دجال بن گیا' اکثر شارحین اس طرف گئے ہیں کہ ابن صیاد دجال نہیں تھا لیکن علامہ طیبی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن صیاد دجال ہو سکتا ہے۔ اس سے جملہ احادیث کے سمجھنے میں بڑی آسانی ہوگی' ہاں صرف حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی روایت مانع ہے لیکن اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ تمیم داری کو اللہ تعالیٰ نے جزیرہ میں مستقبل کے دجال کو جسم مثالی اور مستقبل کے نقشہ کے ساتھ دکھایا ہو کہ آج کا ابن صیاد اس شکل میں کل کا دجال ہوگا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی مشاہداتی تصدیق بھی ہوگئی اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال سے متعلق میں نے جو کچھ تم کو بتایا تھا اب لو! اس کا مشاہدہ سامنے آ گیا اور تمیم داری نے دجال کو دیکھ لیا۔ ملا علی قاری مستقبل کے دجال کی اسی مثالی صورت کو اپنی عبارت میں بیان کرتے ہیں اور تمیم داری کی روایت کا جواب یوں دیتے ہیں۔

" اقول ولا ينافيه قصة تميم الدارى اذ يمكن ان يكون له ابدان مختلفة' فظاهره فى عالم الحس والخيال دائر مع اختلاف الاحوال وباطنه فى عالم المثال مقيد بالسلاسل والاغلال ولعل المانع من ظهور كما له فى الفتنة وجود سلاسل النبوة واغلال الرسالة "(مرقات' ج ۹ ص ۴۲۲)

ترجمہ: ابن صیاد کو دجال قرار دینا تمیم داری کی روایت کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ دجال کے کئی جسم اور کئی وجود ہوں پس اس کا ظاہری جسم تو اس ظاہری مشاہداتی دنیا میں مختلف احوال کیساتھ گھوم پھر رہا ہو اور اس کا باطنی جسم یعنی جسم مثالی' عالم مثال میں زنجیروں اور طوقوں میں جکڑا پڑا ہو اور شاید عہد نبوی میں ابن صیاد کے کامل دجال بن کر ظاہر ہونے سے رحمۃ للعالمین کی نبوت و رسالت کی رحمت کی زنجیریں رکاوٹ ہوں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... ابن صیاد کے ساتھ ایک واقعہ

(۱) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ انْطَلَقَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ رَهْطٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتّٰى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فِىْ اُطُمِ بَنِىْ مَغَالَةَ وَ قَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ يَوْمَئِذِ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهٗ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ اَتَشْهَدُ اَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اِنَّكَ رَسُوْلُ الْاُمِّيِّيْنَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ اَتَشْهَدُ اَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرَصَّهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ بِرُسُلِهٖ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ مَاذَا تَرٰى قَالَ يَاْتِيْنِىْ صَادِقٌ وَ كَاذِبٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِطَ عَلَيْكَ الْاَمْرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا وَ خَبَاَلَهٗ يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ فَقَالَ هُوَالدُّخُّ فَقَالَ اخْسَأْفَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَاْذَنُ لِىْ فِيْهِ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ لَا تُسَلَّطُ عَلَيْهِ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ هُوَ فَلَاخَيْرَ لَكَ فِىْ قَتْلِهٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اُبَىُّ بْنُ كَعْبِ الْاَنْصَارِىُّ يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِىْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِىْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَ هُوَ يَخْتِلُ اَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ وَ ابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فِىْ قَطِيْفَةٍ لَهٗ فِيْهَا زَمْزَمَةٌ فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادِنِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ يَتَّقِىْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ اَىْ صَافُ وَ هُوَا سْمُهٗ هٰذَا مُحَمَّدٌ فَتَنَاهٰى ابْنُ صَيَّادٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى النَّاسِ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ ذَكَرَ

الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّی اُنْذِرُ كُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ قَوْمَهُ لَقَدْ اَنْذَرَ نُوْحٌ قَوْمَهُ وَلٰكِنِّی سَاَقُوْلُ لَكُمْ فِیْهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِیٌّ لِقَوْمِهٖ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ اَعْوَرُ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بیشک عمر بن خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت میں ابن صیاد کی طرف نکلے یہاں تک کہ اس کو بنو مغالہ محلہ کے ایک ٹیلے میں دیکھا ابن صیاد اس وقت تک بلوغت کے قریب پہنچ چکا تھا وہ سمجھ نہ سکا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پشت پر اپنا ہاتھ مارا پھر فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو امیوں کا رسول ہے۔ پھر ابن صیاد نے کہا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھیجا پھر فرمایا میں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ ایمان لایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کیا دکھائی دیتا ہے کہنے لگا میرے پاس ایک سچا اور ایک جھوٹا آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاملہ تجھ پر مشتبہ کیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تیرے لیے اپنے سینہ میں کچھ چھپایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو چھپایا تھا یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ کہنے لگا۔ دُخ ہے فرمایا دور ہو تو اپنے قدر سے تجاوز نہ کرے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی ہے تو تو اس پر مسلط نہ کیا جائے گا اور اگر یہ وہ نہیں ہے اس کے قتل کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے بعد آپ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انصاری کو لے کر ابن صیاد کی طرف نکلے۔ آپ ان کھجوروں کے درختوں کا قصد کرتے تھے جن میں وہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنوں سے بچاؤ پکڑتے۔ آپ اس کو فریب دیتے تھے اور چاہتے تھے کہ ابن صیاد سے کچھ سنیں اس سے پہلے کہ آپ کو دیکھے ابن صیاد اپنی چادر اوڑھ کر اپنے بستر پر سویا ہوا تھا اور ایک پوشیدہ آواز نکالتا تھا۔ ابن صیاد کی ماں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا کہنے لگی اے صاف اور صاف اس کا نام تھا۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے ہیں۔ ابن صیاد رک گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ چھوڑ دیتی معاملہ ظاہر ہو جاتا عبداللہ بن عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے لوگوں میں کھڑے ہوئے اللہ کی تعریف کی جس کا وہ اہل ہے پھر دجال کا ذکر کیا فرمایا میں نے تم کو اس سے ڈرایا تھا اور کوئی ایسا نبی نہیں جس نے اپنی قوم کو اس سے نہ ڈرایا ہو۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا۔ لیکن اس کے متعلق میں تم کو ایک ایسی بات کہتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں کہی۔ جان لو کہ وہ کانا ہے اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "اطم" یہ آطام کی جمع ہے بلند ٹاور نما عمارت کو کہتے ہیں۔ "بنی مغالہ" ایک قبیلہ کا نام ہے مطلب یہ ہے کہ بنی مغالہ کی بلند عمارتوں کے پاس ابن صیاد بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ "الامیین" ابن صیاد نے امیین سے عرب مراد لیا ہے کیونکہ یہود و نصاری عرب کو اسی نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ اس جواب میں ابن صیاد کی عیاری اور مکاری پوشیدہ ہے وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کیلئے نبی ہیں عام انسانوں کیلئے نہیں ہیں۔ "فرصه" صاد پر شد ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکڑ کر ایسا دبایا کہ اس کو سکیڑ کر رکھ دیا۔ یہ لفظ "فرفضه" بھی ہے جو ترک کے معنی میں ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کی کٹ حجتی اور سوال و جواب کو ترک کر دیا۔

"صادق و کاذب" یعنی کبھی سچا آتا ہے کبھی جھوٹا آتا ہے مطلب یہ ہے کہ کبھی سچی خبر آتی ہے اور کبھی جھوٹی خبر آجاتی ہے اور یہی کاہنوں اور جوگیوں کی علامت ہے کہ شیاطین بادلوں فرشتوں کی ایک سچی بات سن کر اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر کاہنوں تک پہنچاتے ہیں آئندہ روایت میں اس طرح ہے کہ کبھی دو جھوٹے ایک سچا آتا ہے کبھی دو سچے ایک جھوٹا آتا ہے گویا ابن صیاد پر اپنا معاملہ خود مشتبہ تھا۔ "خبات لک" یعنی میں نے دل کے اندر ایک بات چھپا رکھی ہے تم بتاؤ وہ کیا چیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی آیت "یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ الخ" آیت کا تصور دل میں بٹھا رکھا تھا ابن صیاد نے کہا: آپ نے "دخ" کا تصور کر رکھا ہے اس میں ابن صیاد پوری بات تک رسائی حاصل نہ کر سکا بلکہ کاہنوں کی طرح ایک آدھ بات کی طرف اشارہ کیا۔ "اخساء" کتے کو بھگانے کیلئے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے

یعنی کُرے کتے۔ ''فلن تعدو قدرک''، یعنی تم اپنے اس دائرۂ کہانت سے آگے نہیں جاسکو گے بس شیاطین اور جنات نے جتنا بتا دیا اسی قدر تم نے کہہ دیا تمہاری حیثیت تو پوشیدہ امور میں ایک ناقص جملہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی پھر تم نبوت کا دعویٰ کیسے کرتے ہو؟'' وهو یختل'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تدبیر اور حیلہ سے ابن صیاد کی حالت معلوم کرنے کی کوشش فرما رہے تھے کہ بے خبری میں اس سے کچھ چیزیں سن لیں۔ ''زمزمة'' بھنبھناہٹ اور گنگنانے کی آواز کو زمزمہ اور رمرمہ کہتے ہیں۔ ایک نسخہ میں رمرمہ ہے۔

ابن صیاد کاہن تھا

(۲) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَقِیَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ یَعْنِی ابْنَ صَیَّادٍ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ هُوَ اَتَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِکَتِهٖ وَ کُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ مَاذَا تَرٰی قَالَ اَرٰی عَرْشًا عَلَی الْمَآءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَرٰی عَرْشَ اِبْلِیْسَ عَلَی الْبَحْرِ قَالَ وَ مَاتَرٰی قَالَ اَرٰی صَادِقَیْنِ وَ کَاذِبًا اَوْکَاذِبَیْنِ وَ صَادِقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لُبِسَ عَلَیْهِ فَدَعُوْهُ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر ابن صیاد کو مدینہ کے کسی راستہ میں ملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں وہ کہنے لگا تو بھی گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا تو کیا دیکھتا ہے۔ کہنے لگا میں پانی پر ایک تخت بچھا ہوا دیکھتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو سمندر پر ابلیس کا تخت دیکھتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا دیکھتا ہے۔ کہنے لگا میں دو سچے اور ایک جھوٹا اور دو جھوٹے اور ایک سچا دیکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

جنت کے بارے میں آنحضرت سے ابن صیاد کا سوال

(۳) وَعَنْهُ اَنَّ ابْنَ صَیَّادٍ سَاَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تُرْبَةِ الْجَنَّةِ فَقَالَ دَرْمَکَةٌ بَیْضَآءُ مِسْکٌ خَالِصٌ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن صیاد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کے متعلق پوچھا، فرمایا سفید میدہ مشک خالص سے ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

دجال کے بارے میں ایک پیش گوئی

(۴) وَعَنْ نَّافِعٍ قَالَ لَقِیَ ابْنُ عُمَرَ ابْنَ صَیَّادٍ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ لَهٗ قَوْلًا اَغْضَبَتْهُ فَانْتَفَخَ حَتّٰی مَلَا السِّکَّةَ فَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ عَلٰی حَفْصَةَ وَ قَدْ بَلَغَهَا فَقَالَتْ لَهٗ رَحِمَکَ اللّٰهُ مَا اَرَدْتَّ مِنِ ابْنِ صَیَّادٍ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا یَخْرُجُ مِنْ غَضْبَةٍ یَّغْضَبُهَا. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ابن صیاد مدینہ کے ایک راستہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ملا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ایسی بات کہہ دی جس سے وہ ناراض ہو گیا وہ پھول گیا۔ یہاں تک کہ اس نے راستہ کو بھر دیا۔ ابن عمر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے۔ انہیں اس واقعہ کی اطلاع مل گئی تھی وہ کہنے لگی اللہ تجھ پر رحم کرے ابن صیاد سے تو کیا چاہتا تھا کیا تجھے علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دجال ایک غصہ کی وجہ سے نکلے گا جو اس کو ناراض کر دے گا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت حفصہ ابن صیاد کو مستقبل کا دجال سمجھتی تھیں جو کسی غصہ کی وجہ سے دجال کے روپ میں ظاہر ہو جائیگا چنانچہ یہی ابن صیاد واقعہ حرہ میں غصہ ہو کر گم ہو چکا ہے اور آج تک گم ہے بہت ممکن ہے کہ یہی گمشدہ ابن صیاد بعد میں دجال کا روپ دھار کر ظاہر ہو جائیگا۔

ابن صیاد کا دجال ہونے سے انکار

(۵) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ صَیَّادٍ اِلٰی مَکَّۃَ فَقَالَ لِیْ مَالَقِیْتُ مِنَ النَّاسِ یَزْعُمُوْنَ اِنِّی الدَّجَّالُ اَلَسْتُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّہٗ لَا یُوْلَدُ لَہٗ وَ قَدْ وُلِدَلِیْ اَلَیْسَ قَدْ قَالَ ھُوَ کَافِرٌ وَ اَنَا مُسْلِمٌ اَوَ لَیْسَ قَدْ قَالَ لَایَدْخُلُ الْمَدِیْنَۃَ وَ لَا مَکَّۃَ وَ قَدْ اَقْبَلْتُ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ وَ اَنَا اُرِیْدُ مَکَّۃَ ثُمَّ قَالَ لِیْ فِی اٰخِرِ قَوْلِہٖ اَمَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَا عْلَمُ مَوْلِدَہٗ وَ مَکَانَہٗ وَ اَیْنَ ھُوَ وَاعْرِفُ اَبَاہُ وَ اُمَّہٗ قَالَ فَلَبَّسَنِیْ قَالَ قُلْتُ لَہٗ تَبًّالَّکَ سَآئِرَ الْیَوْمِ قَالَ وَ قِیْلَ لَہٗ اَیَسُرُّکَ اَنَّکَ ذَاکَ الرَّجُلُ قَالَ فَقَالَ لَوْ عُرِضَ عَلَیَّ مَاکَرِھْتُ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں ابن صیاد کے ساتھ مکہ کی طرف گیا کہنے لگا لوگوں کی باتوں سے مجھے بہت تکلیف پہنچی ہے کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اس کی اولاد نہ ہوگی جبکہ میری اولاد ہے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تھا کہ وہ کافر ہوگا۔ حالانکہ میں مسلمان ہوں۔ کیا آپ نے فرمایا نہیں تھا کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا جبکہ میں مدینہ سے آرہا ہوں اور مکہ کی طرف جا رہا ہوں۔ پھر آخر میں کہنے لگا خبردار اللہ کی قسم میں اس کی جائے پیدائش اس کا مکان جانتا ہوں۔ اور میں اس کے والد اور والدہ کو بھی جانتا ہوں۔ ابوسعید نے کہا اس نے مجھ کو شبہ میں ڈال دیا کہا میں نے اس سے کہا باقی دنوں میں تیرے لیے ہلاکت ہو اور اسے کہا گیا کیا تو اس بات سے خوش ہوگا کہ تو ہی دجال ہو۔ کہنے لگا اگر مجھ پر پیش کیا جائے تو میں اس بات کو ناپسند نہ رکھوں گا۔ (مسلم)

ابن صیاد کا ذکر

(۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقِیْتُہٗ وَ قَدْ نَفَرَتْ عَیْنُہٗ فَقُلْتُ مَتٰی فَعَلَتْ عَیْنُکَ مَآاَرٰی قَالَ لَآ اَدْرِیْ قُلْتُ لَاتَدْرِیْ وَ ھِیَ فِیْ رَاْسِکَ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ خَلَقَھَا فِیْ عَصَاکَ قَالَ فَنَخَرَ کَاَشَدِّ نَخِیْرِ حِمَارٍ سَمِعْتُ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں اس کو ملا اس کی آنکھ پھولی ہوئی تھی میں نے کہا تیری آنکھ کو کیا ہوا ہے کہنے لگا میں نہیں جانتا۔ میں نے کہا تو نہیں جانتا جبکہ وہ تیرے سر میں ہے۔ کہنے لگا اگر اللہ چاہے تو اس کو تیری لاٹھی میں پیدا کر دے کہا اس نے گدھے کی طرح سخت آواز نکالی میں نے کبھی ایسی آواز نہیں سنی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

ابن صیاد دجال ہے

(۷) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ قَالَ رَاَیْتُ جَابِرَبْنَ عَبْدِاللّٰہِ یَحْلِفُ بِاللّٰہِ اَنَّ ابْنَ صَیَّادِ الدَّجَّالُ قُلْتُ تَحْلِفُ بِاللّٰہِ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ عُمَرَ یَحْلِفُ عَلٰی ذٰلِکَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یُنْکِرْہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ کو دیکھا وہ اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے میں نے کہا تو اللہ کی قسم اٹھاتا ہے۔ کہنے لگا میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس پر قسم اٹھاتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکار نہیں کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ ... عبداللہ ابن عمرؓ کے نزدیک ابن صیاد مسیح دجال تھا

(۸) عَنْ نَافِعٍ قَالَ کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَا اَشُکُّ اَنَّ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَیَّادٍ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ کِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر کہتے تھے اللہ کی قسم مجھے اس بارہ میں کوئی شک نہیں ہے کہ ابن صیاد مسیح دجال ہے (روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں۔

ابن صیاد واقعہ حرہ کے دن غائب ہو گیا تھا

(۹) وَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ فَقَدْ نَا ابْنَ صَيَّادٍ يَوْمَ الْحَرَّةِ. (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم نے ابن صیاد کو حرہ کے دن گم پایا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

ابن صیاد اور دجال

(۱۰) وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْكُثُ اَبو الدَّجَّالِ ثَلٰثِيْنَ عَامًالَا يُوْلَدُ لَهُمَا وَلَدٌ ثُمَّ يُوْلَدُ لَهُمَا غُلَامٌ اَعْوَرُ اَضْرَسُ وَ اَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ ثُمَّ نَعَتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ فَقَالَ اَبُوْهُ طُوَالٌ ضَرْبُ اللَّحْمِ كَاَنَّ اَنْفَهُ مِنْقَارٌ وَّ اُمُّهُ اِمْرَأَةٌ فِرْضَاخِيَّةٌ طَوِيْلَةُ الْيَدَيْنِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرَةَ فَسَمِعْنَا بِمَوْلُوْدٍ فِي الْيَهُوْدِ بِالْمَدِيْنَةِ فَذَهَبْتُ اَنَا وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَبَوَيْهِ فَاِذَا نَعْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمَا فَقُلْنَا هَلْ لَّكُمَا وَلَدٌ فَقَالَا مَكَثْنَا ثَلٰثِيْنَ عَامًا لَا يُوْلَدُ لَنَا وَلَدٌ ثُمَّ وُلِدَ لَنَا غُلَامٌ اَعْوَرُ اَضْرَسُ وَاَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمَا فَاِذَا هُوَ مُنْجَدِلٌ فِي الشَّمْسِ فِيْ قَطِيْفَةٍ وَلَهُ هَمْهَمَةٌ فَكَشَفَ مِنْ رَّأْسِهِ فَقَالَ مَاقُلْتُمَا قُلْنَا وَهَلْ سَمِعْتَ مَا قُلْنَا قَالَ نَعَمْ تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیس سال تک دجال کے ماں باپ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوگی۔ پھر ایک کانا بڑے دانتوں والا لڑکا پیدا ہوگا جس کا نفع کم ہوگا۔ اس کی دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ماں باپ کی ہمارے لیے صفت بیان کی فرمایا اس کا باپ لمبے قد کا تھوڑے گوشت والا اس کی ناک چونچ کی طرح معلوم ہوگی۔ اس کی ماں موٹی اور چوڑی چکلی لمبے ہاتھوں والی ہے۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے سنا کہ مدینہ میں یہود کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ میں اور ابن زبیر اس کے ماں باپ کے گھر گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ نشانیاں ان دونوں میں پائی جاتی تھیں۔ ہم نے ان کو کہا تمہارا کوئی لڑکا ہے کہنے لگے تیس سال تک ہمارے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پھر ہمارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو کانا اور بڑے دانتوں والا ہے اس کی منفعت کم ہے اس کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا اس نے کہا ہم ان کے پاس سے باہر نکلے وہ چادر لپیٹے دھوپ میں لیٹا ہوا تھا اس کی خفیہ آواز تھی اس نے اپنے سر سے چادر اتاری کہنے لگا تم دونوں نے کیا کہا ہے، ہم نے کہا تو نے سن لیا ہے جو ہم نے کہا ہے کہنے لگا ہاں۔ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "طُوال" طویل کا مبالغہ واو پر شد زیادہ مشہور ہے بغیر شد بھی ہے طاء پر ضمہ ہے۔ "ضرب" یعنی چھریرے بدن کا آدمی تھا، جسم موٹا نہیں تھا۔ "فرضاخیة" جس عورت کا جسم بہت موٹا ہو اور پستان بہت بڑے اور ڈھیلے ہوں اس کو "امرأة فرضاخیة" کہتے ہیں اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دجال کے تمام اوصاف ابن صیاد میں تھے کوئی وجہ نہیں ہے کہ ابن صیاد مستقبل کا دجال نہ ہو۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابن صیاد کو دجال سمجھتے تھے؟

(۱۱) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْيَهُوْدِ بِالْمَدِيْنَةِ وَلَدَتْ غُلَامًا مَمْسُوْحَةً عَيْنُهُ طَالِعَةً نَابُهُ فَاَشْفَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّكُوْنَ الدَّجَّالُ فَوَجَدَهُ تَحْتَ قَطِيْفَةٍ يُهَمْهِمُ فَاٰذَنَتْهُ اُمُّهُ فَقَالَتْ يَا عَبْدَاللّٰهِ هٰذَا اَبُو الْقَاسِمِ فَخَرَجَ مِنَ الْقَطِيْفَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهَا قَاتَلَهَا اللّٰهُ لَوْ تَرَكَتْهُ لَبَيَّنَ فَذَكَرَ مِثْلَ مَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ

عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ ائْذَنْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَقْتُلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَهُ اِنَّمَا صَاحِبُهُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَاِلَّمْ يَكُنْ هُوَ فَلَيْسَ لَكَ اَنْ تَقْتُلَ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْعَهْدِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْفِقًا اِنَّهُ هُوَ الدَّجَّالُ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک یہودی عورت کے ہاں مدینہ میں لڑکا پیدا ہوا جس کی آنکھ مٹی ہوئی تھی اور دانت ابھرا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈر گئے کہ کہیں یہ دجال نہ ہو۔ آپ نے اس کو چادر کے نیچے سوتا دیکھا خفیہ آواز نکال رہا تھا۔ اس کی ماں نے اس کو آواز دی اے عبداللہ یہ ابوالقاسم آ رہے ہیں وہ چادر سے نکل آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کیا ہے اللہ اس کو ہلاک کرے اگر وہ اس کو چھوڑ دیتی اپنا حال ظاہر کر دیتا اس کے بعد اس نے ابن عمر کی حدیث کے مطابق بیان کیا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ مجھ کو اجازت دیں کہ میں اس کو قتل کر دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی ہے تو اس کا صاحب نہیں ہے اس کے بعد صاحب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں اگر وہ نہیں ہیں تو یہ جائز نہیں ہے کہ تو ایک ذمی آدمی کو قتل کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ڈرتے رہے کہ کہیں یہ دجال نہ ہو۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

بَابُ نُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والتسلیم کے نازل ہونے کا بیان

قال اللہ تعالیٰ وَاِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے یہود ان کی جان کے دشمن ہو گئے تھے۔ حضرت جبریل ہمیشہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے' ایک موقع پر یہود نے ان کو قتل کرنا چاہا وہ ایک مکان میں چھپ گئے عیسائیوں نے ان کا دفاع نہیں کیا بلکہ کچھ عیسائیوں نے تیس روپے کے عوض ان کی جاسوسی کی اور یہود کو ان کے مکان کا پتہ بتا دیا' یہود نے اس مکان کا گھیراؤ کیا اور ایک بدبخت کو اندر بھیجا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کر دے۔ حضرت جبرئیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مکان کی چھت سے نکال دیا اور اوپر آسمانوں پر لے گئے۔ مکان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ اس شخص پر ڈال دی گئی جو اندر داخل ہوا تھا چنانچہ جب وہ باہر نکلا تو یہود نے اس کو عیسیٰ سمجھ کر قتل کر دیا اب ان کو شبہ ہوا کہ اگر یہ مقتول عیسیٰ ہے تو ہمارا آدمی کدھر گیا اور اگر یہ ہمارا آدمی ہے تو عیسیٰ کدھر گیا' عیسائی اور یہودی آج تک قتل عیسیٰ میں تذبذب کا شکار ہیں اور کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے۔ اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر لے گئے اور وہاں پر ان فرشتوں کی صفات ڈال دی گئیں لہٰذا وہ بشریت کے لوازمات سے پاک ہو گئے نہ کھانا پینا' نہ پیشاب' پاخانہ نہ گرمی' سردی بلکہ وہ دوسرے آسمان پر فرشتوں کے ساتھ قیام پذیر ہیں اور قیامت کے قریب ہونے پر آسمان سے نیچے نازل ہوں گے دمشق کی جامع مسجد کے مینار کے مشرقی کنارے پر اتریں گے اب نیچے اترنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا کئے ہیں دنیا دارالاسباب ہے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیڑھی منگوائیں گے اور سیڑھی لگا کر نیچے آ جائیں گے۔

جمعہ کا دن ہوگا' عصر کی نماز تیار ہوگی حضرت مہدی انتظار میں ہوں گے آپ کو نماز پڑھانے کا فرمائیں گے آپ جواب دیں گے کہ نہیں آپ نماز خود پڑھائیں کیونکہ اس امت کے امام آپ ہیں ایک خاص کام یعنی دجال کے قتل کیلئے آیا ہوں۔ بہرحال نزول عیسیٰ علیہ السلام اسلام کا اساسی عقیدہ ہے اس کا انکار کرنے والا گمراہ ہو جاتا ہے' بعض کفار جیسے قادیانی اور بعض دیگر روشن خیال نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر

(۱) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ اَحَدٌ حَتّٰى تَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا

مِنَ الدُّنْيَا وَ مَافِيهَا ثُمَّ يَقُولُ اَبُو هُرَيْرَةَ فَاقْرَءُ وْٓا اِنْ شِئْتُمْ وَ اِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ الْاٰيَة (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔عیسیٰ علیہ السلام ضرور تم میں نازل ہوں گے اور عادل حاکم ہوں گے صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ معاف کریں گے مال عام ہو جائے گا یہاں تک کہ کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے اگر چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو۔"نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر اس کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئے گا۔" (متفق علیہ)

تشریح: "حکما عدلا" ای حاکما عادلاً "فیکسر الصلیب" صلیب اصل میں دو مثلث لکڑیوں کا نام ہے' جمع کی شکل میں ہوتی ہے جس سے عیسائی لوگ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے سولی پر لٹکا دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر لیا اور آسمان پر اٹھالیا' عیسائیوں کے ہاں صلیب انتہائی مقدس نشان ہے بلکہ وہ اس کی پوجا بھی کرتے ہیں۔ بعض جگہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر بھی لٹکی ہوئی دکھاتے ہیں یہ عیسائیوں کے ہاں قابل احترام عمل ہے تعجب تو اس پر ہے کہ جس صلیب پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دیدی گئی عیسائی اسی پھانسی گھاٹ سے محبت کرتے ہیں اور اس کو مقدس سمجھتے ہیں یہ تو قابل نفرت چیز ہے' ادھر عیسائیوں کیلئے یہ باعث شرم بات ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا بلکہ جاسوسی کرکے ۳۰ روپے پر فروخت کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی غلط عقیدہ کی وجہ سے صلیب کو توڑ دیں گے مطلب یہ کہ وہ عیسائیت کو باطل قرار دیں گے اور شریعت محمدی کو واجب الاطاعت قرار دیں گے' عیسائیت کی علامات و احکامات کو مٹا دیں گے۔"الخنزیر" یعنی خنزیر کو قتل کر دیں خنزیر بھی عیسائیوں کے ہاں ان کا محبوب حیوان ہے اور محبوب غذا ہے۔ اس کے قتل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ حرام ہے' اس کا پالنا اور گوشت کھانا حرام ہے یہ قابل احترام حیوان نہیں ہے بلکہ قابل نفرت اور واجب القتل حیوان ہے۔

"الجزیة" کتاب الجہاد میں جزیہ کی تفصیل گزر چکی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور مجدد آئیں گے وہ دین اسلام کے کسی حکم کو موقوف نہیں کر سکیں گے' جزیہ کو ختم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ جزیہ کو ختم کریں گے گویا یہ انتہاء حکم بوجہ انتہاء علت ہوگا کیونکہ جب کسی کافر کو زندہ چھوڑنا اور امن دینا بند ہو جائیگا۔ صرف مسلمان کو باقی رکھنا ہوگا کوئی کافر نہیں ہوگا جو جزیہ ادا کریگا تو جزیہ خود بخود ختم ہو جائے گا' اس وقت یا اسلام اور یا موت کا قاعدہ جاری ہوگا' بہر حال یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی تنفیذ ہوگی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوگی۔"القلاص" جوان اونٹیاں مراد ہیں عربی میں جوان اونٹنیوں کو قلاص کہتے ہیں۔"فلا یسعی علیہا" یعنی لوگ اس طرح مستغنی اور خوشحال ہوں گے کہ اس طرح کی محبوب ترین چیز کی طرف بھی توجہ نہیں دیں گے۔

"السجدة الواحدة" یعنی ایسا سکون اور امن کا دور ہوگا کہ لوگ طبعی طور پر عبادات سے لگاؤ رکھیں گے' شوق و ذوق سے عبادت کریں گے' سجدوں اور نمازوں میں اتنا لطف آئے گا کہ دنیا و مافیہا سے ایک سجدہ کو زیادہ محبوب سمجھا جائے گا' اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ نے قرآن کی یہ آیت بطور استدلال پڑھی: وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ آخر زمانہ میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو دنیا کے سارے انسان ایک مذہب اسلام پر اکٹھے ہو جائیں گے کسی کافر کو کفر پر باقی نہیں رکھا جائیگا تو اس وقت اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے سارے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے اور وہی عقیدہ اپنائیں گے جو مسلمانوں کو اسلام نے دیا ہے اس زمانہ میں موجود اگر کوئی یہودی ہوگا یا نصرانی ہوگا تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے پہلے دین حق پر آجائے گا آیت کی اس تفسیر کے مطابق "موتہ" میں ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹے گی' حضرت ابو ہریرہ نے اسی تفسیر کے پیش نظر آیت کا حوالہ دیا ہے اور اہل کتاب سے مراد اس زمانہ کے موجود اہل کتاب ہوں گے۔

آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ "موتہ" کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بجائے اہل کتاب کے ہر فرد کی طرف لوٹائی جائے گی تو مطلب یہ ہوگا کہ اہل کتاب کا ہر فرد اپنی موت کے وقت حالت نزع میں تکوینی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا مگر اس وقت اس کے ایمان کا اعتبار نہیں ہوگا لہٰذا وہ دوزخ میں جائیگا کیونکہ حالت نزع میں جب آخرت کی کسی چیز کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے تو پھر ایمان بالغیب کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے اور ایسا ایمان معتبر نہیں ہوتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی برکتیں

(۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيْبَ وَ لَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ وَ لَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ وَ لَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَآءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَيَدْعُوَنَّ اِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ اَحَدٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ.

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن مریم عادل حاکم بن کرتم میں اتریں گے وہ صلیب توڑیں گے خنزیر قتل کریں گے جزیہ معاف کردیں گے۔ جوان اونٹنیاں بیکار چھوڑی جائیں گی۔ ان پر سواری نہ کی جائے گی۔ دلی دشمنی کینہ حسد ختم ہو جائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام مال کی طرف لوگوں کو بلائیں گے۔ اس کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے) بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے فرمایا تمہارا حال کیا ہوگا جبکہ تم میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔

تشریح: "القلاص" جوان اونٹنیوں کو قلاص کہتے ہیں یہ عرب کا محبوب مال ہے۔ "فلا یسعیٰ علیھا" یعنی ان جوان اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا' ان پر سواری اور بار برداری کا کام نظر انداز کر دیا جائے گا لوگ اس طرح مال سے مستغنی ہو جائیں گے کہ اس محبوب ترین مال کو بھی نہیں دیکھیں گے۔ "الشحناء" بغض اور کینہ کو شحناء کہا گیا ہے یعنی دنیا کی محبت ختم ہو جائے گی تو اس سے پیدا شدہ بیماریاں مثلاً کینہ اور بغض و حسد اور عداوت بھی ختم ہو جائیں گی۔ "و اما مکم منکم" یعنی خلیفہ مہدی ہی ہوں گے کیونکہ عمومی امامت پہلے سے ان کے ہاتھ میں ہوگی' یہ اس امت کے اعزاز کے طور پر ہوگا' حضرت مہدی کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام خلیفہ ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امامت سے انکار

(۳) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُوْلُ اَمِيْرُ هُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُوْلُ لَا اِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اُمَرَآءُ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْاُمَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ هٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِيْ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی۔ قیامت کے دن تک وہ غالب رہے گی۔ فرمایا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے مسلمانوں کا امیر کہے گا آؤ ہمیں نماز پڑھاؤ وہ کہیں گے نہیں تمہارا بعض بعض پر امام ہے اس امت کی اللہ تعالیٰ نے عزت افزائی فرمائی ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے) اور یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں دفن کئے جائینگے

(۴) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَ يُوْلَدُ لَهٗ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَّ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوْتُ فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِيْ قَبْرِيْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَيْنَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ رَوَاهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِيْ كِتَابِ الْوَفَآءِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام زمین میں نازل ہوں گے شادی کریں گے ان کی اولاد ہوگی۔ پینتالیس سال تک زمین میں ٹھہریں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے ساتھ

میری قبر میں داخل ہوں گے۔ میں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک قبر سے اٹھیں گے۔(ابن جوزی نے اس روایت کو کتاب الوفا میں ذکر کیا ہے)

سوال:۔ ''خمسا و اربعین'' یہ روایت اس روایت سے معارض ومخالف ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور نزول کے بعد سات سال زمین پر حکومت کریں گے اس سے ان کی پوری عمر ۴۰ سال معلوم ہوتی ہے جبکہ زیر بحث روایت میں ان کی پوری عمر ۴۵ سال بتائی گئی ہے؟

جواب:۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جہاں چالیس سال کا ذکر آیا ہے وہاں پانچ سال کے کسر کو چھوڑ دیا گیا ہے اصل مدت عمر ۴۵ سال ہی ہے' عرب اکثر وبیشتر کسر کو ذکر نہیں کرتے ہیں اور دہائیوں کو بیان کرتے ہیں۔ ''معی فی قبری'' یعنی میرے ساتھ میرے مقبرہ میں مدفون ہوں گے اس جگہ سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ مکان ہے جہاں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما مدفون ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو اضعاً وصیت فرمائی کہ مجھے عام قبرستان میں دفن کردو یہ جگہ چھوڑ دو پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس جگہ میں مدفون ہونے کی کوشش فرمائی مگر اس جگہ مدفون ہونے میں وہ کامیاب نہ ہوسکے لہٰذا قبر کی یہ جگہ خالی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے پُر کریں گے۔

بَابُ قُرْبِ السَّاعَةِ وَ اِنَّ مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ

قرب قیامت اور اس بات کا بیان کہ جو آدمی مرگیا اس پر قیامت قائم ہوگی

قال الله تعالیٰ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

ایک قیامت کبریٰ ہے وہ اس عالم کائنات کی موت ہے کہ زمین وآسمان فرشتے' جنات اور انسان وحیوان سب مرجائیں گے وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ دوسری قیامت وسطیٰ ہے وہ یہ ہے کہ زمین پر بسنے والا موجودہ انسانوں کا مخصوص دور ختم ہوجائے جیسے صحابہ کرام کا دور ختم ہوگیا تو برکات کا دور ختم ہوگیا یہ ایک قسم کی قیامت تھی جو وسطی مدت کیلئے تھی' تیسری قیامت صغریٰ ہے وہ یہ ہے کہ ہر آدمی کی موت جب واقع ہوجائے گی تو اس کی قیامت قائم ہوجائے گی یہ ذاتی اور شخصی قیامت ہے۔ گویا ایک عالم اکبر کی موت ہے جیسے زمین وآسمان اور پہاڑوں سے جان نکل جائے گی یہ قیامت کبریٰ ہے' دوسری عالم اصغر کی موت ہے یہ ہر آدمی کی اپنی ذاتی اور شخصی موت ہے۔ جس طرح حدیث میں ہے کہ من مات فقد قیامت قامتہ
مذکورہ باب میں قیامت کبریٰ اور قیامت صغریٰ دونوں کا بیان ہوگا۔ لہٰذا اس باب میں تینوں قسم کی قیامتوں کا بیان ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ..... قرب قیامت کا ذکر

(۱) عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ وَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُوْلُ فِيْ قَصَصِهٖ كَفَضْلِ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى فَلَا اَدْرِيْ اَذْكَرَهٗ عَنْ اَنَسٍ اَوْقَالَهٗ قَتَادَةُ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ' حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے وہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح بھیجے گئے ہیں۔ شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا اور میں نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا اپنے وعظ میں کہتے تھے جس طرح ایک کو دوسری پر فضیلت حاصل ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس بات کو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یا قتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے کہی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح:''کھاتین'' یعنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی اور جب ملایا جائے تو دونوں برابر سرابر ہیں صرف درمیان کی انگلی تھوڑی سی لمبی ہے گویا اس طرح میں کچھ پہلے آگیا ہوں اور میرے ساتھ متصل قیامت آنے والی ہے۔

سوال:۔ یہاں ایک اشکال کی طرف ذہن جاتا ہے وہ یہ ہے کہ سابق انبیاء نے بھی قیامت کو نہایت قریب بتایا مگر اس پر ہزاروں سال گزر گئے اب تک قیامت نہیں آئی آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قیامت کو نہایت قریب بتایا مگر ڈیڑھ ہزار سال ہونے کو ہیں قیامت نہیں آئی آخر یہ کس طرح قریب ہے؟

جواب:۔ علماء اور عقلاء سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ''کل ما ھو آت فھو قریب'' یعنی جو بھی چیز آنے والی ہو سمجھ لو کہ وہ قریب ہے کیونکہ ایک دن ایسا بھی آجائے گا کہ وہ چیز آچکی ہوگی بس قیامت بھی اسی طرح کی ایک چیز ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ بادشاہوں کا اطلاق ہے وہ جس چیز کو قریب کہہ دیں اس پر بھی کئی سال لگ سکتے ہیں۔

قیامت کا وقت کسی کو معلوم نہیں

(۲) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ شَهْرًا تَسْأَلُوْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ وَاِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ اُقْسِمُ بِاللّٰهِ مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنْ نَّفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ يَاْتِيْ عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَهِيَ حَيَّةٌ يَوْمَئِذٍ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل فرماتے تھے تم مجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ کوئی نفس زمین پر پیدا نہیں کیا گیا کہ اس پر سو برس گذریں اور وہ اس روز زندہ ہو۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''نفس منفوسة'' یعنی کوئی سانس لینے والا آج سے لے کر سو سال پورے ہونے کے بعد بھی باقی نہیں رہے گا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت یہ بات ارشاد فرمائی تھی اس کے بعد سے سو سال تک کوئی صحابی زندہ نہیں رہا اگر یہ ارشاد صحابہ کے دور کے خاتمہ کی طرف اشارہ ہو تو ایسا ہو گیا ہے اور یہ قیامت وسطیٰ کے قائم ہونے کا دور تھا اور اگر دنیا کا عام انسان مراد لیا جائے تو یہ کلام مغیبات کے قبیل سے ہوگا کہ دنیا میں کوئی بھی سانس لینے والا آج کے بعد سو سال تک زندہ نہیں رہے گا اور یقینی بات ہے کہ ایسا ہوا ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث کے پیش نظر حضرت خضر علیہ السلام کی موت بھی واقع ہو چکی ہوگی حالانکہ اس میں اختلاف ہے' ایک بڑا طبقہ ان کو اب بھی زندہ سمجھتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خضر رجال الغیب میں سے تکوینیات کے آدمی ہیں ان پر ظاہری شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے۔ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ اس وقت زمین پر نہیں تھے سمندر پر تھے اور پیش گوئی زمین پر موجود لوگوں کیلئے تھی۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ چار نبی اس وقت زندہ ہیں' دو زمین پر ہیں یعنی حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام اور دو آسمان پر ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام۔ (مرقات' ج ۹ ص ۴۴۶)

بہر حال اس حدیث میں ایک قرن کے خاتمہ پر قیامت کا اطلاق ہوا ہے یہ قیامت وسطیٰ ہے۔ ملا علی قاری نے چار نبیوں کی زندگی کی جو بات کی ہے یہ ختم نبوت کے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی بنے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی

(۳) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَاْتِيْ مِائَةُ سَنَةٍ وَّعَلَى الْاَرْضِ نَفْسٌ مَّنْفُوْسَةٌ الْيَوْمَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا سو سال نہیں گذریں گے کہ زمین پر اس دن کوئی شخص زندہ ہو۔ جو آج ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

قیامت کے بارے میں ایک سوال اور اس کا جواب

(۴) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ يَاْتُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْأَلُوْنَهُ عَنِ السَّاعَةِ فَكَانَ

يَنْظُرُ اِلَى اَصْغَرِهِمْ فَيَقُوْلُ اِنْ يَّعِشْ هٰذَا لَا يُدْرِكُهُ الْهَرَمُ حَتّٰى تَقُوْمَ عَلَيْكُمْ سَاعَتُكُمْ. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بہت سے اعرابی آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق پوچھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کم عمر کی طرف دیکھتے اور فرماتے یہ بوڑھا نہیں ہوگا کہ تمہاری قیامت قائم ہو چکی ہوگی۔ (متفق علیہ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ.... قرب قیامت کا ذکر

(۵) عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ فِيْ نَفَسِ السَّاعَةِ فَسَبَقْتُهَا كَمَا سَبَقَتْ هٰذِهٖ هٰذِهٖ وَاَشَارَ بِاِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا میں قیامت کی ابتداء کار میں بھیجا گیا ہوں میں اس سے سبقت کر آیا ہوں جس طرح یہ انگلی اس انگلی سے سبقت لے گئی ہے یہ کہہ کر اپنی دونوں انگلیوں سبابہ اور وسطیٰ کی طرف اشارہ کرتے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

دنیا میں امت محمدیہ کے باقی رہنے کی مدت

(۶) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا اَنْ لَّا تَعْجِزَ اُمَّتِیْ عِنْدَ رَبِّهَا اَنْ يُّؤَخِّرَهُمْ نِصْفَ يَوْمٍ قِيْلَ لِسَعْدٍ وَ كَمْ نِصْفُ يَوْمٍ قَالَ خَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ میری امت اپنے رب کے ہاں اس بات سے عاجز نہیں ہوگی کہ ان کو نصف یوم کی تاخیر دے۔ سعد سے کہا گیا نصف یوم سے کیا مراد ہے اس نے کہا پانچ سو برس۔ (روایت کیا اس کو ابو داؤد نے)

تشریح: "ان لا تعجز امتی" اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میری امت کی اتنی بے وقعتی اور ناقدری نہیں ہوگی اور یہ امت اتنی عاجز نہیں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کو پانچ سو سال تک مؤخر کر کے نصف یوم کی عمر بھی نہ دے' نصف یوم سے قیامت کا آدھا دن مراد ہے جو پانچ سو سال کا ہوتا ہے قرآن کریم میں ہے وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت پانچ سو سال تک واقع نہیں ہوگی ہاں اس کے بعد اللہ تعالیٰ قیامت کو جتنا مؤخر کر دے وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اس سے بحث نہیں ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ان پانچ سو سالوں سے وہ سال مراد ہیں جو ایک ہزار سال کے بعد ہوں گے گویا ڈیڑھ ہزار سال کی مدت اس امت کی عمر ہے' حضرت عمر فاروق نے فرمایا ہے کہ پوری دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے' ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ جو پانچ سو سال کا ذکر ہے یہ سات ہزار سال کے بعد کا ہے' حضرت عمر فاروق نے سات ہزار سال کا ذکر فرمایا ہے اور پانچ سو سال کے کسر کو چھوڑ دیا ہے جس طرح عرب کرتے ہیں۔ (مرقات' ج ۹ ص ۴۴۸)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ.... قرب قیامت کی مثال

(۷) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ هٰذِهِ الدُّنْيَا مَثَلُ ثَوْبٍ شُقَّ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰى اٰخِرِهٖ فَبَقِیَ مُتَعَلِّقًا بِخَيْطٍ فِیْ اٰخِرِهٖ فَيُوْشِکُ ذٰلِکَ الْخَيْطُ اَنْ يَّنْقَطِعَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دنیا کی مثال کپڑے کی مانند ہے جسے اول سے لے کر آخر تک پھاڑ دیا گیا ہے اور وہ آخر میں ایک دھاگے کے ساتھ لٹکا ہوا ہے۔ قریب ہے کہ وہ دھاگہ بھی ٹوٹ جائے۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں)

بَابُ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّاعَلٰی شِرَارِ النَّاس

اس بات کا بیان کہ قیامت صرف برے لوگوں پر قائم ہوگی

اس باب میں جو احادیث منقول ہوں گی ان سے یہ واضح ہوگا کہ جب قیامت آنے کو ہوگی تو دنیا میں جتنے بھی نیک لوگ ہوں گے وہ سب مرجائیں گے، صرف بدکار باقی رہیں گے، اور پھر انہی پر قیامت قائم ہوگی لہٰذا جب تک اس دنیا میں نیک لوگوں کا وجود رہے گا قیامت قائم نہیں ہوگی! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عہد ختم ہوجانے کے بعد ایک خوشبودار ہوا چلے گی جس سے تمام مسلمان ومؤمنین مرجائیں گے اور دنیا میں صرف بدکار باقی رہ جائیں گے گدھوں کی طرح آپس میں اختلاط کریں گے، اور پھر انہی بدکاروں پر قیامت قائم ہوگی۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ... جب تک روئے زمین پر ایک بھی اللہ کا نام لیوا موجود ہے قیامت نہیں آسکتی

(۱) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی لَايُقَالُ فِی الْاَرْضِ اَللّٰهُ وَ فِی رِوَايَةٍ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰی اَحَدٍ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت نہیں قائم ہوگی حتیٰ کہ زمین میں اللہ اللہ کی صدا نہ رہے اور ایک روایت میں ہے کہ قیامت کسی ایسے شخص پر قائم نہ ہوگی جو اللہ اللہ کہتا ہوگا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

قیامت صرف برے لوگوں پر قائم ہوگی

(۲) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ الْخَلْقِ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت بدترین مخلوق پر قائم ہوگی۔ (مسلم)

ایک پیشین گوئی

(۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَضْطَرِبَ اَلْيَاتُ نِسَآءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِی الْخَلَصَةِ وَ ذُوالْخَلَصَةِ طَاغِيَةُ دَوْسِ نِ الَّتِیْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ فِی الْجَاهِلِيَّةِ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ اوس قبیلہ کی عورتوں کے سرین ذوالخلصہ کے گرد حرکت کریں گے اور ذوالخلصہ دوس کا ایک بت ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "تضطرب" اضطراب سے ہے حرکت کرنے کے معنی میں ہے۔ "الیات" ہمزۃ اور لام دونوں پر فتح ہے یہ الیۃ کی جمع ہے ہمزۃ پر زبر ہے لام ساکن ہے موٹی ران اور سرین ومقعد کے گوشت کو کہتے ہیں جسے کولھا کہتے ہیں۔ "ذو الخلصة" یہ یمن میں ایک بت خانہ کا نام تھا اس کو کعبہ یمانیہ بھی کہا جاتا تھا اس بت خانہ میں ایک بڑا بت تھا جس کا نام خلصہ تھا اسی کی وجہ سے پورے بت خانہ کو ذوالخلصہ کہا جانے لگا، مکہ مکرمہ کے فتح ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ کو اس کے گرانے اور جلانے کیلئے روانہ فرمایا آپ نے اس کو تباہ کردیا۔

دور جاہلیت میں قبیلہ خثعم اور بجیلہ اور قبیلہ دوس کے لوگ اس بت کو پوجتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی کہ ایک زمانہ آخر میں پھر ایسا آئے گا کہ قبیلہ دوس کی عورتیں مٹک مٹک کر اس بت کے اردگرد طواف کرتی پھریں گی، یہ ایک جزئی واقعہ ہوگا ورنہ قیامت تک جزیرۂ عرب میں بطور غلبہ عمومی طور پر بت پرستی نہیں ہوسکتی یا یہ اس زمانہ کی بات ہوگی جب اسلام کا نظام اٹھ جائے گا قیامت شروع ہوجائے گی جس طرح ساتھ والی روایت میں اس کی تصریح ہے پھر تو کوئی اشکال نہیں ہے۔

قیامت سے پہلے لات وعزیٰ کی پھر پرستش ہونے لگے گی

(۴) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى يَعْبُدَ اللَّاتُ وَ الْعُزّٰى فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَا ظُنَّ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ هُوَالَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَنَّ ذٰلِكَ تَامًا قَالَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًاطَيِّبَةً فَتُوَفِّىْ كُلُّ مَنْ كَانَ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَيَبْقٰى مَنْ لَّا خَيْرَ فِيْهِ فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى دِيْنِ اٰبَآئِهِمْ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے رات اور دن اس وقت تک ختم نہ ہوں گے یہاں تک کہ لات وعزیٰ کی پوجا کی جائیگی۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میرا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ بت پرستی ختم ہوجائے گی۔ اللہ وہ ہے جس نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا تا کہ وہ سب دینوں پر اس کو غالب کر دے اگرچہ مشرک لوگ اس بات کو ناپسند سمجھیں۔ آپ نے فرمایا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا اسی طرح ہوگا پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا وہ فوت کر دیا جائے گا اور ایسے لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کسی قسم کی کوئی بھلائی نہ ہوگی وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

قیامت سے پہلے کیا ہوگا؟

(۵) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَمْكُثُ اَرْبَعِيْنَ لَا اَدْرِىْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْشَهْرًا اَوْ عَامًا فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ كَاَنَّهٗ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَيَطْلُبُهٗ فَيُهْلِكُهٗ ثُمَّ يَمْكُثُ فِى النَّاسِ سَبْعَ سِنِيْنَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيْحًابَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ اَوْ اِيْمَانٍ اِلَّاقَبَضَتْهُ حَتّٰى لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِىْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ قَالَ فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِىْ خِفَّةِ الطَّيْرِ وَ اَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُوْلُ اَلَا تَسْتَحْيُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ فَمَا تَاْمُرُنَا فَيَاْمُرُ هُمْ بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَ هُمْ فِىْ ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ثُمَّ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَلَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا اَصْغٰى لِيْتًا وَ رَفَعَ لِيْتًا قَالَ فَاَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهٗ رَجُلٌ يَّلُوْطُ حَوْضَ اِبِلِهٖ فَيَصْعَقُ وَ يَصْعَقُ النَّاسُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَاَنَّهُ الطَّلُّ فَيَنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ثُمَّ يُقَالُ يَآ يُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ وَ قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ فَيُقَالُ اَخْرِجُوْا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ مِنْ كَمْ كَمْ فَيُقَالُ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَ تِسْعِيْنَ قَالَ فَذٰلِكَ يَوْمٌ يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ يُّكْشَفُ عَنْ سَاقٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ ذُكِرَ حَدِيْثُ مُعَاوِيَةَ لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ فِىْ بَابِ التَّوْبَةِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال خروج کرے گا چالیس سال کا عرصہ وہ زمین میں ٹھہرے گا مجھے علم نہیں کہ آپ نے چالیس دن یا ماہ یا سال کہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمائے گا وہ شکل وصورت میں عروہ بن مسعود کے مشابہ ہیں وہ اس کو طلب کریں گے اور اسے ہلاک کردیں گے۔ اس کے بعد لوگوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سات برس تک ٹھہریں گے۔ کسی بھی دو شخصوں کے درمیان عداوت نہ ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا۔ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ ہوا اس کو ماردے گی۔ حتیٰ کہ اگر کوئی حتیٰ کہ اگر کوئی شخص پہاڑ کے اندر داخل ہوجائے وہ ہوا وہاں پہنچ کر اس کی روح کو قبض کرے گی۔ کہا بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو پرندوں کی طرح سبک اور درندوں کی طرح گرانی رکھتے ہوں گے کسی نیک بات کو نہ جانیں گے اور نہ کسی نامشروع امر سے رکیں گے۔ شیطان انسانی شکل میں ان کے پاس

آئے گا اور کہے گا تم شرم نہیں کرتے وہ کہیں گے تم ہمیں کیا حکم کرتے ہو۔ وہ ان کو بتوں کے پوجنے کا حکم کرے گا۔ وہ اسی حالت میں ہوں گے ان کا رزق بکثرت ہوگا اور ان کی معیشت اچھی ہوگی کہ صور پھونک دیا جائے گا اس کی آواز جو شخص بھی سنے گا گردن ایک طرف جھکا دے گا اور دوسری طرف بلند کرے گا۔ فرمایا سب سے پہلے اس کی آواز ایک شخص سنے گا وہ اپنے اونٹوں کا حوض لیپتا ہوگا وہ مرجائے گا اور دوسرے لوگ بھی مرجائیں گے پھر اللہ تعالیٰ شبنم کی مانند بارش برسائے گا اس کے سبب لوگ اُگیں گے پھر صور میں پھونکا جائے گا۔ ناگہاں لوگ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے پھر کہا جائے گا اے لوگو اپنے پروردگار کی طرف چلو۔ فرشتوں کے لیے کہا جائے گا ان کو ٹھہراؤ ان سے سوال کیا جائے گا۔ کہا جائے گا کہ آتش دوزخ کا لشکر نکالو کہا جائے گا کتنوں میں سے کتنے کہا جائے گا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے فرمایا یہ وہ وقت ہے جو بچوں کو بوڑھا کردے گا اور اس دن پنڈلی کھولی جائے گی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے) معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں لاتنقطع الهجرة باب التوبہ میں ذکر کی جاچکی ہے۔

تشریح: ''اربعین'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے قیام کو کسی مصلحت کے تحت مبہم رکھا اسی لئے آگے راوی کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس دن فرمایا یا چالیس ماہ کہا یا چالیس سال کہہ دیا مگر روایات میں راجح قول چالیس دن کا ہے۔ ''کبد جبل'' کبد سینہ اور جگر کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ ہوا اس شخص میں داخل ہو کر رہے گی خواہ وہ پہاڑ یا چٹان کے سینہ میں اندر جا کر چھپ ہی کیوں نہ جائے۔ ''خفة الطير'' یعنی نقل وحرکت اور عدم استقلال میں پرندوں کی طرح منتشر انداز میں غیر سنجیدہ ہو کر جوتے چٹخاتے ہوئے بے وقار پھرتے رہیں گے۔'' واحلام السباع'' یعنی وحشت وبربریت، جہالت اور بے رحمی میں درندوں کی طرح بے عقل ہوں گے۔ ''الا تستحيون'' کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ فسق وفجور میں پڑے ہوئے ہو اور عبادت نہیں کرتے؟ یہ بات ابلیس اس لئے کریگا تا کہ ان کو دھوکہ دے کر بتوں کی عبادت میں لگادے۔

''دار رزقهم'' یعنی کفر وبت پرستی اور فسق وفجور کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو مسلسل رزق دیتا رہے گا اور ان کی ظاہری زندگی اچھی رہے گی اور جسمانی صحت وغیرہ حاصل رہے گی۔ ''اصغى ليتا'' لام پر کسرہ ہے گردن کی ایک جانب کو کہتے ہیں شارحین اس جملہ کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ نفخ صور کی دہشت کی وجہ سے دل پھٹ جائیں گے تو گردنیں ڈھلک جائیں گی اس کا نظام معطل ہو جائے گا تو ایک حصہ نیچے ہوگا دوسرا اوپر رہ جائے گا۔ شارحین کی بات اپنی جگہ پر صحیح ہے مگر میرے ناقص خیال میں یہ آتا ہے کہ اس اچانک آواز کی وجہ سے ہر آدمی اس آواز کو اچھی طرح سننے کی کوشش کرے گا تو کان اس کی طرف لگائے گا تا کہ زیادہ آواز آجائے اور حقیقت حال کا اندازہ ہو جائے جیسا کہ عام عادت ہے کہ اس طرح کی صورت حال میں گردن اور چہرہ کا ایک حصہ اوپر نیچے ہو جاتا ہے اسی شش وپنج میں معاملہ اور سخت ہو جائے گا ''یلوط'' لپائی اور لیپ پوت مراد ہے۔ ''اطل'' شبنم کو طل کہتے ہیں خفیف بارش مراد ہے یہ بارش عرش کے نیچے سے برسے گی۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ یعنی یہی شدائد اور مصائب کا وقت ہوگا کشف ساق کنایہ ہے ایسے غم سے جو برداشت سے باہر ہو یہ عرب کا خاص محاورہ ہے عرب لوگ اس کو شدت مصیبت میں استعمال کرتے ہیں یعنی جب ناقابل برداشت مصیبت کسی پر آجاتی ہے تو وہ شخص اپنی پنڈلی سے پاجامہ اور کرتہ ہٹاتا ہے اور لڑائی کیلئے تیار ہو جاتا ہے اسی مصیبت کی کیفیت میں عرب کا یہ محاورہ اس طرح استعمال ہوتا ہے۔ ''كشف فلان عن ساقه''

بَابُ النَّفْخِ فِي الصُّوْرِ..... صور پھونکے جانے کا بیان

قال الله تعالىٰ **فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ** (سورة المدثر)

نفخ پھونکنے کے معنی میں ہے اور صور اصل میں نرسنگا اور سینگ کو کہتے ہیں یہ ایک قدرتی سینگ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیل پھونک ماریں گے۔ یہ نفخ صور دو مرتبہ ہوگا ایک بار سب انسانوں کو ہلاک کرنے کیلئے ہوگا اور دوسری مرتبہ سب کو زندہ کرنے کیلئے پھونکا جائے گا تا کہ حشر نشر اور حساب کتاب قائم ہو جائے پہلے صور پھونکنے اور دوسری بار پھونکنے کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا میدان

محشر سرزمین شام پر قائم ہوگا' تمام انسانوں کو نفخ صور ثانی کے ذریعہ سے اس میدان کی طرف اس طرح بلایا جائے گا۔''یا عظام البالیة ویا اجسام المفتتة هلموا الی الله الواحد القهار الجبار۔''

نفخ اولیٰ کے ساتھ تمام جاندار مر جائیں گے ابلیس کو بھی اس نفخ اولیٰ میں ہلاک کیا جائے گا۔ یہ ادھر ادھر بھاگے گا مگر فرشتے آتشیں گرز لے کر اس کو لوٹائیں گے پھر تمام انسانوں کی حالت نزع کی تکلیف اکیلے ابلیس پر ڈالی جائے گی' نفخ اولی مسلسل چھ ماہ تک جاری رہے گا اس سے تمام مخلوق ختم ہو جائے گی' فرشتے بھی ختم ہو جائیں گے صرف آٹھ چیزیں ہلاکت سے محفوظ رہ جائیں گی۔ (۱) عرش (۲) کرسی (۳) لوح محفوظ (۴) قلم (۵) جنت (۶) دوزخ (۷) صور (۸) ارواح بعض علماء لکھتے ہیں کہ یہ آٹھ چیزیں بھی کچھ وقت کیلئے فنا ہو جائیں گی اور صرف رب ذوالجلال باقی رہ جائے گا اور اعلان فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ؟ تین مرتبہ اعلان کے بعد خود جواب دے گا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ

پھر ریڑھ کی ہڈی جس کو عجب الذنب کہتے ہیں اس سے ہر انسان کو پیدا کیا جائے گا۔ سب لوگ بے ریش' برہنہ' ناختنہ کردہ اٹھیں گے سب سے پہلے زمین سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے ابوبکر صدیق' عمر فاروق اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ساتھ ہوں گے پھر ہر امت اپنے اپنے پیغمبر کے پاس اکٹھی ہو جائے گی' شدید گرمی ہوگی' لوگ پسینہ میں ڈوبے ہوں گے الا ماشاء اللہ۔ ایک ہزار سال تک لوگ اسی درد و کرب میں رہیں گے پھر لوگ انبیاء کرام سے شفاعت چاہیں گے' سب انبیاء عذر فرمائیں گے صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس مقام محمود میں جائیں گے شفاعت کبریٰ کی جب اجازت مل جائے گی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی امت کیلئے بھی شفاعت فرمائیں گے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ.... دونوں نفخوں کے درمیان کتنا وقفہ ہوگا

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالُوْا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا قَالَ اَبَيْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَيْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَيْتُ ثُمَّ يَنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَ لَيْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَيْءٌ لَا يَبْلٰى اِلَّا عَظْمًا وَّ احِدًا وَ هُوَ عَجْبُ الذَّنْبِ وَ مِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ فِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ يَا كُلُهُ التُّرَابُ اِلَّا عَجْبَ الذَّنْبِ مِنْهُ خُلِقَ وَ فِيْهِ يُرَكَّبُ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں نفخوں کا درمیانی عرصہ چالیس ہے۔ لوگوں نے کہا اے ابو ہریرہ چالیس دن ہے۔ انہوں نے کہا ہاں میں نہیں جانتا لوگوں نے کہا چالیس مہینے ہیں کہا میں نہیں جانتا۔ لوگوں نے کہا چالیس برس ہے کہا میں نہیں جانتا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا۔ لوگ اس طرح اُگ آئیں گے جس طرح سبزہ اُگتا ہے۔ انسان کے جسم کی ہر چیز کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ایک ہڈی باقی رہ جاتی ہے اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہے۔ قیامت کے دن لوگوں کے تمام اعضاء اس سے ترکیب دیئے جائیں گے (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ہے انسان کے تمام جسم کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی سالم رہتی ہے اس سے انسان کو پیدا کیا گیا اور اسی سے اس کو ترکیب دی جائے گی۔

تشریح: ''قال ابیت'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ انکار اس بنیاد پر تھا کہ آپ نے اسی طرح مجمل طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا مفصل سنا تھا مگر بھول گئے تھے کیونکہ مفصل روایت کو اگر دیکھا جائے تو اس میں چالیس سال کی تصریح موجود ہے۔''عجب الذنب'' عجب جڑ کو کہتے ہیں اور ذنب دم کو کہتے ہیں اس ہڈی کے ساتھ دم جڑی ہوئی ہے پھر ریڑھ کی ہڈی کو عجب الذنب کہتے ہیں یہ ہڈی یا تو سب اعضاء کے بعد ختم ہو جاتی ہے یا مطلب یہ ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی ریزہ باقی رہ جاتا ہے جس سے انسان کے باقی اعضاء جڑ جاتے ہیں' ہاں انبیاء اور شہداء کے اجسام محفوظ رہتے ہیں۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی کبریائی و جبروت کا اظہار

(۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ يَطْوِی السَّمَآءَ بِيَمِيْنِهٖ

ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِکُ اَيْنَ مُلُوْکُ الْاَرْضِ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے گا اور آسمان کو دائیں ہاتھ میں لپیٹے گا پھر فرمائے گا بادشاہ میں ہوں۔ زمین کے بادشاہ کہاں ہیں۔ (متفق علیہ)

(۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْوِى اللّٰهُ السَّمٰوٰاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِکُ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ثُمَّ يَطْوِى الْاَرْضِيْنَ بِشِمَالِهٖ وَ فِىْ رِوَايَةٍ يَاْ خُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْاُخْرٰى ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِکُ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹے گا پھر ان کو دائیں ہاتھ میں پکڑ لے گا پھر فرمائے گا۔ میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں ظالم متکبر کہاں ہیں پھر بائیں ہاتھ میں زمینوں کو لپیٹے گا۔ ایک روایت میں ہے پھر زمینوں کو دوسرے ہاتھ میں لے گا پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں جبار کہاں ہیں متکبر کہاں ہیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "بيده اليمنى" آسمانوں کو شرف حاصل ہے اس لئے دائیں ہاتھ سے پکڑنے کا ذکر فرمایا۔ "بشماله" اللہ تعالیٰ کیلئے جہت متعین کرنا حدوث کو لازم ہے اور دائیں بائیں میں جہت کا شائبہ ہے نیز بائیں ہاتھ کو عرف عام میں وہ عظمت حاصل نہیں جو دائیں کو حاصل ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر شمال کا اطلاق نہیں ہوسکتا یہی وجہ ہے کہ اس روایت میں شمال کے اطلاق کے بعد راوی کہتا ہے کہ ایک روایت میں بيده الاخرى یعنی دوسرے ہاتھ کا اطلاق ہوا ہے شمال کا نہیں ہے حدیث میں یطویٰ کا لفظ ہے جس کا معنی لپیٹنا ہے مگر اس سے فنا کر دینا مراد ہے۔

قیامت کے دن کی کچھ باتیں یہودی عالم کی زبانی

(۴) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ حَبْرٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِکُ السَّمٰوٰاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى اِصْبَعٍ وَّالْاَرْضِيْنَ عَلٰى اِصْبَعٍ وَّالْجِبَالَ وَالشَّجَرَ عَلٰى اِصْبَعٍ وَّالْمَآءَ وَالثَّرٰى عَلٰى اِصْبَعٍ وَ سَائِرَ الْخَلْقِ عَلٰى اِصْبَعٍ ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ فَيَقُوْلُ اَنَا الْمَلِکُ اَنَا اللّٰهُ فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا مِمَّا قَالَ الْحَبْرُ تَصْدِيْقًا لَّهٗ ثُمَّ قَرَأَ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰاتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہود کا ایک عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اللہ آسمانوں کو ایک انگلی پر اٹھائے گا۔ زمینوں کو ایک انگلی پر پہاڑوں درختوں کو ایک انگلی پر پانی اور نمناک خاک کو ایک انگلی پر باقی مخلوق کو ایک انگلی پر پھر ان کو حرکت دے گا فرمائے گا میں بادشاہ ہوں میں اللہ ہوں۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعجب سے مسکرائے جو وہ عالم کہہ رہا تھا اور آپ نے اس کی تصدیق کی۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور ان مشرکوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے اور زمین سب کی سب قیامت کے دن اس کے قبضہ میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوں گے پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ اور بلند ہے اس چیز سے جس کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

تشریح: "حبر" یہود کے بڑے عالم کو حبر کہتے ہیں جس کی جمع احبار ہے اس یہودی عالم نے میدان محشر کا اور قیامت کے دن کا جو نقشہ بیان کیا ہے یہ دراصل ایک تمثیل اور تفصیل تھی مراد ہاتھ پر اٹھانا ہی تھا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحک فرمایا' یہ انکار کیلئے نہیں تھا بلکہ بطور تعجب اقرار کیلئے تھا۔

قیامت کے دن زمین وآسمان کی تبدیلی کے متعلق

(۵) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهٖ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ

وَالسَّمٰوٰتُ فَاَیْنَ یَکُوْنُ النَّاسُ یَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَی الصِّرَاطِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق دریافت کیا۔ ''اس روز تبدیل کی جائے گی زمین سوائے اس زمین کے اور آسمان۔ سوال کیا گیا کہ لوگ کہاں ہوں گے فرمایا وہ پل صراط پر ہوں گے۔'' (روایت کیا اس کو مسلم نے)

''تُبَدَّلُ الْاَرْضُ'' زمین کی تبدیلی کے بارے میں بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ اس کی ذات کی تبدیلی ہوگی موجودہ ذات کی جگہ نئی ذات آجائے گی مثلاً نئی زمین چاندی کی ہوگی اور نیا آسمان سونے کا ہوگا بعض علماء نے کہا ہے کہ ذات نہیں بلکہ زمین و آسمان کی صفات میں تبدیلی آئے گی مثلاً زمین سفید روٹی بن جائے گی لوگ محشر میں اس کو کھائیں گے پہلا قول واضح اور راجح ہے۔ یہاں یہ اشکال ہے کہ زمین و آسمان جب تبدیل ہونے لگیں گے تو اس لمحہ میں لوگ کہاں ہوں گے یہی سوال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ہے جس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اس وقت پل صراط پر ہوں گے۔

قیامت کے دن چاند و سورج بے نور ہو جائیں گے

(۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مَکَوَّرَانِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سورج اور چاند لپیٹ دیئے جائیں گے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''مکوران'' یعنی چاند اور سورج دونوں کو قیامت کے روز لپیٹ لیا جائے گا یعنی دونوں بے نور ہو جائیں گے اور پھر دونوں کو آگ میں ڈال دیا جائے گا یہ ان کی سزا نہیں بلکہ ان کے پوجنے والوں کی سزا کیلئے ہوگا کہ ان کا بنایا ہوا معبود آج آگ میں پڑا ہے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں

(۷) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْعَمُ وَ صَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَهٗ وَاَصْغٰی سَمْعَهٗ وَ حَتّٰی جَبْهَتَهٗ یَنْتَظِرُ مَتٰی یُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ مَا تَاْمُرُ نَا قَالَ قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیسے چین سے رہ سکتا ہوں جبکہ اسرافیل نے صور کو منہ میں لے لیا ہے۔ کان جھکا دیا ہے اور پیشانی جھکائی ہوئی ہے۔ منتظر ہے کہ اس کو کس وقت پھونکنے کا حکم دیا جاتا ہے صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول آپ ہم کو کس بات کا حکم دیتے ہیں فرمایا تم کہو ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

تشریح: '' حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ '' پڑھنا ایک ایسا عمل ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ بڑی سے بڑی آفت و مصیبت اور سخت سے سخت مشکل کو دفع کر کے عافیت و سلامتی عطا فرماتا ہے' چنانچہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ میں ڈالا جانا تھا تو آپ کی زبان پر یہی بابرکت کلمہ تھا' اسی طرح ایک غزوہ (جہاد) کے موقع پر جب کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ'' اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْهُمْ۔''یعنی دشمنوں نے آپ لوگوں کے مقابلہ کیلئے بڑا لاؤ لشکر جمع کر لیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے ڈرنا چاہیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پڑھا'' حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ''۔

صور کیا ہے؟

(۸) وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصُّوْرُ قَرْنٌ یُنْفَخُ فِیْهِ. (ترمذی و ابو داؤد والدارمی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کرتے ہیں فرمایا صور ایک سینگ

ہے اس میں پھونکا جائے گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی ابوداؤد اور دارمی نے)

تشریح: "جس کو پھونکا جائے گا" کا مطلب یہ ہے کہ اس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو مرتبہ پھونکیں گے ایک بار تو سب کو مارنے کے لئے اور دوسری بار سب کو جلانے کیلئے۔ بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ اس سینگ یعنی صور کا وہ سرا جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام اپنے منہ میں لگائے پھونکنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں گول ہے اور اس کی گولائی زمین اور آسمانوں کے برابر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ..... ناقور، راجفہ اور رادفہ کے معنی

(۹) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِی تَعَالٰی وَاِذَانُقِرَفِی النَّاقُوْرِ اَلصَّوْرُ قَالَ وَالرَّجِفَةُ اَلنَّفْخَةُ الْاَوْلٰی وَ الرَّادِفَةُ الثَّانِیَةُ رَوَاهُ الْبَخَارِیُّ فِیْ تَرْجُمَةِ بَابٍ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق کہا کہ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ میں ناقور سے مراد صور ہے اور الراجفہ سے مراد نفخہ اولیٰ اور الرادفہ سے مراد نفخہ ثانیہ ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے ترجمۃ الباب میں)

تشریح: دونوں آیتیں مع ترجمہ اس طرح ھیں. فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ فَذٰلِکَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ

"پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا سو وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا" یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ

"جس دن ہلا دینے والی چیز (زمین و پہاڑ اور تمام چیزوں کو ہلا ڈالے گی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی آئے گی۔" "راجف" اصل میں "رجف" سے نکلا ہے جس کے معنی ہلنے اور لرزنے کے ہیں اور "رادفة" کا لفظ ردف سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا کسی چیز کے پیچھے پیچھے پہنچنا۔

(۱۰) وعن ابی سعید قال ذکر رسول الله صلی الله علیه وسلم صاحب الصور وقال عن یمینه جبرئیل وعن یساره میکائیل

ترجمہ: حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صور پھونکنے والے یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ذکر کیا اور فرمایا کہ صور پھونکنے کے وقت ان کے دائیں جانب حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں گے اور بائیں جانب حضرت میکائیل علیہ السلام۔

دوبارہ زندہ کرنے کا ذکر

(۱۱) وَ اَبِیْ رَزِیْنِ الْعَقِیْلِیِّ قَالَ قَالَتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ یُعِیْدُ اللّٰهُ الْخَلْقَ وَ مَا اٰیَةُ ذٰلِکَ فِیْ خَلْقِهٖ قَالَ اَمَا مَرَرْتَ بِوَادِیْ قَوْمِکَ جَدْبًاثُمَّ مَرَرْتَ بِهٖ یَهْتَزُّ خَضِرًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَتِلْکَ اٰیَةُ اللّٰهِ فِیْ خَلْقِهٖ کَذٰلِکَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمُوْتٰی. رواهما رزین

ترجمہ: حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ مخلوق کو کیسے دوبارہ زندہ کرے گا اور مخلوق میں اس کی نشانی کیا ہے فرمایا کبھی تو اپنی قوم کے جنگل میں قحط کے زمانہ میں گذرا ہے؟ پھر کبھی تو سرسبزی و شادابی میں گذرا ہے میں نے کہا ہاں فرمایا اس کی مخلوق میں یہ اس بات کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح مردوں کو زندہ کرے گا۔ (روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو رزین نے)

بَابُ الْحَشْرِ.... حشر کا بیان

"حشر" کے اصل معنی ہیں جمع کرنا اکٹھا کرنا ہانکنا! چنانچہ قیامت کے دن کو یوم الحشر (حشر کا دن) اسی اعتبار سے کہتے ہیں کہ اس دن تمام مردے اپنی قبروں وغیرہ سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور سب کو اسی جگہ پر جمع کیا جائے گا جس کو "محشر" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ حشر دو ہوں گے ایک تو مذکورہ بالا معنی میں قیامت آنے کے بعد اور دوسرے حشر کا تعلق قیامت سے پہلے علامات قیامت سے ہے جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے کہ ایک آگ مشرق کی طرف سے نمودار ہوگی جو لوگوں کو گھیر کر زمین شام کی طرف لے جائے گی اور وہاں اکٹھا کر دے گی! یہاں عنوان باب میں "حشر" کے پہلے معنی مراد ہیں اگرچہ اس باب میں بعض ایسی احادیث بھی نقل ہوں گی جو بظاہر دونوں

معنی کا احتمال رکھتی ہیں، اسی لئے علماء کے ان کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ بعض حضرات نے ان کو دونوں معنی پر محمول کیا ہے اور بعض نے ان کے خلاف کہا ہے اور زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ ان احادیث کا محمول پہلے ہی معنی پر ہیں۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ .... حشر کا میدان

(۱) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى اَرْضٍ بَيْضَآءَ عَفْرَآءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيْهَا عَلَمٌ لِاَحَدٍ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگ میدہ کی روٹی کی مانند سفید سرخی مائل زمین پر جمع کیے جائیں گے کسی کے لیے اس میں نشان نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ)

تشریح: عفراء یعنی سرخی مائل سفید زمین۔ کقرصة النقی قرصہ چپاتی روٹی کو کہتے ہیں اور النقی چھنے ہوئے آٹے کو کہتے ہیں گویا یہ زمین گولائی میں روٹی کی طرح ہوگی اور محشر میں لوگوں کے کھانے کیلئے یہی انتظام ہے کہ زمین کے ٹکڑوں کو کاٹ کر کھائیں گے سالن کا پتہ نہیں ہے۔ علم لاحد یعنی ہموار زمین ہوگی۔ اس پر کسی کی عمارت وغیرہ کا کوئی نشان وعلامت نہیں ہوگی۔

اہل جنت کا پہلا کھانا

(۲) وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ الْاَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُبْزَةً وَّاحِدَةً يَّتَكَفَّؤُهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهٖ كَمَا يَتَكَفَّؤُ اَحَدُكُمْ خُبْزَتَهٗ فِى السَّفَرِ نُزُلًا لِاَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَتٰى رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَارَكَ الرَّحْمٰنُ عَلَيْكَ يَآاَبَا الْقَاسِمِ اَلَا اُخْبِرُكَ بِنُزُلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ بَلٰى قَالَ تَكُوْنُ الْاَرْضُ خُبْزَةً وَاحِدَةً كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا فَضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِاِدَامِهِمْ بَالَامُ وَالنُّوْنُ قَالُوْا وَمَا هٰذَا قَالَ ثَوْرٌ وَنُوْنٌ يَاْكُلُ مِنْ زَآئِدَةِ كَبِدِهِمَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن زمین ایک روٹی ہوگی جبار اس کو الٹ پلٹ کرے گا جس طرح تم میں سے ایک سفر میں اپنی روٹی کو الٹ پلٹ کرتا ہے۔ اہل جنت کے لیے مہمانی ہوگی۔ ایک یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم رحمٰن تجھ پر برکت بھیجے قیامت کے دن میں آپ کو بتلاؤں اہل جنت کی مہمانی کیا ہوگی۔ فرمایا ہاں بتلاؤ کہنے لگا زمین ایک روٹی بن جائے گی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا پھر مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے پھر کہنے لگا میں اہل جنت کا سالن بتلاؤں وہ بالام اور نون ہے انہوں نے کہا وہ کیا ہے کہنے لگا بیل اور مچھلی اس کے گوشت کا ٹکڑا جو جگر پر بڑھ رہا ہے۔ ستر ہزار آدمی کھائیں گے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "یتکفا" روٹی پکاتے وقت جلدی جلدی اسے الٹانے پلٹانے کو یتکفا کہا گیا ہے۔ "فی السفر" اس لفظ کو شاید اس لئے بڑھایا ہے کہ سفر میں جلدی ہوتی ہے تو روٹی کو جلدی جلدی ہاتھ میں الٹایا پلٹایا جاتا ہے۔ "نزل" مہمان کو جو کھانا تیار کر کے دیا جاتا ہے اس کو نزل کہا گیا ہے یعنی جنتیوں کی مہمانی۔ "قال" یعنی یہودی عالم نے پھر کہا کہ کیا سالن کا نہ بتاؤں؟ صحابہ نے فرمایا بتا دو اس نے کہا: "بالام" یہ عبرانی لفظ ہے عربی میں اس کا ترجمہ ثور ہے جو بیل کو کہتے ہیں اگر یہ لفظ عربی ہوتا تو صحابہ سمجھ جاتے۔ "نون" یہ مچھلی کو کہتے ہیں۔ "زائدة کبدهما" یعنی بیل اور مچھلی دونوں کے جگر کے کچھ زائد ٹکڑوں سے ستر ہزار جنتیوں کی تواضع کی جائے گی' یہ ستر ہزار وہ ہوں گے جو حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے' حیوانات میں مچھلی اور سانپ دو ایسے حیوان ہیں جن کے بڑے ہونے میں کوئی حد بندی نہیں ہے وہ بڑے سے بھی بڑھ کر بڑے بن سکتے ہیں۔

حشر کا ذکر

(۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی ثَلٰثِ طَرَآئِقَ رَاغِبِیْنَ رَاهِبِیْنَ وَ اِثْنَانِ عَلٰی بَعِیْرٍ وَ ثَلٰثَةٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَّاَرْبَعَةٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَ عَشَرَةٌ عَلٰی بَعِیْرٍ وَ تَحْشُرُ بَقِیَّتَهُمُ النَّارُ تَقِیْلُ مَعَهُمْ حَیْثُ قَالُوْا وَ تَبِیْتُ مَعَهُمْ حَیْثُ بَاتُوْا وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَیْثُ اَصْبَحُوْا وَ تُمْسِیْ مَعَهُمْ حَیْثُ اَمْسَوْا. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسموں پر لوگ اکٹھے کیے جائیں گے۔ رغبت کرنے والے ہوں گے اور ڈرنے والے دو ایک اونٹ پر ہوں گے۔ چار شخص ایک اونٹ پر اور دس آدمی ایک اونٹ پر باقی لوگوں کو آگ اکٹھا کرے گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی اور جہاں وہ رات گزاریں گے انکے ساتھ رات گزارے گی جہاں وہ صبح کریں گے اس کے ساتھ صبح کرے گی جہاں انہوں نے شام کی ان کے ساتھ شام کرے گی۔ (متفق علیہ)

تشریح: "طرائق" یہ طریقۃ کی جمع ہے مراد تین قسمیں ہیں یعنی لوگ زندہ ہونے کے بعد جب میدان محشر جمع ہوں گے تو وہاں پر آنے کے تین طریقے ہوں گے اور تین قسم کے لوگ ہوں گے۔ ایک قسم جنت میں رغبت کرنے والوں کی ہوگی' دوسری قسم دوزخ سے ڈرنے والوں کی ہوگی۔ "واثنان" ای واثنان منهم یعنی ان راغبین اور راہبین میں سے جو لوگ سواری پر ہوں گے ان کی کیفیت اور صورت اس طرح ہوگی کہ دو دو تین تین چار چار حتی کہ دس دس ایک ایک اونٹ پر سوار ہوں گے اپنے اپنے رتبے پر ہوں گے۔ "وتحشر بقیتهم" یعنی باقی تمام لوگوں کو جو تیسری قسم کے ہوں گے ان کو ایک آگ محشر میں جمع کریگی۔ "تقیل" یہ قیلولہ سے ہے مطلب یہ ہے کہ یہ آگ ان لوگوں کو ہر قسم کی سہولت دے گی کبھی سفر کبھی قیلولہ کبھی رات گزارنی اور کبھی صبح کرنی لیکن میدان محشر تک ضرور لائے گی۔ یہ آگ وہ ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر لوگوں کو میدان محشر میں لائیگی' میدان محشر کی طرف آنے کیلئے کئی حشر ہو سکتے ہیں' کبھی سواری ہوگی' کبھی پیدل ہوں گے' کبھی پاؤں پر چل کر جائیں گے' کبھی منہ کے بل جائیں گے۔

میدان حشر میں ہر آدمی ننگے بدن' ننگے پاؤں اور غیر مختون حالت میں آئے گا

(۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّکُمْ مُحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ وَ عْدًا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ وَ اَوَّلُ مَنْ یُّکْسٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِبْرَاهِیْمُ وَ اِنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِیْ یُؤْخَذُبِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اُصَیْحَابِیْ اُصَیْحَابِیْ فَیَقُوْلُ اِنَّهُمْ لَنْ یَّزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ عَلٰی اَعْقَابِهِمْ مُذْفَارَقْتَهُمْ فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَ کُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّادُمْتُ فِیْهِمْ اِلٰی قَوْلِهِ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا تم ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ جمع کیے جاؤ گے پھر یہ آیت پڑھی جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا لوٹائیں گے۔ ہمارا وعدہ ہے ہم کرنے والے ہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلے ابراہیم کو لباس پہنایا جائے گا۔ میرے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں کو بائیں جانب پکڑا جائے گا میں کہوں گا یہ میرے اصحاب ہیں یہ میرے اصحاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب سے تو ان سے جدا ہوا ہے یہ اپنی ایڑیوں پر پھرنے والے ہیں میں کہوں گا جس طرح کہ عبد صالح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا جب تک میں ان میں' ہوں میں ان پر گواہ تھا۔ اخیر آیت الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ تک۔ (متفق علیہ)

تشریح: "حفاة" پاؤں سے ننگے "عراة" بدن سے ننگے "غرلا" یعنی غیر مختون' ناختنہ کردہ شدہ ہوں گے۔

"واول من یکسی" چونکہ نمرود نے حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالتے وقت ان کے کپڑے اتارے تھے تو اس کے بدلے میں بطور اعزاز قیامت کے دن ان کو سب سے پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اول کپڑے پہنانے کا یہ اعزاز جو حضرت ابراہیم کو ملے گا یہ اولیت حقیقی نہیں بلکہ اضافی اولیت ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری روایت میں فرمایا ہے کہ سب سے پہلے مجھے کپڑے پہنائے جائیں گے یہ ممکن ہے حقیقی اولیت ہو۔

"اصیحابی اصیحابی" یہ لوگ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا میں ایمان لا چکے ہوں گے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو علامات سے پہچان لیں گے اور فرمائیں گے یہ تو میرے غریب اور عاجز ساتھی ہیں ان کو بائیں طرف کہاں دوزخ لے جا رہے ہو؟ "مرتدین" فرشتے جواب دیں گے کہ آپ کو معلوم نہیں کہ یہ لوگ آپ کے بعد دین اسلام سے مرتد ہو چکے تھے یہ فتنہ ارتداد کی طرف اشارہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دور صدیق میں پیش آیا تھا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اصیحابی سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی مراد نہیں ہیں بلکہ حضور پر ایمان لانے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی یعنی امتی مراد ہیں جو ایمان لائے پھر مرتد ہو گئے، ارتداد بھی عام ہے کہ اسلام چھوڑا یا دین میں نئی چیزیں داخل کر دیں جیسے اہل بدعت و اہل باطل۔

میدان حشر میں سب لوگ ننگے ہوں گے

(۵) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ اکٹھے کیے جائیں گے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول مرد عورتیں سب اکٹھے ایک دوسرے کو دیکھیں گے آپ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا معاملہ اس دن اس بات سے سخت تر ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں گو تمام لوگ ننگے آئیں گے لیکن ہر شخص کی عریانیت ایک دوسرے کی نگاہ سے اوجھل ہوگی اور کوئی کسی کو ننگا نہیں دیکھے گا کیونکہ اس دن کا معاملہ ہی ایسا ہوگا کہ ہر شخص اپنی اپنی فکر میں مستغرق ہوگا ہر طرف نامۂ اعمال پھیلے ہوں گے اور لوگ حساب و مؤاخذہ کے مراحل اور قیامت کی ہولناکیوں میں اس طرح گرفتار ہوں گے کہ کسی کو کسی کی خبر نہیں ہوگی کہ کون کس حال میں ہے اور کسی کو کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کا موقع نہیں ملے گا جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔

دوزخی منہ کے بل چل کر میدان حشر میں آئیں گے

(۶) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَلَيْسَ الَّذِيْ اَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول کافر منہ کے بل کیسے اکٹھا کیا جائے گا فرمایا جس ذات نے اس کو دونوں قدموں سے دنیا میں چلنے کی قدرت دی ہے اس بات پر قادر ہے کہ قیامت کے دن چہرہ کے بل چلائے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا حشر

(۷) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَلْقٰى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلٰى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ فَيَقُوْلُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ لَا تَعْصِنِيْ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَبُوْهُ اَلْيَوْمَ لَا اَعْصِيْكَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ يَا رَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَنِيْ اَنْ لَّا تُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَاَيُّ خِزْيٍ اَخْزٰى مِنْ اَبِي الْاَبْعَدِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ لِاِبْرَاهِيْمَ اُنْظُرْ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَاِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُتَلَطِّخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کو قیامت کے دن ملیں گے آزر کے چہرہ پر سیاہی اور غبار ہوگا۔ ابراہیم علیہ السلام اسے کہیں گے میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ میری

نافرمانی نہ کراس کا باپ کہے گا میں آج تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے اے میرے پروردگار تو نے میرے ساتھ اس بات کا وعدہ نہیں کیا کہ جس روز لوگ اٹھائے جائیں گے تجھ کو ذلیل اور رسوا نہ کروں گا۔ اس بات سے بڑھ کر اور کونسی ذلت ہے کہ میرا باپ رحمت سے دور ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے جنت کافروں پر حرام کردی ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کے لیے کہا جائے گا اپنے قدموں کے نیچے دیکھو وہ دیکھیں گے مٹی میں آلودہ ایک کفتار ہوگا اس کو ٹانگوں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری)

تشریح: ''الا بعد'' یعنی وہ باپ جو تیری رحمت سے دور ہو کر ہلاک ہو گیا۔ ''ذیخ'' ایک حیوان کو ذیخ کیا گیا ہے جس کا نام بجو، ہنڈار اور کفتار ہے۔ ''متلطخ'' یعنی اپنی غلاظت اور مٹی میں لتھڑا ہوگا۔

میدان حشر میں بہنے والا پسینہ

(٨) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا وَيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگ پسینہ گرائیں گے۔ یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر گز تک جائے گا اور ان کو لگام کرے گا حتیٰ کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (متفق علیہ)

میدان حشر میں سورج بہت قریب ہوگا

(٩) وَعَنِ الْمِقْدَادِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے قیامت کے دن سورج مخلوق کے نزدیک کر دیا جائے گا یہاں تک کہ ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ہوں گے۔ ان میں سے بعض کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا۔ بعض کے گھٹنوں تک۔ بعض کے تہبند باندھنے کی جگہ تک' بعض کو لگام کرے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے ساتھ منہ کی طرف اشارہ کیا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

اہل جنت کی سب سے بڑی تعداد امت محمدی ہوگی

(١٠) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا اٰدَمُ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ قَالَ اَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ فَعِنْدَهٗ يَشِيْبُ الصَّغِيْرُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَيُّنَا ذٰلِكَ الْوَاحِدُ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا وَّمِنْ يَّاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ اَلْفًا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا قَالَ مَا اَنْتُمْ فِي النَّاسِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَبْيَضَ اَوْ كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَسْوَدَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آدم سے کہے گا اے آدم وہ کہے گا حاضر ہوں میں اور مستعد ہوں تیری خدمت میں اور سب بھلائیاں تیرے دونوں ہاتھوں میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آگ کا لشکر نکال۔

آدم کہیں گے آگ کے لشکر کی مقدار کیا ہے فرمائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننا نوے اس وقت بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو مست دیکھے گا لیکن وہ مست نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ ایک ہم میں سے کون ہوگا آپ نے فرمایا تم کو خوش ہونا چاہئے کہ تم میں ایک ہوگا اور یاجوج ماجوج میں سے ہزار ہوں گے۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کی چوتھائی ہو گے۔ہم نے اللہ اکبر کہا فرمایا مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کی تہائی ہو گے۔ ہم نے اللہ اکبر کہا فرمایا مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کے نصف ہو گے۔ ہم نے اللہ اکبر کہا فرمایا لوگوں میں تمہاری تعداد اس قدر ہے جس قدر سفید بیل کی کھال میں سیاہ بال ہوتے ہیں یا سیاہ بیل کی کھال میں سفید بال ہوتے ہیں۔(متفق علیہ)

تشریح: ''بعث النار'' یعنی دوزخ کا حصہ الگ کر کے بھیج دو۔'' فکبرنا'' معلوم ہوا خوشی کے موقع پر نعرۂ تکبیر لگانا جائز ہے اس کو بدعت کہنا خود بدعت ہے۔''کالشعرۃ السوداء'' اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر زمان تک جتنے انسان ہیں ان کا مقابلہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ کیا جائے تو یہ بہت تھوڑے ہوں گے جیسے ایک جزء کے برابر ہو سکتے ہیں یا بیل کے جسم میں عام رنگ کے علاوہ جو کالا یا سفید رنگ ہوتا ہے اسی طرح ایک دھبہ کے برابر ہو سکتے ہیں یہ قلیل حیثیت تمہاری ہو گی مگر اس قلت کے باوجود جب جنت میں تمہاری حیثیت کو دیکھا جائے گا تو تم اہل جنت کے نصف کے برابر ہو گے۔صحابی فرماتے ہیں کہ ہم نے خوشی سے تکبیر بلند کی' اس سے معلوم ہوا کہ اظہار خوشی کیلئے نعرۂ تکبیر بلند کرنا منع نہیں ہے۔

ریاکاروں کے بارے میں وعید

(۱۱) وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهٖ فَيَسْجُدُلَهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍوَيَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَاءً وَسُمْعَةً فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهٗ طَبَقًا وَاحِدًا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے ہمارا رب اپنی پنڈلی کھولے گا ہر مومن مرد اور عورت اس کو سجدہ کریں گے دنیا میں جو دکھلاوے اور شہرت کے لیے سجدہ کرتے تھے وہ باقی رہ جائیں گے ایسا شخص سجدہ کرنا چاہے گا اس کی پیٹھ ایک ہڈی بغیر جوڑ کے ہو جائے گی۔(متفق علیہ)

دنیا میں اترانے والوں کی قیامت کے دن حیثیت

(۱۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَيَاتِيْ الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَقَالَ اِقْرَءُوْا فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا (پ ۱۵ کہف ۱۰۵) (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بڑا موٹا فربہ شخص قیامت کے دن آئے گا۔اللہ کے نزدیک اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا اور فرمایا اس کی تصدیق میں یہ آیت پڑھو۔ہم ان کافروں کے لیے کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔(متفق علیہ)

تشریح: خالص کافر کیلئے وزن اعمال کی ضرورت نہیں ہے وہ سیدھا دوزخ میں جائے گا جیسے قرآن میں ہے فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا اور جس طرح اس حدیث میں ہے مگر یہاں یہ سوال ہے کہ قرآن کی آیت وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ للرحمان صاف بتا رہی ہے کہ وزن اعمال ہوگا یہ تعارض ہے! تو اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے احوال مختلف ہیں بعض احوال میں وزن ہوگا بعض میں نہیں ہوگا نیز اس حدیث میں جو آیت ہے اس کا مطلب حدیث کے سیاق وسباق سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ عمل کا وزن تو ہوگا مگر وزن میں وزن نہیں ہوگا بلکہ عمل بے وزن ہوگا' خلاصہ یہ کہ کوئی تعارض نہیں ہے۔

الفصل الثانی...قیامت کے دن زمین ہر آدمی کے عمل کی گواہ بنے گی

(۱۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم هٰذِهِ الْاٰیَةَ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَآ اَخْبَارُهَا قَالُوْا اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ وَّ اَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰی ظَهْرِهَا اَنْ تَقُوْلَ عَمِلَ عَلَیَّ کَذَا وَ کَذَا یَوْمَ کَذَا وَ کَذَا قَالَ فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا اس دن زمین اپنی خبریں بیان کریں گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی خبریں یہ ہیں کہ ہر مرد اور عورت نے اس کی سطح پر جو کام کیا ہے اس کی گواہی دے گی اور کہے گی فلاں روز اس نے ایسا ایسا عمل کیا۔ یہ اس کی خبریں دینا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد' ترمذی نے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح' غریب ہے۔

ہر مرنے والا پشیمان ہوتا ہے

(۱۴) وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ اَحَدٍ یَمُوْتُ اِلَّا نَدِمَ قَالُوْا وَ مَانَدَامَتُهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ اَنْ لَّایَکُوْنَ اَزْدَادَ وَ اِنْ کَانَ مُسِیْئًا نَدِمَ اَنْ لَّا یَکُوْنَ نَزَعَ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مرتا ہے پشیمان ہوتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا وہ نادم کیوں ہوتا ہے فرمایا اگر وہ نیکوکار ہے پشیمان ہوتا ہے کہ نیکی زیادہ کیوں نہ کر لی۔ اگر بدکار ہے تو پشیمان ہوتا ہے کہ وہ کیوں نہ برائی سے باز رہا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

میدان حشر میں لوگ تین طرح آئیں گے

(۱۵) وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثَلٰثَةَ اَصْنَافٍ صِنْفًا مُشَاةً وَ صِنْفًا رُکْبَانًا وَّ صِنْفًا عَلٰی وُجُوْهِهِمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ کَیْفَ یَمْشُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ قَالَ اِنَّ الَّذِیْ اَمْشَاهُمْ عَلٰی اَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یُّمْشِیَهُمْ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اَمَآ اِنَّهُمْ یَتَّقُوْنَ بِوُجُوْهِهِمْ کُلَّ حَدَبٍ وَّشَوْکٍ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین قسموں پر لوگ اکٹھے کیے جائیں گے ایک قسم پیادہ چلیں گے۔ دوسری قسم سوار اور تیسری منہ کے بل چلیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ منہ کے بل کیسے چلیں گے فرمایا جس ذات نے ان کو پاؤں پر چلایا ہے اس بات پر قادر ہے کہ منہ کے بل چلائے آگاہ رہو وہ اپنے چہرے کے ساتھ ہر بلندی اور کانٹے سے بچیں گے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "مشاة" یہ مسلمان گناہگار ہوں گے۔ "رکبانا" یہ انبیاء کرام ہوں گے۔ "علی وجوههم" یہ اوندھے' منہ کے بل جانے والے کافر ہوں گے۔ بہر حال میدان محشر میں آنے کے لئے یہی تین طریقے ہوں گے۔

اگر اسی دنیا میں قیامت کے دن کے احوال دیکھنا چاہتے ہو

(۱۶) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کَاَنَّهٗ رَاْیُ عَیْنٍ فَلْیَقْرَاْ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (رواه احمد والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پسند کرتا ہے کہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گویا کہ اپنی آنکھ کے ساتھ دیکھ رہا ہے وہ سورۃ اذا الشمس کورت اور سورۃ اذا السماء انفطرت اور اذا السماء انشقت پڑھے۔ (احمد' ترمذی)

الفصل الثالث... لوگوں کو میدان حشر میں کس طرح لایا جائے گا

(۱۷) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اِنَّ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِیْ اَنَّ النَّاسَ يَحْشُرُوْنَ ثَلٰثَةَ اَفْوَاجٍ فَوْجًا رَاكِبِيْنَ طَاعِمِيْنَ كَاسِيْنَ فَوْجًا يَسْحَبُهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ وَ تَحْشُرُ هُمُ النَّارُ وَ فَوْجًا يَمْشُوْنَ وَ يَسْعَوْنَ وَ يُلْقِی اللّٰهُ الْاٰفَةَ عَلَی الظَّهْرِ فَلَا يَبْقٰی حَتّٰی اَنَّ الرَّجُلَ لِتَكُوْنَ لَهُ الْحَدِيْقَةُ يُعْطِيْهَا بِذَاتِ الْقَتَبِ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهَا (رواه النسائی)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا صادق اور مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خبر دی کہ لوگ تین قسموں پر اکٹھے کیے جائیں گے ایک قسم سوار کھانے والے۔ پہننے والے ہیں۔ ایک قسم فرشتے ان کو چہروں کے بل کھینچتے ہوں گے اور آگ ان کو اکٹھا کرے گی۔ ایک قسم چل رہے ہوں گے اور دوڑتے ہوں گے اللہ تعالیٰ سواریوں پر آفت ڈال دے گا کوئی سواری باقی نہ رہے گی۔ حتیٰ کہ آدمی اونٹ کے بدلے میں باغ دے گا پھر بھی اس پر قادر نہ ہوگا۔ (روایت کیا اس کو نسائی نے)

تشریح: "طاعمین کاسین" یعنی کھاتے پیتے اور عمدہ کپڑوں میں ملبوس سواریوں پر سوار آئیں گے یہ انبیاء کرام ہوں گے۔ "یسحبهم الملائکة" یہ کفار ہوں گے فرشتے ان کو منہ کے بل گھسیٹ کر لے جائیں گے۔ "یمشون" یہ عام مسلمان ہوں گے۔ "علی الظهر" ظہر پیٹھ کے معنی میں ہے سواری مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ سواریوں پر آفت نازل کردے گا حتیٰ کہ ایک آدمی اپنا باغ بھی لٹادے گا مگر سواری نہیں ملے گی۔

بَابُ الْحِسَابِ وَالْقِصَاصِ وَالْمِيْزَانِ .... حساب' قصاص اور میزان کا بیان

قال الله تعالىٰ فاما من أوتی كتابه بيمينه فسوف يحاسب حسابا يسيرا وينقلب الىٰ أهله مسروراً وأما من أوتی كتابه وراء ظهره فسوف يدعو ثبوراً ويصلی سعيراً (سورة انشقاق)

"الحساب" اس عنوان میں حساب سے مراد قیامت کے دن بندوں کے اعمال کو گننا اور حساب کرنا ہے۔ یہ بات بالکل واضح اور عیاں ہے کہ انسانوں کے اعمال و کردار کا پورا پورا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن قیامت کے دن انسانوں کے اعمال و افعال کا حساب اس لئے ہوگا تا کہ ظاہری اور قانونی عدالت کے تحت تمام لوگوں پر واضح ہو جائے کہ دنیا میں کس نے کیا کیا ہے اور کون کس درجہ کے سلوک کا مستحق ہے؟ قیامت میں یہ حساب و کتاب کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور ہر مسلمان کے عقیدہ کا حصہ ہے۔ "القصاص" قصاص مساوات اور برابری کے معنی میں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے دنیا میں جو کچھ کیا ہے یا کسی کے ساتھ جو کچھ ناروا سلوک کیا ہے قیامت میں اس سے اس کا بدلہ لیا جائے گا مثلاً قتل کیا ہے یا کسی کو زخمی کیا ہے یا کسی پر ظلم کیا ہے یا کسی کو ایذا پہنچائی ہے تو اس سے اس کا بدلہ لیا جائے گا اور حق' حقدار کو دیا جائے گا یہ قصاص ہے۔ "المیزان" میزان سے مراد یہ ہے کہ میدان محشر میں ایک بڑی ترازو ہوگی جس کے دو پلڑے ہوں گے اس کے ذریعہ سے انسانوں کے اعمال تولے جائیں گے خواہ اچھے اعمال ہوں یا برے۔ پھر اس کے مطابق ثواب و عقاب کا قانون متوجہ ہوگا اس باب میں ان تینوں عنوانات کے متعلق احادیث بیان ہوں گی۔

الفصل الاول.... آسان حساب اور سخت حساب

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله عليه وسلم قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ يُحَاسَبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا هَلَكَ قُلْتُ اَوَلَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكَ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ فِی الْحِسَابِ يَهْلِكُ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جس شخص کا بھی حساب ہوا ہلاک ہوگا۔ میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں کہ عنقریب آسان حساب کیا جائے گا۔ فرمایا اس سے مقصود صرف بیان کرنا ہے لیکن حساب میں جس سے مناقشہ کیا گیا اور کد و کاوش کی گئی ہلاک ہوگا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "انما ذلک العرض" اس حدیث میں ہے کہ جس شخص سے قیامت کے دن حساب لیا گیا وہ ہلاک ہوگیا' اس حدیث کو سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ تو قرآن میں فرماتا ہے: "فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا" ۔ کہ قیامت میں حساب آسان ہوگا اور آپ فرماتے ہیں کہ جس سے حساب لیا گیا وہ ہلاک ہوگیا۔ اس کے جواب میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حساب میں فرق بتایا کہ ایک حساب عرض کے درجہ میں ہے اور ایک حساب مناقشہ کے درجہ میں ہے۔ عرض یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی دفتر حساب میں حاضر ہوا اور سوال و جواب کے بغیر اس کو رخصت کردیا گیا صرف ظاہری طور پر دیکھا گیا' ٹٹولا نہیں گیا اور مناقشہ یہ ہے کہ ایک ایک چیز کے بارے میں فرشتے پوچھنے لگیں کہ یہ کام کیوں کیا؟ کیسے کیا؟ کب کیا؟ اس مناقشہ میں ہلاکت سے کوئی نہیں بچ سکے گا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بلا کسی واسطہ کے ہر آدمی سے ہمکلام ہوگا

(۲) وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ وَّلَا حِجَابٌ يَحْجُبُهُ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلاَ يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهٖ وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلاَ يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلاَ يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہم کلام ہوگا اس بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا اور نہ حجاب اور پردہ ہوگا جو اس کو چھپا سکے وہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا۔ اس کو اپنے اعمال جو اس نے آگے بھیجے ہیں نظر پڑیں گے بائیں جانب دیکھے گا اس کو اپنے اعمال جو اس نے آگے بھیجے ہیں نظر پڑیں گے۔ اپنے آگے دیکھے گا اس کو سامنے آگ نظر آئے گی آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ٹکڑے کے ساتھ ہو۔ (متفق علیہ)

تشریح: "جب بندہ اپنی داہنی طرف نظر ڈالے گا الخ" یعنی یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی سخت صورتحال سے دوچار ہوتا ہے اور کسی مشکل میں پڑ جاتا ہے تو دائیں بائیں دیکھنے لگتا ہے' پس اس وقت چونکہ ہر بندے کے لئے ایک سخت ترین مرحلہ درپیش ہوگا اس لئے وہ دائیں بائیں دیکھے گا اور دائیں طرف اس کو وہ نیک اعمال نظر آئیں گے جو اس نے دنیا میں کئے ہوں گے اور بائیں طرف اس کے برے اعمال دکھائی دیں گے' اور سامنے کی طرف آگ نظر آئے گی' لہٰذا اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ وہ اس وقت اپنے نیک اعمال کی طرف دیکھ کر اطمینان و سکون حاصل کرے اور سامنے کی طرف نظر آنے والی آگ سے نجات پائے تو اس کو چاہیے کہ اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرے اور برے اعمال سے اجتناب کرکے اپنے آپ کو اس آگ سے بچانے کی راہ نکالے۔ "اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو" اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں' ایک تو یہ کہ اپنے آپ کو دوزخ کی آگ میں جانے سے بچاؤ اور کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرو اگرچہ وہ ظلم و زیادتی کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کی صورت میں یا اس کے برابر کیوں نہ ہو! دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر دوزخ کی آگ سے بچنا چاہتے ہو تو ضرورت مندوں اور محتاج لوگوں کی مدد و اعانت اور خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرو اگرچہ تم صرف کھجور کا ایک ٹکڑا ہی خرچ کرنے کی استطاعت کیوں نہ رکھتے ہو' اس لئے خدا کی راہ میں خرچ کرنا یعنی صدقہ و خیرات تمہارے اور آگ کے درمیان پردہ بنے گا۔

قیامت کے دن مومن پر رحمت خداوندی

(۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ وَيَسْتُرُهٗ فَيَقُوْلُ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَيْ رَبِّ حَتّٰى قَرَّرَهٗ بِذُنُوْبِهٖ وَرَاٰى فِيْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ قَدْ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ وَاَمَّا الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَيُنَادٰى بِهِمْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مومن کو قریب کرے گا اس پر اپنا کنارہ

رکھے گا اور اس کو ڈھانکے گا۔ فرمائے گا کیا تو فلاں گناہ کو پہچانتا ہے کیا تو فلاں گناہ کو پہچانتا ہے وہ کہے گا ہاں اے میرے رب یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے گناہوں کا اقرار کروائے گا اور وہ اپنے نفس میں خیال کرتا ہوگا کہ وہ ہلاک ہوگیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا دنیا میں میں نے ان گناہوں کو ڈھانکے رکھا تھا آج میں ان کو معاف کرتا ہوں۔ اس کی نیکیوں کی کتاب اس کو دے دی جائے گی اور جو کافر اور منافق ہیں بر سر مخلوقات ان کے متعلق اعلان کر دیا جائے گا۔ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق جھوٹ بولا خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (متفق علیہ)

مسلمانوں کے دشمن ان کے لئے دوزخ سے نجات کا عوضانہ ہوں گے

(۴) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ دَفَعَ اللّٰہُ اِلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یَھُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا فَیَقُوْلُ ھٰذَا فِکَاکُکَ مِنَ النَّارِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے ایک یہودی یا عیسائی حوالے کرے گا اور فرمائے گا یہ آگ سے تیری خلاصی کا سبب ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''فَکّ'' کے معنی ہیں گروی رکھی ہوئی چیز کو چھڑانا! اور اسی سے ''فکاک'' (ف کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جس کے ذریعہ گروی رکھی ہوئی چیز کو چھڑایا جائے! پس ''یہ شخص تیرا فکاک یعنی تیری چھڑائی ہے'' کا مطلب یہ ہوا کہ گویا مسلمان دوزخ کی آگ میں گروی ہے' اور قیامت کے دن اس یہودی یا نصرانی کو اس (مسلمان) کے بدلہ میں آگ میں بھیج کر اس کو اس آگ سے چھڑایا جائے گا اب اس بات کی تاویل یوں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مکلف کے لئے' کہ خواہ کافر ہو یا مؤمن' جنت اور دوزخ میں ایک ایک جگہ مقرر کر رکھی ہے' لہٰذا جو شخص ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوا اس کی وہ جگہ کہ جو دوزخ میں تھی اس شخص کی جگہ کے ساتھ کہ جو جنت میں ہے بدل دی جائے گی' اور جو شخص ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت نہیں ہوا اس کا معاملہ اس کے برعکس ہوگا' پس اس اعتبار سے یہ کافر لوگ گویا دوزخ کی آگ سے مؤمنوں کی نجات کا سبب ہوں گے اس سے واضح ہوا کہ مذکورہ بالا جملہ کی یہ مراد قطعاً نہیں ہے کہ کافروں کو مؤمنوں کے گناہوں کے بدلہ میں دوزخ کے سپرد کیا جائے گا کیونکہ حق تعالیٰ نے پہلے ہی یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ '' ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ '' واضح رہے کہ ''یہود و نصاریٰ'' کی تخصیص محض علامتی ہے یعنی یہاں اصلی مراد تو کافر ہیں اور یہود و نصاریٰ کا ذکر صرف اسی بناء پر ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ان کی عداوت و دشمنی زیادہ مشہور ہے۔

قیامت کے دن امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نوح کی گواہ بنے گی

(۵) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُجَاءُ بِنُوْحٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیُقَالُ لَہٗ ھَلْ بَلَّغْتَ فَیَقُوْلُ نَعَمْ یَا رَبِّ فَتُسْئَلُ اُمَّتُہٗ ھَلْ بَلَّغَکُمْ فَیَقُوْلُوْ نَ مَا جَاءَ نَا مِنْ نَّذِیْرٍ فَیُقَالُ مَنْ شُھُوْدُکَ فَیَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَاُمَّتُہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَیُجَاءُ بِکُمْ فَتَشْھَدُوْنَ اَنَّہٗ قَدْ بَلَّغَ ثُمَّ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِتَکُوْنُوْا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا ان سے کہا جائے گا تم نے اپنی امت کو پیغام رسالت پہنچا دیا وہ کہیں گے ہاں اے میرے پروردگار ان کی امت سے سوال کیا جائے گا وہ کہے گی ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ ان سے کہا جائے گا آپ کے گواہ کون ہیں وہ کہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو لایا جائے گا تم گواہی دو گے کہ نوح علیہ السلام نے پیغام رسالت پہنچا دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ''اور اسی طرح ہم نے تم کو افضل امت بنایا تاکہ تم گواہی دو لوگوں پر اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کہہ دے گی کہ نوح نے ہم کو دعوت نہیں دی' اللہ تعالیٰ

حضرت نوح سے پوچھیں گے تو حضرت نوح فرمائیں گے کہ میں نے لمبی دعوت دی ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہارا گواہ کون ہے وہ فرمائیں گے محمد کی امت گواہ ہے جب یہ امت گواہی دے دیگی تو قوم نوح جرح کرے گی کہ یہ لوگ ہزاروں سال بعد آئے تھے ان کو کیا معلوم اور یہ کیسے گواہ بن گئے؟ جب اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا تو امت مرحومہ جواب دے گی کہ ہم نے قرآن میں پڑھا ہے جو سچی کتاب ہے اس پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آکر اپنی امت کا تزکیہ فرمادیں گے کہ انہوں نے سچ کہا ہے تو امت پوری دنیا پر گواہ ہوگی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر گواہ بنیں گے بریلوی سوچ لیں کہ گواہ بننے کا مطلب کیا ہے؟ کیا گواہ بننے والا حاضر ناظر کے معنی میں ہے؟ پھر تو پوری امت حاضر وناظر ہوگئی بلکہ اپنے نبی سے بھی بڑھ کر حاضر وناظر ہوگئی۔

قیامت کے دن جسم کے اعضاء شہادت دیں گے

(۶) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَضَحِكَ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّا اَضْحَكُ قَالَ قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ مِنْ مُخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهٗ يَقُوْلُ يَا رَبِّ اَلَمْ تُجِرْنِيْ مِنَ الظُّلْمِ قَالَ يَقُوْلُ بَلٰى قَالَ فَيَقُوْلُ فَاِنِّيْ لَا اُجِيْزُ عَلٰى نَفْسِيْ اِلَّا شَاهِدًا مِنِّيْ قَالَ فَيَقُوْلُ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ شَهِيْدًا وَبِالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ شُهُوْدًا قَالَ فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ فَيُقَالُ لِاَرْكَانِهٖ اَنْطِقِيْ قَالَ فَتَنْطِقُ بِاَعْمَالِهٖ ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَلَامِ قَالَ فَيَقُوْلُ بُعْدًا لَّكُنَّ وَسُحْقًا فَعَنْكُنَّ كُنْتُ اُنَاضِلُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ مسکرائے فرمایا تم جانتے ہو میں کس چیز سے ہنسا ہوں ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتا ہے۔ فرمایا ایک بندے کے اپنے رب کے ساتھ رُو دررُو کلام کرنے کی وجہ سے وہ کہے گا اے میرے رب کیا تو نے مجھ کو ظلم سے پناہ نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں وہ کہے گا میں اپنے نفس پر کوئی اور گواہ قبول کرنے پر راضی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج تیرا نفس ہی تجھ پر گواہ کافی ہے اور کراماً کاتبین گواہ کافی ہیں اس کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اس کے کانوں کے لیے کہا جائے گا بولو۔ وہ اس کے اعمال بتلائیں گے۔ پھر اس کے اور اس کے کلام کرنے کے درمیان چھوڑا جائے گا وہ کہے گا تمہارے لیے ہلاکت اور دوری ہو میں تمہاری طرف سے جھگڑتا تھا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "الم تجرنی" یعنی کیا آپ نے مجھے ظلم سے یہ کہہ کر محفوظ و مامون نہیں کیا ہے کہ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا اگر مجھ پر ظلم نہیں کرنا تو آج میرے حساب کتاب میں مکمل گواہی کی ضرورت ہے تا کہ عدالت میں عدل ہو۔ "بلیٰ" یعنی عدل وانصاف ہوگا تجھے یقیناً ہم نے پناہ دی ہے مگر یہ بتا کہ تیرے حساب و کتاب میں نقصان کیا ہے؟ وہ کہہ دے گا کہ تیرے فرشتوں نے میرے خلاف لکھا ہے ان کی تیار کردہ رپورٹ پر مجھے اعتماد نہیں کوئی ایسا گواہ چاہیے جو میرے جسم سے اٹھ کر گواہی دیدے۔ "یخلی" یعنی جب اعضاء اس کے خلاف خوب گواہی دیدیں گے تو پھر اس بندے کو ان کے اعضاء کے ساتھ گفتگو کا موقع دیا جائے گا اور اس شخص اور اس کے کلام کے درمیان بندش کو اٹھالیا جائے گا تو وہ بولنے لگے گا۔ "اناضل" یعنی یہ شخص اپنے اعضاء سے کہے گا کہ تم پر ہلاکت ولعنت ہو یہ سب دوڑ دھوپ میں تمہیں بچانے کیلئے کرتا تھا اور تم نے میرے خلاف گواہی دیدی! شرم کرو ڈوب مرو!

قیامت کے دن دیدار الٰہی

(۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِي الظَّهِيْرَةِ لَيْسَتْ فِيْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ فِيْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ اِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اَحَدِهِمَا قَالَ فَيَلْقَى الْعَبْدَ فَيَقُوْلُ اَيْ فُلْ اَلَمْ اُكْرِمْكَ وَاُسَوِّدْكَ وَاُزَوِّجْكَ وَاُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَ الْاِبِلَ وَاَذَرْكَ تَرْاَسُ وَتَرْبَعُ فَيَقُوْلُ بَلٰى قَالَ فَيَقُوْلُ اَفَظَنَنْتَ اَنَّكَ مُلَاقِيَّ فَيَقُوْلُ لَا فَيَقُوْلُ فَاِنِّيْ قَدْ اَنْسَاكَ كَمَا نَسِيْتَنِيْ ثُمَّ يَلْقَى الثَّانِيَ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ ثُمَّ يَلْقَى الثَّالِثَ فَيَقُوْلُ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ وَبِرُسُلِكَ

وَصَلَّيْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَيُثْنِيْ بِخَيْرٍ مَا اسْتَطَاعَ فَيَقُوْلُ هٰهُنَا اِذًا ثُمَّ يُقَالُ الْاٰنَ نَبْعَثُ شَاهِدًا عَلَيْكَ وَيَتَفَكَّرُ فِيْ نَفْسِهٖ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْهَدُ عَلَيَّ فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ وَيُقَالُ لِفَخِذِهٖ انْطِقِيْ فَتَنْطِقُ فَخِذُهٗ وَلَحْمُهٗ وَعِظَامُهٗ بِعَمَلِهٖ وَذٰلِكَ لِيُعْذِرَ مِنْ نَفْسِهٖ وَذَالِكَ الْمُنَافِقُ وَذَالِكَ الَّذِيْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے۔ فرمایا کیا دوپہر کے وقت جبکہ آسمان پر بادل نہ ہوں سورج کے دیکھنے میں تم اختلاف کرتے ہو انہوں نے کہا نہیں فرمایا تو کیا تم چودہویں کا چاند دیکھنے میں باہم اختلاف کرتے ہو جبکہ بادل بھی نہ ہو عرض کی کہ نہیں فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس طرح ان دونوں میں سے کسی ایک کے دیکھنے میں تم اختلاف نہیں کرتے اسی طرح اپنے رب کے دیکھنے میں بھی تم اختلاف نہیں کرو گے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ملے گا اس کو کہے گا اے فلاں شخص کیا میں نے تجھ کو بزرگی نہ دی تھی اور کیا تجھ کو سردار نہ بنایا تھا اور کیا میں نے تجھ کو بیوی نہ دی تھی اور تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہ کیے تھے اور میں نے تجھ کو رئیس بنا کر نہ چھوڑا تھا کہ تو بٹائی کی چوتھائی لے گا وہ کہے گا کیوں نہیں۔ فرمائے گا کیا تو گمان کرتا تھا کہ مجھ کو ملے گا وہ کہے گا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ کو بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھ کو بھلا دیا تھا۔ پھر دوسرے شخص کو ملے گا اس کے مطابق بیان کیا پھر تیسرے شخص کو ملے گا اسی طرح اس سے کہے گا۔ وہ کہے گا اے میرے رب میں تیرے ساتھ تیری کتابوں اور تیرے رسولوں کے ساتھ ایمان لایا۔ میں نے نماز پڑھی روزہ رکھا اور میں نے صدقہ کیا۔ وہ بھلائی کی جس قدر ہو سکے تعریف کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہاں ٹھہر پھر کہا جائے گا ہم تیرے گواہ لاتے ہیں وہ اپنے دل میں سوچے گا مجھ پر کون گواہی دے گا اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران کے لیے کہا جائے گا کہ بول اس کی ران اس کا گوشت اس کی ہڈیاں اس کے عمل بتلا دیں گے اور یہ اس لیے ہے کہ بندہ اپنے نفس سے عذر کا ازالہ کر سکے۔ یہ منافق ہو گا اور یہ وہ شخص ہو گا جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو گا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ میں یدخل من امتی الجنته باب التوکل میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر ہو چکی ہے۔

تشریح: "وهل تضارون" یہ مضارات باب مفاعلہ کا صیغہ ہے جو ضرر کے معنی میں ہے یعنی چاند اور سورج کے دیکھنے میں تم کو ایک دوسرے سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے؟ اگر تکلیف نہیں پہنچتی تو پھر اللہ تعالیٰ کے دیدار میں بھی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی' ایک روایت میں تضامون کے الفاظ ہیں' وہ ازدحام اور رش کے معنی میں ہے مراد یہی ضرر اور تکلیف ہے۔

"الا کما تضارون" یعنی ضرر ہی نہیں ہو گا یہ کلام اثبات برائے نفی ہے جس طرح اس شعر میں مدح بصورت ذم ہے:

ولا عیب فیھم غیران سیوفیھم بھن فلول من قراع الکتائب

"ای فل" یعنی اے فلاں شخص "واذرک ترأس" یعنی میں نے تجھے سردار بنا کر چھوڑا تو سرداری کر رہا تھا۔ "وتربع" اور لوگوں سے بطور ٹیکس چوتھائی مال لیتا تھا یہ عرب سرداروں کا دستور تھا۔ "ھٰھنا" یعنی تم نے جو اتنے نیک اعمال کئے ہیں اب ذرا ادھر ہی کھڑے رہو تا کہ تمہیں اپنے دعویٰ کا پتہ چل جائے۔ "لیعذر" باب افعال سے ہے ہمزہ سلب مأخذ کے لئے ہے۔ "ای لیزیل اللہ عذرہ من قبل نفسہ" یعنی تمام گناہوں کو اس کے اپنے اعضاء نے گنا دیا جس سے اس شخص کا عذر ختم ہو گیا۔ اور یہی اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کیونکہ یہ شخص منافق کامل تھا۔

الفصل الثانی... امت محمدی میں سے حساب کے بغیر جنت میں جانے والوں کی تعداد

(۸) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ وَعَدَنِيْ رَبِّيْ اَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَّ ثَلٰثُ حَثَيَاتٍ مِّنْ حَثَيَاتِ رَبِّيْ (احمد والترمذی و ابن ماجۃ)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میرے رب نے

میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں داخل فرمائے گا نہ ان کا حساب ہوگا نہ ان کو عذاب ہوگا۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور آدمی ہوں گے اور میرے رب کی لپوں سے تین لپیں۔ روایت کیا اس کو احمد ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

تشریح: "حساب وعذاب کے بغیر" سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس سخت حساب کے مرحلہ سے گزرنا نہیں پڑے گا جس میں بندہ پرسش و مؤاخذہ، دارو گیر اور سخت پوچھ پاچھ سے دوچار ہونے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار الخ" کا مطلب یہ ہے کہ ستر ہزار لوگ تو حساب وعذاب کے مرحلہ سے گزرے بغیر ہی جنت میں جائیں ہی گے لیکن ان میں سے بھی ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار لوگ ہوں گے اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے تین چلو بھر کر اور لوگ ان کے ساتھ کر دے گا! اب رہی یہ بات کہ ستر ہزار سے کیا مراد ہے، تو ہوسکتا ہے کہ یہ خاص عدد ہی مراد ہو اور یا یہ کہ اس عدد سے "کثرت" مراد ہے نیز "تین چلوؤں" کے الفاظ بھی کثرت ومبالغہ سے کنایہ ہیں پس حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ میری اُمت کے اتنے زیادہ لوگوں کو، کہ جو شمار بھی نہیں کیے جاسکتے، حساب عذاب کے بغیر جنت میں داخل کرے گا۔

قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں لوگ تین مرتبہ پیش ہوں گے

(۹) وَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعْرَضُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثَلٰثَ عَرَضَاتٍ فَاَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَّ مَعَاذِیْرُوَا اَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذٰلِکَ تَطِیْرُ الصُّحُفُ فِی الْاَیْدِیْ فَاٰخِذٌ بِیَمِیْنِهٖ وَاٰخِذٌ بِشِمَالِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ لَا یَصِحُّ هٰذَا الْحَدِیْثُ مِنْ قِبَلِ اَنَّ الْحَسَنَ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَقَدْرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگ تین بار پیش کیے جائیں گے۔ دو مرتبہ جھگڑا کرنا اور عذر کرنا ہوگا۔ تیسری مرتبہ ہاتھوں میں نامہ اعمال اُڑ کر پڑیں گے۔ بعض دائیں ہاتھ میں لیں گے اور بعض بائیں ہاتھ میں۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث اس لحاظ سے صحیح نہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔ بعض نے اس روایت کو حسن بصری عن ابی موسیٰ کی سند سے روایت کیا ہے۔

تشریح: "جدال" یعنی تین پیشیاں ہوں گی دو میں آپس میں جھگڑے ہوں گے کہ ہمیں کسی نبی نے دعوت نہیں دی وغیرہ وغیرہ اور عذریں ہوں گی کہ ہم نے گناہ نہیں کیا، اگر کیا بھی ہے تو فلاں فلاں اشخاص کی وجہ سے کیا ہے، تیسری پیشی میں سب کا نتیجہ تیار ہو کر اڑنے لگے گا اور جلدی جلدی ہر ایک کو مل جائے گا، کامیاب، کامیاب ہو جائیں گے اور ناکام، ناکام رہ جائیں گے۔

اللہ کے نام کی برکت

(۱۰) وَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ سَیُخَلِّصُ رَجُلًا مِّنْ اُمَّتِیْ عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَیَنْشُرُ عَلَیْهِ تِسْعَةً وَ تِسْعِیْنَ سِجِلًّا کُلُّ سِجِلٍّ مِّثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَتُنْکِرُ مِنْ هٰذَا شَیْئًا اَظَلَمَکَ کَتَبَتِیَ الْحَافِظُوْنَ فَیَقُوْلُ لَا یَارَبِّ فَیَقُوْلُ اَفَلَکَ عُذْرٌ قَالَ لَا یَارَبِّ فَیَقُوْلُ بَلٰی اِنَّ لَکَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَ اِنَّهٗ لَا ظُلْمَ عَلَیْکَ الْیَوْمَ فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِیْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَیَقُوْلُ احْضُرْ وَزْنَکَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ مَاهٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتُ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ لَا تُظْلَمُ قَالَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِیْ کَفَّةٍ وَ الْبِطَاقَةُ فِیْ کَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَ ثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا یَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَیْءٌ." (رواہ الترمذی و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن برسر مخلوقات ایک ایک آدمی کو الگ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر ننانوے طومار پھیلائے گا ہر طومار حد بصر تک ہوگا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان میں سے کسی

چیز کا تو انکار کرتا ہے کیا میرے لکھنے والوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے وہ کہے گا نہیں۔ اے میرے پروردگار اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے اور آج تم پر ظلم نہیں ہوگا۔ اس کے لیے ایک چٹھی نکالے گا جس میں لکھا ہوگا اشھدان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنا وزن دیکھ کر وہ کہے گا اے میرے رب یہ چٹھی کیا ہے اور اس چٹھی کو ان طوماروں کے ساتھ کیا مناسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا طومار ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں گے اور چٹھی ایک پلڑے میں رکھ دی جائے گی وہ طومار ہلکے ہو جائیں گے۔ اور چٹھی بھاری ہو جائے گی۔ اللہ کے نام کے ساتھ کوئی چیز بھاری نہیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے)

تشریح: "یہ حدیث' حدیث بطاقہ کے نام سے مشہور ہے' بطاقہ اس پرچہ کو کہتے ہیں جس میں کلمہ شہادت لکھا ہوگا جس کو اس شخص نے پڑھا ہوگا اس شخص کے گناہوں کے ۹۹ بنڈل ہوں گے جس کے مقابلہ میں وزن اعمال کے ترازو میں یہ کلمہ بھاری ہو جائے گا اور پڑھنے والا جنت میں چلا جائے گا۔ "سجلات" بڑے بڑے رجسٹروں اور بنڈلوں کو سجلات کہا گیا ہے یعنی وزن کے بغیر ظلم ہو جائے گا لہٰذا وزن ضرور ہوگا کیونکہ یہاں ظلم نہیں ہے۔ "طاشت" ہلکے ہو کر اوپر کی طرف اُڑ جائیں گے۔ "ثقلت" جس پرچی پر کلمہ شہادت لکھا ہوگا یا تو صرف یہی پرچی بھاری ہو جائیگی یا اس کے ساتھ دوسرے اعمال بھی ہوں گے مگر بنیادی حیثیت اسی پرچی کی ہوگی' پہلا مفہوم زیادہ واضح ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اعمال متجسد نہیں ہوں گے بلکہ ان کے لکھے ہوئے رجسٹر ترازو میں رکھ کر تولے جائیں گے۔

قیامت کے دن کے تین ہولناک موقعے

(۱۱) وَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا ذَکَرَتِ النَّارَ فَبَکَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَایُبْکِیْکِ قَالَ ذَکَرْتُ النَّارَ فَبَکَیْتُ فَهَلْ تَذْکُرُوْنَ اَهْلِیْکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَمَّا فِی ثَلٰثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا یَذْکُرُ اَحَدٌ اَحَدًا عِنْدَ الْمِیْزَانِ حَتّٰی یَعْلَمَ اَیَخِفُّ مِیْزَانُهٗ اَمْ یَثْقُلُ وَ عِنْدَ الْکُتُبِ حَتّٰی یُقَالَ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتَابِیَهْ حَتّٰی یَعْلَمَ اَیْنَ یَقَعُ کِتَابُهٗ فِی یَمِیْنِهٖ اَمْ فِیْ شِمَالِهٖ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِهٖ وَ عِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا وُضِعَ بَیْنَ ظَهْرَیْ جَهَنَّمَ. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے آگ کا ذکر کیا اور رو پڑیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں روتی ہے کہنے لگیں میں نے آگ یاد کی میں رو پڑی کیا آپ اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن یاد رکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین جگہوں میں کوئی شخص کسی کو یاد نہیں رکھے گا۔ میزان کے پاس یہاں تک کہ جان لے کہ اس کی میزان ہلکی ہوتی ہے یا بھاری دوسرے اعمال نامہ کے وقت جب کہا جائے گا آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو، یہاں تک کہ جان لے اس کا عمل نامہ کہاں واقع ہوتا ہے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے سے اور پل صراط کے نزدیک جبکہ وہ جہنم کی پیٹھ پر رکھی جائے گی۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

الفصل الثالث.... حساب کتاب کا خوف

(۱۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَآءَ رَجُلٌ فَقَعَدَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ اِنَّ لِیْ مَمْلُوْکِیْنَ یُکَذِّبُوْنَنِیْ وَ یَخُوْنُوْنَنِیْ وَ اَشْتِمُهُمْ وَ اَضْرِبُهُمْ فَکَیْفَ اَنَا مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ یُحْسَبُ مَاخَانُوْکَ وَعَصَوْکَ وَ کَذَّبُوْکَ وَ عِقَابُکَ اِیَّاهُمْ فَاِنْ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ کَانَ کَفَافًا لَّا لَکَ وَ لَا عَلَیْکَ وَاِنْ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاهُمْ دُوْنَ ذَنْبِهِمْ کَانَ فَضْلًا لَّکَ وَ اِنْ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْکَ الْفَضْلُ فَتَنَحَّی الرَّجُلُ وَ جَعَلَ یَهْتِفُ وَ یَبْکِیْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَمَا تَقْرَأُ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَّاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا وَ کَفٰی بِنَا حَاسِبِیْنَ فَقَالَ الرَّجُلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَجِدُلِیْ وَلِهٰؤُلَآءِ شَیْئًا خَیْرًا مِّنْ مُّفَارَقَتِهِمْ اُشْهِدُکَ اَنَّهُمْ کُلُّهُمْ اَحْرَارٌ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر بیٹھ گیا کہنے لگا اے اللہ کے رسول میرے دو غلام ہیں مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں میری خیانت کرتے ہیں میری نافرمانی کرتے ہیں میں ان کو گالی دیتا ہوں اور مارتا ہوں۔ میرا اور ان کا حساب کیسے ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت قیامت کا دن ہوگا۔ انہوں نے جس قدر تیری خیانت کی تجھ سے جھوٹ بولا اور تیری نافرمانی کی اس کا حساب لگایا جائے گا اور جس قدر تو نے ان کو سزا دی اس کا حساب کیا جائے گا۔ اگر تیری سزا ان کے گناہوں کے مطابق ہوئی تو نہ تجھ کو ثواب ہوگا اور نہ عذاب۔ اگر تیری سزا ان کے گناہوں سے کم رہی زائد حق تیرے لیے ہوگا اور اگر تیری سزا ان کے گناہوں سے زائد ہوئی ان کے لیے زائد کا تجھ سے بدلہ لیا جائے گا وہ آدمی علیحدہ ہو کر رونے اور چلانے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے فرمایا کیا تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھتا قیامت کے دن ہم انصاف کے ترازو رکھیں گے کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا اگر عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوا ہم اس کو لائیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں وہ آدمی کہنے لگا اے اللہ کے رسول اپنے اور ان کے لیے اس سے بڑھ کر میں کوئی اور بات بہتر نہیں پاتا کہ ان سے جدا ہو جاؤں میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب آزاد ہیں۔

آسان حساب اور سخت حساب

(۱۳) وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلَاتِهٖ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الْحِسَابُ الْيَسِيْرُ قَالَ اَنْ يَّنْظُرَ فِيْ كِتَابِهٖ فَيَتَجَاوَزَ عَنْهُ اِنَّهٗ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَئِذٍ يَا عَآئِشَةُ هَلَكَ (احمد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اپنی ایک نماز میں فرماتے تھے اے اللہ میرا حساب آسان کرنا میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آسان حساب سے کیا مراد ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے عمل نامہ کو دیکھے اور درگذر کر دے۔ لیکن اے عائشہ رضی اللہ عنہا جس سے حساب میں کدوکاوش کی گئی وہ ہلاک ہوگا۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

مومن پر قیامت کا دن آسان ہوگا

(۱۴) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ اَخْبِرْنِيْ مَنْ يَّقْوٰى عَلَى الْقِيَامِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فَقَالَ يُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ عَلَيْهِ كَالصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہ آپ بتلائیں کہ قیامت کے دن اس قیامت کی کون طاقت رکھ سکے گا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس دن لوگ رب العٰلمین کے لیے کھڑے ہوں گے فرمایا مومن پر قیام ہلکا کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کو فرض نماز کی مانند معلوم ہوگا۔

تشریح: "یخفف" قیامت کے دن کا لمبا اور مختصر ہونا اور یہ تخفیف لوگوں کے مختلف احوال کی وجہ سے ہوگی بعض لوگوں پر یہ تخفیف کم اور کیف دونوں اعتبار سے ہوگی یعنی واقعۃً اوقات مختصر بھی ہو جائیں گے اور یہ شخص اس کو مختصر بھی محسوس کرے گا بعض کے لئے اس دن کے اوقات تو مختصر نہیں کئے جائیں گے دن لمبا ہی ہوگا مگر وہ شخص اس کو مختصر محسوس کرے گا جس طرح آدمی جب راحت میں ہوتا ہے تو اوقات مختصر لگتے ہیں گویا یہ دن کیف میں مختصر ہے اور کم میں مختصر نہیں ہے اور بعض پر کم میں مختصر ہوگا کیف میں لمبا ہوگا یعنی عذاب کی وجہ سے اس کو انتہائی لمبا محسوس کرے گا ورنہ اصل کے اعتبار سے یہ دن پچاس ہزار سال کا ہے جیسے قرآن میں ہے: فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ایک ہزار سال کا ذکر بھی ہے بہر حال مختلف احوال اور مختلف اعمال کی وجہ سے اس دن میں اختلاف ہوگا۔

(۱۵) وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم عَنْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ مَاطُوْلُ هٰذَا الْيَوْمِ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهٗ لَيُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَهْوَنَ عَلَيْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ

الْمَكْتُوبَةِ يُصَلِّيهَا فِي الدُّنْيَا رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کے متعلق دریافت کیا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے اس کی درازی کیا ہے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مومن پر ہلکا کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اس پر فرض نماز سے بھی آسان ہوگی جس کو وہ دنیا میں پڑھتا رہا ہے۔ روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں۔

کمال ایمان رکھنے والے لوگ حساب کتاب کے بغیر جنت میں جائیں گے

(۱۶) وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ يُحْشَرُ النَّاسُ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ فَيَقُوْلُ اَيْنَ الَّذِيْنَ كَانَتْ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ فَيَقُوْمُوْنَ وَ هُمْ قَلِيْلٌ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ثُمَّ يُؤْمَرُ لِسَآئِرِ النَّاسِ اِلَى الْحِسَابِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت اسما بنت یزید رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ قیامت کے دن لوگ ایک فراخ چٹیل میدان میں جمع کیے جائیں گے ایک منادی ندا کرے گا وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو خوابگاہوں سے جدا ہو جاتے تھے وہ کھڑے ہوں گے اور تھوڑے ہوں گے وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ پھر تمام لوگوں کے حساب لینے کا حکم کیا جائے گا۔ (بیہقی نے شعب الایمان)

تشریح: "الی الحساب" اس باب کی گذشتہ احادیث میں حساب کتاب اور وزن اعمال کا جو بیان ہوا ہے اس کے پیش نظر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وزن اعمال کی طرف آخر میں کچھ اشارہ ہو جائے چنانچہ اس باب کی احادیث کے پیش نظر ہر مسلمان پر ایک تو یہ عقیدہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے کہ قیامت میں حساب کتاب ہے' دوسرا یہ ماننا لازم آتا ہے کہ جہنم کی پشت پر ایک پل ہے جس پر سے تمام انسانوں کو گزرنا ہوگا یہ پل تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے مگر مؤمن کیلئے آسان ہے تیسرا یہ عقیدہ رکھنا لازم آتا ہے کہ میدان محشر میں ایک ترازو ہے جس پر اعمال تولے جائیں گے۔ معتزلہ وخوارج اور مرجئہ نے اس میزان کا انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اعمال' اعراض ہیں اور اعراض قائم بالغیر ہوتے ہیں ان کا الگ وجود نہیں ہوتا لہٰذا اعمال کا تولنا فضول بات ہے باقی وزن اعمال سے وہاں عدل وانصاف مراد ہے' ترازو مراد نہیں ہے۔

علماء نے جواب دیا کہ قرآن وحدیث میں ترازو کا ذکر ہے اس کا انکار کرنا گمراہی ہے باقی اعمال اگر اعراض ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو وجود دے سکتا ہے' وہ مجسد ہو جائیں گے یا مراد یہ ہے کہ اعمال والے کو تولا جائے گا جس طرح بعض احادیث میں ہے یا اعمال کے رجسٹر تولے جائیں گے جیسا کہ حدیث البطاقۃ میں ہے' ویسے یہ پرانے زمانے کے جوابات ہیں۔ آج کل کمپیوٹر کے اس دور میں یہ اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا کیونکہ اب تو اعراض تولے جاتے ہیں' ہر چیز کیلئے الگ ترازو ہے۔ جو اس کے مناسب ہے' ترازو سے یہاں کوئی گڑ تولنے والا ترازو تو مراد نہیں ہے' اگر اعراض ہیں تو اعراض کے تولنے کا بھی ایک ترازو ہے' دیکھئے! تھرمامیٹر کے ذریعہ سے بخار تولا جاتا ہے' آجکل نظر تولی جاتی ہے' سماعت تولی جاتی ہے جسم کے اندر شوگر وغیرہ تولا جاتا ہے' جہاز میں ایسے آلات ہیں جن سے ارتفاع وانخفاض تولا جاتا ہے۔ بُعد مسافت اور قرب مسافت تولا جاتا ہے' گرمی اور سردی تولی جاتی ہے اگر ایک انسان اتنا آگے جا سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کیلئے کیا مشکل ہے کہ وہ اعراض کو تلوا دے' خوارج اور معتزلہ بیکار قسم کے لوگ گزرے ہیں اور مرجئہ تو عمل کے لوگ نہیں ان کو میزان اور وزن اعمال سے کیا کام ہے۔

بَابُ الْحَوْضِ وَالشَّفَاعَةِ.... حوض اور شفاعت کا بیان

قال اللہ تعالیٰ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

"الحوض" سے یہاں حوض کوثر مراد ہے اس کی عجیب صفت اور عجیب حقیقت اس باب کی احادیث میں بیان کی گئی ہے میدان محشر میں دیگر انبیاء کرام کے حوض بھی ہوں گے جس سے وہ اپنے فرمانبردار امتیوں کو پانی پلائیں گے مگر ہمارے پیارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جو

حوض عطاء فرمائے گا وہ سب سے بڑا بھی ہوگا اور اس پر ازدحام بھی زیادہ ہوگا جس نبی کے فرمانبردار زیادہ ہوں گے ان کو حوض بھی بڑا دیا جائے گا' ہر نبی کے حوض پر صرف اس کے اپنے فرمانبردار امتی ہی حاضر ہوسکیں گے۔ قیامت کے دن جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے اور محشر آئیں گے' اس وقت سخت پیاس لگی ہوئی ہوگی' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ان کے حوض پر آئیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کوثر کا پانی اپنے ہاتھ سے پلائیں گے' دائیں جانب صدیق اکبر کھڑے ہوں گے اور بائیں جانب عمر فاروق ہوں گے درمیان میں نبی مکرم جلوہ افروز ہوں گے اور پانی پلائیں گے' یہ حوض کوثر میدان محشر کا ہوگا' دوسرا حوض کوثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں ملے گا جس کا پانی نہر کی صورت میں جنتی کے گھر میں جاری رہے گا' کفار اور بدعقیدہ لوگ حوض کوثر کے پاس نہیں آسکیں گے۔

"الشفاعة" شفاعت' سفارش کے معنی میں ہے' یہاں شفاعت کا مفہوم اور طلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کے گناہوں کی معافی کی سفارش کرنا' سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کافر کی سفارش نہیں ہوسکتی اور نہ یہ سفارش قبول ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ شفاعت کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ضروری ہے اجازت کے بغیر کوئی کسی کی شفاعت نہیں کرسکتا' کفار قریش بتوں کیلئے جس شفاعت کو ثابت کرنا چاہتے تھے وہ شفاعت قہریہ اور شفاعت غالبہ تھی جس کی سختی سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نفی فرمائی ہے لیکن اس سے جائز شفاعت کی نفی نہیں ہوتی۔

شفاعت کی قسمیں:۔ شفاعت کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک شفاعت کبریٰ ہے اور دوسری شفاعت صغریٰ ہے شفاعت کبریٰ کا تعلق تمام انسانوں سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے فرمائیں گے کہ میدان محشر میں لوگ تنگ ہو چکے ہیں ان کا حساب وکتاب شروع کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام محمود میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ لگائیں گے اور عجیب محامد بیان کریں گے اللہ تعالیٰ اعلان فرمائے گا کہ سجدہ سے سر اٹھا لو' مانگ لو دیا جائے گا' شفاعت کرو شفاعت قبول کی جائے گی' اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ اے اللہ! حساب کتاب شروع کردیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم جاؤ میں آرہا ہوں! اس طرح شفاعت کبریٰ کا مرحلہ مکمل ہو جائیگا۔ اس کے ساتھ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بارے میں شفاعت صغریٰ شروع فرمائیں گے اس کی بہت ساری قسمیں ہیں مگر سب شفاعت صغریٰ ہی کی صورتیں ہیں' شفاعت صغریٰ دیگر انبیاء اور فرشتے بھی کریں گے علماء اولیاء اور شہداء بھی کریں گے۔ شفاعت کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت اس وقت معلوم ہوتی ہے جب آدمی کسی مشکل کا سامنا کر رہا ہوتا ہے اور سفارش آجاتی ہے تو مشکل سے آدمی نکل جاتا ہے مثلاً بین الاقوامی کسی ایئرپورٹ پر کوئی پھنس جائے اور بری طرح پھنس جائے مگر ملک کے بادشاہ یا گورنر وزیر کا آدمی آجائے اور مصیبت زدہ کو ہاتھ سے پکڑ کر اعزاز کے ساتھ گھر لے جائے اور کہہ دے کہ یہ فلاں کا آدمی ہے اسی طرح جب محشر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش آئے گی پھر معلوم ہوگا کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔" رزقنا الله شفاعة نبينا الكريم"

الفصل الاول... حوض کوثر کے دونوں کناروں پر بڑے بڑے موتیوں کے قبے ہونگے

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَا اَنَا اَسِيْرُ فِي الْجَنَّةِ اِذَا اَنَا بِنَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ قُلْتُ مَاهٰذَا يَا جِبْرِيْلُ قَالَ هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِيْ اَعْطَاکَ رَبُّکَ فَاِذَا طِيْنُهٗ مِسْکٌ اَذْفَرُ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ میں جنت سے گذر رہا تھا کہ اچانک میرا گذر ایک نہر پر ہوا جس کے کنارے اندر سے خالی موتیوں کے بنے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا اے جبریل علیہ السلام یہ کیا ہے انہوں نے کہا یہ حوض کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے ناگہاں اس کی مٹی مشک سے تیز خوشبودار ہے۔ (بخاری)

تشریح: "حافتاه" ای جانباه و طرفاه نہر کے دو کنارے اور جانب مراد ہیں۔ "قباب" یہ جمع ہے اس کا مفرد قبۃ ہے جو گنبد کو کہتے ہیں۔ "الدر" موتی کو کہتے ہیں۔ "المجوف" جوف پیٹ کو کہتے ہیں یہاں اس موتی کو کہا گیا ہے جو اندر سے خالی ہو' خیمہ کی طرح گول عمارت ہو یعنی حوض کوثر کی نہر کے کناروں پر موتیوں کے ایسے گنبد بنے ہوں گے جن کے اندر رہائش اور آسائش کا سارا سامان موجود ہوگا۔ "مسک اذفر" یعنی ایسا مشک و عنبر ہوگا جس کی خوشبو شدید ترین ہوگی یہ اس حوض کی مٹی کی صفت بیان کی گئی ہے۔

حوض کوثر کی فضیلت

(۲) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم حَوْضِیْ مَسِیْرَةُ شَهْرٍ وَزَوَایَاهُ سَوَاءٌ وَمَآءُ هٗ اَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِیْحُهٗ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ وَکِیْزَانُهٗ کَنُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ یَّشْرَبُ مِنْهَا فَلَا یَظْمَأُ اَبَدًا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض ایک مہینہ کی سیر کی مسافت ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اس کی خوشبو مشک سے زیادہ ہے اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں اس میں سے جو ایک مرتبہ پئے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ)

حوض کوثر کی درازی اور اس کی خصوصیات

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِنَّ حَوْضِیْ اَبْعَدُ مِنْ اَیْلَةَ مِنْ عَدْنٍ لَهُوَ اَشَدُّ بَیَاضًا مِنَ الثَّلْجِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ وَلَاٰنِیَتُهٗ اَکْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَاِنِّیْ لَاَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ کَمَا یَصُدُّ الرَّجُلُ اِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهٖ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنَا یَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَکُمْ سِیْمَاءُ لَیْسَتْ لِاَحَدٍ مِنَ الْاُمَمِ تَرِدُوْنَ عَلَیَّ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ عَنْ اَنَسٍ قَالَ تُرٰی فِیْهِ اَبَارِیْقُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ کَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ. وَفِیْ اُخْرٰی لَهٗ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سُئِلَ عَنْ شَرَابِهٖ فَقَالَ اَشَدُّ بَیَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ یَغُتُّ فِیْهِ مِیْزَابَانِ یَمُدَّانِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ اَحَدُهُمَا مِنْ ذَهَبٍ وَالْاُخْرٰی مِنْ وَرِقٍ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض اس قدر بڑا ہے جس قدر ایلہ اور عدن کا فاصلہ ہے وہ برف سے زیادہ سفید اور شہد ملے ہوئے دودھ سے زیادہ شیریں ہے اس کے برتن آسمان کے ستاروں جتنے ہیں۔ میں لوگوں کو اس سے روکوں گا جس طرح ایک آدمی اپنے حوض سے لوگوں اونٹوں کو روکتا ہے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس روز آپ ہم کو پہچان لیں گے فرمایا ہاں تمہاری ایسی علامت ہوگی جو کسی امت کی نہ ہوگی۔ تم میرے پاس سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں لیکر آؤ گے جو وضو کی نورانیت کے سبب ہوگا۔ انس رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے اس میں سونے اور چاندی کے آبخورے ہیں جس قدر آسمان کے ستارے ہیں ایک دوسری روایت میں ثوبان سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے پانی کے متعلق دریافت کیا گیا فرمایا دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ شیرین ہے جنت سے اس کے دو پرنالے نکلتے ہیں ان میں ایک پرنالہ سونے کا ہے اور ایک پرنالہ چاندی کا ہے۔

تشریح: "ایلة" ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے جو ساحل میں واقع ہے اور آج کل اسرائیل کے قبضہ میں ہے جس کا جدید بگڑا ہوا نام ایلات ہے، بحر احمر یعنی بحیرۂ قلزم کے شمالی سرے پر واقع ہے۔ "الی عدن" عدن، بحر احمر کے جنوبی سرے پر واقع ہے۔ یہ ایک مشہور جزیرہ نما شہر کا نام ہے جو کسی زمانہ میں یمن کی بندرگاہ تھا۔ "اصد" روکنے کے معنی میں ہے اور "الناس" سے مراد دوسری امتوں کے لوگ ہیں۔ "غرا" روشن "محجلین" حیوان کے ہاتھ پاؤں پر جو سفید نشان ہوتے ہیں اس کو تحجیل کہتے ہیں۔ یہاں وضو کے اعضاء کی چمک دمک مراد ہے۔ "یغت" فریفر اور مدیمد دونوں کے وزن پر پڑھا جاتا ہے یعنی زوردار انداز سے تیزی کے ساتھ اس حوض میں دو پرنالے جنت سے آگریں گے اور یہ گرنا مسلسل ہوگا۔ "من ذهب" سونے اور چاندی سے پانی کی زینت کی طرف اشارہ ہے یا ہوسکتا ہے کہ پرنالوں کا رنگ بیان کیا گیا ہو کہ شہد کا پرنالہ سونے کا اور دودھ کا پرنالہ چاندی کا ہوگا۔

مرتدین کو حوض کوثر سے دور رکھا جائے گا

(۴) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِنِّیْ فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَیَّ شَرِبَ

وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِيْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ فَاَقُوْلُ اَنَّهُمْ مِنِّيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض کوثر پر تمہارا امیر ساماں ہوں جو میرے پاس سے گذرے گا اس سے پئے گا اور جو اس سے پئے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ بہت سی قومیں میرے پاس آئیں گی میں ان کو پہچانوں گا اور وہ مجھ کو پہچانیں گے پھر میرے اور ان کے درمیان حائل ہوا جائے گا میں کہوں گا وہ مجھ سے ہیں کہا جائے گا تو نہیں جانتا۔ انہوں نے بعد میں کیا کیا پیدا کر دیا میں کہوں گا دوری اور دوری ہو ان لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے بعد تغیر کر دیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "فرطکم" فرط پیش رو کو کہتے ہیں یعنی وہ شخص جو فوج سے پہلے جا کر منزل کو درست کرتا ہے۔ "لم یظمأ ابداً" ایک خلجان دل میں یہ گزرتا ہے کہ جب حوض کوثر کے پانی سے ہمیشہ کیلئے پیاس ختم ہو جائے گی تو پھر جنت میں پانی کی نہر یا شہد یا دودھ یا شراب کی نہر کی کیا ضرورت ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حوض کوثر کے پانی سے پیاس ختم ہو جائے گی آئندہ جو پانی ہوگا وہ شاید صرف لذت کے حصول کیلئے ہوگا' بطور لذت اہل جنت پئیں گے۔ "ما احدثوا" ایک احتمال یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام لائے تھے پھر آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے ان کو حوض کوثر سے روکا جائے گا' دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد وہ بدعتی لوگ ہیں جو بدعت مکفرہ میں مبتلا ہو گئے تھے۔ "سحقاً" تاکید کیلئے مکرر لایا ہے یعنی ہلاکت ہو اس کیلئے ہلاکت ہو۔

شفاعت سے تمام انبیاء کا انکار

(۵) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يُحْبَسُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُهَمُّوْا بِذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيُرِيْحُنَا مِنْ مَّكَانِنَا فَيَأْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اٰدَمُ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ اَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ اَكْلَهٗ مِنَ الشَّجَرَةِ وَقَدْ نُهِيَ عَنْهَا وَلٰكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا اَوَّلَ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ سُؤَالَهٗ رَبَّهٗ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلٰكِنِ ائْتُوْا اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ قَالَ فَيَأْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ثَلٰثَ كَذِبَاتٍ كَذَبَهُنَّ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا اٰتَاهُ اللّٰهُ التَّوْرَاةَ وَكَلَّمَهٗ وَقَرَّبَهٗ نَجِيًّا قَالَ فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ قَتْلَهُ النَّفْسَ وَلٰكِنِ ائْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ وَرُوْحَ اللّٰهِ وَكَلِمَتَهٗ قَالَ فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ فَيَأْتُوْنِّيْ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ فَيَقُوْلُ اِرْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّانِيَةَ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ ثُمَّ يَقُوْلُ اِرْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاُثْنِيْ بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّالِثَةَ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ ثُمَّ يَقُوْلُ اِرْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَاءٍ وَ تَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ حَتّٰى مَا يَبْقٰى فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ قَدْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ اَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ خُلُوْدٌ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قَالَ وَهٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِيْ وُعِدَهٗ نَبِيُّكُمْ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان قیامت کے دن روک لیے جائیں گے یہاں تک کہ وہ اس کی فکر کریں گے وہ کہیں گے اگر ہم اپنے پروردگار کی طرف کسی کی شفاعت طلب کریں جو ہم کو ہمارے اس غم ومحنت سے راحت دے۔ سب لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے تو آدم لوگوں کا باپ ہے اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اپنی جنت میں تجھ کو ٹھہرایا اپنے فرشتوں سے تجھ کو سجدہ کرایا ہر چیز کے نام تجھے سکھلائے اپنے رب کے نزدیک ہمارے لیے سفارش کریں تاکہ ہم کو اس تکلیف سے راحت دے وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں اور اپنی وہ غلطی یاد کریں گے جو درخت سے کھالیا تھا جبکہ اس سے روک دیئے گئے تھے۔ لیکن تم نوح کے پاس جاؤ وہ پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل ارض کی طرف بھیجا ہے سب لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس بات کا حق نہیں رکھتا اور اپنا گناہ یاد کریں گے کہ جس قسم کا سوال نہیں کرنا چاہیے تھا بغیر علم کے سوال کر دیا لیکن تم ابراہیم خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ وہ ابراہیم کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں اس بات کا حق نہیں رکھتا اور تین جھوٹ یاد کریں گے جو انہوں نے بولے تھے لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ ایسا بندہ ہے اللہ نے اس کو تورات دی اس سے کلام کیا اور سرگوشی کے لیے ان کو قریب کیا وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں اپنا گناہ یاد کریں گے کہ قبطی کو قتل کر دیا تھا۔ لیکن تم عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ اللہ کا بندہ اس کا رسول اور اس کی روح اور کلمہ ہے لوگ عیسیٰ کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس بات کا حق نہیں رکھتا لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں فرمایا سب لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے گھر آنے کی اجازت طلب کروں گا مجھے اس کی اجازت مل جائے گی۔ جب میں اس کو دیکھوں گا سجدہ میں گر جاؤں گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھ کو چھوڑے رکھے گا پھر فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھالے اور کہہ تیری بات سنی جائے گی اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگ دیا جائے گا فرمایا میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی ایسی حمد وثنا کروں گا جو مجھ کو وہ سکھلائے گا پھر میں شفاعت کروں گا میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں نکلوں گا اور ان کو آگ سے نکال لاؤں گا اور ان کو جنت میں داخل کر دوں گا۔ پھر دوبارہ واپس جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ سے اس کے گھر آنے کی اجازت طلب کروں گا۔ مجھے اس کی اجازت دی جائے گی جب میں اس کو دیکھوں گا سجدہ میں گر جاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھ کو چھوڑے رکھے گا پھر کہے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھا بات کہہ اس کو سنا جائے گا۔ شفاعت کر تیری شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگ دیا جائے گا میں اپنا سر اٹھادوں گا اور اپنے رب کی ایسے کلمات سے حمد وثنا کروں گا جو وہ مجھ کو سکھلائیں گے پھر میں سفارش کروں گا میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں نکلوں گا اور ان کو آگ سے نکال کر جنت میں داخل کر دوں گا۔ پھر تیسری بار واپس آؤں گا اللہ تعالیٰ سے اس کے گھر آنے کی اجازت طلب کروں گا مجھے اس کی اجازت دی جائے گی جب میں اس کو دیکھوں گا سجدہ میں گر جاؤں گا۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھ کو چھوڑے رکھے گا پھر فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھا بات کہہ اس کو سنا جائے گا۔ شفاعت کر تیری شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگ دیا جائے گا۔ فرمایا میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور ایسے کلمات کے ساتھ حمد وثنا کروں گا جو وہ مجھ کو سکھلائے گا پھر میں سفارش کروں گا میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں نکلوں گا اور ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ دوزخ میں وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن کو قرآن روک لے گا یعنی جن پر دوزخ میں ہمیشہ رہنا واجب ہو چکا ہوگا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی قریب ہے کہ تیرا پروردگار تجھ کو مقام محمود پر اٹھائے اور فرمایا یہ وہ مقام محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی سے وعدہ کر رکھا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "لست هنا کم" یعنی میں مقام شفاعت سے دور ہوں تم جس طرح مجھے اس کام کیلئے خیال کرتے ہو تو میں اس مقام کیلئے نہیں ہوں یہ میرے علاوہ کسی اور کا کام ہے۔

"اول نبی" یہاں یہ سوال ہے کہ حضرت نوح سے پہلے بہت سارے نبی گزرے ہیں تو آپ کو اول نبی کیسے فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اولوالعزم نبی

آپ سے پہلے کوئی نہیں تھا۔ اولوالعزم کے اعتبار سے اول نبی فرمایا' دوسرا جواب یہ ہے کہ قوم کفار کی طرف مقابلہ اور دعوت کے ساتھ پہلے نبی حضرت نوح تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا تھا آپ کے زمانہ سے پہلے کفر نہیں تھا قوم کفار کی طرف آنے والے آپ پہلے نبی تھے۔ ''ثلاث کذبات'' یہ توریہ کے طور پر کلام تھا' جھوٹ نہیں تھا۔ محاورۂ عرب میں توریہ کو کسی نے جھوٹ نہیں کہا البتہ ظاہری الفاظ میں ایسا لگتا ہے کہ جھوٹ ہے' اس ظاہر کے اعتبار سے اس پر جھوٹ کا اطلاق کیا گیا۔ اس میں ''اِنِّیْ سَقِیْمٌ'' کی طرف اشارہ ہیں دوسرا ''بَلْ فَعَلَهٗ کَبِیْرُهُمْ'' کی طرف اشارہ ہے اور تیسرا ''ھذا اختی'' کی طرف اشارہ ہے۔

''لست ھناکم'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے یہ میرا کام نہیں ہے کیونکہ مجھے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں لا کھڑا کیا اور مجھے ابن اللہ کہا گیا اب مجھے خوف بھی ہے اور حیاء بھی آتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں جا سکتا' تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ کیونکہ ان کی اگلی پچھلی تمام لغزشوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے۔ ''فیحدلی حدا'' یعنی شفاعت میں تحدید و تعیین ہوگی مثلاً یہ تحدید ہوگی کہ زنا کاروں کی شفاعت کریں شرابیوں کی شفاعت کریں' فلاں فلاں کی شفاعت قبول ہے وہ آپ کریں اس کے علاوہ سفارش نہ کریں' یہ تحدید ہے۔ ''حبسه القرآن'' یعنی قرآن نے اس کو مخلد فی النار قرار دیا ہو۔ اس حدیث میں ثم اشفع سے شفاعت صغریٰ کا بیان آ گیا ہے چونکہ آپ کو شفاعت کی اجازت مل گئی ہے اور آپ نے شفاعت کبریٰ کر بھی لی اس کے بعد آپ نے امت کے بارے میں شفاعت صغریٰ کا تذکرہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کو محدود کر کے اجازت دیدی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت

(۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِیْ بَعْضٍ فَیَأْتُوْنَ اٰدَمَ فَیَقُوْلُوْنَ اشْفَعْ اِلٰی رَبِّکَ فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِاِبْرَاهِیْمَ فَاِنَّهٗ خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ فَیَاْتُوْنَ اِبْرَاهِیْمَ فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِمُوْسٰی فَاِنَّهٗ کَلِیْمُ اللّٰهِ فَیَاْتُوْنَ مُوْسٰی فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِعِیْسٰی فَاِنَّهٗ رُوْحُ اللّٰهِ وَکَلِمَتُهٗ فَیَأْتُوْنَ عِیْسٰی فَیَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِمُحَمَّدٍ فَیَاْتُوْنِیْ فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ فَیُؤْذَنُ لِیْ وَیُلْهِمُنِیْ مَحَامِدَ اَحْمَدُهٗ بِهَا لَاتَحْضُرُنِی الْاٰنَ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ وَاَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ فَیُقَالُ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ شَعِیْرَةٍ مِنْ اِیْمَانٍ فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ یَارَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ فَیُقَالُ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ اَوْ خَرْدَلَةٍ مِنْ اِیْمَانٍ فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ فَیُقَالُ اِنْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ اَدْنٰی اَدْنٰی مِثْقَالَ حَبَّةِ خَرْدَلَةٍ مِنْ اِیْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ ائْذَنْ لِیْ فِیْمَنْ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ قَالَ لَیْسَ ذٰلِکَ لَکَ وَلٰکِنْ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکِبْرِیَائِیْ وَعَظْمَتِیْ لَاُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگ آمد و رفت کریں گے۔ آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اپنے رب کے ہاں ہماری سفارش کریں وہ کہیں گے میں اس بات کا حق نہیں رکھتا لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ رحمٰن کے خلیل ہیں لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں وہ عیسی کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ میرے پاس آئیں گے میں کہوں گا میں ہی اس کا اہل ہوں پھر میں اپنے رب کے پاس جانے کی اجازت طلب کروں گا

مجھے اجازت دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ میرے دل میں ایسے ایسے کلمات حمد ڈالے گا میں حمد کروں گا اور سجدہ میں گر جاؤں گا کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھالو کہیں آپ کی بات سنی جائے گی اور مانگیں آپ کو دیا جائے گا۔اور سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی میں کہوں گا اے میرے پروردگار میری امت کو بخش دیں میری امت کو معاف کر دیں مجھے کہا جائے گا۔ جاؤ جس کے دل میں جو کے برابر ایمان ہے اس کو نکال لاؤ میں جاؤں گا ایسا کرنے کے بعد پھر آؤں گا اور انہی تعریفی کلمات کے ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور سجدہ میں گر جاؤں گا کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھالو۔ کہیں آپ کی بات سنی جائے گی مانگیں آپ کو دیا جائے گا اور سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا اے میرے رب میری امت کو معاف کر دے میری امت کو بخش دے کہا جائے گا جاؤ جس کے دل میں ذرہ یا رائی کے برابر ایمان ہے اس کو نکال لاؤ میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا پھر واپس آؤں گا۔ میں اس کی ان تعریفی کلمات کے ساتھ تعریف کروں گا پھر اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھالو آپ کہیں آپ کی بات کو سنا جائے گا۔ مانگیں دیا جائے گا۔ سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی میں کہوں گا اے میرے رب میری امت کو معاف کر دے میری امت کو بخش دے کہا جائے گا جاؤ جس کے دل میں ادنیٰ ادنیٰ دانہ رائی کی مقدار ایمان ہے اس کو نکال لاؤ۔ میں جاؤں گا پھر چوتھی مرتبہ ان محامد کے ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا کہا جائے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھالو کہیں آپ کی بات کو سنا جائے گا مانگیں آپ کو دیا جائے گا سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی میں کہوں گا اے میرے پروردگار مجھ کو اجازت دیں کہ جن لوگوں نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا ہے ان کو آگ سے نکال لاؤں اللہ تعالیٰ فرمائے یہ آپ کا کام نہیں ہے لیکن مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم مجھ کو اپنی عظمت اور کبریائی کی قسم میں ان لوگوں کو ضرور نکالوں گا جنہوں نے **لا الہ الا اللہ** کہا ہے۔

تشریح:"امتی امتی" یہ وہی شفاعت صغریٰ کا بیان ہے' شفاعتِ کبریٰ کی قبولیت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرصت سے فائدہ اٹھایا' اور اپنی امت مرحومہ کیلئے شفاعت صغریٰ شروع فرمائی۔ امتی کے لفظ کو تاکید کیلئے مکرر لایا گیا ہے یا اگلی پچھلی امت کا ارادہ کیا گیا۔ **ای یا رب ارحمهم واغفر لهم او لهم وأخرهم۔**

نصیبہ والا آدمی

(۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِی یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ وَنَفْسِهٖ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا قیامت کے دن میری شفاعت کے ساتھ سب لوگوں سے بڑھ کر وہ شخص ہے جس نے خالص دل یا خالص نفس کے ساتھ **لا الہ الا اللہ** کہا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح:"خالصاً من قلبه" یعنی خلوص دل اور مکمل توحید کے ساتھ کلمہ پڑھنے والے شخص کو نبی مکرم کی شفاعت کیلئے سب سے زیادہ مستحق اور اسعد اور نصیب والا شخص قرار دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذکر

(۸) وَعَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَیْهِ الذِّرَاعُ وَکَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَتَدْنُوْ الشَّمْسُ فَیَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْکَرْبِ مَالَا یُطِیْقُوْنَ فَیَقُوْلُ النَّاسُ اَ لَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ یَّشْفَعُ لَکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ فَیَاْتُوْنَ اٰدَمَ وَذَکَرَ حَدِیْثَ الشَّفَاعَةِ وَقَالَ فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِیْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ ثُمَّ یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَیَّ مِنْ مَّحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَیْهِ شَیْئًا لَمْ یَفْتَحْهُ عَلٰی اَحَدٍ قَبْلِیْ ثُمَّ قَالَ یَا

مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَکَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَارْفَعُ رَأْسِيْ فَاَقُوْلُ اُمَّتِيْ يَارَبِّ اُمَّتِيْ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ يَارَبِّ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِکَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِکَ مِنَ الْاَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَابَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا اور آپ کی طرف دست کا گوشت اٹھایا گیا۔ دست کا گوشت آپ کو بہت پسند تھا آپ نے نوچ نوچ کر اس کو کھایا پھر فرمایا قیامت کے دن جس وقت لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے میں سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔ سورج نزدیک ہو جائے گا لوگوں کو اس قدر غم اور شدید فکر پہنچے گا جس کی طاقت نہیں رکھیں گے لوگ کہیں گے تم کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھتے جو تمہارے لیے تمہارے رب کے ہاں سفارش کریں وہ آدم کے پاس آئیں گے اس کے بعد آپ نے شفاعت کی پوری حدیث ذکر کی اور فرمایا میں چل کر عرش کے پاس آؤں گا اور اپنے رب کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ میرے دل میں اپنی ذات کے لیے حسن ثنا اور تعریفوں کے ایسے ایسے الفاظ الہام کرے گا کہ کسی پر مجھ سے پہلے نہیں کھولے۔ پھر فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھا لو مانگیں آپ کو دیا جائے گا اور سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا میں کہوں گا اے میرے رب میری امت کو بخش دے اے میرے رب میری امت کو معاف کر دے۔ کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں ہے جنت کے دائیں دروازے سے جنت میں داخل کر دے اور یہ لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ دوسرے دروازوں میں بھی شریک ہیں پھر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت کے دروازے کے دونوں کواڑوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جس قدر مکہ اور ہجر کے درمیان ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''المصراعین'' دروازہ کے دو کناروں اور چوکھٹ کو کہتے ہیں۔ ''ھجر'' بحرین کے ایک شہر کا نام ہے جس کو ''احساء'' کہتے ہیں۔

امانت اور قرابت داری کی اہمیت

(۹) وَعَنْ حُذَيْفَةَ فِيْ حَدِيْثِ الشَّفَاعَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شفاعت کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں فرمایا امانت اور رشتہ داری کو چھوڑ دیا جائے گا وہ پل صراط کی دائیں اور بائیں جانب کھڑی ہوں گی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''وترسل الامانة'' امانتوں اور صلہ رحمی کو بھیجا جائے گا وہ پل صراط کے اردگرد کھڑے ہو جائیں گے تاکہ صلہ توڑنے والوں سے اپنا حق لے لیں اور صلہ جوڑنے اور امانت دار لوگوں پر یہ گواہی دیدیں کہ انہوں نے ہمارا حق ادا کر دیا ہے اور صلہ توڑنے اور خیانت کرنے والوں پر یہ گواہی دیدیں کہ انہوں نے ہمارا حق ادا نہیں کیا۔ اس حدیث سے صلہ توڑنے والوں اور خیانت کرنے والوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ میدان محشر کے تمام حسابات سے فارغ ہو کر پل صراط پر پھر دیانت وامانت اور قرابت وصلہ کا حساب دینا ہوگا اگر وہاں سے پاس ہو گیا تو آگے جنت جائے گا ورنہ دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کرنے کا وعدہ خداوندی

(۱۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِمِ اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اِبْرَاهِيْمَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَقَالَ عِيْسٰى اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا جِبْرَائِيْلُ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّکَ اَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ فَاَتَاهُ جِبْرَائِيْلُ فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَا قَالَ فَقَالَ اللّٰهُ لِجِبْرَائِيْلَ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيْکَ فِيْ اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْءُکَ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست کے متعلق ہے "اے میرے پروردگار ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا جو شخص میری تابعداری کرے وہ مجھ سے ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔" اگر تو ان کو عذاب کرے پس وہ تیرے بندے ہیں۔" آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ میری امت اور میری امت کو بخش دے اور ساتھ ہی رو پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے لیے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور تیرا رب خوب جانتا ہے لیکن ان سے پوچھو کیوں روتے ہو جبریل آئے آپ سے سوال کیا آپ نے اس کو اس چیز کی خبر دی جو کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبریل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور کہو تیری امت کے بارہ میں ہم تجھ کو راضی کر دیں گے اور غمگین نہ کریں گے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "وقال عیسی" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قول ابراہیم پڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قول عیسیٰ بھی پڑھا یہاں قال عیسی بمعنی قول عیسیٰ ہے اور قال یقول قولا وقیلا وقالا مصادر آتے ہیں تو یہاں قال مصدری معنی میں ہے جو بمعنی قول ہے ای تلا النبی قول ابراهیم وتلا قول عیسیٰ تو یہ قول ابراہیم پر عطف ہے۔ "سنر ضیک" یعنی ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور تجھے غمگین نہیں کریں گے۔

قیامت کے دن شفاعت وغیرہ سے متعلق کچھ اور باتیں

(۱۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ نَاسًا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم نَعَمْ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِیْرَةِ صَحْوًا لَیْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ صَحْوًا لَیْسَ فِیْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ اَحَدِهِمَا اِذَا كَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ لِیَتَّبِعْ كُلُّ اُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا یَبْقٰی اَحَدٌ كَانَ یَعْبُدُ غَیْرَ اللّٰہِ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْصَابِ اِلَّا یَتَسَاقَطُوْنَ فِی النَّارِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ مِنْ بَرٍّ وَفَاجِرٍ اَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ قَالَ فَمَاذَا تَنْظُرُوْنَ یَتْبَعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا یَا رَبَّنَا فَارَقْنَا النَّاسَ فِی الدُّنْیَا اَفْقَرَ مَا كُنَّا اِلَیْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ. وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَیَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰی یَاْتِیَنَا رَبُّنَا فَاِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ. وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ سَعِیْدٍ فَیَقُوْلُ هَلْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهٗ اٰیَةٌ تَعْرِفُوْنَهٗ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا یَبْقٰی مَنْ كَانَ یَسْجُدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ اِلَّا اَذِنَ اللّٰہُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ وَلَا یَبْقٰی مَنْ كَانَ یَسْجُدُ اتِّقَاءً وَرِیَاءً اِلَّا جَعَلَ اللّٰہُ ظَهْرَهٗ طَبَقَةً وَّاحِدَةً كُلَّمَا اَرَادَ اَنْ یَّسْجُدَ خَرَّ عَلٰی قَفَاهُ ثُمَّ یُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلٰی جَهَنَّمَ وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَیَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ فَیَمُرُّ الْمُؤْمِنُوْنَ كَطَرْفِ الْعَیْنِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّیْحِ وَكَالطَّیْرِ وَكَاَجَاوِیْدِ الْخَیْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُّسَلَّمٌ وَمَخْدُوْشٌ مُرْسَلٌ وَمَكْدُوْشٌ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ حَتّٰی اِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْكُمْ بِاَشَدَّ مُنَاشَدَةً فِی الْحَقِّ قَدْ تَبَیَّنَ لَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لِلّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا كَانُوْا یَصُوْمُوْنَ مَعَنَا وَیُصَلُّوْنَ وَیَحُجُّوْنَ فَیُقَالُ لَهُمْ اَخْرِجُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ فَیُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَی النَّارِ فَیُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِیْرًا ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا مَا بَقِیَ فِیْهَا اَحَدٌ مِّمَّنْ اَمَرْتَنَا بِهٖ فَیَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ دِیْنَارٍ مِّنْ خَیْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَیُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِیْرًا ثُمَّ یَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ نِصْفِ دِیْنَارٍ مِّنْ خَیْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَیُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِیْرًا ثُمَّ یَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ خَیْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَیُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِیْرًا ثُمَّ یَقُوْلُ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِیْهَا خَیْرًا فَیَقُوْلُ اللّٰہُ شَفَعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِیُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ یَبْقَ اِلَّا اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ فَیَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ فَیُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ یَعْمَلُوْا خَیْرًا قَطُّ قَدْ عَادُوْا حُمَمًا فَیُلْقِیْهِمْ فِیْ نَهْرٍ فِیْ اَفْوَاهِ الْجَنَّةِ یُقَالُ لَهٗ نَهْرُ الْحَیٰوةِ فَیَخْرُجُوْنَ كَمَا تَخْرُجُ الْحِبَّةُ فِیْ حَمِیْلِ السَّیْلِ فَیَخْرُجُوْنَ كَاللُّؤْلُؤِ فِیْ رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِمُ فَیَقُوْلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ هٰٓؤُلَاءِ عُتَقَاءُ الرَّحْمٰنِ اَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا خَیْرٍ قَدَّمُوْهُ فَیُقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَا رَاَیْتُمْ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کچھ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! دیکھو گے کیا کھلی دو پہر کے وقت آفتاب دیکھنے میں تمہیں تکلیف اور دقت محسوس ہوتی ہے جبکہ آسمان پر بادل بھی نہ ہوں۔ کیا چودھویں رات کے چاند دیکھنے میں تمہیں تکلیف ہوتی ہے جبکہ آسمان پر بادل نہ ہوں صحابہ نے عرض کیا نہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا (اسی طرح) اللہ کو دیکھنے میں قیامت کے دن تمہیں اتنی ہی تکلیف ہوگی جتنی ان دونوں کے دیکھنے میں ہوتی ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا ایک پکارنے والا پکارے گا ہر گروہ جس کی عبادت کرتا تھا اس کے پیچھے چلا جائے۔ اللہ کے سوا جو بھی بتوں اور تھانوں کی عبادت کرتے تھے آگ میں گر جائیں گے یہاں تک کہ باقی وہ لوگ رہ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے نیک بھی اور بد بھی۔ رب العلمین ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا تم کس کا انتظار کر رہے ہو۔ ہر امت جس کی عبادت کرتی تھی اس کے پیچھے چلی گئی ہے وہ کہیں گے اے ہمارے رب دنیا میں جب ہم ان کی طرف بہت محتاج تھے ان سے جدا رہے اور ان کی مصاحبت اختیار نہیں کی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے وہ کہیں گے ہم اس جگہ ٹھہرے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارا رب ہمارے پاس آئے جب وہ آئے گا ہم اس کو پہچان لیں گے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان کوئی نشانی ہے وہ عرض کریں گے ہاں، پس پنڈلی کو کھولا جائے گا۔ اپنے نفس کی جانب سے جو بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ کی اجازت مل جائے گی اور جو شخص ریا اور دکھلاوے کے طور پر سجدہ کرتا تھا اس کی کمر تختہ بن جائے گی جس وقت سجدہ کرنا چاہے گا گدی کے بل گر پڑے گا۔ پھر جہنم پر پل رکھ دیا جائے گا اور شفاعت واقع ہوگی لوگ کہیں گے اے اللہ سلامتی سے گذارا۔ بعض ایماندار آنکھ جھپکنے کی مانند گذر جائیں گے بعض بجلی کی مانند بعض ہوا کی طرح بعض پرندے کی طرح اور بعض عمدہ تیز رو گھوڑوں کی طرح بعض اونٹوں کی مانند۔ بعض مومن نجات پانے والے ہوں گے اور بعض زخمی ہو جائیں گے لیکن خلاصی پالیں گے۔ بعض صدمہ کھا کر آگ میں گر جائیں گے۔ جب ایماندار آگ سے خلاصی پالیں گے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اس قدر جھگڑنے والا نہیں ہے جس قدر ایماندار اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اپنے ان بھائیوں کے متعلق جھگڑا کریں گے جو آگ میں چلے جائیں گے وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہمارے ساتھ وہ روزہ رکھتے تھے ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ہمارے ساتھ حج کرتے تھے ان کو کہا جائے گا جن کو تم پہچانتے ہو ان کو نکال لو۔ ان کی صورتیں آگ پر حرام کر دی جائیں گی وہ بہت سی خلق کو نکالیں گے۔ پھر کہیں گے اے ہمارے رب جن کے نکالنے کا تو نے ہم کو حکم دیا ہے ان میں سے کوئی باقی نہیں رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ جس کے دل میں دینار کے برابر ایمان ہو اس کو نکالو وہ بہت سی خلق کو نکالیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ جس کے دل میں نصف دینار کی مقدار ایمان ہے اس کو نکالو وہ مخلوق کثیر کو نکالیں گے پھر فرمائے گا جاؤ جس کے دل میں ذرہ کی مقدار ایمان ہے اس کو نکالو وہ خلق کثیر کو نکالیں گے۔ پھر کہیں گے ہم نے آگ میں نیکی کو نہیں چھوڑا اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ فرشتوں، نبیوں اور ایمانداروں نے شفاعت کر لی اب ارحم الراحمین ہی باقی رہ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آگ سے ایک مٹھی بھرے گا اور ایسی جماعت کو نکالے گا جنہوں نے کبھی نیکی نہیں کی وہ کوئلہ بن چکے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو نہر میں ڈالے گا جو جنت کے دروازوں کے پاس ہوگی۔ اس کا نام نہر حیاۃ ہے وہ اس سے اس طرح تر و تازہ نکلیں گے جس طرح کوڑے کرکٹ سے گھاس کا دانہ نکلتا ہے وہ موتیوں کی طرح نکلیں گے۔ ان کی گردنوں پر مہر لگی ہوگی اہل جنت کہیں گے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بغیر کسی عمل کرنے کے اور بغیر کسی نیکی کے آگے بھیجنے کے جنت میں داخل فرما دے گا۔ ان کے لیے کہا جائے گا تمہارے لیے وہ چیز ہے جو تم نے دیکھی اور اس کی مانند اس کے ساتھ ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "اصنام" بتوں کو کہتے ہیں اور "انصاب" وہ مقامات ہیں جہاں مشرکین چڑھاوے چڑھایا کرتے ہیں جس کو تھان کہتے ہیں ایسی جگہوں میں وہ لوگ کبھی پتھر نصب کیا کرتے تھے کبھی درخت کھڑا ہوتا تھا، اس کو آسان لفظوں میں یادگاریں کہہ سکتے ہیں۔ "اتاھم رب

العالمین'' یہ متشابہ الفاظ ہیں سلف کے ہاں اس کا یہی ظاہری ترجمہ ہوتا ہے مگر ''مایلیق بشانہ'' کی تعبیر کرتے ہیں متشابہات میں ایسی تاویل کرنا جائز نہیں ہے جس سے اس کا ظاہری معنی فوت ہو جاتا مثلاً ''ید'' کا ترجمہ قدرت سے کرنا احناف کے ہاں جائز نہیں ہے۔ ''افقر ما کنا'' یعنی جب ہم دنیا میں ان لوگوں کی طرف بہت ہی محتاج تھے اس وقت ہم نے ان کا ساتھ نہیں دیا تو آج ہم کیوں ان کا ساتھ دیں؟ ''یضرب الجسر'' یعنی جہنم کے اوپر پل صراط رکھ دیا جائے گا۔ ''اجاوید الخیل'' اجواد کی جمع ہے اور اجواء جواد کی جمع ہے عمدہ گھوڑے کو کہتے ہیں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے ای کالخیل الجواد ہر آدمی اپنے اعمال کے اعتبار سے پل صراط پر سفر کرے گا ہر رفتار کی الگ الگ تشبیہ ہے کوئی تیز کوئی سست۔ ''رکاب'' اونٹوں کو کہتے ہیں۔ ''فناج'' یعنی بعض لوگ صحیح سالم بچ کر نکلیں گے۔ ''ومخدوش'' یہ خدش سے زخمی ہونے اور چھل جانے کے معنی میں ہے۔ ''مرسل'' چھوٹ جانے کے معنی میں ہے یعنی بعض لوگ زخمی ہو جائیں گے مگر چھوڑ دیئے جائیں گے۔ ''ومکدوس'' سین کے ساتھ کدس سے ہے دھکا دینے کے معنی میں ہے تاکہ دوزخ میں گر جائے۔ یہ لفظ شین کے ساتھ مکدوش بھی پڑھا گیا ہے دونوں لفظ ہم معنی ہیں جو شدید دوڑانے دفع کرنے اور زخمی کرنے اور پارہ پارہ کر کے دوزخ میں گرانے کے معنی میں ہے۔ ایک روایت میں ''مکروس'' کا لفظ بھی آیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے باندھ کر ایک دوسرے کے اوپر نیچے دوزخ میں گرا دیئے جائیں گے۔ ''اشد منا شدۃ'' یعنی قسم بخدا! تم میں سے کوئی بھی شخص اپنے واضح اور ثابت شدہ حق میں اتنی شدید جد وجہد اور سختی نہیں کرتا جتنی شدید محنت اور جد وجہد مؤمن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے مسلمان بھائیوں کی نجات کیلئے کریں گے یعنی خوب مطالبہ ومناظرہ اور سفارش کریں گے اور کہیں گے کہ اے اللہ! ان کو دوزخ سے نکال دیں۔

''لم نذر فیھا خیراً'' ای لم نذر فیھا من اھل خیر یعنی ہم نے دوزخ میں کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جس میں رتی برابر خیر وایمان اور عمل صالح ہو سب کو نکال لائے ہیں۔ ''لم یعملوا خیرا قط'' یعنی مجرد ایمان ہوگا اس کے علاوہ کچھ بھی عمل صالح نہیں ہوگا۔ ''حمماً'' یعنی کوئلے بن چکے ہوں گے۔ ''افواہ الجنۃ'' یعنی جنت کے دروازوں کے سامنے ڈال دیئے جائیں گے تاکہ اندر جانے میں آسانی ہو۔

''الحبۃ'' یہ حبوب سے ہے دانہ کے معنی میں ہے سیلاب کے ساتھ ایک کالا دانہ آتا ہے اور ایک دن رات میں بہت جلدی اس کا پودا اگتا ہے تو جس طرح یہ دانہ بہت جلدی پودا اگاتا ہے اسی طرح اس نہر میں جہنمی لوگ بہت جلد خوبصورت شکل میں اُگ آئیں گے اس دانہ کو بقلۃ حمقاء بھی کہتے ہیں۔ یہ ایسا بیوقوف دانہ ہے کہ خواہ پتھر ہو خواہ لکڑی ہو خواہ کچھ بھی ہو اس پر پڑے رہنے سے ایک دن رات میں اس کا پودا اُگ آتا ہے علامہ کسائی نے کہا ہے کہ یہ دانہ گل ریحان یعنی تخم ملنگ کا تخم ہے قال ھی حب الریاحین۔ دوسرے شارحین نے اس دانہ کو ایک صحرائی بے نسب دانہ قرار دیا ہے۔ ''ھی بذرا لصحراء'' یہ قول زیادہ واضح ہے۔ ''حمیل السیل'' یہ محمول کے معنی میں ہے یعنی سیلاب خس وخاشاک کے ساتھ اس دانہ کو صحراء سے اٹھا کر لاتا ہے جس طرح اس کا پودا خوبصورت ہوتا ہے اسی طرح اس نہر سے یہ جلے ہوئے دوزخی خوبصورت شکلوں میں موتیوں کی طرح نکل آئیں گے اور تروتازہ ہوں گے۔ ''الخواتم'' یہ خاتم کی جمع ہے خاتم انگوٹھی کو کہتے ہیں مہر کو بھی کہتے ہیں یعنی کچھ علامات ہوں گی جس سے ان کی پہچان ہوگی مثلاً مہریں لگی ہوں گی وغیرہ وغیرہ۔ صاحب تحریر نے لکھا ہے کہ یہاں خواتم سے سونے اور چاندی کی وہ چیزیں مراد ہیں جو ان کی گردنوں میں لٹکائی جائیں گی جس سے ان کی پہچان ہوگی۔ بہر حال سونے چاندی کے تعویذات اگر مراد لئے جائیں تو بہت عمدہ بات ہوگی۔

وہ لوگ جن کو دوزخ میں سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا

(۱۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ قَدِ امْتَحَشُوْا وَعَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت اہل جنت جنت میں چلے

جائیں گے اور اہل دوزخ دوزخ میں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس کے دل میں رائی کی مقدار ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکال لاؤ ان کو نکالا جائے گا جو جل چکے ہوں گے۔ اور کوئلہ بن چکے ہوں گے ان کو نہر حیوۃ میں ڈالا جائے گا وہ اس طرح اُگ آئیں گے جس طرح گھاس کا دانہ کوڑے کرکٹ میں اُگ آتا ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو وہ زرد لپٹا ہوا نکلتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "خر دل" رائی کے دانے کو خردل کہتے ہیں یہ سرسوں کے تخم کو کہتے ہیں' زیت خردل سرسوں کے تیل کو کہتے ہیں' اکثر لوگ رائی کو نہیں جانتے ہیں اور ترجمہ کرتے پھرتے ہیں۔ "قد امتحشوا" یعنی بالکل جلے ہوئے ہوں گے اور کوئلہ بن چکے ہوں گے۔ "صفراء" پیلے رنگ کا پودا ہوتا ہے۔ "ملتویة" مڑا ہوا ہوتا ہے یعنی ہرا بھرا نرم و نازک تازہ بتازہ خوبصورت مڑا ہوا پودا' اسی طرح وہ لوگ آب حیات کی نہر سے اُگ کر جنت کی طرف آئیں گے۔

دوزخیوں کی نجات کا ذکر

(۱۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَذَکَرَ مَعْنٰی حَدِیْثِ اَبِیْ سَعِیْدٍ غَیْرَ کَشْفِ السَّاقِ وَقَالَ یُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَیْنَ ظَهْرَانَیْ جَهَنَّمَ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یَجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِاُمَّتِهٖ وَلَا یَتَکَلَّمُ یَوْمَئِذٍ اِلَّا الرُّسُلُ وَکَلَامُ الرُّسُلِ یَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِیْ جَهَنَّمَ کَلَالِیْبُ مِثْلُ شَوْکِ السَّعْدَانِ لَایَعْلَمُ قَدْرَعِظَمِهَا اِلَّا اللّٰهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِاَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ یُوْبَقُ بِعَمَلِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ یُخَرْدَلُ ثُمَّ یَنْجُوْ حَتّٰی اِذَا فَرَغَ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَیْنَ عِبَادِهٖ وَاَرَادَ اَنْ یُّخْرِجَ مِنَ النَّارِ مَنْ اَرَادَ اَنْ یُّخْرِجَهٗ مِمَّنْ کَانَ یَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ اَمَرَ الْمَلٰئِکَةَ اَنْ یُّخْرِجُوْا مَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰهَ فَیُخْرِجُوْنَهُمْ وَیَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِالسُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ اَنْ تَاْکُلَ اَثَرَ السُّجُوْدِ فَکُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَاْکُلُهُ النَّارُ اِلَّا اَثَرَالسُّجُوْدِ فَیُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتُحِشُوْا فَیُصَبُّ عَلَیْهِمْ مَاءُ الْحَیٰوةِ فَیَنْبُتُوْنَ کَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِیْ حَمِیْلِ السَّیْلِ وَیَبْقٰی رَجُلٌ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ اٰخِرُ اَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ اِصْرِفْ وَجْهِیْ عَنِ النَّارِ وَقَدْ قَشَبَنِیْ رِیْحُهَا وَاَحْرَقَنِیْ ذَکَاءُ هَا فَیَقُوْلُ هَلْ عَسَیْتَ اَنْ اَفْعَلَ ذٰلِکَ اَنْ تَسْئَلَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِکَ فَیُعْطِی اللّٰهَ مَاشَاءَ اللّٰهُ مِنْ عَهْدٍ وَمِیْثَاقٍ فَیَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ فَاِذَا اَقْبَلَ بِهٖ عَلَی الْجَنَّةِ وَرَاٰی بَهْجَتَهَا سَکَتَ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ یَّسْکُتَ ثُمَّ قَالَ یَا رَبِّ قَدِّمْنِیْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلَیْسَ قَدْ اَعْطَیْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِیْثَاقَ اَنْ لَا تَسْاَلَ غَیْرَ الَّذِیْ کُنْتَ سَاَلْتَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ لَااَکُوْنُ اَشْقٰی خَلْقِکَ فَیَقُوْلُ فَمَاعَسَیْتَ اِنْ اُعْطِیْتَ ذٰلِکَ اَنْ تَسْاَلَ غَیْرَهٗ فَیَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِکَ لَا اَسْئَلُکَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَیُعْطِیْ رَبَّهٗ مَاشَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَمِیْثَاقٍ فَیُقَدِّمُهٗ اِلٰی بَابِ الْجَنَّةِ فَاِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَاٰی زَهْرَتَهَا وَمَا فِیْهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِ فَسَکَتَ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ یَّسْکُتَ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ اَدْخِلْنِیْ الْجَنَّةَ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَیْلَکَ یَاابْنَ اٰدَمَ مَااَغْدَرَکَ اَلَیْسَ قَدْ اَعْطَیْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِیْثَاقَ اَنْ لَا تَسْاَلَ غَیْرَ الَّذِیْ اُعْطِیْتَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِیْ اَشْقٰی خَلْقِکَ فَلَا یَزَالُ یَدْعُوْحَتّٰی یَضْحَکَ اللّٰهُ مِنْهُ فَاِذَا ضَحِکَ اَذِنَ لَهٗ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُ تَمَنَّ فَیَتَمَنّٰی حَتّٰی اِذَاانْقَطَعَ اُمْنِیَّتُهٗ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی تَمَنَّ مِنْ کَذَاوَ کَذَااَقْبَلَ یُذَکِّرُهٗ رَبُّهٗ حَتّٰی اِذَاانْتَهَتْ بِهِ الْاَمَانِیُّ قَالَ اللّٰهُ ذٰلِکَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ .

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے۔ پنڈلی کے کھولنے کے علاوہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرف روایت کی اور کہا دوزخ کے درمیان صراط قائم کر دی جائے گی۔ رسولوں میں سب سے پہلے میں اپنی امت کو لے کر پل عبور کروں گا۔ رسولوں کے سوا کوئی کلام نہیں کر رہا ہوگا اور رسول بھی کہہ رہے ہوں گے اے اللہ سلامت رکھ۔ اے اللہ سلامت رکھ۔ دوزخ میں سعدان کے کانٹے کی طرح آنکڑے ہوں گے جن کی بڑائی کی مقدار اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لوگوں کو ان کے بُرے اعمال کے مطابق اچک لیے جائیں گے۔ ان میں بعض کو ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاک کر دیا جائے گا۔ ان میں سے بعض ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے پھر نجات پالیں گے جس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان حساب سے فارغ ہو

جائے گا اور ارادہ کرے گا کہ ان کو دوزخ سے نکالے جن کے متعلق ارادہ کرے گا جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہوں گے۔ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان کو نکالیں جو اللہ کی عبادت کرتے تھے وہ ان کو نکالیں گے اور سجدوں کے نشانوں سے ان کو پہچان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ آگ پر حرام کر دے گا کہ سجدوں کے نشانات کو کھائے۔ انسان کے سب اعضاء کو آگ کھالے گی مگر سجدوں کے نشانوں کو۔ ان کو آگ سے نکال دیا جائے گا وہ جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے ان پر آب حیات ڈالا جائے گا وہ اس طرح اُگ آئیں گے جس طرح گھاس کا دانہ کوڑے کرکٹ میں اُگ آتا ہے ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی رہے گا اور وہ آخری اہلِ دوزخ ہوگا جو جنت میں داخل ہوگا۔ اس نے اپنا منہ دوزخ کی طرف کیا ہوگا عرض کرے گا اے میرے پروردگار میرے منہ کو دوزخ سے پھیر دے مجھ کو اس بُو نے ہلاک کیا ہے اس کے شعلوں نے جلا ڈالا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا شاید کہ میں ایسا کروں تو اس کے سوا کچھ اور مانگنے لگ جائے وہ کہے گا تیری عزت کی قسم ایسا نہیں کروں گا اور اللہ تعالیٰ کو عہد و پیمان دے گا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو آگ سے پھیر دے گا۔ جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اور اس کی خوبی اور تروتازگی کو دیکھے گا جب تک اللہ چاہے گا وہ چپ رہے گا پھر کہے گا اے میرے رب مجھ کو جنت کے دروازے کے آگے کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نے مجھ سے عہد و پیمان نہیں کیا کہ تو مجھ سے اس کے سواء کوئی سوال نہیں کرے گا جو تو نے کر لیا ہے وہ کہے گا اے اللہ میں تیری مخلوق میں سے سب سے زیادہ بد بخت نہ ہوؤں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس بات کی توقع ہے اگر تیرا یہ سوال پورا کر دیا جائے تو اور سوال کرنے لگ جائے گا وہ کہے گا تیری عزت وجلال کی قسم میں اس کے علاوہ کوئی اور سوال نہیں کروں گا اور اللہ تعالیٰ کو جو چاہے گا عہد و پیمان دے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے دروازے کے پاس کر دے گا جب جنت کا دروازہ دیکھے گا تو جنت کی شادابی تروتازگی پر اس کی نظر پڑے گی چپ رہے گا جب تک اللہ چاہے گا پھر کہے گا اے میرے رب مجھ کو جنت میں داخل کر دے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے تیرے لیے ہلاکت ہو تو کس قدر بدعہد ہے کیا تو نے عہد و پیمان نہیں دیئے کہ جو چیز تجھ کو مل چکی ہے اس کے سوا کوئی اور سوال نہیں کرے گا وہ کہے گا اے میرے رب مجھ کو اپنی مخلوق میں سب سے بڑا کر بد بخت نہ بنا ہمیشہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہنس پڑے گا جس وقت وہ ہنس پڑے گا اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آرزو کر وہ آرزو کرے گا جب اس کی آرزو ختم ہو جائے گی اللہ تعالیٰ فرمائے گا ایسی ایسی آرزو کر اس کا رب اس کو یاد دلانا شروع کر دے گا۔ جب اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ سب کچھ اور اس کی مثل تیرے لیے ہے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے یہ اور اس کی مثل دس گنا تیرے لیے ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "کلالیب" یہ جمع ہے اس کا مفرد کلوب ہے یہ لوہے کے اس سیخ اور سلاخ کو کہتے ہیں جس کا سر مڑا ہوا ہو جس کے ذریعہ سے لوگ تندور سے روٹی نکالتے ہیں یا گوشت لٹکا کر بھونتے ہیں اس کو کنڈے بھی کہہ سکتے ہیں اردو میں اس کا ترجمہ آنکڑے سے کیا گیا ہے ان کو خمدار کانٹے بھی کہہ سکتے ہیں۔ "**شوک السعدان**" سعدان ایک پودا ہے اس کو اونٹ بہت شوق سے کھاتے ہیں اس میں عورت کے پستان کی چوسنی کی طرح کانٹے ہوتے ہیں جو انتہائی مضبوط اور سخت ہوتے ہیں۔ یہاں انہیں کانٹوں کا ذکر ہے اس کو عربی میں حسکة اور حسیکة بھی کہتے ہیں۔

"**تخطف الناس**" یعنی اعمال قبیحہ کی وجہ سے یہ آنکڑے ان گناہگاروں کو اچک اچک کر لے جائیں گے۔ "**یوبق**" یعنی بعض ایسے ہوں گے جو بالکل ہلاک ہو جائیں گے یہ کافر لوگ ہوں گے جن کو ان کے کفر کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ "**یخردل**" اور بعض کو یہ آنکڑے رائی کے برابر ریزہ ریزہ اور پاش پاش کر کے رکھ دیں گے یہ فاسق مسلمان ہوں گے۔ "**ثم ینجو**" یعنی پاش پاش ہونے اور سزا بھگتنے کے بعد آخر میں دوزخ سے نکل جائیں گے۔

"**قبل النار**" یعنی دوزخ سے نکلنے کے بعد چہرہ آگ کی طرف ہوگا۔ "**قشبنی**" یعنی مجھے دوزخ کی حرارت اور بدبو نے بڑی ایذاء پہنچائی ہے جس سے میرا رنگ بدل گیا اور چہرے کی کھال متغیر ہو گئی۔ "**ذکائها**" یعنی اس آگ کے شعلوں نے مجھے جلا کر رکھ دیا۔ "**هل عسیت**" یعنی کیا اس کا امکان نہیں کہ اگر میں تمہیں اس حالت سے نکال دوں تو تم کوئی اور مطالبہ کرنے لگو گے؟ "**فیعطی الله**" یعنی اللہ تعالیٰ سے پکا وعدہ

کرے گا کہ پھر مطالبہ نہیں کروں گا۔"ما اغدرک" یہ تعجب کا صیغہ ہے یعنی تم کتنے غدار دھوکہ باز ایک نسخہ میں ما اعذرک ذال کے ساتھ ہے یعنی کس چیز نے تجھے بار بار سوال کرنے اور وعدہ توڑنے میں معذور اور صاحب عذر بنا دیا ہے؟"اقبل یذکرہ" یعنی اللہ تعالیٰ اس طرف متوجہ ہو کر اس کو یاد دلائے گا کہ فلاں فلاں چیز مانگو! مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ان چیزوں کے مانگنے کا جذبہ القاء فرمائے گا اور الہام کے ذریعہ سے ان کو مانگنے کی طرف متوجہ فرمائے گا کہ فلاں فلاں چیز مانگ لو۔

جنت میں سب سے بعد میں جانے والے آدمی کا ذکر

(۱۴) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ اٰخِرُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِيْ مَرَّةً وَيَكْبُوْ مَرَّةً وَتَسْفَعُهُ النَّارُ مَرَّةً فَاِذَا جَاوَزَهَا الْتَفَتَ اِلَيْهَا فَقَالَ تَبَارَكَ الَّذِيْ نَجَّانِيْ مِنْكِ لَقَدْ اَعْطَانِيَ اللّٰهُ شَيْئًا مَا اَعْطَاهُ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فَتُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلِاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ مِنْ مَّائِهَا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِيْ اَنْ لَا تَسْاَلَنِيْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَعَلِّيْ اِنْ اَعْطَيْتُكَهَا سَاَلْتَنِيْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَا يَارَبِّ فَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَا يَسْاَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَالَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّائِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ هِيَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلٰى فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لِاَشْرَبَ مِنْ مَّائِهَا وَاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا لَا اَسْاَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِيْ اَنْ لَا تَسْاَلَنِيْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَعَلِّيْ اِنْ اَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْاَلُنِيْ غَيْرَهَا فَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَا يَسْاَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّائِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ هِيَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلَيَيْنِ فَيَقُوْلُ رَبِّ اَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهٖ فَلِاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ مِنْ مَّائِهَا لَا اَسْاَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِيْ اَنْ لَا تَسْاَلَنِيْ غَيْرَهَا قَالَ بَلٰى يَارَبِّ هٰذِهٖ لَا اَسْاَلُكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَالَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَاِذَا اَدْنَاهُ مِنْهَا سَمِعَ اَصْوَاتَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِيْ مِنْكَ اَيُرْضِيْكَ اَنْ اُعْطِيَكَ الدُّنْيَا وَمِثْلَهَا مَعَهَا قَالَ اَيْ رَبِّ اَتَسْتَهْزِئُ مِنِّيْ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اَلَا تَسْاَلُوْنِيْ مِمَّ اَضْحَكُ فَقَالُوْا مِمَّ تَضْحَكُ فَقَالَ هٰكَذَا ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا مِمَّ تَضْحَكُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مِنْ ضِحْكِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ حِيْنَ قَالَ اَتَسْتَهْزِئُ مِنِّيْ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَا اَسْتَهْزِئُ مِنْكَ وَلٰكِنِّيْ عَلٰى مَا اَشَاءُ قَدِيْرٌ (رواه مسلم) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ نَحْوَهٗ اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِيْ مِنْكَ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَزَادَ فِيْهِ وَيُذَكِّرُهُ اللّٰهُ سَلْ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى اِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْاَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ قَالَ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهٗ فَتَدْخُلُ عَلَيْهِ زَوْجَتَاهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ يَقُوْلَانِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَاكَ لَنَا وَاَحْيَانَا لَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ مَا اُعْطِيَ اَحَدٌ مِّثْلَ مَا اُعْطِيْتُ.

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے آخر میں جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ایسا آدمی ہوگا کہ وہ ایک بار چلے گا اور کبھی منہ کے بل گر جائے گا کبھی آگ اس کو جھلسے گی جب وہ آگ سے گذر جائے گا اس کی طرف دیکھے گا اور کہے گا وہ ذات برکت والی ہے جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دی۔ اللہ نے مجھ کو ایسی چیز عطا کی ہے جو اگلے اور پچھلے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دی۔ ایک درخت اس کے لیے ظاہر کیا جائے گا وہ کہے گا اے میرے پروردگار مجھ کو درخت کے قریب کر دے تاکہ اس کے سایہ میں بیٹھوں اور اس کا پانی پیوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم شاید کہ اگر میں تجھ کو یہ دے دوں تو تو اور مانگنے لگے وہ کہے گا نہیں۔ اے میرے پروردگار اور اس سے وعدہ کرے گا کہ اس کے سوا کچھ اور نہیں مانگے گا اس کا رب اس کو معذور سمجھے گا کہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہے جس پر وہ صبر نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو درخت کے قریب کر دے گا وہ اس کے سایہ میں سایہ پکڑے گا اور اس سے پانی پیئے گا پھر اس کے لیے پہلے سے زیادہ خوبصورت ایک درخت ظاہر کیا جائے گا۔ وہ کہے گا اے میرے پروردگار مجھ کو اس درخت کے قریب کر دے تاکہ اس کا

سایہ پکڑوں اور اس کا پانی پیوں۔ اس کے سوا کچھ نہ مانگوں گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے تو نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ اس کے سوا کوئی سوال نہ کروں گا اس کا رب اس کو معذور سمجھے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہے جس پر اس کو صبر نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس کے قریب کر دے گا وہ اس کے سایہ میں بیٹھے گا اس کا پانی پیے گا۔ پھر جنت کے دروازے کے پاس پہلے دونوں درختوں سے خوبصورت ایک اور درخت ظاہر ہوگا پھر وہ کہے گا اے میرے رب مجھ کو اس درخت کے قریب کر دے تا کہ اس کے سایہ میں بیٹھوں اس کا پانی پیوں اس کے سوا کچھ نہیں مانگوں گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تو نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ اس کے سوا اور نہیں مانگوں گا وہ کہے گا کیوں نہیں اے میرے پروردگار میں اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کروں گا اس کا رب اس کو معذور سمجھے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس سے وہ صبر نہیں کر سکے گا اللہ تعالیٰ اس کے قریب کر دے گا جب وہ اس کے قریب کر دے گا جنت والوں کی آوازیں سنے گا کہے گا اے میرے رب مجھ کو جنت میں داخل کر دے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تجھ سے کونسی چیز میرا پیچھا چھڑا دے کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ میں تجھ کو دنیا اور اس کی مثل دیدوں وہ کہے گا اے میرے رب تو مجھ سے استہزا کرتا ہے جبکہ تو رب العٰلمین ہے یہ کہہ کر ابن مسعود ہنس پڑے اور کہا تم مجھ سے پوچھو کہ میں کیوں ہنسا ہوں انہوں نے کہا آپ کیوں ہنسے ہیں کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی ہنسے تھے ان سے پوچھا تو فرمایا کہ اس آدمی کی یہ بات سن کر کہ تو مجھ سے استہزا کرتا ہے میں اللہ تعالیٰ کے ہنسنے کی وجہ سے ہنسا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تجھ سے استہزا نہیں کر رہا لیکن میں جو چاہوں اس پر قادر ہوں (روایت کیا اس کو مسلم نے) مسلم ہی کی ایک روایت میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت آئی ہے مگر انہوں نے **فیقول یا ابن آدم ما یصرینی منک** آخر حدیث کے الفاظ روایت نہیں کیے اور اس میں یہ زیادتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلائے گا کہ یہ سوال کر اور وہ سوال کر جب اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس قدر تیرے لیے ہے اور اس سے دس گنا پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوگا اس کی دو بیویاں حور عین سے داخل ہوں گی اور وہ دونوں کہیں گی سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے تجھ کو ہمارے لیے پیدا کیا اور ہم کو تمہارے لیے پیدا کیا۔ وہ کہے گا جو کچھ میں دیا گیا ہوں کوئی بھی نہیں دیا گیا۔

تشریح: "**یکبو**" کبا یکبو منہ کے بل گرنے کو کہتے ہیں۔ "**تسعفه**" یعنی آگ کے شعلے اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ "**یعذره**" یعنی عظیم نعمتوں کے سامنے اس شخص کا بے صبر ہونا اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو بار بار مخالفت اور پھر سوال کرنے پر معذور و مجبور سمجھے گا۔ "**ما یصرینی منک**" صریٰ یصری صریٗ ضرب یضرب سے روکنے کے معنی میں ہے' اسی سے بیع مصراۃ بمعنی حبس اللبن فی الضرع ہے ایک نسخہ میں **ما یصریک منی** ہے معنی کے اعتبار سے یہ زیادہ واضح ہے' دونوں نسخے صحیح ہیں مطلب یہ ہے کہ اے ابن آدم! وہ کون سی چیز ہے جو تیرے بار بار سوالات اور مطالبات سے میرا پیچھا چھڑا دے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت شفقت کا اظہار ہے۔ "احیاک لنا" دونوں جگہ احیاک تخلیق اور پیدا کرنے کے معنی میں ہے یعنی آپ کو ہمارے لئے اور ہم کو آپ کیلئے پیدا کیا۔

دوزخ سے جنت میں پہنچائے جانے والے لوگ جنت میں "جہنمی" کہلائیں گے

(۱۵) وَعَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَیُصِیْبَنَّ اَقْوَامًا سَفْعٌ مِنَ النَّارِ بِذُنُوْبٍ اَصَابُوْهَا عُقُوْبَةً ثُمَّ یُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِهٖ وَرَحْمَتِهٖ فَیُقَالُ لَهُمُ الْجَهَنَّمِیُّوْنَ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کی بہت سی جماعتوں کو گناہوں کی وجہ سے سزا کے طور پر آگ پہنچے گی پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو جنت میں داخل کر دے گا ان لوگوں کو جہنمی کہا جائے گا۔ (بخاری)

تشریح: "اور ان لوگوں کو جہنمی کہا جائے گا" کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں ان لوگوں کو اس اعتبار سے کہ وہ پہلے دوزخ میں گئے ہوں گے اور وہاں سے جنت میں آئے ہوں گے "جہنمی" کے نام سے تعبیر اور یاد کیا جائے گا لیکن ان کو جنت میں جہنمی کا نام دینا ان کی تحقیر و تذلیل کیلئے نہیں ہوگا بلکہ ان لوگوں کو خوش کرنے اور نعمت یاد دلانے کے طور پر ہوگا تا کہ وہ لوگ شکر نعمت کریں اور وہ شکر

نعمت انہیں دوزخ سے نجات ملنے اور جنت میں پہنچ جانے کی مسرت وشادمانی کا احساس دلاتا رہے۔

(۱۶) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَيُسَمُّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ (رواه البخاری) وَفِيْ رِوَايَةٍ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ اُمَّتِيْ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِيْ يُسَمُّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے کچھ لوگوں کو جہنم سے نکالا جائے گا ان کو جہنمی کہا جائے گا (روایت کیا اس کو بخاری نے) ایک روایت میں ہے میری امت میں سے ایک جماعت میری سفارش کے ساتھ جہنم سے نکلے گی۔ ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا۔

(۱۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَاْتِيْهَا فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰىٔ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ وَجَدْتُّهَا مَلْاٰىٔ فَيَقُوْلُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَاِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ اَمْثَالِهَا فَيَقُوْلُ اَتَسْخَرُمِنِّيْ اَوْتَضْحَكُ مِنِّيْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ وَكَانَ يُقَالُ ذَالِكَ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دوزخ سے نکلنے والے آخری آدمی اور آخری جنتی آدمی کو جانتا ایک آدمی دوزخ سے گھٹنوں کے بل چلتا ہوا نکلے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا وہ آئے گا اس کو ایسا معلوم ہوگا کہ جنت بھری ہوئی ہے وہ کہے گا اے میرے پروردگار میں نے اسے بھرا ہوا دیکھا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا اور جنت میں داخل ہو جا تیرے لیے دنیا اور اس کی مثال دس گنا ہے وہ کہے گا کیا تو مجھ سے ٹھٹھا کرتا ہے تو مجھ سے استہزا کرتا ہے جبکہ تو بادشاہ ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ یہ کہہ کر مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے اور کہا جائے گا کہ یہ شخص ادنیٰ جنتی ہوگا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ان الفاظ "اور کہا جاتا تھا" سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شخص جنتیوں میں سب سے چھوٹے درجہ کا آدمی ہوگا کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں بلکہ حضرت ابو سعیدؓ یا ان کے بعد کے کسی راوی کے ہیں پس اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صحابہؓ یا سلفؒ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد یہ کہا کرتے تھے کہ حدیث میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے اور جس کو جنت میں اتنی بڑی جگہ ملنے کا ذکر ہے وہ مرتبہ و درجہ کے اعتبار سے تمام جنتیوں میں سب سے کمتر ہوگا۔

(۱۸) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا نِ الْجَنَّةَ وَاٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا رَجُلٌ يُؤْتٰى بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ اعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهٖ وَارْفَعُوْا عَنْهُ كِبَارَهَا فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوْبِهٖ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا، كَذَا كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّنْكِرَ وَهُوَمُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِ ذُنُوْبِهٖ اَنْ تُعْرَضَ عَلَيْهِ فَيُقَالُ لَهٗ فَاِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً فَيَقُوْلُ رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ اَشْيَاءَ لَا اَرٰهَا هٰهُنَا وَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس شخص کا علم ہے جو سب سے آخر دوزخ سے نکلے گا اور سب سے آخر جنت میں داخل ہوگا اس شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا کہا جائے گا اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور بڑے گناہ اٹھا رکھو۔ اس کے چھوٹے گناہ اس پر پیش کیے جائیں گے کہا جائے گا فلاں دن تو نے ایسا ایسا کام کیا وہ کہے گا ہاں اور انکار کی طاقت نہیں رکھ سکے گا اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ کہیں وہ اس پر پیش نہ کر دیے جائیں اسے کہا جائے گا تیرے لیے ہر گناہ کے بدلہ میں نیکی لکھ دی گئی ہے وہ کہے گا اے میرے پروردگار میں نے کچھ ایسے بھی گناہ کئے تھے جو یہاں نہیں دیکھ رہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہوئے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: یعنی میرے کچھ بڑے گناہ تھے وہ یہاں نظر نہیں آ رہے، جب چھوٹے گناہوں کی وجہ سے اتنی نعمت ملی تو بڑے گناہوں پر کتنا ہی زیادہ انعام ملے گا۔ سچ ہے کہ جب رحمت خداوندی جوش مارے گی تو ابلیس کو بھی اُمید پیدا ہو جائے گی کہ شاید ہمیں بھی کچھ معافی مل جائے۔

ایک دوزخ سے نکالے جانے والے آدمی کا واقعہ

(۱۹) وَ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ یُخْرَجُ مِنَ النَّارِ اَرْبَعَۃٌ فَیُعْرَضُوْنَ عَلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُؤْمَرُ بِھِمْ اِلَی النَّارِ فَیَلْتَفِتُ اَحَدُھُمْ فَیَقُوْلُ اَیْ رَبِّ لَقَدْ کُنْتُ اَرْجُوْ اِذْ اَخْرَجْتَنِیْ مِنْھَااَنْ لَّا تُعِیْدَنِیْ فِیْھَاقَالَ فَیُنْجِیْہِ اللّٰہُ مِنْھَا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ سے چار شخص نکالے جائیں گے ان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا پھر ان کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا ان میں سے ایک جھانکے گا اور کہے گا اے میرے پروردگار مجھے امید تھی کہ نکالنے کے بعد تو مجھ کو آگ میں نہیں ڈالے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس سے نجات دے دے گا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

اہل ایمان کو عذاب میں مبتلا کرنے کی اصل وجہ

(۲۰) وَوَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُخْلَصُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَیُحْبَسُوْنَ عَلٰی قَنْطَرَۃٍ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَیُقْتَصُّ لِبَعْضِھِمْ مِنْ بَعْضٍ مَظَالِمَ کَانَتْ بَیْنَھُمْ فِی الدُّنْیَاحَتّٰی اِذَا ھُذِّبُوْاوَنُقُّوْااُذِنَ لَھُمْ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَاَحَدُ ھُمْ اَھْدٰی بِمَنْزِلِہٖ فِی الْجَنَّۃِ مِنْہُ بِمَنْزِلِہٖ کَانَ لَہٗ فِی الدُّنْیَا (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ ایمانداروں کو آگ سے نکالا جائے گا ان کو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر کھڑا کیا جائے گا وہ ایک دوسرے سے دنیا کے مظالم کا بدلہ لیں گے جب پاک صاف کر دیئے جائیں گے ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے ان میں سے ہر ایک جنت میں اپنا گھر خوب جانتا ہوگا جس طرح دنیا میں اپنا مکان جانتا تھا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "علی قنطرۃ" یعنی پل صراط پر صلہ رحمی وغیرہ مظالم کا مستقل حساب کتاب ہوگا "اھدی" یعنی پل صراط سے گزرنے کے بعد مؤمن آدمی کو اپنے جنت کا مکان اس طرح معلوم ہوگا جس طرح دنیا میں وہ اپنے مکان کو معلوم کرتا تھا' یہ اس شخص کے نور ایمانی کا اثر ہوگا جس طرح دنیا میں اس کو ہدایت کا نور حاصل ہو گیا تھا' اسی طرح یہ مؤمن اس نور سے جنت کا مکان آسانی سے معلوم کر سکے گا۔

ہر بندہ کے لئے جنت و دوزخ میں جگہیں مخصوص ہیں

(۲۱) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یَدْخُلُ اَحَدٌ الْجَنَّۃَ اِلَّا اُرِیَ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ لَوْ اَسَاءَ، لِیَزْدَادَ شُکْرًا وَلَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ اِلَّا اُرِیَ مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ لَوْاَحْسَنَ، لِیَکُوْنَ عَلَیْہِ حَسْرَۃً (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں کوئی شخص داخل نہیں ہوگا مگر اس کو دوزخ کی جگہ دکھائی جائے گی اگر وہ برائی کرتا تو اس میں داخل ہوتا تاکہ وہ زیادہ شکر ادا کر سکے اور کوئی دوزخ میں داخل نہیں ہوتا۔ مگر اپنی جگہ جنت سے دکھلایا جاتا ہے اگر وہ نیکی کرتا تو یہ جگہ پاتا۔ تاکہ اس کی حسرت بڑھ جائے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

جب موت کو بھی موت کے سپرد کر دیا جائے گا

(۲۲) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا سَارَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ اِلَی الْجَنَّۃِ وَاَھْلُ النَّارِ اِلَی النَّارِ جِیْئَ بِالْمَوْتِ حَتّٰی یُجْعَلَ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ ثُمَّ یُذْبَحُ ثُمَّ یُنَادِیْ مُنَادِیًا اَھْلَ الْجَنَّۃِ لَامَوْتَ وَیَا اَھْلَ النَّارِ لَامَوْتَ فَیَزْدَادُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ فَرْحًا اِلٰی فَرْحِھِمْ وَیَزْدَادُ اَھْلُ النَّارِ حُزْنًا اِلٰی حُزْنِھِمْ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت جنتی جنت میں داخل ہو

جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے موت کو لایا جائے گا یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کے درمیان رکھی جائے گی پھر اس کو ذبح کیا جائے گا۔ پھر ایک پکارنے والا پکارے گا اے اہل جنت موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ موت نہیں آئے گی اہل جنت کی خوشی بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کا غم زیادہ ہو جائے گا۔ (متفق علیہ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ... حوض کوثر پر سب سے پہلے آنے والے فقراء مہاجرین ہوں گے

(۲۳) عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ حَوْضِي مِنْ عَدْنٍ اِلٰى عُمَّانَ الْبَلْقَاءِ مَآءُهٗ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَاَكْوَابُهٗ عَدَدُ نُجُوْمِ السَّمَآءِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا اَبَدًا اَوَّلُ النَّاسِ وُرُوْدًا فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ الشُّعْثُ رُؤُسًا الدُّنُسُ ثِيَابًا اَلَّذِيْنَ لَا يُنْكِحُوْنَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا يُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا میرا حوض عدن سے لیکر عمان بلقاء تک کی مسافت جتنا ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اس کے گلاس آسمان کے ستاروں جتنے ہیں جس نے ایک مرتبہ اس سے پی لیا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ سب سے پہلے حوض کے پاس فقراء مہاجرین آئیں گے جن کے سر پراگندہ کپڑے میلے کچیلے ہیں ناز و نعمت میں پروردہ عورتوں سے نکاح نہیں کیا جاتا اور دروازے ان کے لیے نہیں کھولے جاتے۔ (احمد ترمذی اور ابن ماجہ نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح: "عمان بلقاء" عمان تین مقامات کا نام ہے ایک عمان، بحر احمر کے پاس ہے جو پہلے شام کا حصہ تھا اب اردن کا دار سلطنت ہے۔ دوسرا عمان شام میں واقع ایک علاقے کا نام ہے جو دیہاتی علاقہ ہے تیسرا عمان بحرین میں ہے۔ بلقاء جو مقام ہے یہ شام کے علاقہ دمشق کے قریب ایک قدیم شہر کا نام ہے اس حدیث میں عمان سے بلقاء شام مراد ہے اسی وجہ سے اس کی طرف اضافت کی گئی ہے تاکہ عمانِ اردن اور عمانِ بحرین سے احتراز ہو جائے، اس حدیث میں مختلف جگہوں کا نام لے کر حوض کوثر کے طول و عرض کی تمثیل بیان کی گئی ہے اور مختلف مقامات کا نام لیا گیا ہے تاکہ جو شخص جس مقام کو سمجھ لے وہ اسی کے طول و عرض سے اندازہ لگائے حدیث میں کوئی تحدید و تعیین اور مخصوص کرنا مقصود نہیں ہے۔

"الشعث" شین پر ضمہ ہے، عین ساکن اور ثا پر بھی ضمہ ہے یہ جمع ہے اس کا مفرد اشعث ہے جو پراگندہ بال کو کہتے ہیں۔ "الدنس" دال پر ضمہ ہے نون پر بھی ضمہ ہے سین پر بھی ضمہ ہے یہ جمع ہے اس کا مفرد دنس ہے میلے کچیلے کپڑوں کو کہتے ہیں۔ "المتنعمات" یعنی ناز پروردہ، خوبصورت اور مالدار عورتوں سے ان کا نکاح نہیں کیا جائے گا۔ "السدد" سین اور دال پر بھی پیش ہے یہ جمع ہے اس کا مفرد سدة ہے، دروازہ کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ان فقراء کی طرف دنیا میں لوگ التفات نہیں کرتے اگر دروازہ پر بھی کھڑے ہوں تو ان کیلئے دروازہ نہیں کھولا جاتا اور نہ انکے پیغام نکاح کو کوئی سنتا ہے یہ دنیا کے فقراء ہیں مگر آخرت کے بادشاہ ہیں، ان جیسے ایک درویش پر سارے دنیا دار قربان ہوں۔

حوض کوثر پر آنے والوں کا کوئی شمار نہیں ہوگا

(۲۴) وَ عَنْ زَيْدِ ابْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ جُزْءٌ مِّنْ مِّائَةِ اَلْفِ جُزْءٍ مِّمَّنْ يَّرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ قِيْلَ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ سَبْعَ مِائَةٍ اَوْ ثَمَانَ مِائَةٍ. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہم ایک جگہ اترے آپ نے فرمایا تم لاکھ میں سے ایک جز و بھی نہیں ہو ان لوگوں کی نسبت سے جو حوض پر میرے پاس آئیں گے۔ کہا اس دن تمہاری تعداد کیا تھی کہا سات یا آٹھ سو۔ (روایت کیا اس کو ابو داؤد نے)

ہر نبی کو ایک حوض عطا ہوگا

(۲۵) وَ عَنْ سُمَرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَ اِنَّهُمْ لَيَتَبَاهُوْنَ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ وَ ارِادَةً وَ اِنِّيْ لَا رْجُو اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ وَ ارِادَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کا ایک حوض ہے اور انبیاء آپس میں فخر کریں گے کہ ان کے پاس آنے والے آدمی زیادہ ہیں اور میرے خیال میں میرے پاس آنے والے آدمی سب سے زیادہ ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں کہاں ملیں گے

(۲۶) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم اَنْ يَّشْفَعَ لِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ اَطْلُبُكَ قَالَ اُطْلُبْنِيْ اَوَّلَ مَاتَطْلُبُنِيْ عَلَى الصِّرَاطِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْمِيْزَانِ قُلْتُ فَاِنْ لَمْ اَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيْزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْحَوْضِ فَاِنِّيْ لَا اُخْطِئُ هٰذِهِ الثَّلٰثَ الْمَوَاطِنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کے دن میری سفارش کریں گے۔ آپ نے فرمایا میں ایسا کردوں گا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں آپ کو کہاں تلاش کروں فرمایا سب سے پہلے مجھ کو پل صراط کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر میں پل صراط پر آپ کو نہ مل سکوں فرمایا پھر میزان کے پاس مجھ کو ڈھونڈنا۔ میں نے کہا اگر میزان کے پاس بھی آپ کو نہ مل سکوں فرمایا پھر حوض کے پاس مجھے ڈھونڈنا۔ ان تین جگہوں کو میں نہیں چھوڑوں گا۔ (ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

مقام محمود اور پروردگار کی کرسی کا ذکر

(۲۷) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ قِيْلَ لَهٗ مَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ قَالَ ذٰلِكَ يَوْمٌ يَّنْزِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى كُرْسِيِّهٖ فَيَاطُّ كَمَا يَاطُّ الرَّحْلُ الْجَدِيْدُ مِنْ تَضَايُقِهٖ وَ هُوَ كَسَعَةِ مَابَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَيُجَآءُ بِكُمْ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا فَيَكُوْنُ اَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى اِبْرَاهِيْمُ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اكْسُوْا خَلِيْلِيْ فَيُؤْتٰى بِرَيْطَعَيْنِ بَيْضَادَيْنِ مِنْ رِيَاطِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اُكْسٰى عَلٰى اِثْرِهٖ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ اللّٰهِ مَقَامًا يَّغْبِطُنِيَ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ. (رواه الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا مقامِ محمود کیا ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر نزول فرمائے گا اس سے اس طرح آواز نکلے گی جیسے نئے چمڑے کا زین تنگی کی وجہ سے آواز نکالتا ہے اس کی وسعت آسمان اور زمین کے برابر ہے۔ تم کو ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ لایا جائے گا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے خلیل علیہ السلام کو لباس پہناؤ۔ جنت کی دو سفید کتان کی چادریں ان کو پہنائی جائیں گی اس کے بعد مجھے لباس پہنایا جائے گا پھر میں اللہ تعالیٰ کی دائیں جانب ایک مقام پر کھڑا ہوں گا کہ اگلے اور پچھلے لوگ مجھ پر رشک کریں گے۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

تشریح: "ینط" اط ینط اطاو اطیطا۔ نئی کرسی پر بیٹھنے کے وقت جو چرچراہٹ کی آواز آتی ہے اسی کو یط کہتے ہیں۔

"الرحل" کجاوہ کو کہتے ہیں۔ "حفاۃ" ننگے پاؤں کو کہتے ہیں۔ "عراۃ" برہنہ بدن کو کہتے ہیں۔ "غرلا" اغرل ناختنہ شدہ کو کہتے ہیں۔ "اکسوا" امر کا صیغہ ہے پہنانے کے معنی میں ہے۔ "ریطتین" ریطۃ کتان اور تسر کی چادر کو کہتے ہیں حضرت ابراہیم کو سب سے پہلے کپڑے اس لئے

پہنائے جائیں گے کہ نمرود نے آگ میں ڈالتے وقت ان کے کپڑے اتارے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اس لئے پہنائے کہ آپ کے دادا ہیں' یہی احترام کا تقاضا ہے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوروں کو بتایا' اپنا معاملہ الگ ہوگا مگر اس حدیث میں تاخیر کی تصریح ہے تاویل مناسب نہیں۔

پل صراط پر اہل ایمان کی شناخت

(۲۸) وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِعَارُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلَى الصِّرَاطِ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن پل صراط پر مومنوں کی علامت یہ ہوگی کہ وہ کہہ رہے ہوں گے رب سلم اے میرے پروردگار ہم کو سلامت رکھ ہم کو سلامت رکھ۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

گناہ کبیرہ کی شفاعت صرف اسی امت کے لئے مخصوص ہوگی

(۲۹) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَآئِرِ مِنْ اُمَّتِيْ . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ جَابِرٍ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے جابر سے)

رحمت عالم کی شان رحمت

(۳۰) وَ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ اٰتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّيْ فَخَيَّرَنِيْ بَيْنَ اَنْ يَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ وَ بَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَ هِيَ لِمَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ (رواه الترمذی و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پروردگار کی طرف سے ایک آنے والا آیا ہے اس نے مجھ کو اس بات کا اختیار دیا ہے کہ ان دو باتوں میں سے ایک پسند کر لیں یا تو آپ کی نصف امت جنت میں داخل کر دی جائے گی یا شفاعت اختیار کر لیں میں نے شفاعت کو پسند کیا اور یہ اس شخص کے لیے ہے جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

شفاعت کا ذکر

(۳۱) وَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِي الْجَدْعَآءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَكْثَرُ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ. (رواه الترمذی والدارمی و ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی الجدعا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میری امت میں سے ایک شخص کی سفارش سے بنو تمیم سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو دارمی اور ابن ماجہ نے)

تشریح: "بشفاعة رجل" کہتے ہیں یہ حضرت عثمان ہوں گے یا اس رجل سے اویس قرنی مراد ہیں یا کوئی اور شخص ہے۔

اللهم ارزقنا شفاعة حبيبک محمد صلی الله عليه وسلم۔

(۳۲) وَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْفِئَامِ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّشْفَعُ لِلْقَبِيْلَةِ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّشْفَعُ لِلْعُصْبَةِ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰى يَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو

ایک قبیلہ کی سفارش کریں گے کچھ لوگ ایک جماعت کی اور کچھ ایک آدمی کی سفارش کریں گے یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

حساب و کتاب کے بغیر جنت میں جانے والے

(۳۳) وَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَ عَدَنِيْ اَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ اَرْبَعَ مِائَةِ اَلْفٍ بِلَا حِسَابٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَ زِدْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَ هٰكَذَا فَحَثَابِكَفَّيْهِ وَ جَمَعَهُمَا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ زِدْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهٰكَذَا فَقَالَ عُمَرُ دَعَانَا يَا اَبَابَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَّ مَا عَلَيْكَ اَنْ يُّدْخِلَنَا اللّٰهُ كُلَّنَا الْجَنَّةَ فَقَالَ عُمَرُ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِنْ شَاءَ اَنْ يُّدْخِلَ خَلْقَهُ الْجَنَّةَ بِكَفٍّ وَاحِدٍ فَعَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم صَدَقَ عُمَرُ (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ میری امت میں سے چار لاکھ بغیر حساب کے جنت میں داخل کرے گا ابوبکر نے کہا ہم کو زیادہ کریں اے اللہ کے رسول آپ نے دونوں ہاتھوں سے لپ بنائیں اوران کو جمع کیا ابوبکر نے کہا اے اللہ کے رسول ہم کو زیادہ کریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیں چھوڑ دیں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تجھے کیا ہے اگر اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت میں داخل فرما دے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے بیشک اگر اللہ عزوجل چاہے تو اپنی سب مخلوق کو ایک ہی لپ سے جنت میں داخل کر دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تشریح: ''زدنا'' حضرت ابوبکر کی ہمدردی اور حرصِ جنت کا جذبہ اتنا بڑا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے مزید اضافہ کرا دیں کیونکہ آپ سفارش کریں گے تو اللہ تعالیٰ اضافہ فرمائے گا، ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وسیع شفاعت کی صورت گنتی کے بجائے ہاتھوں سے لپیں بھر کر دینے کی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لپیں بھر کر اللہ تعالیٰ کے فعل کی نقل بتا دی' اس پر صدیق اکبر نے مزید اضافہ کی درخواست کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید اضافہ فرما دیا اس پر ابوبکر صدیق نے مزید درخواست کی تو عمر فاروق نے فرمایا کہ ابو بکر! بس کرو' اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ایک چلو سے تمام مخلوق کو جنت میں داخل فرما سکتے ہیں' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کی سفارش پر اضافہ بھی فرمایا اور پھر عمر فاروق کی رائے کی تائید فرما دی تو دونوں کی دلجوئی ہو گئی۔

گناہ گار لوگ کس طرح اپنی شفاعت کرائیں گے

(۳۴) وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَفُّ اَهْلُ النَّارِ فَيَمُرُّبِهِمُ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يَا فُلَانُ اَمَا تَعْرِفُنِيْ اَنَا الَّذِيْ سَقَيْتُكَ شَرْبَةً وَ قَالَ بَعْضُهُمْ اَنَا الَّذِيْ وَهَبْتُ لَكَ وُضُوْءً فَيَشْفَعُ لَهٗ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ. (رواه ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخی صف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ ایک جنتی ان کے پاس سے گذرے گا۔ دوزخی کہے گا اے فلاں شخص تو مجھ کو پہچانتا نہیں ہے؟ میں نے تجھ کو ایک بار پانی پلایا تھا۔ ایک دوسرا کہے گا میں نے تجھ کو ایک بار وضو کے لیے پانی دیا تھا وہ اس کی سفارش کرے گا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

رحمت خداوندی کے دو مظاہر

(۳۵) وَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ رَجُلَيْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اشْتَدَّ صِيَا حُهُمَا فَقَالَ الرَّبُّ تَعَالٰى اَخْرِجُوْ هُمَا فَقَالَ لَهُمَا لِاَيِّ شَيْءٍ نِ اشْتَدَّ صِيَا حُكُمَا قَالَ فَعَلْنَا ذٰلِكَ لِتَرْحَمْنَا قَالَ فَاِنَّ رَحْمَتِيْ لَكُمَا اَنْ تَنْطَلِقَا فَتُلْقِيَآ اَنْفُسَكُمَا حَيْثُ كُنْتُمَا مِنَ النَّارِ فَيُلْقِيْ اَحَدُ هُمَا نَفْسَهٗ فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ بَرْدًاوَّسَلَامًا وَ يَقُوْمُ الْاٰخَرُ فَلَا يُلْقِيْ نَفْسَهٗ فَيَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تَعَالٰى مَا مَنَعَكَ اَنْ تُلْقِيَ نَفْسَكَ كَمَآ اَلْقٰى صَاحِبُكَ فَيَقُوْلُ رَبِّ اِنِّيْ لَا رْجُوْ اَنْ لَّا تُعِيْدَنِيْ فِيْهَا

بَعْدَمَآ اٰخِرَ جَتَنِیْ مِنْهَا فَیَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ لَکَ رَجَآءُ کَ فَیُدْخَلَانِ جَمِیْعًا الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں میں سے دو شخص بہت زیادہ چلائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان دونوں کو نکالو اور ان سے کہے گا کہ تم اس قدر زیادہ کیوں چلاتے ہو وہ کہیں گے ہم نے وہ اس لیے کیا ہے کہ تو ہم پر رحم کر دے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رحمت تمہارے لیے یہ ہے کہ تم دونوں جاؤ اور اپنے نفسوں کو آگ میں ڈال دو ایک شخص اپنے نفس کو آگ میں ڈال دے گا اللہ تعالیٰ آگ کو ٹھنڈی بنا دے گا دوسرا شخص کھڑا رہے گا اور اپنے نفس کو آگ میں نہیں ڈالے گا اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا تجھ کو اس بات سے کس چیز نے روکا ہے کہ تو اپنے نفس کو آگ میں ڈالے جس طرح تیرے ساتھی نے ڈالا ہے وہ کہے گا اے میرے رب مجھ کو امید تھی کہ نکالنے کے بعد دوبارہ آگ میں تو مجھ کو نہیں ڈالے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ کو تیری امید دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت کے ساتھ دونوں کو جنت میں داخل کر دے گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

پل صراط پر سے گزرنے کا حکم

(۳۶) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرِدُالناس مِنْهَا بِاَعْمَالِهِمْ فَاَوَّلُهُمْ كَلَمْحِ الْبَرْقِ ثُمَّ كَالرِّيْحِ ثُمَّ كَحُضْرِ الْفَرَسِ ثُمَّ كَالرَّاكِبِ فِيْ رِحْلِهٖ ثُمَّ كَشَدِّ الرَّجُلِ ثُمَّ كَمَشْيِهٖ. (رواه الترمذی والدارمی)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ آگ میں داخل ہوں گے پھر اپنے اپنے اعمال کے مطابق اس سے پھریں گے۔ ان میں سے افضل بجلی کے چمکنے کی مانند گذر جائیں گے پھر آندھی کی طرح پھر گھوڑے سوار کے دوڑنے کی طرح پھر اونٹ پر سوار کی مانند پھر آدمی کے دوڑنے کی طرح پھر اس کے چلنے کی مانند۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے)

الفصل الثالث ..... حوض کوثر کی وسعت

(۳۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ اَمَامَكُمْ حَوْضِیْ مَابَيْنَ جَنْبَيْهِ كَمَابَيْنَ جَرْبَاءَ وَاَذْرُحَ قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ هُمَا قَرْيَتَانِ بِالشَّامِ بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ ثَلٰثِ لَيَالٍ. وَفِیْ رِوَايَةٍ فِيْهِ اَبَارِيْقُ كَنُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ وَّرَدَهٗ فَشَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا اَبَدًا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے آگے میرا حوض ہے اس کی دونوں طرفوں کی مسافت اس قدر ہے جس قدر جرباء اور اذرح بستیوں کی مسافت ہے۔ ایک راوی نے کہا یہ دونوں شام کے علاقہ میں جن کے درمیان تین راتوں کی مسافت ہے۔ ایک روایت میں ہے اس کے گلاس آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں جو کوئی اس میں آئے اور اس سے پیئے کبھی اس کے بعد اس کو پیاس نہیں لگے گی۔ (متفق علیہ)

شفاعت اور پل صراط کا ذکر

(۳۸) وَعَنْ حُذَيْفَةَؓ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِذْهَبُوْا اِلٰى ابْنِیْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِنَّمَا كُنْتُ خَلِيْلًا مِنْ وَّرَاءِ وَّرَاءِ اِعْمِدُوْا اِلٰى مُوْسٰى الَّذِیْ كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيْمًا فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوْحِهٖ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا فَيَقُوْمُ فَيُؤْذَنُ لَهٗ وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُوْمَانِ جَنْبَتَیِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ قَالَ قُلْتُ بِاَبِیْ

اَنْتَ وَاُمِّی اَیُّ شَیْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ قَالَ اَلَمْ تَرَوْااِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِىْ طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيْحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِىْ بِهِمْ اَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُوْلُ يَا رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ اَعْمَالُ الْعِبَادِحَتّٰى يَجِيْئَ الرَّجُلُ فَلاَ يَسْتَطِيْعُ السَّيْرَ اِلَّازَحْفًا قَالَ وَفِىْ حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيْبُ مُعَلَّقَةٌ مَاْمُوْرَةٌ تَاْخُذُ مَنْ اُمِرَتْ بِهٖ فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ وَمَكْدُوْشٌ فِى النَّارِ وَالَّذِىْ نَفْسُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ اَنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعِيْنَ خَرِيْفًا (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو جمع کرے گا یہاں تک کہ جنت ان کے قریب کر دی جائے گی لوگ آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے ہمارے باپ ہمارے لیے جنت کھلوائیے وہ کہیں گے جنت سے تم کو میری ہی غلطی نے نکالا تھا میں اس لائق نہیں ہوں میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ ابراہیم کہیں گے میں اس لائق نہیں میں اس کے ورے خلیل تھا لیکن تم موسیٰ کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوا وہ موسیٰ کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس بات کے لائق نہیں ہوں عیسیٰ کے پاس جاؤ جو اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے میں اس بات کے لائق نہیں ہوں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے ان کو اجازت دی جائے گی۔امانت اور ناتا بھیجی جائے گی وہ پل صراط کے دائیں اور بائیں کھڑی ہوں گی تم میں سے پہلی جماعت بجلی کی طرح گزر جائے گی میں نے کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں بجلی کی طرح کیسے گذرنا ہوگا فرمایا تم بجلی کو دیکھتے نہیں ہو آنکھ جھپکنے میں وہ گذر جاتی ہے اور لوٹ آتی ہے پھر ہوا کے گذر جانے کی مانند پھر پرندے کی طرح اور آدمی کے دوڑنے کی طرح ان کے اعمال ان کو جاری کریں گے اور تمہارا نبی پل صراط پر کھڑا کہہ رہا ہوگا اے رب سلامت رکھ سلامت رکھ۔یہاں تک کہ بندوں کے اعمال عاجز آ جائیں گے حتیٰ کہ ایک آدمی آئے گا وہ پل پر سے نہیں گذر سکے گا مگر اپنے سرینوں پر گھسیٹتا ہوا اور صراط کے دونوں طرف آنکڑے لٹکائے گئے ہوں گے اور وہ مامور ہوں گے جس کے متعلق ان کو حکم دیا جائے گا اس کو پکڑیں گے کچھ لوگ زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض ہاتھ پاؤں باندھ کر دوزخ میں پھینکے جائیں گے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ کی جان ہے دوزخ کی گہرائی ستر برس ہے۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''جنت کو ان کے قریب کر دیا جائے گا'' کے ذریعہ سورۂ تکویر کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ

''اور قیامت کے دن میدان حشر میں) جنت جب قریب لائی جائے گی تب ہر شخص معلوم کرے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان کو یہی جواب دیں گے کہ اس کام کا اہل میں نہیں ہوں......الخ کے ضمن میں ایک شارحؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ بات اظہار تواضع وانکسار کے طور پر کہیں گے کہ اس بلند درجہ کا لائق میں نہیں ہوں گویا ان کا مطلب یہ ہوگا کہ پروردگار کی جانب سے مجھے جو بھی فضیلت وخصوصیت اور عزت عطاء ہوئی ہے وہ حضرت جبرائیل کے واسطہ سے مجھ تک پہنچی ہے' لہٰذا تمہیں موسیٰ علیہ السلام کے پاس جانا چاہیے کیونکہ ان کو عطا ہونے والی فضیلت وخصوصیت اور عزت یعنی پروردگار سے ہمکلامی کی سعادت بغیر کسی واسطہ کے براہ راست حاصل ہوئی ہے۔

وہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے'' اس موقع پر یہ کہنے کے بجائے کہ وہ لوگ میرے پاس آئیں گے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئیں گے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں حمد کے معنی ہیں اور اس کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن ''مقام محمود'' پر کھڑے ہوں گے جو مقام شفاعت ہے۔

''ایک طبقہ جو تم میں سب سے پہلے گزرے گا......الخ'' کے بارے میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس طبقہ سے انبیاء کا طبقہ مراد ہے' تاہم یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس اُمت کے اولیاء وصلحاء کا طبقہ مراد ہو۔

(۳۹) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ قَوْمٌ بِالشَّفَاعَةِ كَاَنَّهُمُ الثَّعَارِيْرُ

قُلْنَا مَا الثَّعَارِيْرُ قَالَ اِنَّهُ الضَّغَابِيْسُ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ سے کچھ لوگ شفاعت کے ساتھ نکلیں گے گویا کہ وہ ثعاریر ہیں ہم نے کہا ثعاریر کسے کہتے ہیں فرمایا ضغابیس۔ یعنی کھیرے یا لکڑی ہیں۔ (متفق علیہ)

کون کون لوگ شفاعت کریں گے؟

(۴۰) وَ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلٰثَةٌ اَلْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ (ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے لوگ قیامت کے دن سفارش کریں گے انبیاء پھر علماء پھر شہدا۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

یعنی اعزازی طور پر قیامت میں پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء شفاعت کریں گے۔

اللهم ارزقنی شفاعة حبیبک محمد صلی الله علیه وسلم وشفاعة انبیائک وعلمائک وشهدائک. آمین یا رب العالمین وصلی الله علی نبیه الکریم.

باب صفة الجنة و اهلها.... جنت اور اہل جنت کے حالات کا بیان

قال الله تعالیٰ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ

جنت باغ کے معنی میں ہے، جیم اور نون مشدد ہیں اس میں ستر اور پوشیدگی کا معنی ہے اسی سے جن اور جنات ہیں اسی سے جنین اور جنون ہے اسی سے جنان بمعنی دل ہے، جنت کو دو وجہ سے جنت کہتے ہیں ایک وجہ یہ کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے باغات اور درختوں کے بیچ میں چھپا رکھا ہے اور دوسری وجہ یہ کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو آنکھوں سے چھپا رکھا ہے تا کہ پردۂ غائب میں رہے اور اس پر ایمان بالغیب قائم و دائم رہے، جنت اور دوزخ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے، حشر نشر اور حساب و کتاب کے بعد کامیاب انسان جنت میں جائیں گے اور ناکام دوزخ میں جائیں گے گویا جنت راحتوں کے مجموعے کا نام ہے، اور جہنم زحمتوں کے مجموعے کا نام ہے، جنت محبوبین الٰہی کے لیے مہمان خانہ ہے اور دوزخ مغضوبین کے لیے قید خانہ ہے، انسان چونکہ طبعی طور پر اس چیز میں رغبت رکھتا ہے جو محسوس و مادی اور طبعی ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسان کی ترغیب کے لیے اپنی رضاء اور خوشنودی کے ساتھ جنت کی مادی نعمتوں کو پیش کیا ہے، جس کو انسانی طبیعت جلدی سمجھ جاتی ہے مثلاً اس سے کہا جائے کہ تجھے حوریں ملیں گی غلام ملیں گے، انار اور سیب و انگور کے باغ ملیں گے، دودھ، شہد، شراب اور صاف پانی کی نہریں ملیں گی تو اس کو انسان جلدی سمجھ لیتا ہے اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی رضاء اور خوشنودی کو اس طرح جذباتی انداز سے نہیں سمجھ سکتا الا ماشاء اللہ۔ اس کی مثال ایک بچے اور اس کے والد کی ہے کہ اگر والد بچے سے یہ کہہ دے کہ بیٹے سکول پڑھو! جب تم سکول، کالج پڑھ لیا اور کامیاب ہو گئے تو تم انجینئر بنو گے، ڈاکٹر اور پروفیسر بنو گے فلاں فلاں سرکاری عہدہ ملے گا، اس چیز کو یہ چھوٹا بچہ نہیں سمجھ سکتا، لیکن اسی بچہ کو اگر باپ کہہ دے کو بیٹے پڑھو تعلیم حاصل کرو، جب تم کامیاب ہو گئے تو میں تم کو کوٹ پتلون اور بوٹ خرید کر دوں گا، جوڑے سوٹ لاؤں گا اور گاڑی دوں گا، اس کو سن کر بچہ مکمل طور پر متوجہ ہو جاتا ہے اور اس ترغیب کو خوب سمجھ لیتا ہے اور شوق سے محنت کرتا ہے، کیونکہ یہ چیزیں بچے کی طبیعت کی چاہت کے مطابق، بالکل جنت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے ساتھ اسی طرح ہے، یہ ظاہری ترغیبات ہیں ورنہ اصل حقیقت اور اصل جنت تو حصول رضاء الٰہی ہے۔

ورضوان من الله اکبر، الله اکبر کبیرا و الحمدلله کثیرا و سبحان الله بکرة و اصیلا.

الفصل الاول.... جنت کا ذکر

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَاَتْ

وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَاخَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَّاقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیز تیار کی ہے جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر اس کا خیال گذرا ہے اس کی تصدیق میں یہ آیت پڑھو پس نہیں جانتی کوئی جان جوان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث چیز چھپا کر رکھی گئی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''مالا عین رات'' یعنی کسی آنکھ نے اس نعمت کی ذات کو محسوس طور پر نہیں دیکھا بلکہ اس کی حسین صورت پوشیدہ ہے۔ ''ولا اذن سمعت'' یعنی نہ کسی کان نے اس کی حقیقی صفت سنی ہے اور نہ وہاں کی اچھی آوازیں کانوں میں پڑی ہیں۔

''ولاخطر'' یعنی نہ اس کی اصلی ماہیت اور عیش وعشرت کا تصور کسی کے دل پر گذرا ہے' مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جنت کی اصل نعمتوں تک نہ کسی کی پہنچ اور رسائی ہے نہ اس پر کسی کو احاطہ ہے ہاں پہنچنے کے بعد سب کچھ کامیاب انسانوں پر عیاں ہو جائے گا۔ ''قرة العین'' یعنی آنکھوں کی جو ٹھنڈک اللہ تعالیٰ نے جنت والوں کے لیے تیار کی ہے یہ صرف آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہے بلکہ یہ ٹھنڈک جنت میں ہر قسم کے عیش وعشرت اور فرح وسرور سے کنایہ ہے گویا جنت پہنچنے والوں کو دل وجان سے قرار حاصل ہو جائے گا جیسا کوئی تھکا ماندہ مسافر گھر پہنچ کر آرام کرتا ہے کسی نے خوب کہا:

فالقت عصاها واستقربها النویٰ كما قرَّ عيناً بالاياب المسافر

جنت کی فضیلت

(۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: سفر کا قاعدہ ہوتا تھا کہ جب سوار کسی جگہ اترنا چاہتا تو اپنا کوڑا وہاں ڈال دیتا تا کہ دوسرا شخص وہاں نہ اترے اور وہ جگہ اس کے ٹھہرنے کے لئے مخصوص ہو جائے پس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جنت کی اتنی تھوڑی سی جگہ اور وہاں کا چھوٹا سا مکان بھی کہ جہاں مسافر سفر میں ٹھہرتا ہے اس پوری دنیا اور یہاں کی تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی اور زیادہ اچھا ہے' کیونکہ جنت اور جنت کی تمام نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں جبکہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں فنا ہو جانے والی ہیں۔

حوران جنت کی تعریف

(۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم غَدْوَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَافِیْهَا وَلَوْ اَنَّ امْرَاَةً مِنْ نِّسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ اِلَی الْاَرْضِ لَاَضَاءَ تْ مَابَیْنَهُمَا وَلَمَلَاَتْ مَا بَیْنَهُمَارِیْحًا وَلَنَصِیْفُهَا عَلٰی رَاْسِهَا خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستہ میں صبح کے وقت نکلنا یا پچھلے پہر جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اگر اہل جنت کی ایک عورت زمین کی طرف جھانکے تو مشرق ومغرب کو روشن کر دے اور خوشبو سے بھر دے اس کی اوڑھنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''نصیفها'' یعنی صرف سر پر جو چھوٹا سا دوپٹہ ہوگا وہ دنیا و مافیہا سے افضل ہوگا پورے بدن پر چھایا ہوا دوپٹہ تو بہت ہی اعلیٰ ہوگا' دنیا کی چیزیں فانی ہیں یہ دوپٹہ باقی ہے اس لیے بہتر ہے' جنتی عورتوں کے حسن دیکھنے کے لیے آنکھیں بھی ایسی عطا ہوں گی جو ان شعاعوں کو برداشت کر سکیں گے۔

جنت کے ایک درخت کا ذکر

(۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَایَقْطَعُهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِکُمْ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ اَوْتَغْرُبُ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں ایک سوار آدمی سو برس تک چلتا رہے گا اس کو طے نہیں کر سکے گا اور کمان کی مقدار جنت کی جگہ اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "الراکب" یعنی اتنا بڑا درخت ہوگا کہ تیز دوڑنے والا شہسوار اس کے سائے میں سو سال تک سفر کرے گا پھر بھی درخت کا سایہ ختم نہیں ہوگا کہتے ہیں کہ یہ شجر طوبیٰ کا درخت ہوگا جس کی ایک ایک شاخ ہر جنتی کے گھر میں پہنچی ہوگی۔ "قاب قوس" یہ لفظ "قاب" بھی ہے "قیب" بھی ہے "قاد" بھی ہے "قید" بھی ہے سب کے معنی مقدار ہے۔ اسی مقدار قوس کمان برابر جگہ مراد ہے اتنی جگہ دنیا و مافیہا سے اس لیے بہتر ہے کہ یہ دائمی اور دنیا فانی ہے۔

جنت کا خیمہ

(۵) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِی الْجَنَّةِ لَخَیْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا. وَفِیْ رِوَایَةٍ طُوْلُهَا .سِتُّوْنَ مِیْلًا فِیْ کُلِّ زَاوِیَةٍ مِّنْهَا اَهْلٌ مَّا یَرَوْنَ الْاٰخَرِیْنَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمُ الْمُؤْمِنُ وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِیَتُهُمَاوَمَا فِیْهِمَا وَمَا بَیْنَ الْقَوْمِ وَبَیْنَ اَنْ یَّنْظُرُوْا اِلٰی رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْکِبْرِیَاءِ عَلٰی وَجْهِهٖ فِیْ جَنَّةِ عَدْنٍ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں مومن کے لیے موتی کا بنا ہوا خیمہ ہوگا جو ایک ہی موتی سے جو اندر سے خالی ہے بنا ہوگا اس کی چوڑائی ایک روایت میں ہے اس کی لمبائی سات میل ہے اس کے ہر کونہ میں اہل خانہ ہوں گے جو دوسروں کو نہیں دیکھ سکیں گے مومن ان پر گھومے گا اور دو جنتیں ہوں گی ان کے برتن اور ان میں جو کچھ ہے سب چاندی کا ہوگا اور دو جنتیں ہیں ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سونے کا ہوگا۔ ان کے رہنے والوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صرف کبریائی کا پردہ ہوگا جنت عدن میں وہ رہیں گے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "لؤلؤة" یہ موتی کو کہتے ہیں جو گول ہوتا ہے جس کی عمارت نہایت دلکش ہوگی اور خیمہ مزید ہوگا۔ "واحدة" یعنی کئی موتی ملا کر ایک مکان نہیں بنایا گیا ہوگا جس میں جوڑ آتے ہیں بلکہ ایک بڑا موتی ہوگا' گول ہوگا' اندر سے کھوکھلا ہوگا' نہایت سلیقہ کا ہوگا جس سے دلکش اور بے نظیر مکان تیار کیا گیا ہوگا۔ "طولها" یعنی اس خیمہ کا طول و عرض اتنا بڑا ہوگا کہ اگر طول ساٹھ میل پر مشتمل ہوگا تو اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس خیمہ کی چوڑائی کتنی ہوگی اور اگر چوڑائی ساٹھ میل ہوگی تو اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس خیمہ کی لمبائی کتنی وسیع ہوگی بہرحال روایت کے اس اختلاف میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے اصل مقصد اس خیمہ کی کشادگی اور وسعت بیان کرنا ہے۔ "فی کل زاویة" یعنی اس خیمہ اور اس عظیم الشان عمارت کے ہر کونے میں اس مؤمن کے اہل خانہ ہوں گے۔ "مایرون" ما نفی کے لیے ہے یعنی ایک کونہ اور ایک گوشہ کے لوگ دوسرے کونے کے لوگوں کو نہیں دیکھ پائیں گے۔ یرون میں جمع کی ضمیر اہل کی طرف راجع ہے معنوی طور پر اہل بھی جمع ہے۔ "یطوف" یعنی مؤمنین اپنے اہل وعیال کے پاس آتے جاتے رہیں گے' معلوم ہوتا ہے کہ ان اہل وعیال میں مؤمنین کی بیویاں بھی ہوں گی یطوفون میں خاص اشارہ ہے۔ "وجنتان" یہ نیا کلام ہے ای وللمؤمن جنتان۔ "مابین القوم" اس جملہ میں "ما" نافیہ ہے یعنی جہاں اس خیمہ میں مؤمنین کا ٹھکانہ ہوگا وہاں سے اللہ تعالیٰ کے دیدار میں صرف پردۂ کبریائی حجاب ہوگا اس کے علاوہ اور کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی اور یہ نورانی پردہ بھی حجاب نہیں بنے گا بس دیدار ہی دیدار ہوگا!!

جنت کے درجات

(۶) وَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَّابَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ

كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ اَعْلَاهَا دَرَجَةً مِنْهَا تُفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْاَرْبَعَةَ وَ مِنْ فَوْقِهَا يَكُوْنُ الْعَرْشُ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَلَمْ اَجِدْهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيّ.

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جس قدر آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ فردوس اعلیٰ درجہ ہے جنت کی چاروں نہریں اس سے پھوٹتی ہیں اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ جب اللہ سے مانگو جنت فردوس مانگو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ مجھے یہ حدیث صحیحین اور حمیدی کی کتاب میں نہیں ملی۔

تشریح: "انهار الجنة" عرش کا فرش جنت الفردوس کی چھت ہے یہ سب سے افضل جنت ہے جنت الفردوس کے نیچے سے چار نہریں بہتی ہیں جو تمام جنتوں میں چلتی رہتی ہیں۔ (1) پانی کی نہر۔ (2) شہد کی نہر۔ (3) شراب کی نہر۔ (4) اور دودھ کی نہر اس کے علاوہ دیگر تین قسم کی نہریں بھی ہوں گی جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے۔ (1) تسنیم: یہ لطیف پانی ہے جو جنت کی ہوا میں جاری رہے گا۔ (2) زنجبیل اور سلسبیل: یہ گرم مزاج کا پانی ہے جیسے قہوہ اور چائے ہے۔ (3) کافور: اس چشمہ اور نہر کا مزاج سرد اور ٹھنڈا ہوگا جیسے ٹھنڈے مشروبات ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ان مشہور چار نہروں کے بارے میں اس طرح ارشاد ہے: **فيها انهار من مآء غير اسن و انهار من لبن لم يتغير طعمه وانهار من خمر لذة للشاربين و انهار من عسل مصفىٰ۔**

سبحان الله اللّٰهم ارزقنا جنة الفردوس و نعيمها وانهارها وتسنيمها وزنجبيلها و سلسبيلها

جنت کے بازار کا ذکر

(۷) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا يَاْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ فَتَحْثُوْا فِي وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَقُوْلُ لَهُمْ اَهْلُوْهُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَقُوْلُوْنَ وَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُّمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا (مسلم)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک بازار ہے جنتی ہر جمعہ اس میں آیا کریں گے شمالی ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں پر پڑے گی اس سے ان کا حسن و جمال بڑھ جائے گا وہ اپنے گھر والوں کے پاس آئیں گے۔ ان کا حسن و جمال بھی بڑھ چکا ہوگا۔ ان کے گھر والے ان کو کہیں گے اللہ کی قسم ہمارے بعد تمہارے حسن و جمال میں اضافہ ہو چکا ہے۔ وہ کہیں گے اللہ کی قسم ہمارے بعد تمہارے حسن و جمال میں اضافہ ہوا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "لسوقا" بازار سے مراد حسن و جمال کی افزائش اور اس کے بڑھنے کا مرکز ہے جہاں جنتی لوگ ہر جمعہ میں جمع ہوا کریں گے اور ان کے حسن میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ "فتحثو" یعنی یہ شمالی ہوا ان لوگوں کے چہرں پر مشک وعنبر اور خوشبو چھڑک دیگی اس عمل کو آپ خوشبو کا اسپرے کہہ سکتے ہیں۔ "حسناً و جمالاً" یہ حسن جمال اسی مشک وعنبر اور خوشبو کے اسپرے کی وجہ سے بڑھے گا اس بازار حسن کا اپنا ایک پرتو بھی ہوگا جس سے سب لوگ حسن میں بڑھ جائیں گے ادھر گھروں میں خواتین کا حسن بھی بڑھ جائے گا تو دونوں ایک دوسرے کو حسین وجمیل ہونے کی داد دیں گے۔

جنت کی نعمتوں کا ذکر

(۸) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ كَاَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ اِضَاءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَااخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَّرَاءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا لَايَسْقَمُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَايَتْفُلُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ اٰنِيَتُهُمْ

الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَاَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَوُقُوْدُ مَجَامِرِهِمُ الْاُلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْکُ عَلٰی خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰی صُوْرَةِ اَبِیْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِی السَّمَاءِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے پھر ان کے قریب ایسے لوگ ہوں گے جو آسمان کے تیز ترین چمکتے ستاروں کی طرح ہوں گے ان کے دل ایک آدمی کے دل کی طرح ہوں گے ان میں اختلاف اور بغض وحسد نہیں ہوگا۔ ہر آدمی کی حور عین سے دو بیویاں ہوں گی ان کی ہڈیوں کا گودا ہڈی اور گوشت کے اندر سے نظر آ رہا ہوگا۔ صبح وشام اللہ کی تسبیح کریں گے وہ بیمار نہیں ہوں گے نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ پھریں گے نہ تھوکیں گے نہ...... کھانسیں گے ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی۔ ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن اگر کا ہوگا ان کا پسینہ مشک ایسا ہوگا ایک مرد کی سیرت پر اپنے باپ آدم کی صورت رکھتے ہوں گے ان کا طول ساٹھ گز آسمان کی جانب ہوگا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''علی قلب رجل واحد'' یعنی باہم اتفاق واتحاد ہوگا اختلاف نہیں ہوگا اور سب نیک ہوں گے۔ ''الحور العین'' دو حوریں دنیا کی عورتوں سے ہوں گی جو جنت کی حوروں سے اعلیٰ ہوں گی اور باقی ستر حوریں جنت کی ہوں گی۔ ''یری مخ'' یعنی یہ حوریں اتنی خوبصورت اور صاف وشفاف ہوں گی کہ ستر جوڑوں اور پھر گوشت اور پھر ہڈیوں کے اندر ان کی پنڈلیوں میں جسم کا گودا نظر آئے گا اس میں خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان حوروں کی طرف دیکھنے سے کوئی کدورت اور کوئی نفرت پیدا نہیں ہوگی بلکہ رغبت پیدا ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے حوران بہشتی کی اس کیفیت اور صفت پر دنیا میں ایک مچھلی کی نسل چلائی ہے جس کو شیشہ مچھلی کہتے ہیں اس مچھلی کو باہر سے دیکھنے والا جب دیکھتا ہے تو اس کے پیٹ کے اندر آنتیں وغیرہ سب کچھ نظر آ جاتا ہے میں نے خود کلفٹن کراچی کے ماہی خانہ میں اس مچھلی کو دیکھا ہے جس سے ذرا شبہ باقی نہیں رہتا کہ گوشت پوست اور ہڈیوں کے اندر گودا کیسے نظر آتا ہے' بہر حال نظر آنا کوئی محال چیز نہیں ہے۔ ''یسبحون'' جنت میں لوگ جو عبادت یا تسبیح کریں گے یہ امور تکلیفیہ میں سے نہیں بلکہ ایک طبعی عمل ہوگا جس طرح سانس لینے میں تکلیف نہیں ہوتی یہ تسبیحات بھی اسی طرح ہوں گی۔ ''لایتغوطون'' تغوط پاخانہ کرنے کو کہتے ہیں۔ ''لایتفلون'' یہ تفل سے تھوکنے کے معنی میں ہے یعنی منہ کے تمام آلائشیں مثل بلغم و بزاق کچھ نہیں ہوگا۔ ''ولایمتخطون'' یہ امتخاط مخاط سے ہے ناک کی آلائش رینٹھ وغیرہ کو کہتے ہیں۔ ''امشاط'' یہ مشاط کی جمع ہے کنگھی کو کہتے ہیں۔ ''مجامر'' یہ مجمر کی جمع ہے انگیٹھی کو کہتے ہیں۔ '' وقود'' واؤ پر زبر ہے آگ میں جلنے والے ایندھن کو کہتے ہیں۔ ''الالوۃ الوّۃ'' ہمزہ پر پیش ہے لام پر بھی پیش ہے واؤ پر شد ہے آخر میں گول تا ہے ''عود'' کو کہتے ہیں اس کو ''اگر'' بھی کہہ سکتے ہیں ''اگربتی'' کو جو لوگ خوشبو کے لیے جلاتے ہیں یہ اُلُوّۃ کا ایک مصنوعی نمونہ ہے' اس کا ترجمہ لوبان بھی ہے۔ ''رشحھم'' پسینہ مراد ہے یہ بدبودار نہیں بلکہ خوشبودار مشک وعنبر کی طرح ہوگا۔ ''خلق رجل واحد'' خا پر اگر ضمہ ہو تو یہ اخلاق کے معنی میں ہوگا جس کا تذکرہ اس سے پہلے ہو چکا ہے' اس لیے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں خا پر زبر زیادہ مناسب ہے جو تخلیق کے معنی ہے' مطلب یہ ہوگا کہ سب اہل جنت ہم عمر ہوں گے یعنی 30 اور 33 سال کی عمر میں ہوں گے اور یہ اہل جنت اپنے دادا جان حضرت آدم علیہ السلام کی صورت میں ہوں گے یعنی ان کے قد وقامت کی طرح 60 گز کا اونچا قد رکھتے ہوں گے۔ اس طرح حدیث کا آخری جملہ حدیث کے پہلے جملے ''علی خلق رجل واحد'' کی وضاحت اور تفسیر بن جائے گا۔

اہل جنت کو پیشاب وپاخانہ کی حاجت نہیں ہوگی

(۹) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّةِ یَاْ کُلُوْنَ فِیْھَاوَیَشْرَبُوْنَ وَلَایَتْفُلُوْنَ وَلَایَبُوْلُوْنَ وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا یَمْتَخِطُوْنَ قَالُوْا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَرَشْحٌ کَرَشْحِ الْمِسْکِ یُلْھَمُوْنَ التَّسْبِیْحَ وَالتَّحْمِیْدَ کَمَا تُلْھَمُوْنَ النَّفَسَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت' جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے

نہ تھوکیں گے نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ پھریں گے نہ ناک جھاڑیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کھانے کا فضلہ کیا بنے گا فرمایا ڈکاریں لیں گے اور کستوری کی طرح پسینہ بہائیں گے جس طرح سانس نکلتا ہے اس طرح تسبیح وتحمید الہام کیے جائیں گے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

اہل جنت کا دائمی عیش وشباب

(۱۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ یَنْعَمُ وَلَا یَبْاَسُ وَلَا تَبْلٰی ثِیَابُهٗ وَلَا یَفْنٰی شَبَابُهٗ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ چین میں رہے گا کبھی فکرمند نہ ہوگا اس کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوں گے اس کی جوانی ختم نہ ہوگی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: جنت اپنی تمام تر نعمتوں اور آسائشوں اور راحتوں کے ساتھ ''دار القرار والثبات'' ہے یعنی وہاں کسی بھی نعمت وراحت کو نہ زوال و فناہ ہے اور نہ وہاں کی پر آسائش زندگی میں کسی غم وفکر تغیر تبدل اور نقصان وخرابی کا خوف ہوگا۔

(۱۱) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ یُنَادِیْ مُنَادٍ اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَحْیَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا (مسلم)

تشریح: حضرت ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے ایک منادی پکارے گا کہ تم تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے اور تم زندہ رہو گے کبھی مرو گے نہیں اور تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے اور تمہارے لیے ہے کہ تم چین میں رہو گے کبھی مشقت نہیں دیکھو گے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

جنت کے بالاخانوں کے مکین

(۱۲) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ یَتَرَاءَ وْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ کَمَا تَتَرَاءَ وْنَ الْکَوْکَبَ الدُّرِّیَّ الْغَابِرَ فِی الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِالْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَابَیْنَهُمْ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ تِلْکَ مَنَازِلُ الْاَنْبِیَاءِ لَا یَبْلُغُهَا غَیْرُهُمْ قَالَ بَلٰی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوْا الْمُرْسَلِیْنَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت بالا خانوں میں رہنے والے جنتیوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم نہایت چمکنے والے ستاروں کو دیکھتے ہو جو مغربی یا مشرقی افق میں باقی رہتا ہے۔ آپس کے درجات کے تفاضل کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ انبیاء کی منازل ہوں گی کوئی اور یہاں تک نہیں پہنچ سکے گا آپ نے فرمایا کیوں نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ ان لوگوں کی منازل ہوں گی جو اللہ کے ساتھ ایمان لائے اور پیغمبروں کی تصدیق کی۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''یتراؤن'' یعنی اہل جنت اپنے سے اوپر بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم روشن ستارے کو دیکھتے ہو۔ ''الغابر'' یعنی وہ ستارہ جو طلوع ہونے کے بعد غروب نہیں ہوتا بلکہ باقی رہ جاتا ہے۔ ''قال بلیٰ'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے جواب میں فرمایا کہ نہیں نہیں! یہ مقام صرف انبیاء کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے کہ ان کے سوا کوئی اور وہاں تک نہیں پہنچے گا بلکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انبیاء کرام کی تصدیق کی وہ بھی ان مقامات پر پہنچیں گے اور ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

چند جنت والوں کا ذکر

(۱۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّیْرِ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں کچھ لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی مانند ہوں گے۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''افئدة الطیر'' یعنی جنت میں ایسی کئی مخلوقات جائیں گی جن کے دل خوف خدا میں اور نرمی میں پرندوں کے دلوں کی طرح نرم ہوں گے پرندہ ذرا سا خوف دیکھ کر بھاگ جاتا ہے یا توکل اور بھروسہ میں ان کے دل پرندوں کے دلوں کی طرح متوکل ہوں گے۔

حق تعالیٰ کی خوشنودی

(۱۴) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ یَااَھْلَ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُوْنَ لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْکَ فَیَقُوْلُ ھَلْ رَضِیْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰی یَارَبِّ وَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَداً مِّنْ خَلْقِکَ فَیَقُوْلُ اَلَا اُعْطِیْکُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذَالِکَ فَیَقُوْلُوْنَ یَا رَبِّ وَاَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ فَیَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَہٗ اَبَدًا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اہل جنت کے لیے فرمائے گا اے اہل جنت وہ کہیں گے حاضر ہیں ہم اے ہمارے پروردگار اور تیری خدمت میں موجود ہیں بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم راضی ہو گئے ہو وہ کہیں گے ہمیں کیا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں اے ہمارے پروردگار جبکہ تو نے ہم کو وہ کچھ عطا کر دیا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز نہ عطا کروں وہ کہیں گے اس سے بڑھ کر افضل چیز اور کون ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم کو اپنی خوشنودی عنایت کرتا ہوں اس کے بعد تم پر کبھی ناراض نہ ہوں گا۔(متفق علیہ)

معمولی جنتی کا مرتبہ

(۱۵) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ اَدْنٰی مَقْعَدِ اَحَدِکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ اَنْ یَقُوْلَ لَہٗ تَمَنَّ فَیَتَمَنّٰی وَیَتَمَنّٰی فَیَقُوْلُ لَہٗ ھَلْ تَمَنَّیْتَ فَیَقُوْلُ نَعَمْ فَیَقُوْلُ لَہٗ فَاِنَّ لَکَ مَا تَمَنَّیْتَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تم میں سے ادنیٰ ٹھکانا اس شخص کا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آرزو کر وہ آرزو کرے گا اور آرزو کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نے آرزو کر لی وہ کہے گا ہاں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے لیے وہ ہے جو تو نے آرزو کی اور اس کی مثل اس کے ساتھ ہے۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

وہ چار دریا جن کا سرچشمہ جنت میں ہے

(۱۶) وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم سَیْحَانُ وَجَیْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّیْلُ کُلٌّ مِّنْ اَنْھَارِ الْجَنَّۃِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیحان اور جیحان نیل اور فرات سب جنت کی نہروں سے ہیں۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''سیحان و جیحان'' دریائے نیل مصر میں ہے اور دریائے فرات کوفہ اور بغداد کے پاس ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ہاں دریائے جیحون اور دریائے سیحون کے تعین میں اختلاف ہے زیر بحث حدیث میں سیحان اور جیحان دو دریاؤں کا جو نام آیا ہے یہ دونوں دریا بلا دعواصم میں مصیصہ اور طرطوس کے درمیان واقع ہیں اور جیحون و سیحون کے نام سے مشہور ہیں دونوں دریا شام کی سرزمین میں واقع ہیں اور بحر روم میں آکر گرتے ہیں اس کے برعکس علاقہ بلخ اور علاقہ ترک میں بھی دو نہریں ہیں وہ بھی سیحون اور جیحون کے نام سے مشہور ہیں ایک کا نام نہر الترک ہے

اور دوسری کا نام نہر بلخ ہے اس حدیث میں یہ دو نہریں مراد نہیں ہیں بلکہ شام والی دو بڑی نہریں مراد ہیں "من انهار الجنة" یعنی یہ چار نہریں فوائد میں جنت کی چار نہروں سے مشابہ ہیں اس لیے اس کو انهار الجنة کہا گیا' یا مطلب یہ ہے کہ زمین میں بہنے والی ان چار نہروں کا اصل مادہ اور مرکز جنت میں بہنے والی چار نہریں ہیں جو عرش کے نیچے سدرة المنتهیٰ سے جاری ہوتی ہیں اور جنتوں میں بہتی ہیں پھر انہی کا پانی دنیا کی طرف آ گیا اور جیحون وسیحون اور نیل وفرات کے نام سے مشہور ہوا اسی لیے ان کو انهار الجنة کہا گیا ہے۔

دوزخ وجنت کی وسعت

(۱۷) وَعَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفَةِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِىْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللّٰهِ لَتُمْلَأَنَّ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَلَيَاْتِيَنَّ عَلَيْهَا يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيْظٌ مِنَ الزِّحَامِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ ایک پتھر اگر جہنم کے کنارے سے پھینکا جائے ستر سال تک اس کی گہرائی تک نہیں پہنچے گا اللہ کی قسم اس کو بھر دیا جائے گا اور ہمارے لیے ذکر کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازوں کے بازوں کے درمیان چالیس برس کی مسافت جتنا فاصلہ ہے ایک دن ایسا آئے گا کہ کثرت ہجوم سے بھری ہوگی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "کظیظ" کسی چیز کا اتنا بھر جانا کہ سانس لینا دشوار ہو جائے اس کو کظیظ کہتے ہیں۔ مراد زیادہ بھرا ہوا ہونا ہے' یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ جنت کے دروازے کے دو پلے اتنے کھلے ہونے کے باوجود ایک دن ان پر ایسا بھی آئے گا کہ لوگوں کے اژدھام کی وجہ سے یہ دروازہ اتنا بھرا ہوا ہوگا کہ اس میں لوگوں کا سانس لینا دشوار ہو جائے گا اور کظیظ کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

الفصل الثانی.... جنت کی تعمیر کا ذکر

(۱۸) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صلی الله علیه وسلم) مِمَّ خُلِقَ الْخَلْقُ قَالَ مِنَ الْمَآءِ قُلْنَا الْجَنَّةُ مَابِنَآءُ مَا قَالَ لَبِنَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ لَبِنَةٌ مِّنْ فِضَّةٍ وَ مِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْاَذْفَرُ وَ حَصْبَآؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَا قُوْتُ وَ تُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ يَّدْخُلُهَا يَنْعَمُ وَلَا يَبْاَسُ وَيَخْلُدُ وَلَا يَمُوْتُ وَلَا تَبْلٰى ثِيَابُهُمْ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهُمْ. (رواه احمد والترمذی والدارمی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول مخلوق کس چیز سے پیدا کی گئی ہے فرمایا پانی سے ہم نے کہا جنت کی تعمیر کیسی ہے فرمایا ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی۔ اس کا گارا خالص مشک سے ہے اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں اس کی مٹی زعفران ہے جو شخص اس میں داخل ہوا چین سے رہے گا مشقت نہیں دیکھے گا ہمیشہ زندہ رہے گا مرے گا نہیں ان کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوں گے ان کی جوانی فنا نہیں ہوگی۔ (روایت کیا اس کو احمد' ترمذی اور دارمی نے)

تشریح: "من الماء" یعنی ہر چیز کا مادہ اور اصل پانی سے ہے' تخلیق کائنات کی ابتداء کیسی ہوئی؟ اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ "کان الله ولیس معه شیٔ" یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اور کچھ نہ تھا تورات سفر اول میں ایک روایت ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک سبز موتی پیدا فرمایا اور اس پر ہیبت کی نگاہ ڈالی تو وہ پگھل گیا اور اس سے پانی وجود میں آ گیا' قرآن میں اس صورت حال کو اس طرح بیان کیا گیا ہے "وکان عرشه علی الماء" یعنی اوپر عرش تھا نیچے پانی تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پانی پر ہیبت اور رعب و دبدبہ کی نگاہ ڈال دی جس سے پانی ابلنے لگا اور جل کر اوپر دھواں اٹھا' اس دھوئیں سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا فرمایا: (ثم استویٰ الی السمآء وهی دخان) اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے' پانی جلنے کے بعد نیچے جھاگ کی شکل میں تلچھٹ رہ گئی جو بیت اللہ کے مقام پر ابھرا ہوا ٹیلہ تھا اسی تلچھٹ سے اللہ تعالیٰ نے زمینوں کو پیدا فرمایا۔ (والارض بعد ذلک دحاها) اسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے' میں نے کئی جگہ یہ قصہ لکھا ہوا دیکھا ہے اشعة اللمعات ج 4 ص 439 پر بھی یہ قصہ لکھا ہے اگر چہ وہ مختصر ہے میں نے کچھ تشریح و توضیح کر دی ہے۔ "وملاطها" دو

اینٹوں کے جوڑنے کے لیے جو گارا اور مصالحہ استعمال کیا جاتا ہے اس کو ملاط کہا گیا ہے آج کل اس کو پلستر کہہ سکتے ہیں۔"الاذفر" شدید خوشبو دار مشک وعنبر سے پلستر ہوا ہے۔"حصباء" سنگریزے یہ خوبصورتی اور زینت کے لیے ہوتے ہیں یہ چمک دمک میں موتیوں کی طرح ہوں گے بہر حال اس حدیث میں تخلیق کائنات کا پس منظر اور جنت کا پورا نقشہ بیان کیا گیا ہے۔

جنت کے درخت

(۱۹) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ اِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے ہر درخت کا تنا سونے کا ہے۔(ترمذی)

جنت کے درجات

(۲۰) وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَّابَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کا فرق ہے۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے)

(۲۱) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ لَوْ اَنَّ الْعَالَمِيْنَ اجْتَمَعُوْا فِيْ اِحْدٰهُنَّ لَوَ سِعَتْهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے سو درجے ہیں اگر تمام عالم ایک درجے میں جمع ہو جائیں ان کو کفایت کرے۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

جنت کے فرش

(۲۲) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ قَالَ ارْتِفَا عُهَا لَكَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ مَسِيْرَةُ خَمْسَ مِائَةِ سَنَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **وفرش مرفوعه** کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ان کی بلندی زمین و آسمان کے درمیان کی مسافت پانچ سو برس کے برابر ہے۔(ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح: "فرش مرفوعة" فرش سے قالین اور بستر وغیرہ مراد ہیں اس کے اونچے اور بلند ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ نچلے درجہ کے لوگ اوپر درجوں کے بالا خانوں کو جب دیکھیں گے تو وہاں کے فرش اور ان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہوگا جو پانچ سو سال کا ہوگا۔

اہل جنت کے چمکدار چہرے

(۲۳) وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُ وُجُوْهِهِمْ عَلٰى مِثْلِ ضَوْءِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَ الزُّمْرَةُ الثَّانِيَةُ عَلٰى مِثْلِ اَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَآءِ لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ عَلٰى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُوْنَ حُلَّةً يُرٰى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَّرَاءِ هَا (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ دوسری جماعت کے چہرے آسمان میں نہایت درخشندہ ستارے کی طرح ہوں گے ان میں سے ہر ایک کے لیے دو بیویاں ہوں گی۔ ہر بیوی ستر حلے پہنے ہوگی کہ اس کی ہڈیوں کا گودا ان سے نظر آئے گا۔(ترمذی)

جنت والوں کی مردانہ قوت کا ذکر

(۲۴) وَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ قُوَّةَ كَذَا وَ كَذَا مِنَ الْجِمَاعِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَيُطِيْقُ ذٰلِكَ قَالَ يُعْطَى قُوَّةَ مِائَةٍ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا مومن جنت میں اتنی اور اتنی قوت جماع کی دیا جائے گا۔ کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس کی طاقت رکھے گا فرمایا اس کو سو آدمیوں کی قوت دی جائے گی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

جنت کی اشیاء کا ذکر

(۲۵) وَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ قَالَ لَوْ اَنَّ مَايُقِلُّ ظُفُرٌ مِمَّا فِي الْجَنَّةِ بَدَا لَتَزَخْرَفَتْ لَهٗ مَا بَيْنَ خَوَافِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَوْ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَطَّلَعَ فَبَدَا اَسَاوِرُهٗ لَطَمَسَ ضَوْءُهٗ ضَوْءَ الشَّمْسِ كَمَا تَطْمِسُ الشَّمْسُ ضَوْءَ النُّجُوْمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی الوقاص رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا اگر جنت سے اس قدر ظاہر ہو جائے جس کو ناخن اٹھاتا ہے اس کی وجہ سے زمین و آسمان کی اطراف زینت دار ہو جائیں اور اگر ایک جنتی آدمی زمین کی طرف جھانکے اور اس کے کنگن ظاہر ہو جائیں ان کی چمک اور روشنی سورج کی روشنی مٹادے جس طرح سورج ستاروں کی روشنی مٹا دیتا ہے۔ (ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح: "یقل" یہ اقلال سے ہے اٹھانے اور بلند کرنے اور ظاہر کرنے کے معنی میں ہے۔ "ظفر" ناخن کو کہتے ہیں یعنی جنت کی نعمتوں میں سے اگر ایک ناخن کے برابر (یعنی ناخن جس کو اٹھا سکے) کوئی چیز لا کر دنیا میں دکھائی جائے اور ظاہر کی جائے تو دنیا کے چار طبق روشن ہو جائیں گے۔

"تزخرفت" مزین ہونے اور چمکنے کے معنی میں ہے۔ "خوافق" یہ جمع ہے اس کا مفرد خافقة ہے طرف اور کنارے کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ جنت کی اس معمولی سی نعمت سے زمین و آسمان کے اطراف مزین ہو جائیں گے۔ "اساورہ" بجمع الجمع ہے جو اسورة کی جمع ہے اور سورة سوار کی جمع ہے سوار کنگن اور ہاتھ میں پہننے کے کڑے کو کہتے ہیں فارس کے بادشاہ اس کو پہنتے تھے جنت کے بادشاہ بھی پہنیں گے آج کل اس کا نمونہ گھڑی کی صورت میں ہے۔ "طمس" کسی چیز کی روشنی اور چمک و دمک کو ماند کرنے اور ختم کرنے کو طمس کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جنتی کے کنگن کا جلوہ اگر دنیا میں ظاہر ہو جائے تو دنیا کی تمام روشنیاں ختم ہو جائیں گی باقی نعمتوں کا کیا کہنا!!

جنت کے مردوں کا ذکر

(۲۶) وَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ كَحْلٰى لَا يَفْنٰى شَبَابُهُمْ وَلَا يَبْلٰى ثِيَابُهُمْ. (رواہ الترمذی والدارمی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت بغیر بالوں کے امرد سرگین آنکھوں والے ہوں گے ان کی جوانی فنا نہیں ہوگی۔ ان کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے)

تشریح: "جرد" جیم پر پیش ہے را ساکن ہے یہ جمع ہے اس کا مفرد اجرد ہے مطلب یہ ہے کہ جنت کے جوانوں کے جسم پر زائد بال نہیں ہوں گے مثلاً زیر ناف بال اور داڑھی کے بال اور عام جسم کے بال نہیں ہوں گے البتہ سر اور آبرو کے بال ہوں گے۔ "مرد" میم پر پیش ہے را ساکن ہے امرد کی جمع ہے یہ اس نوعمر جوان کو کہتے ہیں جس کی ٹھوڑی پر ابھی بال نہ آئے ہوں مطلق حسین پر بھی بولا جاتا ہے۔ "کحلیٰ" کحلیٰ کحیل بمعنی مکحول ہے سرگین آنکھوں والا خوبصورت جوان مراد ہے جس کی آنکھیں خلقۃً سرگیں ہوں۔

(۲۷) عَنْ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ یَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا امُرْدًا مُکَحَّلِیْنَ اَبْنَآءَ ثَلٰثِیْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّ ثَلٰثِیْنَ سَنَةً (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے وہ بن بال امرد سرمگین آنکھوں والے ہوں گے تیس یا تینتیس برس کے ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: تیس یا تینتیس سال کی عمر مکمل جوانی اور طاقت وقوت سے بھرپور ہوتی ہے اس لئے جنتی مردوں کو یہی عمر عطا کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔واضح رہے کہ تیس یا تینتیس......میں حرف ''یا'' راوی کے شک کو ظاہر کرتا ہے کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس کا ذکر فرمایا تھا یا تینتیس کا۔

سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر

(۲۸) وَ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَ ذُکِرَ لَهٗ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی قَالَ یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّ الْفَنَنِ مِنْهَا مِائَةَ سَنَةٍ اَوْیَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا مِائَةُ رَاکِبٍ شکّ الراوی فِیْهَا فِرَاشُ الذَّهَبِ کَاَنَّ ثَمَرَهَا الْقِلَالُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ.

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جبکہ سدرہ المنتہٰی کا ذکر آپ کے سامنے ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔اس کی شاخوں کے سایہ میں سوار سو برس تک چلتا رہے گا یا سو سوار اس کے سایہ میں بیٹھ سکیں گے۔راوی کو اس میں شک ہے اس پر سونے کے ٹڈ ہیں اس کے میوے مٹکوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ (ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح: ''السدرة المنتهی'' سدرہ بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ساتویں آسمان پر عرش الٰہی کے دائیں جانب یہ عظیم الشان درخت قائم ہے اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جتنے بڑے ہیں اور اس کے پھل بڑے بڑے مٹکوں کے برابر ہیں۔''المنتهی'' انتہا کے معنی میں ہے کیونکہ اس درخت پر نیچے کی مخلوق کی انتہاء ہو جاتی ہے اسی طرح اوپر کی مخلوق کی بھی انتہاء ہو جاتی ہے نہ اوپر کی مخلوق نیچے آ سکتی ہے نہ نیچے کی مخلوق اوپر جا سکتی ہے، ہر نظام اور ہر علم و عمل اور ہر کام کے لیے یہ درخت حد فاصل اور انتہاء ہے اس لیے سدرۃ المنتہٰی ہے۔''الفنن'' یہ لفظ مفرد ہے شاخ کے معنی میں ہے اس کی جمع افنان ہے۔

کقوله تعالیٰ! (ذواتا افنان) ''فراش الذهب'' یہ فراشۃ کی جمع ہے فا پر زبر ہے پروانہ کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس درخت میں سونے کے پروانے ہوں گے جو سونے کی طرح چمکتے ہوں گے یا ہو سکتا ہے کہ **فراش الذهب** سے مراد فرشتوں کی ایک نوع ہو جن کے پر سونے کی طرح چمکتے ہوں گے اسی کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں کہ **(اذیغشی السدرة مایغشی)** ''قلال'' یہ جمع ہے اس کا مفرد قلۃ ہے مٹکے کو کہتے ہیں، پھلوں کے بڑے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

حوض کوثر کا ذکر

(۲۹) وَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَا الْکَوْثَرُ قَالَ ذٰلِکَ نَهْرٌ اَعْطَانِیْهِ اللّٰهُ یَعْنِیْ فِی الْجَنَّةِ اَشَدُّ بَیَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ فِیْهِ طَیْرٌ اَعْنَاقُهَا کَاَعْنَاقِ الْجُزُرِ قَالَ عُمَرُ اِنَّ هٰذِهٖ لَنَاعِمَةٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اٰکِلُهَا اَنْعَمُ مِنْهَا (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کوثر کیا ہے فرمایا وہ جنت کی نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی ہے دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے بڑھ کر شیریں ہے اس میں دراز گردن پرندے ہیں ان کی گردنیں اونٹوں کی طرح معلوم ہوتی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے وہ پرندے بڑے متنعم ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے کھانے والے متنعم تر ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "الجزر" یہ جمع ہے اس کا مفرد جزور ہے اونٹ کو کہتے ہیں اور اعناق گردنوں کو کہتے ہیں یعنی ان پرندوں کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح بڑی اور لمبی ہوں گی خود بھی اونٹوں کی طرح بڑے ہوں گے۔ "لناعمة" یعنی یہ پرندے تو موٹے فربہ اور بہت ہی مزیدار ہوں گے۔ "اکلتها" تینوں حروف کے فتحات کے ساتھ جمع ہے اس کا مفرد آکل ہے مطلب یہ ہے کہ یہ پرندے اگرچہ موٹے فربہ اور مزیدار تنومند ہوں گے مگر ان کے کھانے والے جنتی ان سے بھی زیادہ تنومند اور خوش وخرم ہوں گے اس جملہ سے ایک خیالی اعتراض بھی دور ہوگیا کہ جب جنت میں اتنے موٹے پرندے ہوں گے اسی طرح بیری کا پھل مٹکے کے برابر ہوگا انگور کے دانے بھی مٹکے کے برابر ہوں گے تو دنیا کا یہ انسان اس کو کیسے کھائے گا اور اس میں کیا لطف آئے گا؟ جواب یہی ہے کہ وہاں کے انسان بھی تنومند اور جسامت والے ہوں گے وہ آسانی سے یہ انگور کھا جائیں گے اس حدیث سے اس جواب کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔

جنت والوں کو ہر وہ چیز ملے گی جس کی وہ خواہش کریں گے

(۳۰) وَ عَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ خَيْلٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَدْخَلَکَ الْجَنَّةَ فَلَا تَشَآءُ اَنْ تُحْمَلَ فِيْهَا عَلٰى فَرَسٍ مِّنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَآءَ يَطِيْرُبِکَ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ اِلَّا فَعَلْتَ وَ سَاَلَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ اِبِلٍ قَالَ فَلَمْ يَقُلْ لَهٗ مَاقَالَ لِصَاحِبِهٖ فَقَالَ اِنْ يُّدْخِلَکَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ يَكُنْ لَّکَ فِيْهَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُکَ وَلَذَّتْ عَيْنُکَ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے۔ فرمایا جب تجھ کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کردے گا اگر تو چاہے گا ایک سرخ یاقوتی گھوڑا تجھ کو جنت میں لے کر اڑتا پھرے۔ ایسا ہی ہو جائے گا۔ ایک آدمی نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں اونٹ بھی ہوں گے آپ نے اس کو پہلے شخص کا سا جواب نہیں دیا بلکہ فرمایا اللہ تعالیٰ جب تجھ کو جنت میں داخل فرمادے گا اس میں وہ سب کچھ ہوگا جو تیرا نفس چاہے گا اور تیری آنکھ لذت پکڑے گی۔ (ترمذی)

(۳۱) وَ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ اَتَي النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُحِبُّ الْخَيْلَ اَفِي الْجَنَّةِ خَيْلٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنْ اُدْخِلْتَ الْجَنَّةَ اُوْتِيْتَ بِفَرَسٍ مِّنْ يَاقُوْتَةٍ لَّهٗ جَنَا حَانِ فَحُمِلْتَ عَلَيْهِ ثُمَّ طَارَبِکَ حَيْثُ شِئْتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ وَاَبُوْسُوْرَةَ الرَّاوِيْ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ وَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ اَبُوْ سُوْرَةَ هٰذَا مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ يَرْوِيْ مَنَاكِيْرَ.

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا کہنے لگا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گھوڑوں کو پسند کرتا ہوں جنت میں گھوڑے ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر جنت میں تجھے داخل کردیا گیا تیرے پاس یاقوت کا ایک گھوڑا لایا جائے گا جس کے دو بازو ہوں گے اس پر تجھ کو سوار کردیا جائے گا وہ تجھ کو جہاں تو جانا چاہے گا لے اڑے گا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا اس کی سند قوی نہیں ہے اور ابوسورہ راوی روایت حدیث میں ضعیف سمجھا گیا ہے۔ میں نے محمد بن اسماعیل سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابوسورہ راوی منکر الحدیث ہے اور منکر احادیث بیان کرتا ہے۔

اہل جنت میں امت محمدیہ کا تناسب

(۳۲) وَ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَ مِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَآئِرِ الْاُمَمِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ.

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ ان میں سے اسی صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس صفیں دوسری امتوں سے روایت کیا اس کو ترمذی، دارمی اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں۔

تشریح: ''ثمانون صفا'' اس حدیث میں اہل محشر کی 120 صفوں کا ذکر ہے جن میں اس امت کی 80 صفوں کا بیان ہے جو دوگنا زیادہ ہے دوسری حدیثوں میں نصف اہل جنت کا ذکر ہے یہ واضح تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وحی کے ذریعہ سے پہلے ایک تناسب کا ذکر تھا پھر اللہ تعالیٰ کی مزید مہربانی سے اضافہ ہوا تو نصف سے زیادہ ہو گیا اب اعتراض نہیں رہا۔

جنت کے اس دروازے کی وسعت جس سے اہل اسلام داخل ہوں گے

(۳۳) وَعَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابُ اُمَّتِيَ الَّذِيْ يَدْخُلُوْنَ مِنْهُ الْجَنَّةَ عَرْضُهٗ مَسِيْرَةُ الرَّاكِبِ الْمُجَوِّدِ ثَلٰثًا ثُمَّ اِنَّهُمْ لَيُضْغَطُوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى تَكَادُ مَنَاكِبُهُمْ تَزُوْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ وَ سَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَ قَالَ يَخْلُدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ يَرْوِي الْمَنَاكِيْرَ.

ترجمہ: حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت جس دروازے سے جنت میں داخل ہوگی اس کی چوڑائی عمدہ خوب گھوڑا دوڑانے والے آدمی کی تین دن کی مسافت کی مقدار ہے۔ پھر دروازے پر تنگ کیے جاویں گے یہاں تک کہ ان کے کندھے اترنے کا اندیشہ ہوگا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث ضعیف ہے۔ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا انہوں نے اس کو نہ پہچانا اور کہا یخلد بن ابی بکر منکر روایت بیان کرتا ہے۔

جنت کا ایک بازار

(۳۴) وَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا مَّافِيْهَا شِرًى وَّلَا بَيْعٌ اِلَّا الصُّوَرُ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ فَاِذَا اشْتَهَى الرَّجُلُ صُوْرَةً دَخَلَ فِيْهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک بازار ہے جس میں خرید و فروخت نہیں ہے بلکہ اس میں مردوں اور عورتوں کی تصویریں ہیں جب کوئی آدمی کسی تصویر کو پسند کرے گا وہی صورت اختیار کر لے گا۔ (ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

دیدار الٰہی اور جنت کا بازار

(۳۵) و عن سعيد بن المسيب انه لقى اباهريرة فقال ابو هريرة اسال الله ان يجمع بيني و بينک في سوق الجنة فقال سعيد افيها سوق قال نعم اخبرني رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اهل الجنة اذا دخلو ها نزلوا فيها بفضل اعمالهم ثم يودن لهم في مقدار يوم الجمعة من ايام الدنيا فيزورون ربهم و يبرزلهم عرشه و تيبدى لهم في روضة من رياض الجنة فيوضع لهم منابر من نور و منابر من لو لوء و منابر من ياقوت و منابر من زبر جد و منابر من ذهب و منابر من فصة و يجلس اذناهم و ما فيهم دنى على كثبان المسلک و الكافور مايرون ان اصحاب الكراسى بالفضل منهم مجلسا قال ابو هريرة قلت يا رسول الله و هل نرى ربنا قال نعم هل تما رون في روية الشمس والقمر ليلة البدر قلنا لا قال كذالک لا تمارون في روية ربكم ولا يبقى في ذالک المجلس رجل الا حاضره الله محاضرة و حتى يقول للرجل منهم يا فلان ابن فلان تذكر يوم قلت كذا وكذا فيذكره بعض ذعراته في الدنيا فيقول يا رب افلم يغفرلى فيقول بلى سبسعة مغفرتي بلغت منزلتک هذه فبنما هم على ذالک غسيتهم سبحانه من فوقهم فامطرت عليهم طيبالم يجدوا مثل ريحه شينا قط و يقول ربنا قوموا الى مآ اعدت لكم من الكرامة فخدو اما اشتهيتم فناتي سوقا قد حفت به الملئكة فيها مالم تنظر العيون الى مثله ولم تسمع الاذان و يخطر على القلوب فيحمل لنا ما اشتهيانا ليس يباع و لا يشترى و في ذالک السوق يلقى اهل الجنة بعضهم بعضا قال فيقبل

الرجل ذوالمنزلة والمرتفعة فیلقی من هودونه و ما فیهم دنی فیرو عه مایری علیه من اللباس فما ینقضی آخر حدیثه حتی یتخیل علیه ماهوا احسن منه و ذالک انه لا یغی لا حدان یخزن فیها ثم ننصرف الی مبارک فیتلقانا ازواحنا فیقلن مرحبا و اهلا لقد حنت وان بک من الجمال افضل مما فارقتنا علیه فنقول انا جالسنا الیوم ربنا الجبار و یحقنا ان تنقلب بمثل ما انقلبنا رواه الترمذی و ابن ماجة و قال الترمذی هذا حدیث غریب

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ابو ہریرہ کو ملے۔ ابو ہریرہ کہنے لگے میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہم کو جنت کے بازار میں جمع کردے۔ سعید کہنے لگے جنت میں بازار ہوگا کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس بات کی خبر دی کہ جنت والے اپنے اپنے اعمال کے مطابق جس وقت جنت میں داخل ہوں گے ان کو دنیا کے ایک جمعہ کی مقدار اجازت دی جائے گی وہ اپنے رب کی زیارت کریں گے ان کے لیے اللہ کا عرش ظاہر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ان کے لیے ظاہر ہوگا۔ ان کے لیے نور' یاقوت' موتی' زبرجد سونے اور چاندی کے منبر رکھے جائیں۔ ان میں سے ادنیٰ درجہ کا آدمی کستوری اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھے گا اور ان میں ادنیٰ کوئی بھی نہیں ہوگا۔ ان کو یہ گمان نہیں ہوگا کہ کرسیوں والے نشست گاہ کے لحاظ سے ان سے افضل ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے فرمایا ہاں کیا تم سورج کو دیکھنے اور چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں شک میں رہتے ہو ہم نے کہا نہیں۔ فرمایا اس طرح اپنے پروردگار کے دیکھنے میں تم شک نہیں کرو گے۔ اس مجلس میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ بلاواسطہ کلام نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص سے کہے گا اے فلاں بن فلاں تجھے یاد ہے تو نے فلاں دن ایسا ایسا کہا تھا اس کو اس کی بعض عہد شکنیاں یاد کرائے گا جو اس نے دنیا میں کی ہوں گی وہ کہے گا اے پروردگار تو نے مجھ کو معاف نہیں فرما دیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں میری وسعت مغفرت کے ساتھ ہی اپنے اس مرتبہ کو پہنچ سکا ہے۔ وہ اس طرح گفتگو میں مصروف ہوں گے ان پر ایک ایسا ابر چھا جائے گا اور ان پر ایسی خوشبو برسائے گا کہ کبھی انہوں نے ایسی خوشبو نہ دیکھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو تمہارے لیے بزرگی میں نے تیار کی ہے اس کی طرف اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ جو چاہتے ہو لے لو۔ ہم بازار آئیں گے۔ فرشتوں نے اس کو گھیر رکھا ہوگا۔ آنکھوں نے ویسی چیزیں کبھی دیکھی نہیں کانوں نے کبھی سنی نہیں اور دلوں پر ان کا کبھی خیال نہیں گذرا ہم جو چاہیں گے ہمیں اٹھوا دیا جائے گا اس میں خرید و فروخت نہیں ہوگی۔ اس بازار میں جنتی ایک دوسرے کو ملیں گے۔ ایک بلند مرتبہ جنتی اپنے سے کم درجہ والے جنتی کو ملے گا۔ جبکہ ان میں کوئی بھی کم درجہ کا نہیں ہے اس کا لباس دیکھ کر خوش ہوگا ابھی اس کی باتیں ختم نہ ہوں گی کہ اس کو خیال آئے گا کہ اس کا لباس اس سے کوئی بہتر نہیں ہے اور ایسا اس لیے ہوگا کہ کسی ایک کے لیے لائق نہیں ہے کہ وہ غم کرے۔ پھر ہم اپنے اپنے گھروں میں واپس آئیں گے ہماری بیویاں ہمارا استقبال کریں گی اور خوش آمدید کہیں گیں تم آئے ہو جبکہ تم حسن و جمال میں اس سے بڑھ کر ہو جب تم ہمارے پاس سے گئے تھے۔ ہم کہیں گے کہ آج ہم نے اپنے پروردگار جبار کے ساتھ ہمنشینی کی ہے۔ اس لیے لائق ہے کہ اس کی مثل پھریں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے' ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح: ''کثبان المسک'' کثبان جمع ہے کاف پر پیش ہے ثا پر سکون ہے اس کا مفرد کثیب ہے ٹیلہ کو کہتے ہیں مشک و عنبر کے ٹیلے مراد ہیں۔ ''والکافور'' یہ المسک پر عطف ہے یعنی مشک کے ٹیلوں پر بیٹھے ہوں گے اور کافور کے ٹیلوں پر بھی ہوں گے۔

اہل جنت میں اولاد کی خواہش

(۳۶) و عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ادنی اهل الجنة الذی له تمانون الف خادم و اثنتان و سبعون زوجة و تنب له قبه من لو لوء و زبر جد و یاقوت کما بین الجابیة الی صنعآء و بهذا الا سناد قال من مات من اهل الجنة من صغیرا و کبیرا یردون بنی ثلثین فی الجنة لا یزیدون علیها ابدا و کـ ذالک اطل

النار و بهذا الاسناد قال ان عليهم التيجان ادنى لو لوء ة منها لتضى ء ما بين المشرق و المغرب و بهذالاسناد قال المومن اذا اشتهى الولد في الجنة كان حمله و وضعه و سنه في ساعة كما يشتهى و قال اسحق بن ابراهيم في هذا الحديث اذا اشتهى المومن في الجنة الولد كان في ساعة ولن لا يشتهى رواه الترمذى و قال هذا حديث غريب و روى ابن ماجة الرابعة والدارمي الاخيرة.

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادنیٰ جنتی وہ ہوگا جس کے اسی ہزار خادم ہوں گے اور بہتر بیویاں ہوں گی۔ موتیوں، زبرجد اور یاقوت کا ایک خیمہ اس کے لیے اس قدر بڑا گاڑا جائے گا۔ جس قدر جابیہ اور صنعاً کا فاصلہ ہے۔ اسی سند سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوٹے اور بڑے جو مر جاتے ہیں جنت میں ان کی عمر تیس سال کی ہوگی کبھی اس سے بڑے نہیں ہوں گے۔ اسی طرح دوزخی بھی اسی سند سے مروی ہے۔ فرمایا جنتیوں پر تاج ہوں گے اس کے ادنیٰ موتی سے مشرق و مغرب کا درمیانی فاصلہ روشن ہو جائے گا۔ اس سند سے مروی ہے جب کوئی مومن جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا۔ اس کا حمل اور اس کا وضع ہونا اس کا سن ایک ہی گھڑی میں ہو جائے گا جس طرح کہ چاہے گا۔ اسحاق بن ابراہیم نے اس روایت میں بیان کیا ہے کہ مومن جنت میں جب اولاد کی خواہش کرے گا ایک گھڑی میں ایسا ہو جائے گا۔ لیکن وہ اس کی خواہش نہیں کرے گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔ ابن ماجہ نے چوتھا فقرہ اور دارمی نے آخری فقرہ ذکر کیا ہے)

حوروں کا گیت

(۳۷) وَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَمُجْتَمَعًا لِلْحُوْرِ الْعِيْنَ يَرْفَعْنَ بِاَصْوَاتٍ لَمْ تَسْمَعِ الْخَلَائِقُ مِثْلَهَا يَقُلْنَ نَحْنُ الْخٰلِدَاتُ فَلَا نَبِيْدُ وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْاَسُ وَ نَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ طُوْبٰى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَ كُنَّا لَهٗ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں جلسہ ہوگا اور حور عین اس میں اپنی بلند آوازوں کے ساتھ پڑھتی ہیں۔ مخلوق نے کبھی ایسی خوش آواز نہیں سنی۔ وہ کہتی ہیں ہم ہمیشہ زندہ رہیں گی کبھی ہلاک نہ ہوں گی۔ ہم امن وچین میں رہنے والیاں ہیں کبھی شدت نہیں دیکھنے کی۔ ہم ہمیشہ راضی ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی اس کے لیے خوشی ہے جس کے لیے ہم ہیں اور وہ ہمارے لیے ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

جنت کے دریا اور نہریں

(۳۸) وَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ الْمَآءِ وَ بَحْرَ الْعَسَلِ وَ بَحْرَ اللَّبَنِ وَ بَحْرَ الْخَمْرِ ثُمَّ تَشَقَّقُ الْاَنْهَارُ بَعْدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ مُعٰوِيَةَ.

ترجمہ: حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک دریا پانی کا ہے اور ایک دریا شہد کا ہے۔ ایک دریا دودھ اور شراب کا ہے۔ ان دریاؤں سے پھر نہریں پھوٹتی ہیں۔ (ترمذی نے اور روایت کیا اس کو دارمی نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے)

الفصل الثالث... حوران جنت کا ذکر

(۳۹) عن ابى سعيد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الرجل في الجنة ليتكى في الجنة سبعين مسندا قبل ان يتحول ثم تاتيه امراة فتضرب على منكبيه فينظر و جهه في خدها اصفى من المراة و ان ادنى لولوء ة علهيا تضى ء مابين المشرق و المغرب فتسلم عليه فيرد السلام و يسا لها من انت فتقول انا من المزيد و انه

ليكون عليها سبعون ثوبا فينفذها بصره حتى يرى مخ ساقها من ورآء ذلک و ان عليها من التيجان ان ادنیٰ لو لوۃ منها لتضی مابین المشرق و المغرب (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جنتی اپنی مجلس میں پھرنے سے پہلے پہلے بہتر (72) تکیوں پر تکیہ کرے گا پھر اس کے بعد اس کی بیوی آئے گی وہ اس کے کندھے پر ہاتھ مارے گی۔ وہ اپنا چہرہ اس کے رخسار میں دیکھے گا جو آئینہ سے زیادہ شفاف ہوگا اس کے ایک ادنی موتی سے مشرق و مغرب کا درمیان روشن ہو جائے گا وہ اس کو سلام کہے گی وہ سلام کا جواب دے گا اس سے پوچھے گا تو کون ہے وہ کہے گی میں اس مزید انعام سے ہوں جس کا وعدہ اللہ نے کیا ہے اس پر ستر لباس ہوں گے وہ اس کی پنڈلی کا گودا ان کے ورے دیکھے گا۔ اس پر تاج ہوگا جس کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کو روشن کر دے گا۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

تشریح: ''في خدها'' خدر خسار کو کہتے ہیں یعنی حوران بہشتی کی جسمانی لطافت اتنی زیادہ ہوگی کہ شوہر کا چہرہ اس کے آئینہ جیسے رخسار میں منعکس ہو کر شوہر دیکھ لے گا اس حقیقت کی طرف کسی ظریف شاعر نے اس طرح اشارہ کیا ہے:

رأيت الحال في خدفقلت الخال افسانا　　　　فما كانا وما كان لعين كان انسانا

یعنی میں نے اپنی محبوبہ کے رخسار میں ایک سیاہ دھبہ دیکھا تو میں نے کہا کہ یہ دھبہ کیا افسانہ ہے مگر وہ افسانہ نہیں تھا بلکہ میری آنکھ کی پتلی تھی۔ ''علی منکبیه'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حور اپنے تمام زیورات اور تمام رعنائیوں کے ساتھ جنتی کے کندھوں کے پیچھے پر پر کھڑی ہوگی اور جھانک کر دیکھے گی جو نہایت پیار کا نہایت دلکش منظر ہوتا ہے۔

جنت میں زراعت کی خواہش اور اس کی تکمیل

(۴۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَتَحَدَّثُ، وَعِنْدَهٗ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ، اِنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَاْذَنَ رَبَّهٗ فِی الزَّرْعِ فَقَالَ لَهٗ اَلَسْتَ فِيْمَا شِئْتَ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَزْرَعَ فَبَذَرَ فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهٗ وَاسْتِوَاءُهٗ وَاسْتِحْصَادُهٗ فَكَانَ اَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى دُوْنَکَ يَابْنَ اٰدَمَ فَاِنَّهٗ لَايُشْبِعُکَ شَیْءٌ فَقَالَ الْاَعْرَابِیُّ وَاللّٰهِ لَاتَجِدُهٗ اِلَّا قُرَشِيًّا اَوْ اَنْصَارِيًّافَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ زَرْعٍ وَاَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِاَصْحَابِ زَرْعٍ فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان کر رہے تھے اور آپ کے پاس ایک بدوی بھی موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جنتی اپنے رب سے کھیتی باڑی کرنے کی اجازت طلب کرے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس حالت میں نہیں جو تو چاہتا ہے۔ وہ کہے گا کیوں نہیں لیکن میں کاشت کاری پسند کرتا ہوں وہ بیج بوئے گا آنکھ جھپکنے سے پہلے اس کی روئیدگی بڑھنا اور کاٹنا ہو جائے گا اور وہ پہاڑوں کی مانند ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم اسے لے لے تجھ کو کوئی چیز سیر نہیں کرتی۔ بدوی کہنے لگا اللہ کی قسم ہمارے خیال میں وہ قریشی یا انصاری ہوگا کیونکہ وہی کاشت کار ہیں ہم تو کھیتی کرنے والے نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

جنت میں نیند نہیں آئے گی

(۴۱) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَالَ رَجُلٌ رَّسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَيَنَامُ اَهْلُ الْجَنَّةِ قَالَ النَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ وَلَا يَمُوْتُ اَهْلُ الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کیا اہل جنت سوئیں گے فرمایا سونا موت کا بھائی ہے اور اہل جنت مریں گے نہیں۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں)

بَابُ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی..... دیدار الٰہی کا بیان

قال الله تعالیٰ: (وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة) اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قیامت اور عالم آخرت میں مؤمنین اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور یہ نہ شرعاً محال ہے اور نہ عقلاً محال ہے لہٰذا بلاوجہ دیدار الٰہی کا انکار مکابرہ اور مجادلہ ہے۔ دوسری طرف اہل اہواء خوارج ومعتزلہ نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا اور دنیا وآخرت میں اس کا دیدار محال ہے لہٰذا رؤیت باری تعالیٰ نہیں ہوگی۔

سوال:۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جسمانی آنکھ کے لیے ضروری ہے کہ شئی مرئی جسم ہو تاکہ اس پر نظر جم سکے' اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس شئی مرئی کے لیے جہت ہو تاکہ آنکھیں اس کی طرف متوجہ ہوسکیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شئی مرئی کسی خاص مکان ومقام پر موجود ہو تاکہ وہ نگاہوں کی گرفت میں آسکے اور یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور قدیمی صفت کے منافی ہیں لہٰذا دیدار الٰہی ناممکن ہے۔

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ذات ہے اس کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں کہ وہ سر کی انہی موجودہ آنکھوں کی بصارت میں ایسی بصیرت پیدا کردے جس طرح بصیرت اس رب نے دل کے اندر پیدا کی ہے پھر آنکھوں کی اسی بصیرت کی بدولت یہ انسان جسمانی جسم کے بغیر نیز مکان اور جہت کے تعین کے بغیر ان آنکھوں سے کسی چیز کا ادراک کرلے تو اس میں استحالہ نہیں ہے۔

دلائل: معتزلہ اور خوارج عدم رؤیت باری تعالیٰ پر قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں (لاتدرکه الابصار) ابصار ان کے نزدیک اس آیت کا تعلق دنیا وآخرت دونوں سے ہے لہٰذا قیامت میں بھی دیدار نہیں ہوگا' معتزلہ وخوارج عقل کو بھی اپنے استدلال میں استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے جسم کا ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی حوادثات سے پاک ہے اس لیے ان کا دیکھنا محال ہے۔

اہل سنت والجماعت دیدار الٰہی کے اثبات کے لیے قرآن کریم کی آیت (وجوه یومئذ ناضرة الیٰ ربها ناظرة) کو بطور استدلال پیش کرتے ہیں اور مذکورہ باب کی کثیر احادیث سے بھی استدلال کرتے ہیں نیز دیدار الٰہی پر اجماع بھی منعقد ہے' اہل سنت قرآن کی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں (للذین احسنوا الحسنیٰ و زیادة) یعنی جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لیے حسنیٰ یعنی جنت بھی ہے اور کچھ زیادہ بھی ہے' یہ زیادہ دیدار الٰہی تو ہے۔

اہل سنت اس آیت سے بھی استدلال ہیں۔ (کلاانهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون) طرز استدلال اس طرح ہے کہ کفار کو دیدار الٰہی سے بطور سزا روکا جائے گا لہٰذا مؤمنین کو یہ سزا نہیں ہوگی بلکہ دیدار ہوگا۔ ایک بزرگ نے ایک معتزلی شخص سے کہا سچ بتاؤ تمہیں دیدار الٰہی کی تمنا ہے یا نہیں ہے اس نے کہا تمنا تو ہے بزرگ فرمانے لگے کہ پھر تو دیدار محال نہیں بلکہ ممکن ہوا کیونکہ محال کی تمنا نہیں ہوتی ہے بلکہ ممکن کی چاہت ہوتی ہے۔

جواب: معتزلہ خوارج اور مرجئہ اہل باطل نے جس آیت سے استدلال کیا ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں دیدار کی نفی کا تعلق دنیا سے ہے کہ دنیا میں ایسا نہیں ہوسکتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ لاتدرکه الابصار میں احاطہ کی نفی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر نگاہ کا احاطہ نہیں ہوسکتا' دیکھنا اور چیز ہے اور احاطہ وادراک اور چیز ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ لاتدرکه الابصار والی نفی کی آیت میں کئی احتمالات کی گنجائش ہے جبکہ دیدار کے اثبات کی آیت (الیٰ ربها ناظرة) صریح ہے اس میں احتمالات نہیں ہیں' چوتھا جواب دراصل معتزلہ اور خوارج کی عقلی دلیل کا جواب ہے اگرچہ ان کی عقلی دلیل کا جواب اس سے پہلے شروع بحث میں دیا گیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے رؤیت کے لیے اگر جسامت ضروری ہے تو شاید یہ دنیا کی بصارت کے لیے ہوگی آخرت کی بصارت میں نئی قوت آئے گی نیز رؤیت کے لیے جہت ضروری چیز نہیں ہے' ہر جہت سے بھی رؤیت ہوسکتی ہے جس طرح علم ہر جہت سے آتا ہے اس کے لیے کسی جہت کی ضرورت نہیں ہے ہر طرف سے علم آتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ جب کسی کو دیکھتا ہے تو اس کے لیے بھی جہت کا ہونا ضروری نہیں ہے لہٰذا یہ عقلی تصور صحیح نہیں ہے کہ دیدار الٰہی کے لیے جہت اور مکان کا ہونا ضروری ہے۔

دیدار الٰہی کی اقسام اور مقامات:۔ حساب وکتاب کے وقت اللہ تعالیٰ کا ایک عام دیدار ہوگا جو میدان محشر میں ہوگا اس میں تمام مخلوقات شامل ہوں گی خواہ مسلم ہوں خواہ غیر مسلم ہوں' نفی کا تعلق اس دیدار سے نہیں ہے پھر کبھی دیدار نہیں ہوگا نفی کا تعلق میدان محشر کے بعد کے دیدار سے

ہوسکتا ہے۔دوسرا دیدار جنت میں ہوگا یہ مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے جو ایک بار نہیں بلکہ بار بار ہوگا' اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہے اسی طرح راجح قول یہ ہے کہ جنتی عورتیں بھی دیدار الٰہی میں شریک ہوں گی اسی طرح راجح قول کے مطابق فرشتے اور جنات بھی جنت میں دیدار الٰہی سے لطف اندوز ہوں گے۔دنیا میں دیدار الٰہی اگرچہ ممکن ہے مگر غیر واقع ہے جو شخص دنیا میں دیدار الٰہی کا دعویٰ کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔

اب رہی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرلیا تھا یا نہیں؟ تو اس میں حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے یہ ہے کہ دیدار نہیں ہوا تھا لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کی یہ رائے ہے کہ دیدار ہوا تھا اور یہی راجح ہے۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے دیدار کی نفی اور اثبات دونوں منقول ہیں' علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک توقف بہتر ہے۔معراج سے متعلق احادیث میں اگرچہ دیدار کے اثبات اور نفی دونوں کا احتمال ہے مگر جمہور صحابہ اور جمہور علماء نے دیکھنے کو راجح قرار دیا ہے معراج کی روایات کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انوارات اور تجلیات مختلف ہیں بعض تجلیات ''قاهره للبصر ''ہیں اور بعض ''غير قاهره للبصر ''ہیں تو جو تجلیات ''قاهره للبصر ''ہیں ان کے ہوتے ہوئے تو آدمی دیدار کر ہی نہیں سکتا اور بعض تجلیات جو ''قاهره للبصر ''نہیں ہیں ان کی موجودگی میں ایک طرح دیدار ہوسکتا ہے' معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے مسئلہ کو بھی انہی تجلیات وانوارات کے تنوع اور اقسام کے اعتبار سے حل کیا جاسکتا ہے۔

لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معراج میں دیدار کا جو انکار کیا ہے تو وہ ذات باری تعالیٰ کے دیدار اور انہی خاص تجلیات کا انکار ہے جن کی طرف حدیث میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے ''نورانی اراه'' وہ تو ایک تجلی ہے میں اس کو کہاں دیکھ سکتا ہوں؟ ادھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جس دیدار کا اثبات کیا ہے وہ الگ انوارات وتجلیات ہیں جن کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے ''رئیت نورا ''میں نے ایک خاص نور کو دیکھا تھا۔

آخر میں یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ آیا خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تو علماء نے لکھا ہے کہ یہ ممکن ہے لیکن یہ ایک تخیل اور تصور اور علمی مشاہدہ ہے جس سے آدمی تسلی حاصل کرسکتا ہے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا کہ کونسا عمل آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن امام صاحب نے پوچھا کہ معانی و مطالب سمجھنے کے ساتھ یا اس کے بغیر؟ فرمایا: خواہ معانی سمجھنے کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو۔

الفصل الاول.... کھلی آنکھوں سے اللہ کا دیدار

(۱) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عَيَانًا. وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ وَلَا تُضَامُّوْنَ فِىْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَءَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے پروردگار کو عیاں دیکھو گے۔ایک روایت میں ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔چودھویں رات کے چاند کی طرف آپ نے دیکھا۔فرمایا تم اپنے رب کی طرف دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کے دیکھنے میں کوئی تکلیف محسوس نہیں کرتے ہو اگر تم اس بات کی طاقت رکھو کہ تم سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے نماز پر غلبہ نہ کیے جاؤ تو ایسا ضرور کرو۔پھر یہ آیت پڑھی تسبیح بیان کرو اپنے پروردگار کی سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے۔(متفق علیہ)

دیدار الٰہی سب سے بڑی نعمت

(۲) وَعَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ إِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيُرْفَعُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلَا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جب جنت والے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم کوئی اور چیز چاہتے ہو۔ وہ کہیں گے تو نے ہمارے چہرے سفید نہیں کر دیئے تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کر دیا اور آگ سے نجات نہیں بخش دی ہے فرمایا پردے اٹھ جائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھیں گے۔ جنتی اپنے رب کے چہرہ کی طرف دیکھنے سے بہتر کوئی چیز نہیں دیئے گئے۔ پھر یہ آیت پڑھی ”جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے لیے ثواب ہے اور زیادتی ہے“۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

الفصل الثانی.... اہل جنت کے مراتب

(۳) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً لَمَنْ يَّنْظُرُ اِلٰى جِنَانِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَ نَعِيْمِهٖ وَ خَدَمِهٖ وَ سُرُرِهٖ مَسِيْرَةَ اَلْفِ سَنَةٍ وَ اَكْرَمَهُمْ عَلَى اللّٰهِ مَنْ يَّنْظُرُ اِلٰى وَجْهِهٖ غُدْوَةً وَّ عَشِيَّةً ثُمَّ قَرَاَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (رواه احمد والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادنیٰ جنتی مرتبہ کے لحاظ سے وہ ہوگا جو اپنے باغات اپنی بیویوں اور اپنی نعمتوں اور نوکروں خادموں اور اپنے تختوں کی طرف ہزار برس کی مسافت میں پھیلے ہوئے دیکھے گا اور اللہ کے نزدیک زیادہ مکرم وہ ہوگا جو اس کے چہرے مبارک کی طرف صبح و شام دیکھے گا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ ”کتنے ہی چہرے اس دن ترو تازہ اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے“۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے)

دیدار الٰہی میں کسی طرح کی مزاحمت نہیں ہوگی

(۴) وَ عَنْ اَبِيْ رَزِيْنِ نِ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكُلُّنَا يَرٰى رَبَّهٗ مُخْلِيًا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ بَلٰى قَالَ قُلْتُ وَ مَا اٰيَةُ ذٰلِكَ فِيْ خَلْقِهٖ قَالَ يَا اَبَا رَزِيْنَ اَلَيْسَ كُلُّكُمْ يَرَى الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ مُخْلِيًا بِهٖ قَالَ بَلٰى قَالَ فَاِنَّمَا هُوَ خَلْقٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَجَلُّ وَاَعْظَمُ (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم میں سے تنہا ہر ایک اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھے گا۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں میں نے کہا اس کی نشانی اس کی مخلوق میں کوئی اور بھی ملتی ہے فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک تنہا چودھویں رات کے چاند کو نہیں دیکھتا ہے کہا کیوں نہیں فرمایا وہ اللہ کی ایک مخلوق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کامل اور بزرگ تر ہے۔ (روایت کیا اس کو ابو داؤد نے)

تشریح: ”مخلیا“ میم پر ضمہ ہے لام مکسور ہے اور یا پر تنوین ہے۔ تخلیہ سے ہے الگ تھلگ اور بلا مزاحمت دیدار مراد ہے۔ ”ایة ذلک“ یعنی اس پر دلیل کیا ہے کوئی چیز ایسی ہے جس کو ہم بطور دلیل پیش کر سکیں۔ ”خلق“ یعنی اس دیدار کی مثال چاند اور سورج کا دیکھنا ہے جب یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے مخلوق ہیں اور تم بلا تکلیف اور بلا مزاحمت آسانی سے ان کو دیکھ سکتے ہو تو اللہ تعالیٰ تو رب العالمین ہیں بہت بڑے ہیں ان کے دیدار میں کیا تکلیف اور کیا مزاحمت ہو سکتی ہے۔

الفصل الثالث... شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار الٰہی

(۵) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ھَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ قَالَ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ نور ہے میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''نورانی اراہ'' اگر انّٰی اراہ ہوجائے تو یہ دیدار کی ایک قسم کی نفی ہوگی جو ذات و تجلیات کی خاص قسم مراد ہوگی اور اگر ''انّی اراہ'' ہوجائے تو پھر یہ ایک اور قسم کی تجلی کا اثبات ہوگا اور اگر ''نورانی اراہ'' ہوجائے تو پھر بھی اثبات ہوگا دیدار ثابت ہوجائے گا۔

آنحضرت کو دیدار الٰہی سے متعلق ایک آیت کی تفسیر

(۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی قَالَ رَاٰہُ بِفُؤَادِہٖ مَرَّتَیْنِ (رواہ مسلم) و فی روایۃ الترمذی قال رای محمد ربہ قال عکرمۃ قلت الیس اللہ یقول لا تدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار قال ویحک ذالک اذا تجلی بنورہ الذی ھو نورہ وقدرای ربہ مرتین.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ''دل نے جو دیکھا جھوٹ نہیں بولا اور اس کو دوسری مرتبہ دیکھا فرمایا کہ آپ نے اپنے دل کے ساتھ دو مرتبہ دیکھا ہے''۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کو آنکھیں نہیں پاسکتیں اور وہ آنکھوں کا پاتا ہے کہنے لگے تیرے لیے افسوس ہو یہ اس وقت ہے جب وہ اپنے نور خاص سے ظاہر ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''راٰہ بفؤادہ'' یعنی دل سے دیدار کیا اور دو مرتبہ کیا' ایک بار سدرۃ المنتہٰی کے پاس اور دوسری بار عرش عظیم پر دیدار کیا' دل سے دیدار کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے اندر دیکھنے کی وہ طاقت پیدا فرمائی جو آنکھوں میں پیدا فرمائی تھی تو دل کی آنکھوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا' علم و تصور مراد نہیں ہے دیکھنا مراد ہے' سورت نجم کی آیتوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا دیدار مراد ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کچھ صحابہ کا خیال ہے کہ اس دیدار سے حضرت جبریل علیہ السلام کا دیکھنا مراد ہے دیدار الٰہی نہیں ہے۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا

(۷) وَعَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ لَقِیَ ابْنُ عَبَّاسٍ کَعْبًا بِعَرَفَۃَ فَسَاَلَہٗ عَنْ شَیْءٍ فَکَبَّرَ حَتّٰی جَاوَبَتْہُ الْجِبَالُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّا بَنُوْ ھَاشِمٍ فَقَالَ کَعْبٌ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَسَمَ رُؤْیَتَہٗ وَ کَلَامَہٗ بَیْنَ مُحَمَّدٍ وَّ مُوْسٰی فَکَلَّمَ مُوْسٰی مَرَّتَیْنِ وَرَاٰہُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَیْنِ قَالَ مَسْرُوْقٌ فَدَخَلْتُ عَلٰی عَآئِشَۃَ فَقُلْتُ ھَلْ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ فَقَالَتْ لَقَدْ تَکَلَّمْتَ بِشَیْءٍ قَفَّ لَہٗ شَعْرِیْ قُلْتُ رُوَیْدًا ثُمَّ قَرَاْتُ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی فَقَالَتْ اَیْنَ تَذْھَبُ بِکَ اِنَّمَا ھُوَ جِبْرَئِیْلُ مَنْ اَخْبَرَکَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّہٗ اَوْ کَتَمَ شَیْئًا مِّمَّا اُمِرَ بِہٖ اَوْ یَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِیْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْیَۃَ وَلٰکِنَّہٗ رَاٰی جِبْرَئِیْلَ لَمْ یَرَہٗ فِیْ صُوْرَتِہٖ اِلَّا مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی وَ مَرَّۃً فِیْ اَجْیَادٍلَّہٗ سِتَّمِائَۃِ جَنَاحٍ قَدْ سَدَّ الْاُفُقَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ رَوَی الشَّیْخَانِ مَعَ زِیَادَۃٍ وَ اخْتِلَافٍ وَ فِیْ رِوَایَتِھِمَا قَالَ قُلْتُ

لِعَآئِشَةَ فَاَيْنَ قَوْلُهُ ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى قَالَتْ ذَاكَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْتِيْهِ فِى صُوْرَةِ الرَّجُلِ وَ اِنَّهٗ اَتَاهُ هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِى صُوْرَتِهِ الَّتِى هِىَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّ الْاُفُقَ.

ترجمہ: حضرت شعبی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کعب رضی اللہ عنہ کو عرفات میں ملے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کوئی چیز پوچھی پھر بلند آواز سے اللہ اکبر کہا کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ ابن عباس کہنے لگے ہم بنو ہاشم ہیں کعب کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے اپنی رؤیت اور کلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کردیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے دومرتبہ کلام کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دومرتبہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ مسروق کہتے ہیں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے وہ کہنے لگیں تو نے ایک ایسی چیز مجھ سے پوچھی ہے کہ اس کی وجہ سے میرے بال جسم پر کھڑے ہوگئے ہیں۔ میں نے کہا ذرا ٹھہریں پھر میں نے یہ آیت پڑھی۔ تحقیق آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھی ہیں وہ کہنے لگیں تو کدھر جا رہا ہے اس سے مراد حضرت جبریل ہیں جو تجھ کو بتلائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا جن باتوں کے بیان کرنے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے ان میں سے آپ نے کوئی بات چھپالی ہے یا آپ ان پانچ باتوں کو جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائیں ہیں کہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش اتارتا ہے اس نے بہت بڑا جھوٹ بولا بلکہ اس سے مراد جبریل ہیں ان کی اصل صورت میں دومرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک مرتبہ اجیاد میں ان کے چھ سو پر تھے اور آسمان کا کنارہ روک لیا تھا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے بخاری ومسلم نے اس حدیث کو کچھ کمی وبیشی سے بیان کیا ہے) ان کی ایک روایت میں ہے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا پھر اس فرمان کا کیا مطلب ہوا ''پس نزدیک ہوا اور اتر آیا اور دوکمان کی مقدار یا اس سے بھی کم فاصلہ پر آ گیا''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ وہ آپ کے پاس انسانی صورت میں آیا کرتے تھے اس مرتبہ اپنی اصل شکل میں آئے۔ انہوں نے آسمان کا کنارہ روک لیا تھا۔

حضرت ابن مسعودؓ کی تفسیر و تحقیق

(۸) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِى قَوْلِهٖ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى وَفِىْ قَوْلِهٖ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى وَفِىْ قَوْلِهٖ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَالَ فِيْهَا كُلِّهَا رَاٰى جِبْرَائِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ (متفق عليه) وَ فِىْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِىِّ قَالَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جِبْرَئِيْلَ فِىْ حُلَّةٍ مِّنْ رَفْرَفٍ قَدْ مَلَاَ مَابَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلَهٗ وَلِلْبُخَارِىِّ فِىْ قَوْلِهٖ وَلَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَالَ رَاٰى رَفْرَفًا اَخْضَرَ سَدَّ اُفُقَ السَّمَآءِ وَسُئِلَ مَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ فَقِيْلَ قَوْمٌ يَّقُوْلُوْنَ اِلٰى ثَوَابِهٖ فَقَالَ مَالِكٌ كَذَبُوْا فَاَيْنَ هُمْ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوْبُوْنَ قَالَ مَالِكٌ اَلنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَعْيُنِهِمْ وَ قَالَ لَوْلَمْ يَرَالْمُؤْمِنُوْنَ رَبَّهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَمْ يُعَيِّرِ اللّٰهُ الْكُفَّارَ بِالْحِجَابِ فَقَالَ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں وہ دوکمانوں کے فاصلہ پر آ رہے ہیں یا اس سے بھی قریب اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ''دل نے جو دیکھا اس میں جھوٹ نہیں بولا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان آپ نے اپنے رب کی بڑی آیات دیکھیں''۔ فرمایا ان سب آیات میں مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ ان کے چھ سو پر تھے۔ (متفق علیہ) ترمذی کی ایک روایت میں ہے دل نے جو دیکھا جھوٹ نہیں بولا۔ اس کی تفسیر میں لکھا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو رفرف کے حلہ میں دیکھا زمین و آسمان کے درمیان کو بھر دیا ہے۔ ترمذی اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آیت کریمہ ''اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں کہ اس سے مراد ہے کہ آپ نے سبز لباس پہنے ایک شخص کو (حضرت جبریل علیہ السلام) کو دیکھا ہے کہ آسمان کا کنارہ روک رکھا ہے۔ مالک بن انس رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق دریافت کیا گیا کہ کتنے ہی چہرے اپنے پروردگار کی طرف دیکھ

رہے ہوں گے۔ کہا گیا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہاں مراد ثواب ہے امام مالک نے فرمایا وہ لوگ جھوٹے ہیں اس آیت سے مراد وہ کہاں ہیں کہ ہرگز نہیں بیشک وہ اپنے پروردگار کے دیکھنے سے روک دیئے جائیں گے۔" امام مالک نے فرمایا لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف قیامت کے دن اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور فرمایا اگر ایماندار قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھیں گے اللہ تعالیٰ کفار کو روک دیئے جانے پر عار نہ دلاتے فرمایا ہے کہ ہرگز نہیں کافر اپنے رب سے اس روز منع کیے جائیں گے۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

دیدار الٰہی کی کیفیت

(۹) وَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بَيْنَا اَهْلُ الْجَنَّةِ فِي نَعِيْمِهِمْ اِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُؤُسَهُمْ فَاِذَا الرَّبُّ قَدْ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ قَالَ وَ ذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ قَالَ فَيَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُوْنَ اِلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّعِيْمِ مَادَامُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَ يَبْقٰى نُوْرُهُ (ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنت میں اہل جنت اپنی نعمتوں میں ہوں گے کہ ان پر ایک نور چھا جائے گا وہ اپنے سر اٹھائیں گے ناگہاں اللہ تعالیٰ اوپر سے ان کی طرف دیکھ رہا ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے اہل جنت تم پر سلامتی ہو۔ کہا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے سلام قولاً من رب الرحیم فرمایا وہ ان کو دیکھے گا اور وہ اس کو دیکھیں گے۔ وہ کسی اپنی نعمت کو نہیں دیکھیں گے جب تک وہ ان کو دیکھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان سے چھپ جائے گا اور اس کا نور باقی رہ جائیگا۔ (ابن ماجہ)

بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَ اَهْلِهَا.... دوزخ اور دوزخیوں کا بیان

الفصل الاول ..... دوزخ کی آگ کی گرمی

(۱) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءً مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّ سِتِّيْنَ جُزْءً كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا (متفق عليه) وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ. وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ نَارُكُمُ الَّتِيْ يُوْقِدُ ابْنُ اٰدَمَ وَفِيْهَا عَلَيْهَا وَ كُلُّهَا بَدَلَ عَلَيْهِنَّ وَ كُلُّهُنَّ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری آگ جہنم کی آگ کا سترہواں حصہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہی آگ کافی تھی۔ فرمایا دوزخ کی آگ انہتر گنا زیادہ کردی گئی ہے۔ ہر جزو دنیا کی آگ کی گرمی رکھتا ہے۔ (متفق علیہ) اور اس حدیث کے لفظ مسلم کے ہیں۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے نار کم التی یو قد ابن آدم اور اس میں علیھا کلھا. علیھن' کلھن کی جگہ ہے۔

تشریح: "سبعین جزأ" یعنی دنیا کی آگ کی حرارت دوزخ کی آگ کی حرارت کی نسبت ستر واں جزء ہے' دوزخ کی آگ حرارت میں انہتر درجہ زیادہ ہے' ممکن ہے ستر کے عدد کا ذکر تکثیر کے طور پر ہو یعنی دوزخ کی آگ کی حرارت حساب سے باہر اور بہت ہی زیادہ ہے' چونکہ دوزخ کی آگ سے اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں کو عذاب دیتا ہے اور دنیا کی آگ سے انسان عذاب دیتا ہے تو دونوں میں یہ فرق ہو گیا ورنہ جلانے کے لیے تو دنیا کی آگ بھی کافی شافی ہے' آگے حدیث میں یہی بیان ہے۔

"ان کانت لکافیة" یعنی ایک درجہ میں بھی ہو پھر بھی جلانے کے لیے دنیا ہی کی آگ کافی تھی پھر ستر درجہ بڑھانے کی ضرورت کیا تھی؟ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ کی حرارت اس لیے بڑھا دی گئی کہ اس سے اللہ تعالیٰ عذاب دیتا ہے۔

"علیھا و کلھا" یعنی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں علیھن اور کلھن کی جگہ علیھا اور کلھا کے الفاظ آئے ہیں۔

دوزخ کولانے کا ذکر

(۲) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس روز جہنم کو لایا جائے گا اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی ہر باگ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچتے ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن دوزخ کو لاکھوں فرشتے اس کی جگہ سے کھینچ کر محشر والوں کے سامنے لائیں گے اور ایسی جگہ رکھ دیں گے کہ وہ اہل محشر اور جنت کے درمیان حائل ہو جائے گی اور جنت تک جانے کے لئے اس پل صراط کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہوگا جو دوزخ کی پیٹھ پر رکھا ہوا ہوگا' دوزخ کی جو ستر ہزار باگیں ہوں گی ان کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ جب لائی جائے گی تو اہل دوزخ پر اپنی غضب ناکی کا اظہار کر رہی ہوگی اور چاہے گی کہ سب وہ نگل لے اور ہڑپ کر جائے پس نگہبان فرشتے اس کو انہی باگوں کے ذریعہ روکیں گے اگر اس کی باگیں چھوڑ دی جائیں اور اس کو حملہ آور ہونے سے باز نہ رکھا جائے تو وہ مؤمن اور کافر سب کو چٹ کر جائے۔

دوزخ کا سب سے ہلکا عذاب

(۳) وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَّهٗ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ مَا يَرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَاِنَّهٗ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے ہلکا عذاب دوزخ میں اس شخص کو ہوگا جس کے لیے دو جوتیاں یا دو تسمے آگ کے ہیں ان سے اس کا دماغ اس طرح کھولتا ہوگا جس طرح ہنڈیا جوش مارتی ہے۔ وہ خیال کرے گا کہ اس سے بڑھ کر کسی کو عذاب نہیں جبکہ اس کو سب سے ہلکا عذاب ہے۔ (متفق علیہ)

دوزخ میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو ہوگا

(۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَهْوَنُ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا اَبُوْطَالِبٍ وَهُوَ مُتَنَعِّلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے ہلکا عذاب دوزخیوں میں سے ابو طالب کو ہے وہ دو جوتیاں پہنے ہوئے ہیں اس کا دماغ جوش کھا رہا ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ابو طالب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے' انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خدمت اور حمایت کی تھی اللہ تعالیٰ کا تکوینی فیصلہ تھا اور یہ حکمت بھی تھی کہ ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان رابطے کا کام کریں اور بطور ڈھال کردار ادا کریں' چنانچہ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دم ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے کیونکہ ابو طالب ان کے مذہب پر تھے' اسلام کو دل سے جانتے بھی تھے مگر ایمان نہیں لائے آخر وقت میں ایک بار اسلام کا اقرار کیا مگر ابو جہل لعین نے منع کر دیا چونکہ ابو طالب کے جسم کے ظاہری حصہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک جسم لگا تھا اس لئے ان کے ظاہری جسم پر دوزخ کی آگ نہیں ڈالی جائے گی البتہ ان کے تلووں کے نیچے دو انگارے رکھے جائیں گے یا آگ کا جوتا پہنایا جائے گا جس سے ان کا دماغ ابلتا رہے گا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابو طالب مسلمان نہیں ہوئے' دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دوزخ میں عذاب کے اعتبار سے فرق ہوگا کسی کو زیادہ اور کسی کو کم ہوگا۔

ایک دوزخی ایک جنتی

(۵) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يَقُوْلُ يَابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَاوَاللّٰهِ يَارَبِّ وَيُؤْتٰى بِاَشَدِّالنَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَامِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ يَاابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ وَهَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَارَبِّ مَا مَرَّ بِيْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَاَيْتُ شِدَّةً قَطُّ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل دنیا سے ایک بڑے ناز ونعمت والا شخص لایا جائے گا جو دوزخی ہوگا اس کو آگ میں ایک غوطہ دیا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا اے ابن آدم تو نے کبھی بھلائی دیکھی ہے کبھی تجھ پر نعمت گذری ہے وہ کہے گا نہیں۔ اے میرے پروردگار۔ اہل جنت کا ایک سخت ترین از روئے محنت کا ایک آدمی دنیا میں لایا جائے گا اس کو جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا اسے کہا جائے گا اے ابن آدم کبھی تو نے محنت دیکھی تھی کبھی سختی کا گذر تیرے پاس سے ہوا تھا وہ کہے گا نہیں اے میرے پروردگار کبھی میرے پاس سے محنت نہیں گذری کبھی میں نے سختی نہیں دیکھی۔ (مسلم)

تشریح: جنتی کو چونکہ نہایت درجہ کی خوشی حاصل ہوگی اس لئے وہ جواب میں طوالت اختیار کریگا انکے برخلاف دوزخی مختصر سا جواب دیکر خاموش ہو جائیگا۔

شرک کے خلاف انتباہ

(۶) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَوْ اَنَّ لَكَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اَكُنْتَ تَفْتَدِيْ بِهٖ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ اَرَدْتُ مِنْكَ اَهْوَنَ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِيْ شَيْئًا فَاَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تُشْرِكَ بِيْ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو فرمائے گا جس کا عذاب سب دوزخیوں سے ہلکا ہے اگر تیرے لیے وہ سب کچھ ہوتا جو زمین میں ہے کیا تو اس کا فدیہ دے دیتا۔ وہ کہے گا ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے اس سے آسان تربات کا مطالبہ کیا تھا جبکہ تو ابھی آدم کی پشت میں تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ تو نے انکار کیا۔ مگر یہ کہ تو نے میرے ساتھ شریک ٹھہرائے۔ (متفق علیہ)

تشریح: لفظی ترجمہ کے اعتبار سے اس جگہ اردت منک الخ کے معنی یہ ہوں گے کہ میں نے تجھ سے اس سے بھی آسان و سہل چیز چاہی تھی" اور مظہرؒ نے لکھا ہے کہ یہاں "ارادہ" کا لفظ "امر" کے معنی میں ہے (یعنی چاہنے سے مراد حکم دینا ہے) نیز ارادہ اور امر میں فرق یہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے سب اسی کے ارادے و مشیت سے ہوتا ہے جبکہ امر کا اطلاق کبھی اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو اس کے ارادہ و مشیت کے خلاف ہو طیبیؒ یہ کہتے ہیں کہ زیادہ درست یہ ہے کہ یہاں "ارادہ" کو میثاق یعنی عہد لینے پر محمول کیا جائے جس کا ذکر قرآن کریم میں یوں فرمایا گیا ہے "واذ اخذ ربک من بنی ادم من ظهورهم ذريتهم الخ" اور اس کا قرینہ خود حدیث قدسی کے یہ الفاظ "وانت فی صلب ادم" ہیں (مکرنے) کو "عہد توڑنے" پر محمول کیا جائے۔

عذاب میں تفاوت و درجات

(۷) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ مِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى حُجْزَتِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض دوزخی ایسے ہوں گے کہ آگ

ان کوٹخنوں تک پکڑے گی۔ بعض ایسے ہوں گے آگ ان کو گھٹنوں تک پکڑے گی بعض ایسے ہوں گے کہ آگ ان کی کمر تک پکڑے گی۔ بعض ایسے ہوں گے کہ آگ ان کو گردن تک پکڑے گی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

دوزخیوں کے جسم

(۸) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَا بَيْنَ مَنْكِبَيِ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مَسِيْرَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ .وَفِيْ رِوَايَةٍ ضِرْسُ الْكَافِرِ مِثْلُ اُحُدٍ وَغِلَظُ جِلْدِهٖ مَسِيْرَةُ ثَلٰثٍ (رواه مسلم).وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اِشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فِيْ بَابِ تَعْجِيْلِ الصَّلٰوةِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں کافر کے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار سوار کی تین دن کی مسافت جتنا ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کافر کی داڑھ احد پہاڑ جتنی ہوگی اس کے جسم کی موٹائی تین دن کی مسافت کی مقدار ہوگی روایت کیا اس کو مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ میں اشتکتِ النار الیٰ ربھا باب تعجیل الصلوٰۃ میں گذر چکی ہے۔

تشریح: ''ضرس الکافر'' داڑھ کو ضرس کہتے ہیں' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں کافروں کے جسم بہت بڑھ جائیں گے اس سے پہلے جنت سے متعلق احادیث میں یہ مذکور ہوا کہ اہل جنت کے اجسام بھی جنت میں بڑھ جائیں گے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں کمال وعروج کا ظہور ہو جائے گا اس لیے اہل جنت اور اہل جہنم کے جسم کمال پر آجائیں گے گویا اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کمال پر آجائے گی یہ اس کا پرتو ہوگا' یہاں سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں کافروں کے جسم بڑھ جانے کا بیان ہے جبکہ ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن متکبرین کے جسم چیونٹیوں کی مانند صغیر وذلیل ہوں گے یہ تعارض ہے اس کا کیا جواب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جسم کا یہ پھیلاؤ اور موٹاپا دوزخ کے اندر ہوگا تاکہ آگ کو پوری خوراک ملے اور جسم کے چھوٹے ہونے کی ذلت ورسوائی میدان محشر میں ہوگی تو کوئی تعارض نہیں ہے۔

الفصل الثانی......دوزخ کی آگ کا ذکر

(۹) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ اُوْقِدَ عَلَى النَّارِ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى احْمَرَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَيْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى ابْيَضَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَيْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى اسْوَدَّتْ فَهِيَ سَوْدَآءُ مُظْلِمَةٌ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا دوزخ کی آگ ہزار برس تک جلائی گئی حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی پھر اس کو ہزار برس جلایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید ہوگئی۔ پھر ہزار برس اس کو جلایا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ ہوگئی۔ اب وہ سیاہ اور تاریک ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''ابیضت'' آگ جب دیر تک جلتی ہے تو اس میں دھوئیں کی آمیزش ختم ہو جاتی ہے تو وہ سفید ہو جاتی ہے' دھوئیں کی آمیزش کے وقت آگ سرخ رہتی ہے پھر زیادہ دیر تک جلنے کی وجہ سے سیاہ ہو جاتی ہے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوزخ ابھی سے تیار ہے' معتزلہ کہتے ہیں کہ اب تک تیار نہیں ہے' اہل سنت کہتے ہیں کہ اعدت للکافرین کی آیت بتاتی ہے کہ تیار ہے معتزلہ بے کار ہیں بہر حال دوزخ کی آگ تین ہزار سال تک گرم کی گئی ہے' پہلے سرخ ہوگئی' پھر سفید ہوگئی' پھر سیاہ ہوگئی!

کافر دوزخی کی جسامت

(۱۰) وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضِرْسُ الْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِثْلُ اُحُدٍ وَ فَخِذُهٗ مِثْلُ

الْبَيْضَآءِ وَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ مَسِيْرَةُ ثَلٰثٍ مِّثْلُ الرَّبْذَةِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کے دانت کی موٹائی احد پہاڑ جتنی ہوگی۔ اس کی ران بیضاء مقام کی مقدار اور دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ تین دنوں کی مسافت کی مانند ربذہ کی مسافت کی مقدار ہوگی۔ (ترمذی)

تشریح: ''ربذہ'' مدینہ کے قصبات میں سے ایک قصبہ تھا جو وہاں سے تین دن کی مسافت پر ذات عرق کے قریب واقع تھا۔ پس ''جیسا کہ ربذہ ہے'' سے مراد یہ ہے کہ کافر دوزخی اپنی لمبی چوڑی جسامت کی وجہ سے اپنے بیٹھنے میں اتنی جگہ گھیرے گا جتنی کہ مدینہ سے ربذہ تک کا فاصلہ ہے۔

(۱۱) وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ غِلَظَ جِلْدِ الْكَافِرِ اثْنَانِ وَاَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا وَاِنَّ ضِرْسَهُ مِثْلُ اُحُدٍ وَ اِنَّ مَجْلِسَهُ مِنْ جَهَنَّمَ مَابَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کے جسم کی موٹائی بیالیس ہاتھ ہوگی اس کا دانت احد پہاڑ کی طرح ہوگا۔ دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ مکہ اور مدینہ کی مسافت کی مقدار ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ایک روایت میں ''بیالیس ہاتھ'' کی وضاحت کے لئے بذرع الجبار کے الفاظ بھی منقول ہیں یعنی ہاتھ بھی کونسا ایک لمبے چوڑے شخص کا ہاتھ اوپر کی حدیث میں کافر دوزخی کے بیٹھنے کی جگہ مدینہ اور ربذہ کے درمیانی فاصلہ کے برابر بیان فرمائی گئی ہے جبکہ اس حدیث میں ''مکہ اور مدینہ کے درمیانی فاصلہ'' کا ذکر ہے؟ چنانچہ علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ مقدار کا یہ فرق واختلاف دراصل کافر دوزخیوں کو دیئے جانے والے عذاب میں فرق واختلاف کی بنیاد پر ہے کہ جو کافر سخت ترین عذاب کا مستوجب ہوگا اس کی جسامت بھی اسی اعتبار سے لمبی چوڑی ہوگی اور اسی لحاظ سے اس کے بیٹھنے کی جگہ بھی زیادہ لمبی چوڑی ہوگی' اور جو کافر نسبتاً ہلکے عذاب کا مستوجب ہوگا اس کی جسامت نسبتاً کم لمبی چوڑی ہوگی اور اسی لحاظ سے اس کے بیٹھنے کی جگہ بھی کم لمبی چوڑی ہوگی' اسی پر کھال وغیرہ کی مقدار کے اختلاف کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

(۱۲) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْكَافِرَ لَيَسْحَبُ لِسَانَهُ الْفَرْسَخَ وَالْفَرْسَخَيْنِ يَتَوَطَّؤُهُ النَّاسُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر اپنی زبان کو دوزخ میں تین کوس اور چھ کوس تک کھینچے گا لوگ اس کو روندیں گے۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

دوزخ کا پہاڑ

(۱۳) وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الصَّعُوْدُ جَبَلٌ مِّنَ النَّارِ يُتَصَعَّدُ فِيْهِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا وَ يُهْوٰى بِهٖ كَذٰلِكَ فِيْهِ اَبَدًا (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا صعود آگ کا ایک پہاڑ ہے ستر سال تک اس میں چڑھایا جائے گا اور ہمیشہ اسی طرح اس میں گرایا جائے گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

دوزخیوں کی غذا

(۱۴) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فِىْ قَوْلِهٖ كَالْمُهْلِ اَىْ كَعَكَرِ الزَّيْتِ فَاِذَا قُرِّبَ اِلٰى وَجْهِهٖ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهٖ فِيْهِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا لمهل کی تفسیر میں فرمایا کہ تیل کی تلچھٹ کی مانند جب اس کے چہرہ کے قریب کیا جائے گا اس کے چہرہ کی کھال اس میں گر جائے گی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''فروۃ'' چہرہ کے چمڑے کوفروہ کہتے ہیں منہ کی کھال مراد ہے۔ فروۃ رأسہ کا لفظ بھی آیا ہے اس سے سر اور پیشانی کی کھال مراد ہے اس حدیث میں قرآن کی آیت ''وان یستغیثو یغاثو ابمآء کالمھل یشوی الوجوہ'' کی طرف اشارہ ہے۔

گرم پانی کا عذاب

(۱۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیّ صلی الله علیه وسلم قَالَ اِنَّ الْحَمِیْمَ لَیُصَبُّ علی رُؤُسِهِمْ فَیَنْفُذُ الْحَمِیْمُ حَتّٰی یَخْلُصَ اِلٰی جَوْفِهٖ فَیَسْلُتَ مَا فِیْ جَوْفِهٖ حَتّٰی یَمْرُقَ مِنْ قَدَمَیْهِ وَ هُوَا الصَّهْرُ ثُمَّ یُعَادُ کما کان. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا گرم پانی دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا یہاں تک کہ اس کے پیٹ تک جائے گا جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے اس کو کاٹ ڈالے گا یہاں تک اس کے قدموں سے نکل جائے گا اور یہ صہر ہے پھر جس طرح ہے اسی طرح کر دیا جائے گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

دوزخیوں کے پینے کا پانی

(۱۶) وَ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیّ صلی الله علیه وسلم فِیْ قَوْلِهٖ یُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَّتَجَرَّعُهٗ قَالَ یُقَرَّبُ اِلٰی فِیْهِ فَیَکْرَهُهٗ فَاِذَآ اُدْنِیَ مِنْهُ شَوٰی وَجْهَهٗ وَ وَقَعَتْ فَرْوَةُ رَاسِهٖ فَاِذَا شَرِبَهٗ قَطَّعَ اَمْعَآءَهٗ حَتّٰی یَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهٖ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَ هُمْ وَ یَقُوْلُ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں آپ نے فرمایا دوزخی زرد آب سے پلایا جائے گا اس کو گھونٹ گھونٹ پیئے گا فرمایا اس کے قریب کر دیا جائے گا وہ اس کو مکروہ جانے گا جب اس کے نزدیک کیا جائے گا اس کے چہرہ کو بھون ڈالے گا اس کے سر کی کھال گر جائے گی۔ جب اس کو پیئے گا اس کی انتڑیاں کاٹ دے گا یہاں تک کہ اس کی دبر سے نکل جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان کو گرم پانی پلایا جائے گا وہ ان کی انتڑیاں کاٹ ڈالے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ پیاس کی فریاد کریں گے ایسے پانی کے ساتھ فریاد رس کیے جائیں گے جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہو گا چہروں کو بھون ڈالے گا پینے کی بری چیز ہے۔ (ترمذی)

دوزخ کی چار دیواری

(۱۷) وَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیّ عَنِ النَّبِیّ صلی الله علیه وسلم قَالَ لَسُرَادِقُ النَّارِ اَرْبَعَةُ جُدُرٍ کِثَفُ کُلِّ جِدَارٍ مَسِیْرَةُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں دوزخ کے احاطہ کی چار دیواریں ہیں ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت کی مقدار ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''سرادق'' پردوں اور قناتوں کو کہتے ہیں خیمہ بھی مراد ہو سکتا ہے چہار دیواری مراد ہے۔ ''کثف'' کثافت سے دیوار کی چوڑائی اور موٹاپا مراد ہے اس حدیث میں قرآن کریم کی اس آیت ''احاط بھم سرادقھا'' کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۸) وَ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ دَلْوًا مِّنْ غَسَّاقٍ یُهْرَاقُ فِی الدُّنْیَا لَا نَتَنَ اَهْلُ الدُّنْیَا. (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے اہل دنیا بدبو سے سڑ جائیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

(۱۹) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ

مُسْلِمُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّوْمِ قَطَرَتْ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا لَا فْسَدَتْ عَلٰى اَهْلَ الْاَرْضِ مَعَآئِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَّكُوْنُ طَعَامَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔''اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرو مگر جبکہ تم مسلمان ہو''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں گرے دنیا والوں پر اسباب زندگی تباہ کر دے اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کا یہ کھانا ہوگا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تشریح: ''حق تقاته'' اللہ سے ایسے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ڈرنے کا یہ حق اس طرح ادا ہوگا کہ آدمی محرمات سے مکمل اجتناب کرے اور واجبات کو بجالائے یہ حق تقویٰ ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں ''هو ان يطاع فلا يعصى ويشكر فلا يكفر ويذكر فلا ينسى'' اس حدیث میں قرآن کی آیت ''ان شجرة الزقوم طعام الاثيم'' کی طرف اشارہ ہے۔

دوزخیوں کے منہ کی بد ہئیتی

(۲۰) وَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ قَالَ تَشْوِيْهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا حَتّٰى تَبْلُغَ وَ سَطَ رَاْسِهٖ وَيَسْتَرْخِيْ شَفَتُهُ السُّفْلٰى حَتّٰى تَضْرِبَ سُرَّتَهٗ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا وهم فيها كالحون کہ دوزخ کی آگ ان کے چہروں کو جھلس دے گی۔ اس کا اوپر کا ہونٹ سمٹ کر وسط سر تک پہنچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر اس کی ناف تک پہنچ جائے گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: قرآن کریم کی مذکورہ جس آیت میں ہے وہ پوری یوں ہے۔

تلفح وجوههم النار وهم فيها كالحون ''جہنم کی آگ ان دوزخیوں) کے چہروں کو جھلتی ہوگی اور اس (جہنم) میں ان کے چہرے بگڑے ہوں گے۔'' لفظ ''کالح'' سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس کا ہونٹ سکڑ کر اوپر چڑھ گیا ہو اور دانت کھل گئے ہوں۔ بعض مفسرین نے تو کالحون کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ''ان کی تیوریاں چڑھی ہوئی ہوں گی'' اور بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ ان کے دانت کھلے ہوں گے!'' یہ دوسرا ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ وضاحت کے زیادہ مناسب ہے لیکن ان کے چہرے بگڑے ہوں گے'' ایک ایسا ترجمہ ہے جس میں لغوی معنوی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت' سب کی رعایت ہو جاتی ہے۔

دوزخی خون کے آنسو روئیں گے

(۲۱) وَ عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَآيُّهَا النَّاسُ ابْكُوْا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِيْعُوا فَتَبَاكُوْا فَاِنَّ اَهْلَ النَّارِ يَبْكُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى تَسِيْلَ دُمُوْعُهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ كَاَنَّهَا جَدَاوِلُ حَتّٰى يَنْقَطِعَ الدُّمُوْعُ فَتَسِيْلَ الدِّمَآءُ فَتَقَرَّحَ الْعُيُوْنَ فَلَوْاَنَّ سُفُنًا اُزْ جِيَتْ فِيْهَا لَجَرَتْ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اے لوگو روؤ اگر رونا نہ آئے تو تکلف سے روؤ۔ کیونکہ اہل دوزخ روئیں گے ان کے آنسوان کے رخساروں پر نالوں کی مانند بہیں گے حتیٰ کہ ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے خون بہنے لگ جائے گا ان کی آنکھیں زخمی ہو جائیں گی۔ اگر ان میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں چلنے لگ جائیں۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تشریح: ''فتباكوا'' یعنی تکلف کے ساتھ رونے کی صورت بناؤ ''جداول'' یہ جدول کی جمع ہے چھوٹی نالیوں کو کہتے ہیں۔ ''فتقرح'' قرح زخم کو کہتے ہیں یہ صیغہ اگر باب تفعل سے مضارع کا صیغہ ہے تو یہ اصل میں فتتقرح تھا ایک تا محذوف ہے اس صورت میں

العیون اس کا فاعل ہوگا یعنی آنکھیں زخمی ہو جائیں گی اور اگر یہ باب فتح سے مضارع کا صیغہ ہے تو العیون اس کا مفعول بہ ہوگا یعنی یہ خون آنکھوں کو زخمی بنا دے گا ''سفنا'' سفینة کی جمع ہے کشتی کو کہتے ہیں ''از جیت'' از جاء باب افعال سے ہے کشتی چھوڑنے اور چلانے کے معنی میں ہے۔

دوزخیوں کی حالت

(۲۲) وَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُلْقٰی عَلٰی اَھْلِ النَّارِ الْجُوْعُ فَیَعْدِلُ مَاھُمْ فِیْہِ مِنَ الْعَذَابِ فَیَسْتَغِیْثُوْنَ فَیُغَاثُوْنَ لِطَعَامٍ مِنْ ضَرِیْعٍ لَّا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِی مِنْ جُوْعٍ فَیَسْتَغِیْثُوْنَ بِالطَّعَامِ فَیُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ ذِیْ غُصَّةٍ فَیَذْکُرُوْنَ اَنَّھُمْ کَانُوْا یُجِیْزُوْنَ الْغُصَصَ فِی الدُّنْیَا بِالشَّرَابِ فَیَسْتَغِیْثُوْنَ بِالشَّرَابِ فَیُرْفَعُ اِلَیْھِمُ الْحَمِیْمُ بِکَلَالِیْبِ الْحَدِیْدِ فَاِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوْھِھِمْ شَوَتْ وُجُوْھَھُمْ فَاِذَا دَخَلَتْ بُطُوْنَھُمْ قَطَّعَتْ مَا فِی بُطُوْنِھِمْ فَیَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا خَزَنَةَ جَھَنَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تَکُ تَاْتِیْکُمْ رُسُلُکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰی قَالُوْا فَادْعُوْا وَ مَادُعٰٓؤُا الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِی ضَلٰلٍ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ ادْعُوْ مَالِکًا فَیَقُوْلُوْنَ یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ قَالَ فَیُجِیْبُھُمْ اِنَّکُمْ مٰاکِثُوْنَ قَالَ الْاَعْمَشُ نُبِّئْتُ اَنَّ بَیْنَ دُعَآئِھِمْ وَ اِجَابَةِ مَالِکٍ اِیَّاھُمْ اَلْفَ عَامٍ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا رَبَّکُمْ فَلَا اَحَدَ خَیْرٌ مِنْ رَّبِّکُمْ فَیَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَ کُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْھَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ قَالَ فَیُجِیْبُھُمْ اخْسَئُوْا فِیْھَا وَلَا تُکَلِّمُوْنَ قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِکَ یَئِسُوْا مِنْ کُلِّ خَیْرٍ وَ عِنْدَ ذٰلِکَ یَاْخُذُوْنَ فِی الزَّفِیْرِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَیْلِ قَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَالنَّاسُ لَا یَرْفَعُوْنَ ھٰذَا الْحَدِیْثَ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں پر بھوک ڈالی جائے گی وہ ان کے اس عذاب کے برابر ہو جائے گی جس میں وہ ہوں گے وہ فریاد کریں گے ان کی فریاد رسی ایسے کھانے کے ساتھ کی جائے گی جو ضریع ہوگا نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک کو فائدہ دے گا۔ پھر وہ کھانے کی فریاد کریں گے ایسے کھانے سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو گلو گیر ہوگا ان کو یاد آئے گا کہ وہ حلق میں اٹکے ہوئے کھانے کو پانی سے گذارا کرتے تھے۔ زنبوروں کے ساتھ پکڑ کر گرم پانی ان کے قریب کر دیا جائے گا جب ان کے چہروں کے قریب کر دیا جائے گا ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا جب ان کے پیٹوں میں داخل ہوگا جو ان کے پیٹوں میں ہے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا وہ کہیں گے دوزخ کے داروغہ کو بلاؤ۔ وہ کہیں گے تمہارے پاس پیغمبر روشن دلائل لے کر نہیں آئے تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں وہ کہیں گے تم دعا کرو اور کافروں کا پکارنا زیاں کاری ہوگا۔ وہ کہیں گے مالک کو بلاؤ وہ کہیں گے اے مالک تیرا رب ہم پر موت کا حکم لگا دے وہ ان کو جواب دے گا تم ہمیشہ رہو گے۔ اعمش نے کہا مجھے خبر دی گئی ہے کہ انکے بلانے اور مالک کے جواب دینے کے درمیان ہزار برس کا فاصلہ ہوگا۔ وہ کہیں گے اپنے رب کو بلاؤ تمہارے رب سے کوئی بہتر نہیں ہے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی اور ہم گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے ہم کو اس سے نکال لے اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو ہم ظالم ہوں گے اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائے گا دوزخ میں دور ہو جاؤ اور مجھ سے کلام نہ کرو اس وقت وہ ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور نالہ و فریاد شروع کریں گے اور حسرت و واویلا کرنے لگیں گے (عبداللہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں اور لوگ اس حدیث کو مرفوع بیان نہیں کرتے)۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''فیعدل ماھم فیہ'' یعنی بھوک کا یہ عذاب اس عذاب کے برابر ہوگا جو پہلے سے ان کو ہوتا ہوگا۔ ''من ضریع'' ایک کانٹے دار زہریلا درخت ہے جس کو اگر کوئی حیوان کھا لیتا ہے تو فوراً مر جاتا ہے یہاں ضریع سے مراد وہ آگ کے کانٹے ہیں جو دوزخ میں ہوتے ہیں اور ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوتے ہیں۔ ''یجیزون'' گذارنے کے معنی میں ہے۔ ''الغصص'' گلے میں کسی چیز کے پھنسنے کو غصص کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب دنیا میں گلے کے اندر کوئی چیز پھنس جاتی ہے اس کو گذارنے کے لیے پانی پیتے تھے اس وجہ سے دوزخی پانی مانگنا شروع کر دیں گے۔ ''بکلالیب الحدید'' یعنی اس پانی میں لوہے کے چھوٹے چھوٹے پرزے اور کیل شامل کر دیئے گئے ہوں گے۔ ''اخسئوا'' کتے کے ڈانٹنے اور بھگانے کے لیے عربی میں اخسا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے ''یعنی کرے کتو'' اب ہم سے بات نہ کرو۔

عذاب دوزخ سے آگاہی

(۲۳) وَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ فَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا حَتّٰى لَوْكَانَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا سَمِعَهُ اَهْلُ السُّوْقِ وَ حَتّٰى سَقَطَتْ خَمِيْصَةٌ كَانَتْ عَلَيْهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ. (رواه الدارمی)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میں تم کو آگ سے ڈراتا ہوں میں تم کو آگ سے ڈراتا ہوں آپ اس کلمہ کو بار بار کہتے رہے۔ اگر میری اس جگہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تو بازار والے اس بات کو سن لیتے اور حتیٰ کہ آپ کے کندھوں پر جو چادر تھی وہ آپ کے پاؤں کے پاس نیچے گر پڑی۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

تشریح: ''انذرتکم'' یعنی دوزخ کی آگ سے میں نے تم کو ڈرایا۔ ''فی مقامی ھذا'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کو اتنے زور زور سے ادا فرماتے تھے کہ اگر میری اس جگہ پر آپ ہوتے تو آپ کی آواز بازار تک پہنچ جاتی۔ ''الخمیصة'' اون کی منقش چادر کو خمیصہ کہتے ہیں، شاعر کہتا ہے:

لبست الخميصة أبغي الخبيصة وأنشبت شصي في كل شيصة

شارحین خمیصة کا ترجمہ کالی کملی سے کرتے ہیں۔

دوزخیوں کو باندھنے کی زنجیر

(۲۴) وَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَصَاصَةً مِثْلَ هٰذِهٖ وَ اَشَارَ اِلٰى مِثْلِ الْجُمْجُمَةِ اُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَ هِيَ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَبَلَغَتِ الْاَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ وَلَوْ اَنَّهَآ اُرْسِلَتْ مِنْ رَّاْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ اَنْ تَبْلُغَ اَصْلَهَا اَوْ قَعْرَهَا (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس قدر پتھر آسمان سے چھوڑا جائے یہ کہہ کر آپ نے سر کی کھوپڑی کی طرف اشارہ کیا جبکہ پانچ سو برس کی مسافت ہے رات کے آنے سے پہلے پہلے زمین پر پہنچ جائے گا اگر اس کو زنجیر کے سر سے چھوڑ دیا جائے چالیس سال تک رات اور دن بھی اس کی جڑ یا اس کی تہہ تک پہنچنے کے لیے چلتا رہے۔ (ترمذی)

تشریح: ''رصاصة'' یعنی سیسہ کا ایک گولہ جو سر اور کھوپڑی جیسا ہو اس کو اگر آسمان سے زمین کی طرف چھوڑا جائے تو قلیل وقت میں وہ زمین پر پہنچ جائے گا حالانکہ زمین و آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے لیکن اگر یہی گولہ دوزخیوں کی زنجیر کے ایک سرے میں باندھا جائے اور پھر نیچے کی طرف چھوڑا جائے تو یہ زنجیر اتنی لمبی ہے اور دوزخ کی گہرائی اتنی زیادہ ہے کہ چالیس سال کے بعد یہ گولہ نیچے جا کر پہنچ جائے گا۔

دوزخ کا ہبہب نالہ

(۲۵) وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ فِيْ جَهَنَّمَ لَوَادِيًا يُقَالُ لَهٗ هَبْهَبُ يَسْكُنُهٗ كُلُّ جَبَّارٍ (دارمی)

ترجمہ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں ایک وادی ہے جس کا نام ہبہب ہے ہر متکبر اس میں رہے گا۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

الفصل الثالث.... دوزخیوں کی طویل وعریض جسامت

(۲۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ يَعْظُمُ اَهْلُ النَّارِ فِي النَّارِ حَتّٰى اَنَّ بَيْنَ شَحْمَةِ اُذُنِ اَحَدِهِمْ اِلٰى عَاتِقِهٖ مَسِيْرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ وَّاِنَّ غِلَظَ جِلْدِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا وَّاِنَّ ضِرْسَهٗ مِثْلُ اُحُدٍ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا دوزخی دوزخ میں بڑے ہو جائیں گے حتیٰ کہ کان کے لو اور اس کے کندھے کے درمیان سات سو برس کی مسافت کا فاصلہ ہوگا اور اس کی جلد کا موٹا پا ستر گز کا ہوگا اور اس کا دانت احد پہاڑ جیسا ہوگا۔

دوزخ کے سانپ بچھو

(۲۷) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِى النَّارِ حَيَّاتٍ كَاَمْثَالِ الْبُخْتِ تَلْسَعُ اِحْدٰهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمْوَتَهَا اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا وَّ اِنَّ فِى النَّارِ عَقَارِبَ كَاَمْثَالِ الْبِغَالِ الْمُوْكَفَةِ تَلْسَعُ اِحْدٰهُنَّ السَّعَةَ فَيَجِدُ حَمْوَتَهَا اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا (رواهما احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں بختی اونٹوں کی مانند سانپ ہوں گے۔ ایک سانپ ایک مرتبہ کاٹے گا دوزخی اس کی تختی اور اس کا زہر چالیس برس تک پاتا رہے گا اور دوزخ میں پالان بند خچروں کی مانند بچھو ہیں ان میں سے ایک کاٹے گا وہ اس کا زہر چالیس برس تک پاتا رہے گا۔ (روایت کیا ان دونوں کو احمد نے)

تشریح: ''حیّات'' یعنی سانپ ہوں گے۔ ''البخت'' خراسانی اونٹ کو البخت کہتے ہیں۔ ''عقارب'' عقرب کی جمع ہے بچھو کو کہتے ہیں۔ ''المؤکفة'' اکاف سے ہے اسم مفعول کا صیغہ ہے یعنی پالان ڈالے ہوئے خچر۔ ''حموتھا'' حموۃ تیزی اور ڈسنے کی سوزش کو کہتے ہیں یعنی چالیس سال تک اس درد کا اثر باقی رہے گا۔

چاند وسورج سپرد آگ کردیئے جائیں گے

(۲۸) وَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ثَوْرَانِ مُكَوَّرَانِ فِى النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ الْحَسَنُ وَ مَاذَنْبُهُمَا فَقَالَ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَسَكَتَ الْحَسَنُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِى كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ.

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی آپ نے فرمایا سورج اور چاند قیامت کے دن دو ٹکڑے ہوں گے جو دوزخ کی آگ میں لپیٹے جائیں گے۔ حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ان کا کیا گناہ ہوگا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کررہا ہوں۔ حسن رضی اللہ عنہ چپ کر گئے۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں)

تشریح: ''ثوران مکوران'' ثوران تثنیہ ہے اس کا مفرد ثور ہے، پنیر کے ٹکڑے کو کہا گیا ہے مکوران بھی مکور کا تثنیہ ہے لپیٹنے کی معنی میں یعنی سورج اور چاند کو پنیر کے ٹکڑوں کی طرف لپیٹ کر دوزخ میں ڈالا جائے گا تاکہ ان کی وجہ سے آگ کی تیزی میں بطور ایندھن اضافہ ہوجائے اور اس لیے بھی کہ ان دونوں کی عبادت ہوتی ہے تو عابد اور معبود دونوں دوزخ میں ہوں گے تاکہ کافر ذلیل ہوں نیز ان دونوں نے دنیا کے سات طبق روشن کیے ہیں خوب شہرت حاصل کی ہے لہٰذا اس شہرت کی کچھ سزا بھگتنی چاہیے۔ ویسے یہ حدیث ضعیف بھی...

شقی کون ہے؟

(۲۹) وَ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَدْخُلُ النَّارَ اِلَّا الشَّقِىُّ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَنِ الشَّقِىُّ قَالَ مَنْ لَّمْ يَعْمَلْ لِلّٰهِ بِطَاعَةٍ وَلَمْ يَتْرُكْ لَهُ مَعْصِيَةً (رواه ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں بدبخت ہی داخل ہوگا۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول بدبخت کون ہے فرمایا جو شخص اللہ کی رضامندی کے لیے اطاعت نہ کرے اور اس کے لیے کسی معصیت کو ترک نہ کرے۔ (ابن ماجہ)

باب خلق الجنة والنار .... جنت اور دوزخ کی تخلیق کا بیان

اہل حق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ ابھی سے تیار ہیں، اہل باطل کہتے ہیں کہ جنت شدت کچھ بھی نہیں باغ شاغ ہے

دوزخ شوزخ کچھ بھی نہیں ڈھپکا شپکا ہے۔ مرزا غالب کہتا ہے:

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

بہر حال اپنے ملحدوں کے ان اقوال کا کیا اعتبار ہے جبکہ اہل اسلام کے پاس قرآن و حدیث ہے' اجماع امت ہے اور اصول دین ہے' لہٰذا بکنے والوں کے بکنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ مذکورہ باب میں اسی موضوع سے متعلق واضح احادیث بیان ہوں گی۔

الفصل الاول .... جنت اور دوزخ کی شکایت

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ اُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِیْنَ وَالْمُتَجَبِّرِیْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَا لِیْ لَایَدْخُلُنِیْ اِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَغِرَّتُهُمْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلْجَنَّةِ اِنَّمَا اَنْتِ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ وَقَالَ لِلنَّارِ اِنَّمَا اَنْتِ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ وَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْکُمَا مِلْؤُهَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰی یَضَعَ اللّٰهُ رِجْلَهٗ تَقُوْلُ قَطْ، قَطْ، قَطْ، فَهُنَالِکَ تَمْتَلِئُ وَیُزْوٰی بَعْضُهَا اِلٰی بَعْضٍ فَلَا یَظْلِمُ اللّٰهُ مِنْ خَلْقِهٖ اَحَدًا وَاَمَّا الْجَنَّةُ فَاِنَّ اللّٰهَ یُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت اور دوزخ نے آپس میں جھگڑا کیا۔ دوزخ کہنے لگی میں متکبروں اور جابروں کے ساتھ ترجیح دی گئی ہوں۔ جنت کہنے لگی مجھے کیا ہے کہ مجھ میں ضعیف لوگ نظروں سے گرے ہوئے فریب خوردہ لوگ داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے کہا تو میری رحمت ہے میں جس کو چاہوں اس میں داخل کردوں اور دوزخ کے لیے فرمایا تو میرا عذاب ہے میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں تیرے ساتھ عذاب کروں اور تم میں سے ہر ایک کے لیے اس کا بھرنا ہے۔ دوزخ نہیں بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں اس میں رکھے گا دوزخ کہے گی بس بس اس وقت وہ بھر جائے گی اور اس کے اجزاء ایک دوسرے کی طرف جمع کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا لیکن جنت کے لیے اللہ تعالیٰ اور مخلوق پیدا کرے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "تحاجت" شد کے ساتھ ہے ای تخاصمت وتجادلت یعنی آپس میں جھگڑا کیا اور مناظرہ و تکرار کیا' حجت بازی کی اور ایک دوسرے پر بڑائی بیان کی مگر زیادہ واضح بات یہ ہے کہ دونوں کی طرف سے یہ ایک قسم شکایت کا اظہار ہے کہ دوزخ نے کہا کہ مجھے صرف لٹیروں' سرکشوں اور بدمعاشوں' کفار' اشرار کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا؟ ہر ملعون میرا پڑوسی کیوں ہے؟ جنت نے کہا کہ تم کیا شکایت کرتی ہو اور تمہاری کیا شکایت ہے مجھے ذرا دیکھو! ہر گمنام' مفلس' غریب میرا پڑوسی ہے! ان دونوں کی یہ گفتگو اور یہ شکایت سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں میرے جمال وجلال کی مظہر ہو' تم دونوں برابر ہو صرف اتنی بات ہے کہ تم میں سے ایک کے ساتھ میرا عدل وانصاف وابستہ ہے جو دوزخ ہے اور دوسری سے میرا انعام واکرام اور فضل واحسان وابستہ ہے جو جنت ہے۔ "ملؤها" یعنی میرے ذمہ یہ وعدہ ہے کہ میں دونوں کو بھروں گا' جنت کے لیے تو ایک نئی مخلوق پیدا کی جائے گی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان وانعام ہوگا اور دوزخ کے لیے نئی مخلوق پیدا نہیں ہوگی کیونکہ بلا وجہ کسی کو دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا اس لیے دوزخ کے اوپر اللہ تعالیٰ اپنا قدم رکھ دے گا تو دوزخ اقرار کرے گی کہ میں بھر گئی کافی ہے! کافی ہے!

"قط قط" ای کفی کفی کافی ہے کافی ہے۔ "یزوی" مجہول کا صیغہ ہے ای یضم ویجمع یعنی دوزخ کے حصوں کو قریب لایا جائے گا تو وہ سمٹ جائے گی۔ "فلا یظلم الله" یعنی اللہ تعالیٰ دوزخ بھرنے کے لیے نئی مخلوق کو پیدا نہیں کرے گا کیونکہ بغیر گناہ کے کسی کو دوزخ میں ڈالنا ظاہری صورت میں ظلم کے مترادف ہے' اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے اس لیے دوزخ کے منہ پر اللہ قدم رکھ دے گا تو دوزخ اپنے بھرنے کا اقرار کرے گی اور اس طرح دوزخ کیساتھ بھرنے کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ پورا ہو جائے گا۔

دوزخ وجنت کو بھرا جائے گا

(۲) وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ یُلْقٰی فِیْهَا وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ حَتّٰی یَضَعَ رَبُّ

الْعِزَّةِ فِيهَا قَدَمَهُ فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا اِلٰی بَعْضٍ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِکَ وَ کَرَمِکَ وَلَا يَزَالُ فِي الْجَنَّةِ فَضْلٌ حَتّٰی يُنْشِئَ اللّٰهُ لَهَا خَلْقًا فَيُسْكِنُهُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ (متفق عليه) وَ ذُكِرَ حَدِيْثُ اَنَسٍ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ فِي كِتَابِ الرِّقَاقِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا دوزخ میں لوگ ہمیشہ ڈالے جائیں گے وہ کہے گی کیا اور ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھ دے گا۔ پھر بعض بعض کی طرف اجزاء سمٹ جائیں گے پھر کہے گی۔ بس بس تیری عزت اور بزرگی کی قسم جنت میں ہمیشہ وسعت رہے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے اور مخلوق پیدا فرمائے گا ان کی وسعت جنت میں ٹھہرائے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں حفت الجنة بالمکارہ کتاب الرقاق میں گذر چکی ہے۔

الفصل الثانی... جنت کو مکروہات نفس سے اور دوزخ کو خواہشات نفس سے گھیر دیا گیا ہے

(۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی الله عليه وسلم قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرَئِيْلَ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا وَاِلٰی مَا اَعَدَّ اللّٰهُ لِاَهْلِهَا فِيْهَا ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَ عِزَّتِکَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرَائِيْلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَ عِزَّتِکَ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ لَّايَدْخُلَنَا اَحَدٌ قَالَ فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ النَّارَ قَالَ يَا جِبْرَئِيْلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَ عِزَّتِکَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا فَحَفَّهَا بِالشَّهَوَاتِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرَئِيْلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَ عِزَّتِکَ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ لَّا يَبْقٰی اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا. (رواه الترمذی و ابو داؤد و النسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا جس وقت اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا جاؤ اور اس کو دیکھو وہ گئے اور اس کو دیکھا اور جو کچھ اس میں رہنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے اس کو دیکھا پھر آئے اور کہا اے میرے پروردگار اس کو کوئی شخص نہیں سنے گا مگر اس میں داخل ہوگا پھر مکروہاتِ طبیعت سے اس کو گھیرا پھر کہا اے جبریل علیہ السلام جاؤ اور اس کو دیکھو فرمایا وہ گئے اس کی طرف دیکھا۔ پھر آئے اور کہا اے میرے رب تیری عزت کی قسم میں ڈرتا ہوں کہ اس میں کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا فرمایا اے جبریل جاؤ اس کو دیکھو وہ گئے اور اس کو دیکھا پھر آئے اور کہا اے میرے رب تیری عزت کی قسم اس کو کوئی سنے گا نہیں کہ اس میں داخل نہ ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس کو شہواتِ نفس کے ساتھ گھیرا پھر کہا اے جبریل جاؤ اس کو دیکھو وہ گئے اور اس کو دیکھا پس کہا اے میرے رب تیری عزت کی قسم میں ڈرتا ہوں کہ کوئی شخص باقی نہ رہے گا۔ مگر اس میں داخل ہو جائے گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی ابوداؤد اور نسائی نے)

تشریح: مکارہ اصل میں مکرہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں مکروہ یعنی ناپسندیدہ و دشوار چیز۔ یہاں مکارہ سے مراد وہ شرعی امور ہیں جن کا انسان کو مکلف قرار دیا گیا ہے کہ فلاں فلاں کو اختیار کیا جائے اور فلاں فلاں سے اجتناب کیا جائے پس جنت کے چاروں طرف مکارہ کا احاطہ قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور گناہوں سے اجتناب کرنے کی تکلیف و مشقت اٹھائی جائے گی نفس کی خواہشات اور اس کی تمناؤں کو ختم نہ کر دیا جائے گا اس وقت تک جنت میں داخل ہونا ناممکن ہوگا۔

الفصل الثالث.... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت و دوزخ کا مشاہدہ

(۴) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم صَلّٰی لَنَا يَوْمًا الصَّلٰوةَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ قَدْ اُرِيْتُ الْاٰنَ مُذْ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِيْ قِبَلِ هٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ (بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھے مسجد کے

قبلہ کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا فرمایا جب میں نے نماز پڑھائی ہے جنت اور دوزخ کو میں نے دیکھا ہے کہ اس قبلہ کی دیوار میں ان کی صورت بنادی گئی ہے۔ میں نے آج کی مثل نیکی اور بدی نہیں دیکھی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''قبل هذا الجدار'' یعنی اس دیوار کی جانب میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

سوال:۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جنت اور دوزخ تو بہت وسیع وعریض ہیں ان کو مسجد کی محدود دیوار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح دیکھا؟

جواب:۔ اس سوال کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ کسی چیز کا عکس اس چیز سے بہت چھوٹا ہوتا ہے یہاں عکس کا ذکر ہے اصل کا ذکر نہیں ہے آج کل کے میڈیا اور کمپیوٹر کے دور میں یہ سوال بے معنی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار کی طرف سامنے حصہ میں اصلی حالت میں جنت و دوزخ کو دیکھا نماز کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکشاف تام ہوجاتا تھا حدیث کے الفاظ اس مطلب کے زیادہ قریب ہیں۔

''فی الخیر'' یعنی اس دنیا میں کوئی انسان جس اچھی چیز کو دیکھ سکتا ہے جنت کا منظر اس سے زیادہ اچھا ہوتا تھا اور اس دنیا میں کوئی انسان اگر بد سے بدتر منظر کا نظارہ کرسکتا ہے دوزخ کا منظر اس سے زیادہ برا تھا۔

بَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِكْرِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

ابتدائے پیدائش اور انبیاء علیہم السلام کے ذکر کا بیان

قال الله تعالیٰ (وجعلنا من المآء کل شئ حیّ)

کائنات کی تخلیق اور اس کی ابتداء کس طرح ہوئی؟ اس سے متعلق باب صفۃ اہل الجنۃ کی حدیث نمبر 18 کی توضیح میں کافی تفصیل کے ساتھ میں نے لکھا ہے' خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ تھے اور ان کے ساتھ کوئی اور چیز نہیں تھی ''کان الله ولیس معه شئ'' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک سبز موتی پیدا فرمایا اسکو غضب کی نگاہ سے دیکھا وہ پگھل گیا جس سے پانی وجود میں آ گیا' ''وکان عرشه علی الماء'' میں اسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے پانی کو رعب وجلال کی نظر سے دیکھا تو پانی ابل کر خشک ہوگیا' نیچے تلچھٹ رہ گئی' اوپر دھواں اٹھا اسی دھوئیں سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بنایا (ثم استویٰ الیٰ السمآء وھی دخان) میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے زمین ہموار فرمائی (والارض بعد ذلک دحاھا) میں اسی پس منظر کو بیان کیا گیا ہے' زمینوں کی پیدائش پہلے ہے مگر پھیلاؤ بعد میں ہے اور آسمانوں کی تخلیق زمین کی تخلیق کے بعد ہے مگر تزئین اور سنوار نا زمین کے سنوارنے سے پہلے ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ چھت کی صفائی اور ڈیکوریشن پہلے ہوتا ہے فرش کا بعد میں ہوتا ہے۔ ''بدائع الزھو رفی وقائع الدھور'' نام کی ایک کتاب میں سب تفصیلات ہیں اشعة اللعمات میں بھی شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے مکمل تفصیل لکھ دی ہے۔

بنی آدم کی تخلیق کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا تمام اہل حق اس پر متفق ہیں کہ یہ عالم حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود بخشا' لوح وقلم پیدا کیا' زمین وآسمان بنایا' زمین پر پہاڑ نصب کیے' عرش وکرسی پیدا کیا' فرشتے اور جن وانس پیدا کیے' پھر ایک وقت قیامت کا ایسا آئے گا کہ یہ سب فنا ہوجائیں گے اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہ جائے گی۔

لا شئی ما خلا الله باطل   وکل نعیم لا محالة زائل

الفصل الاول.... پہلے اللہ کے سوا کچھ نہ تھا

(۱) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ اِنِّىْ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِذْجَاءَهٗ قَوْمٌ مِنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ فَقَالَ اقْبَلُوْا الْبُشْرٰى يَا بَنِىْ تَمِيْمٍ قَالُوْا بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَدَخَلَ نَاسٌ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوْا الْبُشْرٰى يَا اَهْلَ الْيَمَنِ اِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَبِلْنَا جِئْنَاكَ لِنَتَفَقَّهَ فِى الدِّيْنِ وَلِنَسْاَلَكَ عَنْ اَوَّلِ هٰذَا الْاَمْرِ مَا كَانَ قَالَ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ

شَیْءٌ قَبْلَهُ وَکَانَ عَرْشُهُ عَلَی الْمَاءِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَکَتَبَ فِی الذِّکْرِ کُلَّ شَیْءٍ ثُمَّ اَتَانِیْ رَجُلٌ فَقَالَ یَاعِمْرَانُ اَدْرِکْ نَاقَتَکَ فَقَدْ ذَهَبَتْ فَانْطَلَقْتُ اَطْلُبُهَا وَاَیْمُ اللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنَّهَا قَدْ ذَهَبَتْ وَلَمْ اَقُمْ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ آپ کے پاس بنوتمیم کا وفد آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنوتمیم بشارت قبول کرو۔ انہوں نے کہا آپ نے بشارت دی ہے ہم کو کچھ دیجیے۔ پھر اہل یمن کے چند لوگ حاضر خدمت ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اہل یمن بشارت قبول کرو جبکہ بنوتمیم نے بشارت قبول نہیں کی۔ انہوں نے کہا ہم نے قبول کیا۔ ہم تو آئے ہی اس لیے ہیں کہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور تاکہ آپ سے اس امر کی ابتداء کے متعلق سوال کریں کہ ابتداء میں کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تھا اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور لوح محفوظ میں ہر چیز کو لکھ دیا پھر ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا اے عمران اپنی اونٹنی کی خبر لو وہ کہیں چلی گئی ہے میں گیا اور اس کو تلاش کرنا شروع کر دیا اور اللہ کی قسم میں چاہتا تھا کہ وہ چلی جاتی اور میں اس مجلس سے نہ اٹھتا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

ابتدائے آفرینش سے روز قیامت تک کے احوال

(۲) وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَقَامًافَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَالِکَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِیَهُ مَنْ نَسِیَهُ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے ہم کو مخلوقات کے آغاز سے تمام حالات کی خبر دی یہاں تک کہ جنتی جنت میں داخل ہو گئے اور دوزخی دوزخ میں جو یاد رکھ سکا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے

(۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی کَتَبَ کِتَابًا قَبْلَ اَنْ یَخْلُقَ الْخَلْقَ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ فَهُوَ مَکْتُوْبٌ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب لکھی اس میں یہ لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے پس یہ لکھا ہوا عرش پر اس کے ہاں موجود ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''سبقت غضبی'' اس جملہ کے دو مفہوم ہیں ایک یہ کہ رحمت پہلے سے تھی جس کی برکت سے کائنات بنی اور رحمت ہی رحمت موجود تھی پھر جس نے سرکشی شروع کی اس کے لیے غضب کا ظہور ہوا حدیث کا یہی مطلب ہے کہ غضب پر رحمت کو سبقت حاصل تھی۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ رحمت خداوندی غضب الٰہی سے وسیع تر ہے اور اس پر سبقت لے گئی ہے اسی وسعت کا تقاضا ہے کہ جنت کے طبقات جہنم کے طبقات سے زیادہ ہیں اور کائنات پر رحمت محیط اور ہمہ گیر ہے۔

ملائکہ، جنات اور انسان کا جوہر تخلیق

(۴) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَاعَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ خُلِقَتِ الْمَلٰئِکَةُ مِنْ نُوْرٍ وَخُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَکُمْ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں فرمایا فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور جن شعلہ مارنے

والی دھوئیں کی آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور آدم جس چیز سے پیدا کیے گئے ہیں تمہیں بیان کردی گئی ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)
تشریح: ''من نور'' یعنی فرشتے ایک قسم نور سے بنائے گئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا نور نہیں کوئی اور نور ہے۔ ''الجان'' لفظ جان کے معنی یا تو جن اور جنات ہیں یا جنات کے اصل اور اس کے باپ کا نام جان ہے جس سے جنات کی نسل چلی ہے۔ ''وصف'' یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو جس چیز سے پیدا کیا گیا وہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے آیت یہ ہے (خلقه من تراب) یعنی مٹی سے پیدا کیے گئے اس حدیث میں بریلویوں پر سخت رد ہے بلکہ ان کے خیالی اور بناوٹی عمارت زمین بوس ہوگئی ہے کیونکہ یہاں فرشتوں کی تخلیق کی نسبت نور کی طرف کی گئی ہے اور انسان کی تخلیق کی نسبت مٹی کی طرف کی گئی ہے لہٰذا نور اور مٹی ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اب بتائیے کہ ان مشرکوں اور بدعتیوں کا جھوٹا عقیدہ کہاں گیا؟ یہ لوگ سیاہ دل اور بدبخت ہیں جو قرآن کو بھی نظر انداز کرتے ہیں اور احادیث کو بھی نہیں دیکھتے بلکہ اپنا جھوٹا اجتہاد گڑھتے ہیں اور کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔

پیکر آدم کے بارے میں شیطان کا اظہار خیال

(۵) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم .قَالَ لَمَّاصَوَّرَ اللّٰهُ اٰدَمَ فِي الْجَنَّةِ تَرَكَهٗ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَتْرُكَهٗ فَجَعَلَ اِبْلِيْسُ يُطِيْفُ بِهٖ يَنْظُرُ مَا هُوَفَلَمَّارَاٰهُ اَجْوَفَ عَرَفَ اَنَّهٗ خُلِقَ خَلْقًا لَايَتَمَالَكُ (رواه مسلم)
ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت اللہ تعالیٰ نے جنت میں آدم کی صورت بنائی اس کو جب تک چاہا چھوڑے رکھا۔ ابلیس نے اس کے گرد چکر لگانے شروع کیے دیکھتا تھا کہ یہ کیا چیز ہے جب اس کو دیکھا کہ اندر سے خالی ہے اس نے معلوم کرلیا کہ یہ غیر مضبوط پیدا کیا گیا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)
تشریح: ''لماصور آدم'' حضرت آدم علیہ السلام کی یہ صورت کئی مراحل سے گزر کر بنائی گئی ہے پہلے مٹی تھی پھر اس کو خمیرہ بنایا گیا پھر خشک کیا پھر سانچہ بنایا گیا جو قالب کی شکل تھی ابلیس اسی مرحلہ میں آیا جایا کرتا تھا اور دیکھتا تھا۔ ''لایتمالک'' یعنی اندر سے کھوکھلا ہے اس میں میرے وساوس داخل ہوں گے یہ اپنے آپ کو خواہشات سے بچا نہیں سکے گا اور ایک دوسرے کی مدد سے قوی نہیں ہو سکے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ

(٦) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ النَّبِيُّ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقُدُوْمِ (متفق عليه)
ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اسی (80) برس کی عمر میں اپنا ختنہ کیا اس وقت آپ قدوم مقام میں رہائش رکھتے تھے۔ (متفق علیہ)
تشریح: ''القدوم'' قدوم تیشہ کو بھی کہتے ہیں اور ایک جگہ کا نام بھی قدوم ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑی عمر میں تیشہ لے کر مقام قدوم میں اپنا ختنہ خود کردیا بعض شارحین نے کہا ہے کہ قدوم اگر مشدد پڑھا جائے تو اس کا مصداق ایک مقام کا نام اور جگہ ہے اور اگر اس کو غیر مشدد پڑھا گیا تو یہ تیشہ اور بسولہ کو کہتے ہیں بعض نے دونوں اعراب کے ساتھ پڑھا ہے ''واللہ اعلم'' ختنہ کی سنت کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی ہے اور اب یہ اہل اسلام کے لیے سنت اور شعار ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ

(٧) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ اِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ قَوْلُهٗ اِنِّيْ سَقِيْمٌ وَقَوْلُهٗ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَاوَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ اِذْ اَتٰى عَلٰى جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ هٰهُنَا رَجُلًامَعَهُ امْرَاَةٌ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَسَاَلَهٗ عَنْهَا مَنْ هٰذِهٖ قَالَ اُخْتِيْ فَاَتٰى سَارَةَ فَقَالَ لَهَا اِنَّ هٰذَا الْجَبَّارَ

اِنْ یَّعْلَمْ اَنَّکِ امْرَاَتِیْ یَغْلِبُنِیْ عَلَیْکِ فَاِنْ سَأَلَکِ فَاَخْبِرِیْهِ اَنَّکِ اُخْتِیْ فَاِنَّکِ اُخْتِیْ فِی الْاِسْلَامِ لَیْسَ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَیْرِیْ وَغَیْرُکِ فَاَرْسَلَ اِلَیْهَا فَاُتِیَ بِهَا قَامَ اِبْرَاهِیْمُ یُصَلِّیْ فَلَمَّا دَخَلَتْ ذَهَبَ یَتَنَاوَلُهَا بِیَدِهٖ فَاُخِذَ وَیُرْوٰی فَغُطَّ حَتّٰی رَکَضَ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ ادْعِی اللّٰهَ لِیْ وَلَا اَضُرُّکِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِیَةَ فَاُخِذَ مِثْلَهَا اَوْاَشَدَّ فَقَالَ اُدْعِی اللّٰهَ لِیْ وَلَا اَضُرُّکِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ فَقَالَ اِنَّکَ لَمْ تَاْتِنِیْ بِاِنْسَانٍ اِنَّمَا اَتَیْتَنِیْ بِشَیْطَانٍ فَاَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَاَتَتْهُ وَهُوَقَائِمٌ یُّصَلِّیْ فَاَوْمَأَ بِیَدِهٖ مَهْیَمْ قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ کَیْدَ الْکَافِرِ فِیْ نَحْرِهٖ وَاَخْدَمَ هَاجَرَ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ تِلْکَ اُمُّکُمْ یَا بَنِیْ مَاءِ السَّمَاءِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے ہیں۔ان میں سے دو ذاتِ خدا کے لیے ہیں۔ایک ان کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں اور دوسرا یہ کہنا کہ بلکہ ان میں سے جو بڑا ہے اس نے یہ کیا ہے اور فرمایا ایک مرتبہ ابراہیم علیہ السلام اور سارہ جا رہے تھے کہ ایک ظالم حاکم پر ان کا گذر ہوا اس کو کہا گیا یہاں ایک آدمی ہے اور اس کے ساتھ نہایت خوبصورت عورت ہے اس نے آپ کی طرف پیغام بھیجا اور پوچھا یہ عورت کون ہے آپ نے فرمایا میری بہن ہے پھر آپ سارہ کے پاس آئے اور اس سے کہا اس ظالم کو اگر پتہ چل گیا کہ تو میری بیوی ہے تو تیرے لینے میں مجھ پر غالب آ جائے گا۔اگر تجھ سے پوچھے تو کہنا کہ میں اس کی بہن ہوں کیونکہ تو میری اسلامی بہن ہے روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن نہیں اس نے اس کی طرف پیغام بھیجا حضرت سارہ کو اس کے پاس لایا گیا۔ابراہیم کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔جب حضرت سارہ اس پر داخل ہوئیں۔اس نے اپنا ہاتھ لگانا چاہا وہ وہیں پکڑا گیا۔ایک روایت میں ہے فغط یہاں تک کہ زمین پر پاؤں رگڑنے لگا کہنے لگا میرے لیے اللہ سے دعا کر میں تجھ کو کوئی نقصان نہ دوں گا اس نے اللہ سے دعا کی وہ چھوڑ ا گیا پھر دوبارہ پکڑنا چاہا پھر پہلے کی طرح پکڑا گیا یا اس سے بھی زیادہ سخت کہنے لگا اللہ سے دعا کریں میں تجھے ضرر نہیں پہنچاؤں گا پھر چھوڑ دیا گیا اپنے ایک دربان کو بلایا اور کہنے لگا تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے تو میرے پاس جن کو لایا ہے پس سارہ کو خدمت کے لیے ہاجرہ دی حضرت سارہ واپس آپ کے پاس آئیں آپ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کیا ہے سارہ نے کہا اللہ نے کافر کی تدبیر اس کے سینے میں لوٹا دی ہے اور ہاجرہ خدمت میں دی ہے۔ اے بنو ماء السماء (آسمان کے پانی کے بیٹو۔یہ تمہاری ماں ہے)۔(متفق علیہ)

تشریح: "ثلاث کذبات" انبیاء کرام کذب اور جھوٹ بولنے سے معصوم ہوتے ہیں یہ جھوٹ نہیں تھا بلکہ توریہ تھا البتہ ظاہری صورت اس کی کذب کی تھی اس لیے اس حدیث میں اس پر کذب کا اطلاق کیا گیا ورنہ یہ توریہ تھا۔توریہ اس کو کہتے ہیں کہ ظاہری الفاظ کا مطلب اور ہو مگر بولنے والے نے اس سے کچھ اور ارادہ کیا ہو گویا معنی قریبہ کو چھوڑ کر معنی بعیدہ کا ارادہ کر لیا گیا ہو جیسے "رجل یھدینی السبیل" کا ظاہری معنی یہ ہے کہ یہ میرا راہبر ہے مگر اس سے آخرت کے راستے کی ہدایت کا ارادہ کیا گیا تھا یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک شخص کے پوچھنے پر جواب دیا تھا اس شخص نے پوچھا کہ ابوبکر! یہ کون ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "رجل یھدینی السبیل"۔

یہاں کذب کے اطلاق کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ یہ کذب نہ تھا مگر چونکہ انبیاء کرام کا رتبہ بہت بلند ہوتا ہے تو "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے قاعدہ کے مطابق اس پر کذب کا اطلاق کیا گیا گویا اس کی ظاہری صورت کو بھی ان انبیاء کی شان عالی سے دور سمجھا گیا اور اس پر کذب کا اطلاق کیا گیا۔"انی سقیم سقیم" بیمار کو کہتے ہیں اس کا متبادر معنی جسمانی مرض ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے روحانی اختلاف مراد لیا ہے کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں گویا بیمار ہوں۔علماء لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس کلام کو اگر بالکل ظاہر پر حمل کیا جائے تو پھر بھی اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے کیونکہ ایسا کون انسان ہوگا جس کے بدن میں بالکل کوئی بھی بیماری نہ ہو۔اور فرض کرلو اگر اور کوئی بیماری نہ بھی ہو پھر بھی کفار کے کفر کی کوفت واذیت کیا کچھ کم روحانی وجسمانی بیماری ہے؟ یقیناً بڑی بیماری ہے!

''بل فعله کبیر هم'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جملہ بتوں کے توڑنے کے بعد بادشاہ کے سامنے تفتیش کے دوران ارشاد فرمایا تھا جبکہ بادشاہ نے پوچھا ''من فعل هذا بالتهنا یا ابراهیم'' گویا جواب یہ تھا ''فعل من فعل کبیر هم هذا'' یعنی کام کیا جس نے بھی کیا تم اس بڑے میاں سے پوچھو کہ یہ کس نے کیا ہے؟ دوسرا مطلب اور جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبیر ہم سے اللہ تعالیٰ مراد لیا تھا کہ یہ کام درحقیقت بڑے رب اللہ تعالیٰ نے کیا ہے! تیسرا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا دعویٰ ہے کہ یہ کام اس بڑے نے کیا ہے تم خود ان سے پوچھو وہ کیا کہتا ہے اب دعویٰ کرنا اور چیز ہے اور خبر دینا اور چیز ہے دعویٰ میں خبر نہیں لہٰذا اس میں جھوٹ نہیں۔

''وسارة'' سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی تھیں ان کو بہن کہنا ظاہری طور پر صحیح نہیں تھا مگر ظاہری معنی مراد نہیں لیا گیا بلکہ دینی ملی اور روحانی، مذہبی مفہوم کے اعتبار سے بہن کہا گیا اور اس مفہوم میں سارے مسلمان بہن بھائی ہیں۔ یہاں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چچازاد بہن تھی اس اعتبار سے یہ نسبی بہن تھیں۔ ''فاخذ'' یعنی پکڑے گئے، اس کا گلا گھونٹا گیا۔ ''فغط'' یعنی خراٹے بھرنے لگا، بڑبڑانے لگا۔ ''رکض برجله'' یعنی مرگی کے مریض کی طرف زمین پر پاگلوں کی طرح پاؤں مارتا رہا۔ ''یا بنی ماالسماء'' آسمان کے پانی کی اولاد سے عرب لوگ مراد ہیں کیونکہ عرب ہی پانی کی تلاش میں گھوم پھر کر چلتے ہیں اور جہاں پانی ملتا ہے، وہاں ڈیرہ ڈال دیتے ہیں۔

بعض شارحین نے کہا ہے کہ اس جملہ سے عرب کے نسب حسب کی طہارت کی طرف اشارہ ہے یعنی جس طرح آسمان کا پانی ہر قسم آلائش سے پاک ہوتا ہے اسی طرح عرب کا نسب حسب پاک ہے، بعض نے کہا کہ یہ خطاب انصار کو ہے کیونکہ ان کے ایک دادا کا لقب ماء السماء تھا، عرب سارے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی اولاد نہیں ہیں مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد دیگر قبائل عرب پر غالب آگئی تو اس وجہ سے سب کو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کہا گیا جس طرح یہاں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سب کو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی اولاد قرار دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام سے متعلق بعض اہم واقعات کا ذکر

(۸) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّکِّ مِنْ اِبْرَاهِیْمَ اِذْقَالَ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی وَیَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ کَانَ یَاْوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِی السِّجْنِ طُوْلَ مَا لَبِثَ یُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِیَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم زیادہ حقدار ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام سے بڑھ کر شک کریں جبکہ انہوں نے کہا تھا اے میرے رب مجھ کو دکھلا تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم کرے وہ سخت رکن کی طرف پناہ پکڑتے تھے۔ جیل میں جس قدر یوسف رہے ہیں اگر میں رہتا بلانے والے کی بات مان لیتا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''نحن احق بالشک'' یعنی رب ارنی کیف تحی الموتی کا جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے شک کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ علم یقین اور عین الیقین حاصل کرنے کے لیے تھا ان کی طرف سے شک کیسے ہوسکتا تھا؟ وہ تو بڑے نبی تھے! جب کہ ہم کو اس میں شک نہیں ہے اگر اس مسئلہ میں شک کی گنجائش ہوتی تو ہم زیادہ حق دار تھے کہ شک کرتے جب ہم کو شک نہیں تو ان کو بطریق اولیٰ شک نہیں تھا بہرحال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراض کرنا مقصود نہیں ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ جب نمرود ظالم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ ہو رہا تھا تو نمرود نے دوران گفتگو کہا: تم کہتے ہو کہ تمہارا رب مردوں کو زندہ کرتا ہے، کیا تم نے خود دیکھا ہے؟ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احیاء اموات کے مشاہدہ کرنے کی درخواست کی۔

''ویرحم الله لوطا'' اس جملہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت لوط علیہ السلام پر اعتراض کرنا بالکل مقصود نہیں ہے کہ بلکہ ان کی تنگی اور پریشانی کی ایک کیفیت بیان فرمائی ہے کہ قوم لوط نے ان کو اتنا تنگ کیا کہ وہ اس کہنے پر مجبور ہوگئے کہ کاش! کوئی مضبوط قلعہ ہوتا یا میرے پاس ظاہری

طاقت ہوتی کہ میں اس قوم کا مقابلہ کرتا' اس مجبوری میں حضرت لوط کا خیال مادی طاقت کی طرف گیا ورنہ ایک نبی کے لیے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ مضبوط اور محفوظ قلعہ ہے اس کے سوا کیا مضبوط قلعہ ہو سکتا ہے؟ ''لا جبت الداعی'' اس جملہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام پر قطعاً اعتراض نہیں کیا بلکہ ان کی استقامت اور صبر کی تعریف فرمائی ہے کہ اتنی مدت طویلہ کی قید و بند کے بعد جب جیل سے نکالنے کی بات آئی تو آپ نے اسے ٹھکرا کر اپنی ذات کی برأت کو ترجیح دے دی اگر اتنی طویل مدت کے بعد مجھے یہ پیشکش ہوتی تو میں فوراً بلانے والے کی بات مان لیتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ایذاء بنی اسرائیل

(۹) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِنَّ مُوْسٰی كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سِتِّيْرًا لَّايُرٰی مِنْ جِلْدِهٖ شَیْءٌ اِسْتِحْيَاءً فَآذَاهُ مَنْ اٰذَاهُ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ فَقَالُوْامَا تَسَتَّرَ هٰذَا التَّسَتُّرَ اِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ اِمَّا بَرَصٌ اَوْ اُدْرَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ اَرَادَاَنْ يُّبَرِّءَ هٗ فَخَلَايَوْمًا وَحْدَهٗ لِيَغْسِلَ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ لٰی حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ فَجَمَحَ مُوْسٰی فِیْ اَثَرِهٖ يَقُوْلُ ثَوْبِیْ يَاحَجَرُ ثَوْبِیْ يَا حَجَرُ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی مَلَاٍ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ فَرَاَوْهُ عُرْيَانًا اَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰی مِنْ بَاْسٍ وَاَخَذَ ثَوْبَهٗ فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا فَوَاللّٰهِ اِنَّ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا فَوَاللّٰهِ اِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِّنْ اَثَرِضَرْبِهٖ ثَلٰثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْ خَمْسًا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے حیادار اور باپردہ تھے حیا کی وجہ سے ان کے جسم کا کوئی حصہ نہ دیکھا جا سکتا تھا۔ بنی اسرائیل میں سے کسی شخص نے ان کو ایذا دی اور کہنے لگا حضرت موسیٰ کا اس طرح بدن ڈھانکنا کسی عیب کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے یا تو ان کو برص کی بیماری ہے یا ادرۃ ہے (خصیتین کا پھول جانا) اللہ تعالیٰ نے ان کو اس الزام سے بری کرنا چاہا۔ ایک دن علیحدگی میں نہانے لگے اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھے پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر کے پیچھے دوڑے کہتے تھے اے پتھر میرے کپڑے دو۔ یہاں تک کہ پتھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ننگا دیکھا کہ وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے بڑھ کر خوبصورت ہیں۔ کہنے لگے حضرت موسیٰ کو کوئی عیب نہیں آپ نے اپنے کپڑے لیے اور پتھر کو مارنے لگے۔ اللہ کی قسم ان کے مارنے کی وجہ سے پتھر پر تین یا چار یا پانچ نشان پڑ گئے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''حییا'' دوسری یا پر شد ہے پہلی یا پر کسرہ ہے مستحیا کے معنی میں مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت ہی حیاناک تھے۔ ''ستیرا'' سین پر زبر ہے فقیراً کے وزن پر ہے' ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ سین کے کسرہ اور تا مشددہ کے ساتھ ہے یہ ساتر میں مبالغہ ہے یعنی بہت ہی باپردہ تھے اسی پردہ اور حیا کی وجہ سے ان کی قوم بنی اسرائیل نے کہا کہ یہ ہمارے ساتھ ننگے ہو کر اس لیے نہیں نہاتے کہ اس کے جسم میں کوئی قبیح عیب ہے' ادھر اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ ہے کہ انبیاء کرام کو اس نے کامل رجال پیدا کیا ہے ہر قبیح جسمانی عیب سے ان کو پاک رکھا ہے۔

''ادرۃ'' ہمزہ پر ضمہ ہے دال ساکن ہے را پر زبر ہے خصیتین میں پھولنے کی ایک بیماری ہوتی ہے جس کو ادرۃ کہتے ہیں' قوم نے اسی کا الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس الزام سے پاک کرنا چاہا تو یہ واقعہ پیش آیا جو اس حدیث میں ہے۔ ''جمح'' فتح یفتح سے تیز دوڑنے کو کہتے ہیں' ''من باس'' یعنی خصیتین کے پھولنے یا کوئی دوسری بیماری اور عیب نہیں ہے' ''ندبا'' نون اور دال پر زبر ہے تازہ بتازہ زخم کو کہتے ہیں' اس میں معجزہ کا ظہور ہو گیا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا ایک واقعہ

(۱۰) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم بَيْنَمَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ رِجْلُ جَرَادٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ اَيُّوْبُ يَحْثِیْ فِیْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ يَااَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰی قَالَ بَلٰی وَعِزَّتِكَ وَلٰكِنْ لَّا غِنٰی بِیْ عَنْ بَرَكَتِكَ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ ہو

کرنہار ہے تھے کہ آپ پر سونے کے ٹڈ برسنے شروع ہو گئے۔ حضرت ایوب انہیں اپنے کپڑے میں سمیٹنے لگے اس کے رب نے اس کو آواز دی۔ اے ایوب میں نے تجھ کو غنی نہیں کر دیا کہنے لگے کیوں نہیں لیکن تیری برکت سے بے پرواہ نہیں ہوا جا سکتا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

ایک نبی کو دوسری نبی کے مقابلہ پر بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی ممانعت

(۱۱) وَعَنْهُ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُحَمَّدًا عَلَی الْعَالَمِيْنَ فَقَالَ الْيَهُوْدِیُّ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْعَالَمِيْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهٗ عِنْدَ ذَالِکَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِیِّ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِیُّ اِلَی النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم فَاَخْبَرَهٗ بِمَا کَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ فَدَعَا النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم الْمُسْلِمَ فَسَاَلَهٗ عَنْ ذَالِکَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم لَاتُخَيِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی فَاِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاَصْعَقُ مَعَهُمْ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَاِذَا مُوْسٰی بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ کَانَ فِیْ مَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِیْ اَوْ کَانَ فِیْ مَنِ اسْتَثْنَی اللّٰهُ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک مسلمان اور ایک یہودی نے آپس میں گالی گلوچ کی مسلمان کہنے لگا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب جہان والوں پر برگزیدہ کیا۔ یہودی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جہاں والوں پر فوقیت دی۔ مسلمان نے ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو تھپڑ رسید کیا۔ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنے اور مسلمان کے واقعہ کی خبر دی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو بلایا اور اس کے متعلق پوچھا اس نے پورا واقعہ بیان کر دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے میں بھی ان کے ساتھ بیہوش ہو جاؤں گا سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔ دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ عرش کی ایک جانب پکڑے کھڑے ہوں گے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ بھی بے ہوش ہو گئے تھے اور وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے تھے یا اللہ نے ان کو اس سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے میں نہیں جانتا کیا طور کے دن کی بیہوشی کا حساب کیا گیا ہے یا مجھ سے پہلے اٹھا دیئے گئے ہیں اور میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی ایک یونس بن متی سے افضل ہے۔ ابو سعید کی ایک روایت میں ہے انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے انبیاء کے درمیان فضیلت نہ دو۔

تشریح: "لاتخیرونی" انبیاء کرام کے درمیان ایک نبی کو دوسرے کے اوپر اس طرح فضیلت دینا جائز نہیں ہے جس سے کسی ایک نبی کی شان میں تنقیص آسکتی ہو یہ تنقیص حرام اور کفر ہے نیز خصوصی طور پر کسی ایک نبی کا نام لے کر اس کے مقابلے میں دوسرے کا نام لے کر اس پر فضیلت اور ترجیح دینا مناسب نہیں ہے، ہاں اجمالی طور پر کسی کو افضل قرار دینا جائز ہے مثلاً کوئی یہ کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں زیر بحث حدیث کی تشریح میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات میں فرمایا کہ: فرض کرلو کسی جگہ تمام انبیاء کرام موجود ہوں سب سامنے ہوں اس وقت کوئی آدمی آمنے سامنے کسی نبی پر دوسرے نبی کی فضیلت دینے کی جرأت کر کے تو دکھا دے؟ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو پھر غائبانہ طور پر بھی نہیں کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے تو یہ وہی تقابل اور خصومت کی صورت تھی، جھگڑے کی صورت تھی جس سے تحقیر کی صورت نکل سکتی تھی تو آپ نے منع فرما دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فضیلت کسی اور نبی پر بیان کرنے سے جو ممانعت فرمائی ہے یہ اس وقت کی بات تھی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی مطلق فضیلت کی وحی نہیں آئی تھی بعد میں آپ کی مطلق فضیلت کی وحی آگئی لہٰذا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بھی نبی کے مقابلے میں افضل واشرف بتانا درست ہے اس کے بعد اگر آپ نے فضیلت دینے کی ممانعت کی ہو گی تو اس کو آپ کی تواضع پر حمل کیا جائے گا اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جزئی فضیلت ہے کلی نہیں ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق ایک ہدایت

(۱۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَايَنْبَغِیْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اِنِّیْ خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ

مَتّٰی(متفق علیہ).وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّلْبُخَارِیِّ قَالَ مَنْ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی فَقَدْ کَذَبَ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے لائق نہیں کہ وہ کہے کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں۔(متفق علیہ) بخاری کی ایک روایت میں ہے جس شخص نے کہا میں یونس بن متی سے افضل ہوں اس نے جھوٹ بولا۔

تشریح: "فقد کذب" یعنی اصل نبوت میں تو تمام انبیاء کرام برابر اور مساوی ہیں اس میں تو کوئی تفاضل نہیں ہے' ہاں درجات میں فرق اور تفاوت ہے اگر کوئی شخص "انا خیر من یونس" کہتا ہے تو اس کا ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت یونس علیہ السلام سے افضل بتاتا ہے حالانکہ نفس نبوت میں مساوات ہے لہٰذا اس شخص نے جھوٹ بولا اور اگر انا خیر سے یہ شخص خود اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام سے افضل بتا رہا ہے اور خود نبی نہیں ہے تو یہ جھوٹا کذاب ہے اور کذب بمعنی کفر ہے یہ شخص کافر ہو گیا۔فضیلت کے اس میدان میں حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ آپ پر ایک آزمائش اور امتحان آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص حکم کے آنے کے انتظار سے پہلے شہر اور لوگوں سے علیحدہ ہو کر نکل گئے جس پر اللہ جل جلالہ ناراض ہوئے جس کی وجہ سے آپ اولوالعزم انبیاء کی فہرست میں نہ رہے تو ممکن تھا کہ کسی کے دل میں یہ خیال آجائے کہ حضرت یونس علیہ السلام پر کسی بھی نبی کو فوقیت اور فضیلت دی جا سکتی ہے۔اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص منع فرما دیا۔"متّٰی" بعض علماء نے بتایا کہ متی حضرت یونس علیہ السلام کے والد کا نام تھا بعض نے کہا کہ ان کی والدہ کا نام تھا۔

حضرت خضر کا ذکر

(۱۳) وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الْغُلَامَ الَّذِیْ قَتَلَہُ الْخَضِرُ طُبِعَ کَافِرًا لَوْ عَاشَ لَاَرْھَقَ اَبَوَیْہِ طُغْیَانًا وَّ کُفْرًا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خضر نے جس لڑکے کو مار ڈالا تھا وہ پیدائشی کافر تھا۔اگر زندہ رہتا اپنے ماں باپ کو کفر اور سرکشی میں ڈالتا۔(متفق علیہ)

تشریح: "طبع کافرا" یعنی پیدائشی طور پر فطری اور طبعی کافر تھا اگرچہ ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر غلام خضر' اللہ کی قدرت کاملہ کے مستثنیات میں سے تھا کہ اللہ ایسا بھی کر سکتا ہے' کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتراض پر حضرت خضر علیہ السلام نے اس غلام کے کندھے سے کھال چھیل دی تو نیچے لکھا ہوا تھا ھذا کافر مطبوعاً یعنی یہ پیدائشی اور طبعی کافر ہے۔

خضر کی وجہ تسمیہ

(۱۴) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّمَا سُمِّیَ الْخَضِرُ لِاَنَّہٗ جَلَسَ عَلٰی فَرْوَۃٍ بَیْضَاءَ فَاِذَا ھِیَ تَھْتَزُّ مِنْ خَلْفِہٖ خَضْرَاءَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ خضر ان کا نام اس لیے پڑ گیا تھا کہ وہ خشک سفید زمین پر بیٹھے تھے ناگہاں وہ ان کے پیچھے سبز ہو کر لہلہانے لگی۔(روایت کیا اس کو بخاری نے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور موت کا فرشتہ

(۱۵) وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم جَاءَ مَلَکُ الْمَوْتِ اِلٰی مُوْسٰی بْنِ عِمْرَانَ فَقَالَ لَہٗ اَجِبْ رَبَّکَ قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰی عَیْنَ مَلَکِ الْمَوْتِ فَفَقَاَھَا قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَکُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی فَقَالَ اِنَّکَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ لَّکَ لَا یُرِیْدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَاَ عَیْنِیْ قَالَ فَرَدَّ اللّٰہُ اِلَیْہِ عَیْنَہٗ وَقَالَ ارْجِعْ اِلٰی عَبْدِیْ فَقُلِ الْحَیٰوۃَ تُرِیْدُ فَاِنْ کُنْتَ

تُرِيْدُ الْحَيٰوةَ فَضَعْ يَدَكَ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ يَدُكَ مِنْ شَعْرِهٖ فَاِنَّكَ تَعِيْشُ بِهَا سَنَةً قَالَ ثُمَّ مَهْ قَالَ ثُمَّ تَمُوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ مِنْ قَرِيْبٍ رَبِّ اَدْنِنِيْ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةَ الْحَجَرِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَاللّٰهِ لَوْ اَنِّيْ عِنْدَهٗ لَاَرَيْتُكُمْ قَبْرَهٗ اِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ بن عمران کے پاس ملک الموت آیا اور کہا اپنے رب کا حکم قبول کرو حضرت موسیٰ نے طمانچہ مارا اور اس کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ ملک الموت واپس اللہ تعالیٰ کے پاس آیا اور عرض کیا تو نے مجھ کو اپنے ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو مرنا نہیں چاہتا اور اس نے میری آنکھ پھوڑ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ سالم کردی اور فرمایا میرے بندے کے پاس جاؤ اور اس کو کہو اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنا ایک ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھیں جس قدر آپ کے ہاتھ کے نیچے بال آ گئے اتنے سال زندہ رہو گے حضرت موسیٰ نے کہا پھر کیا ہوگا۔ اس نے کہا پھر موت ہے' کہنے لگے پھر ابھی ٹھیک ہے اے میرے رب مجھ کو ارضِ مقدسہ کے پتھر پھینکنے کے اندازے کے برابر قریب کر دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں وہاں موجود ہوتا راستہ کے ایک طرف سرخ ٹیلے کے قریب ان کی قبر میں تم کو دکھلاتا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "فلطم" تھپڑ مارنے کو لطم کہتے ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام نے موت کے فرشتے کو تھپڑ رسید کیا اب یہاں ایک سوال اور جواب ملاحظہ کریں۔

سوال:۔ اس مقام پر کچھ بد باطن اور منکرین حدیث اور عقل پرست یہ اعتراض کرتے ہیں کہ موت کے فرشتے کو تھپڑ مارنا ایک جلیل القدر نبی سے کیسے ممکن ہوسکتا ہے پھر فرشتے کی آنکھ کا نکل آنا کیا معنی رکھتا ہے لہٰذا احادیث کا یہ ذخیرہ نا قابل قبول ہے صرف قرآن کریم کافی شافی ہے۔

جواب:۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ فرشتہ انسانی شکل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا ایک نقصان تو یہاں یہ ہوا کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خلوت کدہ میں داخل ہونے کے لیے کوئی اجازت نہیں مانگی یہ فعل بھی موجب غصہ موسیٰ' بنا دوسرا نقصان یہ ہوا کہ بلا تعارف ایک انسان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں تیری روح لینے آیا ہوں یہ تو ایک دھمکی تھی کہ میں تجھے قتل کرتا ہوں یہ عمل بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصہ کا سبب بنا' تیسرا نقصان یہ ہوا کہ ایک انسان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں روح قبض کرنے کی قدرت رکھتا ہوں یہ خلاف واقعہ امر تھا اس لیے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا اور بطور دفاع آپ نے ایک بے ادب انسان کو تادیباً طمانچہ رسید کیا چونکہ اصول یہ ہے کہ جب فرشتہ انسان کی شکل میں ہوتا ہے تو انسانی اثرات اس پر مرتب ہو جاتے ہیں لہٰذا اس پر طمانچہ رسید کیا۔ لہٰذا اس طمانچہ سے اس شخص کی آنکھ پھوٹ گئی' اس اللہ کے بندے نے اب بھی نہیں بتایا کہ میں فرشتہ ہوں اور سیدھا اللہ تعالیٰ کے پاس شکایت لے کر گیا' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق بجانب قرار دیا اور طویل عمر کی پیشکش فرمائی مگر آخر میں پھر بھی جب موت آنے والی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو لبیک کہا اور موت قبول کرلی۔ اس پورے قصہ میں کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جس سے احادیث مقدسہ کا انکار کیا جائے لیکن خوئے بد را بہانہ بسیار۔ جب اندھا بن کر اعتراض ہی کرنا ہو تو اس کا کیا علاج ہوسکتا ہے۔

"متن ثور" متن کمر کو کہتے ہیں اور ثور بیل کو کہتے ہیں یعنی بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ لو۔ "توارت" یعنی ہاتھ کے نیچے جتنے بال آگئے ہر بال کے بدلہ ایک سال عمر دوں گا یہ لاکھوں سال بن جائیں گے۔ "الارض المقدسة" بیت المقدس مراد ہے بیت المقدس انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ تھا اور مقدس سرزمین تھی جس طرح عربوں کے لیے مکہ مکرمہ ہے اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمنا کی۔ "رمية بحجر" یعنی انسان جب پتھر پھینکتا ہے تو وہ اتنا دور نہیں جاتا ہے مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ جاتا ہے اور جانے میں تیز بھی ہوتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی شوق کا اظہار فرمایا کہ کچھ نہ کچھ ارض مقدسہ کی طرف جلدی جلدی آگے چلا جاؤں۔ الکثیب۔ یعنی راستے کے کنارے پر سرخ ٹیلہ کے پاس ان کی قبر ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے حلیہ

(۱۶) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ الْاَنْبِيَاءُ فَاِذَا مُوْسٰى ضَرْبٌ مِّنَ الرِّجَالِ كَاَنَّهٗ

مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَ ةَ وَرَاَيْتُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ وَرَاَيْتُ جِبْرَائِيْلَ فَاِذَااَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًادِحْيَةُبْنُ خَلِيْفَةَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء علیہم السلام مجھ پر پیش کیے گئے موسیٰ دبلے پتلے ہیں گویا کہ شنوءۃ قبیلے کے آدمی ہیں۔ میں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا میں نے جن کو دیکھا ہے ان میں وہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشابہ ہیں۔ میں نے ابراہیم کو دیکھا میں نے جن کو دیکھا ہے ان میں سے وہ تمہارے اس صاحب اپنے نفس کو مراد لیتے تھے کے مشابہ ہیں۔ میں نے جبریل کو دیکھا میں نے جن لوگوں کو دیکھا ہے ان سب میں وہ دحیہ بن خلیفہ کے مشابہ ہیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

(۱۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ مُوْسٰى رَجُلًا اٰدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَ ةَ وَرَاَيْتُ عِيْسٰى رَجُلًا مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطَ الرَّاْسِ وَرَاَيْتُ مَالِكًاخَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِيْ اٰيَاتٍ اَرٰهُنَّ اللّٰهُ اِيَّاهُ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهٖ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جس رات میں نے معراج کی موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ گندم گوں رنگ کے لمبے قد کے گھنگھریالے بالوں والے ہیں گویا کہ شنوءۃ قبیلہ سے ہیں میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا متوسط پیدائش والے مائل سرخی وسفیدی' سر کے سیدھے بالوں والے ہیں۔ میں نے مالک داروغہ جہنم کو دیکھا ہے اور دجال کو بھی دیکھا ہے ان نشانیوں میں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دکھلائی ہیں۔ اس کے ملنے سے تو شک میں نہ ہو۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''ادم'' گندم گوں رنگ۔ ''طوالا'' طویل قامت۔ ''جعدا'' خمدار اور پیچدار بال۔ ''ضرب'' چھریرے بدن والا۔ ''مربوع'' درمیانہ قد والا۔ ''سبط الراس'' سیدھے بال والا۔ ''اراھن اللہ ایاہ'' یہ جملہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اس کے بعد فلاتکن سے شروع ہوتا ہے یعنی یہ جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا یہ ان نشانات وعلامات میں سے تھا جو اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا دیا تھا۔ ''مضطرب'' یعنی چھریرے بدن کے آدمی تھے یا خوف خدا سے کانپنے والے تھے۔ ''رجل'' جیم پر کسرہ ہے یعنی ان کے سر کے بال پیچ لیے ہوئے پیچدار تھے۔ ''دیماس'' حمام کو کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ شراب قبول کرنے سے انکار

(۱۸) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ لَقِيْتُ مُوْسٰى فَنَعَتَهٗ فَاِذَارَجُلٌ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الشَّعْرِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَ ةَ وَلَقِيْتُ عِيْسٰى رَبْعَةً اَحْمَرَ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَعْنِي الْحَمَّامَ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ وَاَنَااَشْبَهُ وَلَدِهٖ بِهٖ قَالَ فَاُتِيْتُ بِاِنَائَيْنِ اَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَالْاٰخَرُ فِيْهِ خَمْرٌ فَقِيْلَ لِيْ خُذْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقِيْلَ لِيْ هُدِيْتَ الْفِطْرَةَ اَمَااَنَّكَ لَوْاَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو ملا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام درمیانے قد کے سیدھے بالوں والے ہیں گویا کہ آپ علیہ السلام شنوءۃ قبیلہ سے ہیں اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملا آپ درمیانہ قد سرخ رنگ کے ہیں۔ گویا کہ دیماس یعنی حمام سے نکلے ہیں اور میں نے ابراہیم کو دیکھا میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ مشابہ ہوں۔ میرے پاس دو برتن لائے گئے۔ ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی مجھ سے کہا گیا ان دونوں میں سے جسے چاہو لے لو میں نے دودھ لے کر پی لیا مجھے کہا گیا آپ فطرت کی طرف راہ دکھلائے گئے ہیں اگر آپ شراب لے لیتے آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ (متفق علیہ)

انبیاء اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی اعمال خیر کرتے ہیں

(۱۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم بَیْنَ مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ اَیُّ وَادٍ هٰذَا فَقَالَ وَادِیْ الْاَزْرَقِ قَالَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مُوْسٰی فَذَکَرَ مِنْ لَّوْنِهٖ وَشَعْرِهٖ شَیْئًا وَاضِعًا اِصْبَعَیْهِ فِیْ اُذُنَیْهِ لَهٗ جُوَارٌ اِلَی اللّٰهِ بِالتَّلْبِیَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِیْ قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی ثَنِیَّةٍ فَقَالَ اَیُّ ثَنِیَّةٍ هٰذِهٖ قَالُوْا هَرْشٰی اَوْلِفْتٌ فَقَالَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی یُوْنُسَ عَلٰی نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَیْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ خِطَامُ نَاقَتِهٖ خُلْبَةٌ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِیْ مُلَبِّیًا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے مکہ سے مدینہ تک آپ کے ساتھ سفر کیا ہم ایک وادی کے پاس سے گذرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کونسی وادی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یہ وادی ازرق ہے فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے ان کا رنگ بتلایا ان کے بالوں کا ذکر کیا کہ آپ نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں رکھی ہوئی ہیں۔ لبیک کہتے ہوئے اس وادی سے گذر رہے ہیں۔ ہم پھر چلے حتیٰ کہ ہم ثنیہ پر آئے آپ نے فرمایا ہے گویا یہ کونسا ثنیہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یہ ہرشا یالفت ہے گویا کہ میں حضرت یونس کو دیکھ رہا ہوں سرخ رنگ کی ایک اونٹنی پر سوار ہیں صوف اون کا جبہ پہنے ہوئے ہیں ان کی اونٹنی کی نکیل پوست خرما سے ہے۔ لبیک کہتے ہوئے اس وادی سے گذر رہے ہیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''جؤار'' جیم پر ضمہ ہے اس کے بعد ہمزہ ہے پھر ''را'' ہے بلند آواز کے ساتھ گڑگڑا کر تلبیہ پڑھنے کے معنی میں ہے۔
''خطام'' اونٹنی کی ناک میں ڈالے ہوئے مہار اور نکیل کو خطام کہتے ہیں بوزن زمام لفظاً و معنیً۔ ''خلبة'' کھجور کی چھال سے بنی ہوئی رسی کو خلبۃ کہتے ہیں۔ ''ملبیا'' یعنی تلبیہ پڑھتے ہوئے آگے جا رہے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد عالم برزخ میں بھی نیک لوگ عبادت کرتے تھے۔ اگرچہ اس عبادت سے ثواب نہیں ملے گا کیونکہ وہ دار العمل نہیں ہے لیکن نیک لوگ شوق پورا کرنے کے لیے اور تسلی وسکون حاصل کرنے کے لیے بطور لذت' عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ انبیاء کرام اور شہداء کے اجساد چونکہ قبروں میں محفوظ رہتے ہیں اس لیے ان کے بارے میں تو کوئی اشکال نہیں ہے اسی طرح دیگر اولیاء کرام کے اجسام اگر محفوظ ہوں تو وہ بھی اسی طرح عبادت میں مشغول ہوں گے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر

(۲۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ خُفِّفَ عَلٰی دَاوٗدَ الْقُرْاٰنُ فَکَانَ یَاْمُرُ بِدَوَآبِّهٖ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ وَلَا یَاْکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا داؤد علیہ السلام پر زبور کا پڑھنا آسان کر دیا گیا تھا وہ اپنے جانوروں پر زین کسنے کا حکم فرماتے۔ زین کسے جانے سے پہلے ہی زبور پڑھ لیتے اور اپنے ہاتھوں کے کسب سے کھاتے تھے۔ (بخاری)

تشریح: 'فیقرأ القرآن'' قرآن بمعنی مقروء ہے جو پڑھے ہوئے کے معنی میں ہے' قرآن مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد زبور کا پڑھنا ہے' اتنے مختصر وقت میں مکمل زبور کا پڑھنا معجزہ کے طور پر تھا جس طرح طی الارض کا عمل ہوتا ہے اسی طرح خارق عادت طی الوقت بھی ہوتا ہے معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے طی الوقت ہوا تھا۔

ایک قضیہ میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے الگ الگ فیصلے

(۲۱) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ کَانَتِ امْرَءَ تَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَآءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدٰهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِکِ قَالَتِ الْاُخْرٰی اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِکِ فَتَحَاکَمَتَا اِلٰی دَاوٗدَ فَقَضٰی بِهٖ

لِلْكُبْرٰى فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِىْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهُ بَيْنَكُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا دو عورتیں تھیں ان کے ساتھ دو بیٹے تھے بھیڑیا آیا ان میں سے ایک کا بیٹا لے گیا۔ دوسری نے کہا کہ تیرا بیٹا لے گیا ہے دوسری کہنے لگی وہ تیرا بیٹا لے گیا ہے وہ دونوں داؤد علیہ السلام کے پاس فیصلہ لے کر آئیں۔ حضرت داؤد نے بڑی کے حق میں فیصلہ دے دیا وہ دونوں عورتیں سلیمان بن داؤد کی طرف سے ہوتی ہوئی نکلیں۔ انہوں نے اس کو بھی اس فیصلہ کی خبر دی۔ حضرت سلیمان کہنے لگے میرے پاس چھری لاؤ میں اس لڑکے کے دو ٹکڑے کیے دیتا ہوں۔ چھوٹی کہنے لگی اللہ آپ پر رحم کرے ایسا نہ کریں یہ اسی کا بیٹا ہے حضرت سلیمان نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''ابنا هما'' یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دو عورتیں ایک ساتھ کہیں جا رہی تھیں ممکن ہے یہ دونوں رفاقت میں سہیلیاں ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں آپس میں سوکنیں ہوں یہ تنازع حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔ ایک کی گود سے اس کے بچے کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا اب آپس میں تنازع ہوا کہ کس کا بچہ لے گیا اور کس کا رہ گیا' ایک بڑی عمر کی تھی اور ایک چھوٹی عمر کی تھی' بڑی عمر کی عورت نے کہا جو بچہ لے گیا وہ تیرا ہے جو باقی ہے وہ میرا ہے اور اس پر قبضہ کر لیا یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں پیش ہوا چونکہ دونوں میں سے گواہ کسی کے پاس نہیں تھا اور دونوں دعوے دار تھیں تو حضرت داؤد علیہ السلام نے قبضہ کو دیکھ کو فیصلہ صاحب ید کے حق میں دے دیا یا کسی اور دلیل کی بنیاد پر بڑی کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ مگر یہ بات طے ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ اجتہاد کی بنیاد پر تھا آسمانی وحی نہیں تھی اور اصل حق چھوٹی کا تھا قابض بڑی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکمت اور نفسیاتی طور پر اس تنازع کے پہچاننے کی کوشش کی اور پہچان بھی لیا اور فیصلہ چھوٹی کے حق میں دے دیا۔ معلوم ہوا کہ قاضی کو ظاہری دلائل کے ساتھ ساتھ باطنی عوامل کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے تا کہ حق کو پایا جاسکے۔

سوال: حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں عدالتی فیصلہ صادر فرمایا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس فیصلہ کو توڑ کر چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا یہ کیسے جائز تھا اگر چہ ایک قاضی کا فیصلہ خالص اجتہاد پر مبنی ہو پھر بھی اصول قضاء کے تحت نافذ شدہ قضاء کو فسخ نہیں کیا جاسکتا یہاں ایسا کیوں ہوا؟ حالانکہ یہ ایک نبی کا نافذ کردہ فیصلہ تھا؟

جواب: اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف سے یہ فتویٰ تھا قضاء نہیں تھا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی شریعت میں شاید اس کی گنجائش تھی کہ ایک عدالت کا فیصلہ دوسری عدالت از سر نو تحقیق کے بعد کالعدم قرار دیا جاسکتا تھا گویا یہ ان کی شریعت کا اپنا معاملہ تھا ہماری شریعت میں اس طرح نہیں ہوسکتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ

(۲۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ سُلَيْمَانُ لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى تِسْعِيْنَ امْرَاَةً. وَفِىْ رِوَايَةٍ بِمِائَةِ امْرَاَةٍ . كُلُّهُنَّ تَاْتِىْ بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ قُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِىَ فَطَافَ عَلَيْهِنَّ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ جَاءَ تْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَاَيْمُ الَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ سلیمان کہنے لگے میں آج رات اپنی نوے (90) بیویوں سے صحبت کروں گا ایک روایت میں ہے کہ سو (100) بیویوں سے صحبت کروں گا ہر ایک کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں سوار ہو کر جہاد کرے گا۔ فرشتے نے کہا ان شاء اللہ کہہ لیجئے۔ انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا اور بھول گئے آپ نے ان سب سے جماع کیا۔ ان میں سے صرف ایک حاملہ ہوئی اس کے ہاں بھی آدھا مرد پیدا ہوا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی جان ہے اگر ان شاء اللہ کہہ لیتے تو سب کے سب سوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "بمائة" یعنی ایک رات میں سو بیویوں سے جماع کروں گا تا کہ ایک سو مجاہد پیدا ہو کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں' فرشتے نے کہا ان شاء اللہ کہہ دیجئے مگر وہ نہ کہہ سکے تو ایک ناقص بچہ پیدا ہوا اس کے علاوہ کچھ نہ آیا' اس کو خادمہ نے اٹھایا اور لا کر تخت سلیمانی پر رکھ دیا' سلیمان علیہ السلام کو تنبیہ ہوگئی۔ یہ حدیث قرآن کی آیت (والقینا علی کرسیه جسدًا) کی بہترین تفسیر ہے جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اس حدیث کو نہایت ہی حقارت کے ساتھ عقل کے بل بوتے پر مسترد کر دیا' ہے تفہیم القرآن میں اس آیت کے تحت دیکھ لو تو حیران رہ جاؤ گے! اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ کسی مستند استاذ سے علم نہ پڑھنے کا یہی نقصان ہوتا ہے۔

کمانا انبیاء کی سنت ہے

(۲۳) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ كَانَ زَكَرِيَّاءُ نَجَّارًا (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔ (مسلم)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت کا باہمی قرب و تعلق

(۲۴) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ الْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ مِّنْ عَلَّاتٍ وَّاُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ وَّلَيْسَ بَيْنَنَا نَبِيٌّ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عیسیٰ بن مریم کے ساتھ دنیا اور آخرت میں سب لوگوں سے نزدیک تر ہوں سب انبیاء سوتیلے بھائی ہیں۔ ان کی مائیں مختلف ہیں اور سب کا دین ایک ہے۔ ہمارے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سب سے زیادہ قریب و متعلق میں ہوں۔" اس اعتبار سے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی پیغمبر نہیں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں مبعوث ہونے کی واضح بشارت دی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین و شریعت کی تمہید بھی انہوں نے ہی قائم کی' اور آخر زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور خلیفہ بھی وہی ہوں گے۔ انبیاء کو ایک دوسرے کا سوتیلا بھائی قرار دینے کا مقصد ان کے درمیان باہمی تعلق اور مناسبت کی ایک خاص نوعیت کو ظاہر کرتا ہے اور "ان کے باپ" سے مراد وہ چیز ہے جو اس دنیا میں ان کی بعثت کا سبب بنی ہے یعنی مخلوق خدا کی ہدایت اور ان کو صحیح راستے پر لگانے کی ذمہ داری اور "ان کی ماؤں" سے مراد ان کی اپنی اپنی شریعتیں ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف اور الگ الگ ہیں۔ "ان سب کا اصل دین ایک ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ لوگوں کی ہدایت اور ان کے مفاد کی مصلحت و حکمت اور قوم و ملت کے حالات کی رعایت کے پیش نظر ہر نبی کو الگ الگ شریعت دے کر اس دنیا میں بھیجا گیا لیکن سب کا اصل دین ایک ہی ہے یعنی توحید۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت

(۲۵) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطَانُ فِيْ جَنْبَيْهِ بِاِصْبَعَيْهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعَنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ جس وقت پیدا ہوتا ہے شیطان اس کے دونوں پہلوؤں میں اپنی دو انگلیوں کے ساتھ چوکتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم کے۔ ان کو چوکا مارنے لگا۔ اس کا چوکا پردے میں لگا۔ (متفق علیہ)

باکمال عورتوں کا ذکر

(۲۶) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ کَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ کَثِیْرٌ وَّلَمْ یَکْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِیَةُ اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ (متفق علیه)
و ذکر حدیث انسؓ یا خیر البریة و حدیث ابی هریرة ای الناس اکرم و حدیث بن عمر الکریم ابن الکریم فی باب المفاخرة و العصبیة

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں مردوں میں سے بہت کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ جوفرعون کی بیوی تھیں ان دو کے سوا کوئی کامل نہیں ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر اس قدر فضیلت ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔ (متفق علیہ) انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے لفظ ہیں یا خیر البریہ اور ابو ہریرہ کی حدیث جس کے لفظ ہیں ای الناس اکرم اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے لفظ ہیں الکریم بن الکریم باب المفاخرۃ والعصبیۃ میں گذر چکی ہے۔

تشریح: "الا مریم" یہاں سوال اٹھتا ہے کہ حصول کمال میں حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو اول درجہ دیا گیا ہے تو حضرت فاطمۃ الزہراء اور حضرت عائشہ وحضرت خدیجہ رضی اللہ عنھن کا وہ عالیشان مقام کہاں چلا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں امم سابقہ کی عورتوں کی تکمیل کمالات کا ذکر ہے امت محمدیہ کی عورتوں کی شان کا بیان ابواب مناقب میں آنے والا ہے۔

الفصل الثانی..... اللہ کے بارے میں ایک سوال

(۲۷) وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیْنَ کَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ خَلْقَهٗ قَالَ کَانَ فِیْ عَمَاءٍ مَا تَحْتَهٗ هَوَاءٌ وَمَا فَوْقَهٗ هَوَاءٌ وَ خَلَقَ عَرْشَهٗ عَلَی الْمَآءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ قَالَ یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ الْعَمَآءُ اَیْ لَیْسَ مَعَهٗ شَیْءٌ.

ترجمہ: حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ہمارا رب مخلوق پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا۔ فرمایا عماء میں تھا نہ اس کے نیچے ہوا تھی نہ اوپر ہوا تھی اپنے عرش کو پانی پر پیدا کیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ یزید بن ہارون نے عماء کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔

تشریح: "عمآء" عماء کا اصل معنی بادل ہے لیکن یہاں یہ اصل معنی بادل ہے لیکن یہاں یہ اصل معنی مراد نہیں ہے بلکہ عماء کا مفہوم یہاں عدم اور لیس معه شئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ تھا اور ان کے ساتھ اور کوئی چیز نہیں تھی مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات محضہ میں تھے ان کی صفات کا ظہور ابھی نہیں ہوا تھا گویا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یوں لکھتے ہیں: "فی عمآء بفتح العین ممدوداً ای فی غیب هویة الذات بلاظهور مظاهر الصفات کما عبر عنه بقوله کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق"۔ حضرات صوفیہ نے عمآء کا مفہوم یوں بیان کیا ہے "العمآء هی الحضرة الاحدیة" یعنی عماء سے مراد اللہ تعالیٰ کی واحد لاشریک ذات ہے ایک نسخہ اور ایک روایت میں عمیٰ قصر کے ساتھ ہے جو پوشیدگی کے معنی میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جہاں تھی وہاں تک نہ بنی آدم میں سے کسی کی عقل کی رسائی تھی اور نہ کسی دانا کی سوچ وہاں تک پہنچ سکتی تھی۔ علامہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم ان ظاہری الفاظ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت اور تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں گویا یہ الفاظ متشابہات کی قبیل سے ہیں۔ "ماتحته هواء" اس جملہ میں ما نافیہ ہے یعنی اس عماء میں نہ نیچے ہوا تھی اور نہ اوپر ہوا تھی اس جملہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بادل جہاں ہوتا ہے وہاں ہوا ہوتی ہے جب اوپر نیچے ہوا کی نفی کی گئی تو یہ بتادیا گیا کہ عماء سے بادل مراد نہیں ہے بلکہ یہ لیس معه شیء کے معنی میں ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت ثابت نہ ہو جس سے حدوث لازم آتا ہے۔ "عرشه علی المآء" اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عرش الٰہی پانی کی سطح پر رکھا ہوا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ نیچے پانی تھا اوپر فضاء میں عرش تھا اور کچھ بھی نہیں تھا۔

آسمانوں کا ذکر

(۲۸) وَ عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ زَعَمَ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا فِي الْبَطْحَاءِ فِي عِصَابَةٍ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جَالِسٌ فِيْهِمْ فَمَرَّتْ سَحَابَةٌ فَنَظَرُوْ اِلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَاتُسَمُّوْنَ هٰذِهٖ قَالُوْا اَلسَّحَابُ قَالَ وَالْمُزْنَ قَالُوْا وَالْمُزْنَ قَالَ وَالْعَنَانَ قَالُوْ وَالْعَنَانَ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَابُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ قَالُوْا لَانَدْرِي قَالَ اِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَهُمَا اِمَّا وَاحِدَةٌ وَ اِمَّا اثْنَتَانِ اَوْ ثَلٰثٌ وَ سَبْعُوْنَ سَنَةً وَالسَّمَآءُ الَّتِي فَوْقَهَا كَذٰلِكَ حَتّٰى عَدَّى سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ثُمَّ فَوْقَ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ بَحْرٌبَيْنَ اَعْلَاهُ وَاَسْفَلِهٖ كَمَا بَيْنَ سَمَآءٍ اِلٰى سَمَآءٍ ثُمَّ فَوْقَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةُ اَوْ عَالٍ بَيْنَ اَظْلَافِهِنَّ وَ وَ رِكِهِنَّ مِثْلُ مَابَيْنَ سَمَآءٍ اِلٰى سَمَآءٍ ثُمَّ عَلٰى ظُهُوْرِ هِنَّ الْعَرْشُ بَيْنَ اَسْفَلِهٖ وَ اَعْلَاهُ مَابَيْنَ سَمَآءٍ اِلٰى سَمَآءٍ ثُمَّ اللّٰهُ فَوْقَ ذٰلِكَ. (رواه الترمذی. و ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بطحاء مکہ میں ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان میں تشریف فرما تھے ایک بادل ان پر سے گذرا انہوں نے اس کی طرف دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کا کیا نام لیتے ہو انہوں نے کہا سحاب فرمایا اور مزن بھی اس کو کہتے ہیں انہوں نے کہا جی ہاں مزن بھی اس کو بولتے ہیں۔ فرمایا اور اس کو عنان بھی کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا جی ہاں عنان بھی اس کو بولتے ہیں۔ فرمایا تم جانتے ہو زمین اور آسمان کے درمیان کس قدر بعد ہے انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے آپ نے فرمایا ان کے درمیان ایک یا دو یا تین اور ستر سال کا فاصلہ ہے۔ اس کے اوپر کا آسمان بھی اسی قدر فاصلہ پر ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے سات آسمان شمار کیے ساتویں آسمان پر ایک بہت بڑا دریا ہے جس کی گہرائی اور سطح کا فاصلہ ایک آسمان سے لے کر دوسرے آسمان تک کا ہے اس کے اوپر آٹھ فرشتے ہیں جن کی صورت پہاڑی بکریوں ایسی ہے ان کے کھروں اور کولہوں کے درمیان دو آسمانوں جتنا فاصلہ ہے پھر ان کی پشت پر عرش ہے اس کے اسفل اور اعلیٰ کے درمیان دو آسمانوں جتنا فاصلہ ہے پھر اس کے اوپر اللہ تعالیٰ ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے)

تشریح: ''زعم انه کان جالسا'' اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سماوی نظام کے عجائبات بیان فرما رہے تھے چونکہ یہ مجمع بھی عمومی طور پر کفار پر مشتمل تھا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس وقت کی سنی ہوئی حدیث بعد میں بیان فرمائی۔ ''و المزن؟'' یعنی کیا سحاب کو تم مزن اور عنان بھی کہتے ہو؟ سب نے کہا ہاں! ''اما واحدة او'' یہ شک راوی کو ہے اور ستر سال کا ذکر تکثیر عدد کے لیے ہے کوئی تعیین نہیں ہے کیونکہ بہت ساری احادیث میں یہ تصریح موجود ہے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا راستہ ہے لہٰذا یہاں یہ عدد تکثیر پر محمول ہے تو کوئی تعارض نہیں ہے۔ ''بحر'' یعنی ایک سمندر ہے جس کے اوپر اور نیچے کی مسافت بھی اسی طرح پانچ سو سال ہے۔ ''او عال'' یہ وعل کی جمع ہے پہاڑی بکرے کو وعل کہتے ہیں اس کی مؤنث کو اروِیۃ کہتے ہیں جس کا ذکر دیگر روایات میں آیا ہے اس حیوان کو پشتو میں ''غرخه'' کہتے ہیں، بہت ہی مضبوط جسم کا ہوتا ہے ایسا لگتا ہے کہ اس کے پاؤں میں مقناطیس لگا ہے جو چٹانوں کے ساتھ چپک جاتا ہے ایسی مشکل جگہوں میں گھومتا ہے جہاں پرندہ ہی جا سکتا ہے، گائے سے کچھ چھوٹا ہے بکری سے بڑا ہوتا ہے، سر پر لمبے لمبے دو سینگ ہوتے ہیں، دوڑنے میں ہوا کے مانند تیز ہے۔ یہاں اس حدیث میں بعینہ یہی حیوان مراد نہیں ہے بلکہ فرشتے مراد ہیں جو اس حیوان کی شکل میں ہوتے ہیں۔ ''العرش'' یعنی عرش کے نیچے اور اوپر کی مسافت بھی پانچ سو سال کی ہے۔ ''ثم الله فوق ذلک'' نصوص قرآنیہ وحدیثیہ سے واضح اشارے ملتے ہیں بلکہ تصریحات ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہے یہاں بھی یہی تفصیل ہے مگر یہ متشابہ الفاظ ہیں جس کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''الاستواء معلوم والکیفیة مجهولة والسؤال عنه بدعة'' سلف صالحین کا عقیدہ ہے کہ ''مایلیق بشانه'' جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے ہمارا اس پر ایمان ہے بہرحال اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی عظیم شان بیان کی گئی ہے۔

عرش الٰہی کا ذکر

(۲۹) وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعَمٍ قَالَ اَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ جُهِدَتِ الْاَنْفُسُ وَجَآءَ الْعِيَالُ وَنُهِكَتِ الْاَمْوَالُ وَ هَلَكَتِ الْاَنْعَامُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهِ لَنَا فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَ نَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوْهِ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ وَ يْحَكَ اِنَّهٗ لَا يَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلٰى اَحَدٍ شَانُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَ يْحَكَ اَتَدْرِيْ مَا اللّٰهُ اِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰى سَمٰوٰتِهٖ لَهٰكَذَا وَ قَالَ بَاَصَابِعِهٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَيَئِطُّ بِهٖ اَطِيْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ (رواه ابو دائود)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا کہنے لگا جانیں مشقت میں ڈالی گئیں اور اہل عیال بھوکے ہیں۔ اموال نقصان کیے گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کریں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر طلب شفاعت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طلب شفاعت کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ آپ دیر تک تسبیح پڑھتے رہے یہاں تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے چہروں پر ایسا کلمہ کہنے والوں کے لیے غضب کے آثار ظاہر ہو گئے پھر آپ نے فرمایا تیرے لیے افسوس ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی پر طلب شفاعت نہیں کی جاتی اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے تیرے لیے افسوس ہو تجھے معلوم ہے اللہ تعالیٰ کیا ہے اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح اپنی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا قبہ کی طرح محیط ہے اس سے آواز پیدا ہوتی ہے جس طرح سوار ہونے سے اونٹ کے پالان سے آواز آتی ہے۔ (روایت کیا اسکو ابوداؤد نے)

تشریح: "جهدت الانفس" یعنی انسانی جانیں خشک سالی کی وجہ سے ہلاک ہو رہی ہیں۔ "نهكت الاموال" یعنی مال مویشی تباہ ہو رہے ہیں۔ "نستشفع بالله عليك" یعنی اللہ تعالیٰ کو آپ کے حضور میں شفیع مقرر کرتے ہیں کہ آپ ایسا کریں۔ اس جملہ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی شان عالی کی بے ادبی تھی اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراض ہو کر بار بار سبحان اللہ کا تکرار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا تقدس بیان کیا پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عظمت بیان فرمائی۔ "ما الله" یعنی جانتے بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی شان اور عظمت کتنی بڑی ہے؟ "ان عرشه" یعنی اللہ تعالیٰ کا عرش تمام آسمانوں پر اس طرح محیط ہے جس طرح ایک قبہ کسی چیز پر محیط ہوتا ہے۔ "هكذا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں سے اس قبہ اور اس احاطہ کی مشاہداتی صورت اس طرح بیان فرمائی کہ مثلاً ایک ہاتھ کی ہتھیلی نیچے ہو اور دوسرے ہاتھ کی انگلیاں گنبد کی شکل میں اوپر سے اس پر محیط ہوں اور پوری ہتھیلی کو گھیرے میں لے رکھا ہو۔ "ليئط" أط يئط أطاً چر چراہٹ کو کہتے ہیں نیا کجاوہ یا نئی چارپائی اور پلنگ پر بیٹھنے سے اس طرح آواز اس وقت نکلتی ہے جب بیٹھنے والے کا وزن بہت زیادہ ہو یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عرش کی وسعت اور عظمت بیان فرمائی اور اس کے بعد اس کے عجز و تنگی اور کمزوری کو بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے اس سے چرچراہٹ کی آواز نکلتی ہے یہ سب تشابہات ہیں۔ سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ: "مايليق بشانه" یعنی جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہو ہمارا اس پر ایمان ہے۔

وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں

(۳۰) وَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ اُذِنَ لِيْ اَنْ اُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِنْ مَلٰٓئِكَةِ اللّٰهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ اِنَّ مَابَيْنَ شَحْمَةِ اُذُنَيْهِ اِلٰى عَاتِقَيْهِ مَسِيْرَةُ سَبْعِمِائَةِ عَامٍ. (رواه ابو دائود)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں عرش اٹھانے والوں میں سے ایک فرشتے کے متعلق تم کو بتلاؤں کہ اس کی کانوں کی لو اور گردن کے درمیان سات سو برس کی مسافت کی مقدار فاصلہ ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

دیدار الٰہی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام

(۳۱) وَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِجِبْرَئِیْلَ هَلْ رَأَیْتَ رَبَّکَ فَانْتَفَضَ جِبْرَائِیْلُ وَ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ بَیْنِی وَ بَیْنَهٗ سَبْعِیْنَ حِجَابًا مِنْ نُوْرٍ لَوْ دَنَوْتُ مِنْ بَعْضِهَا لَا حْتَرَقْتُ هٰکَذَا فِی الْمَصَابِیْحِ وَرَوَاهُ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ عَنْ اَنَسٍؓ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَذْکُرْ فَانْتَفَضَ جِبْرَئِیْلُ

ترجمہ: حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کیا تو نے اپنے رب کو دیکھا ہے جبریل کانپے اور فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نور کے ستر حجاب ہیں۔ اگر میں کسی ایک کے قریب پہنچ جاؤں تو جل جاؤں۔ مصابیح میں اسی طرح مروی ہے ابونعیم نے حلیہ میں اس روایت کو انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے لیکن یہ لفظ نہیں بیان کیے کہ فانتفض جبریل علیہ السلام۔

تشریح: ''سبعین حجابا'' یہ عدد تکثیر بتانے کے لیے ہے تحدید وتعیین کے لیے نہیں ہے' عدد کا انتخاب بھی شارع کی صوابدید پر ہے۔ ایک روایت میں ستر ہزار حجابات کا ذکر ہے' یہ بات یاد رہے کہ یہ پردے نور کے ہیں جو دیکھنے والوں کے لیے حجاب اور مانع ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے حجاب اور مانع نہیں ہیں کیونکہ محجوب مغلوب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ مغلوب نہیں تو محجوب نہیں بلکہ اللہ غالب ہے تو حاجب ہے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ذکر

(۳۲) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اِسْرَافِیْلَ مُنْذُ یَوْمِ خَلَقَهٗ صَافًا قَدَمَیْهِ لَا یَرْفَعُ بَصَرَهٗ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الرَّبِّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی سَبْعُوْنَ نُوْرًا مَامِنْهَا مِنْ نُوْرٍ یَدْنُوْا مِنْهُ اِلَّا احْتَرَقَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ صَحَّحَهٗ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے جب سے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو پیدا کیا اپنے پاؤں پر صف باندھے کھڑے ہیں اپنی نظر کو نہیں اٹھاتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اور ان کے درمیان نور کے ستر پردے ہیں اگر ان میں سے کسی ایک کے قریب ہوں جل اٹھیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس کو صحیح کہا ہے۔

تشریح: ''صافًا قدمیه'' یعنی جب سے حضرت اسرافیل علیہ السلام پیدا ہیں تب سے دونوں قدم صف بستہ کیے تیار کھڑے ہیں' ادھر ادھر نہیں دیکھتے بلکہ صور پر نظریں جمائے ہوئے ہیں کہ کب اللہ تعالیٰ کی طرف سے صور پھونکنے کا حکم ملے اور وہ اس پر عمل کریں' اس حدیث سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ فرشتوں میں کتنی بڑی اطاعت ہے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ قیامت کے قائم ہونے کا لمحہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوق سے کس قدر پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے انوارات وتجلیات قاہرہ کے قریب' مقرب فرشتہ بھی نہیں جا سکتا۔

انسان کی فضیلت

(۳۳) وَ عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَذُرِّیَّتَه قَالَتِ الْمَلٰئِکَةُ یَا رَبِّ خَلَقْتَهُمْ یَاکُلُوْنَ وَیَشْرَبُوْنَ وَ یَنْکِحُوْنَ وَ یَرْکَبُوْنَ فَاجْعَلْ لَهُمُ الدُّنْیَا وَلَنَا الْاٰخِرَةَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَا اَجْعَلُ مَنْ خَلَقْتَهٗ بِیَدَیَّ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِی کَمَنْ قُلْتُ لَهٗ کُنْ فَکَانَ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی اولاد کو پیدا کیا فرشتوں نے کہا اے رب تو نے ان کو پیدا کیا وہ کھاتے ہیں پیتے ہیں نکاح کرتے ہیں سوار ہوتے ہیں ان کے لیے دنیا رہنے دے اور ہمارے لیے آخرت کو بنا دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اپنی روح اس میں پھونکی ہے ایسی مخلوق کی طرح

نہیں کرسکتا جسے میں نے کہا ہو جا وہ ہو گیا۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں)

تشریح: ''قالت الملائکۃ'' فرشتوں نے کہا کہ دنیا میں بنی آدم نے مزے اڑائے' اس لیے ان کے لیے دنیا ہی مختص ہو جائے اور ہمارے لیے آخرت مختص ہو جائے تا کہ ہم ایک الگ جہان میں ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوں۔ ''قال اللہ'' اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جواب میں فرمایا کہ میں ایسا نہیں کروں گا' بنی آدم کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اس کی تخلیق میں کئی مرحلے لگے ہیں گویا کئی محنتیں اٹھانی پڑی ہیں اور تم کو تو صرف لفظ ''کن'' سے بنایا لہٰذا تم دونوں برابر نہیں ہو سکتے ہو! اس حدیث سے بنی آدم کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے' اسی وجہ سے اس کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے چونکہ فرشتے ایک معصوم مخلوق ہیں ان کو دوزخ کی سزا کا کوئی خطرہ نہیں ہے' ان کے مقابلہ میں انسان بیچارے سے دوزخ بھی تو بھرنی ہے' انسان امور تکلیفیہ اوامر ونواہی پر عمل کرنے کا کتنا مکلّف ہے۔ لہٰذا الغنم بالغرم و الخراج بالضمان کے اصول کے تحت انسان کا مقام فرشتوں سے ہر حال میں الگ تھلگ ہے' جمہور کا مسلک یہ ہے کہ عام مسلمان عام فرشتوں سے افضل ہیں اور خاص مسلمان خاص فرشتوں سے افضل ہیں' عام مسلمانوں سے کامل درجہ کے مسلمان مراد ہیں جیسے خلفاء راشدین' صحابہ کرام' علماء اور اولیاء ہیں' ہر کس و ناکس فرشتوں سے افضل نہیں ہے! اور خاص مسلمانوں سے انبیاء کرام مراد ہیں اور خاص فرشتوں سے جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل وغیرہ مراد ہیں۔

الفصل الثالث.... فرشتوں پر انسان کی فضیلت

(۳۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ بَعْضِ مَلَائِکَتِهٖ (رواہ ابن ماجة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن اللہ کے ہاں بعض فرشتوں سے مکرم ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح: ''المؤمن اکرم'' مؤمن سے کامل درجہ کے عام مؤمنین مراد ہیں اور بعض ملائکہ سے عام فرشتے مراد ہیں' شیخ محی السنۃ نے ولقد کرمنا بنی ادم کے تحت لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ عام مؤمنین عام فرشتوں سے افضل ہیں اور خاص مؤمنین خاص فرشتوں سے افضل ہیں' علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مؤمنین سے عام مؤمنین مراد ہیں اور فرشتوں سے بھی عام فرشتے مراد ہیں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام اقوال کے نقل کرنے کے بعد اپنا فیصلہ اس طرح سنایا ہے کہ: ''ولا یخفیٰ ان المراد بخواص المؤمنین الرسل والا نبیاء و بخواص الملائکۃ نحو جبریل ومیکائیل و اسرافیل و بعوام المؤمنین الکمل من الاولیاء کالخلفاء وسائر العلماء وبعوام الملائکۃ سائرھم وھذا التفصیل اولیٰ من اجمال بعضھم'' (مرقات' ج9 ص725)

مخلوقات کی پیدائش کے دن

(۳۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم بِیَدِیْ فَقَالَ خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ یَوْمَ السَّبْتِ وَخَلَقَ فِیْهَا الْجِبَالَ یَوْمَ الْاَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَخَلَقَ الْمَکْرُوْهَ یَوْمَ الثُّلٰثَاءِ وَخَلَقَ النُّوْرَیَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ وَبَثَّ فِیْهَاالدَّوَآبَّ یَوْمَ الْخَمِیْسِ وَخَلَقَ اٰدَمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مَنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فِیْ اٰخِرِ الْخَلْقِ وَاٰخِرِ سَاعَةٍ مِّنَ النَّهَارِ فِیْمَا بَیْنَ الْعَصْرِ اِلَی اللَّیْلِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اتوار کے دن اس میں پہاڑ پیدا کیے۔ درخت سوموار کے دن پیدا کیے بُری چیزیں منگل کے دن پیدا کیں نور بدھ کے دن پیدا کیا۔ جمعرات کے دن اس میں جانور پھیلائے۔ آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد آخری مخلوق اور دن کی آخری ساعت میں پیدا کیا عصر سے رات تک کے وقت میں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

زمین وآسمان کا ذکر

(۳۶) و عنہ قال بینما نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس واصحابہ اذاتی علیھم صحاب فقال نبی اللہ صلی اللہ

علیه وسلم هل تدرون ماهذا قالو الله و رسوله اعلم قال هذه العنان هذه روايا الارض يسوقها الله الى قوم لا يشكرونه ولا يعدونه ثم قال هل تدرون مافوقكم قالو الله و رسوله اعلم قال فانها الرقيع سقف محفوظ و موج مكفوف ثم قال هل تدرون مابينكم و بينها قالوا الله ورسوله اعلم قال بينكم و بينها خمسمائة عام ثم قال هل تدرون مافوق ذلك قالو الله و رسوله اعلم قال سمآء ان بعد ما بينهما خمسمائة سنة ثم قال كذلك حتى عدسبع سموت مابين كل سمائين مابين السمآء والارض ثم قال هل تدرون مافوق ذلك قالوا الله و رسوله اعلم قال ان فوق ذلك العرش و بينه و بين السمآء بعد ما بين السمائين ثم قال هل تدرون ما الذى تحتكم قالوا الله و رسوله اعلم قال انها الارض ثم قال هل تدرون ما تحت ذلك قالوا الله و رسوله اعلم قال ان تحتها ارضا اخرى بينهما مسيره خمسمائة سنة حتى عدسبع ارضين بين كل ارضين مسيرة خمسمائة سنة ثم قال والذى نفس محمد بيده لو انكم دليتم بحبل الى الارض السفلى لهبط على الله ثم قرا هو الاول والا خرو الظ/اهرو والباطن و هو بكل شيء عليم رواه احمد والترمذى وقال الترمذى قراء ة رسول الله صلى الله عليه وسلم الاية تدل على انه ازاد لهبط علىٰ علم الله و قدرته وسلطانه و علم الله و قدرته و سلطانه فى كل مكان وهو على العرش كما وصف نفسه فيكتابه

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے ایک بادل ان پر چھا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے فرمایا اس کا نام عنان ہے یہ زمین کے روایا ہیں (سیراب کرنے والے) ہیں اللہ تعالیٰ اس کو اس قوم کی طرف چلاتا ہے جو نہ شکر کرتے ہیں اور نہ اس کو پکارتے ہیں پھر فرمایا تم جانتے ہو تمہارے اوپر کیا ہے انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے فرمایا تمہارے اوپر رقیع ہے جو ایک محفوظ چھت ہے اور روکی ہوئی موج ہے۔ پھر فرمایا تم جانتے ہو تمہارے درمیان اور اس کے درمیان کس قدر فاصلہ ہے انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ فرمایا تمہارے اور اس کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے۔ پھر فرمایا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے فرمایا دو آسمان ہیں ان کا درمیانی فاصلہ پانچ سو برس کی مسافت ہے پھر اسی طرح بیان فرمایا یہاں تک کہ آپ نے سات آسمان گنے ہر دو آسمانوں کے درمیان اس قدر مسافت ہے جس قدر زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ پھر فرمایا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے فرمایا اس کے اوپر عرش ہے اس کے اور آسمان کے درمیان دو آسمانوں کی مقدار مسافت ہے۔ پھر فرمایا تم جانتے ہو تمہارے نیچے کیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے فرمایا زمین ہے۔ پھر فرمایا تم جانتے ہو اس کے نیچے کیا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ فرمایا اس کے نیچے ایک اور زمین ہے ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے یہاں تک کہ آپ نے سات زمینیں شمار کیں ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر تم ایک رسی نچلی زمین پر لٹکاؤ وہ اللہ کے علم پر پڑے۔ پھر یہ آیت پڑھی وہ اول ہے وہ آخر ہے وہ ظاہر ہے وہ باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے اور ترمذی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آیت پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ رسی کا پڑنا اللہ کے علم اس کی قدرت اور اس کے تصرف اور غلبہ پر ہے۔ اللہ کا علم اس کی قدرت اس کا تصرف ہر جگہ ہے اور وہ خود عرش پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں اس کو بیان فرمایا ہے۔

تشریح: ''العنان'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سحاب کا دوسرا نام بتایا جو العنان ہے پھر آپ نے اس کے کام کو بتایا کہ یہ ''روایا الارض'' ہے یہ روایۃ کی جمع ہے یہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے زمین کو پانی دیا جاتا ہے اس بادل کو روایا اس لیے کہا گیا کہ یہ بھی راویۃ اونٹ کی طرح پانی کھینچ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا ہے۔ ''لایشکرونہ'' یعنی یہ بادل ان لوگوں کی طرف بھی پانی منتقل کر کے لے جاتا ہے

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ اس طرح ناشکری کرتے ہیں کہ پانی کی نسبت غیر اللہ کی طرف کر دیتے ہیں، کبھی شرک میں پڑ کر غیر اللہ کو پکارتے ہیں کبھی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کے پیچھے دوڑنے لگتے ہیں ان معاصی کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان پر دانہ پانی بند کیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ کا سفرہ عام ہے، وہ رحمان ہے اور ربوبیت عامہ اور تربیت عام اس کے ہاتھ میں ہے وہ رب العالمین ہے اسی وجہ سے سب کو کھلا رہا ہے۔ ''الرقیع'' آسمان دنیا کا نام رقیع ہے اور یہی محفوظ چھت ہے جو گرنے سے محفوظ ہے۔ ''موج مکفوف'' یعنی یہ آسمان ایک زبردست موج ہے مگر گرنے سے محفوظ ہے، پانی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے مگر پانی بہتا نہیں، بند و محفوظ ہے گویا یہ آسمان ایک موج ہے جو ہوا میں معلق ہے۔ ''لھبط علی اللہ'' یعنی انسان کے بسنے والی زمین کے علاوہ نیچے چھ زمینیں اور ہیں جو اس طرح تہ بہ تہ ہیں کہ اگر اوپر سے کوئی شخص نیچے کی طرف رسی گرائے تو وہ سیدھی جا کر اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے گی، مطلب یہ ہے کہ جس طرح اوپر آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے اسی طرح نیچے بھی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کا علم ہے ایسا نہیں ہے کہ اوپر تو اللہ تعالیٰ کا حکم چل رہا ہو اور نیچے سفلیات میں کسی اور کا حکم نافذ ہو جو اللہ تعالیٰ کے اختیار سے باہر ہو، بعض علماء کہتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر آسمانوں میں معراج ہوئی اسی طرح نیچے ساتویں زمین میں سمندر کے نیچے حضرت یونس علیہ السلام کی معراج ہوئی۔ قرآن میں اسی عموم قدرت اور شمول لوہیت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ ''وھو اللہ فی السمآء الہ وفی الارض الہ''۔

حضرت آدم علیہ السلام کا قد

(۳۷) وَ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ كَانَ طُوْلُ اٰدَمَ سِتِّيْنَ ذِرَاعًا سَبْعَ اَذْرُعٍ عَرْضًا.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام کا طول ساٹھ ہاتھ اور عرض سات ہاتھ تھا۔

انبیاء علیہم السلام کی تعداد

(۳۸) وَ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاَنْبِیَآءِ كَانَ اَوَّلَ قَالَ اٰدَمُ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ نَبِیٌّ كَانَ قَالَ نَعَمْ نَبِیٌّ مُكَلَّمٌ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمِ الْمُرْسَلُوْنَ قَالَ ثَلٰثُمِائَةٍ وَ بِضْعَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِیْرًا وَ فِیْ رِوَایَةٍ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمْ وَفَاءُ عِدَّةِ الْاَنْبِیَاءِ قَالَ مِائَةُ اَلْفٍ وَ اَرْبَعَةٍ وَ عِشْرُوْنَ اَلْفًا الرُّسُلُ مِنْ ذٰلِكَ ثَلٰثُمِائَةٍ وَ خَمْسَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِیْرًا

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول سب سے پہلے نبی کون تھا فرمایا آدم۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول وہ نبی تھے فرمایا ہاں وہ نبی تھے ان سے کلام کیا گیا ہے میں نے کہا اللہ کے رسول کس قدر رسول آئے ہیں فرمایا تین سو اور کچھ اوپر دس ایک بہت بڑی جماعت۔ ابوامامہ کی ایک روایت میں ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے کہا انبیاء کل کتنے تھے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار ان میں تین سو پندرہ رسول تھے جو ایک بہت بڑی جماعت تھے۔

تشریح: ''ماۃ الف'' انبیاء کرام کی تعداد میں احتیاط سے کام لینا ضروری ہے، بعض حضرات کے نبی اور ولی ہونے میں اختلاف ہوا ہے تو حتمی عدد کے ذکر کرنے سے خطرہ ہے کہ کہیں کوئی غیر نبی، انبیاء کی صف میں داخل نہ ہو جائے اور کوئی واقعی نبی خارج نہ ہو جائے اس لیے انبیاء کی تعداد کے ساتھ کم و بیش کا لفظ لگا دینا چاہیے مثلاً کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار کہنا چاہیے حضرت خضر اور ذوالقرنین اور لقمان حکیم کے نبی ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے اس لیے احتیاط ضروری ہے۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

(۳۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَخْبَرَ مُوْسٰى بِمَاصَنَعَ قَوْمُهٗ فِى الْعِجْلِ فَلَمْ يُلْقِ الْاَلْوَاحَ فَلَمَّا عَايَنَ مَاصَنَعُوْا اَلْقَى الْاَلْوَاحَ فَانْكَسَرَتْ رَوَى الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ اَحْمَدُ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبر کسی چیز کے دیکھنے کی مانند نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو کچھ اس کی قوم نے بچھڑے وغیرہ کی عبادت کی بتلا دیا تھا لیکن انہوں نے تختیاں نہیں پھینکیں۔ جب آنکھوں سے دیکھ لیا جو انہوں نے کہا۔ تختیاں ڈال دیں وہ ٹوٹ گئیں۔ (تینوں حدیثوں کو احمد نے بیان کیا)

تشریح: ''لیس الخبر کالمعاینة'' یعنی اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ایک طبعی اثر ہوتا ہے ورنہ سچائی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے خبر دینے میں کیا شبہ ہو سکتا تھا مگر بوقت خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وہ اثر نہیں ہوا جو اثر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ہوا' اسی لیے کہا گیا ہے ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تحقیر و تذلیل و توہین کے لیے تختیاں نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کی غیرت کی بنیاد پر زور سے زمین پر رکھ دیں جس سے وہ ٹوٹ گئیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر معراج کے لیے گئے تھے وہاں آپ کو تختیوں پر لکھی ہوئی تورات مل گئی اور وہیں پر اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ آپ کی قوم کو سامری نے گوسالہ پرستی میں لگا کر گمراہ کر دیا وہاں اتنا غصہ نہیں آیا مگر جب خود مشاہدہ کیا تو غصہ کی شدت میں تورات کو زور سے زمین پر رکھ دیا جس سے اس کی تختیاں ٹوٹ گئیں۔

بَابُ سَيِّدُ الْمُرْسِلِيْنَ صلی الله علیه وسلم

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب کا بیان

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الفتن کے بعد موقع بموقع کتاب کے عنوان سے کئی مباحث ذکر کی ہیں اور یہاں انہوں نے کتاب الفضائل و الشمائل کا عنوان رکھا ہے' صاحب مشکوۃ نے یہاں باب فضائل سید المرسلین کا عنوان رکھا ہے میں نے کتاب الفتن کی ابتداء میں اس طرف اشارہ کیا تھا کہ بعض شارحین نے اعتراض کیا ہے کہ صاحب مشکوۃ نے کتاب الفتن کے عنوان کے تحت فضائل اور مناقب کو کیسے درج کیا ہے؟ وہاں یہ جواب دیا گیا تھا کہ جہاں تک فتن کی احادیث ہوں گی وہاں تک کتاب الفتن شامل ہے آگے فتن نہیں ہے بلکہ اس کے بعد فضائل شروع ہیں وہاں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ بعض شارحین کا کہنا ہے کہ یہاں کتاب المناقب کا عنوان تھا مگر کاتبین میں سے کسی نے کتاب الفضائل کے بجائے باب الفضائل لکھ دیا ہے بہر حال میں یہاں کتاب المناقب ہی کا عنوان رکھتا ہوں اس لیے کہ حدیث کی تمام کتابوں میں خواہ وہ سنن ہوں یا جوامع ہوں کتاب المناقب ہی کا عنوان رکھا گیا اور آئندہ تمام ابواب میں مناقب کا لفظ خود صاحب مشکوۃ نے بھی اختیار کیا ہے تو ان شاء اللہ کتاب المناقب کا عنوان بے جا نہیں ہوگا بلکہ بجا ہوگا' خاص کر جب علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الفضائل کا لفظ اختیار کیا ہے تو فضائل کے الفاظ کے بجائے ہمیں صرف المناقب کے لفظ کے اضافہ کی زحمت اٹھانی پڑے گی اللہ تعالیٰ اس تصرف میں مجھے معاف کرے کہیں بزرگوں کے حق میں سوء ادب نہ آئے! ادھر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرقات میں کتاب الفضائل کا عنوان رکھا ہے اور پھر لکھا ہے کہ اگرچہ اصل نسخوں میں یہ عنوان نہیں ہے لیکن ہم نے احادیث کی کتب صحاح اور سنن کے نقش قدم اور مباحث ابواب کے پیش نظر ایسا کیا ہے۔

''المناقب'' یہ جمع ہے اس کا مفرد منقبۃ ہے اخلاق حمیدہ اور افعال مرضیہ اور اوصاف عالیہ کمالیہ پر منقبت کا اطلاق ہوتا ہے یہاں سے آخر تک تمام احادیث میں یہی اوصاف بیان ہوں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب سے لے کر خلفاء راشدین اور تمام صحابہ و صحابیات' اہل بیت اور عشرہ مبشرہ اور مختلف قبائل اور اس امت کے مناقب تک تمام مناقب اس کتاب المناقب کے تحت آئیں گے اور پورا معاملہ آسان ہو جائے گا۔

الفصل الاول .... آنحضرت کا خاندانی و نسبی فضل و شرف

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْهُ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بنی آدم کے بہترین طبقوں میں پیدا کیا گیا ہوں ایک صدی کے بعد دوسری صدی گذرتی گئی۔ یہاں تک کہ میں اس صدی میں پیدا ہوا جس میں پیدا ہوا ہوں۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''قرون'' قرن کی جمع ہے اس کا اطلاق زمانے پر بھی ہوتا ہے اور انسانوں کے ایک طبقہ پر بھی ہوتا ہے' سوسال' چالیس سال اور اسّی (80) سال پر بھی قرن کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہاں مختلف زمانوں کے مختلف طبقے مراد ہیں' آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں انسانی طبقات میں بہترین طبقوں سے گذرتا ہوا آیا ہوں' جس طبقے میں میرے آباؤ اجداد تھے وہ بہترین طبقے تھے جن کی ذات اور خاندانی شرافت' وطنی عزت وعظمت' تہذیب اور سنجیدگی ومتانت' قوت فیصلہ اور جرأت وشجاعت مشہور ومعروف تھی اور وہ لوگ معاشرہ کے بہترین افراد شمار کیے جاتے تھے۔ علماء کا متفقہ فیصلہ ہے اور اس میں کسی کو کلام نہیں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے افضل آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام افضل ہیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقام ہے اس کے بعد پھر تفصیل میں کوئی تفصیل نہیں ہے البتہ اولوالعزم انبیاء کرام پانچ ہیں:

(1) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (2) حضرت ابراہیم علیہ السلام

(3) حضرت نوح علیہ السلام (4) حضرت موسیٰ علیہ السلام (5) حضرت عیسیٰ علیہ السلام

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدگی

(۲) وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِّنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل سے کنانہ کو چن لیا۔ کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنوہاشم کو چنا۔ اور بنوہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

حضرت ترمذی کی ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد سے اسماعیل کو چن لیا اور اسماعیل کی اولاد سے بنوکنانہ کو چن لیا۔

تشریح: ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ عدنان تک لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ اس سے زیادہ کا بیان کرنا صحیح نہیں ہے (یعنی اس میں اختلاف ہے) چنانچہ آپ نے فرمایا: ''**هو ابو القاسم محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبدمناف ابن قصي بن كلاب بن مرة بن كعب بن لوئى بن غالب بن فهر بن مالک بن نضر بن كنانه بن خزيمة بن مدركه بن الياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ولا يصح حفظ النسب فوق عدنان**''۔ (مرقات)

''من ولد ابراهيم'' ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک حضرت اسحاق علیہ السلام تھے انبیاء بنی اسرائیل کا سلسلہ انہیں سے چلا ہے دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کی اولاد میں آئے ہیں اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم درِّ یتیم نبی تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ کی اولاد میں قریش کو چنا اور قریش کی اولاد میں بنوہاشم کو چنا اور بنوہاشم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا اور آپ کو سید الاولین والآخرین بنایا۔

قیامت کے دن آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری

(۳) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ میں پہلا شخص ہوں گا جس سے قبر پھٹے گی اور میں پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا ہوں جس کی شفاعت قبول ہوگی۔ (مسلم)

تشریح: ''سید'' سید اس سردار کو کہتے ہیں جو اپنی قوم پر تمام صفات حمیدہ میں سبقت لے گیا ہو۔''یوم القیامۃ'' اس سرداری کو قیامت کے دن کے ساتھ اس لیے مقید کیا گیا کہ کمال سرداری کا ظہور انسانوں پر تب ہوگا کہ سارے انسان ایک جگہ جمع ہو جائیں اور وہ قیامت میں جمع ہوں گے لہٰذا سرداری کی تکمیل قیامت میں ہوگی۔

امت محمدیہ کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی

(۴) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ تَبَعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب نبیوں سے بڑھ کر میرے تابعدار ہوں گے اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: قیامت کے دن اُمت محمدیہ کی تعداد کی اکثریت کے بارے میں پہلے ایک حدیث میں گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کی تمام اہل جنت کی مجموعی تعداد کا دو تہائی حصہ ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کی اتباع اور پیروی کرنے والوں کی کثرت' اس شخص کی فضیلت و برتری کا باعث بنتی ہے' اسی لئے کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مرتبہ زیادہ بلند ہے کیونکہ ائمہ فقہ میں سے ان ہی کا مسلک زیادہ رائج ہے اور مسلمانوں کی اکثریت اسلام کے فروعی احکام میں ان ہی کی پیروکار ہے' اسی طرح قاریوں میں امام عاصمؒ کا مرتبہ بلندتر ہے کیونکہ فن تجوید و قرأت میں ان کے پیروکار زیادہ ہیں۔

جنت کا دروازہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کھولا جائے گا

(۵) وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اٰتِیْ بَابَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاَسْتَفْتِحُ فَیَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَیَقُوْلُ بِکَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَکَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں جنت کے دروازہ کے پاس آؤں گا اور اس کو کھلواؤں گا۔ خازن کہے گا تو کون ہے میں کہوں گا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں وہ کہے گا مجھے اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نہ کھولوں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے

(۶) وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَا اَوَّلُ شَفِیْعٍ فِی الْجَنَّۃِ لَمْ یُصَدَّقْ نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ مَاصُدِّقْتُ وَاِنَّ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ نَبِیًّا مَا صَدَّقَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں پہلا سفارش کرنے والا ہوں جس قدر میری تصدیق کی گئی ہے کسی نبی کی تصدیق نہیں کی گئی۔ ایک نبی ایسا بھی گذرا ہے جس کی امت میں سے صرف ایک آدمی نے اس کی تصدیق کی ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''فی الجنۃ'' یہاں فی کا حرف تعلیل کے لیے ہے ای اول شفیع لاجل الجنۃ ای لدخولھا. ''ماصدقت'' یہاں ما مصدریہ ہے ای مقدار تصدیقی یعنی جتنی تصدیق میری کی گئی اتنی کسی نبی کی نہیں کی گئی' اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ باقی انبیاء کے معجزات وقتی تھے جب نبی دنیا سے اٹھ جاتا تو اس کے بعد ہدایت کا سامان نہیں رہتا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا معجزہ دیا گیا ہے جو قیامت تک برقرار رہے گا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے زیادہ ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں

(۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ کَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْیَانُهٗ تُرِکَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْیَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْکَ اللَّبِنَةِ فَکُنْتُ اَنَا سَدَدْتُّ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ .وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور انبیاء کی مثال اس طرح سمجھو کہ ایک محل ہے جس کی تعمیر نہایت عمدہ ہے ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔ دیکھنے والے اس کے گرد گھومتے ہیں اس کی عمدہ تعمیر سے تعجب ہوتے ہیں مگر اس ایک اینٹ کی جگہ کی کمی محسوس کرتے ہیں۔ میں نے اس اینٹ کی جگہ پُر کر دی ہے میرے ساتھ عمارت مکمل کر دی گئی ہے اور میرے ساتھ رسول ختم کر دیئے گئے ہیں۔ ایک روایت میں ہے وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ (متفق علیہ)

سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم

(۸) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا قَدْ اُعْطِیَ مِنَ الْاٰیَاتِ مَامِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ وَحْیًا اَوْحَی اللّٰهُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیغمبروں میں کوئی ایسا نبی نہیں مگر اس کو اسی قدر معجزات دیئے گئے ہیں جس قدر اس پر لوگ ایمان لائے۔ میں جو دیا گیا ہوں وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن سب نبیوں سے زیادہ میرے تابعدار ہوں گے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''من نبی'' یہاں لفظ ''من'' زائد ہے جس کو علامہ روح المعانی رحمۃ اللہ علیہ سیف خطیب کے نام سے یاد کرتے ہیں تاکہ ادب برقرار ہو اور بے ادبی نہ ہو کیونکہ خطیب کی تلوار دیکھنے کو تو تلوار ہے مگر کام کی تلوار نہیں اسی طرح یہ حرف ہے۔

''من الایات'' آیات سے معجزات مراد ہیں یعنی ہر نبی کو اس کے دعویٰ نبوت کے اثبات کے لیے اللہ تعالیٰ نے مافوق العادۃ معجزات عطا فرمائے ہیں۔ ''مامثله'' ما موصولہ ہے جو المقدار الذی کے معنی ہے اس کے بعد مثلہ مبتدا ہے اور امن علیه البشر اس کی خبر ہے مبتداء اور خبر مل کر صلہ ہے موصول کا موصول اپنے صلہ سے ملکر اعطی کے لیے مفعول ثانی ہے تقدیر عبارت یوں ہے یعنی **لیس نبی من الانبیاء الاقد اعطاه الله تعالیٰ من المعجزات الدالة علی نبوته المقدار الذی من صفة انه اذا شوهد اضطر الشاهد الی الایمان به** (مرقات بتغییر یسیر)

حدیث کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام کو اتنی ہی مقدار میں معجزات دیئے ہیں جتنی پر لوگ صرف ایمان لائے ہیں یعنی وہ معجزات پائیدار اور دائمی نہیں تھے بلکہ جب لوگوں نے دیکھا اور اس پر ایمان لے آئے تو معجزہ ختم ہو گیا یا زیادہ سے زیادہ اس نبی کی زندگی تک وہ معجزہ باقی رہا جیسے ید بیضا' عصائے موسیٰ' دم عیسیٰ' اور ناقۂ صالح وغیرہ یہ معجزات ان انبیاء کرام کی دنیا میں موجودگی تک باقی تھے پھر ختم ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ پڑھی جانی والی وحی ہے جو قرآن کریم کی صورت میں ہے یہ معجزہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے بلکہ دائمی معجزہ ہے اس پر لوگ ایمان لائیں گے لہٰذا میرے متبعین اور میری امت کے لوگ سب سے زیادہ ہوں گے کیونکہ دعوت بھی عام ہے' معجزہ بھی زندہ تابندہ کتاب اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے معجزات زمانہ کے مطابق ہر نبی کو عطا فرمائے ہیں' جس نبی کے زمانہ میں معاشرہ اور ماحول پر جو چیز حاوی اور قابض ہوتی تھی اسی کے توڑنے کے لیے نبی کو معجزہ دیا جاتا تھا' چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا چرچا تھا تو آپ کے معجزات ید بیضا اور عصاء نے اس کو توڑ ڈالا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا بڑا زور تھا تو آپ کو احیاء اموات وغیرہ کا معجزہ دیا گیا جس نے طب کو عاجز کر دیا' حضرت صالح علیہ السلام کے زمانہ میں پورا نظام پتھروں کی تراش خراش پر قائم تھا ان کو معجزہ بھی ایک چٹان سے پیدا شدہ اونٹنی کی شکل میں دیا گیا' آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عربیت اور اس کی عالمی فصاحت و بلاغت آسمان عروج پر پہنچ چکی تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن عظیم کی شکل میں وہ فصیح و بلیغ کتاب عطا فرمائی جس نے فصحائے عرب کی فصاحت کے اونچے اونچے برج گرا کر زمین بوس کر دیئے کفار قریش جو فصاحت و بلاغت کے عالمی دعویدار تھے قرآن پاک کی چھوٹی سی سورت کا مقابلہ نہ کر سکے' قرآن نے ان کو ایک بار نہیں کئی بار مقابلہ کا چیلنج کیا مگر وہ زبانی مقابلہ نہ کر سکے! اور میدانوں میں اتر کر تلواروں کا مقابلہ کیا' گردنیں کٹوا دیں اور عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنا دیا مگر زبانی مقابلہ نہ کر سکے! یہ اس بات کی واضح دلیل تھی کہ یہ انسان کا بنایا ہوا کلام نہیں بلکہ رب العالمین کا کلام ہے جس کی نظیر لانے سے انسان عاجز ہے' چنانچہ فصحاء عرب کے پاس وہ حروف فصاحت و بلاغت اور مادری زبان کے تمام اسباب موجود تھے مگر پھر بھی اس طرح اک کلام نہ لا سکے اسی تناظر میں کسی نے کہا:

ماتحد اکم به خیر الانام رکب مماتر کبوا الکلام

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کلام سے تمہیں چیلنج کیا ہے وہ کلام انہیں حروف سے بنا ہے جس سے تم کلام بناتے ہو۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورت کوثر کی ایک آیت (انا اعطیناک الکوثر) لکھ کر بیت اللہ کے پردے پر لٹکا دی اور چیلنج کیا کہ اس کے ساتھ ایسا مناسب کلام لا کر لکھ دیا جائے کہ لفظی اور معنوی اعتبار سے مقصود حاصل ہو جائے۔ فصحائے عرب کے ایک بوڑھے نے بہت سوچ و بچار کے بعد اعتراف شکست کرتے ہوئے کہا ''واللہ ماھذا قول البشر'' بوڑھے نے اعتراف حقیقت کرتے ہوئے لفاظی تو کی مگر معنوی اعتبار سے سورت کوثر کی حقیقت کو سوچ بھی نہ سکا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص

(۹) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اُعْطِیْتُ خَمْسًالَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ وَّجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًاوَّطُهُوْرًا فَاَیُّمَارَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْیُصَلِّ وَ اُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پانچ خصلتیں دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئیں۔ ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میں مدد کیا گیا ہوں۔ میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی ہے۔ میری امت میں سے جس پر نماز کا وقت آجائے وہ نماز پڑھ لے۔ میرے لیے غنائم حلال کر دی گئیں مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوئی۔ مجھے شفاعت کا حق دیا ہے اور پہلے نبی کسی خاص ایک قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ (متفق علیہ)

(۱۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًاوَّطُهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ باتوں کی مجھ کو دوسرے انبیاء پر فضیلت حاصل ہے میں جوامع الکلم دیا گیا ہوں۔ رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ غنائم میرے لیے حلال کر دی گئیں ہیں۔ زمین میرے لیے مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی ہے میں سب لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں میرے ساتھ انبیاء ختم کیے گئے ہیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خزانوں کی کنجیاں

(۱۱) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَیْنَا اَنَانَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدِیْ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔ دشمنوں کے دل میں رعب ڈالنے کے ساتھ میں فتح دیا گیا ہوں۔ ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: "خزائن الارض" یعنی دنیا کے خزانوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں رکھ دیں اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ یہ سارے علاقے فتح ہوں گے میرے متبعین صحابہ اور تابعین ان علاقوں کو فتح کر کے خزانے حاصل کریں گے یا مطلب یہ ہے کہ ان مفتوحہ علاقوں کے معدنیات ان کو ملیں گے چنانچہ یہ پیش گوئی سچی ثابت ہوئی اور مشرق و مغرب کے اکثر علاقے دور عمر رضی اللہ عنہ اور دور عثمان رضی اللہ عنہ میں اور اس کے بعد تابعین کے خلفاء کے ہاتھوں میں آ گئے آج بھی معدنیات کے اکثر خزانے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں اور اگر مسلمان حکمران جہاد کریں تو سارے خزانے ان کے ہاتھ میں آ جائیں گے اور یہ مشرق و مغرب بلکہ پوری دنیا کے مالک بن جائیں گے۔ آنے والی روایت اور دیگر چند روایات کی تشریح و توضیح بھی اسی طرح ہے۔

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں خصوصی عنایات ربانی

(۱۲) وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَازُوِیَ لِیْ مِنْھَا وَاُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ وَاِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ اَنْ لَّا یُھْلِکَھَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَاَنْ لَّا یُسَلِّطَ عَلَیْھِمْ عَدُوًّا مِّنْ سِوٰی اَنْفُسِھِمْ فَیَسْتَبِیْحَ بَیْضَتَھُمْ وَاِنَّ رَبِّیْ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اِذَا قَضَیْتُ قَضَاءً فَاِنَّہٗ لَا یُرَدُّ وَاِنِّیْ اَعْطَیْتُکَ لِاُمَّتِکَ اَنْ لَّا اُھْلِکَھُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَاَنْ لَّا اُسَلِّطَ عَلَیْھِمْ عَدُوًّا مِّنْ سِوٰی اَنْفُسِھِمْ فَیَسْتَبِیْحَ بَیْضَتَھُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَیْھِمْ مَّنْ بِاَقْطَارِھَا حَتّٰی یَکُوْنَ بَعْضُھُمْ یُھْلِکُ بَعْضًا وَیَسْبِیْ بَعْضُھُمْ بَعْضًا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹا میں نے اس کے مشرق و مغرب دیکھ لیے میری امت کی بادشاہت وہاں تک پہنچ جائے گی جس قدر میرے لیے زمین سمیٹی گئی ہے مجھے دو خزانے سرخ و سفید عطا کیے گئے ہیں میں نے اپنے رب سے سوال کیا تھا کہ میری امت کو عام قحط سے ہلاک نہ کرے اور مسلمانوں کے سوا کوئی ایسا دشمن ان پر مسلط نہ کرے جو ان کے جمع ہونے کی جگہ لے لے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب میں کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں وہ رد نہیں کیا جاسکتا میں نے تیری امت کو یہ بات عطا کر دی ہے کہ عام قحط سے ان کو ہلاک نہیں کروں گا اور ان پر ان کے سوا کوئی دشمن مسلط نہیں کروں گا جو ان کی جمع ہونے کی جگہ لے لے اگرچہ تمام روئے زمین کے لوگ ان پر جمع ہو جائیں یہاں تک کہ وہ خود ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور ایک دوسرے کو قید کریں گے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "زوی" سکیڑنے اور جمع کرنے کے معنی میں ہے۔ زمین کے اس سکیڑنے اور مشرق و مغرب دکھانے سے مراد وہی فتوحات ہیں سرخ و سفید خزانوں سے مراد سونا اور چاندی ہے۔ "سنة عامة" عام قحط اور عام خشک سالی مراد ہے جس سے پوری امت کی جڑ اکھڑ کر تباہ ہو جائے ایسا نہیں ہوگا۔ "فیستبیح" اس سے مباح کرنا حلال سمجھنا اور کنٹرول کر کے تباہ کرنا مراد ہے۔ "بیضتھم" بیضہ مرکزی مقام کو کہتے ہیں مرکزیت و اجتماعیت اور انتظامی و ملی نظام مراد ہے کہ اس کو کوئی دشمن پارہ پارہ نہیں کر سکے گا۔ "ولو اجتمع" اس میں لو وصلیہ ہے۔ "باقطارھا" یہ جمع ہے اس کا مفرد قطر ہے اس سے اطراف و جوانب مراد ہیں اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی حفاظت اور امن و سلامتی کے لیے دو چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ ایک یہ ہے کہ عام فاقہ کشی اور خشک سالی و قحط سے اس امت کو ہلاک نہیں کریں گے۔ دوم یہ کہ دشمنان اسلام کو ان پر اس طرح مسلط نہیں کریں گے جو ان کی مرکزیت اور اساس سلطنت کو جڑ سے اکھیڑ دیں اگرچہ پوری دنیا کے دشمنان اکٹھے ہو جائیں۔ ہاں اگر آپس میں لڑیں اور پھر باہر سے دشمن آ کر ان کے مرکز کو ختم کر دے وہ الگ بات ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کو آپس کا اختلاف اور نفاق وہ نقصان پہنچاتا ہے جو پوری دنیا کے کفار نہیں پہنچا سکتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا جو اپنی امت کے حق میں قبول نہیں ہوئی

(۱۳) وَعَنْ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ بِمَسْجِدِ بَنِیْ مُعَاوِیَةَ دَخَلَ فَرَکَعَ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ وَصَلَّیْنَا مَعَہٗ وَدَعَا رَبَّہٗ طَوِیْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ سَاَلْتُ رَبِّیْ ثَلٰثًا فَاَعْطَانِیْ ثِنْتَیْنِ وَمَنَعَنِیْ وَاحِدَةً سَاَلْتُ رَبِّیْ اَنْ لَّا یُھْلِکَ اُمَّتِیْ

بِالسَّنَةِ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَأَلْتُ اَنْ لَّا يُهْلِكَ اُمَّتِيْ بِالْغَرَقِ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَأَلْتُهُ اَنْ لَّا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيْهَا (مسلم)

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو معاویہ کی مسجد کے پاس سے گذرے اس میں گئے اور دو رکعت نفل پڑھے، ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت پڑھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پھرے فرمایا۔ تین باتوں کا میں نے اپنے رب سے سوال کیا تھا دو باتیں اللہ تعالیٰ نے منظور کر لی ہیں اور ایک منظور نہیں کی۔ میں نے اپنے رب سے سوال کیا تھا کہ میری امت کو قحط سے ہلاک نہ کرے یہ اس نے مجھے عطا کر دی ہے اور میں نے سوال کیا تھا میری امت کو غرق نہ کرے یہ بات بھی اس نے منظور کر لی ہے۔ میں نے سوال کیا تھا کہ وہ آپس میں لڑائی نہ کریں اس بات کو اللہ تعالیٰ نے روک لیا ہے۔

تورات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا ذکر

(۱۴) وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قُلْتُ اَخْبِرْنِيْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فِي التَّوْرٰةِ قَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنَّهُ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرٰةِ بِبَعْضِ صِفَتِهٖ فِي الْقُرْاٰنِ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَحِرْزًا لِّلْاُمِّيِّيْنَ اَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَّقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِاَنْ يَّقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحَ بِهَا اَعْيُنًا عُمْيًا وَّاٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عطا ابن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ملا۔ میں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صفت بیان کریں جو تورات میں ہے۔ فرمایا اللہ کی قسم تورات میں ان کی صفت موجود ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ اے نبی ہم نے تجھ کو امت پر شاہد بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تو امیوں کی جائے پناہ ہے تو میرا بندہ اور رسول ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے تو بدخو سخت گو اور بازاروں میں غل مچانے والا نہیں ہے تو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا بلکہ معاف کر دیتا ہے اور بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس نبی کو اس وقت تک نہیں مارے گا یہاں تک کہ اس کے سبب گمراہ قوم کو سیدھا کر دے کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں اور اس کلمہ طیبہ کے ساتھ اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور ایسے دلوں کو کھول دے جو پردے میں ہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ دارمی نے عطاء عن ابی سلام سے روایت کیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں نحن الآخرون باب الجمعه میں گذر چکی ہے۔

تشریح: ''حرزًا'' محافظ کے معنی میں ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عرب کے لیے پناہ گاہ بنایا، مضبوط بنایا جس میں شیطان کے اغوا یا عجم کے غلبہ سے عرب لوگ محفوظ رہیں گے۔

''لیس بفظ'' بداخلاق کے معنی میں ہے ای لیس بسئ الخلق او القول. ''ولا غلیظ'' سخت دل اور غلیظ القلب کا معنی لینا زیادہ اچھا ہے'' ولو کنت فظا غلیظ القلب'' کی طرف اشارہ ہے۔ ''ولا سخاب'' بازاروں میں بداخلاقی کی وجہ سے چیخنے چلّانے کے معنی میں ہے، اس میں ''فبما رحمة من الله لنت لهم'' کی طرف اشارہ ہے۔ ''الملة العوجاء'' ملت ابراہیمی کی وہ صورت مراد ہے جس کو مشرکین مکہ نے ٹیڑھا بنا دیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سیدھا کیا اور دین اسلام کی شکل میں پیش فرما دیا۔ والحمدلله علی ذلک.

الفصل الثاني... مسلمانوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تین دعائیں

(۱۵) عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم صَلٰوةً فَاَطَالَهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّيْتَ صَلٰوةً لَمْ تَكُنْ تُصَلِّيْهَا قَالَ اَجَلْ اِنَّهَا صَلٰوةُ رَغْبَةٍ وَرَهْبَةٍ وَاِنِّيْ سَأَلْتُ اللّٰهَ فِيْهَا ثَلٰثًا فَاَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِيْ وَاحِدَةً سَأَلْتُهُ اَنْ لَّا يُهْلِكَ اُمَّتِيْ بِسَنَةٍ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَأَلْتُهُ اَنْ لَّا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَاَعْطَنِيْهَا وَسَأَلْتُهُ

اَنْ لَّا یُذِیْقَ بَعْضَھُمْ بَاسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِیْھَا. (رواہ الترمذی و النسائی)

ترجمہ: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک مرتبہ نماز پڑھائی اسے معمول سے کچھ زیادہ لمبا کر دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ہے عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی نماز نہیں پڑھاتے فرمایا ہاں اس واسطے کہ یہ نماز امید اور ڈر کی تھی میں نے اللہ تعالیٰ سے تین باتوں کا سوال کیا تھا دو مجھ کو عطا کر دی ہیں اور ایک مجھ سے روک لی ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ میری امت کو قحط سے ہلاک نہ کرے مجھ کو یہ بات عطا کر دی ہے میں نے اس سے سوال کیا تھا کہ ان پر ان کے سوا کوئی اور دشمن مسلط نہ کرے یہ بھی مجھ کو عطا کر دی ہے۔ میں نے اس سے سوال کیا تھا کہ ان کے بعض کو بعض کا عذاب نہ چکھائے یہ بات مجھ سے روک لی گئی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے)

مسلمان تین چیزوں سے محفوظ رکھے گئے ہیں

(۱۶) وَعَنْ اَبِیْ مَالِکِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَجَارَکُمْ مِنْ ثَلَاثِ خَلَالٍ اَنْ لَّا یَدْعُوْعَلَیْکُمْ نَبِیُّکُمْ فَتَھْلِکُوْا جَمِیْعًا وَ اَنْ لَّا یَظْھَرَ اَھْلُ الْبَاطِلِ عَلٰی اَھْلِ الْحَقِّ وَ اَنْ لَا تَجْتَمِعُوْا عَلٰی ضَلٰلَۃٍ (رواہ ابو دائود)

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں سے تم کو بچایا ہے۔ تمہارا نبی تم پر بددعا نہیں کرے گا کہ تم سب ہلاک ہو جاؤ۔ اہل حق پر اہل باطل غالب نہیں آسکیں گے۔ اور تم سب گمراہی پر جمع نہیں ہو گے۔ (ابوداؤد)

مسلمان آپس کے افتراق و انتشار کے باوجود اپنے مشترکہ دشمن کیخلاف متحد ہوں

(۱۷) وَ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَنْ یَّجْمَعَ اللّٰہُ عَلٰی ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ سَیْفَیْنِ سَیْفًا مِنْھَا وَ سَیْفًا مِنْ عَدُوِّھَا. (رواہ ابو دائود)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس امت پر دو تلواریں جمع نہیں کرے گا کہ ایک تلوار اس کی ہو اور ایک اس کے دشمن کی۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''سیفین'' یعنی بیک وقت اس امت پر دو تلواریں اکٹھی نہیں ہوں گی' اگر دشمن سے جنگ اور جہاد فی سبیل اللہ ہوگا تو آپس میں جنگ نہیں ہوگی (ہاں اگر منافقین کی ایک جماعت کفار سے مل گئی تو پھر دو تلواریں جمع ہوں گی) اور اگر دشمن سے جنگ اور جہاد نہیں ہوگا تو پھر آپس میں لڑیں گے جیسے ایک جاہلی شاعر نے کہا:

واحیانًا علی بکرا خینا　　اذا مالم تجد الااخانا

اس حدیث سے مسلمانوں کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ جہاد مقدس کو ہمیشہ زندہ اور جاری رکھنا چاہئے ورنہ آپس میں لڑیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسلی و نسبی فضیلت

(۱۸) وَعَنِ الْعَبَّاسِ ؓ اَنَّہٗ جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَکَاَنَّہٗ سَمِعَ شَیْئًا فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ ھِمْ ثُمَّ جَعَلَھُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ فِرْقَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ ھِمْ قَبِیْلَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ بَیْتًا فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَ خَیْرُھُمْ بَیْتًا. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا گویا کہ عباس رضی اللہ عنہ نے دشمنوں کا

کوئی طعن سن رکھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے فرمایا میں کون ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا مجھ کو بہترین خلقت میں پیدا کیا پھر ان کے دو گروہ بنا دیئے مجھ کو ان کے بہترین فرقہ میں کیا پھر ان کو قبائل میں تقسیم کر دیا مجھ کو بہترین قبیلہ میں کر دیا۔ پھر ان کے گھرانے بنائے مجھ کو بہترین گھرانے میں پیدا کیا میں بہترین ذات کا اور بہترین حسب والا ہوں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''الخلق'' خلق سے یہاں انسان اور جنات مراد ہیں۔ ''خیر ھم'' یعنی جنات اور انسان میں سے مجھے بہتر مخلوق میں پیدا کیا جو انسان ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسان جنات سے افضل ہیں۔ ''فرقتین'' دو فرقوں سے انسانوں کے دو فرقے عجم اور عرب مراد ہیں۔ ''فی خیر ھم'' اس بہتر فرقے سے مراد عرب ہیں معلوم ہوا عرب عجم سے افضل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہے کسی نے اپنے ذوق کے مطابق کہا:

دہ عاشقئی بدہ دستور ھمین پہ یویم ناز دہ ٹولو خلقو اوڑمہ

''جعلھم'' یعنی عرب کو اللہ تعالیٰ نے قبائل در قبائل تقسیم فرمایا۔ ''بیتا'' یعنی مختلف گھرانے بنائے۔ ''بیتا'' یعنی مجھے سب سے عمدہ اور بہتر گھرانے میں پیدا فرمایا جو بنو ہاشم کا گھرانہ ہے لہٰذا میں نسب حسب میں سب سے اعلیٰ و ارفع ہوں تو میرا چچا عباس بھی نسلی اور نسبی اعتبار یہ سب سے زیادہ عمدہ ہیں۔ تقسیم قبائل میں یہاں چند الفاظ بھی ملاحظہ ہوں۔ (1) شعوب یہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ (2) پھر قبائل۔ (3) پھر عمار۔ (4) پھر بطن۔ (5) پھر فخذ۔ (6) پھر فصیلہ۔ چنانچہ خزیمہ شعب ہے' کنانہ قبیلہ ہے' قریش عمارہ ہے' قصی بطن ہے' بنو ہاشم فخذ ہے اور بنو عباس فصیلہ ہے۔

(۱۹) وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَ الْجَسَدِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول نبوت آپ کے لیے کس وقت ثابت ہوئی۔ آپ نے فرمایا آدم اس وقت روح اور بدن کے درمیان تھے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''متی وجبت'' سائل نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! کب سے آپ کی نبوت شروع ہوگئی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس وقت نبی بن چکا تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی تک جسم اور روح کے درمیان تھے یعنی ابھی ان کے جسم میں روح نہیں ڈالی گئی تھی۔

سوال:۔ یہاں ایک گہرا سوال ہے' وہ یہ ہے کہ دنیا میں ظہور کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں ظہور پذیر ہوئے ہیں اور نبوت کا منصب جب انبیاء کرام کو عطا ہو رہا تھا تو اس وقت عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام کو ایک ساتھ نبی بنایا گیا تھا تو یہاں اس حدیث میں اس جملہ کا کیا مطلب ہے کہ میں نبی تھا اور آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے یعنی پیدائش کے مراحل میں تھے؟

جواب:۔ اس سوال کا جواب اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عالم ارواح میں نبوت تو سب کو ایک ساتھ ملی لیکن نبوت کے انوارات اور اس کی برکات و تجلیات کے پڑنے کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عالم ارواح میں اس وقت شروع ہوا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام اس وقت پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے' اس اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افاضۂ برکات نبوت میں سب سے اول نبی ہیں اور نبوت کے ظہور کے اعتبار سے آپ سب سے آخری نبی ہیں' اسی اعتبار سے بعض روایات میں ہے کہ ہر نبی نے اپنے اپنے زمانہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نبوت سے استفادہ کیا ہے' علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اسی حقیقت کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں:

وکل آی أتی الرسل الکرام بھا فانما اتصلت من نورہ بھم

''منجدل'' یعنی زمین پر پچھاڑا ہوا پڑا تھا' اس سے زمین پر بے جان پڑا رہنا مراد ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ختم نبوت

(۲۰) وَ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَنَّهٗ قَالَ اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰهِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَ اِنَّ اٰدَمَ الْمُنْجَدِلُ فِیْ طِیْنَتِهٖ وَ سَاُخْبِرُکُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِیْمَ وَ بَشَارَةُ عِیْسٰی وَ رُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَاَتْ حِیْنَ وَ ضَعَتْنِیْ وَ قَدْ خَرَجَ

لَهَا نُوْرٌ اَضَآءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَ رَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ مِنْ قَوْلِهٖ سَاُخْبِرُکُمْ اِلٰی اٰخِرِهٖ

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ہاں میں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جبکہ آدم اپنی گوندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے۔ میں تم کو اپنے امر کی ابتداء بتلاتا ہوں کہ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا خواب ہوں کہ جب میں پیدا ہوا انہوں نے دیکھا کہ ایک نور ان سے نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں اور روایت کیا اس کو احمد نے ابوامامہ سے ساخبرکم سے آخر تک۔

تشریح: ''رأت'' اس سے خواب کی حالت بھی مراد لی جاسکتی ہے' مطلب یہ ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے کچھ پہلے حضرت آمنہ نے خواب میں ایک فرشتہ دیکھا تھا جو کہہ رہا تھا کہ تم کہہ دو کہ میں اس بچہ کو (جو میرے پیٹ میں ہے) ہر حسد کرنے والے کے شر سے خدا کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اور اس جملہ سے بیداری کی حالت بھی مراد لی جاسکتی ہے' اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت آمنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت بیداری کی حالت میں اپنے جسم سے ایک نور جدا ہوتا ہوا دیکھا جس نے شام کے محلات کو روشن کیا' اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ پیدا ہونے والا یہ نونہال آئندہ ان علاقوں کو فتح کرے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص

(۲۱) وَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا فَخْرَ وَ بِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَ مَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ وَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر نہیں ہے میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور کوئی فخر نہیں ہے آدم اور ان کے علاوہ سب نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں پہلا ہوں گا جس سے قبر پھٹے گی اور میں کوئی فخر کی بات نہیں کر رہا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیب ہیں

(۲۲) و عن عبداللہ ابن عباس قال جلس ناس من اصححاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرج حتی اذا دنا منھم سمعھم یدذاکرون قال بعضھم ان اللہ اتخد ابراھیم خلیلا و قال اخر موسیٰ کلمہ تکلیما و قال اخر فعیسی کلمة اللہ و روحہ و قال اخر آدم اصطفاہ اللہ فخرج علیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قال قد سمعت کلامکم و عجبکم ان ابراھیم خلیل اللہ و ھو کذالک و موسیٰ نجی اللہ و ھو کذلک و عیسیٰ روح اللہ و کلمتہ و ھو کذلک و آدم اصطفاہ اللہ وھو کذلک الا و انا حبیب اللہ و لا خر و انا حامل لواء الحمد یوم القیمة تحتہ ادم فمن دونہ ولا فخر وانا اول شافع والول مشفع یوم القیمة ولا فخر و انا اول من یحرک حلق الجنة فیفتح للہ فی فید خلیھا و معی فقراء المومنین ولا فخر وانا اکرم الاولین والاخرین علی اللہ ولا فخر. (رواہ الترمذی والدارمی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے آپ باہر تشریف لائے ان کے نزدیک ہوئے سنا کہ وہ آپس میں باتیں کر رہے ہیں ایک کہہ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ دوسرا کہہ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ ایک کہہ رہا ہے عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ ایک نے کہا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر نکلے اور فرمایا جو کچھ تم نے کہا ہے میں نے سن لیا ہے اور تم تعجب کا اظہار کر رہے تھے کہ ابراہیم خلیل علیہ السلام ہیں یہ درست ہے اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرنے والے ہیں یہ بھی

درست ہے اور عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں یہ بھی ٹھیک ہے اور آدم کو اللہ نے چن لیا۔ خبر دار میں اللہ کا حبیب ہوں اور فخر سے نہیں کہتا قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور فخر سے نہیں کہتا آدم علیہ السلام اور دوسرے نبی اس کے نیچے ہوں گے میں پہلا سفارش کرنے والا ہوں اور پہلا ہوں جس کی سفارش قبول کی گئی ہے اور فخر سے نہیں کہتا اور میں پہلا ہوں جو جنت کے حلقے ہلاؤں گا۔ میرے لیے وہ کھولا جائے گا اللہ تعالیٰ مجھ کو اس میں داخل فرمائے گا میرے ساتھ فقراء مومن ہوں گے اور کوئی فخر نہیں ہے میں اگلوں اور پچھلوں میں سے اللہ کے نزدیک معزز ترین ہوں کوئی فخر نہیں ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے)

تشریح: "انا حبیب الله" حبیب اللہ کی یہ صفت تمام صفات سے زیادہ جامع ہے کیونکہ حبیب بمعنی محبوب ہے اور جو محبوب ہوتا ہے وہ خلیل بھی ہوتا ہے مکلّم بھی ہوتا ہے اور مشرف و معظم بھی ہوتا ہے۔ حبیب اور خلیل میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ خلیل طالب کے درجہ میں ہوتا ہے یعنی سالک و مرید ہوتا ہے اور حبیب مطلوب و مراد کے درجہ میں ہوتا ہے ایک فرق یہ بھی ہے کہ خلیل کی مغفرت امید اور طمع کے درجہ میں ہوتی ہے اور محبوب کی مغفرت یقین کے درجہ میں ہوتی ہے وهذا واضح فی القرآن دیکھو خلیل کے بارے میں یہ ہے (والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین) ادھر حبیب کے بارے میں یہ ہے (لیغفر لک الله ماتقدم من ذنبک وماتأخر) دونوں میں بڑا فرق ہے وانا حبیب الله میں ان تمام حقائق کی طرف اشارہ ہے۔

امت محمدی کی خصوصیت

(۲۳) وَ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَ نَحْنُ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ اِنِّيْ قَائِلٌ قَوْلًا غَيْرَ فَخْرٍ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَ مُوْسٰى صَفِيُّ اللّٰهِ وَ اَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَ مَعِيَ لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ اِنَّ اللّٰهَ وَ عَدَنِيْ فِيْ اُمَّتِيْ وَ اَجَارَهُمْ مِنْ ثُلٰثٍ لَا يَعُمُّهُمْ بِسَنَةٍ وَلَا يَسْتَأْصِلُهُمْ عَدُوٌّ لَا يَجْمَعُهُمْ عَلٰى ضَلَالَةٍ (رواه الدارمی)

ترجمہ: حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم آخر میں آنے والے اور قیامت کے دن سبقت لیجانے والے ہیں۔ میں بغیر فخر کے یہ بات کہتا ہوں کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور موسیٰ صفی اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری امت کے متعلق وعدہ کر رکھا ہے اور تین باتوں سے اس کو بچایا ہے۔ عام قحط ان پر نہیں آئے گا کوئی دشمن اس کو جڑ سے نہ اکھیڑ سکے گا اور ان کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

تشریح: "نحن الآخرون" یعنی دنیا میں ظہور اور آمد کے اعتبار سے ہم سب سے آخر میں آئے ہیں لیکن قیامت میں جنت میں داخل ہونے کے اعتبار سے ہم سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ "وعدنی" یعنی خیر کثیر اور بیشمار نعمتوں کا وعدہ کیا ہے۔ "واجارهم" یعنی تین خصلتوں اور تین آفتوں سے اللہ تعالیٰ نے میری امت کو امن میں رکھا ہے۔ (1) عام خشک سالی سے تباہ نہیں ہوں گے۔ (2) دشمن سب کو ہلاک نہیں کریں گے اور (3) گمراہی پر سب جمع نہیں ہوں گے۔ اس سے امت اجابت مراد ہے امت دعوت یعنی کفار سے یہ وعدہ نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قائد المرسلین اور خاتم النبیین ہیں

(۲۴) وَ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ وَ اَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ وَ لَا فَخْرَ وَ اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ. (رواه الدارمی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں انبیاء مرسلین کا قائد ہوں اور یہ بات فخر سے نہیں کہہ رہا میں خاتم النبیین ہوں اور کوئی فخر نہیں ہے میں پہلا سفارش کرنے والا ہوں اور پہلا ہوں جس کی سفارش قبول کی گئی ہے اور کوئی فخر نہیں ہے۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و برتری

(۲۵) وَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُهُمْ اِذَ وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا اَيِسُوا الْكَرَامَةَ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِى وَالِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِىْ وَاَنَا اَكْرَمُ وُلْدِاٰدَمَ عَلٰى رَبِّىْ يَطُوْفُ عَلَىَّ اَلْفُ خَادِمٍ كَاَنَّهُمْ بَيْضٌ مَكْنُوْنٌ اَوْلُؤْلُؤٌ مَنْثُوْر رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَالدَّارِمِىُّ وَ قَالَ التِّرْمِذِىُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ اٹھائے جائیں گے میں پہلا قبر سے نکلنے والا ہوں جب وہ آئیں گے میں ان کا قائد ہوں گا جب وہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے میں ان کا خطبہ دینے والا ہوں گا جب وہ چپ ہو جائیں گے میں ان کا سفارش کرنے والا ہوں جب وہ روک دیئے جائیں گے میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں گا جب وہ مایوس ہو جائیں گے۔ کرامت اور جنت کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ حمد کا جھنڈا میرے پاس ہوگا۔ میں اپنے رب کے ہاں اولاد آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں میرے ارد گرد اس روز ہزار خادم پھریں گے گویا کہ پوشیدہ انڈے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ (ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح: ''انا خطیبهم'' اس سے شفاعت کبریٰ کی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اللہ تعالیٰ کی خوب تعریف فرمائیں گے اور پھر شفاعت کبریٰ کی درخواست کریں گے' نیز میدان محشر میں تمام انسان بولنے سے خاموش ہوں گے' اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی میں بولنے کی ہمت نہیں ہوگی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرمائیں گے اور شفاعت کے لیے حمد وثنا کریں گے اور مغفرت کی بشارت دیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرش الٰہی کے دائیں جانب کھڑے ہوں گے

(۲۶) وَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ فَاُكْسٰى حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِى رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَ فِى رِوَايَةِ جَامِعِ الْاُصُوْلِ عَنْهُ اَنَااَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ فَاُكْسٰى

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا جنت کے حلوں کا ایک جوڑا مجھ کو پہنایا جائے گا میں عرش کی دائیں جانب کھڑا رہوں گا مخلوقات میں میرے سوا کوئی اس مقام پر کھڑا نہیں ہوگا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے' جامع الاصول کی ایک روایت میں ان سے ہے میں پہلا ہوں گا جس سے زمین پھٹے گی۔ مجھے لباس پہنایا جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ''وسیلہ'' طلب کرو

(۲۷) وَ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ سَلُوْا اللّٰهَ لِىَ الْوَسِيْلَةَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا الْوَسِيْلَةُ قَالَ اَعْلٰى دَرَجَةٍ فِى الْجَنَّةِ لَا يَنَالُهَا اِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ وَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وسیلہ کیا ہے فرمایا وسیلہ جنت کا اعلیٰ درجہ ہے صرف ایک آدمی ہی اس کو حاصل کر سکے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''الوسیلة'' مقام محمود اور وسیلہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اذان کے بعد دعا میں وسیلہ کا ذکر ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع کے انداز میں کلام فرمایا ہے ورنہ مقام محمود اور وسیلہ آپ کے لیے مختص کر دیا گیا ہے' اس دعاء میں امت کے لیے ثواب کمانے کا بہترین موقع ہے ارجو کے لفظ کو بعض شراح نے اتیقن کے معنی میں لیا ہے' یعنی مجھے یہ یقین ہے کہ یہ مقام مجھے ملے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے امام ہوں گے

(۲۸) وَ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَ خَطِیْبَهُمْ وَ صَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَیْرَ فَخْرٍ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا میں امام النبیین ہوں گا اوران کا خطیب ہوں گا اوران کا صاحب شفاعت ہوں گا اور کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آنحضرت

(۲۹) وَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ وَلَاةً مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ وَ لِیَ اَبِیْ وَ خَلِیْلُ رَبِّیْ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے نبیوں سے دوست ہے اور میرا دوست میرا باپ اور میرے رب کا خلیل ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی بے شک لوگوں میں سے نزدیک ترین حضرت ابراہیم کی طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا دوست ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''ولاۃ'' یہ ولی کی جمع ہے دوست کے معنی میں ہے یعنی احباب ومحبوبین اور سب سے قریب لوگ۔ ''ان ولی ابی'' یہ نسخہ صحیح ہے اور ابی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں بعض نسخوں میں ربی کا لفظ ہے وہ نسخہ صحیح نہیں ہے کیونکہ رب کا معنی یہاں صحیح نہیں ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد

(۳۰) وَ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ لِتَمَامِ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَ کَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ (فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مکارم اخلاق اور محاسن اخلاق تمام کرنے کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تورات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا ذکر

(۳۱) وَ عَنْ کَعْبٍ یَحْکِیْ عَنِ التَّوْرٰةِ قَالَ نَجِدُ مَکْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَبْدِیَ الْمُخْتَارُ لَا فَظٌّ وَلَا غَلِیْظٌ وَلَا سَخَّابٌ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَجْزِیْ بِالسَّیِّئَةِ السَّیِّئَةَ وَلٰکِنْ یَعْفُوْ وَ یَغْفِرُ مَوْلِدُهٗ بِمَکَّةَ وَ هِجْرَتُهٗ بِطَیْبَةَ وَ مُلْکُهٗ بِالشَّامِ وَاُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ یَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ یَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِیْ کُلِّ مَنْزِلَةٍ وَ یُکَبِّرُوْنَهٗ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ رُعَاةٌ لِلشَّمْسِ یُصَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ اِذَا جَآءَ وَقْتُهَا یَتَاَزَّرُوْنَ عَلٰی اَنْصَافِهِمْ وَ یَتَوَضَّئُوْنَ عَلٰی اَطْرَافِهِمْ مُنَادِیْهِمْ یُنَادِیْ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ صَفُّهُمْ فِی الْقِتَالِ وَ صَفُّهُمْ فِی الصَّلٰوةِ سَوَآءٌ لَهُمْ بِاللَّیْلِ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحْلِ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ وَ رَوَی الدَّارِمِیُّ مَعَ تَغْیِیْرٍ یَسِیْرٍ

ترجمہ: حضرت کعب رضی اللہ عنہ تورات سے حکایت بیان کرتے ہیں کہ ہم تورات میں پاتے ہیں کہ لکھا ہوا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں میرے پسندیدہ بندے ہیں نہ سخت گو ہیں نہ درشت خو نہ بازاروں میں چلانے والے برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے لیکن معاف کردیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں ان کی جائے پیدائش مکہ ہے اور ہجرت کی جگہ مدینہ ہے اس کی بادشاہی شام ہے اس کی امت بہت حمد کرنے والی ہے وہ شادی اور غمی اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔ ہر منزل میں اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ ہر بلند جگہ پر اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہیں وہ سورج کی نگہداشت کرنے والے ہیں جب نماز کا وقت آتا ہے نماز پڑھتے ہیں۔ آدھی پنڈلیوں پر تہبند باندھتے ہیں اور اپنے

اطراف پر وضو کرتے ہیں ان کا پکارنے والا آسمانی فضا میں ندا کرتا ہے لڑائی میں ان کی صف نماز میں صف باندھنے کی طرح ہے رات کو ان کی آواز پست ہوتی ہے، جس طرح شہد کی مکھی کی آواز ہے یہ لفظ مصابیح کے ہیں اور دارمی نے معمولی تغیر کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

تشریح: ''ان کی حکومت کی جگہ ملک شام ہوگا'' میں حکومت سے مراد دین ونبوت کے ثمرات وآثار کا ظاہر ہونا اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ خدا کا پرچم بلند ہونا ہے' چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کی دعوت اسی ملک میں سب سے زیادہ پھیلی اور مسلمانوں کو جہاد بھی اسی علاقہ میں زیادہ کرنا پڑا' ورنہ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی ودنیاوی حکومت کا تعلق ہے اس کا دائرہ اثر کسی خاص ملک یا علاقہ تک محدود نہیں ہے بلکہ کسی نہ کسی حیثیت میں پورے عالم تک پھیلا ہوا ہے۔ یا اس جملہ کی یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پایۂ تخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد ملک شام کو منتقل ہو جائے گا' چنانچہ تاریخی طور پر ایسا ہی ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بنوامیہ کے زمانہ میں مسلمانوں کا دارالخلافہ ملک شام میں رہا۔ ''سورج کا لحاظ رکھا کریں گے'' کے ذریعہ نماز روزے اور دیگر عبادت کے ایام واوقات کی پابندی ورعایت کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمان سورج کے طلوع وغروب اور زوال کے اعتبار سے اپنی نماز وعبادت کے اوقات کا دھیان رکھیں گے اور جو وقت جس عبادت کا متعین ہوگا اس میں اس عبادت کا اہتمام کریں گے۔ ایک روایت میں' جس کو حاکم نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے' فرمایا گیا ہے: ''بلاشبہ خدا کے بندوں میں بہتر لوگ وہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے (اوقات کے تعین کی خاطر) سورج چاند ستاروں اور سایوں کا دھیان رکھتے ہیں۔

(۳۲) وَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ مَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرٰةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَّ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهٗ قَالَ اَبُوْ مَوْدُوْدٍ وَ قَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت لکھی ہوئی ہے کہ عیسیٰ بن مریم ان کیساتھ دفن ہوں گے۔ ابوداؤد نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ (ترمذی)

تشریح: ''یدفن معہ'' یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ میں مدفون ہوں گے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پیچھے کی طرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں پیچھے کی طرف عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں پیچھے کی طرف ایک قبر کی جگہ خالی ہے وہیں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہوں گے۔ چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج کریں گے تو مکہ ومدینہ کے درمیان آپ کا انتقال ہوگا وہاں سے آپ کو مدینہ منورہ لے جائیں گے اور وہاں پر دفن کیے جائیں گے گویا دو نبیوں کے درمیان دو شیخین ہوں گے تصوراتی نقشہ اس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

الفصل الثالث... انبیاء علیہم السلام پر اور آسمان والوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی دلیل

(۳۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَضَّلَ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى الْاَنْبِيَآءِ وَ عَلٰى اَهْلِ السَّمَآءِ فَقَالُوْا يَا اَبَا عَبَّاسٍ بِمَ فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلٰى اَهْلِ السَّمَآءِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِاَهْلِ السَّمَآءِ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالُوْا وَ مَا فَضْلُهٗ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ الْاٰيَةَ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ فَاَرْسَلَهٗ اِلَى الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء اور آسمان کے رہنے والوں پر فضیلت بخشی ہے لوگوں نے کہا اے ابو عباس آسمان والوں پر کیسے فضیلت دی ہے۔ کہا اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں کے لیے فرمایا ہے اور ان میں سے جو

کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں ہم اس کو جہنم میں ڈال دیں گے اور ظالموں کو ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا ہے، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مبین عطا کی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے۔ لوگوں نے کہا انبیاء علیہم السلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے فضیلت حاصل ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کے حق میں فرمایا ہے کہ ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا ہے وہ ان کو بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے۔ آخر آیت تک اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سب لوگوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن وانس کی طرف مبعوث کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کو کیسے جانا

(۳۴) وَ عَنْ اَبِی ذَرِّ الْغَفَارِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ عَلِمْتَ اَنَّکَ نَبِیٌّ حَتّٰی اسْتَیْقَنْتَ فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ اَتَانِی مَلَکَانِ وَ اَنَا بِبَعْضِ بَطْحَآءِ مَکَّۃَ فَوَقَعَ اَحَدُھُمَا اِلَی الْاَرْضِ وَکَانَ الْاٰخَرُ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَقَالَ اَحَدُھُمَا لِصَاحِبِہٖ اَھُوَ ھُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَزِنْہُ بِرَجُلٍ فَوُزِنْتُ بِہٖ فَوَزَنْتُہٗ ثُمَّ قَالَ زِنْہُ بِعَشَرَۃٍ فَوُزِنْتُ بِھِمْ فَرَجَحْتُھُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْہُ بِمِائَۃٍ فَوُزِنْتُ بِھِمْ فَرَجَحْتُھُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْہُ بِالْفٍ فَوُزِنْتُ بِھِمْ فَرَجَحْتُھُمْ کَاَنِّی اَنْظُرُ اِلَیْھِمْ یَنْتَثِرُوْنَ عَلَیَّ مِنْ خِفَّۃِ الْمِیْزَانِ قَالَ فَقَالَ اَحَدُھُمَا لِصَاحِبِہٖ لَوْوَزَنْتَہٗ بِاُمَّتِہٖ لَرَجَحَھَا. (رواہ الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ کو کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا علم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین حاصل ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر رضی اللہ عنہ میں مکہ کی کسی وادی میں تھا کہ دو فرشتے آئے ایک زمین پر اتر آیا اور دوسرا زمین آسمان کے درمیان لٹکا رہا۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا یہ وہی ہیں اس نے کہا ہاں اس نے کہا ان کا وزن ایک آدمی کے ساتھ کرو۔ میں ایک آدمی کے ساتھ وزن کیا گیا میں غالب رہا۔ پھر اس نے کہا دس آدمیوں کے ساتھ آپ کا وزن کرو مجھے ان کے ساتھ تولا گیا میں غالب رہا پھر اس نے کہا سو آدمیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو مجھے سو کے ساتھ تولا گیا میں ان پر غالب آ گیا۔ پھر اس نے کہا ہزار آدمیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو مجھے ان کے ساتھ تولا گیا میں ان پر غالب آ گیا مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ترازو ہلکا ہونے کی وجہ سے وہ مجھ پر گر پڑیں گے فرمایا ان میں سے ایک نے دوسرے کو کہا اگر تو اس کی تمام امت کے ساتھ اس کا وزن کرے ان پر غالب آ جائے۔ (روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو دارمی نے)

تشریح: "ینتثرون" یعنی مجھے ایسا لگا بوقت وزن ان کے پلڑے سے لوگ مجھ پر گر رہے ہیں کیونکہ ان کا پلڑا ہلکا تھا، اوپر جھول کھا تا رہا، میرا پلڑا بھاری تھا تو وہ اوپر سے گویا مجھ پر گر رہے ہیں کسی نے خوب فرمایا:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں ۔۔۔ تیرا کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر حالت میں قربانی فرض تھی

(۳۵) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُتِبَ عَلَیَّ النَّحْرُ وَلَمْ یُکْتَبْ عَلَیْکُمْ وَاُمِرْتُ بِصَلٰوۃِ الضُّحٰی وَلَمْ تُؤْمَرُوْابِھَا. (رواہ الدار قطنی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی مجھ پر فرض کی گئی ہے اور تم پر فرض نہیں کی گئی مجھے چاشت کی نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ تم کو اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ (روایت کیا اس کو دار قطنی نے)

تشریح: "کتب علی" فرض کرنے کے معنی میں ہے یعنی میں مالدار ہوں یا غیر مالدار ہر حالت میں مجھ پر قربانی فرض ہے اور تم امت والے اگر مالدار نہیں تو تم پر قربانی فرض نہیں ہے اور چاشت کی نماز مجھ پر واجب ہے تم پر واجب نہیں ہے۔

سوال:۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز کی پابندی نہیں کی پھر فرض ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار چاشت کی نماز پڑھنا فرض تھا جو آپ نے پڑھ لی ہمیشہ کے لیے فرض نہیں تھی اور امت پر بھی فرض نہیں تھی صرف سنت ہے۔

باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم و صفاتہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارک اور صفات کا بیان

اس عنوان کے دو جزء ہیں ایک جزء میں آپ کے ناموں کا بیان ہے' دوسرے جزء میں آپ کی صفات کا بیان ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ صفات سے آپ کے اخلاق وشمائل مراد نہیں ہیں بلکہ آپ کی جسمانی ساخت کا بیان مراد ہے جس کو حلیہ کہتے ہیں تو اس باب میں آپ کا حلیہ مبارکہ پیش کیا جائے گا اور اس کے بعد آپ کے اخلاق کا بیان آئے گا۔ آپ کے نام سو ہیں مگر آپ کا ذاتی نام جو آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کے لیے منتخب کیا تھا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہی زیادہ مشہور ہے البتہ سابقہ ادیان اور سابقہ کتب میں اور اسی طرح آسمان کے فرشتوں میں آپ کا زیادہ مشہور نام احمد ہے۔ عرب میں محمد نام رکھنے کا بہت کم رواج تھا بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا آپ کے دادا سے پوچھا بھی گیا کہ آپ نے یہ نام کیوں رکھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے چاہا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ میرے اس بیٹے کی تعریف اور مدح کرے اور یہ سب کا محمود بن جائے یعنی ستودۂ صفات' تعریف کردہ شدہ بن جائے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے فرمایا:

وضم الالہ اسم النبی باسمہ ۔۔۔ اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد

فشق لہ من اسمہ لیجلّہ ۔۔۔ فذو العرش محمود وھذا محمد

ایسا لگتا ہے کہ آپ کے ساتھ یہ نام تکوینی طور پر مختص تھا آپ سے پہلے زیادہ سے زیادہ سات اشخاص نے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا تھا وہ بھی اس مقصد سے کہ شاید نبی آخر زمان ان کا بیٹا بن جائے کیونکہ سابقہ کتب سے ان کو معلوم ہو چلا تھا کہ نبی آخر زمان کا نام محمد ہوگا علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

محمد سید الکونین والثقلین ۔۔۔ والفریقین من عرب ومن عجم

بہر حال باب فضائل سید المرسلین سے لے کر باب مناقب قریش تک انتہائی بسط وشرح اور انتہائی تفصیل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ہی کا بیان ہے' مظاہر حق کے صفحات کے حساب سے 292 صفحات پر مشتمل یہ عظیم ذخیرۂ احادیث صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور مناقب سے متعلق ہے مگر پھر بھی تشنۂ لب ہے' حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محامد کے لیے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں اور محمد عربی کی مدائح کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات کافی ہے' ہم تو صرف ثواب کمانے کے لیے ان محامد اور مدائح کو دہراتے ہیں کسی نے بہت ہی خوب فرمایا:

خدا در انتظار حمد ما نیست ۔۔۔ محمد چشم بر راہِ ثنا نیست

خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس ۔۔۔ محمد حامد حمدِ خدا بس

محمد از تو میخواہم خدا را ۔۔۔ خدا یا از تو عشق مصطفیٰ را

الفصل الاول .... اسماء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ اِنَّ لِيْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيَ الَّذِيْ يَمْحُوْ اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میرے کئی ایک نام ہیں۔ میں محمد ہوں احمد ہوں اور ماحی ہوں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر مٹا دیتا ہے اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر

اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد نبی نہ ہو۔ (متفق علیہ)

تشریح: بعض راویتوں میں "محمد" اور "احمد" کے ساتھ ایک نام "محمود" بھی منقول ہے ان تینوں کا مادہ اشتقاق ایک ہی ہے یعنی "حمد" " محمود" کا مطلب ہے وہ ہستی جس کی ذات وصفات کی تعریف دنیا میں بھی کی گئی اور آخرت میں بھی۔ "محمد" کا مطلب وہ ہستی جس کی بے انتہاء تعریف کی گئی۔ "احمد" کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہستی جس کی تعریف اگلے پچھلے اور سابقہ آسمانی کتابوں میں سب سے زیادہ کی گئی۔ "احمد" کے ایک معنی یہ بھی بیان ہوئے ہیں کہ وہ ہستی جو صاحب لوائے حمد ہو اور جو اپنے مولیٰ کی حمد وثناء اتنی زیادہ اور اتنے اچھوتے انداز میں کرے کہ کسی کے علم وگمان کی رسائی اس تک نہ ہو جیسا کہ قیامت کے دن مقام محمود میں ہوگا۔ " ماحی " کے معنی ہیں مٹانے والا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں اور رسولوں کی دعوت وتبلیغ کی بہ نسبت سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی دعوت وتبلیغ کے ذریعہ کفر کو مٹایا۔

" عاقب " کے معنی ہیں سب سے پیچھے آنے والا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے وہ نبی ورسول ہیں جو تمام رسولوں اور نبیوں کے بعد اس دنیا میں تشریف لائے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی ورسول اس دنیا میں مبعوث نہیں ہوگا۔

(۲) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُسَمِّیْ لَنَا نَفْسَهٗ اَسْمَاءً فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَحْمَدُ وَالْمُقَفِّیْ وَالْحَاشِرُ وَنَبِیُّ التَّوْبَةِ وَنَبِیُّ الرَّحْمَةِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کئی ایک نام بیان کئے۔ فرمایا میں محمد ہوں اور احمد ہوں۔ میرا نام المقفی الحاشر نبی التوبہ اور نبی الرحمتہ ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "المقفی" من القفو بمعنی الأخر یعنی سب سے آخر میں آنے والے نبی یہ عاقب کے معنی میں ہے گویا خاتم النبیین کے مفہوم میں ہے۔ "نبی الرحمة" آپ کائنات کے لیے رحمت بن کر آئے ہیں۔ "نبی التوبة" مطلب یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ پر بہت مخلوق نے توبہ کی یا مطلب یہ ہے کہ آپ دن اور رات میں بہت زیادہ استغفار اور توبہ کرتے تھے۔ مسجد نبوی کی محرابی دیوار پر اس کے ساتھ "نبی السیف" بھی لکھا ہے اور نبی الملاحم بھی آپ کے ناموں میں سے ایک نام ہے یعنی گھمسان کی جنگوں والے نبی اور تلوار والے نبی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کافروں کی گالیاں

(۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَا تَعْجَبُوْنَ کَیْفَ یَصْرِفُ اللّٰہُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَیْشٍ وَلَعْنَهُمْ یَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَیَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَاَنَا مُحَمَّدٌ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس بات سے تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قریش کی گالیاں اور لعنتیں کس طرح پھیر دیتا ہے۔ وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں میرا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (بخاری)

تشریح: "مذمم" قریش چونکہ عربی کو جانتے تھے اور محمد کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص جو بہت ہی تعریف کردہ شدہ ہے جب قریش گالی دیتے تھے تو آپ کا نام لے کر گویا پہلے تعریف ہو جاتی تھی پھر گالی آتی تھی اس چیز کو کفار قریش نے محسوس کیا۔ اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ محمد کو آئندہ "مذمم" کہیں گے اس نام سے گالی دیں گے۔ چنانچہ وہ مذمم کہہ کر گالیاں دیتے تھے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ لفظی طور پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ گالی نہ جڑے اس لیے اب وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں مذمم کون ہے میں تو محمد ہوں!

چہرہ اقدس، بال مبارک اور مہر نبوت کا ذکر

(۴) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ شَمِطَ مُقَدَّمُ رَاْسِهٖ وَلِحْیَتِهٖ وَکَانَ اِذَا ادَّهَنَ لَمْ یَتَبَیَّنْ وَاِذَا شَعِثَ رَاْسُهٗ تَبَیَّنَ وَکَانَ کَثِیْرُ شَعْرِ اللِّحْیَةِ فَقَالَ رَجُلٌ وَجْهُهٗ مِثْلُ السَّیْفِ قَالَ لَا بَلْ کَانَ مِثْلَ

الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُسْتَدِيْرًا وَرَأَيْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ كَتِفِهٖ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يُشْبِهُ جَسَدَهٗ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے اگلے حصہ اور ڈاڑھی کے کچھ بال سفید ہو گئے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیل لگا لیتے ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پراگندہ ہوتا ظاہر ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کے بال بہت زیادہ تھے۔ ایک آدمی نے کہا آپ کا چہرہ تلوار کی مانند ہو گا فرمایا نہیں چاند اور سورج کی طرح تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ گول تھا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو شانہ کے قریب دیکھا جو کبوتر کے انڈے کی مانند تھی جس کا رنگ آپ کے جسم کے رنگ کے مشابہ تھا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''شمط'' یہ بالوں کی سفیدی کو کہتے ہیں۔ ''شعث'' خشک ہو کر بالوں کے پراگندہ ہونے کو شعث کہتے ہیں۔ ''مثل السیف'' چونکہ تلوار میں چمک کے ساتھ لمبائی اور چوڑائی ہوتی ہے تو یہ احتمال پیدا ہو گیا کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اسی طرح تھا اس کا جواب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دیا کہ اس طرح نہیں بلکہ آپ کا چہرہ چاند کی طرف سفید اور سورج کی طرح روشن تھا۔ ''یشبہ جسدہ'' یعنی مہر نبوت کا گوشت جسم کے گوشت کے مشابہ تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ مہر نبوت کے گوشت کا رنگ اسی طرح تھا جو عام جسم کا رنگ تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نوعمر صحابی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ چھوٹے صحابہ ہی نے بیان کیا ہے بڑے صحابہ یہ جرأت نہیں کر سکتے تھے جس کا اعتراف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت کیا تھا کہ میں نے کبھی بھی آنکھیں بھر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہیں کیا ادب اور رعب حائل تھا۔

مہر نبوت کہاں تھی

(۵) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَكَلْتُ مَعَهٗ خُبْزًا وَلَحْمًا اَوْ قَالَ ثَرِيْدًا ثُمَّ دُرْتُ خَلْفَهٗ فَنَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عِنْدَ نَاغِضِ كَتِفِهِ الْيُسْرٰى جُمْعًا عَلَيْهِ خِيْلَانٌ كَاَمْثَالِ الثَّآلِيْلِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سرجس سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روٹی گوشت یا ثرید کھایا۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کی طرف گیا میں نے مہر نبوت کو دیکھا جو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان بائیں شانہ کی نرم ہڈی کے پاس تھی جو مٹھی کی مانند تھی اس پر مسوں کی طرح تل تھے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''خاتم النبوۃ'' ختم نبوت کی یہ مہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر بائیں کندھے کے نیچے تھی۔ نبوت ملنے کے بعد یہ پیدا ہو گئی تھی یہ گوشت کا ایک گول ٹکڑا تھا جس کے بارے میں سابقہ آسمانی کتابوں میں وقت کے نبیوں نے تفصیل بتائی تھی اور آپ کی نبوت کی علامت قرار دے دی گئی تھی اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہر دیکھنے والے کو دکھاتے تھے اور چھپاتے نہیں تھے اس پر لکھا ہوا تھا۔ ''وحدہ لاشریک لہ توجہ حیث کنت فانک منصور'' آپ کی وفات کے ساتھ مہر نبوت جسم کے اندر دب کر چلی گئی۔

''ناغض کتفہ'' کندھے کی ہڈی کے نرم اور پتلے حصے کو ناغض کہا گیا ہے بائیں کندھے کے نیچے اس مقام میں دل ہوتا ہے گویا دل کے اوپر مہر نبوت تھی۔ ''جمعاً'' ہاتھ کی مٹھی کی طرح یہ مہر تھی یہ تشبیہ ہیئت اور کیفیت میں ہے حجم میں نہیں ہے۔ حجم میں یہ مہر چکور یا کبوتر کے انڈے کے برابر تھی یہ بات ذہن میں رہے کہ ہر دیکھنے والے نے اس مہر کی ساخت کو ایک اندازہ سے بتایا ہے اس لیے مختلف الفاظ آئے ہیں بعض نے چکور کے انڈے بعض نے کبوتر کے انڈے بعض نے سیب کے دانے بعض نے مسہری کی گنڈی کے برابر اس مہر کی ساخت بتائی ہے اور بعض نے ہاتھ کی مٹھی کے برابر بتائی ہے یہ سب اندازے ہیں اس کو تعارض نہیں کہتے ہیں ہر ایک نے اپنا اندازہ کر کے بتایا ہے۔

''خیلان'' یہ جمع ہے اس کا مفرد خال ہے۔ یہ خال گوشت میں پیوست تھے اور اس پر مسوں کی مانند موجود تھے۔

''ثآلیل'' ثئلول کی جمع ہے تل کو کہتے ہیں نہایہ ابن اثیر میں لکھا ہے کہ اس کو فارسی میں ''زخ'' کہتے ہیں ہماری پشتو زبان میں اس کو ''زخہ'' کہتے ہیں۔

بچوں پر شفقت

(٦) وَعَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَتْ أُتِيَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِثِيَابٍ فِيْهَا خَمِيْصَةٌ سَوْدَاءُ صَغِيْرَةٌ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِأُمِّ خَالِدٍ فَأُتِيَ بِهَا تُحْمَلُ فَأَخَذَ الْخَمِيْصَةَ بِيَدِهٖ فَأَلْبَسَهَا قَالَ أَبْلِيْ وَأَخْلِقِيْ ثُمَّ أَبْلِيْ وَأَخْلِقِيْ وَكَانَ فِيْهَا عَلَمٌ أَخْضَرُ أَوْأَصْفَرُ قَالَ يَاأُمَّ خَالِدٍ هٰذَا سَنَاهْ وَهِيَ بِالْحَبَشِيَّةِ حَسَنَةٌ قَالَتْ فَذَهَبْتُ أَلْعَبُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ فَزَبَرَنِيْ أَبِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم دَعْهَا (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ام خالد بنت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے اس میں ایک سیاہ چھوٹی سی چادر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام خالد کو میرے پاس لاؤ وہ اٹھا کر آپ کے پاس لائی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اس کو ام خالد کو پہنایا اور فرمایا پرانا کر اور پھر پرانا اس میں سبز یا زرد دھاریاں تھیں۔ فرمایا اے ام خالد یہ کپڑا بہت خوبصورت ہے اور سناہ کا معنی حبشی زبان میں حسنۃ کا ہے ام خالد نے کہا میں نے آپ کی مہر نبوت کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا میرے باپ نے مجھ کو روکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''ام خالد'' یہ چھوٹی بچی تھی۔ ''تحمل'' یعنی چھوٹی ہونے کی وجہ سے اٹھائی جاتی تھی۔ ''خمیصة'' اون کی بنی ہوئی چھوٹی سی خوبصورت یمنی چادر کو کہتے ہیں جس میں پھول ہوتے ہیں۔

لبست الخميصة ابغي الخبيصة وانشنت شصی فی کل شیصة

''سناہ'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ والوں کی لغت کو استعمال فرمایا جو سناہ کا لفظ تھا جس کا ترجمہ حسن تھا یعنی بہت خوبصورت ہے۔ ''زبرنی'' یعنی بے ادبی کے خوف سے مجھے باپ نے روکا بلکہ ڈانٹ کر روک دیا۔

(٧) وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَيْسَ بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ وَلَا بِالْآدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَأْسِ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَسِنِيْنَ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَلَيْسَ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ يَصِفُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ كَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ أَزْهَرَ اللَّوْنِ وَقَالَ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِلٰى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهٖ (متفق عليه). وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ قَالَ كَانَ ضَخْمَ الرَّأْسِ وَالْقَدَمَيْنِ لَمْ أَرَ بَعْدَهٗ وَلَا قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَكَانَ بَسْطَ الْكَفَّيْنِ. وَفِيْ أُخْرٰى قَالَ كَانَ شَثْنَ الْقَدَمَيْنِ وَالْكَفَّيْنِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بہت لمبے قد کے تھے اور نہ بہت پست قد۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بہت زیادہ سفید تھا اور نہ ہی نہایت گندمی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بہت زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ ہی نرم نیچے لٹکے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے چالیس برس کی عمر میں نبوت کے لیے مبعوث فرمایا مکہ میں دس سال رہے اور مدینہ میں دس سال رہے۔ ساٹھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت کر لیا۔ آپ کے سر مبارک اور داڑھی میں بیس سفید بال نہیں تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ میانہ قد کے تھے نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد۔ روشن رنگ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال آدھے کانوں تک تھے۔ ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں اور شانوں کے درمیان تھے۔ (متفق علیہ) بخاری کی ایک روایت میں بڑے سر والے موٹے موٹے قدموں والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا آپ سے پہلے اور آپ کے بعد میں نے نہیں دیکھا اور آپ فراخ ہتھیلیوں والے تھے۔ ایک دوسری روایت میں ہے آپ موٹی موٹی ہتھیلیوں اور قدموں والے تھے۔

تشریح: ''طویل بائن'' حد سے زیادہ لمبے نہیں تھے جسے لمڈین کہتے ہیں۔ ''الامھق'' چونہ کی طرح سفید نہیں تھے۔ ''آدم'' یعنی بالکل سرخ

نہیں تھے۔''الجعد لقطط''شدید گھنگریالے بال نہیں تھے بلکہ معمولی پیچ دار تھے۔قطط بطور تاکید ہے تاکہ جعد میں مبالغہ آجائے۔''السبط''یعنی بالکل کھلے بال بھی نہیں تھے مطلب یہ کہ نہ حبش والوں کی طرح گھنگریالے بال تھے اور نہ انگریزوں کی طرح کھلے تھے بلکہ معمولی پیچدار تھے۔

''بمکة عشر سنین''یعنی چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اور نبوت کا زمانہ مکہ میں دس سالہ تھا اور مدینہ میں بھی دس سالہ اور 60 سال کی عمر میں آپ کا وصال ہو گیا اس روایت میں مکہ مکرمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام نبوت ملنے کے بعد دس سال بتایا گیا ہے جس کے پیش نظر وصال کی عمر 60 سال بنتی ہے مگر دیگر صحیح اور واضح روایات میں مکہ مکرمہ کا قیام نبوت کے بعد تیرہ سال بتایا گیا ہے اس طرح کل عمر 63 سال بنتی ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء نے اسی کو راجح اور صحیح قرار دیا ہے۔زیر بحث روایت میں دہائی کا ذکر کیا گیا ہے اور کسور کو چھوڑ دیا گیا ہے عرب اپنے محاروہ میں ایسا کرتے ہیں بعض روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کل عمر 65 سال بتائی گئی ہے تو اس میں ولادت اور وفات کے دو سالوں کو شمار کیا گیا ہے صحیح وہی روایت ہے جس میں 63 سال کا ذکر ہے جس میں مکہ میں 13 سال اور مدینہ میں دس سال کا عرصہ بتایا گیا ہے اس طرح کل عمر 63 سال ہو جاتی ہے۔

''ربعة''یعنی درمیانہ قد والے تھے نہ قد زیادہ لمبا تھا نہ ٹھگنا تھا۔ لیس بالطویل ولا بالقصیر اسی لفظ کی تفسیر ہے۔''ازھر اللون''یعنی واضح اور صاف رنگ کے مالک تھے سفید رنگ میں جب چمک ہو وہی مراد ہے۔''ضخم الرأس''یعنی اعتدال کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کا حجم بڑا تھا یہ عزت وعظمت اور سرداری کی علامت ہوتی ہے اور عرب کے ہاں بہت ممدوح ہے۔''ششن القدمین''یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں دونوں پر گوشت اور سخت مضبوط تھے یہ بھی عرب میں محمود وممدوح تھے مگر رجال میں نہ کہ عورتوں میں۔عورتوں کے لیے شاعر کہتا ہے:

وتعطو برخص غیر ششن کأنھا اساریع ظبی او مساویک اسحل

ہاتھ پاؤں کے اطراف کا سخت ہونا تخلیق کے اعتبار سے تھا نہ یہ کہ کھر درے تھے کھر درے کی تو نفی ہے مضبوط ہاتھ اور مضبوط قدم مراد ہے۔ای غلیظ الاطراف من ششن بالضم والکسر اذا غلظ (مرقات) گویا سبط الکفین اور ششن الکفین کا معنی ایک ہی ہے۔

(۸) وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرْبُوْعًا بُعَیْدَ مَابَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ لَہٗ شَعْرٌ بَلَغَ شَحْمَةَ اُذُنَیْہِ رَاَیْتُہٗ فِیْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ لَمْ اَرَ شَیْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْہُ (متفق علیه). وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ مَا رَاَیْتُ مِنْ ذِیْ لِمَّةٍ اَحْسَنَ فِیْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم شَعْرُہٗ یَضْرِبُ مَنْکِبَیْہِ بُعَیْدَ مَابَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد کے تھے۔دونوں شانوں کے درمیان فراخی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کی لَو تک تھے۔میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ حلہ پہنے دیکھا۔میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں دیکھا۔(متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ہے براء رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے کوئی شخص لمہ بالوں والا سرخ جوڑے میں آپ سے بڑھ کر خوبصورت نہیں دیکھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مونڈھوں تک پہنچتے تھے۔دونوں کندھوں کے درمیان فراخی تھی نہ زیادہ لمبے قد کے تھے اور نہ پست قد۔

(۹) وَعَنْ سِمَاکِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ضَلِیْعَ الْفَمِ اَشْکَلَ الْعَیْنِ مَنْھُوْشَ الْعَقِبَیْنِ قِیْلَ لِسِمَاکٍ مَا ضَلِیْعُ الْفَمِ قَالَ عَظِیْمُ الْفَمِ قِیْلَ مَا اَشْکَلُ الْعَیْنِ قَالَ طَوِیْلُ شِقِّ الْعَیْنِ قِیْلَ مَامَنْھُوْشُ الْعَقِبَیْنِ قَالَ قَلِیْلُ لَحْمِ الْعَقِبِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ دہن تھے۔آنکھوں میں لال ڈورے تھے۔ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔سماک سے کہا گیا ضلیع الفم کے کیا معنی ہیں کہا بڑے منہ والے۔کہا گیا اشکل العینین کا کیا معنی ہے کہا آنکھ کے دراز شگاف والے۔کہا گیا منہوش العقبین کا کیا معنی ہے کہا ایڑیوں کے تھوڑے گوشت والے۔(مسلم)

تشریح:''ضلیع الفم''ای وسیعه یعنی اعتدال کے ساتھ آپ کا منہ مبارک فراخ تھا عرب لوگ کھلے منہ کو پسند کرتے ہیں کھلا منہ

فصاحت و بلاغت کی علامت ہے۔''اشکل العینین'' هو مافيه حمرة وبياض مختلطة یعنی موٹی آنکھیں ہوں سفیدی نہایت سفید اور سیاہی نہایت سیاہ اور سفیدی میں سرخ ڈوریاں دوڑ رہی ہوں جو نہایت خوبصورتی کی علامت ہے سماک راوی نے جو اشکل العینین کی تفسیر کی ہے عام شارحین نے اس کو غلط قرار دیا ہے ہاں آنکھ کی بڑی ہونے کے لیے یہ تفسیر صحیح ہے۔

''منهوش العقبين'' عقب ایڑی کو کہتے ہیں اور منهوش نهش سے قلیل گوشت کو کہتے ہیں ایڑیوں کا پتلا ہونا خوبصورتی کی نشانی ہے۔

(۱۰) وَعَنْ اَبِيْ الطُّفَيْلِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحًا مُقَصَّدًا. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سفید نمکین رنگ کے میانہ قد تھے۔ (مسلم)

تشریح: ''مقصدا'' یعنی افراط و تفریط سے بالاتر ہو کر آپ کا قد مبارک متوسط اور معتدل تھا اس سے پہلے ربعة القوم کا جو لفظ ہے اس کا معنی اور مقصدا کا معنی ایک ہی ہے۔''مليحا'' ایک سفید چٹا ہوتا ہے وہ اتنا خوبصورت نہیں ہوتا' بیاض کے ساتھ جو ملاحت والا نمکین رنگ ہوتا ہے وہ بہت عمدہ خوبصورتی ہوتی ہے' یہاں یہی بتانا مقصود ہے ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا مليح واخي يوسف صبيح.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب استعمال نہیں کیا

(۱۱) وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ عَنْ خِضَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ اِنَّهٗ لَمْ يَبْلُغْ مَايَخْضِبُ لَوْ شِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتِهٖ فِيْ لِحْيَتِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَوْ شِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتٍ كُنَّ فِيْ رَاْسِهٖ فَعَلْتُ (متفق عليه). وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّمَا كَانَ الْبَيَاضُ فِيْ عَنْفَقَتِهٖ وَفِي الصُّدْغَيْنِ وَفِي الرَّاْسِ نَبْذٌ.

ترجمہ: حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے متعلق دریافت کیا گیا کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمر تک نہیں پہنچے کہ آپ خضاب لگائیں۔ انہوں نے کہا اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کے سفید بال گننا چاہتا۔ ایک روایت میں ہے اگر میں گننا چاہتا وہ سفید بال جو آپ کے سر میں تھے تو شمار کر سکتا تھا (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ کے ریش بچہ اور کنپٹیوں اور سر میں چند ایک سفید بال تھے۔

تشریح: ''شمطات'' بڑھاپے کی وجہ سے سر اور داڑھی میں جو چند سفید بال ظاہر ہو جاتے ہیں اس کو شمطات کہتے ہیں''فعلت'' اس سے پہلے حدیث میں لو کا لفظ شرط کے لیے ہے اس کی جزاء فعلت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑھاپا اس حد تک نہیں پہنچا تھا کہ سارے بال سفید ہو گئے ہوں اور آپ خضاب کی طرف محتاج ہو گئے ہوں۔

ہتھیلیاں حریر و دیباج سے زیادہ ملائم اور پسینہ مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار تھا

(۱۲) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَزْهَرَ اللَّوْنِ كَانَ عَرَقُهُ اللُّؤْلُؤُ اِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ وَمَا مَسِسْتُ دِيْبَاجَةً وَّلَا حَرِيْرًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَلَا شَمِمْتُ مِسْكًا وَّلَا عَنْبَرَةً اَطْيَبَ مِنْ رَّائِحَةِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید روشن رنگ والے تھے۔ آپ کا پسینہ موتیوں جیسا تھا۔ جب چلتے تھے آگے کی جانب جھکتے ہوئے چلتے تھے میں نے کبھی ریشم اور دیبا کو اس قدر نرم نہیں چھوا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں نرم تھیں اور میں نے کسی مشک اور عنبر میں اس قدر خوشبو نہیں پائی جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے آتی تھی۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''آگے کی جانب جھکے ہوئے چلتے۔'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال اور رفتار میں بھی ایک خاص قسم کا ایسا وقار ہوتا تھا' جس میں انکساری شامل ہو' اور یہ چال ایسی ہوتی تھی جیسے کوئی شخص بلند زمین سے نشیب میں اتر رہا ہو۔ یا اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو اس اعتماد اور وقار کے ساتھ قدم اٹھاتے جس طرح کوئی بہادر اور قوی و توانا شخص اپنے قدم اٹھاتا ہے، یہ نہیں تھا کہ چلتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال میں کوئی ڈگمگاہٹ یا غیر توانائی محسوس ہوتی ہو اور یا زمین پر پاؤں گھسیٹتے ہوئے چلتے ہوں۔

پسینہ مبارک

(۱۳) وَعَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم كَانَ يَأْتِيهَا فَيَقِيلُ عِنْدَهَا فَتَبْسُطُ نِطْعًا فَيَقِيلُ عَلَيْهِ وَكَانَ كَثِيْرَ الْعَرَقِ فَكَانَتْ تَجْمَعُ عَرَقَهُ فَتَجْعَلُهُ فِي الطِّيْبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم يَا اُمَّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَا هٰذَا قَالَتْ عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِي طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم نَرْجُوْا بَرَكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا قَالَ اَصَبْتِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر میرے ہاں تشریف لاتے اور میرے ہاں قیلولہ فرماتے میں آپ کے لیے چمڑے کا بچھونا بچھا دیتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوتے۔ آپ کو پسینہ بہت آتا تھا میں آپ کا پسینہ جمع کر لیتی اور خوشبو میں ملا دیتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلیم یہ کیا ہے کہنے لگیں یہ آپ کا پسینہ ہے ہم اس کو خوشبو میں ملا دیتے ہیں اور وہ نہایت عمدہ خوشبو ہے۔ ایک روایت میں ہے ام سلیم نے کہا ہم اپنے بچوں کے لیے اس سے برکت کی امید رکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے خوب کیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''نطعاً'' چمڑے کے دستر خوان کو کہتے ہیں یہاں چمڑے کا بستر مراد ہے، ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ یا پھوپھی ہیں ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اسی طرح رشتہ دار ہیں۔ لہٰذا یہ دونوں عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محارم میں سے ہیں۔ ''یقیل'' قیلولہ سے ہے دوپہر کے وقت آرام اور نیند کو کہتے ہیں۔

سوال:۔ یہاں یہ سوال ہے کہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالائیں کیسے ہوئیں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں کسی عورت کا دودھ نہیں پیا اور یہ انصاری عورتیں مدینہ منورہ کی ہیں؟

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں خواتین نے خواجہ عبداللہ کے ساتھ دودھ پیا ہو تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں ہوئیں یا حضرت آمنہ کے ساتھ دودھ پیا ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالائیں ہوئیں، خواجہ عبداللہ اور حضرت آمنہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے اور ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام حرام رضی اللہ عنہا مدینہ میں بنو نجار کی عورتیں ہیں، بنو نجار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ توجیہ کر کے فرمایا کہ کسی شارح نے اس اہم نکتہ کی طرف اشارہ نہیں کیا مجھے اللہ تعالیٰ نے اس قیمتی موتی سے سرفراز کیا اور اس کا فہم عطا کیا۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی عبارت اس طرح ہے **والالی والله اعلم اول من وقفت لذلک فواها لها من درة کنت مستخرجها واثر احمد علی هذه الموهبة السنية.**

بچوں کے ساتھ پیار

(۱۴) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم صَلٰوةَ الْاُوْلٰى ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى اَهْلِهِ وَخَرَجْتُ مَعَهُ فَاسْتَقْبَلَهُ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّيْ اَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا وَاَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدِّيْ فَوَجَدْتُ لِيَدِهِ بَرْدًا اَوْرِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ (رواه مسلم) وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ سَمُّوْا بِاِسْمِيْ فِيْ بَابِ الْاَسَامِيْ وَحَدِيْثُ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ نَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ فِيْ بَابِ اِحْكَامِ الْمِيَاهِ

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ گھر جانے کے لیے باہر نکلے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا۔ چھوٹے چھوٹے بچے آپ کو ملنے کے لیے آگے بڑھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک ایک کے دونوں رخساروں پر ہاتھ پھیرتے۔ آپ نے میرے رخساروں پر بھی ہاتھ پھیرا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی ٹھنڈک اور خوشبو اس طرح پائی جیسا کہ آپ نے عطار کے ڈبہ سے ہاتھ نکالا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے لفظ ہیں سموہم باسمی باب الاسامی میں اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے لفظ ہیں نظرت الی خاتم النبوۃ باب احکام المیاہ میں گذر چکی ہے۔

تشریح: ''واحدًا واحدًا'' میں نے اس کا ترجمہ اسی طرح کیا ہے جو اوپر مذکورہ ہے اس طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنی فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دوسرے بچوں کو ایک ایک رخسار پر ہاتھ پھیرا مگر میرے دونوں رخساروں پر ہاتھ پھیرا' ایک اور حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ''بردًا'' ٹھنڈک کو کہتے ہیں ''اوریحًا'' یہاں او کا کلمہ بمعنی واؤ ہے یا بمعنی بل ہے یعنی ٹھنڈک اور خوشبو یا ٹھنڈک بلکہ خوشبو یہ معنی ہوئے۔ ''جونة عطار'' عطر فروش کی اس ڈبیہ کو جونہ کہتے ہیں کہ جس میں وہ عطر رکھتا ہے' جیم پر ضمہ ہے اس کے بعد ہمزہ ساکن ہے۔ ''ای سلته وحقته'' علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خوشبو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی تھی اگرچہ آپ عطر بھی کثرت سے استعمال فرماتے تھے مگر یہ خوشبو آپ کی ذاتی خوشبو تھی۔ یعنی آپ جب اپنی آستین سے ہاتھ باہر نکالتے تو اس میں ٹھنڈک بھی ہوتی تھی اور خوشبو بھی ہوتی تھی' دونوں چیزیں ذاتی تھیں۔

الفصل الثانی.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا

(۱۵) عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ ضَخْمَ الرَّاْسِ وَاللِّحْيَةِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ مُشْرَبًا حُمْرَةً ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ طَوِيْلَ الْمَسْرُبَةِ اِذَا مَشٰى تَكَفَّاء تَكَفُّؤًا كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت زیادہ لمبے قد کے تھے اور نہ پست قد۔ آپ کا سر بڑا اور داڑھی گھنی تھی۔ ہاتھوں اور پاؤں کی ہتھیلیاں پُر گوشت تھیں۔ آپ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ ہڈیوں کے جوڑ موٹے تھے۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی لمبی لکیر تھی جب چلتے آگے کی طرف جھکتے ہوئے چلتے گویا کہ آپ بلندی سے اتر رہے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اور بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تشریح: ''مشربا حمرة'' یعنی آپ کے قدرے سفید بدن کو سرخی پلائی گئی تھی یعنی سرخ و سفید رنگ کا آمیزہ تھا جو نہایت خوبصورت رنگ ہے' دو مختلف رنگوں کی آمیزش کو تشریب کہتے ہیں گویا ایک رنگ کو دوسرا رنگ پلا دیا گیا ہو۔ ''الکرادیس'' یہ کردوس کی جمع ہے' ہر اس ہڈی کو کہتے ہیں جو دوسری ہڈی کے ساتھ کسی جوڑ پر جمع ہو جاتی ہے۔ ای عظیم الاعضاء مطلب یہ ہے کہ آپ کی ہڈیوں کے جوڑ موٹے تھے۔ ''ینحط'' یہ اترنے کے معنی میں ہے۔ ''من صبب'' یہ بلندی سے نیچے کی طرف آنے کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ گویا آپ بلندی سے نشیبی کی طرف اتر رہے ہیں یہ تکفا کی تفسیر ہے' کشتی جب جھک کر آگے چلتی ہے اس کو تکفا کہتے ہیں۔

(۱۶) وَعَنْهُ كَانَ اِذَ وَصَفَ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ لَمْ يَكُنْ بِالطَّوِيْلِ الْمُمَّغِطِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ كَانَ جَعْدًا رَجْلًا وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ وَكَانَ بِالْوَجْهِ تَدْوِيْرٌ اَبْيَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِيْلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتِدِ اَجْرَدُ ذُوْمَسْرُبَةٍ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ اِذَا مَشٰى يَتَقَلَّعُ كَاَنَّمَا يَمْشِيْ فِيْ صَبَبٍ وَاِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ اَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَاَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَاَلْيَنُهُمْ عَرِيْكَةً وَاَكْرَمُهُمْ عَشِيْرَةً مَنْ رَاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَقَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صلی الله علیه وسلم (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے کہتے کہ آپ نہ بہت

زیادہ لمبے قد کے تھے اور نہ کوتاہ قامت۔ آپ لوگوں میں متوسط قد کے تھے نہ بالکل مڑے ہوئے بالوں والے تھے نہ بالکل سیدھے بالوں والے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال قدرے خم دار تھے آپ نحیف نہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک بالکل گول نہ تھا بلکہ معمولی گولائی تھی آپ کا رنگ سفید مائل بسرخی دونوں آنکھیں سیاہ۔ پلکیں دراز ہڈیوں کے جوڑ موٹے موٹے صاحب مسربہ تھے (سینہ سے ناف تک بالوں کی لکیر) ہاتھ اور پاؤں پُر گوشت۔ جب چلتے قوت سے پاؤں اٹھاتے گویا کہ آپ پستی میں اتر رہے ہیں۔ جب متوجہ ہوتے پوری طرح متوجہ ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی آپ خاتم النبیین تھے لوگوں میں از روئے سینہ کے سخی گفتگو میں سچے اور کھرے۔ طبیعت کے نرم قبیلہ کے لحاظ سے مکرم۔ جو آپ کو یکا یک دیکھتا ڈر جاتا اور جو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے لگ جاتا آپ سے محبت کرنے لگتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مداح بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ آپ سے پہلے اور بعد میں نے آپ جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''**الممغط**'' میم اول پر ضمہ ہے دوسرا مفتوح ہے غین پر شد اور کسرہ ہے حد سے زیادہ لمبے کو کہتے ہیں یعنی لمڈین نہیں تھے۔

''**المتردد**'' حد سے زیادہ چھوٹے قد والے کو کہتے ہیں گویا بعض اعضا بعض دوسرے کے اندر گھس گئے ہیں۔

''**ربعة من القوم**'' ماسبق کے لیے تاکید ہے۔ ''**جعدًا رجلا**'' یعنی معمولی گھونگھریالے پیچدار بال تھے۔

''**بالمطهم**'' یہ لفظ اضداد میں سے ہے زیادہ گوشت والے موٹے کو بھی کہتے ہیں اور کم گوشت والے لاغر کو بھی کہتے ہیں' پھولے ہوئے منہ کو بھی کہتے ہیں۔ ''**المكلثم**'' معمولی گولائی کیساتھ گول چہرہ والے تھے (اسی کی وضاحت اگلی عبارت ہے کہ) بالکل گول چہرہ نہیں تھا کچھ گولائی تھی۔ ''**ابيض مشرب**'' یعنی آپ کا رنگ سفید تھا جس کو سرخ رنگ پلایا گیا تھا یا سفید سرخی مائل تھا۔ ''**ادعج العينين**'' ای **اسود العينين مع سعتهما** یعنی موٹی موٹی آنکھیں تھیں بہت سیاہ تھیں اس کے ساتھ سفیدی مخلوط تھی۔ **اشكل العينين** کے انداز پر یہ کلام سمجھ لینا چاہیے۔

''**اهدب الاشفار**'' اهدب لمبے اور بڑے کے معنی میں ہے' اشفار پلکوں کے بالوں کو کہتے ہیں یعنی پلکوں کے بال لمبے تھے۔ ''**جليل**'' بڑے کے معنی میں ہے۔ ''**المشاش**'' ہڈی کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیوں کے سر اور جوڑ بڑے اور مضبوط اور پر گوشت تھے' جیسے گھٹنوں' کہنیوں اور کلائیوں کی ہڈیوں کے جوڑ ہوتے ہیں۔ ''**الكتد**'' دونوں کاندھوں کے درمیان جو حصہ ہے اس کو کتد کہا گیا ہے یعنی شانہ بھی مضبوط اور پر گوشت تھا۔ ''**اجرد**'' یعنی عام جسم پر زیادہ بال نہیں تھے۔ ''**ذو مسربة**'' گردن کی چنبر سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک خوبصورت لکیر تھی اسی کو مسربۃ کہا گیا ہے۔ بچپن میں شرح صدر کے بعد فرشتے کے سی لینے کے نشان پر بال کی لکیر بنی ہوئی تھی اسی کا ذکر ہے۔

''**يتقلع**'' یعنی چلنے کے وقت آپ چستی کے ساتھ زمین سے قدم اٹھا اٹھا کر چلتے تھے۔ عورتوں اور سست لوگوں کی طرح چپل گھسیٹ گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے۔ اسی کیفیت میں یتکفأ کی کیفیت بھی پیدا ہوتی ہے جس کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ ''**التفت معا**'' یعنی متکبر لوگوں کی طرح آنکھوں کے کناروں سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ جس طرف دیکھتے پوری نگاہ اور منہ موڑ کر دیکھتے تھے۔ ''**صدرًا**'' سینہ کو صدر کہتے ہیں یہاں دل پر صدر کا اطلاق کیا گیا ہے یعنی دل کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ سخی تھے۔ ''**لهجة**'' گفتگو اور زبان کے سچے تھے' لہجہ زبان کو کہا گیا ہے۔

''**عريكة**'' طبیعت اور مزاج اور پہلو کو کہتے ہیں۔ ''**عشيرة**'' میل جول اور معاشرت مراد ہے۔ ''**بديهة**'' اچانک دیکھنے کو' بدیھۃ'' کہا گیا ہے۔ ''**هابة**' یہ ہیبت سے ہے یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو قدرتی رعب دیا تھا اس کی وجہ سے نو وارد ڈر جاتا تھا۔ ''**خالطه**'' اختلاط سے ہے۔

''**معرفة**'' یعنی قریب سے دیکھ کر واقف ہونے پر آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

عقلاء اور حکماء نے کہا ہے کہ جس شخص کی ظاہری اور باطنی زندگی یکساں ہوں اور دونوں کھلی ہوئی کتاب ہو کوئی پہلو پوشیدہ نہ ہو تو ایسے شخص کے متعلقین اس سے الگ نہیں ہوتے بلکہ مزید گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام پہلو کھلی کتاب کی طرح واضح تھے اس لیے جس نے آپ کو قریب سے دیکھ کر قبول کر لیا تو پھر وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو گیا۔ جسم کے ٹکڑے اڑ جاتے مگر کوئی پیچھے

نہیں ہٹتا اس کے برعکس اکثر و بیشتر اس شخص سے لوگوں کو دھوکہ اٹھانا پڑتا ہے جس کا ایک پہلو خوشنما ظاہر ہو مگر دوسرا بدنما پہلو پوشیدہ ہو آج کل غلط قسم کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں خواہ دنیا کے حوالہ سے بڑے بنے ہوں یا دین کے حوالے سے بڑے بنے ہوں۔ ''ناعتہ'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کرنے والے کو ناعت اور نعت گو کہتے ہیں یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کی خوشبو گذرگاہ کو معطر کردیتی تھی

(۱۷) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم لَمْ یَسْلُکْ طَرِیْقًا فَیَتْبَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّهٗ قَدْ سَلَکَهٗ مِنْ طَیْبِ عَرْفِهٖ اَوْقَالَ مِنْ رِیْحِ عَرَقِهٖ. (رواه الدارمی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس راستہ میں چلتے آپ کی خوشبو کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جانے والا شخص معلوم کر لیتا کہ آپ یہاں سے گزرے ہیں یا راوی نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو کی وجہ سے۔ (ترمذی)

تشریح: ''یا یہ کہا'' یہ راوی کا شک ہے کہ حدیث میں اس موقع پر من طیب عرفہ کے الفاظ تھے یا من ریح عرقہ کے' دونوں صورتوں میں مفہوم ایک ہی رہتا ہے! لفظ ''عرف'' کے لغوی معنی صرف ''بو'' کے ہیں خواہ وہ خوشبو ہو یا بدبو' لیکن یہ لفظ اکثر خوشبو ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بہرحال حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس راستہ سے گزرتے اس راستہ کی ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک یا پسینہ مبارک کی خوشبو سے عطر آمیز ہو جاتی تھی اور پورا راستہ مہک اٹھتا تھا' چنانچہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس راستہ سے گزرتا اس مخصوص خوشبو سے معلوم کر لیتا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے ہیں۔ اور یہ عطر بیزی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی خوشبو کی ہوتی تھی' نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن یا کپڑوں کو لگی ہوئی کسی خارجی خوشبو کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود آفتاب کی طرح تھا

(۱۸) وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِبْنِ عَفْرَاءَ صِفِیْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَتْ یَا بُنَیَّ لَوْرَاَیْتَهُ الشَّمْسَ طَالِعَةً. (رواه الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کریں وہ کہنے لگیں بیٹے اگر تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تم کو ایسے معلوم ہوتا کہ سورج نکل آیا ہے۔ (دارمی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا دبدبہ اور جلال تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اس قدر پرنور تھا کہ آپ کو دیکھنا گویا چمکتے ہوئے سورج کو دیکھنا تھا۔

چہرہ مبارک کی وہ تابانی کہ ماہتاب بھی شرمائے

(۱۹) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم فِیْ لَیْلَةِ اِضْحِیَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَاِلَی الْقَمَرِ وَعَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ. (رواه الترمذی والدارمی)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے چاندنی رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا کبھی چاند کی طرف دیکھتا آپ نے سرخ جوڑا پہن رکھا تھا۔ میرے نزدیک اس وقت چاند سے بڑھ کر خوبصورت تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے۔

تشریح: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو چاند سے کہیں زیادہ اس لئے کہا گیا کہ چاند تو ایک خاص نوعیت کا صرف ظاہری حسن

رکھتا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہمہ جہت ظاہری حسن و جمال کے علاوہ بے مثال معنوی حسن و کمال کا بھی پرتو تھی۔ رہی یہ بات کہ حضرت جابرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار حسن کو میرے نزدیک'' کے الفاظ کے ساتھ کیوں مقید کیا تو اس کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ وہ اپنے ذاتی جذبات عقیدت' وفور محبت اور استلذاذ و ذوق کا اظہار کرنا چاہتے تھے' درحقیقت حضرت جابرؓ کیا تمام ہی ارباب عشق و محبت اور ناقدین حسن و جمال کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آراء چاند کے حسن و جمال سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار

(۲۰) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَارَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ مِنْ وَجْهِهٖ وَمَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مَشْيِهٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم كَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَهٗ اِنَّا لَنَجْهَدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے چہرہ مبارک میں آفتاب جاری ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو تیز رو نہیں دیکھا ایسے معلوم ہوتا تھا کہ زمین آپ کے لیے لپٹی جاتی ہے۔ ہم اپنی جانوں کو مشقت میں ڈالتے تھے اور آپ کو کچھ پرواہ نہ ہوتی تھی۔ (ترمذی)

تشریح: ''الارض تطویٰ له'' یہ آپ کا معجزہ تھا کہ آپ کے لیے زمین لپٹی جارہی تھی۔ ''لنجهد'' یعنی ہم بڑی جدوجہد اور مشقت کے ساتھ تیز تیز چلتے تھے اور آپ ''غیر مکترث'' تھے یعنی اپنی عادت کے مطابق چلتے تھے ''اکتراث'' کثرت سے ہے زیادہ تیز چلنے کی نفی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں، آنکھیں اور مسکراہٹ

(۲۱) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ فِیْ سَاقَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم حُمُوْشَةٌ وَكَانَ لَا يَضْحَكُ اِلَّا تَبَسُّمًا وَكُنْتُ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ قُلْتُ اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِاَكْحَلَ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں کچھ پتلی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھل کر نہ ہنستے تھے بلکہ مسکراتے تھے جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا کہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں میں سرمہ ڈالا ہوا ہے حالانکہ آپ نے سرمہ نہیں ڈالا ہوتا تھا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''ولیس باكحل'' یعنی دیکھنے میں نظر آتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمہ استعمال کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا بلکہ آپ کی آنکھیں پیدائشی طور پر سرگین تھیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے تھے اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے یہ آپ کی بعض خصوصیتیں تھیں۔ ''حموشه'' ٹانگوں کی خوبصورتی اس میں ہے کہ اس میں نازکی ہو اور زیادہ گوشت نہ ہو اسی مقصد کے لیے حموشہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

الفصل الثالث .... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک

(۲۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُءِیَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ (دارمی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دو دانتوں میں معمولی کشادگی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانتوں سے نکلا ہوا نور دیکھا جا سکتا تھا۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

تشریح: سامنے کے اوپر اور نیچے کے جو دو دو دانت ہوتے ہیں ان کو عربی میں ثنیان اور ثنایا کہتے ہیں' ثنیان تثنیہ ہے اور ثنایا جمع۔ اسی طرح ان دانتوں کے دائیں اور بائیں جو دو دو دانت ہوتے ہیں ان کو رباعیات کہا جاتا ہے۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

کے یہ دونوں دانت ایک دوسرے سے بالکل جڑے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان دونوں کے درمیان کچھ خلا تھا' نیز الفاظ حدیث سے بظاہر یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ خلا صرف اوپر ہی کے دانتوں کے درمیان نہیں تھا بلکہ نیچے کے دونوں دانتوں کے درمیان بھی تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش دلی چہرہ سے نمایاں ہو جاتی تھی

(۲۳) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَانَ وَجْهُهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذَالِكَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک دمکنے لگتا ایسے معلوم ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند کا ٹکڑا ہے۔ ہم اس بات کو جانتے تھے۔ (متفق علیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وخصوصیات کا تورات میں ذکر

(۲۴) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ غُلَامًا يهوديا كان يخدم النبى صلى الله عليه وسلم فمرض فاتاه النبى صلى الله عليه وسلم يعوده فوجدا باه عند راسه يقراء التورة فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم يايهودى انشدك بالله الذى انزل التوراة على موسىٰ هل تجد فى التوراة نعتى وصفتى ومخرجى قال لا قال الفتى بلى والله يا رسول الله انا نجدلك فى التورة نعتك وصفتك ومخرجك وانى اشهد ان لا اله الا الله وانك رسولالله فقال النبى صلى الله عليه وسلم ولا صحابه اقيموا هذا ن عند راسه ولو اخاكم رواه البيهقى فى دلائل النبوة.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا وہ ایک مرتبہ بیمار پڑ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس کا باپ سرہانے بیٹھا تورات پڑھ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے یہودی میں تجھ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات اتاری کیا تورات میں تو میری صفت پاتا ہے اور اس میں میرے ظہور کے متعلق پیش گوئی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ وہ لڑکا کہنے لگا کیوں نہیں اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول ہم تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت' نعت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے باپ کو اس کے سرہانے سے اٹھا دو اور اپنے بھائی کے تم والی بنو۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں)

تشریح: "ولو اخاکم" ولی ولایۃ سرپرستی اور سنبھالنے کے معنی میں ہے۔ یعنی یہ مسلمان ہو گیا ہے اب اپنے بھائی کو قبضہ میں لے لو اس کو اب سنبھال لو تیمار داری کرو اور اگر اس کا انتقال ہو جائے تو اسلامی طریقہ پر اس کی تجہیز وتکفین کرو اور اس کو دفناؤ! یہودیوں کو اس کے پاس سے ہٹاؤ۔ اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ یہود کس قدر جھوٹ بولتے ہیں اور شرماتے نہیں بیٹا بیماری کی حالت میں باپ کو جھٹلاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، رحمت خداوندی کا ظہور ہے

(۲۵) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم اَنَّهٗ قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ رَوَاهُ الدَّارِمِىُّ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھیجی گئی رحمت ہوں۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں)

تشریح: "رحمة مهداة" یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور تحفہ بھیجا ہوا رحمت ہوں لہٰذا جو کوئی مجھے قبول کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی

سایہ میں آئے گا' اس روایت میں چند الفاظ کا اضافہ بھی ہوا ہے وہ الفاظ یہ ہیں بعثت برفع قوم وخفض اخرین یعنی جو مجھے قبول کریں گے وہ آسمان عروج پر پہنچیں گے اور جو مخالفت کریں گے وہ ذلت کی کھائیوں میں جا گریں گے۔

بَابٌ فِیْ اَخْلَاقِہٖ وَشَمَائِلِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات کا بیان

قال اللہ تعالیٰ (وانک لعلی خلق عظیم ''اخلاق'' جمع ہے اس کا مفرد خلق ہے جو طبعی خصلت اور باطنی وصف کو کہتے ہیں جس کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ داخل ہیں۔ ''شمائل'' جمع ہے اس کا مفرد شمال ہے' شین پر کسرہ ہے اس کا اطلاق اخلاق پر بھی ہوتا ہے اور سیرت پر بھی ہوتا ہے اگر سیرت کے معنی میں لیا جائے تو ایک جدید معنی اور مفہوم کے لیے عنوان فراہم ہو جائے گا جو بہت اچھا ہوگا بہر حال اس باب سے پہلے ابواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی اور شکل وشباہت کے ظاہری اوصاف بیان کیے گئے ہیں اس باب کی احادیث میں انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی اوصاف اور خصائل بیان ہوں گے چند باطنی اوصاف یہ ہیں۔ مثلاً شجاعت' سخاوت' رحمت و شفقت' مروت ومحبت' تواضع وتحمل اور حیاء وغیرہ اوصاف مراد ہیں۔ ان ابواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وشمائل کا ایسا نقشہ بیان ہوگا گویا پڑھنے والا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے لطف اندوز ہو رہا ہے شاعر نے خوب کہا ہے:

اخلای ان شتّ الحبیب و دارہ — وعزتلا قیہ ونآء ت منازلہ

فان فاتکم ان تبصروا بعیونکم — فما فاتکم منہ فھٰذا شمائلہ

الفصل الاول ..... بے مثال حسن خلق

۱ عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ وَّلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دس سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اُف تک نہیں کہا اور کبھی نہیں کہا کہ یہ کام کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''اُف'' اس کلمہ کو ہمزہ کے پیش کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے زیر کے ساتھ بھی جائز زبر بھی جائز ہے فا پر شد بھی ہے سکون بھی ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں دس لغات کو بیان کیا ہے یہ کلمہ انسان کی زبان سے اس وقت نکلتا ہے جب وہ کسی ناپسندیدہ یا کوئی تکلیف دہ صورت حال سے دوچار ہو جاتا ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آنحضرت کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا اور فرمایا: ''خوید مک فادع لہ'' یہ آپ کا چھوٹا سا خادم ہے اس کو قبول فرما دیجئے اور اس کے لیے دعا فرمائیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت آٹھ یا دس سال کی تھی۔ آپ نے دس سال تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی' حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی خدمت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا منظر پیش کر رہے ہیں کہ دس سالہ طویل خدمت کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہ کبھی ڈانٹا نہ کبھی غصہ کیا بلکہ اُف تک نہیں کہا اور نہ اس طرح باز پرس کی کہ یہ کام کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا؟ اس میں جہاں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا اعلیٰ نمونہ سامنے آتا ہے وہیں پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حسن کارکردگی اور خدمت کا سلیقہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کبھی اس طرح ڈانٹ ڈپٹ کی نوبت ہی نہیں آئی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ اس ڈانٹ ڈپٹ اور باز پرس نہ کرنے کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خدمت اور آداب کے ساتھ ہے ورنہ شرعی امور میں اگر کبھی کوئی غلطی ہو جاتی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خاموشی اختیار نہیں فرمائی۔

شفقت ومروت

(۲) وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا فَاَرْسَلَنِیْ يَوْمًا لِحَاجَةٍ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَااَذْهَبُ وَفِیْ نَفْسِیْ اَنْ اَذْهَبَ لِمَا اَمَرَنِیْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَخَرَجْتُ حَتّٰى اَمُرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِی السُّوْقِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَدْ قَبَضَ بِقَفَایَ مِنْ وَّرَاءِیْ قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ يَا اُنَيْسُ ذَهَبْتَ حَيْثُ اَمَرْتُكَ قُلْتُ نَعَمْ اَنَا اَذْهَبُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین خلق کے حامل تھے ایک دن آپ نے مجھ کو ایک کام کے لیے بھیجا میں نے کہا اللہ کی قسم میں نہیں جاؤں گا اور میرے دل میں یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کے لیے بھیجا ہے جاؤں گا میں کام کے لیے نکلا راستہ میں لڑکے کھیل رہے تھے میں وہاں کھڑا ہو گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آ کر میری گدی پکڑ لی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا آپ مسکرا رہے تھے فرمایا اے انیس! میں نے جو کام کہا تھا کر آئے ہو۔ میں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول میں جا رہا ہوں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "واللہ لااذھب" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے زبان سے یہ کلمات ادا کیے مگر ان کے دل کا ارادہ جانے کا تھا دوسرا جملہ "وفی نفسی" اس پر دال ہے یعنی میرے دل میں تھا کہ میں جاؤں گا اب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول و فعل پر کوئی اعتراض نہیں ہے ویسے جس وقت یہ معاملہ پیش آیا تھا شاید حضرت انس رضی اللہ عنہ چھوٹے بھی تھے نابالغ بھی تھے غیر مکلف بھی تھے اور خدمت میں نئے بھی تھے تجربہ بھی نہیں تھا اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ بطور دل لگی ان کو گردن کی طرف سے پکڑ لیا اور ہنستے ہوئے بطور شفقت ان کو تصغیر کے صیغے اُنیس سے یاد کیا۔

بے مثال تحمل اور خوش اخلاقی

(۳) وَعَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِیٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ فَاَدْرَكَهٗ اَعْرَابِیٌّ فَجَبَذَهٗ بِرِدَائِهٖ جَبْذَةً شَدِيْدَةً وَرَجَعَ نَبِیُّ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فِیْ نَحْرِ الْاَعْرَابِیِّ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَدْ اَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهٖ ثُمَّ قَالَ يَامُحَمَّدُ ! مُرْلِیْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم ثُمَّ ضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَ لَهٗ بِعَطَاءٍ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مرتبہ جا رہا تھا آپ پر نجران کے موٹے کنارے والی چادر تھی۔ ایک اعرابی نے آپ کو پالیا اور چادر پکڑ کر زور سے کھینچا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی کے سینہ کی طرف پھرے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن کے کنارے پر سخت کھینچنے کی وجہ سے رگڑ کا نشان دیکھا۔ پھر کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے میرے لیے بھی کچھ دینے کا حکم دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور مسکرائے پھر اسے کچھ دینے کا حکم دیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ایک دوسری روایت میں ہے کہ مال اللہ الذی عندک کے بعد اس دیہاتی نے یہ بھی کہا: "لا من مالک ولا من مال ابیک" (نہ تو تمہارے ذاتی مال میں سے مانگ رہا ہوں اور نہ تمہارے باپ کے مال میں سے) اور اللہ کے مال سے زکوٰۃ کا مال مراد ہے!

یہ حدیث لوگوں کی سخت گوئی، بے مروتی اور بد اخلاقی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال ضبط و تحمل کی دلیل ہے اور اس بارے میں سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا کردار پیش کرتی ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔ واضح رہے کہ مذکورہ دیہاتی پرلے درجہ کا اجڈ اور نہایت درشت خو تھا، اس نے نہ تہذیب و شائستگی سیکھی اور نہ اخلاق و آداب کے معمولی مراتب سے بھی روشناس تھا، اس لئے اس نے اپنے خالص اجڈ پن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر غیر شائستہ انداز میں اپنا مدعا ظاہر کیا۔

اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ حاکم وسلطان کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنی رعایا اور نادان لوگوں کی ایذاء پر صبر وتحمل کرے اور دوسری بات یہ کہ اپنی حیثیت عرفی اور اپنے وقار کی حفاظت کیلئے کسی کو کچھ دینا دانشمندی کا تقاضا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکملیت وجامعیت

(۴) وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ النَّاسُ قِبَلَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم قَدْ سَبَقَ النَّاسَ اِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ يَقُوْلُ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْ وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِاَبِىْ طَلْحَةَ عُرْيٍ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ وَّفِىْ عُنُقِهٖ سَيْفٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْتُهٗ بَحْرًا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ حسین سخی اور بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ والے ڈر گئے لوگ آواز کی جانب نکلے۔ ان کو آگے سے آتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملے جو لوگوں سے پہلے اس آواز کی طرف پہنچ گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے گھبراؤ نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطلحہ کے گھوڑے پر سوار تھے اس پر زین نہیں ڈالی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں تلوار حمائل تھی فرمایا میں نے اس گھوڑ کو دریا کی مانند پایا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ایک روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ گھوڑا بہت سُست رفتار، تنگ قدم اور سرکش تھا، لیکن اس دن کے بعد سے وہ گھوڑا ایسا تیز رفتار ہوا کہ کوئی بھی گھوڑا اس کے آگے نہیں نکل پاتا تھا۔ پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کہ اس گھوڑے کی حالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا سی دیر کی سواری سے اس طرح بدل گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی طرف دشمن وغیرہ کی کوئی آہٹ محسوس ہو تو صورتحال کی تحقیق کیلئے سبقت کرنا اور اس طرف تن تنہا روانہ ہو جانا دلیری بھی ہے اور مستحب بھی بشرطیکہ ہلاکت میں نہ پڑنے کا یقین ہو۔ اس طرح اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عاریتاً مانگنا اور مستعار گھوڑے (یا کسی بھی سواری) پر جہاد کرنا جائز ہے نیز تلوار کا گردن میں لٹکانا مستحب ہے۔ یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا۔

کبھی کسی سائل کو انکار نہیں کیا

(۵) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں نہیں کہا ہو۔ (متفق علیہ)

تشریح: "فقال" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سائل کے سوال کے جواب میں کبھی "لا" کا کلمہ انکار کے لیے استعمال نہیں کیا۔

سوال:۔ یہاں یہ اعتراض متوجہ ہو سکتا ہے کہ بہت سارے مواقع ایسے بھی آئے ہیں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "لا" کا کلمہ استعمال فرمایا ہے قرآن میں (لا اجد ما احملکم علیه) کے الفاظ موجود ہیں جس کا اس حدیث سے بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

جواب:۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کا جواب اس طرح دیا ہے کہ سائل کو دینے کے لیے جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہوتا تو آپ انکار کے بغیر دیتے تھے اور اگر اختیار میں کچھ نہ ہوتا پھر بھی آپ انکار نہ فرماتے بلکہ خوش اسلوبی سے جواب دیتے تھے خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ کے اختیار میں کچھ نہ ہوگا اور آپ انکار فرماتے وہ انکار یہاں مراد نہیں ہے بلکہ حالت اختیار کے انکار کی نفی ہے۔ فرزدق نے بہت خوب فرمایا:

ما قال لا قط الافی تشهده   لولا التشهد لكانت لائه نعم

عطاو بخشش کا کمال

(۶) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم غَنَمًا بين جَبَلَيْنِ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ فَاَتٰى قَوْمَهٗ فَقَالَ اَیْ

قَوْمِ اَسْلِمُوْا فَوَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِیْ عَطَاءً مَايَخَافُ الْفَقْرَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس قدر بکریاں دیں جو پہاڑوں کے درمیان تھیں وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا اے میری قوم اسلام لے آؤ اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر عطا فرماتے ہیں کہ فقر سے نہیں ڈرتے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

خُلق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۷) وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَقْفَلَهٗ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَتِ الْاَعْرَابُ يَسْاَلُوْنَهٗ حَتّٰى اِضْطَرُّوْهُ اِلٰى سَمُرَةٍ فَخَطَفَتْ رِدَائَهٗ فَوَقَفَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اَعْطُوْنِیْ رِدَائِیْ لَوْ كَانَ لِیْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمٌ لَقَسَمْتُهٗ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِیْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذُوْبًا وَّلَا جَبَانًا (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حنین سے واپسی پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ بہت سے اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمٹ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنے لگے یہاں تک کہ آپ کو ایک کیکر کی طرف تنگ کر دیا کیکر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر چمٹ گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور فرمایا میری چادر مجھے واپس کر دو۔ اگر میرے پاس ان کانٹوں کی تعداد اونٹ ہوں میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دوں پھر تم مجھ کو بخیل، جھوٹا اور بزدل نہ پاؤ گے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''مقفلة'' غزوہ سے واپس ہونے اور گھر کی طرف لوٹنے کی قفلة اور قفول کہتے ہیں اسی سے مقفلة بمعنی قفلة ہے۔ ''حنین'' مکہ مکرمہ کے قریب ایک وادی کا نام ہے یہاں فتح مکہ کے بعد ایک زبردست جنگ ہوئی تھی۔ ''العضاہ'' جھاؤ کے مضبوط درخت کو عضاہ کہا گیا ہے اس کو شجرة الطرفاء بھی کہتے ہیں جنگل کے کسی مضبوط درخت کا نام ہے جس کو اردو میں جھاؤ کا درخت کہتے ہیں، حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزکا درخت ہے شارحین اس کو کیکر کی ایک قسم بتاتے ہیں کوئی تعین نہ ہو سکا۔ ''نعم'' حیوانات اور جانوروں کو کہتے ہیں۔

مخلوق اللہ کے تئیں شفقت و ہمدردی

(۸) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِيْنَةِ بِاٰنِيَتِهِمْ فِيْهَا الْمَاءُ فَمَا يَاْتُوْنَ بِاِنَاءٍ اِلَّا غَمَسَ يَدَهٗ فِيْهَا فَرُبَّمَا جَاءُوْهُ بِالْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَيَغْمِسُ يَدَهٗ فِيْهَا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت صبح کی نماز پڑھ لیتے، مدینہ والوں کے خادم آپ کے پاس پانی کے برتن لاتے جو برتن وہ لاتے آپ اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالتے بعض اوقات صبح سردی میں وہ لے آتے آپ اس میں بھی اپنا ہاتھ مبارک ڈالتے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''الماء'' مدینہ منورہ میں پانی کی قلت تھی، گھروں کے خادم جب پانی بھرتے تھے تو پانی میں برکت کی غرض سے وہ اپنے برتنوں کو لائن میں رکھتے تھے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد ان برتنوں میں برکت کے لیے اپنا ہاتھ ڈالدیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غلام سمجھ کر کبھی نظر انداز نہیں کیا نہ طویل قطار کی وجہ سے بوجھ محسوس کیا اور نہ سخت سردی کی وجہ سے انکار کیا یہ اخلاق نبوی کا اعلیٰ شاہکار ہے۔

غریب و پریشان حال لوگوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ

(۹) وَعَنْهُ قَالَ كَانَتْ اَمَةٌ مِّنْ اِمَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ تَاْخُذُ بِيَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَاءَتْ (بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مدینہ کی جو لونڈی چاہتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی۔ (بخاری)

تشریح: ''تاخذ بید'' ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پوری حدیث کوفرضی کلام پرمحمول کیا ہے کہ فرض کرلو اگر کوئی لونڈی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو پکڑ کر کہیں بھی لے جاتی تو حسن اخلاق کی وجہ سے آپ اس کے ساتھ چلے جاتے تھے' اس حدیث کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ حدیث اور آنے والی دوسری حدیث دونوں کا تعلق ایک ایسی عورت سے ہے جو عقل کے اعتبار سے معدوم العقل تھی وہ طرح طرح کی باتیں اور لمبی چوڑی داستانیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتی اور آپ حسن اخلاق کے پیش نظر اس کی تمام باتوں کو کھڑے کھڑے سنتے' آنے والی حدیث میں ہے ''فی عقلھا شیء'' اس طرح اس حدیث کوفرضی کلام پر حمل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ یہ حقیقت پرمبنی ہو اور قصہ وہی بے عقل عورت کا ہو۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم اخلاق کا پتہ چلتا ہے۔

(۱۰) وَعَنْهُ اَنَّ امْرَءَ ةً كَانَتْ فِیْ عَقْلِهَا شَیْءٌ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ اِلَیْكَ حَاجَةً فَقَالَ یَا اُمَّ فُلَانٍ اُنْظُرِیْ اَیَّ السِّكَكِ شِئْتِ حَتّٰی اَقْضِیَ لَكِ حَاجَتَكِ فَخَلَا مَعَهَا فِیْ بَعْضِ الطُّرُقِ حَتّٰی فَرَغَتْ مِنْ حَاجَتِهَا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک سیاہ رنگ کی عورت تھی اس کی عقل میں کچھ فتور تھا وہ آئی اور کہنے لگی مجھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام فلاں کون سے بازار میں تجھے کام ہے تاکہ میں تیرا وہ کام کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ ایک بازار میں تنہا ہوئے یہاں تک کہ وہ اپنے کام سے فارغ ہوگئی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: یہ حدیث بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علو اخلاق کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس پاگل عورت کی طرف توجہ دی بلکہ اس نے جہاں چاہا وہ اپنی بات سنانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گئی۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عورت کے ساتھ ایک کوچہ میں تنہائی اختیار کرنا گھر میں اور عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کی مانند نہیں تھا کیونکہ اس کوچہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کے ساتھ بالکل تنہا نہیں تھے بلکہ وہ لوگ تو وہاں موجود ہی تھے جن کے مکانات وہاں موجود تھے لیکن برعایت حسن وادب وہ حضرات اس جگہ سے کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوئے تھے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کی بات سن رہے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ

(۱۱) وَعَنْهُ قَالَ لَمْ یَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاحِشًا وَّلَا لَعَّانًا وَّلَاسَبَّابًا كَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ مَالَهٗ تَرِبَ جَبِیْنُهٗ (بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحش گو لعنت کرنے والے نہ تھے اور نہ گالی نکالتے تھے۔ ناراضگی کے وقت فرماتے اسے کیا ہے اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

اپنے دشمنوں کے حق میں بھی بددعا نہیں فرماتے

(۱۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اُدْعُ عَلَی الْمُشْرِكِیْنَ قَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا آپ مشرکوں پر لعنت ڈالیں فرمایا میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم وحیا

(۱۳) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَشَدَّ حَیَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِهَا فَاِذَا رَاٰی شَیْئًا یَّكْرَهُهٗ عَرَفْنَاهُ فِیْ وَجْهِهٖ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنواری پردہ نشین لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ جب کوئی ایسی چیز دیکھتے جس کو ناپسند فرماتے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کراہت کے آثار معلوم کر لیتے۔ (متفق علیہ)

منہ کھول کر نہیں ہنستے تھے

(۱۴) وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى أَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ وَإِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا کبھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلکھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ ہنستے وقت ان کے حلق کا کوا نظر آئے۔ آپ مسکراتے تھے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''مستجمعا'' یعنی مکمل طور پر پورا منہ کھول کر جس سے حلق اور تالو کا کوا نظر آجائے اس طرح آپ کبھی نہیں ہنستے تھے! ہنسنے کے چند درجات ہیں۔ (1) تبسم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تبسم ہی فرماتے تھے یہ آپ کا اکثر معمول آیا ہے۔

(2) ضحک: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی ضحک بھی فرماتے تھے جس سے آپ کے کناروں کے دانت نواجذ نظر آنے لگتے تھے مگر یہ عام معمول نہیں تھا کبھی کبھار ایسا ہوتا تھا۔ (3) قہقہہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی قہقہہ نہیں لگایا زیر بحث حدیث میں جس ہنسنے کی نفی ہے اس سے مراد قہقہہ ہے حدیث میں اس کی تائید بھی ملتی ہے کیونکہ حلق صرف قہقہہ کے وقت ظاہر ہو سکتا ہے، تبسم اور ضحک میں ظاہر نہیں ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا بہترین انداز

(۱۵) وَعَنْهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ كَسَرْدِكُمْ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَأَحْصَاهُ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پے در پے باتیں نہیں کرتے تھے جس طرح تم کرتے ہو آپ اس طرح گفتگو فرماتے اگر کوئی گننے والا گننا چاہتا گن سکتا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''یسرد الحدیث'' تیز تیز اور مسلسل گفتگو کو سرد الحدیث کہا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا انداز ایسا نہیں تھا بلکہ آپ ٹھہر ٹھہر کر اس طرح واضح کلام فرماتے کہ اگر کوئی گن لینا چاہتا تو گن سکتا تھا گویا مبارک منہ سے موتی جھڑ رہے ہوتے تھے۔

گھر کے کام خود کرتے تھے

(۱۶) وَعَنِ الْأَسْوَدِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَا كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ أَهْلِهِ يَعْنِيْ خِدْمَةِ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت اسود رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے فرمایا اپنے گھر کی مہنت یعنی خدمت کرتے جس وقت نماز کا وقت آتا۔ نماز کی طرف تشریف لے جاتے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: مَهْنَةٌ یا مِهْنَةٌ کے معنی ہیں خدمت کرنا اور کام کاج میں لگے رہنا۔ چنانچہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس لفظ کی یہی وضاحت فرمائی کہ اس سے مراد گھر والوں کی خدمت کرنا اور خانگی کام کاج میں لگے رہنا ہے جیسے بکری کا دودھ دوہنا' جوتی کا مرمت کرنا اور کپڑوں میں پیوند لگانا وغیرہ وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھر اور گھر والوں کی خدمت اور کام کاج میں لگے رہنا' انبیاء کی سُنت اور صالحین کے طور طریقوں میں سے ہے۔

کبھی کسی سے انتقام نہیں لیے تھے

(۱۷) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ اَمْرَيْنِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَالَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَاانْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ يُّنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی دو کاموں میں سے ایک کو پسند کرنے کے متعلق نہیں کہا گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسان کو پسند فرماتے جب تک وہ گناہ نہ ہوتا اگر گناہ ہوتا تو سب سے زیادہ دور ہو جاتے۔ آپ نے کبھی اپنے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا اور اگر اللہ کی کسی حرام کردہ شی کا کوئی مرتکب ہو جاتا محض اللہ کی رضا کے لیے اس سے انتقام لیتے۔ (متفق علیہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو نہیں مارا

(۱۸) وَعَنْهَا قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا امْرَاَةً وَلَا خَادِمًا اِلَّااَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهٖ اِلَّا اَنْ يُّنْتَهَكَ شَيْءٌ مِّنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت لونڈی اور نوکر کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا مگر جبکہ اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کبھی کسی کی طرف سے ضرر پہنچا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ کی حرمتوں کو پھاڑ اجائے پس خدا کے لیے بدلہ لیتے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

الفصل الثاني.... خدام کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ

(۱۹) عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَاَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ خَدَمْتُهٗ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا لَا مَنِيْ عَلٰى شَيْءٍ قَطُّ اُتِيَ فِيْهِ عَلٰى يَدَيَّ فَاِنْ لَا مَنِيْ لَائِمٌ مِنْ اَهْلِهٖ قَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ لَوْ قُضِيَ شَيْءٌ كَانَ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مَعَ تَغَيُّرٍ يَسِيْرٍ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے میں اس وقت آٹھ سال کا بچہ تھا۔ دس سال تک میں نے آپ کی خدمت کی ہے کبھی آپ نے میرے ہاتھوں کسی نقصان ہونے پر مجھے ملامت نہیں کی اگر آپ کے گھر والوں سے مجھ کو کچھ کہتا فرماتے اس کو چھوڑو اگر کچھ مقدر میں ہے ہو جائے گی۔ یہ لفظ مصابیح کے ہیں۔ بیہقی نے شعب الایمان میں کچھ تبدیلی سے اس کو روایت کیا ہے۔

تشریح: ''ثمان سنین'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا انصاریہ نے جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بطور خادم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ سال تھی۔ ''عشر سنين'' یعنی دس سال تک میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی ہی عمر مدینہ منورہ میں گذری ہے۔ ''اتى فيه'' یہ مجہول کا صیغہ ہے ضائع ہونے اور ہلاک ہونے کے معنی میں ہے یعنی جو چیز میرے ہاتھوں میں ضائع ہو جاتی ہے۔ یہ شئی کی صفت واقع ہوئی ہے ''يدى'' تثنیہ ہے دونوں ہاتھ مراد ہیں یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میرے دونوں ہاتھوں سے کوئی چیز ضائع ہو گئی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ملامت کر کے لعن طعن کیا ہو دیگر افراد جب ملامت کرنے لگتے تو آپ فرماتے کہ اس کو چھوڑ دو۔ ''لو قضى شئ كان'' یعنی تقدیر الٰہی میں جس چیز کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے وہ ضرور ہو کر رہتا ہے مستقبل کے اعتبار سے جو بات ہونے والی ہوتی ہے وہ ضرور ہو کر رہتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ

(۲۰) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا سَخَّابًا فِيْ

الْاَسْوَاقِ وَلَا یَجْزِیْ بِالسَّیِّئَۃِ السَّیِّئَۃَ وَلٰکِنْ یَعْفُوْ وَیَصْفَحُ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ طبعاً فحش گو تھے نہ تکلف سے فحش گوئی کرتے نہ بازاروں میں چلانے والے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے لیکن معاف کر دیتے اور در گذر کرتے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "فاحشا" یعنی فحش گفتگو کرنے والے نہیں تھے اور طبیعت میں یہ چیز نہیں تھی۔ "ولا متفحشا" یعنی فحش کلام کرنے میں تکلف بھی نہیں کرتے تھے کہ قصداً و تکلفاً فحش کلام اختیار کرتے۔ "ولا سخاباً" چیخ چیخ کر شور مچانے والے کو سخاب کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تواضع وانکساری

(۲۱) وَعَنْ اَنَسٍ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ کَانَ یَعُوْدُ الْمَرِیْضَ وَیَتْبَعُ الْجَنَازَۃَ وَیُجِیْبُ دَعْوَۃَ الْمَمْلُوْکِ وَیَرْکَبُ الْحِمَارَ وَلَقَدْ رَاَیْتُہٗ یَوْمَ خَیْبَرَ عَلٰی حِمَارٍ خِطَامُہٗ لِیْفٌ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالْبَیْھَقِیُّ فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ بیمار کی عیادت کرتے جنازہ کے پیچھے چلتے۔ غلام کی دعوت قبول کر لیتے گدھے پر سوار ہو جاتے۔ خیبر کے دن میں نے آپ کو ایک گدھے پر سوار دیکھا جس کی باگ پوست خرما کی تھی۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: "علی حمار" یعنی غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ دراز گوش پر سوار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تواضع دراز گوش پر سواری کی ہے اس میں ایک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ انکساری میں مشابہت آ گئی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ گدھے کی سواری اختیار کی تھی دوسری بات یہ تھی کہ یہ جائز ہو جائے کہ گدھے کی سواری جائز ہے اسی وجہ سے گدھے کا پسینہ پاک قرار دیا گیا ہے یہ گدھے کا بھی فائدہ ہوا یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اس گدھے سے عربستان کے بڑے سفید گدھے مراد ہیں جو گھوڑے کے قریب ہوتے ہیں افغانستان کے گدھے بھی اسی طرح قد آور ہوتے ہیں اس سے وہ گدھا مراد نہیں ہے جو چھوٹا سا ہوتا ہے جس پر سوار ہونا باعث عار سمجھا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرا آدمی بھی سوار ہوتا تھا اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ بڑا گدھا ہوتا تھا۔ "خطامه" ای لجامہ ولگامہ۔ "لیف" یعنی لگام کی رسی کھجور کی پوست اور چھال کی بنی ہوئی تھی۔

اپنا جوتا خود گانٹھ لیتے تھے

(۲۲) وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَخْصِفُ نَعْلَہٗ وَیَخِیْطُ ثَوْبَہٗ وَیَعْمَلُ فِی بَیْتِہٖ کَمَا یَعْمَلُ اَحَدُکُمْ فِی بَیْتِہٖ وَقَالَتْ کَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ یَفْلِیْ ثَوْبَہٗ وَیَحْلُبُ شَاتَہٗ وَیَخْدُمُ نَفْسَہٗ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتیاں گانٹھ لیتے اپنے کپڑے سی لیتے اپنے گھریلو کام کاج کرتے جیسے تمہارا ایک گھر کا کام کرتا ہے۔ اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں سے ایک آدمی ہی تھے۔ کپڑے سے جوئیں دیکھ لیتے بکریوں کا دودھ دوہ لیتے اور اپنے نفس کی خدمت کرتے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "یخصف" جوتا سینے اور گانٹھ لگانے کے معنی میں ہے اسی سے خصاف ہے۔ "بشرا" بشر انسان کو کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہی بتانا چاہتی ہیں کہ آپ انسان تھے فرشتہ اور جنات میں سے نہیں تھے لہٰذا آپ پر بشری عوارض آتے تھے اس حدیث سے بریلویوں کے چہروں پر ایک زبردست علمی تھپڑ پڑ جاتا ہے۔ کاش اگر وہ سمجھیں! کفار کا خیال تھا کہ اگر وہ "محمد" اللہ تعالیٰ کے رسول ہوتے تو وہ عام انسانوں کی طرح چھوٹے چھوٹے کاموں میں مشغول نہ ہوتے بلکہ بادشاہوں کی طرح چھوٹے کاموں سے اجتناب کرتے جیسے آیت میں ہے (مال ھذا الرسول یاکل الطّعام ویمشی فی الاسواق) اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ایک انسان تھے اور بطور تواضع آپ انسانوں کی طرح کام کیا کرتے تھے تکبر سے پاک تھے آپ "بشر" تھے (قل انّما انا بشر مثلکم) (خلاصہ طیبی)

''یفلی ثوبه''فلی یفلی تفلية باب تفعیل سے اور تفلیٰ یتفلی تفلیا باب تفعل سے کپڑوں اور سر وغیرہ میں جوئیں تلاش کرنے اور ٹٹولنے کے معنی میں ہے تاکہ اس کو ہٹایا جائے۔

سوال:۔مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم یا کپڑوں میں کبھی بھی جوئیں نہیں پڑیں پھر یہاں تلاش کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اسی طرح امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت کے جسم پر کبھی مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ کبھی کسی مچھر نے آپ کے جسم کو ڈنگ مارا ہے یہاں جوؤں کا ذکر کیسے ہے؟

جواب:۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار بشریت کی غرض سے بطور تواضع اپنے کپڑوں میں جوؤں کو تلاش کیا ہے' یہ صرف تلاش کرنے اور ٹٹولنے کی حد تک تھا۔تلاش کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس میں جوئیں موجود تھیں۔شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ اگر چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں کبھی بھی جوئیں نہیں پڑیں لیکن چونکہ ان موذیات کا بدن کے علاوہ کپڑوں کے ساتھ باہر سے لگنا ممکن تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عوامی تعلق

(۲۳) وَعَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ دَخَلَ نَفَرٌ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَقَالُوا لَهُ حَدِّثْنَا اَحَادِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ كُنْتُ جَارَهُ فَكَانَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ بَعَثَ اِلَيَّ فَكَتَبْتُهُ لَهُ فَكَانَ اِذَا ذَكَرْنَا الدُّنْيَا ذَكَرَهَا مَعَنَا وَاِذَا ذَكَرْنَا الْاٰخِرَةَ ذَكَرَهَا مَعَنَا وَاِذَا ذَكَرْنَا الطَّعَامَ ذَكَرَهُ مَعَنَا فَكُلُّ هٰذَا اُحَدِّثُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم (ترمذی)

ترجمہ:حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ زید بن ثابت کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرو۔وہ کہنے لگے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی میری طرف پیغام بھیجتے میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کو لکھ دیتا۔جب ہم دنیا کا ذکر کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا کا ذکر کرتے۔جب ہم آخرت کا ذکر کرتے ہمارے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کا ذکر کرتے۔جب ہم کھانے کا ذکر کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے۔یہ سب احوال میں تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کر رہا ہوں۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح:''عن خارجة'' خارجہ بن زید بن ثابت جلیل القدر تابعی ہیں' انصاری ہیں' مدنی ہیں' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے اپنے باپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنی ہیں مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں فقہاء سبعہ کے نام یہ ہیں شاعر نے کہا:

الاكل من لايقتدى بائمة فقسمته ضيزىٰ من الحق خارجه
فخذهم عبيدالله عروة قاسم سعيد ابوبكر سليمان خارجه

''فکان''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مجلس کا خیال رکھا ہے اور انسانوں کے ساتھ عمومی تعلق رکھا ہے اور یہی کمال بشریت تھی' اس طرح خشکی نہ تھی کہ ہر مجلس میں اپنی ہی بات چلا دی اور کسی اور کی نہ سنی بلکہ آپ میں جامع کمال اور جمال تھا شاعر نے کہا:

جہاں تک آپ کی تقلید ہے اسی حد تک سلیقہء بشریت بشر کو ملتا ہے

مصافحہ ومواجہہ اور مجلس میں نشست کا طریقہ

(۲۴) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ اِذَا صَافَحَ الرَّجُلَ لَمْ يَنْزِعْ يَدَهُ مِنْ يَدِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يَنْزِعُ يَدَهُ وَلَا يَصْرِفُ وَجْهَهُ عَنْ وَجْهِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يَصْرِفُ وَجْهَهُ عَنْ وَجْهِهٖ وَلَمْ يُرَ مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَيْ جَلِيْسٍ لَهُ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی شخص سے مصافحہ کرتے اپنے ہاتھ کو اس کے ہاتھ سے نہ کھینچتے یہاں تک کہ وہ آدمی خود اپنا ہاتھ کھینچتا اور اپنا روئے مبارک اس سے نہ پھیرتے یہاں تک کہ وہ شخص اپنا چہرہ پھیرتا۔ کبھی آپ کو نہیں دیکھا گیا کہ آپ اپنے ہم نشینوں کے سامنے زانو آگے بڑھاتے ہوں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''لم ینزع یدہ'' یعنی مصافحہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک ہاتھ کو مصافحہ کرنے والے کے ہاتھ سے خود کھینچ کر الگ نہیں فرماتے تھے جب تک وہ آدمی اپنا ہاتھ خود نہ ہٹالیتا' اسی طرح مصافحہ کے وقت یا عام گفتگو کے وقت جب تک دوسرا شخص اپنا منہ نہ پھیر لیتا اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسن اخلاق اور مروت کے تحت اپنا چہرہ نہیں موڑ لیتے تھے۔ اخلاق و مروت اور تواضع وانکساری کا یہ اعلیٰ نمونہ ہے! ''ولم یر مقدما'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام مجالس میں عام عادت یہی تھی کہ لوگوں کے سامنے پیروں اور ٹانگوں کو نہیں پھیلاتے تھے کیونکہ یہ متکبرین کی عادت وعلامت ہے' یہاں گھٹنوں کے پھیلانے کے الفاظ ہیں' بعض شارحین نے رکبتین سے رجلین مراد لیا ہے یہ بہت واضح اور آسان مطلب ہے گھٹنوں کا پھیلانا سمجھ میں نہیں آتا' عرب لوگ اپنی طرف پاؤں دراز کرنے کو بہت بڑا عیب سمجھتے ہیں' بیت اللہ کی طرف تو پاؤں دراز کرتے ہیں۔ لیکن انسان کی طرف پاؤں پھیلانے پر جھگڑتے ہیں بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام مجالس میں عام عادت یہی تھی' اگر خاص مجلس میں کبھی کبھی پاؤں پھیلا دیئے ہوں تو اس سے کوئی تعارض نہیں ہے اور نہ کوئی فرق پڑتا ہے۔

اپنی ذات کے لئے کچھ بچا کر نہ رکھتے تھے

(۲۵) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم كَانَ لَايَدَّخِرُ شَيْئًالِغَدٍ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے کل کے لیے کوئی ذخیرہ جمع نہیں کرتے تھے۔ (ترمذی)

تشریح: ''لایدخر'' یعنی اپنی ذات کے لیے کبھی بھی کل کے لیے ذخیرہ نہیں رکھا' یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی معاملہ تھا اسی کا تذکرہ اس حدیث میں ہے اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے لیے ذخیرہ رکھا ہے' بعض کے لیے ایک سال تک کا انتظام فرمایا ہے مگر اپنے بارے میں آپ نے توکل پر عمل کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کم گوئی کا ذکر

(۲۶) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم طَوِيْلَ الصَّمْتِ رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ.

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دراز سکوت تھے۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تشریح: مطلب یہ کہ کم گوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف تھا' اگر کوئی ضروری بات کرنی ہوتی تو بولتے ورنہ خاموش رہا کرتے تھے' بخاری و مسلم اور دوسرے محدثین نے ایک روایت نقل کی ہے کہ: من کان یومن باللہ والیوم الاخرۃ فلیقل خیراً اولیسکت۔

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ یا تو اچھی بات زبان سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔''

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

لیتنی کنت اخرس الاعن ذکر اللہ۔ ''کاش میں گونگا ہوتا' بس ذکر اللہ کی حد تک گویائی حاصل ہوتی۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا انداز

(۲۷) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ فِىْ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم تَرْتِيْلٌ وَ تَرْسِيْلٌ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ترتیل اور ترسیل تھی۔ (ابوداؤد)

(۲۸) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيْنَهُ فَصْلٌ يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ اِلَيْهِ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح پے در پے باتیں نہ کرتے تھے لیکن آپ کی گفتگو کے کلمے جدا جدا ہوتے جو آپ کے پاس بیٹھتا اس کو یاد رکھتا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

مبارک لبوں پر اکثر مسکراہٹ رہتی تھی

(۲۹) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ مَارَاَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حارث بن جز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو تبسم کرنے میں نہیں دیکھا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

وحی کا انتظار

(۳۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِذَا جَلَسَ يَتَحَدَّثُ يُكْثِرُ اَنْ يَّرْفَعَ طَرْفَهُ اِلَى السَّمَآءِ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت باتیں کرنے کے لیے بیٹھتے آسمان کی طرف بہت زیادہ نگاہ اٹھاتے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

الفصل الثالث .... اہل عیال کے تئیں شفقت ومحبت

(۳۱) عَنْ عَمْرِوبْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم كَانَ اِبْرَاهِيْمُ اِبْنُهٗ مُسْتَرْضَعًا فِيْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ فَكَانَ يَنْطَلِقُ وَنَحْنُ مَعَهٗ فَيَدْخُلُ الْبَيْتَ وَاِنَّهٗ لَيُدَّخَنُ وَكَانَ ظِئْرُهٗ قَيْنًا فَيَاْخُذُهٗ فَيُقَبِّلُهٗ ثُمَّ يَرْجِعُ قَالَ عَمْرٌو فَلَمَّا تُوُفِّيَ اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِيْ وَاِنَّهٗ مَاتَ فِي الثَّدْيِ وَاِنَّ لَهٗ لَظِئْرَيْنِ تُكَمِّلَانِ رِضَاعَهٗ فِي الْجَنَّةِ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عمرو بن سعید انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو اپنے اہل و عیال پر مہربان نہیں دیکھا عوالی مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا دودھ پیتا تھا آپ اس کو دیکھنے کے لیے کبھی تشریف لے جاتے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے گھر دھوئیں سے بھرا ہوتا اور اس کا رضاعی باپ لوہار تھا۔ آپ حضرت ابراہیم کو گود میں لیتے اور بوسہ دیتے پھر واپس تشریف لے آتے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا جس وقت ابراہیم وفات پا گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم میرا بیٹا ہے وہ شیر خوارگی میں مرا ہے جنت میں اس کی دو دایہ ہیں۔ جو دودھ پینے کی مدت کو پورا کرتی ہیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "ظئر" کے معنی دایہ اور انا (کسی بچہ کو دودھ پلانے والی) کے ہیں اور انا کے خاوند کو بھی ظئر کہتے ہیں جس کو اردو میں انگا یا انگہ کہا جاتا ہے۔ عرب کے قدیم دستور کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کو دودھ پلانے کے لئے جن خاتون کی سپردگی میں دیا گیا تھا ان کا نام اُم سیف تھا اور ان کے شوہر کا نام ابوسیف تھا جو پیشہ کے اعتبار سے لوہار تھے۔ ابراہیم کا انتقال مدت شیر خوارگی ہی میں ہو گیا تھا' ان کی عمر سولہ مہینے یا سترہ مہینے کی تھی! جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور صاحبزادۂ رسول ہونے کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ درجہ عطاء کیا کہ نہ صرف بعد وفات ان کو فوراً جنت میں پہنچا دیا گیا بلکہ وفات پاتے ہی ان کے لئے جنت میں دوداناؤں کا بھی انتظام کیا گیا جن کے سپرد یہ خدمت کی گئی کہ وہ ابراہیم کو ان کی شیر خوارگی کی مدت (دو سال) پورے ہونے تک دودھ پلائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق اور ایک یہودی

(۳۲) وعن علی ان یهودیا کان یقال له فلان جبر کان له علی رسول الله صلی الله علیه وسلم دنا نیر فتقاضی النبی صلی الله علیه وسلم فقال له یا یهودی عندی ما اعطیک قال فانی لا افارقک یا محمد حتی تعطینی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اجلس معک فجلس معه فصلی رسول الله صلی الله علیه وسلم الظهر والعصر والمغرب والعشاء الاخرة والغداة وکان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم یتهد دونه و یتو عدونه ففطن رسول الله صلی الله علیه وسلم ما الذی یصنعون به فقالوا یا رسول الله یهودی یحسبک فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم منعنی ربی ان اظلم معاهدا وغیره فلما ترجل النهار قال الیهودی اشهد ان لا اله الا الله واشهد انک رسول الله وشر مالی فی سبیل الله اما والله ما فعلت بک الذی فعلت بک الا لا نظر الی نعتک فی التورة محمد بن عبدالله مولده بمکة ومهاجره بطیبة ملکه باشرم لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق ولامتزی بالفحش ولا قول الخنا اشهد ان لا اله الا الله وانک رسول الله وهذا مالی فاحکم فیه بما ارک الله وکان الیهودی کثیر المال رواه البیهقی فی دلائل النبوة .

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک یہودی عالم تھا اس کا نام فلاں تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ قرض لینا تھا جو کئی ایک دینار تھے۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے یہودی میرے پاس کچھ نہیں ہے جو میں تجھ کو دوں وہ کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اس وقت تک آپ سے جدا نہیں ہوگا جب تک میرا قرض مجھے نہ دو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میں تیرے ساتھ ہی بیٹھا رہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ بیٹھ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر عصر مغرب عشاء اور صبح کی نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو ڈانٹتے اور دھمکیاں دیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ وہ کر رہے تھے اس کو سمجھ گئے۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ایک یہودی نے آپ کو روک رکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو منع کیا ہے کہ میں کسی ذمی یا کسی اور پر ظلم کروں۔ جب دن نکل آیا یہودی کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور میں اپنا نصف مال اللہ کی راہ میں تقسیم کرتا ہوں۔ بخدا میں نے یہ اس لیے کیا ہے کہ تورات میں جو آپ کی صفت لکھی ہوئی ہے اس کو آزمالوں اس میں ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ ان کی جائے پیدائش مکہ ہے اور جائے ہجرت مدینہ ہے ان کا ملک شام ہے۔ بدزبان اور فحش گو نہیں ہے۔ سخت دل اور بازاروں میں چلانے والا نہیں اور نہ فحش کی وضع اختیار کرنے والا ہے اور نہ بیہودہ بات کہنے والا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک تو اللہ کا رسول ہے اور یہ مال ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں اور وہ یہودی بہت مالدار تھا۔ (روایت کیا ہے اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں)

تشریح: ''فلانا'' یہودی کے نام سے کنایہ ہے۔ ''حبر'' اس کی جمع احبار ہے یہودیوں کے عالم کو کہتے ہیں۔ ''دنانیر'' تصغیر اور تقلیل کے لیے یہ لفظ آیا ہے یعنی چند دینار تھے معمولی سا قرض تھا۔ ''ماعندی'' اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ رقم نہیں تھی شاید اس کے ادا کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا تھا یہودی نے وقت سے پہلے مطالبہ کیا اور ایسا معلوم ہوتا کہ کسی صحابی کے پاس بھی کچھ نہیں تھا۔

''اجلس معک'' بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد نبوی میں بٹھا دیا اور خود بھی ساتھ بیٹھ گیا ''الغداة'' اس سے مراد فجر کی نماز ہے تو پورے پانچ نمازوں کے اوقات تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روکے رکھا۔ ''یتو عدونہ'' دھمکی اور ڈانٹنے کو کہتے ہیں۔ ''وغیرہ'' یہ تعمیم بعد تخصیص ہے کہ میں نہ کسی معاہد پر ظلم کرتا ہوں اور نہ اس کے علاوہ کسی پر ظلم کرتا ہوں میرے رب نے مجھے ظلم سے منع کیا ہے۔

''ترجل النہار'' دن چڑھنے اور سورج بلند ہونے کو کہا گیا۔ ''فظ'' زبانی طور پر بداخلاق نہیں ہوں گے۔ ''غلیظ'' دل کے اعتبار سے

سخت دل نہیں ہوں گے۔ ''سخاب'' بازاروں میں چیخنے والے نہیں ہوں گے۔ ''ولا متزی'' یعنی عملی طور پر فحش کے ارتکاب کرنے والے نہیں ہوں گے۔ ''قول الخنا'' یعنی قول اور زبانی طور پر فحش اور قبیح گفتگو کرنے والے نہیں ہوں گے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اخلاق کا ظہور ہوا جن کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے کسی نے سچ کہا:

نفسی الفدای لمن اخلاقه شهدت	بانه خير مولود من البشر
لم يخلق الرحمان مثل محمد	ابدًا وعلمی انه لايخلق
فاق النبيين فی خلق وفی خلق	ولم يدانوه فی علم ولا كرم

غریب ولاچار لوگوں کے ساتھ حسن سلوک

(۳۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یُکْثِرُ الذِّکْرَ وَیُقِلُّ اللَّغْوَ وَیُطِیْلُ الصَّلٰوةَ وَیُقَصِّرُ الْخُطْبَةَ وَلَا یَاْنِفُ اَنْ یَمْشِیَ مَعَ الْاَرْمِلَةِ وَالْمِسْکِیْنِ فَیَقْضِیْ لَه الْحَاجَةَ. (رواه النسائی و الدارمی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ ذکر کرتے اور دیگر باتیں کم کرتے اور نماز لمبی پڑھتے اور خطبہ مختصر دیتے اور بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہ کرتے ان کا کام پورا کر دیتے۔ (نسائی اور دارمی)

تشریح: ''الذکر'' اس سے مراد ہر وہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے متعلق ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ ذکر اللہ پر مشتمل تھا۔ ''اللغو'' اس سے مراد ہر وہ عمل ہے جس میں نہ دنیا کا فائدہ ہو اور نہ آخرت کا فائدہ ہو بلکہ وہ عمل ذکر اللہ کے علاوہ محض دنیا سے متعلق ہو امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بے مقصد اور بے مصلحت منطقی اور فلسفی تالیفات کے متعلق فرمایا۔ ضیّعت قطعة من العمر العزيز فی تاليف البسيط والوسيط والوجيز۔ بہرحال ذکر حقیقی کے مقابلے میں دیگر امور کی یہی حیثیت ہے۔ ''ویقل'' علماء نے لکھا ہے کہ قلت کا اطلاق عدم پر بھی ہوتا ہے یہاں یہی عدم اور معدوم مراد لیا گیا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لغو امور کی طرف بالکل التفات نہیں کرتے تھے۔

''یانف'' ناپسند کرنے اور مکروہ سمجھنے کو کہتے ہیں۔ ''ارملة'' بیوہ عورت کو کہتے ہیں یعنی اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ تواضع کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیوہ عورت کے ساتھ چلنے اور غریب غرباء کے ساتھ میل جول رکھنے کو ناگوار نہیں سمجھتے تھے۔

قریش مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کیوں کرتے تھے

(۳۴) وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّ اَبَا جَهْلٍ قَالَ لِلنَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم اِنَّا لَا نُکَذِّبُکَ وَلٰکِنْ نُکَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْهِمْ فَاِنَّهُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم تیری تکذیب نہیں کرتے بلکہ جو چیز تو لایا ہے اس کی تکذیب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق آیت نازل فرمائی کہ وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے دولت مندی کو پسند نہیں فرمایا

(۳۵) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَا عَائِشَةُ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیَ جِبَالُ الذَّهَبِ جَآءَ نِیْ مَلَکٌ وَاِنَّ حُجْزَتَهٗ لَتُسَاوِی الْکَعْبَةَ فَقَالَ اِنَّ رَبَّکَ یَقْرَاُ عَلَیْکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اِنْ شِئْتَ نَبِیًّا عَبْدًا وَاِنْ شِئْتَ نَبِیًّا مَلِکًا فَنَظَرْتُ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَشَارَ اِلَیَّ اَنْ ضَعْ نَفْسَکَ وَفِیْ رِوَایَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ کَالْمُسْتَشِیْرِ لَهٗ فَاَشَارَ جِبْرَئِیْلُ بِیَدِهٖ اَنْ تَوَاضَعْ فَقُلْتُ نَبِیًّا عَبْدًا قَالَتْ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی

الله علیه وسلم بَعْدَ ذٰلِکَ لَا یَاکُلُ مُتَّکِئًا یَقُوْلُ اٰکُلُ کَمَا یَاکُلُ الْعَبْدُ وَ اَجْلِسُ کَمَا یَجْلِسُ الْعَبْدُ(رواہ فی شرح السنۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! اگر میں چاہوں سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں۔ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اس کی کمر کعبہ کے برابر تھی اس نے کہا تیرا رب تجھ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو بندہ پیغمبر ہونا پسند کرلیں اور یا بادشاہ پیغمبر۔ میں نے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا انہوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ تواضع اختیار کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کی غرض سے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا انہوں نے کہا تواضع اختیار کرو میں نے کہا میں بندہ نبی ہونا پسند کرتا ہوں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر کھانا نہ کھاتے تھے فرماتے میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھاتا ہے اور میں اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تشریح: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس خاص فرشتے نے یہ خاص پیغام دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہیں کہ نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی ہو تو اللہ تعالیٰ ایسا کرے گا اور اگر چاہیں کہ نبوت وعبدیت ہو تو یہ بھی آپ کو اختیار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بمشورۂ جبریل نبوت وعبدیت کو اختیار فرمایا اور بادشاہت کو منع کر دیا۔ یہ فقیری میں بادشاہی ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

بَابُ الْمَبْعَثِ وَبَدْءِ الْوَحی ... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزول وحی کا بیان

قال الله تعالیٰ (اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ) (العلق)

''المبعث'' یہ لفظ بعث سے ہے اٹھانے زندہ کرنے اور بھیجنے کے معنی میں آتا ہے یہاں یہی آخری بھیجنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو 40 سال کی عمر میں نبوت ملی نبوت ملنے کے تین سال بعد آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر کھلے الفاظ میں نبوت کا اعلان فرمایا نبوت کے 13 سال آپ نے مکہ میں گذار دیئے اور دس سال مدینہ منورہ میں رہے اس طرح نبوت کے 23 سال جب پورے ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف بلا لیا اور 63 سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوگیا۔ مسجد نبوی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ تھا اس میں آپ زندگی میں بھی رہے وصال بھی وہیں پر ہوا اور قبر بھی اسی جگہ میں کھودی گئی اور تدفین بھی وہیں پر ہوگئی اب یہ حجرہ مسجد نبوی کے بیچ میں آگیا ہے اور روضہ رسول بھی بیچ میں آگیا۔ ''بدء الوحی'' یہ لفظ ہمزہ کے ساتھ ابتداء کے معنی میں ہے اور اگر ہمزہ نہ ہو بلکہ واؤ ہو تو یہ بُدُوٌّ ظہور وحی کے معنی میں ہوتا ہے یہاں ہمزہ کے ساتھ ہے۔ ''الوحی'' ''هو الاشارة الخفية'' یعنی لغوی اعتبار سے وحی رمز اور مخفی اشارہ کنایۃً آہستہ بات کرنا' پیغام بھیجنا اور القاء والہام کو کہا جاتا ہے' مشارق انوار میں لکھا ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اصطلاحی وحی کی تعریف اس طرح کی ہے ''وشرعا هو الاعلام بالشرع'' یعنی انبیاء کرام کی طرف شرعی پیغامات پہنچانے کا نام وحی ہے۔

انبیاء کرام کی طرف وحی آنے کی کئی صورتیں ہوتی تھیں۔ (1) کبھی فرشتہ انسان کی شکل میں آکر وحی لاتا تھا۔ (2) کبھی فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آتا تھا۔ (3) کبھی اللہ تعالیٰ براہ راست نبی کے قلب پر القاء فرماتا تھا۔ (4) کبھی اللہ تعالیٰ حجاب کے پیچھے نبی سے بات کر کے وحی کرتا تھا۔ (5) کبھی انسلاخ بشریت کی صورت میں وحی آتی تھی۔ انسلاخ بشریت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قسم غشی طاری ہوجاتی تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم بشریت سے عالم ملکوتیت کی طرف منتقل ہو جاتے تھے اور اسی حالت میں وحی آجاتی تھی جب آپ ہوش میں آتے اور عالم بشریت کی طرف واپس آجاتے تو وہ وحی آپ کو یاد رہتی تھی' وحی کی یہ شکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بھاری ہوتی تھی کیونکہ اس میں انسلاخ بشریت تھی۔

الفصل الاول ... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں خلعت نبوت سے سرفراز کیا گیا

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلٰثَ عَشَرَةَ سَنَةً يُوْحٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشَرَ سِنِيْنَ وَمَاتَ وَهُوَابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ سَنَةً (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال ٹھہرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی رہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ملا مدینہ میں دس سال اقامت گزیں رہے تریسٹھ برس کی عمر میں مدینہ ہی میں وفات پائی۔ (متفق علیہ)

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے بارے میں مختلف روایتیں منقول ہیں لیکن زیادہ صحیح یہی روایت ہے کہ تریسٹھ سال کی عمر میں دنیا سے تشریف لے گئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی کی اپنی روایت میں پینسٹھ سال کی عمر میں وفات کا ذکر ہے' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو آگے آئے گی اس میں ساٹھ سال کی عمر میں وفات کا ذکر ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اگلی راویت میں سن ولادت اور سن وفات کو بھی پورا پورا سال شمار کیا اور ان دو سالوں کو ملا کر کل 65 سال بیان کی جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تریسٹھ میں سے کسر یعنی تین کو حذف کر کے ساٹھ سال کا ذکر کیا۔

نزول وحی کی ابتدا

(۲) وعنه قال اقام رسول الله صلی الله علیه وسلم بمكة خمس عشرة سنة فمكث بمكة ثلث عشرة سنة يوحى اليه ثم امربالهجرة فهاجر عشر سنين ومات وهو ابن ثلث وستين سنة (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد مکہ میں پندرہ سال مقیم رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آواز سنتے۔ سات سال تک روشنی دیکھتے رہے اور آٹھ سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی نازل ہوتی رہی اور مدینہ میں دس سال رہے پینسٹھ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ (متفق علیہ)

تشریح: 65 سال کی وضاحت تو اوپر کی حدیث کی تشریح میں گزری منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کی مدت یہاں 15 سال بتائی گئی ہے جبکہ اوپر کی حدیث میں 13 سال کا ذکر تھا۔ لہٰذا یہاں بھی یہی توجیہ کی جائے گی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس روایت میں سن ولادت اور سن ہجرت کو پورا پورا سال شمار کر کے 13 کے بجائے 15 سال کا ذکر کیا۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ آواز سننا اور اس عجیب وغریب روشنی کو دیکھنا منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد مکہ'' میں پندرہ سالہ قیام کے ابتدائی سات سالوں میں پیش آتا رہا جبکہ تاریخی روایت اور بعض دوسری احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورتحال ظہور نبوت (منصب رسالت پر فائز ہونے) سے پہلے پیش آئی تھی اور اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح عالم ملکوت سے ایک گونہ مانوس اور آشنا ہو جائیں اور ایسا نہ ہو کہ ماوراء الدنیا حالات وکیفیات کے یک بیک ظہور کو انسانی وبشری حالت وقوت برداشت کرنے سے عاجز رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی عمر میں وفات پائی

(۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَلٰى رَاْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ نے ساٹھ برس کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دے دی۔ (متفق علیہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما کی عمر

(۴) وَعَنْهُ قَالَ قُبِضَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَسِتِّيْنَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ وَعُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ .(رواه مسلم) قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْبُخَارِيُّ ثَلٰثٌ وَّسِتِّيْنَ اَكْثَرُ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تریسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تریسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔(امام محمد بن اسماعیل بخاری کہتے ہیں کہ تریسٹھ برس کی روایات بہت ہیں)

تشریح: ''اکثر'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر سے متعلق 63 سال والی روایت زیادہ صاف اور زیادہ مشہور ہے' اور اس قسم کی روایات زیادہ بھی ہیں تفصیل اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ فیل سے 50 دن بعد اور حضرت آدم کے جنت سے زمین پر اترنے کے چھ ہزار ایک سو تیرہ سال بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد 29 اگست 570 کو پیر کے دن 8 ربیع الاول یا بارہ ربیع الاول میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے' چالیس سال کی عمر میں مکہ میں نبوت ملی' اکثر قرآن مکہ میں نازل ہوا' نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال مکہ میں رہے' پھر مدینہ کی طرف اس وقت ہجرت فرمائی جبکہ آپ کی عمر 53 سال تھی' دس سال مدینہ میں گذار کر 12 ربیع الاول میں 63 سال کی عمر میں انتقال فرما گئے اور مسجد نبوی کے پاس حجرۂ عائشہ میں مدفون ہوئے۔اس حدیث سے پہلے حدیث نمبر 3 میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۶۰ سال بتائی گئی ہے اس روایت میں کمی دور میں کسر کو چھوڑ کر دس سال مانا گیا ہے اور ولادت اور ہجرت کے سال کو بھی چھوڑا گیا تو پانچ سال کم ہو گئے اس لیے ساٹھ سال کا ذکر کیا گیا ہے زیر نظر روایت راجح ہے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی کو بتا رہے ہیں کہ 63 سال کی روایت راجح ہے۔

آغاز وحی کی تفصیل

(۵) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيًا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ. وَهُوَ التَّعَبُّدُ. اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَاءَ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَاْ فَقَالَ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اقْرَاْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَاْ قُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ فَقَالَ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ كَلَّا وَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ ثُمَّ انْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ اِلٰى وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ بْنِ عَمِّ خَدِيْجَةَ فَقَالَتْ لَهٗ يَا ابْنَ عَمِّ اِسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ يَا ابْنَ اَخِيْ مَاذَا تَرٰى فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم خَبَرَ مَا رَاٰى فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى يَا لَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعًا لَيْتَنِيْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِيَ وَاِنْ يُّدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُّؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ (متفق علیه) وَزَادَ الْبُخَارِيُّ حَتّٰى حَزِنَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم فِيْمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدّٰى مِنْ رُؤُوْسِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ فَكُلَّمَا اَوْفٰى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ نَفْسَهٗ مِنْهُ تَبَدّٰى لَهٗ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا فَيَسْكُنُ لِذٰلِكَ جَاشُهٗ وَتَقِرُّ نَفْسُهٗ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے شروع کیے گئے سچے خوابوں کا دیکھنا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب بھی دیکھتے اس کی تعبیر صبح کی طرح نمودار ہوتی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تنہائی پسند کر دی گئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلوت میں رہتے آپ غار حرا میں چلے جاتے۔کئی کئی راتیں وہاں عبادت میں مشغول رہتے۔اس سے پہلے کہ اپنے گھر والوں کی طرف مائل ہوں اور اس مدت کے لیے زاد راہ لے جاتے پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹتے اور اسی قدر زاد راہ لے جاتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حق آ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ آیا اور کہا پڑھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا اس نے پکڑ کر مجھ کو دبایا کہ اس کے دبانے سے مجھے مشقت پہنچی۔ پھر کہا پڑھ میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا اس نے مجھ کو پکڑا اور دوبارہ دبایا حتی کہ اس کے دبانے سے مجھے مشقت پہنچی۔ پھر اس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھ میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا۔اس نے تیسری بار پکڑ کر مجھ کو دبایا کہ اس کے دبانے سے مجھ کو مشقت پہنچی پھر اس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے پڑھ اور تیرا پروردگار سب سے بزرگ تر ہے۔جس نے قلم کے واسطہ سے انسان کو تعلیم دی وہ چیز کہ جانتا نہ تھا۔رسول اللہ صلی علیہ وسلم ان آیات کو لے کر لوٹے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل کانپ رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور کہا مجھ کو کپڑا اڑھا دو کپڑا اڑھا دو انہوں نے آپ کو کپڑا اڑھا دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوف دور ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا اور تمام واقعہ بتلا دیا کہ مجھ کو اپنی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے خدیجہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں ہرگز نہیں اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی کرتے ہیں باتیں سچی کرتے ہیں بوجھ اُٹھا لیتے ہیں محتاج کو کما کر دیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔حق کے حادثوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اسے کہا اے چچا کے بیٹے اپنے بھتیجے سے سنئے کیا کہتا ہے۔ورقہ نے کہا اے بھتیجے تو کیا دیکھتا ہے آپ نے جو کچھ دیکھا تھا اس کی خبر دی۔ورقہ کہنے لگا یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔اے کاش میں اس وقت جوان ہوتا۔اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب تیری قوم تجھ کو مکہ سے نکال دے گی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مجھ کو نکال دیں گے۔اس نے کہا ہاں جس شخص کے پاس بھی ایسا کچھ آیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے وہ دشمنی کیا گیا ہے۔اگر مجھ کو تمہارے اس دن نے پا لیا تو میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا۔تھوڑی دیر بعد ورقہ فوت ہو گئے اور وحی منقطع ہو گئی (متفق علیہ) اور بخاری نے زیادہ کیا ہے کہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ وحی رُک جانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت غم ہوا کئی بار غم کی وجہ سے صبح جاتے کہ پہاڑ کی چوٹیوں پر سے گر پڑیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے تا کہ اپنے نفس کو گرا دیں جبریل علیہ والسلام ظاہر ہوتے اور کہتے اے محمد آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطراب ختم ہو جاتا اور آپ کا نفس تسکین پاتا۔

تشریح: ''فلق الصبح'' یعنی آپ کے سچے خواب کی تعبیر اس طرح واضح ہو کر آتی تھی جس طرح چمک کر صبح پھوٹ آتی ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح صبح کا آنا یقینی ہوتا ہے اسی طرح آپ کے خوابوں کی تعبیر یقینی ہوتی تھی۔

''الخلاء'' یعنی طبعی طور پر آپ کو خلوت نشینی محبوب ہو گئی اور آپ نے تنہائی اختیار فرمائی تا کہ مخلوق سے ہٹ کر خالق سے راز و نیاز کا رشتہ جوڑیں۔''بغار حراء'' مکہ مکرمہ سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کی چوٹی پر یہ غار واقع ہے اس پہاڑ کو جبل نور کہتے ہیں' اس کے اوپر میدان ہے جہاں آج کل ایک سائبان کے نیچے عارضی ہوٹل بنا ہوا ہے' اس پہاڑ کے منہ میں قبلہ کی جانب دو چٹانوں کے آپس میں ملنے کی وجہ سے ایک خلا پیدا ہو گیا ہے یہی خلا غار حراء ہے' اس میں دو آدمی بیٹھ سکتے ہیں آدمی کھڑا نہیں ہو سکتا' سامنے سے یہ غار کھلا ہے جس سے بیت اللہ نظر آتا ہے' مگر آج کل عمارات نے بیت اللہ کو چھپا رکھا ہے' غار حراء جاہلیت کے دور میں بھی مقدس مقامات میں شمار ہوتا تھا' لوگ اس میں عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے' ابو طالب نے اپنے مشہور قصیدہ لامیہ میں اس کا یوں ذکر کیا ہے:

وثور ومن ارسیٰ ثبیرًا مکانہ — وراق لیرقی فی حراء و نازل

مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی — اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

''یتحنث'' حنث گناہ کو کہتے ہیں اور یہاں باب تفعل' سلب مأخذ کے لیے ہے یعنی ازالہ گناہ اور ازالہ گناہ عین عبادت ہے لہٰذا یتحنث کا معنی یتعبد ہے جو عبادت کرنے کو کہتے ہیں ایک روایت میں یتحنف ہے یعنی ملت حنیفیہ کے مطابق عبادت کرتے تھے۔ ''ماانا بقارئ'' یعنی کسی استاذ سے کچھ پڑھا نہیں' اپنے طور پر کچھ پڑھ نہیں سکتا۔

جبریل امین نے تکلیف مالا یطاق کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ اقراء تعلیمی کا حکم تھا جیسے نئے سرے سے استاد چھوٹے بچے سے کہتے ہیں پڑھو بیٹے! تو یہ تعلمی اقرأ ہے یہ امتحانی اقرأ نہیں تھا۔ ''فغطنی'' یہ بھینچنے اور سینہ سے لگا کر دبانے کو کہتے ہیں یہ اس لیے دبایا تا کہ ملکوتیت کی برکات وصفات بشر میں منتقل ہو جائیں' پہلی دفعہ دبایا تا کہ انس بالملک' پیدا ہو جائے دوبارہ دبایا تا کہ انس باللہ پیدا ہو' تیسری بار دبایا تا کہ انس بالوحی پیدا ہو۔ ''الجهد'' مشقت اور محنت کے معنی میں ہے' یہ لفظ مرفوع ہے جو فاعل واقع ہے ای بلغ منی الجهد مبلغہ یعنی مجھ میں جتنی طاقت تھی وہ اپنی انتہاء کو پہنچ گئی۔

ایک روایت میں الجهد منصوب ہے جو مفعول واقع ہے ای بلغ جبرئیل منی الجهد یعنی جبریل نے مقدور بھر زور لگایا اور مجھے بھینچا' یہ اس لیے کیا تا کہ آپ وحی سے مانوس ہو جائیں اور ملکوتی صفات آپ کی طرف منتقل ہو جائیں۔ فرشتہ جب انسان کی شکل میں آتا ہے تو ایک انسان کی طاقت اس میں ہوتی ہے۔ ''ماانا بقارئ'' یعنی کسی استاذ سے پڑھا نہیں اور اپنے طور پر پڑھ نہیں سکتا۔ ''زملونی'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محاورہ کے لحاظ سے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے کیونکہ بطور ادب لوگ گھر والوں کو جمع کے لفظ سے پکارتے ہیں اگر چہ صرف ایک بیوی کیوں نہ ہو' یہاں صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جمع کے صیغہ سے اسی قاعدہ کے مطابق خطاب کیا ہے' یا ہوسکتا ہے کہ گھر میں دیگر افراد بھی ہوں اس لیے جمع کا صیغہ اختیار فرمایا۔ ''فرجع بها'' یہ ضمیر آیات کی طرف لوٹتی ہے۔ ''یرجف فؤاده'' دل کو فؤاد کہتے ہیں اور یرجف کانپنے اور دھڑکنے کے معنی میں ہے' حضرت سید یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے درس بخاری میں فرمایا کہ جب دل کو کوئی خطرہ لاحق ہو جاتا ہے تو پورا جسم اس کی حفاظت کی کوشش کرتا ہے اور پوری حرارت سمیٹ کر دل کے گرد جمع کرتا ہے' اس سے دل کی حفاظت تو ہو جاتی ہے مگر باقی بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اسی وجہ سے بعض روایات میں یرجف بوادره کے الفاظ آئے ہیں' بوادر' بادرة کی جمع ہے' شانے کے گوشت کو کہتے ہیں' شانے کا گوشت جب کانپ جاتا ہے تو باقی جسم اور زیادہ کانپتا ہے۔ ''الروع'' گھبراہٹ کے معنی میں ہے' ایک غیر جنس چیز کے معائنہ سے طبعی طور پر گھبراہٹ آتی ہے' یہاں فرشتہ ہے پھر وحی کا بوجھ ہے اس لیے گھبراہٹ ہونا بشری اور طبعی تقاضا تھا۔

''لقد خشیت علی نفسی'' یعنی میں اپنی جان کے تلف ہونے پر ڈرتا ہوں' یہ خوف اس وجہ سے نہیں تھا کہ آپ کو شک تھا کہ یہ کوئی جن یا شیطان کا حملہ ہے بلکہ اس خوف کا اظہار تھا کہ اگر بار بار وحی کا بوجھ اسی طرح مجھ پر پڑتا رہا تو اس بوجھ سے مجھے اپنی جان کے تلف ہو جانے کا خطرہ ہے' یہ بھی ممکن ہے کہ آئندہ نبوت کی دعوت اور پورے عرب سے مقابلہ کرنے کی طرف اشارہ ہو۔ ''تحمل الكل'' کل اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے خاندان اور معاشرہ پر بوجھ ہو اور اس سے کسی کو فائدہ نہ پہنچتا ہو بلکہ جس طرف جاتا ہو نقصان اٹھا کر آتا ہو جس طرح قرآن میں ہے۔ (وهو كلّ علی مولاه اینما یوجهه لایأت بخیر) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ایسے بے کار اور بے یار و مددگار لوگوں کے بوجھ کو اٹھاتے ہو اور ان کی مدد کرتے ہو مثلاً یتیموں' مسکینوں' بیوہ عورتوں' کمزوروں اور بے کسوں کی دیکھ بھال کرتے ہو۔ ''المعدوم'' ایسا آدمی جس کے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ نہ ہو' وہ معاشرہ سے معدوم اور گم ہو' اس کے لیے آپ کما کر دیتے ہو۔ ''تقری'' یہ قریٰ سے ہے مہمان نوازی کے معنی میں ہے۔ ''نوائب الحق'' یعنی حق کے حوادثات حوادثات میں حق کا ساتھ دیتے ہو' اس کی مشکلات میں اس کی مدد کرتے ہو۔ ''هذا الناموس'' کسی آدمی کے راز دان کو ناموس کہتے ہیں' اہل لغت کہتے ہیں کہ ناموس بروزن جاسوس ہے ناموس خیر کے کاموں میں مستعمل ہوتا ہے اور جاسوس برے کاموں میں استعمال ہوتا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ

اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل کتاب جبریل امین کو ناموس کہتے تھے یہ معنی بہت اچھا ہے۔"علی موسی" ورقہ بن نوفل حنفاء میں سے تھے پھر انہوں نے عیسائیت کو قبول کر لیا' ان کو حضرت موسیٰ کے بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لینا چاہیے تھا مگر علماء نے لکھا ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ مشہور تھے اولوالعزم بھی تھے اس لیے ورقہ نے انکا نام لیا۔"الاعودی" یعنی تیرے جیسے جس نے بھی حق کا نعرہ بلند کیا اور حق لیکر آیا اسکے ساتھ دشمنی رکھی گئی ہے۔

"شواھق" یہ شاھقۃ کی جمع ہے پہاڑ کی بلندی اور چوٹی کو کہتے ہیں' اسی کو ذروۃ الجبل بھی کہتے ہیں یعنی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرادے۔"غدامنه مرارا" یعنی اس غم کی وجہ سے کئی دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح صبح پہاڑ کی چوٹی پر گئے تا کہ اپنے آپ کو گرادیں۔

"مؤزرا" وزیر سے ہے' بھر پور اور مضبوط تعاون کو کہتے ہیں۔"یتردیٰ" اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کے لیے یہ صیغہ استعمال کیا جاتا ہے۔

"جاشه" ای اضطرابه جبرائیل علیہ السلام کی آواز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو جاتی تھی اور آپ کا اضطراب' سکون میں بدل جاتا تھا۔

انقطاع کے بعد پہلی وحی

(۶) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا عَنِ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ فَاِذَاالْمَلَكُ الَّذِيْ جَائَنِيْ بِحِرَاءَ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًاحَتّٰى هَوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَجِئْتُ اِلٰى اَهْلِيْ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا اَيُّهَاالْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَفَاهْجُرْ ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ وحی کے رک جانے کے متعلق بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں چلا جا رہا تھا۔آسمان کی جانب سے میں نے ایک آواز سنی ناگہاں وہ فرشتہ جو حراء میں میرے پاس آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔میں بہت خوف زدہ ہو گیا یہاں تک کہ میں زمین پر گر پڑا۔میں اپنے گھر آیا میں نے کہا مجھ کو کپڑا اڑھا دو کپڑا اڑھا دو۔انہوں نے مجھ کو کپڑا اڑھا دیا۔اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اے کپڑا اوڑھنے والے اُٹھ مخلوق کو ڈرا اپنے رب کی بڑائی بیان کر اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک کر اور پلیدی کو چھوڑ دے پھر وحی پے در پے آنے لگی۔(متفق علیہ)

تشریح: "جئثت" باب سمع یسمع سے گھبرانے اور ڈر جانے کے معنی میں ہے' خلاف جنس چیز دیکھنے سے طبعی طور پر اس طرح گھبراہٹ ہوتی ہے۔"رعبا" ای لاجل الرعب" "ھویت" ضرب یضرب سے گرنے کے معنی میں آتا ہے' سمع سے محبت کے معنی میں ہوتا ہے' یہاں ضرب سے ہے۔"حمی الوحی" یعنی وحی بند ہو جانے کے بعد پھر آنا شروع ہو گئی اور گرم ہو گئی یعنی مسلسل آنے لگی۔

وحی کس طرح آتی تھی

(۷) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَحْيَانًا يَّاْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصِمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَاَحْيَانًا يَّتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَعِيْ مَايَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ رَاَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی گھنٹال کی آواز کی طرح آتی ہے اور ایسی وحی مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے وہ مجھ سے موقوف ہوتی ہے جب کہ میں اس کو یاد کر لیتا ہوں' کبھی فرشتہ آدمی کی شکل میں میرے سامنے نمودار ہوتا ہے وہ مجھ سے کلام کرتا ہے۔میں یاد کر لیتا ہوں جو وہ کہتا ہے۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے سخت سردی کے دن آپ

صلی اللہ علیہ پر وحی اترتی جب موقوف ہوتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''صلصلة الجرس'' مضبوط چٹان پر جب لوہے کی زنجیر کھینچی جاتی ہے تو اس سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے اسی آواز کو صلصلة کہتے ہیں اور جرس گھنٹی کو کہتے ہیں، یہاں گھنٹی کی آواز کے ساتھ تشبیہ دینا مقصود ہے۔ اب یہ بات رہ گئی کہ یہ آواز کس وجہ سے تھی؟ بعض شارحین فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام نفسی کی آواز تھی، بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ اس قسم کی وحی کی آواز تھی جس طرح کلام کی تیاری کے لیے پہلے اعلان ہوتا ہے یا ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے، بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ جبرئیل امین کی آمد اوران کے پروں کے پھڑ پھڑانے کی آواز ہوتی تھی، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حواس کے تعطل کے بعد ایک آواز پیدا ہوتی تھی وہ مراد ہے جیسے کانوں کے بند کرنے سے اندر ایک آواز پیدا ہو جاتی ہے۔ ''اشده علی'' چونکہ اس میں انسلاخ بشریت ہوتی تھی اس لیے یہ قسم بھاری ہوتی تھی۔ ''فیفصم'' ای ینقطع یعنی جب وحی کی یہ کیفیت ختم ہو جاتی تھی ''وعیت'' ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہوش میں نہیں ہوتے تھے، ہوش میں آنے سے پہلے پہلے ساری وحی یاد ہو جاتی تھی تو ماضی کا صیغہ مناسب ہوا۔ ''فاعی'' یہاں مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ فرشتہ کے سنانے کے بعد آپ وحی کو محفوظ کرتے تھے تو مستقبل بن جاتا تھا۔ ''فیفصم عنه'' یعنی وحی کی یہ کیفیت جب ختم ہو جاتی تھی۔ ''لیتفصد'' رگ پر نشتر مار کر جو خون چھلکتا ہے اس کو فصد کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ وحی کی شدت کی وجہ سے جاڑوں کے موسم میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جبین مبارک پر موتیوں کی لڑی کی طرح پسینہ بہنے لگتا تھا۔

نزول وحی کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت وحالت

(٨) وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ كُرِبَ لِذَالِکَ وَتَرَبَّدَ وَجْهُهُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ نَكَسَ رَأْسَهُ وَنَكَسَ اَصْحَابُهُ رُءُ وْ سَهُمْ فَلَمَّا اُتْلِيَ عَنْهُ رَفَعَ رَأْسَهُ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جس وقت وحی نازل ہوتی اس کی شدت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو جاتا۔ ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر جھکا لیتے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی سر جھکا لیتے۔ جب وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع ہوتی اپنا سر اٹھاتے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''کرب'' یعنی سخت کرب وبلا اور مصیبت وغم لاحق ہوتا تھا۔ ''تربد'' یعنی چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ ''اُتلی'' ہمزہ پر پیش ہے، تا ساکن ہے، لام پر کسرہ ہے اور یا پر فتحہ ہے یعنی جب وحی کی یہ کیفیت منقطع ہو جاتی' ای اقلع و اکشف و أجلی وأزیل' ''نکس راسه'' سر جھکانے کے معنی میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم وحی کے آنے اور اسے سوچنے اور سمجھنے کی وجہ سے سر جھکا لیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی متابعت اور ادب کی وجہ سے سر جھکا لیا۔

اللہ کے دین کی پہلی دعوت

(٩) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْاَقْرَبِيْنَ" خَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى صَعِدَ الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَابَنِيْ فِهْرٍ يَابَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّخْرُجَ اَرْسَلَ رَسُوْلًا لِيَنْظُرَ مَاهُوَ فَجَاءَ اَبُوْ لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ اَرَئَيْتُمْ اِنْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ مِنْ سَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِالْوَادِيْ. تُرِيْدُ اَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْکَ اِلَّا صِدْقًا قَالَ فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَّکَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس وقت یہ آیت اتری کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نکلے یہاں تک کہ صفا پر چڑھ گئے اور بلانا شروع کیا اے بنوفہر اے بنوعدی قریش کے قبائل کو پکارنے لگے وہ سب جمع ہو گئے جو شخص خود نہ آتا اپنا نمائندہ بھیج دیتا تاکہ دیکھے کیا ہے ابولہب آیا اور قریش کے دوسرے لوگ بھی۔ فرمایا بتلاؤ اگر میں تم کو خبر دوں کہ اس پہاڑ کی جانب سے سواروں کا ایک لشکر نکلا ہے ایک روایت میں ہے کہ جنگل میں سوار ہیں جو تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں کیا تم میری اس بات کو سچ مان لو گے وہ کہنے لگے ہاں ہم نے ہمیشہ آپ پر سچ ہی کا تجربہ کیا ہے فرمایا سخت عذاب سے پہلے میں تم کو ڈرا رہا ہوں۔ ابو لہب کہنے لگا تجھ کو ہلاکی ہو تو نے اس لیے ہم کو جمع کیا تھا اس وقت یہ سورت نازل ہوئی۔ تبت یدا ابی لھب و تب. (متفق علیہ)

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چالیس سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں نبوت ملی تو تین سال تک آپ نے خفیہ دعوت چلائی گھر کے افراد اور قریبی احباب کے علاوہ کسی کو دعوت نہیں دی پھر جب (وانذر عشیرتک الاقربین) آیت نازل ہوئی تو آپ نے قریبی رشتہ داروں کو کھانے کی دعوت پر بلایا اور ان کو دین اسلام کی دعوت دیدی مگر ابولہب کی شرارت پر ماننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوا سورت "ص" کی ابتدائی آیات اسی قصہ سے متعلق ہیں پھر تین سال گذر جانے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (فاصدع بما تؤ مرو اعرض عن المشرکین) (حجر 94) یعنی اللہ کی طرف سے جو حکم آیا ہے اس کو کھول کھول کر بیان کیجئے اور مشرکین کی پرواہ نہ کیجئے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ کوہ صفا جو بیت اللہ کے سامنے ہے اس جگہ پر دین کی دعوت دی جائے عرب کی عادت تھی کہ کسی بڑی مصیبت اور بڑے حادثہ کے وقت بلند جگہ پر چڑھ کر اپنی مدد کے لیے لوگوں کو بلایا کرتے تھے اسی قاعدہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر آئے اور یہ آواز دی "یا صباحاہ و اصباحاہ" اے لوگو! صبح کے وقت ایک مصیبت آنے والی ہے! اس آواز کو سن کر سرداران قریش نے خصوصی توجہ دی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال تک کبھی بھی اپنی مدد کے لیے اس طرح عام اعلان نہیں کیا تھا چنانچہ جس شخص نے یہ آواز سنی دوڑ کر چلا گیا یا اپنا کوئی نمائندہ بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ صفا کی بلندی پر تھے اس لیے فرمایا کہ مجھے دونوں طرف نظر آ رہا ہے اگر میں کہوں کہ پیچھے سے ایک لشکر آ رہا ہے تم مانو گے؟ اور پہلے یہ بتاؤ کہ میں نے تمہارے اندر ایک لمبا عرصہ گذارا ہے کیا تم نے مجھے سچا پایا ہے یا جھوٹا؟ قریش نے کہا ہے کہ ہم نے بار بار آپ کو آزمایا ہے ہم نے آپ کو سچا پایا ہے اس پر آپ نے توحید کی دعوت دیدی جس پر وہ لوگ بھاگ گئے اور ابولہب نے گستاخی کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ پہاڑ کی اس طرف سے دشمن حملہ کرنا چاہتا ہے تو اس سے لشکر ابلیس مراد تھا جو انسانوں پر حملہ آور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور آخرت کے دونوں جانب نظر آ رہے تھے کفار قریش کو آخرت کا پتہ نہیں تھا تو سب نے انکار کیا۔

دعوت حق کی پاداش میں عمائدین قریش کی بدسلوکی اور ان کا عبرتناک انجام

(۱۰) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَجَمْعٌ مِنْ قُرَيْشٍ فِيْ مَجَالِسِهِمْ اِذْ قَالَ قَائِلٌ اَيُّكُمْ يَقُوْمُ اِلٰى جُزُوْرِ اٰلِ فُلَانٍ فَيَعْمِدُ اِلٰى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا فَيَجِيْئُ بِهٖ ثُمَّ يُمْهِلُهٗ حَتّٰى اِذَا سَجَدَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ اَشْقَاهُمْ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَثَبَتَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سَاجِدًا فَضَحِكُوْا حَتّٰى مَالَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنَ الضَّحِكِ فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ اِلٰى فَاطِمَةَ فَاَقْبَلَتْ تَسْعٰى وَثَبَتَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سَاجِدًا حَتّٰى اَلْقَتْهُ عَنْهُ وَاَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الصَّلٰوةَ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلٰثًا وَكَانَ اِذَا دَعَا دَعَا ثَلٰثًا وَاِذَا سَاَلَ سَاَلَ ثَلٰثًا اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِوبْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُتْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُهُمْ صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سُحِبُوْا اِلَى الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَاُتْبِعَ اَصْحَا بُ الْقَلِيْبِ لَعْنَةً (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے قریش کے سردار اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے ایک کہنے لگا تم میں سے کون فلاں آدمی کے ذبح کردہ اونٹ کے پاس جائے اس کی نجاست

خون اور بچہ دانی لاکر جس وقت آپ سجدہ کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان رکھ دے ان میں سے ایک بدبخت شخص اُٹھ کھڑا ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا لا کر اس نے آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پڑے رہے۔ وہ ہنس ہنس کر ایک دوسرے پر گرنے لگے ایک شخص نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع کر دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے آ کر اُسے آپ سے دور کیا اور ان کی طرف متوجہ ہوئیں ان کو گالیاں دیں۔ جب رسول اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی فرمایا اے اللہ قریش کو پکڑ لے تین بار یہ دعا کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے تین بار کرتے تھے اور جب مانگتے تین مرتبہ مانگتے اے اللہ ہشام بن عمرو کو پکڑ۔ عتبہ بن ربیعہ کو شیبہ بن ربیعہ کو ولید بن عقبہ کو امیہ بن خلف کو عقبہ بن ابی معیط کو اور عمارہ بن ولید کو پکڑ لے۔ عبداللہ نے کہا میں نے ان کو بدر کے دن دیکھا کہ قتل ہو کر گرے ہوئے ہیں ان کو کھینچ کر قلیب بدر میں ڈالا گیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنویں والوں پر لعنت مسلط کر دی گئی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''قال قائل'' یہ ابوجہل ملعون تھا یا کوئی اور بدبخت تھا۔ ''جزور'' شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ جزور میں جیم پر زبر ہے پھر زا پر پیش ہے یہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو ذبح کرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہو مذبح خانہ مراد ہے۔

''آل فلان'' سے کسی آدمی کی اولاد مراد ہے' مقصود کوئی خاص محلہ اور خاص قبیلہ ہے شاید یہاں کوئی ذبح خانہ ہو جہاں پر ذبح شدہ اونٹوں کی آلائشیں موجود رہتی ہوں۔ ''یعمد'' یہ قصد کرنے کے معنی میں ہے۔ ''فرثها'' فرث گوبر او جھ اور لید کو کہتے ہیں ضمیر مؤنث جزور کی طرف راجع ہے جس کی طرف مذکر مؤنث دونوں ضمیریں لوٹتی ہیں۔ ''وسلاها'' حیوان کے بچہ دانی میں بچے کے اوپر ایک باریک سے جھلی ہوتی ہے جو ولادت کے ساتھ باہر آتی ہے اسی رقیق پردے کو سلا کہتے ہیں۔ ''فانبعث'' اٹھنے کے معنی میں ہے۔ ''اشقاهم'' اس مجلس کے سارے شرکاء اشقی اور بدبخت تھے مگر یہ اٹھنے والا زیادہ بدبخت تھا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد عقبہ ابن ابی معیط تھا' یہ پرلے درجے کا بیوقوف اور ابوجہل کا چمچہ کڑچہ تھا جو ابوجہل کہتا تھا وہی یہ کرتا تھا۔ جنگ بدر میں یہ پکڑا گیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیدیا تو اس نے کہا میرا کیا قصور ہے کہ باقی قیدیوں کی طرح مجھے قیدی نہیں رکھتے ہو اور قتل کا حکم دیتے ہو؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائی ہے' پھر ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور اس کی گردن اڑا دی۔ الحمدللہ! ''لقد رئیتهم'' یہ باعتبار اکثر کے ہے کہ سارے کنوئیں میں ڈالے گئے حالانکہ عمارہ کو کنوئیں میں نہیں پھینکا گیا تھا اسی طرح عقبہ بن ابی معیط کا معاملہ تھا۔ ''صرعی'' یہ صریع کی جمع ہے جو مصروع کے معنی میں ہے زمین پر پچھاڑے ہوئے اور گرے ہوئے شخص کو کہتے ہیں۔ ''القلیب قلیب'' اس کنوئیں کو کہتے ہیں جس کا منہ اور اوپر کا حصہ ٹھیک نہ کیا گیا ہو یعنی اس کا منڈیر نہ ہو بدر کے مقام میں یہ ایک خراب اور گندہ کنواں تھا جس میں یہ گندے لوگ ڈالے گئے اور ان کی تذلیل کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں پر آئے اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میرے ساتھ میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کو سچا پالیا' کیا تمہارے ساتھ جو وعدہ تھا تم نے اس کو پالیا یا نہیں؟ شاعر دربار رسول حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس نقشہ کو یوں بیان کیا ہے:

فغادر نا اباجهل صريعًا وعتبة قد تر كنا بالجبوب

ترجمہ: ہم نے ابوجہل کو پچھاڑا ہوا چھوڑا اور عتبہ کو سنگلاخ زمین پر مرا ہوا چھوڑا۔

يناديهم رسول الله لما قذفناهم كباكب فى القليب

ترجمہ: ان کو رسول خدا اس وقت آواز دے رہے تھے جبکہ ہم نے ان کو گندے کنوئیں میں پھینکا ہوا تھا۔

الم تجدوا كلامى كان حقا وامر الله ياخذبالقلوب

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے میری باتوں کو سچا نہیں پایا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم دلوں میں اتر جاتا ہے۔

فما نطقوا ولو نطقوا لقالوا صدقت و كنت ذارأى مصيب

ترجمہ: ان لوگوں نے جواب نہیں دیا اگر جواب دیتے تو یوں کہتے آپ نے سچ کہا تھا اور آپ کی رائے درست تھی۔

عقبہ کے سخت ترین مصائب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تحمل وترحم

(۱۱) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَاقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ فَقَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ وَكَانَ اَشَدَّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِيَا لِيْلِ بْنِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا لِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَابِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرَئِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهٗ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ قَالَ فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ اَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِيْ رَبُّكَ اِلَيْكَ لِتَاْمُرَنِيْ بِاَمْرِكَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُحد کے دن سے بڑھ کر بھی سخت دن آیا ہے فرمایا تیری قوم سے مجھ کو بہت تکلیف پہنچی ہے اور سب سے زیادہ تکلیف مجھے عقبہ کے دن پہنچی جب میں نے ابن عبدیالیل بن کلال پر اپنے نفس کو پیش کیا جو میں نے اس کو دعوت پیش کی اس نے قبول نہ کی۔ میں نہایت غمگین و پریشان حال جس طرف منہ آیا جا رہا تھا۔ قرن ثعالب میں پہنچ کر مجھے پتہ چلا میں نے اپنا سر اُٹھایا ایک ابر نے مجھ پر سایہ کر لیا میں نے دیکھا ناگہاں اس میں جبریل تھے۔ انہوں نے مجھ کو آواز دی اور کہا اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کی بات اور جو انہوں نے جواب دیا ہے سن لیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تا کہ ان کے متعلق جس طرح چاہیں اس کو حکم دیں۔ مجھ کو پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی مجھ کو سلام کہا پھر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کی بات سن لی ہے میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں مجھ کو تیرے رب نے تیری طرف بھیجا ہے اگر تو حکم دے میں دو اخشبین پہاڑوں کو ان پر ڈھانک دوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ ان کی پشتوں سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نکالے گا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''اشد من یوم احد'' احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر صحابہ شہید ہو چکے تھے۔ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم کے ٹکڑے آپ کے سامنے تھے' خود آپ لہولہان تھے' دندان مبارک شہید ہو چکے تھے' بڑا سخت دن تھا اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے احد کے دن کی سختی سے زیادہ کسی اور دن کی سختی اور مصیبت کا پوچھا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خیال تھا کہ اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں ہو سکتا' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے دن کو جس کو یوم العقبۃ کہا گیا ہے اس کو احد کے دن سے زیادہ سخت بتایا۔

''یوم العقبة'' عقبہ در حقیقت پہاڑی گھاٹی کو کہتے ہیں یہاں ایک مسجد دریافت ہوئی ہے' یہیں پر آپ نے مدینہ والوں پر اپنے آپ کو پیش کیا منیٰ میں مسجد خیف کے پاس ''جمرة العقبة'' اسی گھاٹی کی طرف منسوب ہے 2007ء میں سعودی حکومت نے جمرات کی توسیع کی وہاں ایک مسجد دریافت ہوئی جس کا نام مسجد العقبۃ ہے۔ اصل میں موسم حج کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبائل عرب کو دعوت دیا کرتے تھے' جب حالات ناسازگار ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج پر آئے ہوئے مختلف لوگوں پر اپنے آپ کو پیش فرمایا کہ مجھے آپ یہاں پناہ دیدو۔ اس کو احادیث میں عرض نفسه علی القبائل سے یاد کیا گیا ہے' منیٰ میں آپ نے اس کا آغاز کیا۔ پھر اسی مہم میں آپ طائف کی طرف روانہ ہوئے کہ وہ آزاد قبائل ہیں' ہو سکتا ہے اسلام قبول کریں اور پھر مجھے پناہ کی جگہ مل جائے! اس پورے نقشے کو یوم العقبة سے یاد کیا گیا ہے۔ ''عرضت نفسی'' یعنی میں نے اپنے آپ کو پیش کیا ثقیف کے تین سرداروں پر جو آپس میں بھائی تھے' ایک کا نام ''عبدیالیل'' تھا دوسرے کا نام ''مسعود'' اور تیسرے کا نام ''حبیب'' تھا یہ تینوں بھائی عمرو بن عمیر کے بیٹے تھے طائف میں ان سب کا بڑا سردار مسعود تھا۔ اہل تاریخ نے یہاں بہت خلط ملط نام ذکر کیے ہیں میں نے البدایہ والنہایہ کی بات لکھ دی ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ ابن عبدیالیل کنیت ہے

مگر یہی اس شخص کا نام بھی (یعنی عبد یالیل سے گفتگو کی)۔ ''مهموم'' میں شدت غم کی وجہ سے مدہوش تھا۔ ''استفق'' ہوش میں آنے کو کہتے ہیں۔
''قرن الثعالب'' پرانے طائف سے نکل کر جبل ہدیٰ کی طرف آتے ہوئے جدید طائف میں ایک جگہ کا نام قرن الثعالب ہے قرن المنازل بھی اسی جگہ میں ہے جہاں سے اہل نجد احرام باندھ کر مکہ آتے ہیں اہل طائف کا میقات بھی یہی ہے۔

سوال:۔ غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی زخمی ہوئے تھے آپ کے ستر صحابہ کی لاشیں آپ کے سامنے تھیں آپ کا چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کٹی ہوئی لاش کے ٹکڑے سامنے پڑے تھے اس شدید صدمہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے صدمہ اور مصیبت سے کم کیوں قرار دیا اور طائف کے اس غم اور اس مصیبت کو زیادہ کیوں قرار دیا؟

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میدان کارزار اور میدان مقابلہ میں تھے دشمن سے مقابلہ میں جتنا بھی نقصان ہو جائے اس کی اتنی تکلیف نہیں ہوتی کیونکہ مقابلہ کے میدان میں فتح وشکست دونوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کے برعکس طائف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میدان مقابلہ میں نہیں تھے وہاں جو کچھ ہو رہا تھا وہ سب یک طرفہ ظلم تھا جس کو آپ انتہائی کسمپری کے عالم میں برداشت کر رہے تھے جس کی تکلیف بہت زیادہ تھی اس لیے آپ نے طائف کی تکلیف اور اذیت کو احد سے زیادہ قرار دیا۔

''اطبق'' ملانے کو کہتے ہیں۔ ''الاخشبین'' یہ اخشب کا تثنیہ ہے مضبوط پہاڑ کو اخشب کہتے ہیں۔ اس سے مراد مکہ مکرمہ کے پاس آمنے سامنے دو پہاڑ ہیں، ایک کا نام ''جبل ابوقبیس'' ہے اور دوسرے کا نام ''قعیقعان'' ہے جو ''احمر'' نامی پہاڑ سے جا لگتا ہے، یہ دونوں پہاڑ ایک جانب سے تو مکہ میں ہیں مگر دوسری جانب سے منٰی سے جا لگتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخی اہل طائف نے کی ظالم وہ تھے پھر اہل مکہ پر پہاڑوں کے ملانے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اصل مجرم تو کفار مکہ تھے انہیں کی وجہ سے تو سب کچھ ہو رہا تھا طائف کا سفر بھی تو انہیں کے مظالم کا شاخسانہ تھا اس لیے اس جڑ کو ختم کرنے کی بات کی گئی ہے۔ دوسرا جواب یہ سکتا ہے کہ ان پہاڑوں کا سلسلہ اہل مکہ اور اہل طائف دونوں پر محیط ہے تو دونوں شہروں کی تباہی کی بات تھی یا صرف طائف کی تباہی کی بات تھی کوئی اشکال نہیں، اس سوال وجواب کو میں نے کسی شرح میں نہیں دیکھا مگر شارحین نے اخشبین کا مصداق جبل ابوقبیس اور قعیقعان کو قرار دیا ہے یہ دونوں پہاڑ مکہ میں ہیں اس لیے یہ توجیہات کرنی پڑیں۔

غزوہ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کا ذکر

(۱۲) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كُسِرَتْ رُبَاعِيَتُهٗ .يَوْمَ اُحُدٍ وَشُجَّ فِيْ رَاْسِهٖ فَجَعَلَ يَسْلُتُ الدَّمَ عَنْهُ وَيَقُوْلُ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا رَاْسَ نَبِيِّهِمْ وَكَسَرُوْا رُبَاعِيَتَهٗ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک اُحد کے دن توڑ دیا گیا اور سر زخمی ہو گیا آپ اس سے خون پونچھتے تھے اور فرماتے تھے وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا دانت توڑا اور سر زخمی کیا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''یسلت'' نصر ینصر سے ہے جس سے خون صاف کرنے کو کہتے ہیں۔ ''شجوا'' سر اور چہرہ کے زخم کو شج کہتے ہیں۔ ''رباعیته'' انیاب اور ثنایا کے درمیان کو رباعی کہتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت بالکل ٹوٹ کر گرے نہیں تھے بلکہ کچھ کچھ حصہ ٹوٹ گیا تھا، دائیں جانب نچلے دانتوں کے رباعی مراد ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے مارا جانے والا اللہ کے سب سے سخت عذاب میں مبتلا ہوگا

(۱۳) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ فَعَلُوْا بِنَبِيِّهٖ. يُشِيْرُ اِلٰى

رُبَاعِيَتِهٖ. اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى رَجُلٍ يَقْتُلُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہوگا جس نے اپنے نبی کے ساتھ ایسا کیا اپنے دانتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس آدمی پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہے جس کو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے اللہ کا رسول قتل کر دے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "يقتله رسول الله" احد کے میدان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بد بخت کافر ابی بن خلف کو نیزہ مار کر قتل کر دیا تھا اس کی طرف اشارہ ہے۔ (هذا الباب خال عن الفصل الثانی)

الفصل الثالث .... سب سے پہلی وحی

(۱۴) عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَاسَلَمَةَ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ يَا اَيُّهَاالْمُدَّثِّرُ قُلْتُ يَقُوْلُوْنَ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ قَالَ اَبُوْسَلَمَةَ سَاَلْتُ جَابِرًا عَنْ ذَالِكَ وَقُلْتُ لَهٗ مِثْلَ الَّذِيْ قُلْتَ لِيْ فَقَالَ لِيْ جَابِرٌ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا بِمَا حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءَ شَهْرًا فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِيْ هَبَطْتُ فَنُوْدِيْتُ فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِيْنِيْ فَلَمْ اَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِيْ فَلَمْ اَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ خَلْفِيْ فَلَمْ اَرَ شَيْئًا فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَرَاَيْتُ شَيْئًا فَاَتَيْتُ خَدِيْجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُوْنِيْ فَدَثَّرُوْنِيْ وَصَبُّوْا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا فَنَزَلَتْ يَااَيُّهَاالْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَذَالِكَ قَبْلَ اَنْ تُفْرَضَ الصَّلٰوةُ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن سے پوچھا کونسا حصہ قرآن پاک سے پہلے نازل ہوا فرمایا یا ایہا المدثر میں نے کہا لوگ کہتے ہیں سب سے پہلے سورۂ اقراء باسم ربک نازل ہوئی انہوں نے کہا میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا تھا انہوں نے ایسا ہی جواب دیا تھا۔ میں نے بھی اسے اسی طرح کہا تھا جس طرح تو نے کہا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا میں تجھے وہی حدیث بیان کر رہا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مہینہ میں حرا میں خلوت میں رہا۔ جب میں اپنی دائیں خلوت پوری کر چکا نیچے اترا مجھے آواز دی گئی میں نے اپنی دائیں جانب دیکھا مجھے کچھ نظر نہ آیا اپنی بائیں جانب دیکھا کچھ نظر نہ آیا پیچھے دیکھا کچھ دکھائی نہ دیا۔ میں نے اپنا سر اٹھایا میں نے ایک شی دیکھی۔ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا میں نے کہا مجھ کو کپڑا اڑھاؤ انہوں نے مجھے کپڑا اڑھایا اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا پھر یہ آیت اتری اے چادر اوڑھنے والے کھڑا ہو اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک وصاف کر اور ناپاکی کو چھوڑ۔ یہ نماز فرض ہونے سے پہلے تھا۔ (متفق علیہ)

تشریح: نزول وحی کے اعتبار سے سب سے پہلے سورت علق کی پانچ آیتیں نازل ہوئی ہیں پھر انقطاع وحی کا زمانہ آیا۔ انقطاع وحی کے بعد جو مکمل سورت اتری ہے وہ سورت مدثر ہے جس کا تذکرہ زیر بحث حدیث میں ہے تو یہ مطلق وحی کی بات نہیں ہے بلکہ کامل سورت کے نزول کی بات ہے گویا یہ ابتداءً اضافی ہے جو انقطاع وحی کے بعد سب سے پہلے وحی کے بعد نازل ہوئی تھی۔

باب علامات النبوة ... نبوت کی علامتوں کا بیان

علامات جمع ہے اس کا مفرد علامۃ ہے علامات نشانی کو کہتے ہیں یہاں وہ نشانات اور علامات مراد ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتی ہوں۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "اشعة اللمعات" میں لکھا ہے کہ علامات نبوت اور معجزات ایک ہی چیز ہیں اس لیے شراح حضرات حیران و پریشان ہیں کہ صاحب مشکوٰۃ نے ایک ہی مفہوم کی چیز کو دو الگ الگ بابوں میں کیوں ذکر کیا کوئی اس کا صحیح جواب نہیں دے سکے گا انتہی کلامہ۔ اتنا فرق بتایا جا سکتا ہے کہ معجزات میں زیادہ تر ان چیزوں کا بیان ہوتا ہے جو سامنے والے انسان کو عاجز اور مجبور کر دیتی ہیں کہ معجزہ دیکھ لیا اب

ایمان لے آؤ! اور علامات نبوت میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس میں زیادہ تر ایسی چیزیں بیان ہوتی ہیں جو فی نفسہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بطور علامت دلالت کرتی ہیں مگر کسی کو ایمان لانے پر مجبور اور عاجز نہیں کرتیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ علامات نبوت میں کچھ چیزیں وہ بھی ہیں جن کا تعلق نبوت کے اعلان سے پہلے کے واقعات کے ساتھ ہے جس طرح اس باب کی حدیث نمبر 1' حدیث نمبر 2' وغیرہ ہیں تو ظاہر ہے کہ ان کو معجزہ تو نہیں کہا جا سکتا مگر یہ نبوت پر علامت و دلالت ہیں اس وجہ سے شاید صاحب مشکوٰۃ نے اس باب کو معجزات سے علیحدہ رکھا اور اس کے لیے الگ عنوان باندھا۔

الفصل الاول ..... شق صدر کا واقعہ

(۱) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَهُ فَصَرَعَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً فَقَالَ هٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهُ فِيْ طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَاَمَهُ وَاَعَادَهُ فِيْ مَكَانِهٖ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ اِلٰى اُمِّهٖ يَعْنِيْ ظِئْرَهُ فَقَالُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوْهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ اَنَسٌ فَكُنْتُ اَرٰى اَثَرَ الْمِخْيَطِ فِيْ صَدْرِهٖ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ کو پکڑ کر چت لٹایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو چیرا اور آپ کے دل سے علقہ نکالا اور کہا یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سونے کی طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے دل اپنی جگہ رکھ کر دوبارہ ملا دیا اور لڑکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی طرف آئے (والدہ سے مراد دایہ حلیمہ رضی اللہ عنہا ہے) انہوں نے کہا محمد قتل کر دیئے گئے ہیں۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر تھا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں سوئی کے سینے کا نشان دیکھا تھا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "فشق عن قلبه" یعنی دل کے پاس سے سینہ چاک کیا اور پھر اندر سے دل نکال دیا دل کے اوپر سے سیاہ بستہ خون نکال کر باہر پھینک دیا پھر دل کو سی دیا اور پھر سینہ کو سی دیا جس میں سینے کا نشان مدۃ العمر تک باقی رہا' شق صدر اور شرح صدر کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار مرتبہ پیش آیا ایک بار تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پرورش کے دوران پیش آیا جس کا ذکر زیر بحث حدیث میں ہے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی عمر کے تھے جبکہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی پرورش کر رہی تھیں دوسری مرتبہ شرح صدر کا واقعہ دس سال کی عمر میں پیش آیا' تیسری مرتبہ ظہور نبوت کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی چوتھی مرتبہ آسمانوں پر معراج کے لیے جانے کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر اکیاون سال کے لگ بھگ تھی۔ "حظ الشيطان" یعنی انسان کے جسم اور پھر قلب کے اندر دو قسم مخلوق کام کرتی ہیں اور اپنا اپنا اثر ڈالتی ہیں' ایک مخلوق فرشتے ہیں دوسری مخلوق شیاطین ہیں' دل کے اندر خانے بنے ہوئے ہیں جہاں خون کے لوتھڑے بھی ہوتے ہیں یہ جگہیں فرشتوں کے الہامات کے مقامات بھی ہیں اور شیاطین کے وسوسوں کے مراکز بھی ہیں ان دونوں میں سے جس مخلوق کا کنٹرول ان جگہوں پر قائم ہو گیا دل ان کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے اور دل کی وجہ سے پھر پورا جسم متاثر ہو جاتا ہے۔ اگر فرشتوں کے قابو میں دل آ گیا تو پورے جسم کا روحانی نظام درست ہو جاتا ہے اور اگر شیاطین کا کنٹرول آ گیا تو پورے جسم کا روحانی نظام بگڑ جاتا ہے۔ زیر بحث حدیث میں حظ الشیطان کا اشارہ اسی پس منظر کی طرف ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبی روحانی نظام مکمل طور پر فرشتوں کے ہاتھ میں آ گیا اور شیاطین کے وساوس کی گنجائش ختم ہو گئی۔

سوال:۔ اب سوال یہ ہے کہ جب آپریشن کے ذریعہ سے قلب اطہر سے اس حصہ کو کاٹ کر نکالنا تھا تو تخلیق کے وقت اس کو قلب اطہر میں پیدا کیوں کیا گیا؟ ابتدا ہی سے اس حصہ کو اللہ تعالیٰ پیدا نہ فرماتے تو نکالنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو کامل بشریت پر پیدا فرمایا ہے کسی نبی میں کوئی جسمانی نقص آنے نہیں دیا اگر تخلیق کے وقت

اس حصہ کو پیدا نہ فرماتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں ایک بشری نقص رہ جاتا اور کمال میں فرق آ جاتا اس لیے پہلے اعلیٰ کمال کی تکمیل فرمادی پھر آپریشن کے ذریعہ سے اس کو نکلوا دیا۔ اس حدیث سے انسانوں کو دل کے آپریشن کی رہنمائی ملی ہے ڈیڑھ ہزار سال بعد جس چیز پر دنیا فخر کرتی ہے اس کی ابتداء محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بے سروسامانی کے دور میں ہوئی۔ زمزم جنت کا پانی نہیں لایا گیا۔ معلوم ہوا کہ زمزم کا درجہ جنت کے پانی کے برابر ہے یا اس سے بہتر ہے۔ ''منتقع اللون'' یعنی رنگ متغیر ہو گیا تھا پیلا پڑ گیا تھا۔ ''اثر المخیط'' یعنی شرح صدر کے بعد سینے کا نشان گردن کی چنبر کے پاس سے لے کر ناف تک موجود تھا اس پر بالوں کی ایک خوبصورت دھاری تھی۔

اللّٰھم صل علی حبیبک محمد فی الاولین والآخرین وعلی اله الطاهرین و اصحابه اجمعین.

پتھر کا سلام

(۲) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِنِّیْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُهُ الْاٰنَ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو مکہ میں میرے نبی بننے سے پہلے مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

شق قمر کا معجزہ

(۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَنْ يُرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرٰهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ حَتّٰى رَاَوْ حِرَاءَ بَيْنَهُمَا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نشانی کا سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا اور انہوں نے حرا پہاڑ کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ (متفق علیہ)

تشریح: شق قمر کا واقعہ چونکہ رات کا تھا اس لیے زیادہ مشہور نہیں ہوا' پھر یہ مخصوص لوگوں نے مانگا تھا تو ضروری نہیں تھا کہ تمام اہل دنیا کو دکھایا جائے۔ نیز تمام انسانوں کو عام بھی نہیں کیا ورنہ سب کے مانگنے اور پھر سب کے دیکھنے کے بعد اگر کفار انکار کر دیتے تو پھر عمومی عذاب آ جاتا جس طرح فرمائشی معجزہ سے انکار کے بعد آیا کرتا ہے۔ سماوی کائنات میں خرق و التئام کا انکار چند مخروق الدماغ اور محروف الدماغ لوگوں کا کام ہے جو نا قابل التفات ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر معجزہ کے ظہور میں محال ہونے کی گنجائش نہیں ہے اہل تاریخ نے شق قمر کا واقعہ تواتر سے نقل کیا ہے احادیث میں اس کا ثبوت موجود ہے قرآن کا اعلان ہے' (اقتربت الساعة وانشق القمر) اب انکار بے کار ہے۔ ساتھ والی حدیث میں فرقتین کے الفاظ ہیں اس سے بھی مراد دو ٹکڑے ہیں۔

(۴) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةٌ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِشْهَدُوْا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے چاند دو ٹکڑے ہوا ان میں سے ایک پہاڑ پر رہا اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے نیچے۔ آپ نے کافروں کو فرمایا گواہ ہو جاؤ۔ (متفق علیہ)

قدرت کی طرف سے ابوجہل کو تنبیہ

(۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ هَلْ يُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ وَجْهَهٗ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ فَقِيْلَ نَعَمْ فَقَالَ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى لَئِنْ

رَأَیْتُہٗ یَفْعَلُ ذَالِکَ لَاَطَانَّ عَلٰی رَقَبَتِہٖ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَھُوَ یُصَلِّیْ زَعَمَ لِیَطَأَ عَلٰی رَقَبَتِہٖ فَمَا فَجِئَھُمْ مِنْہُ اِلَّا وَھُوَ یَنْکُصُ عَلٰی عَقِبَیْہِ وَیَتَّقِیْ بِیَدَیْہِ فَقِیْلَ لَہٗ مَالَکَ فَقَالَ اِنَّ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ لَخَنْدَقًا مِنْ نَّارٍ وَھَوْلًا وَّاَجْنِحَۃً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْدَنَا مِنِّیْ لَاخْتَطَفَتْہُ الْمَلٰئِکَۃُ عُضْوًا عُضْوًا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ کو تمہارے سامنے خاک آلودہ کرتا ہے جواب ملا ہاں ابوجہل نے کہالات اور عزیٰ کی قسم اگر میں نے اس کو یہ کام کرتے دیکھ لیا تو میں اس کی گردن روند ڈالوں گا۔ ابو جہل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر پاؤں رکھنے کا قصد کیا تو گھبراہٹ کی وجہ سے وہ جلدی جلدی اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگا اور اپنے ہاتھوں سے بچاؤ کرتا تھا۔ کہا گیا تجھ کو کیا ہو گیا ابوجہل نے کہا میرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آگ کی خندق کھودی گئی ہے اور خوف ہے اور بازو ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابوجہل میرے قریب ہو جاتا تو فرشتے اس کو ایک ایک ٹکڑا کر کے پکڑ لیتے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''ھل یعفر'' تعفیر سے ہے خاک آلود کرنے کے معنی میں ہے یعنی زمین پر سجدہ لگا کر چہرہ کو خاک آلود کرتا ہے؟ ابوجہل نے انتہائی تحقیر کے طور پر اس طرح کہہ دیا۔ ''زعم'' ای طمع یعنی گردن روندنے کے ارادے سے پراُمید ہو کر آ گیا۔ ''فما فجئھم منہ'' فجاۃ اچانک آنے کو کہتے ہیں فجئھم میں فاعل کی ضمیر ابوجہل کی طرف لوٹتی ہے اور ھم مفعول بہ کی ضمیر اہل مجلس کی طرف لوٹتی ہے اور منہ کی ضمیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے۔ معنی یہ ہے کہ ابوجہل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اپنی مجلس والوں کی طرف اچانک اس حال میں پہنچا کہ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے الٹے پاؤں بدحواسی کے ساتھ آ رہا تھا۔ ''خندقا'' یعنی آگ کی کھائی تھی۔ ''وھولا'' ای خوفا وامرًا شدیدًا. ''واجنحۃ'' یعنی محافظ فرشتوں کے پر و بازو تھے۔ ''اختطفتہ'' یعنی محافظ فرشتے اس کے پرخچے اڑا دیتے۔

ایک پیش گوئی جو حرف بحرف پوری ہوئی

(۶) وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ بَیْنَا اَنَا عِنْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذْاَتَاہُ رَجُلٌ فَشَکَااِلَیْہِ الْفَاقَۃَ ثُمَّ اَتَاہُ الْاٰخَرُ فَشَکَااِلَیْہِ قَطْعَ السَّبِیْلِ فَقَالَ یَا عَدِیُّ ھَلْ رَاَیْتَ الْحِیْرَۃَ فَاِنْ طَالَتْ بِکَ حَیٰوۃٌ فَلَتَرَیَنَّ الظَّعِیْنَۃَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِیْرَۃِ حَتّٰی تَطُوْفَ بِالْکَعْبَۃِ لَا تَخَافُ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِکَ حَیٰوۃٌ لَتُفْتَحَنَّ کُنُوْزُ کِسْرٰی وَلَئِنْ طَالَتْ بِکَ حَیٰوۃٌ لَتَرَیَنَّ الرَّجُلَ یُخْرِجُ مِلْأَ کَفِّہٖ مِنْ ذَھَبٍ اَوْ فِضَّۃٍ یَطْلُبُ مَنْ یَّقْبَلُہٗ فَلَا یَجِدُ اَحَدًا یَقْبَلُہٗ مِنْہُ وَلَیَلْقَیَنَّ اللّٰہَ اَحَدُکُمْ یَوْمَ یَلْقَاہُ وَلَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ تَرْجُمَانٌ یُتَرْجِمُ لَہٗ فَیَقُوْلَنَّ اَلَمْ اَبْعَثْ اِلَیْکَ رَسُوْلًا فَیُبَلِّغَکَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیَقُوْلُ اَلَمْ اُعْطِکَ مَالًا وَّاُفْضِلَ عَلَیْکَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیَنْظُرُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ فَلَا یَرٰی اِلَّا جَھَنَّمَ وَیَنْظُرُ عَنْ یَّسَارِہٖ فَلَا یَرٰی اِلَّا جَھَنَّمَ اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَبِکَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ قَالَ عَدِیٌّ فَرَاَیْتُ الظَّعِیْنَۃَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِیْرَۃِ حَتّٰی تَطُوْفَ بِالْکَعْبَۃِ لَاتَخَافُ اِلَّا اللّٰہَ وَکُنْتُ فِیْمَنِ افْتَتَحَ کُنُوْزَ کِسْرَی بْنِ ھُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِکُمْ حَیٰوۃٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ النَّبِیُّ اَبُوْ الْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وسلم یُخْرِجُ مِلْأَ کَفِّہٖ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں آپ کے پاس تھا اچانک ایک شخص آیا اس نے فاقہ کی شکایت کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اور شخص آیا تو اس نے رہزنی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اے عدی تو نے حیرہ شہر دیکھا ہے اگر تیری زندگی لمبی ہو تو تو ایک عورت کو دیکھے گا کہ وہ حیرہ سے کوچ کرے گی تاکہ بیت اللہ کا طواف کرے تو وہ خدا کے سوا کسی سے خوف زدہ نہیں ہو گی اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو کسریٰ بن ہرمز کے خزانے کھولے جائیں گے اور اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو ایسا زمانہ پائے گا کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر قبول کرنے والے کو تلاش کرے گا مگر اس کو قبول کرنے والا نہیں ملے گا۔ اور اللہ سے تم میں سے

کوئی ملاقات کرے گا اللہ اور اس بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ اللہ فرمائے گا کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجے کہ وہ تجھ کو میرے احکام پہنچائیں وہ بندہ کہے گا ہاں! اللہ فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو مال نہیں دیا اور احسان نہیں کیا وہ کہے گا کیوں نہیں تو وہ اپنی دائیں بائیں جانب نظر دوڑائے گا تو جہنم کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ٹکڑے سے ہو۔ جو شخص کھجور نہ پائے تو وہ عمدہ کلام سے۔ عدی نے کہا کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ اس نے حیرہ شہر سے کوچ کیا تا کہ خانہ کعبہ کا طواف کرے وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی اور میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے کھولے اگر تمہاری عمر دراز ہو تو تم اس چیز کو دیکھو گے جو فرمائی نبی ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سونے یا چاندی کی مٹھی بھرے نکلے گا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

دین کی راہ میں سخت سے سخت اذیت سہنا ہی اہل ایمان کا شیوہ ہے

(۷) وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَلَقَدْ لَقِيْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً فَقُلْنَا اَلَا تَدْعُوْ اللّٰهَ فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَجْهُهٗ وَقَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهٗ فِي الْاَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيْهِ فَيُجَاءُ بِمِنْشَارٍ فَيُوْضَعُ فَوْقَ رَاْسِهٖ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ فَمَا يَصُدُّهٗ ذَالِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَيُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهٖ مِنْ عَظْمٍ وَعَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهٗ ذَالِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَاللّٰهِ لَيَتِمَّنَّ هٰذَا الْاَمْرُ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَ مَوْتَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے شکوہ کیا آپ کی طرف اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سایہ میں کمبل پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور ہم نے مشرکوں سے بہت تکلیف پائی تھی۔ ہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول کیا آپ اللہ سے دعا نہیں کرتے آپ اٹھ بیٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ تھا۔ فرمایا پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور اس کو اس میں رکھ کر آرے سے چیرا جاتا تو یہ عذاب اس کے دین سے مانع نہ ہوسکتا۔ اور ایک شخص کو لوہے کی کنگھی کی جاتی ہڈیوں اور پٹھوں پر مگر یہ عذاب اس کو دین سے پھیر نہ سکتا۔ خدا کی قسم یہ دین اس وقت پورا ہوگا کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک چلے گا تو وہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گا یا بھیڑیے سے اپنی بکریوں پر لیکن تم بہت جلدی کرتے ہو۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''منشار'' آرہ کو منشار کہتے ہیں۔ ''یمشط'' کنگھی کرنے کو کہتے ہیں لوہے کی کنگھی مراد ہے۔ ''وعصب'' عصب پٹھوں کو کہتے ہیں یعنی لوہے کی تیز کنگھی اس شخص کی ہڈیوں اور پٹھوں کے درمیان چلائی جاتی تھی جس سے گوشت چھل کر ہڈی رہ جاتی تھی مگر اس مصیبت نے اس شخص کو دین پر چلنے اور اسے اپنانے سے نہیں روکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں امت کو مصائب پر صبر کرنے اور دین کے لیے آزمائشوں سے گزرنے کی تعلیم دی ہے اور استقامت کی ہدایت کی ہے اور قسم کھا کر فرمایا کہ اس دین کی برکت سے ایک مثالی امن آئے گا تم جلدی نہ کرو۔

ایک خواب اور دعا

(۸) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَاَطْعَمَتْهُ ثُمَّ جَلَسَتْ تَفْلِيْ رَاْسَهٗ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُنَاسٌ مِنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْاَسِرَّةِ اَوْمِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ وَضَعَ رَاْسَهٗ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُضْحِكُكَ قَالَ اُنَاسٌ مِنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَا قَالَ فِي الْاُوْلٰى فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اَنْتِ مِنَ

الْاَوَّلِيْنَ فَرَكِبَتْ اُمُّ حَرَامٍ الْبَحْرَ فِيْ زَمَنِ مُعَاوِيَةَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے پاس تشریف لائے۔ ام حرام عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ام حرام نے آپ کو کھانا کھلایا۔ پھر ام حرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی جوئیں دیکھتی تھی۔ آپ سو گئے پھر آپ جاگے اور ہنستے تھے۔ ام حرام نے کہا اے اللہ کے رسول کس چیز نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا؟ آپ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ دریا کی پشت پر سوار ہوتے ہیں بادشاہوں کے تختوں پر سوار ہونے کی مانند میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لیے دعا فرمائیے کہ اللہ مجھ کو ان میں سے کرے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حرام کے لیے دعا فرمائی پھر اپنا سر مبارک رکھا اور سو گئے۔ پھر دوبارہ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے کہا آپ کو کس نے ہنسایا فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ جہاد کرتے ہوئے مجھ پر پیش کیے گئے۔ میں نے کہا میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھ کو ان میں سے کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو پہلوں میں سے ہے ام حرام حضرت معاویہ کے وقت دریا میں سوار ہوئیں۔ ام حرام سمندر سے نکلتے وقت گر کر ہلاک ہوئیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''تفلی راسه'' یعنی حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں جوئیں ٹٹول رہی تھیں۔ پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ یا رضاعی پھوپھی تھیں۔ پہلے یہ بات تفصیل سے لکھی جا چکی ہے کہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں انصاری عورتیں ہیں مدینہ میں انہوں نے حضرت آمنہ یا خواجہ عبداللہ کے ساتھ دودھ پیا تھا۔ لہٰذا یہ عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محارم میں سے تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں جوئیں نہیں ہوتی تھیں تو ٹٹولنا اور چیز ہے اور ملنا اور چیز ہے۔ ''ثبج'' سمندر کے درمیان میں جو بڑی موجیں ہوتی ہیں اور بے انتہاء پانی ہوتا ہے اس کو ثبج کہتے ہیں۔ مراد سمندر کا سینہ اور درمیان ہے۔ ''اومثل الملوک'' یہ شک راوی کی جانب سے ہے یعنی اس حال میں سوار ہوں گے جیسے بادشاہ لوگ اپنے تخت پر سوار ہوتے ہیں۔ ''فصرعت'' سواری سے گرنے کو صرع کہتے ہیں۔ ''حین خرجت'' یعنی سمندر کا سفر مکمل کر کے جب ساحل پر آ گئیں اور اپنی سواری پر سوار ہوئیں تو جانور کی پشت سے نیچے آ گریں اور شہید ہو گئیں۔ سمندری جہاز رانی اور سمندر میں جہاد کی ابتداء سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے فرضی اللہ عنه و عنا و عن جميع الصحابة.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا اعجاز

(۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ ضِمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ وَكَانَ يَرْقِيْ مِنْ هٰذَا الرِّيْحِ فَسَمِعَ سُفَهَاءَ اَهْلِ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ مُحَمَّدًا مَجْنُوْنٌ فَقَالَ لَوْ اَنِّيْ رَاَيْتُ هٰذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيْهِ عَلٰى يَدَيَّ قَالَ فَلَقِيَهُ فَقَالَ يَامُحَمَّدُ اِنِّيْ اَرْقِيْ مِنْ هٰذَا الرِّيْحِ فَهَلْ لَكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ اَعِدْ عَلَيَّ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ فَاَعَادَهُنَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ وَقَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعَرَاءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ وَلَقَدْ بَلَغْنَ قَامُوْسَ الْبَحْرِ هَاتِ يَدَكَ اُبَايِعْكَ عَلَى الْاِسْلَامِ قَالَ فَبَايَعَهُ (رواه مسلم)

وفى بعض نسخ المصابيح بلغنا ناعوس البحر وذكر حديثا ابى هريرة وجابر بن سمرة يهلك كسرى والاخر لتفتحن عصابة فى باب الملاحم.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ضماد نامی ایک شخص مکہ میں آیا اور وہ ازد شنوءۃ سے تھا۔ وہ ضماد منتر پڑھتا آسیب سے۔ ضماد نے مکہ والوں کو یہ کہتے سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانہ ہے۔ ضماد نے کہا اگر میں اس شخص کو دیکھوں تو شاید میں اس کا

علاج کروں اور اللہ اس کو شفا عطا فرمائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ضماد آنحضرت سے ملا اور کہنے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آسیب کے لیے منتر پڑھتا ہوں کیا آپ بھی چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور ہم سب اس کی تعریف بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں جس کو اللہ راہ دکھلا دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے تو اس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد ضماد نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات دوبارہ فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ انہی کلموں کو پڑھا تین دفعہ۔ ضماد نے کہا کہ میں نے کاہنوں اور ساحروں اور شاعروں کا قول سنا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کلموں جیسے کبھی نہیں سنے جو کہ بڑی فصاحت اور بلاغت کے حامل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ دراز فرمائیں تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کروں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ضماد نے بیعت کی (روایت کیا اس کو مسلم نے) اور مصابیح کے بعض نسخوں میں ہے کہ **بلغنا قاموس البحر** اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دونوں حدیثیں ذکر کی گئیں اور جابر بن سمرہ کی روایت میں ہے کہ **یھلک کسری** اور دوسری حدیث میں **لنفتحن عصابه** ہے **باب الملاحم** میں۔ یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

تشریح: ''ضماد'' ضاد پر کسرہ اور ضمہ دونوں ہے میم ساکن ہے۔ ایک روایت میں ضمام ہے اس شخص کا تعلق یمن کے ایک مشہور قبیلہ ''ازدشنوءہ'' سے تھا یہ شخص اپنے وقت کا بڑا طبیب وحکیم بھی تھا اور عملیات وجھاڑ پھونک کا ماہر بھی تھا۔ اسلام سے پہلے ان کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شناسائی تھی' جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی اور یہ شخص مکہ آیا تو اہل مکہ نے بڑے پروپیگنڈہ کے ساتھ اس کو بتایا کہ ''محمد'' مجنون ہوگئے۔ اس پر ضمام نے کہا کہ ہوسکتا ہے میری جھاڑ پھونک سے ان کو فائدہ ہو' اس غرض سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر الفاظ میں اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر مشتمل خطبہ پڑھا' خطبہ سن کر یہ شخص دہشت زدہ ہوکر حیران رہ گیا اور مسلمان ہوگیا۔

''**من هذا الريح**'' جنات کے اثرات سے جو بیماری آجائے اس کو ریح کہتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود جنات کو ریح سے یاد کیا گیا ہو کیونکہ جنات بھی ہوا کے مانند چلنے والی مخلوق ہیں جو ہوا کی طرح نظر بھی نہیں آتے۔ ''**قاموس البحر**'' سمندر کے اندر جہاں سب سے زیادہ پانی ہوتا ہے اور سب سے زیادہ گہرا مقام ہوتا ہے' اس زیادہ پانی کو قاموس کہتے ہیں وہ سمندر کے بیچ کا حصہ ہوتا ہے بہرحال قاموس وسط سمندر کو کہتے ہیں یعنی یہ کلمات لفظی اور معنوی فصاحت وبلاغت میں سمندر کی اس گہرائی تک پہنچے ہوئے ہے جس سے زیادہ گہرائی کہیں پر نہیں ہے۔

''**هات**'' یعنی ہاتھ بڑھادیں اور مجھے مسلمان بنادیں' چنانچہ اسی وقت ضمام مسلمان ہوگئے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ زمانہ نبوت سے پہلے ضمام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔ وهذا الباب خال عن الفصل الثاني اور اس باب میں دوسری فصل نہیں ہے۔

الفصل الثالث .... قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان کی گواہی

(۱۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ مِنْ فِيْهِ اِلٰى فِيَّ قَالَ انْطَلَقْتُ فِی الْمُدَّةِ الَّتِیْ كَانَتْ بَيْنِیْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ فَبَيْنَمَا اَنَا بِالشَّامِ اِذْ جِيْئَ بِكِتَابٍ مِّنَ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم اِلٰى هِرَقْلَ قَالَ وَكَانَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ جَاءَ بِهٖ فَدَفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ بُصْرٰى اِلٰى هِرَقْلَ وَقَالَ هِرَقْلُ هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِّنْ قَوْمِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ قَالُوْا نَعَمْ فَدُعِيْتُ فِیْ نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَدَخَلْنَا عَلٰى هِرَقْلَ فَاَجْلَسَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَيُّكُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا مِّنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقُلْتُ اَنَا فَاَجْلَسُوْنِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَجْلَسُوْا اَصْحَابِیْ خَلْفِیْ ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهٖ فَقَالَ قُلْ لَّهُمْ اِنِّیْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ فَاِنْ كَذَبَنِیْ فَكَذِّبُوْهُ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْلَا مَخَافَةُ اَنْ يُّؤْثَرَ عَلَیَّ الْكَذِبُ لَكَذَبْتُهٗ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ سَلْهُ كَيْفَ حَسَبُهٗ فِيْكُمْ قَالَ قُلْتُ هُوَ فِيْنَا ذُوْ حَسَبٍ قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ

كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَاقَالَ قُلْتُ لَا قَالَ وَمَنْ يَّتَّبِعُهُ اَشْرَافُ النَّاسِ اَمْ ضُعَفَاءُ هُمْ قَالَ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاءُ هُمْ قَالَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ سَخْطَةً لَّهٗ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ قَالَ قُلْتُ يَكُوْنُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ سِجَالًايُصِيْبُ مِنَّاوَنُصِيْبُ مِنْهُ قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِيْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ لَا نَدْرِيْ مَا هُوَ صَانِعٌ فِيْهَا قَالَ وَاللّٰهِ مَااَمْكَنَنِيْ مِنْ كَلِمَةٍ اُدْخِلَ فِيْهَاشَيْئًا غَيْرَ هٰذِهٖ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ قَبْلَهٗ قُلْتُ لَا ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَّهٗ اِنِّيْ سَاَلْتُكَ عَنْ حَسَبِهٖ فِيْكُمْ فَزَعَمْتَ اَنَّهٗ فِيْكُمْ ذُوْحَسَبٍ وَّكَذَا لِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ اَحْسَابِ قَوْمِهَا و سَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِيْ اٰبَائِهٖ مَلِكٌ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّافَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مَلِكٌ قُلْتُ رَجُلٌ يَّطْلُبُ مُلْكَ اٰبَائِهٖ وَسَاَلْتُكَ عَنْ اَتْبَاعِهٖ اَضْعَفَاءُ هُمْ اَمْ اَشْرَافُهُمْ فَقُلْتَ بَلْ ضُعَفَاءُ هُمْ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ يَذْهَبُ فَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ سَخْطَةً لَّهٗ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا وَكَذَا لِكَ الْاِيْمَانُ اِذَا خَا لَطَ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ فَزَعَمْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذَالِكَ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَزَعَمْتَ اَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَتَكُوْنُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ سِجَالًا يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُوْنَ مِنْهُ وَكَذَالِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى ثُمَّ تَكُوْنُ لَهَا الْعَاقِبَةُ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ اَنَّهٗ لَا يَغْدِرُ وَكَذَالِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ قَبْلَهٗ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّافَقُلْتُ لَوْ كَانَ قَالَ هٰذَاالْقَوْلَ اَحَدٌ قَبْلَهٗ قُلْتُ رَجُلٌ ن اِئْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهٗ قَالَ ثُمَّ قَالَ بِمَا يَاْمُرُكُمْ قُلْنَا يَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ قَالَ اِنْ يَّكُ مَاتَقُوْلُ حَقًّا فَاِنَّهٗ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهٗ خَارِجٌ وَلَمْ اَكُ اَظُنُّهٗ مِنْكُمْ وَلَوْ اَنِّيْ اَعْلَمُ اَنِّيْ اَخْلُصُ اِلَيْهِ لَاَحْبَبْتُ لِقَاءَ هٗ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهٗ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهٗ مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیھو سلم فَقَرَأَهٗ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سفیان بن حرب نے مجھ کو حدیث بیان کی خود اپنی زبان سے ابوسفیان نے کہا کہ میں نے اس مدت میں سفر کیا جو کہ میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھی یعنی صلح حدیبیہ میں شام میں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف خط ارسال کیا حضرت ابوسفیان نے کہا کہ دحیہ کلبی وہ خط لائے۔ دحیہ کلبی نے امیر بصریٰ کو خط پہنچا دیا تو امیر بصریٰ نے وہ خط ہرقل کے پاس پہنچایا۔ ہرقل نے کہا اس شخص کی قوم کا کوئی آدمی یہاں ہے جو نبوت کا مدعی ہے لوگوں نے کہا ہاں میں قریش کی جماعت میں بلایا گیا۔ ہم ہرقل کے پاس آئے اور ہم ہرقل کے سامنے بٹھائے گئے۔ ہرقل نے کہا تم میں سے کون اس شخص کے نسباً قریب ہے۔ حضرت ابوسفیان نے کہا میں۔ مجھ کو اس نے اپنے ساتھ بٹھالیا اور میرے ساتھی میرے پیچھے بیٹھ گئے۔ پھر میرے لیے ترجمان کو بلایا۔ ہرقل نے مترجم کو کہا کہ ابوسفیان کے یاروں کو یہ بات بتادے کہ اس نے ابوسفیان سے اس شخص کے متعلق سوال کیا ہے جو کہ نبوت کا مدعی ہے۔ اگر ابوسفیان جھوٹ بولے تو تم سب اس کو جھٹلا دو۔ ابوسفیان نے کہا کہ اللہ کی قسم اگر اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ میرے جھوٹ کو ظاہر کیا جائے گا تو میں اس پر جھوٹ بولتا۔ ہرقل نے اپنے ترجمان کو کہا کہ ابوسفیان سے آنحضرت کے حسب نسب کے متعلق سوال کر۔ میں نے کہا صاحب حسب ہے۔ ہرقل نے کہا کہ اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہوا ہے میں نے جواب دیا کہ نہیں۔ کیا اس دعویٰ سے پہلے اس پر کبھی کسی نے جھوٹ کی تہمت لگائی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ ہرقل نے کہا کیا اس کی اتباع اشراف لوگ کرتے ہیں یا ضعیف؟ ابوسفیان نے کہا ضعیف لوگ ایمان لاتے ہیں۔ ہرقل نے کہا کیا ایمان لانے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے یا کم؟ ابوسفیان نے کہا بلکہ زیادہ ہوتے ہیں۔ ہرقل نے کہا اس کے دین سے کوئی مرتد بھی ہوا ہے اس سے ناراض ہونے کی وجہ سے ابوسفیان نے کہا نہیں۔ ہرقل نے کہا کیا تم نے اس سے لڑائی کی ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہاں۔ ہرقل نے کہا کیا پھر تمہاری لڑائی کس طرح رہی۔ ابوسفیان نے کہا

ہماری لڑائی کی مثال ڈول کی ہے۔ کبھی وہ کامیاب ہوتا ہے۔ کبھی ہم ہرقل نے کہا کیا کبھی اس نے عہد شکنی بھی کی میں نے کہا نہیں البتہ اس صلح میں ہم نہیں جانتے کیا کرے گا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم مجھے کوئی ایسی بات جو آپ کے خلاف ہو کہنی ممکن نہ ہوئی اس کے سوائے۔ ہرقل نے کہا اس سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے میں نے کہا نہیں۔ ہرقل نے اپنے مترجم کو کہا کہ ابوسفیان کو یہ بات کہہ دے کہ میں نے اس شخص کا حسب پوچھا تو تو نے کہا کہ وہ ہم میں حسب والا ہے تو اسی طرح سب پیغمبر اپنی قوموں کے حسب والوں میں مبعوث ہوئے اور میں نے تجھ سے اس کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بادشاہ ہونے کے متعلق پوچھا تو تو نے جواب دیا کہ نہیں۔ میں نے کہا اگر اس کے باپ دادا سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ اپنے باپ دادا کا ملک حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور میں نے اس کے تابعداروں کے متعلق سوال کیا کیا ضعیف لوگ ہیں یا سردار تو تو نے کہا بلکہ ضعیف لوگ ہیں۔ میں نے کہا ہمیشہ ضعفاء نے ہی رسولوں کی تابعداری کی ہے۔ میں نے سوال کیا کیا تم نے کبھی اس کو متہم کیا ہے جھوٹ سے۔ اس کے یہ بات کہنے سے پہلے۔ تو نے جواب دیا کہ نہیں مجھ کو علم ہوا کہ جو لوگوں پر جھوٹ نہیں بولتا ہے وہ اللہ پر بھی جھوٹ نہیں بول سکتا میں نے سوال کیا کیا اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی مرتد بھی ہوا تو نے کہا نہیں ایمان اسی طرح ہے جب اس کی لذت دلوں میں جگہ کر جائے۔ میں نے اس کے تابعداروں کے متعلق سوال کیا کہ وہ کم ہوتے ہیں یا زیادہ تو نے جواب دیا زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ اسی طرح دین وایمان زیادہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ کامل ہو جائے میں نے تجھ سے لڑائی کے متعلق سوال کیا تو نے جواب دیا کہ ہماری اور اس کی لڑائی ڈولوں کی مانند ہے۔ کبھی وہ غالب رہتا ہے اور کبھی تم غالب رہتے ہو۔ پیغمبروں کو اسی طرح آزمایا جاتا ہے۔ پھر آخر کار پیغمبروں کے لیے ہی فتح ہوتی ہے۔ اور میں نے سوال کیا کیا کبھی اس نے عہد شکنی کی ہے تو نے جواب دیا نہیں تو پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں وہ عہد شکنی نہیں کرتے۔ میں نے تجھ سے پوچھا یہ بات اس سے پہلے بھی کسی نے کہی ہے تو نے جواب دیا کہ نہیں۔ اگر اس سے پہلے کسی نے یہ بات کی ہوتی تو میں کہتا اس نے اس کی پیروی کی ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ ہرقل نے سوال کیا کہ وہ کس چیز کا حکم کرتا ہے۔ میں نے کہا وہ ہم کو نماز اور زکوٰۃ اور صلہ رحمی اور حرام سے بچنے کے متعلق حکم دیتا ہے۔ ہرقل نے کہا اگر یہ بات سچ ہے جو تو کہتا ہے تو وہ سچا نبی ہے اور میں یہ جانتا تھا کہ ایک نبی پیدا ہونے والا ہے لیکن میں یہ نہ جانتا تھا کہ وہ تم سے ہوگا۔ اگر میں جانتا کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا تو میں اس سے ملاقات کرتا۔ اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کے قدم دھوتا اور اس کی حکومت کو غلبہ حاصل ہوگا۔ میرے پاؤں کے نیچے والی زمین پر۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگوایا اس کو پڑھا۔ متفق علیہ اور یہ حدیث باب الکتاب الی الکفار میں گزر چکی۔

تشریح: ''حدثنی ابو سفیان'' حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ قصہ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا ہے۔ اس قصہ کا پس منظر اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال مکہ میں گذارا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی' مدینہ میں جہاد کا حکم آ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار نے جنگ بدر لڑی' جنگ احد' جنگ خندق اور دیگر کئی جنگیں لڑیں چھ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا مگر حدیبیہ کے مقام پر کفار قریش نے آپ کو اور آپ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا' پھر صلح حدیبیہ کے نام سے جنگ بندی کا ایک معاہدہ ہو گیا جس میں طے کیا گیا کہ دس سال تک آپس میں جنگ نہیں کریں گے اس صلح کی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل حجاز کی جنگوں سے فارغ ہو گئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیرونی دنیا کے بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط لکھ دیئے اس زمانہ میں دنیا پر دو سپر طاقتیں حکومت کر رہی تھیں ایک اہل فارس کی سپر طاقت تھی جو آدھی دنیا پر قابض تھی دوسری طرف روم کی سلطنت کی طاقت تھی جو باقی آدھی دنیا پر قابض تھی ان دونوں کے درمیان مسلح جنگیں ہوتی رہتی تھیں ایک جنگ میں فارس والوں نے رومیوں کو شکست فاش دی اور ان کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہرقل اپنے مرکز سے بھاگ گیا اور روپوش ہو گیا اس موقع پر ہرقل نے نذر مانی کہ اگر میں دوبارہ اپنے علاقوں پر قابض ہو گیا تو میں پیدل حج کے لیے بیت المقدس جاؤں گا چنانچہ نو سال کے بعد ایک اور جنگ ہوئی جس میں رومی غالب آ گئے اور فارس کو شکست ہو گئی ہرقل اپنی نذر پوری کرنے کے لیے بیت المقدس آیا ہوا تھا کہ اس دوران

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوتی خط اس تک پہنچا اس نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال جاننے کے لیے اپنے کارندوں سے کہا کہ ذرا معلوم کرلو اس مدعی نبوت کی قوم کا کوئی آدمی اگر ہمارے علاقے میں آیا ہو تو اس کو مجھ سے ملا دو اس وقت ابوسفیان اپنے قافلہ کے ساتھ تجارت کی غرض سے بیت المقدس آئے ہوئے تھے' لوگوں نے ان کو ساتھیوں سمیت ہرقل کے سامنے پیش کر دیا ہرقل نے ابوسفیان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قریباً گیارہ سوالات کئے ابوسفیان نے بھی ٹھیک ٹھیک جوابات دیئے پھر ہرقل نے ان کے جوابات پر جچا تلا تبصرہ کیا' ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور اسلام کی حقانیت کا اعتراف کیا مگر مسلمان نہیں ہوا زیر بحث لمبی حدیث میں اسی پس منظر کی تفصیلات ہیں۔

''سجال'' کنوئیں کے پانی نکالتے وقت کبھی ڈول خالی جاتا ہے کبھی بھر کر آتا ہے اسی مفہوم کی طرف اشارہ ہے کہ جنگوں میں کبھی ہم غالب کبھی وہ غالب آتے ہیں یصبب منا الخ کا جملہ اسی سجال کی وضاحت کے لیے ہے۔''سخطة له'' یعنی اسلام میں کوئی عیب پا کر کوئی شخص مرتد نہیں ہوا' اگرچہ اپنی غرض ولالچ کے لیے بہت سارے مرتد ہوئے ہیں۔''لم اک اظنه منکم'' ہرقل سابقہ آسمانی صحائف کا عالم بھی تھا یہ شخص نجومی بھی تھا اور تاریخ سے واقف بھی تھا' کہتے ہیں کہ اس کے پاس تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تصویریں تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تھی' اس لیے اس نے کہا کہ ایک نبی کا آنا باقی ہے مگر یہاں ہرقل نے ذرا تعصب سے کام لیا ہے کہ مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ یہ عرب سے ہوگا حالانکہ اس کو خوب معلوم تھا کہ نبی آخر الزمان بنی اسماعیل سے ہوگا' عرب سے ہوگا اور یا ہو سکتا ہے کہ اس کا خیال یہی ہو کہ اکثر و بیشتر انبیاء اولاد ابراہیم علیہ السلام سے بنو اسرائیل میں آئے ہیں تو نبی آخر الزمان بھی انہی میں سے آئیں گے۔

باب فی المعراج ..... معراج کا بیان

''معراج'' کا لفظ ''عروج'' سے ہے جس کے معنی ہیں چڑھنا' اوپر جانا۔ اور معراج اس چیز کو کہتے ہیں جو اوپر چڑھنے کا ذریعہ بنے یعنی سیڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آسمانوں کی سیر کرائی اور وہاں خاص خاص نشانیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائیں اس کو معراج اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سیڑھی رکھی گئی جس پر چڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر تشریف لے گئے اور ایک روایت میں ''معرج'' یعنی سیڑھی کا تذکرہ بھی آیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم بالا کا سفر شروع ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سیڑھی رکھی گئی جس کے ذریعہ آسمان کے اوپر تشریف لے گئے اور یہ وہی سیڑھی ہے جس کے ذریعہ فرشتے آسمان سے آمدورفت رکھتے ہیں اور جس پر سے بنی آدم کی ارواح آسمان تک چڑھتی ہیں۔

معراج کا زمانہ:۔ اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ معراج نبوت کے بارھویں سال یعنی ہجرت سے ایک سال پہلے ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ رمضان کی ستائیس تاریخ کو ہوئی' کچھ حضرات کا قول ستائیسویں رجب کا ہے اور عوام میں بھی یہی مشہور ہے' کچھ حضرات ہجرت سے تین سال پیشتر اور کچھ حضرات ہجرت کے پانچ سال پیشتر معراج ہونے کے قائل ہیں۔

معراج اور اسراء کا فرق:۔ جاننا چاہیے کہ ایک تو ''معراج ہے اور ایک ''اسراء''۔ اسراء اس سفر کو کہتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شب میں مسجد حرام (بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک کیا اور مسجد اقصیٰ سے آسمان تک کے سفر کو معراج کہا جاتا ہے۔ اسراء نص قرآنی سے ثابت ہے اور اس کا انکار کرنا دائرہ اسلام سے خارج ہونا ہے اور معراج' مشہور و متواتر حدیثوں سے ثابت ہے' اس کا انکار کرنے والا گمراہ اور بدعتی کہلاتا ہے۔

خواب میں یا عالم بیداری میں:۔ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معراج پیش ہوئی وہ خواب کا واقعہ ہے یا عالم بیداری کا؟ یہ واقعہ ایک بار پیش آیا یا متعدد بار؟ یا یہ کہ ایک بار تو عالم بیداری میں پیش آیا اور خواب میں متعدد بار پیش آیا؟ یا یہ کہ اگر یہ واقعہ خواب میں بھی پیش آیا تو کیا وہی اصلی واقعہ ہے یا وہ اس حقیقی واقعہ کا ابتدائیہ اور تمہید تھی جو عالم بیداری میں پیش آیا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ جسمانی طور پر آسمانوں کی سیر کرنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں روحانی اور نفسیاتی طور پر اس عالم بالا سے ایک گونہ مناسبت اور تعلق پیدا ہو جائے جیسا کہ ابتدائے نبوت میں رویائے صادقہ ہی کو وحی اور عالم بالا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مناسبت کا ذریعہ بنایا گیا تھا؟ اور یا یہ کہ اسراء یعنی مسجد حرام سے

مسجد اقصیٰ تک کے سفر کا واقعہ تو جسمانی طور پر پیش آیا تھا اور معراج یعنی مسجد اقصیٰ سے عالم بالا تک کا واقعہ محض روحانی طور پر پیش آیا تھا؟ بہرحال ان تمام اقوال اور ان سے متعلق بحث و دلائل سے صرف نظر کرتے ہوئے اتنا بتا دینا کافی ہے کہ اس بارے میں جو قول تحقیقی اور زیادہ صحیح سمجھا گیا ہے' وہ یہ ہے کہ معراج کا واقعہ ایک بار پیش آیا ہے اور عالم بیداری میں جسم و روح کے ساتھ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پھر مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک اور پھر آسمانوں سے ان خاص مقامات تک جہاں تک اللہ نے چاہا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جایا گیا۔ جمہور وفقہا و علماء محدثین و متکلمین اور صوفیاء کا یہی مسلک ہے۔ نیز اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں اور صحابہ کرام کے اقوال نہایت کثرت سے منقول ہیں جن میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر معراج کے واقعہ کا تعلق محض خواب سے ہوتا (جیسا کہ گمان کیا جا سکتا ہے) تو نہ اس غیر معمولی انداز میں اس واقعہ کو بیان کیا جاتا اور نہ اس سے متعلق وہ تمام بحث و تحقیق ہوتی جو علماء و محققین نے کی ہے۔ علاوہ ازیں اس مسئلہ کو لے کر بعض لوگوں نے جو فتنہ خیزی اور غوطا آرائی کی ہے نہ وہ ہوتی اور نہ یہ مسئلہ اختلاف و انکار نیز ارتداد کے ابتلاء کا باعث بنتا۔

معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی شرف ہے:۔ جسم و روح کے ساتھ معراج کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی شرف ہے یہ مرتبہ کسی اور نبی اور رسول کو حاصل نہیں ہوا' اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اپنے آخری نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و برگزیدگی کو ظاہر کرنے کیلئے یہ خارق عادت قدرت ظاہر فرمائی۔ لہٰذا واقعہ معراج کو اسی سیاق و سباق میں دیکھنا چاہیے' اس مسئلہ کو عقل و قیاس کے پیمانہ سے ناپنا بے سود بھی ہے اور حقیقت واقعہ کو محض دماغی قابلیت کے بل پر سمجھنا اور سمجھانا گرفتاران عقل کے بس سے باہر بھی ہے یہ مسئلہ خالص یقین و اعتقاد کا ہے بس اس پر ایمان لانا اور اس کی حقیقت و کیفیت کو علم الٰہی کے سپرد کر دینا ہی عین عبادت ہے۔ اور ویسے بھی نبوت' وحی اور معجزوں کے تمام معاملات احاطۂ عقل و قیاس سے باہر کی چیزیں ہیں' جو شخص ان چیزوں کو قیاس کے تابع اور اپنی عقل و فہم پر موقوف رکھے اور یہی کہے کہ یہ چیز جب تک عقل میں نہ آئے میں اس کو نہیں مانوں گا اور اس پر اعتقاد نہیں رکھوں گا تو سمجھنا چاہیے کہ وہ شخص ایمان کے اپنے حصہ سے محروم ہے' ہاں اولیاء اللہ اور عارفین بے شک معرفت کے ایک خاص مقام تک پہنچنے کے بعد اتنی صلاحیت کے حامل ہو جاتے ہیں کہ ان پر ان چیزوں کی کچھ حقیقت روشن اور واضح ہو جاتی ہے' جو لوگ معرفت کے اس مقام کو نہ پہنچے ہوں ان کے لئے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول جو کچھ فرما دیں بس اس کو مان لیں اور بلا چوں و چرا اس پر ایمان لے آئیں' سلامتی اور نجات کی راہ اس کے علاوہ کوئی نہیں۔

الفصل الاول .... واقعہ معراج کا ذکر

(۱) عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا فِي الْحَطِيْمِ وَرُبَّمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِيْ اٰتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ يَعْنِيْ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءٍ اِيْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِيْ ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ اُعِيْدَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ اِيْمَانًا وَّحِكْمَةً. ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَآبَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِيْ جِبْرَئِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ فَقَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَهٰذَا عِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم

قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يُوْسُفُ قَالَ هٰذَا يُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِدْرِيْسُ فَقَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا مُوْسٰى قَالَ هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكٰى قِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ اَبْكِيْ لِاَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَكْثَرُ مِمَّنْ يَّدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِيْ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اِبْرَاهِيْمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرٍ وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ اٰذَانِ الْفِيَلَةِ قَالَ هٰذَا سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ قُلْتُ مَا هٰذَانِ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَاِنَاءٍ مِنْ لَّبَنٍ وَاِنَاءٍ مِّنْ عَسَلٍ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ قَالَ هِيَ الْفِطْرَةُ اَنْتَ عَلَيْهَا وَاُمَّتُكَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلٰوةُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَاُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلٰوتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَاِنِّيْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ قَالَ سَاَلْتُ رَبِّيْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ وَلٰكِنِّيْ اَرْضٰى وَاُسَلِّمُ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰى مُنَادٍ اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِيْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ (متفق علیه)

ترجمہ: قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس نے مالک بن صعصعہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حدیث بیان کی اس رات کی جب آپ کو لے جایا گیا۔ فرمایا اس وقت میں حطیم میں تھا اور بعض وقت کہا کہ حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس آنے والا آیا اس نے میرے سینہ کو نحر سے شعر تک چیر دیا اور میرے دل کو نکالا اور میرے پاس ایمان بھرا سونے کا طشت لایا گیا۔ میرے دل کو دھویا گیا اور ایمان سے بھرا گیا پھر اسی جگہ لوٹایا گیا۔ ایک روایت میں ہے میرے دل کو آب زمزم سے دھویا گیا اور ایمان وحکمت سے بھرا گیا۔ پھر میرے پاس ایک سفید رنگ کا جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا اس کا نام براق ہے۔ اس کا قدم رکھنا نظر کی انتہا تک تھا۔ اس پر مجھ کو سوار کیا گیا اور میرے ساتھ جبریل بھی چلے جب آسمان دنیا تک پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کی اجازت طلب کی پوچھا گیا تو کون ہے اور تیرے ساتھ کون جواب دیا میں جبریل علیہ السلام ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہا گیا کوئی ان کی طرف بھیجا گیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں فرشتوں نے کہا مرحبا کہ اچھا آنے والا آیا اور آسمان کا دروازہ کھولا گیا جب میں داخل ہوا تو اس میں حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ تمہارے

باپ آدم ہیں ان کو سلام کرو میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے اس کا جواب دیا اور کہا نیک بیٹے کے لیے مرحبا اور صالح نبی کے لیے۔ پھر جبریل علیہ السلام دوسرے آسمان پر لے گئے پھر دروازہ کھولنے کو کہا۔ کہا گیا تو کون ہے اور تیرے ساتھ کون ہے جبریل علیہ السلام نے کہا میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا گیا اس کی طرف کوئی بھیجا گیا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ ان کو مرحبا اچھا ہے آنے والا کہ آیا پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب میں داخل ہوا وہاں حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام جو کہ خالہ زاد بھائی تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کریں۔ میں نے ان کو سلام کیا دونوں نے سلام کا جواب دیا۔ دونوں نے کہا کہ مرحبا بھائی صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جبریل مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے چڑھے پھر دروازہ کھلوایا۔ کہا گیا تو کون ہے اور تیرے ساتھ کون ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا گیا ان کی طرف کوئی بھیجا گیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں ان کو مرحبا کہا گیا اور اچھا آنا آیا۔ دروازہ کھولا گیا جب میں داخل ہوا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں ان کو سلام کہو میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا انہوں نے کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو مرحبا۔ پھر مجھے چوتھے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ دروازہ کھولنے کو کہا۔ کہا گیا کون ہے اور تیرے ساتھ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہا کیا ان کی طرف کوئی بھیجا گیا تھا۔ کہاں ہاں۔ ان کو مرحبا ہو۔ اچھا ہے آنا۔ دروازہ کھولا گیا جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس ہیں ان کو سلام کہو میں نے سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا ہو بھائی صالح اور نبی صالح کو۔ پھر مجھے اوپر لے جایا گیا پانچویں آسمان پر جبریل علیہ السلام نے مطالبہ کیا دروازہ کھولنے کا کہا گیا تو کون ہے اور تیرے ساتھ کون؟ جبریل نے کہا میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہا گیا کیا ان کی طرف کوئی بھیجا گیا تھا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ کہا فرشتوں نے کہا مرحبا ہو اچھا آنا۔ دروازہ کھولا گیا۔ جب میں وہاں داخل ہوا وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ جبریل نے کہا یہ حضرت ہارون ہیں ان کو سلام کہو میں نے سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا ہو بھائی اور نبی صالح کو پھر مجھے چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا اور دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا گیا تو کہا گیا تو کون ہے اور تیرے ساتھ کون ہے کہا میں جبریل علیہ السلام ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہا گیا کہ اس کی طرف کوئی بھیجا گیا تھا جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ مرحبا ہو اچھا ہے آنا۔ دروازہ کھولا گیا جب میں اس میں داخل ہوا تو وہاں موسیٰ علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں ان کو سلام کرو میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے اس کا جواب دیا۔ پھر یہ بات کہی بھائی صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو۔ جب میں آگے بڑھا موسیٰ علیہ السلام رو پڑے موسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا تجھ کو کس چیز نے رُلایا موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اس لیے رویا کہ میرے بعد ایک نوجوان لڑکا نبی بنا کر بھیجا گیا اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی۔ پھر جبریل علیہ السلام مجھ کو لے کر ساتویں آسمان کی طرف چلے جبریل نے دروازہ کھلوانے کو کہا تو پوچھا گیا تو کون ہے اور تیرے ساتھ کون ہے۔ جبریل نے کہا میں جبریل علیہ السلام اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہا گیا کیا اس کی طرف کوئی بھیجا گیا ہے جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ کہا گیا مرحبا ہو ان کو اچھا ہے ان کا آنا۔ جب میں ساتویں آسمان تک پہنچا تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جبریل نے کہا یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام ہیں ان کو سلام کرو میں نے ان کو سلام کیا۔ اور انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ مرحبا بیٹے صالح اور نبی صالح پر پھر میں سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے بیر حجر شہر کے مٹکوں کی مانند تھے اور اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کے برابر تھے۔ جبریل نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے تو وہاں چار نہریں تھیں دو پوشیدہ اور دو ظاہر میں نے کہا جبریل یہ کیا ہے جبریل علیہ السلام نے کہا یہ دو نہریں پوشیدہ جنت میں ہیں اور وہ دو ظاہر نہریں نیل اور فرات ہے پھر مجھ کو بیت المعمور دکھایا گیا پھر میرے لئے ایک پیالہ شراب کا اور ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا اور تیسرا شہد کا تو میں نے دودھ والے پیالے کو پکڑ لیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ فطرت ہے تو اس پر ہوگا اور تیری امت پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ میں اپنے

پروردگار کی درگاہ سے واپس لوٹا تو موسیٰ پر میرا گذر ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کس عبادت کے متعلق تم کو حکم کیا گیا میں نے کہا ہر دن میں پچاس نمازوں کا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تیری امت نہیں ادا کر سکے گی پچاس نمازیں ہر دن میں۔ اللہ کی قسم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے لوگوں کو آزمایا ہے اور مجھے بنی اسرائیل کا بہت تجربہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس جائیں اور تخفیف کا سوال کریں اپنی امت کے لیے۔ میں لوٹا اور مجھ سے دس نمازیں کم کی گئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی طرح کہا میں اپنے پروردگار کے پاس گیا اور پہلی بار کی طرح اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کیا اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ پھر میں موسیٰ کے پاس گیا انہوں نے اسی طرح پھر کہا۔ پھر میں اپنے پروردگار کی طرف گیا اور مجھ سے دس نمازیں کم کر دی گئیں اور مجھ کو ہر دن میں دس نمازوں کا حکم کیا گیا۔ پس لوٹا میں موسیٰ کی طرف انہوں نے پہلے کی طرح کہا میں دوبارہ لوٹا پروردگار کی طرف اور مجھ کو ہر دن میں پانچ نمازوں کا حکم ہوا۔ میں حضرت موسیٰ کی طرف لوٹا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کتنی نمازوں کا حکم ہوا۔ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازوں کا ہر دن میں حکم ہوا۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہر دن میں پانچ نمازوں کی بھی طاقت نہیں رکھے گی اور میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا اور میں نے بنی اسرائیل کا سخت تجربہ کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی طرف دوبارہ جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں نے اپنے رب سے اتنی بار سوال کیا کہ اب مجھ کو شرم آتی ہے۔ اب میں راضی ہو گیا اور میں نے تسلیم کر لیا حضرت نے فرمایا کہ جس وقت میں اس مقام سے گذرا تو منادی کرنے والے نے کہا۔ میں نے اپنا فریضہ جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''البراق'' رنگ کے چمکنے کی وجہ سے اس کو براق کہتے ہیں یا تیز دوڑنے کی وجہ سے براق کہا گیا ہے' پاکستان میں بعض گاڑیوں اور دوسرے مقامات میں ایک تصویر ہوتی ہے جس کا عام جسم گھوڑے کی طرح ہے مگر اس کے پر ہیں اور اس کا سر ایک ماڈرن لڑکی کا ہے' اس حیوان پر لکھا ہوا ہوتا ہے ''براق النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''جن لوگوں نے یہ تصویر بنائی ہے انہوں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے ان بدبختوں نے ایک ماڈرن لڑکی کی تصویر بنا کر یہ تأثر دیا ہے کہ مسلمانوں کا نبی اس طرح سفر اختیار کرتا تھا جبکہ ایک عام شریف انسان بھی اس طرح کی سواری استعمال نہیں کر سکتا۔

''فاستفتح'' اس سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ آسمانوں پر بہت سخت پہرہ ہے! جو کفار کہتے ہیں کہ ہم آسمان سے اوپر گئے ہیں یا جانا چاہتے ہیں سب جھوٹ بولتے ہیں۔ ''عیسی ویحی'' آسمانوں میں اور اسی طرح مسجد اقصیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات جن انبیاء کرام علیہم السلام سے ہوئی ہے یہ سب جسم مثالی کے ساتھ تھے' صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی اصل جسم کے ساتھ تھے جو دوسرے آسمان پر ملے تھے۔ ''بکی'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا کسی حسد یا عداوت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ شفقت کی وجہ سے یہ بے ساختہ رونا اس نقشہ کو دیکھ کر تھا اور اس پس منظر کے سامنے آنے کی وجہ سے تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتنی بڑی محنتیں تھیں اور قوم کی کتنی لمبی عمریں تھیں مگر پھر بھی ان کے ماننے والے کم ہیں اور حضور اکرم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ ہیں۔ ''غلام'' یہ الفاظ تحقیر کے لیے نہیں ہیں بلکہ ہر نوجوان کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ''خمسین صلوٰۃ'' پہلے پچاس نمازیں فرض ہوئیں مگر ان پر عمل کرنے سے پہلے ان کا حکم منسوخ ہو گیا البتہ ثواب کے اعتبار سے وہی پچاس اب تک باقی ہیں زمین پر پانچ ہیں آسمان میں پچاس ہیں۔

''عالجت بنی اسرائیل'' معالجہ مزاولہ و ممارسہ سے ہے' اصلاح کی غرض سے آزمانے اور مشقت اٹھانے کے معنی میں ہے یعنی میں نے اصلاح کی غرض سے بنی اسرائیل کے ساتھ سخت کوشش کی' ان کو سخت آزمایا مگر وہ زیادہ کی طاقت نہیں رکھ سکے آپ کی امت کیسے طاقت رکھ سکے گی۔

''فوضع عشرا'' سوال یہ ہے کہ عام اور مشہور روایات میں پانچ نمازوں کے کم کرنے کا ذکر ہے یہاں دس کم کرنے کا بیان ہے جو تعارض ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ بطور اختصار دس کا لفظ ادا کیا گیا ہے مراد پانچ پانچ ہیں یعنی دو دفعہ پانچ پانچ کے کم کرنے کو دس کہہ دیا گیا ہے چنانچہ ایک روایت میں شطراً کا لفظ بھی آیا ہے۔ اس سے بھی پانچ ہی مراد ہے اب سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ہاں 45 نمازوں کو کم کرنا اور معاف کرنا تھا تو ایک ساتھ کیوں کم نہیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نو مرتبہ چکر کیوں کاٹا؟

اس کا جواب یہ ہے شاید بار بار ملاقات کے لیے یہ ایک بہترین تدبیر تھی چنانچہ اصل معراج اور ملاقات کے بعد نو مرتبہ اضافی ملاقات ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی تشریف لے گئے فرشتہ کو واسطہ نہیں بنایا گیا کسی نے خوب کہا ہے:

میں نے کہا میں خود جاؤں کہ نکلے مطلب دل کچھ نہ کچھ میرا جانا اور ہے قاصد کا جانا اور ہے

''امضیت فریضتی ''یعنی میں نے اپنا فریضہ اپنے بندوں پر فرض کر کے جاری کر دیا تھا لیکن اپنے نبی کے طفیل اپنے بندوں پر تخفیف کر دی۔ اب آسمانوں میں ثواب کے لحاظ سے یہ پچاس نمازیں ہیں اور پڑھنے کے اعتبار سے پانچ ہیں۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ نمازوں کے کم کرنے کی تعلیم و رہنمائی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسے کی۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بڑا ہے آپ کو خود اس کا احساس کیوں نہیں ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انوارات الٰہیہ میں مستغرق تھے لہٰذا محبوب کی طرف سے جو کچھ ملا اسے بلا چوں و چرا قبول فرما دیا اور حضرت موسیٰ پر یہ استغراقی کیفیت نہیں تھی اس لیے انہوں نے یہ رہنمائی فرمائی نیز ان کا واسطہ اپنی امت بنی اسرائیل سے پڑا تھا' ان کو مخلوق خدا کا عملی تجربہ حاصل تھا اس لیے رہنمائی فرمائی۔

اسراء اور معراج کا ذکر

(۲) وَعَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ اُتِيْتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَآبَّةٌ اَبْيَضُ طَوِيْلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ يَقَعُ حَافِرُهُ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرَفِهٖ فَرَكِبْتُ حَتّٰى اَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِىْ تَرْبِطُ بِهَا الْاَنْبِيَاءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَ نِىْ جِبْرَئِيْلُ بِاِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَّاِنَاءٍ مِنَ الَبنِ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ اِخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَى السَّمَاءِ وَسَاقَ مِثْلَ مَعْنَاهُ قَالَ فَاِذَااَنَا بِاٰدَمَ فَرَحَّبَ بِىْ وَدَعَا لِىْ بِخَيْرٍ وَقَالَ فِى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاِذَا اَنَابِيُوْسُفَ اِذَا هُوَ قَدْ اُعْطِىَ شَطْرَالْحُسْنِ فَرَحَّبَ بِخَيْرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ بُكَاءَ مُوْسٰى وَقَالَ فِى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاِذَا اَنَا بِاِبْرَاهِيْمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهُ اِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَاِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ لَّا يَعُوْدُوْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِىْ اِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا وَرَقُهَا كَاٰذَانِ الْفِيَلَةِ وَاِذَاثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ فَلَمَّا غَشِيَهَامِنْ اَمْرِاللّٰهِ مَاغَشِىَ تَغَيَّرَتْ فَمَا اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا وَاَوْحٰى اِلَىَّ مَا اَوْحٰى فَفَرَضَ عَلَىَّ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فِىْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فنَزَلْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فِىْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ التَّخْفِيْفَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذَالِكَ فَاِنِّىْ بَلَوْتُ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ وَخَبَّرْتُهُمْ قَالَ فَرَجَعْتُ اِلٰى رَبِّىْ فَقُلْتُ يَارَبِّ خَفِّفْ عَلٰى اُمَّتِىْ فَحَطَّ عَنِّىْ خَمْسًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقُلْتُ حَطَّ عَنِّىْ خَمْسًاقَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذَالِكَ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ التَّخْفِيْفَ قَالَ فَلَم اَزَلْ اَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّىْ وَبَيْنَ مُوْسٰى حَتّٰى قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لِكُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرٌ فَذَالِكَ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ فَاِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا وَ مَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَالَمْ تُكْتَبْ لَهُ شَيْئًا فَاِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ سَيِّئَةٌ وَّاحِدَةٌ قَالَ فَنَزَلْتُ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ التَّخْفِيْفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقُلْتُ قَدْ رَجَعْتُ اِلٰى رَبِّىْ حَتّٰى اَسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس براق لایا گیا وہ جانور سفید رنگ کا تھا اور لمبے قد والا۔ گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا۔ اس کا قدم اس کی نظر کے ختم ہونے تک پڑتا ہے۔ میں اس پر سوار ہوا اور میں بیت المقدس کے پاس آیا اور میں نے اپنی سواری کو ایک حلقہ کے ساتھ باندھ دیا جہاں انبیاء باندھا کرتے تھے۔ فرمایا پھر میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا اور اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔ میں نکلا۔ جبریل علیہ السلام نے شراب اور دودھ کا پیالہ پیش کیا میں نے دودھ کو پسند کیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا تو نے فطرت کو پسند کیا۔ پھر ہمارے ساتھ آسمان پر چڑھا۔ ثابت نے سابق حدیث کے معنی کی مانند ذکر کیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میں حضرت آدم پر سے گذرا تو انہوں نے مرحبا کہا اور

بھلائی کی دعا دی۔ تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام ملا بلا شبہ ان کو نصف حسن دیا گیا ہے مجھ کو مرحبا کہا اور میرے لیے خیر کی دعا کی اور موسیٰ کے رونے کا ذکر نہیں کیا۔ فرمایا ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ ہر روز ستر ہزار فرشتے اس بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں پھر ان کی دوبارہ باری نہیں آئے گی پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا اور اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی مانند تھے اور اس کا پھل مٹکوں کی طرح جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ کے حکم نے ڈھانک لیا جو ڈھانک لیا تو سدرۃ المنتہیٰ کی شکل متغیر ہوئی اس کا وصف اللہ کی مخلوق میں سے کوئی نہیں بیان کر سکتا اس کے حسن کے کمال کی وجہ سے اور میری طرف اللہ نے وحی کی جو وحی کی اور مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں ہر دن اور رات میں۔ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے سوال کیا تیرے رب نے تیری امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا دن اور رات میں پچاس نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنے رب کے پاس جا اور تخفیف کا سوال کر تیری امت اس بات کی طاقت نہیں رکھتی۔ تحقیق میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں اور ان کا امتحان کیا۔ تو میں اپنے رب کی طرف لوٹا اور میں نے کہا اے میرے رب میری امت پر تخفیف فرما تو پانچ نمازوں کی تخفیف ہوئی۔ پھر میں موسیٰ کے پاس آیا میں نے کہا مجھ سے پانچ کی تخفیف ہوئی۔ موسیٰ نے کہا تحقیق تیری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ اپنے رب کی طرف دوبارہ جا اور اس سے تخفیف کا سوال کر۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہمیشہ آمد و رفت میں رہا اپنے رب اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان اللہ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ پانچ نمازیں ہیں دن اور رات میں ہر ایک نماز کے بدلے دس نمازوں کا ثواب ملے گا اس طرح پچاس ہوئیں۔ جس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہ کیا اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر اس نے عمل کر لیا تو اس کو دس نیکیوں کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے برائی کا ارادہ کیا اور عمل نہ کیا تو اس کے لیے کچھ نہ لکھا جائے گا اور اگر عمل کیا تو صرف ایک ہی گناہ لکھا جائے گا۔ آپ نے فرمایا میں اترا اور میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور میں نے موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی تو موسیٰ نے کہا اپنے رب کے پاس جا اور اس سے تخفیف کا سوال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے رب کے پاس گیا یہاں تک میں نے حیا کی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''عرج بنا'' مسجد اقصیٰ تک سفر براق کے ذریعہ سے ہوا پھر آسمان سے لفٹ کی طرح ایک خود کار سیڑھی آئی اسی میں آپ اوپر گئے ''عرج'' میں اسی سیڑھی کی طرف اشارہ ہے۔ ''شطر الحسن'' یعنی نفس حسن کا آدھا حصہ ان کو دیا گیا تھا باقی آدھا حصہ پوری دنیا پر تقسیم کیا گیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اپنے زمانے کے تمام لوگوں کا آدھا حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا گیا تھا کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بازو میں آئینہ کی طرح اپنا چہرہ دیکھتے تھے مگر اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن زیادہ تھا اس لیے کہ حسن کا تعلق اعتدال اعضا سے ہے اعتدال اعضا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''انا ملیح واخی یوسف صبیح'' یعنی اصل خوبصورتی ملاحت میں ہے نہ صرف صباحت میں۔ ''السدرة'' بیری کے درخت کو کہتے ہیں ''المنتھی'' یہ آخری اور انتہائی حد ہے اس سے نیچے کی مخلوق اوپر نہیں جا سکتی اور اوپر کی مخلوق نیچے نہیں آسکتی ''آذان الفیلة'' ہاتھی کے کان بہت بڑے ہوتے ہیں اس بیری کے پتے اسی طرح بڑے تھے ''کالقلال'' یہ قلة کی جمع ہے بڑے مٹکے کو کہتے ہیں یعنی پھل اتنے بڑے تھے جیسا بڑا مٹکا ہوتا ہے۔

معراج کا ذکر

(۳) وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْذَرٍّ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ فُرِجَ عَنِّیْ سَقْفُ بَيْتِیْ وَاَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِیْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا فَاَفْرَغَهٗ فِیْ صَدْرِیْ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِیْ فَعَرَجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْتُ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ اِفْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ اَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِیَ مُحَمَّدٌ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا اِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰی يَمِيْنِهٖ اَسْوِدَةٌ وَعَلٰی يَسَارِهٖ اَسْوِدَةٌ اِذَا نَظَرَ

قِبَلَ يَمِينِهٖ ضَحِکَ وَاِذَا نَظَرَقِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى فَقَالَ مَرْحَبًابِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَبِنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِجِبْرَئِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اٰدَمُ وَهٰذِهِ الْاَسْوِدَةُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِيْهِ فَاَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْاَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهٖ اَهْلُ النَّارِ فَاِذَا نَظَرَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ ضَحِکَ وَاِذَا نَظَرَقِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى حَتّٰى عَرَجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ فَقَالَ لَهٗ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُ قَالَ اَنَسٌ فَذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ فِي السَّمٰوٰتِ اٰدَمَ وَاِدْرِيْسَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ اَنَّهٗ ذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ اٰدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَاِبْرَاهِيْمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ اِبْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَبَّةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ عُرِجَ بِيْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ فِيْهِ صَرِيْفَ الْاَقْلَامِ وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَاَنَسٌ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى اُمَّتِيْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فَرَجَعْتُ بِذَالِکَ حَتّٰى مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَکَ عَلٰى اُمَّتِکَ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّکَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ لَا تُطِيْقُ فَرَاجَعَنِيْ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّکَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ لَاتُطِيْقُ ذَالِکَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّکَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ لَاتُطِيْقُ ذَالِکَ فَرَاجَعْتُهٗ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّکَ فَقُلْتُ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَّبِّيْ ثُمَّ انْطَلَقَ بِيْ حَتّٰى انْتَهٰى بِيْ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَغَشِيَهَا اَلْوَانٌ لَا اَدْرِيْ مَاهِيَ ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَاِذَا فِيْهَا جَنَابِذُاللُّؤْلُؤِ وَاِذَا تُرَابُهَا الْمِسْکُ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ انس سے روایت کرتے ہیں انس رضی اللہ عنہ کہا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور اس وقت میں مکہ میں تھا جبریل علیہ السلام اترے اور انہوں نے میرے سینہ کو کھولا اور اس کو آب زمزم سے دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت جو ایمان وحکمت سے بھرا ہوا تھا اس کو میرے سینہ میں رکھ کر ملا دیا۔ پھر میرے ہاتھ کو پکڑ کر آسمان کی طرف لے گئے۔ جس وقت میں آسمان دنیا پر پہنچا تو جبریل نے آسمان کے خازن کو کہا کہ دروازہ کھولو۔ اس نے کہا تو کون ہے اس نے کہا میں جبریل ہوں کہا تیرے ساتھ کوئی ہے اس نے کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس نے کہا ان کی طرف کوئی پیغام بھیجا گیا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ جب دروازہ کھولا گیا تو ہم آسمان دنیا پر چڑھے وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اس کی دائیں جانب ایک گروہ تھا اور بائیں طرف ایک گروہ۔ جس وقت وہ دائیں جانب دیکھتا تو ہنستا اور بائیں جانب دیکھتا تو رو پڑتا اس نے کہا نبی صالح اور بیٹے صالح کو مرحبا ہو۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہے اس نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں جانب والے لوگ ان کی اولاد کی روحیں ہیں دائیں جانب والے ان میں سے جنتی ہیں اور بائیں جانب والے دوزخی ہیں۔ جب حضرت آدم اپنی دائیں طرف نظر کرتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف نظر کرتے ہیں تو رو پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ مجھ کو دوسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے خازن کو کہا کہ دروازہ کھولیے تو اس خازن نے پہلے خازن کی طرح سوال جواب کیا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ میں نے پایا آسمان میں آدم علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور ان کے منازل اور مقام کی کیفیت بیان نہیں کی۔ صرف یہ ذکر کیا کہ آسمان دنیا پر آدم علیہ السلام کو پایا اور ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر۔ ابن شہاب نے کہا مجھ کو ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابا حبہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو لے جایا گیا کہ میں ایک ہموار بلند مکان پر چڑھا تو میں اس میں قلموں کے لکھنے کی آواز سنتا تھا۔ ابن حزم رضی اللہ عنہ اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پر اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کیں میں وہ لے کر پھرا کہ میں موسیٰ علیہ السلام پر گذرا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے اور تیری امت کے لیے کیا فرض کیا؟ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ موسیٰ نے کہا اپنے رب

کے پاس جا کیونکہ تیری امت پچاس نمازوں کی طاقت نہیں رکھے گی تو موسیٰ علیہ السلام نے مجھ کو لوٹایا تو مجھ سے ایک حصہ معاف کر دیا گیا پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا پھر انہوں نے اسی طرح کہا تو مجھ سے ایک حصہ معاف کر دیا گیا۔ پھر کہا اپنے رب کے پاس جا کیونکہ تیری امت طاقت نہیں رکھے گی پھر میں لوٹا تو اللہ تعالیٰ نے ایک حصہ معاف کر دیا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں پھر لوٹنے کو کہا کیونکہ تیری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ پچاس میں سے پانچ ادا کے لحاظ سے ہیں مگر ثواب کے لحاظ سے پچاس ہیں اور میرا قول تبدیل نہیں ہوگا میں موسیٰ کے پاس آیا تو اس نے پھر لوٹنے کو کہا۔ میں نے کہا کہ مجھے حیا آتی ہے اپنے رب سے۔ پھر لے جایا گیا مجھ کو یہاں تک کہ پہنچایا گیا سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اور اس سدرۃ المنتہیٰ کو طرح طرح کے رنگوں نے ڈھانک رکھا تھا۔ لیکن میں ان کی کیفیت نہیں جانتا۔ پھر مجھ کو جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں گنبد تھے موتیوں کے اور اس کی مٹی مشک کی تھی۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''سقف بیتی'' روایات حدیث میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں سے فرشتوں نے اٹھایا تھا' بعض روایات میں حطیم کا ذکر ہے' بعض میں زمزم کا ذکر ہے' بعض میں شعب ابی طالب کا ذکر ہے۔ زیر بحث حدیث میں اپنے گھر کا ذکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس رات حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں سو رہے تھے اور یہ گھر شعب ابی طالب کے پاس تھا تو گھر کی چھت کے راستے سے آپ کو اٹھایا اور شعب ابی طالب سے ہوتے ہوئے حطیم لائے گئے اور پھر زمزم لے آئے پھر وہاں سے باب الشامیہ کی طرف جہاں پرانا ترکی اذان خانہ ہے وہاں براق کھڑا تھا وہیں سے آپ کو مسجد اقصیٰ کی طرف لے گئے تو کوئی تعارض نہیں ہے! ترکی اذان خانہ کے پاس ایک ستون ہے' ترکوں نے اس پر کیکر کے پتوں کے نشانات بنائے ہیں اس تعمیر میں یہ تعبیر اور اشارہ ہے کہ براق یہاں باندھا گیا تھا۔

''اسودۃ'' یہ سواد کی جمع ہے سیاہ چیز کو کہتے ہیں سواد شخص کے معنی میں ہے اسودۃ اشخاص کے معنی میں ہے' مراد اولاد ہیں۔

''فعرج بی'' یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر ہو جانے کے بعد اگلے مرحلے کے سفر کے لیے ایک خودکار سیڑھی کا انتظام کیا گیا اوپر آسمانوں کا سفر اسی کے ساتھ کیا گیا آج کل لفٹ کا نظام اسی سیڑھی کا زندہ تابندہ نمونہ ہے۔ ''من ھذا'' یعنی جبریل امین آسمان کے دربان چوکیدار فرشتے سے دروازہ کھولنے کے لیے کہتے ہیں اور چوکیدار فرشتہ پوری تفتیش کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آسمانوں پر چوکیداری کا مضبوط نظام ہے اب جو سیارے آسمان کے اوپر ہیں ان تک کسی انسان کا پہنچنا محال ہے اور جو سیارے آسمان سے نیچے ہیں ان تک جانے سے شریعت کا کوئی ضابطہ نہیں ٹوٹتا۔ کوئی دعویٰ کرے تو بیشک کرے خواہ وہ جھوٹ بولے یا سچ بولے میرا دل بہت پہلے سے مطمئن نہیں تھا کہ یہ کفار چاند پر گئے ہیں مگر انہوں نے اپنی میڈیا اور نشریات کے ذریعہ سے لوگوں کو پاگل بنا دیا اور کہا کہ دیکھو اپنی آنکھوں سے دیکھو! ہم کیسے چاند پر اتر کر چہل قدمی کر رہے ہیں۔ دیکھو لوگ چاند پر پہنچ گئے اور یہ مولوی لوگ وضو اور نماز کی باتیں کرتے ہیں۔ ان کفار کا یہ کہنا غلط ہے کہ مسلمان پیچھے رہ گئے مسلمان تو نماز کے ذریعے سے ساتویں آسمان کے اوپر عرش کے نیچے جنت الفردوس تک جانے کا عزم رکھتے ہیں' ایک صحابی نے جب یہ شعر پڑھا:

بلغنا السماء مجدنا و تراثنا وانا لنرجو فوق ذلک مظھرا

یعنی ہم تو آسمانوں سے اوپر جانا چاہتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اوپر کہاں جانا چاہتے ہو؟ تو صحابی نے فرمایا کہ جنت الفردوس جانا چاہتا ہوں۔ بہر حال کفار نے چاند پر جانے کا بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔ میں نے 1995ء میں کوئٹہ کا ایک سفر کیا تھا وہاں مشرق اخبار میں 5 ستمبر 1995ء میں چاند پر بھیجنے والے امریکی ادارے ''ناسا'' کے متعلق ایک نمایاں خبر چھپی تھی گیارہ سال پرانی اس خبر کا تراشہ میرے بٹوے میں اب بھی پڑا ہے! میں اس کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تا کہ یورپ اور مغرب کا فراڈ سامنے آجائے پہلے اخبار کی سرخیاں پڑھیں اور پھر عام مضمون پڑھیں۔

''ناسا' خلا بازوں کو چاند پر بھیجنے کا ڈرامہ کر کے 30 کروڑ ڈالر کھا گیا (مشرق)۔ اس مقصد کے لیے حکومت کو جعلی فلم دکھائی گئی جسے نویڈا صحراء میں فلمایا گیا۔ امریکی خلائی ادارے کا کہنا ہے کہ وہ چھ مرتبہ سائنس دانوں کو چاند پر بھیج چکا ہے۔ حکومت کو بڑی مہارت سے دھوکے میں رکھا گیا''۔ (کتاب تھرٹی بلین سونڈل کے انکشافات)

واشنگٹن (انٹرنیشنل ڈیسک) امریکی خلائی تحقیقاتی ادارے ناسا کی بدعنوانیوں کا ایک نیا سکینڈل سامنے آیا ہے جس کے مطابق ''ناسا'' کے حکام 30 کروڑ ڈالر کھا گئے اور ایسے تمام دعوے بے بنیاد ثابت ہوئے کہ وہ اب تک چھ مرتبہ مختلف خلابازوں کو چاند پر بھیج چکا ہے' تھرٹی بلین سونڈل کے نام سے شائع ہونے والی کتاب میں انکشاف کیا گیا ہے کہ ناسا نے حکومت کو رپورٹ پیش کی تھی کہ وہ 1969ء سے 1972ء کے عرصہ میں چھ مرتبہ اپنے سائنس دان چاند پر بھیج چکا ہے۔ حالانکہ یہ ایک مکمل ڈرامہ تھا ناسا نے جو فلم پیش کی تھی وہ نویڈا کے صحراء میں جعلی طور پر فلمائی گئی۔ زمین پر چاند کی سطح کے سیٹ لگائے گئے اور حکومت کی آنکھوں میں دھول جھونکی گئی' رپورٹ کے مطابق ناسا کے پاس چاند پر پہنچنے کی ٹیکنالوجی نہیں ہے اور نہ ہی خلائی راکٹ موجود ہیں اس صورت میں حکومت کے ساتھ 30 کروڑ ڈالر کا فراڈ کیا گیا۔ (روزنامہ مشرق کوئٹہ 5 ستمبر 1995ء)

ابھی حال میں روزنامہ امت اور روزنامہ قومی اخبار نے بھی اپنی اشاعت میں چاند پر جانے کے واقعہ کو دھوکہ قرار دیا چنانچہ روزنامہ امت لکھتا ہے پہلے سرخی پڑھیں۔ ''امریکی ماہر نے چاند پر انسانی قدم رکھنے کے واقعے کو دھوکہ قرار دیا۔ ناسا کے دعوے کو جھوٹ ثابت کرنے کے لیے میوزیم میں مختلف چیزیں نمائش کے لیے پیش''۔ (روزنامہ امت 15 اپریل 2007ء) اوہائیو (امت نیوز) آرم اسٹرونگ ایئر اینڈ اسپیس میوزیم کی ماہر تعلیم اینڈ ریا واگ نے دعویٰ کیا ہے کہ 1969ء میں چاند پر انسان کی پہلی چہل قدمی ایک دھوکہ تھی۔ 1969ء سے 1972ء کے عرصے میں بننے والی یہ تمام تصاویر اور ویڈیو' کو ناسا نے ایک مووی اسٹوڈیو میں تیار کی تھیں غیر ملکی خبر رساں ایجنسی AP کے مطابق واگ کا کہنا ہے کہ حقائق اور سائنس کی مدد سے یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ چاند پر اترنے کی بات جھوٹی تھی' انہوں نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ تصاویر میں خلانورد آرم اسٹرونگ اور بز ایلڈرن کو لہراتے ہوئے امریکی جھنڈے کے ساتھ دکھایا گیا ہے جبکہ ہوا کے بغیر جھنڈے کا لہرانا ممکن نہیں اور افقی سلاخ کے ساتھ منسلک جھنڈے کی پول کے ساتھ نیچے کی طرف مڑا ہونا چاہیے تھا واگ نے مقامی اخبار ''دی لیمانیوز'' سے بات کرتے ہوئے کہا کہ نیل آرم اسٹرونگ کے نام سے موسوم اس میوزیم میں ان تمام چیزوں کی نمائش کی جارہی ہے جو کہ چاند پر اترنے کے دعوے کو جھوٹا ثابت کرتی ہیں جبکہ اس کے علاوہ آرام اسٹرونگ کے خلائی لباس اور اس کے بچپن کی چیزیں بھی ڈسپلے کی گئی ہیں۔ (روزنامہ امت 15 اپریل 2007)

یہ خبر کراچی کے ایک مقامی ''قومی اخبار'' میں بھی شائع ہوئی ہے مگر دوسرے دن شائع ہوئی اور اس کی سرخیاں مختلف ہیں باقی مضمون ایک جیسا ہے قومی اخبار کی صرف سرخیاں ملاحظہ ہوں۔ ☆ ''چاند پر انسانی قدم رکھنا دھوکہ ہے''۔ ☆ ''چاند پر چہل قدمی کی تمام تصاویر اور ویڈیو ''ناسا'' کے اسٹوڈیو میں بنیں' حقائق اور سائنس کی مدد سے یہ ثابت کرنا انتہائی آسان ہے' آرام اسٹرونگ نے امریکی پرچم لہرایا' ہوا کے بغیر ایسا ممکن نہیں تھا امریکی ماہر نے ناسا کے دعوے جھوٹے ثابت کرنے کے لیے میوزیم میں مختلف چیزیں رکھ دیں''۔ (قومی اخبار کراچی 16 اپریل 2007ء) ان بین الاقوامی جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو' انہوں نے دنیا کو کس طرح دھوکہ میں رکھ کر گمراہ کیا! اس سے وہ چوری بھی پکڑی گئی جو چند سال قبل امریکہ کے سائنس دانوں نے سعودی عرب کے شہزادہ سلطان کو چاند پر چڑھایا۔ انہوں نے خود اپنے بیان میں کہہ دیا تھا کہ مجھے کچھ بھی معلوم نہیں یہ لوگ ایک جگہ جہاز سے اتر گئے اور مجھے چائے پیش کی' میں چائے پیتا رہا اور یہ لوگ باہر گھومتے رہے اور مجھے کہا کہ یہ چاند ہے ادھر مسلمان نوجوانوں کو کہا گیا کہ لوگ چاند پر پہنچ گئے اور تم کو مولوی صاحبان نے وضو اور نماز میں الجھا رکھا ہے۔

اہل یورپ و مغرب کے حسد وعداوت اور ضد و عناد کو دیکھو کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی بات آئی تو انہوں نے صاف انکار کیا کہ اوپر کوئی نہیں جاسکتا لیکن جب ان کی اپنی بات آئی تو کہتے ہیں کہ ہم چاند پر پلاٹ خریدنے جارہے ہیں میں کہتا ہوں یہ جھوٹے ہیں یہ جھوٹے ہیں یہ جھوٹے ہیں!! ''ظهرت'' ای علوت یعنی میں اوپر چڑھنے لگا۔ ''لمستوی'' یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے اس میں لام علت کے لیے ہے یعنی اس بلند اور ہموار مقام پر پہنچنے کے لیے اور اسے دیکھنے کے لیے میں اوپر گیا اور ایک کھلے مقام پر پہنچ گیا جس میں قلموں کے کاغذ پر لکھنے کی آواز آرہی تھی۔ ''صریف الاقلام'' کاغذ پر قلم سے لکھنے کے وقت جو کش کش کی آواز آتی ہے وہی مراد ہے یہ لوح محفوظ سے مقادیر نقل کرنے والے فرشتے ہیں' صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں گئے ورنہ یہ وہ لامکان ہے جہاں کوئی نہیں جاسکتا' فرشتے لوح محفوظ

سے روزانہ نافذ ہونے والے فیصلوں کونقل کرتے ہیں اس مقام کی پوری حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ''جنابذ'' یہ جنبذ کی جمع ہے گنبد اور رقبہ کو کہتے ہیں یعنی جواہرات کے گنبد اور قبے بنے ہوئے تھے۔

سدرۃ المنتہیٰ

(۴) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا اُسْرِیَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِنْتُهِیَ بِهٖ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی وَهِیَ فِی السَّمَاءِ السَّادِسَةِ اِلَیْهَا یَنْتَهِیْ مَا یُعْرَجُ بِهٖ مِنَ الْاَرْضِ فَیُقْبَضُ مِنْهَا وَاِلَیْهَا یَنْتَهِیْ مَا یُهْبَطُ بِهٖ مِنْ فَوْقِهَا فَیُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی قَالَ فِرَاشٌ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ فَاُعْطِیَ الصَّلٰوَاتِ الْخَمْسَ وَاُعْطِیَ خَوَاتِیْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَّا یُشْرِکُ بِاللّٰهِ مِنْ اُمَّتِهٖ شَیْئًا اَلْمُقْحِمَاتُ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت لے جایا گیا۔ بھیجا گیا آپ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اور سدرہ چھٹے آسمان میں ہے۔ زمین سے جو چیز چڑھائی جاتی ہے وہ سدرہ تک پہنچتی ہے اس سے لے جاتی ہے۔ اور سدرہ تک وہ چیز پہنچتی ہے جو زمین کی طرف اتاری جاتی ہے اوپر سے اس سے لی جاتی ہے۔ پڑھا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس وقت کہ ڈھانک لیا سدرہ کو اس چیز نے کہ ڈھانکا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ سونے کے پروانے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین چیزیں دیئے گئے۔ پانچ نمازیں اور سورہ بقرہ کا آخر اور اس شخص کو بخش دیا گیا جس نے شرک نہ کیا اللہ کے ساتھ اس کی امت سے کچھ اور بخش دیئے گئے کبیرہ گناہ۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''السادسة'' دوسری تمام روایات میں مذکور ہے کہ سدرة المنتهیٰ ساتویں آسمان پر ہے، یہاں چھٹے آسمان کا ذکر ہے تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ چھٹے کا ذکر کسی راوی سے سہو ہو گیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ سدرة المنتهی کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں اور خود ساتویں آسمان پر ہے، بڑا درخت ہے، کہتے ہیں کہ تمام آسمانوں اور جنتوں پر اس کا سایہ ہے۔ ''فراش'' پروانہ کو کہتے ہیں ایک روایت میں جراد بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انوارات کے اردگرد ایک گھومنے والی مخلوق کا ذکر ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ ''المقحمات'' بڑے بڑے گناہوں کو مقحمات کہا گیا ہے یعنی شرک کے علاوہ بڑے بڑے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔

قریش کے سوالات پر بیت المقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا

(۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ فِی الْحِجْرِ وَقُرَیْشٌ یَّسْاَلُنِیْ عَنْ مَّسْرَایَ فَسَاَلَتْنِیْ عَنْ اَشْیَاءَ مِنْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ اُثْبِتْهَا فَکُرِبْتُ کُرْبًا مَّا کُرِبْتُ مِثْلَهٗ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِ مَا یَسْاَلُوْنِّیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَنْبَاْتُهُمْ وَقَدْ رَاَیْتُنِیْ فِیْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ فَاِذَا مُوْسٰی قَائِمٌ یُصَلِّیْ فَاِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ کَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْئَةَ وَاِذَا عِیْسٰی قَائِمٌ یُّصَلِّیْ اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ الثَّقَفِیُّ وَاِذَا اِبْرَاهِیْمُ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُکُمْ یَعْنِیْ نَفْسَهٗ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَاَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلٰوةِ قَالَ لِیْ قَائِلٌ یَامُحَمَّدُ هٰذَا مَالِکٌ خَازِنُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَالْتَفَتُّ اِلَیْهِ فَبَدَاَنِیْ بِالسَّلَامِ (رواه مسلم) وهذا الباب خال عن الفصل الثانی.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو حجر میں دیکھا اور قریش مجھ سے سوال کرتے تھے میرے معراج کے متعلق۔ انہوں نے بیت المقدس کی نشانیوں میں سے بعض کے متعلق سوال کیا اور میں ان کو یاد نہیں رکھتا تھا میں بہت غمگین ہوا غمگین ہونا کہ میں اس کی مثل کبھی غمگین نہیں ہوا۔ اللہ نے اس کو میرے لیے بلند کیا کہ میں اس کو دیکھتا تھا قریش جو سوال کرتے میں ان کو اس کی خبر دیتا اور میں نے اپنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء کی جماعت میں پایا۔ موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھتے تھے۔ ناگہاں موسیٰ

علیہ السلام بڑھے ہوئے بالوں والے گویا کہ وہ شنوءۃ کے آدمیوں میں سے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھتے تھے گویا کہ عروہ بن مسعود ثقفی سے مشابہ ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھتے تھے اور وہ تمہارا صاحب تمام لوگوں سے زیادہ مشابہ ہے صاحب سے مراد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نماز کا وقت آیا میں نے ان کی امامت کی جب میں نماز سے فارغ ہوا مجھ کو کہنے والے نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ مالک ہے دوزخ کا داروغہ اس پر سلام کہو۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے پہل کی سلام کرنے میں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''لم اثبتھا'' یعنی سفر پر جانے کی وجہ سے میں نے ان چیزوں کو یاد نہیں کیا تھا مگر قریش نے انہیں چھوٹی چھوٹی چیزوں کا پوچھا کہ مثلاً مسجد اقصیٰ کی کھڑکیاں کتنی ہیں؟ دروازے کتنے ہیں؟ دریچے اور ستون کتنے ہیں؟ ایک مسافر جو راستے پر گذرتا ہے وہ ان چیزوں کو کہاں گنتا اور محفوظ کر کے یاد رکھتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بے حد پریشان ہوگئے۔ ''فکربت'' قریش مکہ نے آپ سے دور از کار سوالات شروع کیے جو اہم سوالات تھے وہ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خود کیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب پر تصدیق کرتے چلے گئے کہ صدقت یارسول اللہ۔ اس پر جبرئیل امین نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب عطا کیا۔ بہر حال قریش کے بے کار سوالات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے حد پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا نقشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تھے اور جواب دیتے تھے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا مگر کچھ کچے مسلمان شک میں پڑ گئے کیونکہ کفار نے بڑا سخت پروپیگنڈہ کیا تھا یہ قصہ بریلویوں کے منہ پر طمانچہ ہے جو علم غیب کے مسئلے میں گڑبڑ کرتے ہیں۔

وھذا الباب خال عن الفصل الثانی ...اور اس میں دوسری فصل نہیں ہے

الفصل الثالث .... بیت المقدس کا نبی کریم کے سامنے لایا جانا

(۶) عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِیْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِیْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب مجھ کو قریش نے جھٹلایا تو میں حجر میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لیے ظاہر کر دیا۔ میں نے ان کو اس کی نشانیاں بتلانی شروع کر دیں اور میں اس کو دیکھتا جاتا تھا۔ (متفق علیہ)

باب فی المعجزات ..... معجزوں کا بیان

قال الله تعالیٰ: (اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر)

خارق عادت اشیاء:۔ چنانچہ خوارق عادت چیزیں کل سات (7) ہیں:

(1) اول ''ارھاصات'' ہیں۔ یہ ایسے خارق عادت افعال ہوتے ہیں جو کسی نبی کی نبوت سے پہلے بطور تمہید نبی کی آمد کے اعلان کے لیے پیش آتے ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے پہلے پتھروں کا سلام کرنا' بادل کا سایہ کرنا' ولادت نبی کے وقت انقلابی واقعات کا پیش آنا یہ ''ارھاصات'' تھے۔ (2) دوم ''معجزات'' ہیں یہ ایسے خارق عادت امور ہیں جو کسی نبی کی دعوت نبوت کے اثبات وتصدیق کے لیے اور مخالفین کو عاجز کرنے کے لیے مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

(3) سوم ''کرامات'' ہیں: یہ ایسے خارق عادت امور ہیں جو صاحب ایمان متبع سنت شخص کے ہاتھ پر اس کے اعزاز واکرام کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں' پیغمبر کو اپنے معجزہ کا علم بھی ہوتا ہے اور ظہور معجزہ کا ارادہ بھی ہوتا ہے مگر ولی کے لیے یہ ضروری نہیں ہے۔

(4) چہارم ''معونات'' ہیں: یہ ایسے خارق عادت امور ہیں جو کسی مسلمان کو اعانت ومدد کے لیے ظاہر ہوتے ہیں جیسے حالت مخمصہ میں غیب

سے کھانا آنا، پانی آنا یا زمین کا فاصلہ کم ہو جانا یا پانی پر چلنا وغیرہ وغیرہ یہ سب اعانت و مدد کی صورتیں ہیں۔
(5) پنجم ''استدراجات'' ہیں: یہ ایسے خارق عادت امور ہیں جو کسی کافر یا فاسق و فاجر شخص کے ہاتھ پر اس کے مقصود کے مطابق ظاہر ہو جائیں جیسے دجال کے احوال میں عجیب استدراجات اور تصرفات کا بیان ہو چکا ہے یا جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کے ہاتھ پر عجائبات ظاہر ہوئے تھے یہ سب استدراج کی قبیل سے تھے۔ (6) ششم ''اہانات'' ہیں: یہ ایسے خارق عادت امور کا نام ہے جو کسی کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں لیکن اس کے مطلوب و مقصود کے برعکس ظاہر ہوتے ہیں مثلاً مسیلمہ کذاب نے کسی کانے یک چشم کی آنکھ پر ہاتھ پھیرا تا کہ یہ آنکھ درست ہو جائے مگر اس شخص کی صحیح آنکھ اندھی ہو گئی۔ اس طرح مسیلمہ کذاب نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی برکت کے لیے باغ کے درختوں میں پھینکا تو باغ کے سارے درخت سوکھ گئے۔ اسی طرح اس نے کلی کر کے کنوئیں میں پانی پھینکا تا کہ پانی زیادہ ہو جائے تو جو پانی کنوئیں میں تھا وہ بھی خشک ہو گیا، اسی طرح اس نے ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیر دیا تو اس کے حافظہ نے کام چھوڑ دیا، یہ سب اہانت کی صورتیں ہیں کہ سب تدبیریں الٹی ہو گئیں۔
(7) ہفتم ''سحر'' اور جادو ہے: اس کی ایک تعریف یہ ہے ''**کل مالطف ماخده ودق فهو سحر**'' اس کی دوسری تعریف یہ ہے۔ **اخراج الحق فی صورة الباطل** بعض علماء نے جادو کو خرق عادت شمار نہیں کیا کیونکہ اس میں ظاہری اسباب استعمال ہوتے ہیں۔ بہرحال یہ تمام خارق عادت امور ہیں یہاں پر ان میں سے معجزہ کی تعریف و تفصیل بیان کرنا مقصود ہے۔
معجزہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف:- معجزہ کا لغوی معنی ''عاجز بنانے والی چیز'' بتایا گیا ہے اور معجزہ کی اصطلاحی تعریف اس طرح ہے ''**المعجزة امر خارق للعادةيعجزه البشر ان يأتوا بمثله**'' یعنی معجزہ اس امر خارق للعادہ کا نام ہے جو انسان کو عاجز کر دے کہ وہ اس کی مانند کوئی چیز پیش کر سکے۔ بہرحال معجزہ کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ معجزہ ہے جو کسی نبی کی نبوت کا ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور قوم کی ہدایت کا ذریعہ بنتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سارے معجزے اسی قسم کے آئے ہیں لیکن ان میں سب سے بڑا اور دائمی معجزہ قرآن عظیم ہے جس سے اربوں انسانوں کو ہدایت نصیب ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔ دوسرا معجزہ فرمائشی ہوتا ہے کہ قوم ایمان لانے کے لیے کوئی فرمائشی معجزہ مانگے اس میں نبی کا آزمانا مقصود ہوتا ہے کہ آیا وہ یہ کام کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس معجزہ کے مانگنے میں لوگ فضول قسم کے فرمائشی مطالبے رکھتے ہیں مثلاً اس چٹان سے ایک گابھن اونٹنی برآمد ہو پھر وہ بچہ دیدے اور ہم سب اس کو دیکھ لیں تب ہم ایمان لائیں گے یا یہ مطالبہ ہو کہ اس نبی کا بڑا باغ ہو اس میں نہریں ہوں وہ باغ ایسا ہو یا ویسا ہو یہ مطالبہ ہو کہ یہ نبی آسمان پر چڑھ جائے اور وہاں سے ایک خط ہمیں لکھ بھیجے تا کہ ہم اس کو پڑھیں اور ایمان لائیں اس قسم کا فرمائشی معجزہ اگر اللہ تعالیٰ کسی قوم کو دے دیتا ہے اور قوم اس کا انکار کرتی ہے اور ایمان نہیں لاتی تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوری قوم پر عمومی عذاب نازل ہوتا ہے جیسے قوم ثمود تباہ ہو گئی۔ کفار قریش نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار فرمائشی معجزے مانگے لیکن اللہ تعالیٰ نے نہیں دیئے اگر دے دیتے اور کفار ان کا انکار کرتے تو سب ہلاک ہو جاتے حالانکہ انہیں لوگوں میں سے اکثر و بیشتر بعد میں مسلمان ہو گئے۔

الفصل الاول ... غار ثور کا واقعہ

(۱) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ اَبَا بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقَ قَالَ نَظَرْتُ اِلٰى اَقْدَامِ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رُؤُوْسِنَا وَنَحْنُ فِيْ الْغَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ اِلٰى قَدَمِهٖ اَبْصَرَنَا فَقَالَ يَا اَبَابَكْرٍ مَاظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں مشرکین کے قدموں کو دیکھتا تھا اور وہ ہمارے سروں پر تھے اور ہم غار میں تھے میں نے کہا اے اللہ کے رسول اگر انہوں نے اپنے قدموں کی طرف دیکھا تو وہ ہم کو دیکھ لیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تیرا کیا خیال ہے ان دو آدمیوں کے متعلق کہ جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''فی الغار'' اس غار سے مراد غار ثور ہے یہ غار مکہ مکرمہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے انتہائی بلند پہاڑ پر واقع اس پہاڑ کا

نام ثور ہے اوپر چوٹی پر ہموار جگہ میں دو غار بنے ہوئے ہیں ہر ایک پر لکھا ہے کہ یہ غار ثور ہے ان میں سے جو زیادہ مشہور ہے اور پہاڑ پر مکہ کی جانب واقع ہے میرے خیال میں وہ کسی نے کسی زمانے میں تراش کر بنائی ہے اصلی غار ثور شاید نہ ہو اس کے بالمقابل جبل ثور کی دوسری جانب ایک غار ہے جو دو بھاری چٹانوں کے بیچ میں ہے اوپر کی طرف سے اترنے کا راستہ ہے ایک چٹان بالکل ثور یعنی بیل کی طرح ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ثور ایک آدمی کا نام تھا اس کے نام سے یہ غار ہے۔ ''لونظر الی قدمه'' کی تشریح وہاں غار ثور میں سمجھ آتی ہے کیونکہ اوپر چٹان پر کھڑا شخص اگر اپنے پاؤں کو دیکھ لے تو یہ غار اس کے قدموں کے نیچے نظر آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی۔ ''اللهم اعم ابصار هم'' اے اللہ ان کفار کو اندھا کر دے! اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دیکھنے سے اندھا کر دیا تو انہوں نے کچھ نہیں دیکھا' غار کے منہ میں کبوتر نے انڈے دیئے' مکڑی نے جالا تن دیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان دو حبیبین کی حفاظت فرمائی۔ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

فالصدق في الغار والصديق لم يريا وهم يقولون ما بالغار من ارم
ظنوا الحمام وظنو العنكبوت على خير البريه لم تنسج ولم تحم

''الله ثالثهما'' اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو تیسرا ظاہر فرمایا یہ خالص معونت اور معیت کی طرف اشارہ ہے کہ ہر حالت میں تینوں ایک ساتھ ہیں' اس کے برعکس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معنا نہیں فرمایا بلکہ معی فرمایا' یہ دبے دبے الفاظ میں قوم پر عدم اعتماد کا اظہار ہے بہرحال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق کا بالکل نمایاں ہوتے ہوئے کفار کو نظر نہ آنا معجزہ تھا۔

سفر ہجرت کے دوران دشمن کے خلاف معجزہ کا ظہور

(۲) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ قَالَ لِاَبِیْ بَكْرٍ يَا اَبَا بَكْرٍ حَدِّثْنِیْ كَيْفَ صَنَعْتُمَا حِيْنَ سَرَيْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ اَسْرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ وَ خَلَا الطَّرِيْقُ لَا يَمُرُّ فِيْهِ اَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيْلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ تَاْتِ عَلَيْهَا الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهَا وَسَوَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَكَانًا بِيَدَیَّ يَنَامُ عَلَيْهِ وَبَسَطْتُ عَلَيْهِ فَرْوَةً وَ قُلْتُ نَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْفُضُ مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهُ وَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ مُقْبِلٍ قُلْتُ اَفِیْ غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَفَتَحْلِبُ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً فَحَلَبَ فِیْ قَعْبٍ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَمَعِیَ اِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَرْتَوِیْ فِيْهَا يَشْرَبُ وَيَتَوَضَّأُ فَاَتَيْتُ النَّبِیَّ صلى الله عليه وسلم فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُ فَوَافَقْتُهُ حَتّٰى اسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ مِنَ الْمَاءِ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ اَسْفَلُهُ فَقُلْتُ اِشْرَبْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيْتُ ثُمَّ قَالَ اَلَمْ يَاْنِ لِلرَّحِيْلِ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَارْتَحَلْنَا بَعْدَ مَا مَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ ابْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ اُتِيْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم فَارْتَطَمَتْ بِهٖ فَرَسُهُ اِلٰى بَطْنِهَا فِیْ جَلَدٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَقَالَ اِنِّیْ اَرَاكُمَا دَعَوْتُمَا عَلَیَّ فَادْعُوَا لِیْ فَاللّٰهُ لَكُمَا اَنْ اَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَالَهُ النَّبِیُّ صلى الله عليه وسلم فَنَجَا فَجَعَلَ لَا يَلْقٰى اَحَدًا اِلَّا قَالَ كُفِيْتُمْ مَا هٰهُنَا فَلَا يَلْقٰى اَحَدًا اِلَّا رَدَّهُ. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوبکر مجھ کو خبر دو کہ کیسے کیا تو نے اس رات جب چلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم ساری رات چلے اور کچھ اگلے دن اور جب ٹھیک دوپہر ہوئی اور راستہ گذرنے والوں سے خالی ہوا ہم کو ایک لمبا پتھر دکھائی دیا اور اس کا سایہ تھا اس پر سورج نہیں آیا تھا ہم اس پتھر کے قریب اترے اور میں اپنے ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین برابر کرتا تھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جائیں اور میں نے اس پر ایک کپڑا بچھایا میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ آرام فرمائیں اور میں گرد نواح کی نگہبانی کرتا ہوں۔ آپ سو گئے اور میں نگہبانی کے لیے نکلا تو میں نے ایک چرواہے کو دیکھا کہ وہ سامنے سے آ رہا ہے میں نے کہا کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے اس

نے کہاہاں کیا تو دودھ دوہے گا اس نے کہاہاں۔اس نے ایک بکری پکڑی تو اس نے کاٹھ کے پیالہ میں تھوڑا سا دودھ دوہا اور میرے پاس ایک برتن تھا اس کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اٹھایا کہ اس سے آپ سیراب ہوتے تھے اور وضوفرماتے تھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میں نے آپ کو جگانا مکروہ سمجھا۔میں ٹھہرا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بیدار ہوئے اور میں نے ٹھنڈا کرنے کی غرض سے اس دودھ میں تھوڑا سا پانی ڈالا میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول آپ پیجئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا یہاں تک کہ میں خوش ہوا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوچ کا وقت نہیں ہوا میں نے عرض کی جی ہاں کوچ کا وقت آگیا ہے حضرت ابو بکر نے کہا ہم نے سورج ڈھلنے کے بعد کوچ کیا اور سراقہ بن مالک ہمارے پیچھے آیا۔میں نے کہا اے اللہ کے رسول دشمن پکڑنے کو آیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ پر بددعا کی تو اس کا گھوڑا سراقہ کے ساتھ زمین میں پیٹ تک دھنس گیا۔ سراقہ نے کہا میں جانتا ہوں کہ آپ نے مجھ پر بددعا کی ہے۔آپ میرے لیے دعا فرمائیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا کریں تو میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے ہوئے کفار کو واپس کروں گا آپ نے سراقہ کے لیے دعا کی سراقہ نے نجات پائی۔سراقہ جب کسی کافر کو ملتا تو اس کو کہتا کہ تم طلب میں کفایت کیے گئے۔نہیں ملتا تھا سراقہ کسی کو مگر پھیر دیتا تھا اس کو۔(متفق علیہ)

تشریح: ''فروة'' پوستین کو کہتے ہیں۔''انفض ماحولک'' نفض جھاڑنے اور ٹٹولنے کو کہتے ہیں۔یہاں نگرانی مراد ہے فوجی اصطلاح میں اس قسم کا پہرہ اور دشمن پر نظر رکھنے کے لیے ادھر ادھر گھومنے کو ''گزمہ'' کہتے ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی غار کے ارد گرد کفار کی آمد وغیرہ کی نگرانی شروع کی تھی۔''قعب'' لکڑی سے بنا ہوا کاسہ جو گہرا ہو اس کو قعب کہتے ہیں۔''کثبة'' کاف پر ضمہ ہے ثاء ساکن ہے باپر فتحہ ہے شئی قلیل پر بھی بولا جاتا ہے اور بھرے ہوئے پیالہ کو بھی کہتے ہیں۔یہ بکریاں یا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تھیں اس لیے دودھ مانگا یا قیمت ادا کرنے کے ارادے سے مانگا یا عرب کی عام عادت کے مطابق مانگا کہ عرب مسافر آدمی کو بکریوں کا دودھ نکال کر دینے کو اپنا اہم فریضہ سمجھتے تھے۔''فوافقته'' اگر ''فوافقته'' میں فامقدم ہے تو یہ موافقت سے ہے یعنی میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند سے موافقت کر لی یہاں تک کہ آپ خود اٹھ گئے اور اگر قاف مقدم ہے تو یہ وقوف سے ہوگا جو انتظار کے معنی میں ہے یعنی میں نے انتظار کیا یہاں تک کہ آپ بیدار ہوئے۔''اداوة'' چمڑے کا لوٹا مراد ہے جسے چھاگل کہتے ہیں۔

''یرتوی'' ارتویٰ روی سے ہے سیراب ہونے کے معنی میں ہے یعنی اس لوٹے میں وضو کے لیے اور پینے کے لیے پانی رکھا رہتا تھا۔

''الم یان'' ای لم یقرب وقت الرحیل یعنی غار سے جانے کا وقت قریب نہیں آیا۔''سراقه بن مالک بن جعشم مدلجی'' یہ آدمی اپنے علاقے کے سردار تھے انعام کی لالچ میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا تھا معجزہ دیکھ کر معافی مانگی اپنے لیے ایک پروانہ لکھوایا کہ فتح مکہ کے دن مجھے امان ملے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کسریٰ کے کنگن کا وعدہ فرمایا جب یہ مسلمان ہوئے اور کسریٰ کا خزانہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ آیا تو مال غنیمت میں کسری کے کنگن سراقہ کو دیئے گئے انہوں نے پہن لیے اور منبر نبوی پر چڑھ کر لوگوں کو دکھایا۔''اتینا'' یعنی ہم پکڑے گئے۔''فارتطمت'' یعنی گھوڑے کی ٹانگیں ریت میں دھنس گئیں۔''جلد'' جیم اور لام پر زبر ہے سخت زمین کو کہتے ہیں۔''فالله لکما'' ای الله کفیل علی لکما ان لا اهم بعد ذلک لغدر کما. یعنی اللہ تعالیٰ کا وعدہ دیتا ہوں کہ تمہاری بدخواہی کا ارادہ نہیں کروں گا۔''الطلب'' تعاقب اور تلاش کو کہتے ہیں ابوجہل نے سو اونٹوں کا انعام رکھا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ یا مردہ حالت میں کوئی لائے یا ان کی خبر ہم تک پہنچائے تو یہ انعام اس کو ملے گا ہر طرف یہ تلاش اسی وجہ سے ہو رہی تھی اور یہ چھاپے اسی وجہ سے پڑ رہے تھے۔

عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ

(۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ بِمَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَھُوَ فِیْ اَرْضٍ یَخْتَرِفُ فَاَتَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ اِنِّیْ سَائِلُکَ عَنْ ثَلٰثٍ لَّا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا نَبِیٌّ فَمَااَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ

وَمَا يَنْزِعُ الْوَلَدَ إِلَى أَبِيهِ أَوْ إِلَى أُمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي بِهِنَّ جِبْرَئِيْلُ انِفًا أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ وَّإِذَاسَبَقَ مَآءُ الرَّجُلِ مَآءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَإِذَاسَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ وَّإِنَّهُمْ إِنْ يَّعْلَمُوْا بِإِسْلَامِي مِنْ قَبْلِ أَنْ تَسْئَلَهُمْ يَبْهَتُوْنِيْ فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فِيْكُمْ قَالُوْا إِنَّهُ خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذَالِكَ فَخَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا فَانْتَقَصُوْهُ قَالَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُ أَخَافُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے آنحضرت کے آنے کی خبر سنی اور وہ اس وقت درختوں کے میوے چنتا تھا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہوگی اور اہل جنت کا پہلا کھانا کیا ہوگا اور کونسی چیز بیٹے کو ماں یا باپ کی طرف کھینچتی ہے۔ آپ نے فرمایا ابھی ابھی جبریل نے مجھ کو اس کے متعلق خبر دی ہے قیامت کی پہلی نشانی آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف اکٹھا کرے گی اور اہل جنت کا پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی ہوگی اور جس وقت باپ کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب ہوتا ہے تو مشابہت مرد کی طرف ہو جاتی ہے اور جب عورت کا نطفہ غالب ہو تو اس کی مشابہت عورت کی طرف ہو جاتی ہے۔ عبداللہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اے اللہ کے رسول یہود بڑے بہتانی ہیں اگر وہ میرے اسلام کو جان لیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے سے پہلے تو وہ مجھ پر جھوٹ باندھ لیں گے۔ یہودی آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اس بات کی خبر دو اگر عبداللہ بن سلام اسلام لے آئے۔ یہود نے کہا اللہ اس کو اسلام لانے سے پناہ میں رکھے۔ عبداللہ بن سلام نکلے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں انہوں نے کہا یہ تو ہمارے شریروں میں سے ہے اور شریروں کا بیٹا ہے انہوں نے عیب لگانے شروع کیے۔ عبداللہ نے کہا یہ ہے وہ چیز جس سے میں ڈرتا تھا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''الانبی'' یعنی یہ ایسی باتیں ہیں جو صرف نبی ہی بتا سکتا ہے اسی میں معجزہ کا ظہور ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی بنیاد پر یہ تینوں باتیں ٹھیک ٹھیک بتا دیں۔ ''اول اشراط الساعة'' قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والی علامات کا نہیں پوچھا بلکہ قیامت کی شروعات کا سوال ہے کیونکہ اس آگ سے قیامت شروع ہو جائے گی قیامت کی علامت تو اس سے پہلے بہت ظاہر ہو چکی ہوں گی لہٰذا ان کا سوال نہیں ہے۔ ''زیادة کبدحوت'' مچھلی کے جگر کے کنارے کا حصہ سب سے پہلے اہل جنت کے سالن میں استعمال ہوگا۔ ''وما ینزع الولد'' یعنی بچہ کبھی ماں کا ہم شکل پیدا ہوتا ہے اور کبھی باپ کی مشابہت اختیار کر لیتا ہے ایسا کیوں ہے؟

''سبق ماء الرجل'' یعنی مادر رحم میں پہنچنے والا نطفہ اگر مرد کا غالب آ گیا اور عورت کا مغلوب ہو گیا تو بچہ مرد کے مشابہ پیدا ہوتا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے سبق کا ترجمہ ''علاو غلب'' سے کیا ہے مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعة اللمعات میں اس کا ترجمہ سبقت سے کیا ہے فرماتے ہیں: چوں پیش میشود آب مرد آب زن را یعنی پیشتر در رحم می افتد یعنی مرد کا نطفہ جب مادر رحم میں پہلے جا پہنچتا ہے تو بچہ مرد کے مشابہ ہو جاتا ہے ان دونوں ترجموں میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ یوں کہاں جا سکتا ہے کہ جب مرد کا پانی رحم مادر میں پہلے پہنچ کر عورت کے پانی پر غالب آ جاتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔

''قوم بهت'' با پر ضمہ ہے اور ہا ساکن ہے یہ بہت جمع ہے اس کا مفرد بھوت ہے جو مبالغہ کا صیغہ صبور اور صبر کی طرح ہے یعنی یہود بہت ہی بہتان طراز قوم ہے اگر میں اسلام قبول کر لوں گا تو وہ مجھ پر طرح طرح کے بہتان باندھیں گے' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہود کے بہت بڑے عالم تھے' تورات کے حافظ تھے انہوں نے اپنے غلام سے کہہ رکھا تھا کہ جب نبی آخر زمان مکہ سے مدینہ آ جائیں تو مجھے اطلاع کر وایک دن یہ اپنے باغ میں ایک درخت پر چڑھ کر پھل توڑ رہے تھے کہ غلام نے نیچے سے آواز دی کہ نبی آخرالزمان مدینہ آ گئے ہیں! ان پر ایک ہیبت اور رعب

طاری ہوگیا قریب تھا کہ درخت سے گر جاتے مگر بچ گئے۔ درخت سے اترتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوگئے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر نگاہ پڑی تو کہنے لگے" واللہ ماھذا بوجہ کذاب" قسم بخدا! یہ چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا! پھر بطور آزمائش تین سوال کیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جواب دینے کے بجائے جبرئیل امین کا انتظار فرمایا اور پھر وحی کے ذریعہ سے جواب دیا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے مگر پہلے یہود سے اپنی عظمت کا اقرار کروا دیا تاکہ بعد میں بہتان طرازی کا اثر نہ ہو۔

جنگ بدر سے متعلق پیش خبری کا معجزہ

(۴) وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم شَاوَرَ حِيْنَ بَلَغَنَا اِقْبَالُ اَبِيْ سُفْيَانَ وَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نُّخِيْضَهَا الْبَحْرَ لَاَخَضْنَاهَا وَلَوْاَمَرْتَنَا اَنْ نَّضْرِبَ اَكْبَادَهَا اِلٰى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم النَّاسَ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى نَزَلُوْابَدْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَيَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا وَهٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاتَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَّوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مشورہ کیا اس وقت جب ابوسفیان کے آنے کی خبر ملی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ سعد نے کہا اے اللہ کے رسول اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں گھوڑوں کو سمندر میں داخل کرنے کا تو ہم گھوڑوں کو سمندر میں اتار دیں گے اگر آپ ہم کو سواریوں کے جگر مارنے کا حکم فرمائیں برک غماد تک تو ہم یہ بھی کر دکھائیں۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے یہاں تک کہ بدر مقام پر اترے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے اپنا ہاتھ مبارک زمین پر رکھتے تھے اس جگہ اور اس جگہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا اس جگہ سے کسی نے تجاوز نہ کیا جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک رکھا تھا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "شاور" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے جنگ بدر میں پہنچنے سے پہلے مشورہ مانگا کہ جنگ کے میدان میں جائیں یا نہیں صورت حال یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے قافلے کے پکڑنے کے لیے مدینہ منورہ سے چند صحابہ کو لے کر بدر پہنچ گئے تھے عجلت میں نکلنے کی وجہ سے صحابہ کے پاس اسلحہ بھی نہیں تھا ادھر ابوسفیان کا قافلہ شام سے واپس آگیا اور راستہ بدل کر مکہ چلا گیا اہل مکہ کو پتہ چلا کہ ان کا قافلہ لوٹ لیا گیا تو ابوجہل نے ایک ہزار کا مسلح لشکر تیار کیا اور جنگ کے لیے بدر تک پہنچ گیا ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے ہجرت سے پہلے لیلۃ عقبۃ میں جو معاہدہ کیا تھا وہ یہ تھا کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی قوم مدینہ شہر میں حملہ کرے گی تو انصار دفاع کریں گے لیکن اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر کسی کے تعاقب میں جنگ کے لیے جائیں گے تو انصار ساتھ جانے کے پابند نہیں ہوں گے اسی صورت حال کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار انصار کے سرداروں سے مشورہ مانگا کہ تمہاری رائے اور مشورہ کیا ہے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے زوردار تقریر فرمائی اور وفاداری کا عہد و پیمان کیا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور میدان جنگ کی طرف آگے بڑھے۔

"سعد بن عبادہ" یہاں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا نام ہے شاید کسی سے بھول ہوگئی ورنہ مشہور روایات میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے یا ہوسکتا ہے کہ دونوں نے یہ بات کہہ دی ہو۔ "ان نخیضھا" حوض پانی میں گھسنے کے معنی میں ہے یہاں باب افعال کا صیغہ ہے گھسانے کے معنی میں ہے۔ ان نخیضھا ھا ضمیر گھوڑوں اور اونٹوں کی طرف لوٹتی ہے اگرچہ اس کا ذکر نہیں ہے مگر قرینہ مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ ھا ضمیر دواب کی طرف لوٹتی ہے مراد گھوڑے اونٹ ہیں۔ "برک الغماد" حبشہ میں ایک جگہ کا نام ہے بعض نے کہا ہے کہ یمن میں ایک شہر کا نام ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ دور دراز علاقوں سے کنایہ ہے یعنی دنیا کے جس کونے تک آپ فرمائیں گے ہم جائیں گے۔ "مصرع" گرنے

کی جگہ مقتل گاہ "ماماط" یعنی جہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کافر کے قتل ہونے اور گرنے کا اشارہ فرمایا تھا وہ ذرا برابر اس سے ادھر ادھر نہیں ہوا بلکہ وہیں پر گر کر مرا اس میں معجزہ ظاہر ہوگیا۔ بریلوی حضرات اس معجزہ کو علم غیب کے لیے دلیل بناتے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مردوں کو زندہ کرنا خدائی کی دلیل ہوگئی بریلویوں کو چاہئے کہ ان کو خدا کہہ دیں۔" ای ما اخطاء و تجاوز "۔

جنگ بدر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

(۵) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ وَهُوَ فِیْ قُبَّةٍ یَوْمَ بَدْرٍ اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُکَ عَهْدَکَ وَوَعْدَکَ اَللّٰهُمَّ اِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدُ بَعْدَ الْیَوْمِ فَاَخَذَ اَبُوْ بَکْرٍ بِیَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْحَحْتَ عَلٰی رَبِّکَ فَخَرَجَ وَهُوَ یَثِبُ فِی الدِّرْعِ وَهُوَ یَقُوْلُ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن خیمہ میں فرمایا اے اللہ میں تجھ سے تیری امان مانگتا ہوں اور تیرے وعدہ کی ایفا۔ اے اللہ آج کے بعد ہرگز نہ عبادت کی جائے گی مگر تیری۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑا اور کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی دعا کافی ہے اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے دعا کرنے میں بہت مبالغہ کیا۔ آپ خیمہ سے جلدی باہر تشریف لائے خوشی کی وجہ سے۔ اور فرماتے تھے کہ کفار کو شکست دی جائے گی اور بھاگیں کے پشت پھیر کر۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "الححت" الحاح اصرار گڑگڑاہٹ عاجزی اور زاری کو کہتے ہیں یعنی آپ نے اپنے رب سے مانگنے میں خوب مبالغہ واصرار کیا' یہ کافی ہے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ آپ کے ایک صحابی اور امتی کو مدد الٰہی کے نزول کا شرح صدر ہوگیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد پہنچ گئی ہے تو آپ عریش سے باہر گئے اور بشارت کی آیت سنادی اور معجزہ کا ظہور ہوگیا۔ "یثب" چھلانگ لگانے اور کود کر آنے کو کہتے ہیں۔ خوشی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے باہر گئے۔ "فی الدرع" یعنی اس حال میں کہ آپ جنگ کے لیے زرہ پہنے ہوئے تھے۔ آج کل میدان بدر کے اسی مقام پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے جس کا نام مسجد العریش ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک چھپر کے نیچے بیٹھے تھے اس وقت نہ مسجد تھی نہ کوئی چہار دیواری تھی۔

جنگ بدر میں جبرئیل علیہ السلام کی شرکت

(۶) وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ یَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرَئِیْلُ اٰخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهٖ عَلَیْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا یہ جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کے سر پکڑے ہوئے ہے۔ اور اس پر لڑائی کے ہتھیار ہیں۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

آسمانی کمک کا کشف و مشاہدہ

(۷) وَعَنْهُ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ یَّشْتَدُّ فِیْ اَثَرِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اَمَامَهٗ اِذْ سَمِعَ ضَرْبَةً بِالسَّوْطِ فَوْقَهٗ وَصَوْتَ الْفَارِسِ یَقُوْلُ اَقْدِمْ حَیْزُوْمُ اِذْ نَظَرَ اِلَی الْمُشْرِکِ اَمَامَهٗ خَرَّ مُسْتَلْقِیًا فَنَظَرَ اِلَیْهِ فَاِذَا هُوَ قَدْ خُطِمَ اَنْفُهٗ وَشُقَّ وَجْهُهٗ کَضَرْبَةِ السَّوْطِ فَاخْضَرَّ ذَالِکَ اَجْمَعُ فَجَاءَ الْاَنْصَارِیُّ فَحَدَّثَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ صَدَقْتَ ذَالِکَ مِنْ مَدَدِ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَقَتَلُوْا یَوْمَئِذٍ سَبْعِیْنَ وَاَسَرُوْا سَبْعِیْنَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس وقت ایک آدمی مسلمانوں میں سے جنگ بدر کے دن مشرکوں میں سے ایک آدمی کے پیچھے دوڑتا تھا حملہ کرنے کے لیے تو اس نے اس مشرک پر کوڑا لگنے کی آواز سنی ایک سوار کی کہ وہ کہتا ہے اقدام کر اے حیزوم۔ اچانک

دیکھا اس مسلمان نے کہ وہ مشرک اس کے آگے چت گرا پڑا تھا۔ پھر اس مشرک کی طرف دیکھا کہ اس کی ناک پر نشان پڑ گیا تھا اور اس کا منہ پھٹ گیا تھا کوڑا لگنے کی وجہ سے اور اس کی عام جگہ جہاں مارا تھا سبز ہوگئی۔ انصاری آیا اس نے یہ سارا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے کہ تیسرے آسمان سے فرشتوں کی امداد تھی۔ انہوں نے ستر کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنا بنایا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''یشتد'' تیز دوڑنے کو کہتے ہیں۔ ''السوط'' سوط چابک دستی اور کوڑے کو کہتے ہیں۔ ''اقدم'' یعنی آگے بڑھو۔

''حیزوم'' اے حیزوم! حضرت جبرئیل یا کسی اور فرشتے کے گھوڑے کا نام حیزوم تھا۔ ''خطم انفه'' چہرہ کے توڑنے اور پھاڑنے کے لیے خطم کا لفظ استعمال ہوتا۔ ''اخضر اجمع'' یعنی پورے کا پورا چہرہ نیلا اور سیاہ پڑ گیا تھا چونکہ فرشتے کے ہاتھ کا کوڑا تھا تو اس کا زہریلا اثر ظاہر ہوگیا۔ ''صدقت'' یعنی صحابی کی کرامت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تھی لہٰذا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں معجزہ تھا یا اس طرح سمجھ لو کہ فرشتوں کا نزول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اثبات کے لیے معجزہ تھا! اس وجہ سے یہ حدیث معجزات میں آگئی۔

جنگ احد میں فرشتوں کی مدد کا معجزہ

(۸) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَاَیْتُ عَنْ یَّمِیْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَعَنْ شِمَالِهٖ یَوْمَ اُحُدٍ رَجُلَیْنِ عَلَیْهِمَا ثِیَابٌ بِیْضٌ یُقَاتِلَانِ کَاَشَدِّ الْقِتَالِ مَارَاَیْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ یَعْنِیْ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ میں نے احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں سفید کپڑوں والے دو آدمی دیکھے جو بہت سخت لڑتے تھے۔ میں نے ان دونوں کو نہ اس سے پہلے اور نہ اس سے پیچھے دیکھا تھا۔ یعنی جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کو۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''یعنی حضرت جبرائیل اور میکائیل تھے'' یہ وضاحت خود راوی نے کی ہے اور انہوں نے ان دونوں کا فرشتہ جبرئیل و میکائیل ہونا یا تو اسی بات سے سمجھا کہ نہ کبھی اس سے پہلے انہوں نے ان دونوں کو دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد ہی کبھی دیکھا' یا انہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا کہ وہ دونوں اجنبی حضرت جبرئیل اور میکائیل تھے۔

دست مبارک کے اثر سے ایک صحابی کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ درست ہوگئی

(۹) وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم رَهْطًا اِلٰی اَبِیْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَیْهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَتِیْکٍ بَیْتَهٗ لَیْلًا وَّهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهٗ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَوَضَعْتُ السَّیْفَ فِیْ بَطْنِهٖ حَتّٰی اَخَذَ فِیْ ظَهْرِهٖ فَعَرَفْتُ اَنِّیْ قَتَلْتُهٗ فَجَعَلْتُ اَفْتَحُ الْاَبْوَابَ حَتّٰی انْتَهَیْتُ اِلٰی دَرَجَةٍ فَوَضَعْتُ رِجْلِیْ فَوَقَعْتُ فِیْ لَیْلَةٍ مُقْمِرَةٍ فَانْکَسَرَتْ سَاقِیْ فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ فَانْطَلَقْتُ اِلٰی اَصْحَابِیْ فَانْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ اُبْسُطْ رِجْلَکَ فَبَسَطْتُ رِجْلِیْ فَمَسَحَهَا فَکَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَکِهَا قَطُّ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ابو رافع کی طرف بھیجا۔ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ابو رافع کے گھر رات کو داخل ہوئے کہ وہ سویا ہوا تھا اس کو قتل کر دیا۔ عبداللہ بن عتیک نے کہا کہ میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ پر رکھی یہاں تک کہ وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔ جب مجھ کو معلوم ہوا کہ میں نے اس کو مار لیا ہے تو میں نے دروازے کھولنے شروع کیے اور میں زینے تک پہنچا میں نے اپنا پاؤں اس پر رکھا۔ میں رات کی چاندنی میں زینے سے گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی تو میں نے اس کو پگڑی سے باندھا پھر میں اپنے ساتھیوں کی طرف آیا پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے اپنا پاؤں پھیلایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا

ہاتھ میرے پاؤں پر پھیرا میرا پاؤں اچھا ہو گیا جیسا کہ کبھی دکھا ہی نہیں تھا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: مدینہ منورہ میں ابورافع ایک خبیث یہودی تھا۔ بڑا تاجر تھا' معاہد تھا مگر اس نے مسلمانوں سے معاہدہ توڑ دیا اور اسلام و اہل اسلام کی بدگوئی میں مصروف ہو گیا شر اور فساد پھیلانے لگا مسلمانوں کی مذمت میں قصیدے پڑھتا تھا اور ان قصیدوں کے ساتھ مجلسیں گرماتا تھا اور فتنہ انگیزی کرتا تھا اس کی کنیت ابوالحقیق تھی' نہایت بدباطن آدمی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کے لیے بھیجا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک حیلہ کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گئے اور چوکیدار جہاں قلعہ کی چابیاں رکھتا تھا اس کو معلوم کیا اور پھر چابیوں کو لے کر اوپر بالاخانوں میں چلے گئے۔ اور ابورافع کے کمرے میں پہنچ گئے اور سوتے میں اس پر ایک حملہ کیا جو ناکام ہوا پھر دوسرا حملہ کیا اور ابورافع کو قتل کر دیا' واپسی میں سیڑھیوں سے گر گئے جس سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے دم کیا ٹانگ بالکل ٹھیک ہو گئی اور معجزہ کا ظہور ہو گیا۔

غزوۂ احزاب میں کھانے کا معجزہ

(۱۰) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ إِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاؤُوا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوْا هٰذِهٖ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ اَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَّلَبِثْنَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فِي الْكُدْيَةِ فَعَادَ كَثِيْبًا اَهْيَلَ فَانْكَفَأْتُ اِلَى امْرَأَتِيْ فَقُلْتُ هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم خَمَصًا شَدِيْدًا فَاَخْرَجَتْ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ وَّلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَارَرْتُهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَّنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ فَصَاحَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلَابِكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى اَجِيْءَ وَجَاءَ فَاَخْرَجْتُ لَهٗ عَجِيْنًا فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ اُدْعِيْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَاَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خندق کے دن ہم خندق کھودتے تھے کہ اس میں ایک سخت پتھر آیا۔ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یہ پتھر بہت سخت ہے خندق میں جو ٹوٹتا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اتروں گا اور آپ کھڑے ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا اور ہم نے تین روز تک کوئی چیز نہ کھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لیا اس پتھر پر مارا تو وہ پھسلنے والی ریت کی طرح ہو گیا۔ میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے دریافت کیا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پر سخت بھوک کا نشان ہے۔ اس عورت نے ایک تھیلی نکالی کہ اس میں ایک صاع جو تھے اور ایک بکری کا بچہ ہمارے پاس تھا۔ میں نے اس کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسے اور ہم نے اس گوشت کو ہانڈی میں ڈالا اور میں نے چپکے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہم نے ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع جو پیسے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور کچھ لوگ ساتھ لائیں۔ آپ نے آواز دی اے اہل خندق جابر رضی اللہ عنہ نے تمہاری مہمانی تیار کی ہے تم جلدی چلو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر رضی اللہ عنہ میرے آنے تک اپنی ہانڈی نہ اتارنا اور آٹا نہ پکانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں آپ کے سامنے آٹا لے آیا جو گندھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں لعاب ڈالا اور برکت کی دعا کی پھر آپ نے فرمایا کہ روٹی پکانے والی کو بلاؤ جو تیرے ساتھ روٹیاں پکائے اور چمچے کے ساتھ گوشت نکال اور ہانڈی کو چولہے سے مت اتارنا۔ خندق والے ہزار آدمی تھے۔ اللہ کی قسم سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور پھر بھی باقی چھوڑ دیا اور وہ سب کھا کر چلے گئے اور ہماری ہانڈی ابھی جوش مارتی تھی اور آٹا بھی اسی طرح تھا۔

تشریح: ''کدیة شدیدة'' کاف پر ضمہ ہے اور دال ساکن ہے اور یا پر زبر ہے زمین کے اندر نمودار ہونے والے سخت پتھر اور مضبوط چٹان کو کہتے ہیں جس میں پھاوڑا اثر نہیں کرتا۔ ''معصوب'' ای مربوط بحجر یعنی پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ ''ذواقا'' چکھنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ ''المعول'' کدال کو کہتے ہیں۔ ''کثیبا'' یعنی ریت کا تودہ اور ڈھیر بن گیا۔ ''اھیل'' نرم ریت کے ڈھیر سے نیچے کی طرف جو ریت گرتی ہے اسی کو اھیل کہتے ہیں' قرآن کریم میں ہے ''و کانت الجبال کثیبا مھیلا'' خلاصہ یہ کہ جس چٹان کے توڑنے سے صحابہ عاجز آ گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پھاوڑا مارنے سے وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور معجزہ کا ظہور ہو گیا۔ ''فانکفات'' ای رجعت یعنی میں اپنی بیوی کی طرف گھر لوٹ آیا۔ ''خمصا'' ای جوعا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے شدید بھوک کے اثرات دیکھے ہیں جیسے بدن کا لاغر ہونا' نڈھال ہونا' رنگ کا پیلا پڑ جانا۔ ''بھمة'' بھیڑ کے چھوٹے بچے کو کہا جاتا ہے بکری کے بچے پر بھی بولا جاتا ہے مگر یہاں بھیڑ کا بچہ مراد ہے۔ ''داجن'' گھر کی پلی ہوئی بکری وغیرہ کو داجن کہتے ہیں یعنی پالتو گھریلو۔ ''البرمة'' برمة پتھر کی بنی ہوئی ہانڈی کو کہتے ہیں پھر مطلق ہانڈی پر بولا گیا ہے خواہ پتھر کی نہ بھی ہو۔

''فسار رته'' چپکے سے گفتگو کرنے کو کہتے ہیں پوشیدہ اس لیے رکھا کہ کھانا کم تھا۔ ''سورا'' ای طعاماً فارسی کھانوں میں ضیافت کے ایک کھانے کو سور کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام لے کر اس قسم کھانے کو اعزاز بخشا۔ ''فبصق فیه'' بطور تبرک لعاب دہن اس میں ڈال دیا۔ ''وبارک'' یعنی برکت کی دعا فرمائی۔ ''اقدحی'' یعنی چمچ کے ساتھ سالن کو نکالتے جاؤ۔ ''تغط'' جوش مارنے کے معنی میں ہے یعنی ہانڈی اور کھانے میں معجزہ کا ظہور ہو گیا تو نہ آٹا ختم ہو رہا تھا اور نہ سالن ختم ہونے کا نام لے رہا تھا۔

عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشین گوئی

(۱۱) وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ لِعَمَّارٍ حِیْنَ یَحْفِرُ الْخَنْدَقَ فَجَعَلَ یَمْسَحُ رَاْسَهٗ وَیَقُوْلُ بُؤْسَ ابْنِ سُمَیَّةَ تَقْتُلُکَ الْفِئَةُ الْبَاغِیَةُ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمار بن یاسر کے لیے جب خندق کھودتے تھے۔ آپ اس کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرتے تھے اور فرماتے تھے کہ سمیہ کے محنتی بیٹے تجھ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ (بخاری)

تشریح: ''بؤس عمار'' بؤس و باس سختی وشدت اور مصیبت کے معنی میں ہے' حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہے جو اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں۔ ''الفئة الباغیة'' یعنی وقت کے امام کی اطاعت سے نکلنے والا فرقہ تجھے قتل کرے گا۔ اطاعت سے نکلنے والا فرقہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ان مخالفین کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام برحق تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی ہو گئی تھی یہ مشاجرات صحابہ کا معاملہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان نفوس قدسیہ کے خون سے محفوظ کیا ہے تو ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے درمیان ہونے والی اس خونریزی سے اپنی زبانوں کو بھی محفوظ رکھیں' جنگ جمل میں نو ہزار آدمی مارے گئے تھے۔ یہ جنگ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان منافقین کی دھوکہ بازی کی وجہ سے ہوئی تھی' پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مقام صفین میں جنگ ہوئی تھی۔ اس میں 75 ہزار یا نوے ہزار آدمی مارے گئے تھے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ''الباغیة'' کے الفاظ میں کچھ تاویل کرتے تھے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان تاویلات کو نقل نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اس پیش گوئی کے پورا ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کا ظہور ہو گیا۔

ایک پیش گوئی جو پوری ہوئی

(۱۲) وَعَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم حِیْنَ اَجْلَی الْاَحْزَابَ عَنْهُ اَلْاٰنَ نَغْزُوْهُمْ

وَلَا يَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِلَيْهِمْ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کفار کے گروہ متفرق ہو گئے حضرت کے مقابلہ میں۔اب ہم ان سے جہاد کریں گے اور وہ ہم سے نہیں لڑسکیں گے۔ہم ان کی طرف چل کر جائیں گے۔(روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: یہ غزوۂ خندق کا ذکر ہے جب تمام کفار بشمول یہود ہزار ہا کی تعداد میں مدینہ پر چڑھ آئے تھے اور مدینہ کی حفاظت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کے ساتھ مل کر شہر کے گرد خندق کھودی تھی' قریش کے لشکر کے سردار ابوسفیان تھے' اسی طرح مشرکین و کفار کے دوسرے گروہوں کے بھی اپنے الگ الگ سردار تھے۔دشمن نے مسلسل ایک مہینہ تک مدینہ کا محاصرہ رکھا اور خندق کے اس پار ڈٹے رہے اس عرصہ میں کوئی باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی' کبھی کبھار تیراندازی اور پتھراؤ کا سلسلہ کچھ دیر کیلئے شروع ہو جاتا تھا' آخر کار اللہ تعالیٰ نے اپنی غیبی مدد ظاہر فرمائی' ملائکہ نازل ہوئے جو دشمن کی نگاہوں میں ظاہر نہ ہونے کے باوجود اس کے قلع قمع میں لگ گئے' ہوا اور آندھی کا ایسا سخت طوفان آیا جس نے کفار کے لشکر میں سخت ابتری پھیلا دی اور اس طرح ان کے دلوں میں ایسا خوف اور رعب بیٹھ گیا کہ پورا لشکر تتر بتر ہو کر بھاگ کھڑا ہوا' اسی مناسبت سے اس کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے' اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ آج مشرکوں کی ہمت بالکل ٹوٹ گئی ہے' اب کبھی بھی ہمارے دشمن کو ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں ہوگی۔تو اب ہم ہی ان پر لشکر کشی کریں گے' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس غزوہ کے بعد کفار کا لشکر مدینہ پر حملہ آور نہیں ہوا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور دوسرے مقامات پر لشکر کشی فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر مسلمانوں کو فتح دی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام اور فرشتوں کی مدد کا معجزہ

(۱۳) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ اَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَاوَضَعْتُهُ اُخْرُجْ اِلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَيْنَ فَاَشَارَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَيْهِمْ.(متفق علیہ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ قَالَ اَنَسٌ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِيْ زُقَاقِ بَنِيْ غَنْمٍ مَوْكِبِ جِبْرَئِيْلَ حِيْنَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خندق سے واپس لوٹے ہتھیار اتارے اور غسل فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر گرد سے جھاڑتے تھے۔جبریل علیہ السلام نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار اتار دیئے اور اللہ کی قسم میں نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے ان کافروں کی طرف نکلو۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہاں ہیں جبریل علیہ السلام نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف نکلے۔روایت کیا اس کو بخاری مسلم نے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا گویا کہ میں دیکھتا ہوں غبار کی طرف جو بنی غنم کے سواروں کے کوچہ سے اٹھا تھا جو جبریل علیہ السلام کے ساتھ تھے جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف چلے۔

تشریح: "اتاه جبرئيل" یعنی غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار اتار لیے اور غسل کی تیاری شروع فرمائی کہ اتنے میں جبرئیل آئے جو غبار آلود اور مسلح تھے اور فرمایا کہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے حالانکہ فرشتے تو اب تک مسلح ہیں؟ تو فرشتوں کا آنا اور مسلح ہونا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا یہ معجزہ کا ظہور تھا۔غسل کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے غسل کیا تھا بلکہ غسل کی تیاری فرما رہے تھے کہ جبرئیل آئے۔"موکب" یہ لفظ منصوب بنزع الخافض ہے "ای من موکب جبرئیل" یعنی حضرت جبرئیل کی جماعت' ملائکہ کے چلنے کی وجہ سے بنو غنم کی گلیوں میں غبار اٹھ رہا تھا کیونکہ سارے فرشتے گھوڑوں پر سوار تھے۔

انگلیوں سے پانی نکلنے کا معجزہ

(۱۴) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ

مِنهَا ثُمَّ اَقبَلَ النَّاسُ نَحوَهُ قَالُوا لَیسَ عِندَنَا مَا نَتَوَضَّأُ بِهٖ وَنَشرَبُ اِلَّا مَافِی رَکوَتِکَ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَدَهُ فِی الرَّکوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَفُورُ بَینَ اَصَابِعِهٖ کَاَمثَالِ الْعُیُونِ قَالَ فَشَرِبنَا وَتَوَضَّانَا قِیلَ لِجَابِرٍ کَم کُنتُم قَالَ لَو کُنَّا مِائَةَ اَلفٍ لَکَفَانَا کُنَّا خَمسَ عَشرَةَ مِائَةً (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے پاس نہ وضو کے لیے پانی ہے اور نہ ہی پینے کے لیے مگر یہی پانی جو آپ کے برتن میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک برتن میں رکھا تو پانی جوش مارنے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے مانند چشموں کی۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے وہ پانی پیا اور وضو کیا جابر سے پوچھا گیا کہ آپ اس دن کتنے تھے جابر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہم کو کفایت کرتا مگر ہم اس دن پندرہ سو تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''رکوة'' پانی کے برتن کو رکوہ کہا گیا ہے خواہ لوٹا ہو یا مشکیزہ ہو' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی جاری ہوا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ظہور ہوا یہ حدیبیہ کا واقعہ ہے۔''خمس عشرة ماة'' اس روایت میں پندرہ سو کا ذکر ہے اور ساتھ والی روایت میں چودہ سو کا ذکر ہے احناف پندرہ سو کو ترجیح دیتے ہیں اور شوافع چودہ سو کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اس عدد پر غزوۂ خیبر کے مال غنیمت کی تقسیم کا مسئلہ متفرع ہے جو کتاب الجہاد میں تفصیل سے لکھا گیا ہے جس میں احناف وشوافع کا اختلاف ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ چودہ سو سے زیادہ تھے بعض نے کسر کو ذکر نہیں کیا اور بعض نے کسر کو پورا شمار کیا احناف کے نزدیک یہ مجاہدین پندرہ سو تھے جو خیبر کی جنگ میں شریک ہوئے۔

آب دہن کی برکت سے خشک کنواں لبریز ہو گیا

(۱۵) وَعَنِ الْبَرَاءِ بنِ عَازِبٍ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَربَعَ عَشرَةَ مِائَةً یَومَ الْحُدَیبِیَةِ وَالْحُدَیبِیَةُ بِئرٌ فَنَزَحنَاهَا فَلَم نَترُک فِیهَا قَطرَةً فَبَلَغَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَتَاهَا فَجَلَسَ عَلٰی شَفِیرِهَا ثُمَّ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّن مَّاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَضمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهُ فِیهَا ثُمَّ قَالَ دَعُوهَا سَاعَةً فَاَروَوا اَنفُسَهُم وَرِکَابَهُم حَتّٰی ارتَحَلُوا (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ دن رہے اور حدیبیہ ایک کنواں ہے ہم نے اس کا پانی کھینچا۔ ہم نے ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی آپ کنویں کے پاس تشریف لائے اور اس کے کنارے پر بیٹھے۔ پھر آپ نے برتن میں پانی منگوایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا وضو کے بعد پانی منہ مبارک میں ڈالا اور دعا کی اور آب دہن کو کنویں میں ڈالا پھر فرمایا اس کو ایک ساعت چھوڑ دو۔ تو لوگوں نے خوب پانی پیا اور اپنی سواری کے جانوروں کو بھی پلایا کوچ کرنے تک۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

پانی میں برکت کا معجزہ

(۱۶) وَعَن عَوفٍ عَن اَبِی رَجَاءٍ عَن عِمرَانَ ابنِ حُصَینٍ قَالَ کُنَّا فِی سَفَرٍ مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاشتَکٰی اِلَیهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا کَانَ یُسَمِّیهِ اَبُورَجَاءٍ وَنَسِیَهُ عَوفٌ وَّدَعَا عَلِیًّا فَقَالَ اذهَبَا فَابتَغِیَا الْمَاءَ فَانطَلَقَا فَتَلَقَّیَا امرَاَةً بَینَ مَزَادَتَینِ اَو سَطِیحَتَینِ مِن مَّاءٍ فَجَاءَا بِهَا اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاستَنزَلُوهَا عَن بَعِیرِهَا وَدَعَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِاِنَاءٍ فَفَرَّغَ فِیهِ مِن اَفوَاهِ الْمَزَادَتَینِ وَنُودِیَ فِی النَّاسِ اِسقُوا فَاستَقَوا قَالَ فَشَرِبنَا عِطَاشًا اَربَعِینَ رَجُلًا حَتّٰی رَوِینَا فَمَلَاْنَا کُلَّ قِربَةٍ مَعَنَا وَاِدَاوَةٍ وَّایمُ اللّٰهِ لَقَد اُقلِعَ عَنهَا وَاِنَّهُ لَیُخَیَّلُ اِلَینَا اَنَّهَا اَشَدُّ مِلأَةً مِّنهَا حِینَ ابتُدِئَ. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عوف ابی رجا سے اور وہ عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ہم نے پیاس کی شکایت کی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور فلاں شخص کو کہ ابورجاء اس کا نام تھا لیکن عوف اس کا نام بھول گیا تھا اور علی رضی اللہ عنہ کو بلایا تم دونوں اور پانی تلاش کر کے لاؤ۔ہم دونوں گئے اور ہم ایک عورت کو ملے جو دو مشکیزوں کے درمیان بیٹھی تھی ہم اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اس عورت کو اونٹ سے اتارا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن منگوایا مشکیزوں کے منہ سے اس میں پانی ڈالا اور لوگوں میں منادی کی گئی کہ پانی پلاؤ۔سب نے پانی لیا۔عمران نے کہا ہم نے پانی پیا اور ہم اس وقت چالیس آدمی تھے ہم سیراب ہوئے اور ہم نے اپنے مشکیزے اور برتن بھر لیے۔اللہ کی قسم ہم الگ ہوئے ان مشکیزوں سے کہ ہم کو اس بات کا شبہ ہوا کہ وہ تو پہلے سے بھی زیادہ بھرے ہوئے ہیں جب ہم نے شروع کیا تھا۔(متفق علیہ)

تشریح: ''مزادتین'' توشہ رکھنے کے ظرف پر بولا جاتا ہے یہاں مشکیزہ مراد ہے۔''سطیحتین'' یہ بھی مشکیزہ کو کہتے ہیں جس پر چمڑے کی اوپر نیچے دو سطح ہوں۔مزادہ: بڑے مشکیزے کو کہتے ہیں۔سطیحہ: چھوٹا ہوتا ہے' یہاں الفاظ کی ادائیگی میں راوی کو شک ہو گیا ہے' اس عورت کا قصہ بخاری و مسلم میں بہت لمبا ہے مگر یہاں مختصر ذکر کیا گیا ہے۔اس کے مشکیزہ سے چالیس صحابہ رضی اللہ عنہم نے پانی پیا اور بہت سارے برتن بھی بھر لیے مگر پانی میں کمی نہیں آئی بلکہ معجزہ کے ظہور سے پانی میں اضافہ ہو گیا۔''اقلع'' یعنی پانی لینے والے صحابہ جب اس مشکیزہ سے پیچھے ہٹ گئے۔ضمیر مؤنث مزادۃ کی طرف لوٹتی ہے۔

درختوں کی اطاعت کا معجزہ

(۱۷) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰی نَزَلْنَا وَادِیًا اَفْیَحَ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقْضِیْ حَاجَتَهٗ فَلَمْ یَرَ شَیْئًا یَسْتَتِرُ بِهٖ وَاِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِئِ الْوَادِیْ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِلٰی اِحْدٰهُمَا فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَانْقَادَتْ مَعَهٗ کَالْبَعِیْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِیْ یُصَانِعُ قَائِدَهٗ حَتّٰی اَتَی الشَّجَرَةَ الْاُخْرٰی فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَانْقَادَتْ مَعَهٗ کَذٰلِکَ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَیْنَهُمَا قَالَ الْتَئِمَا عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَالْتَأَمَتَا فَجَلَسْتُ اُحَدِّثُ نَفْسِیْ فَحَانَتْ مِنِّیْ لَفْتَةٌ فَاِذَا اَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ مُقْبِلًا وَاِذَا الشَّجَرَتَیْنِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰی سَاقٍ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے ہم ایک کشادہ وادی میں اترے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز نہ دیکھی جس سے ستر کریں۔اچانک دو درخت اس وادی کے کناروں میں تھے ان میں سے ایک کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلے آپ نے اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کو پکڑ کر فرمایا اللہ کے حکم سے میرے مطیع ہو جا تو وہ درخت نکیل والے اونٹ کی طرح جھک گیا جو اپنے کھینچنے والے کی فرمانبرداری کرتا ہے پھر آپ دوسرے درخت کے پاس آئے اس کی شاخ پکڑ کر فرمایا تو بھی میری فرمانبرداری کر مجھ پر پردہ کرنے میں اللہ کے حکم سے اس نے بھی تابعداری کی جب آپ ان دونوں کے درمیان میں ہوئے فرمایا مل جاؤ مجھ پر اللہ کے حکم سے وہ دونوں مل گئے۔جابر کہتے ہیں میں بیٹھا اس حال میں کہ میں اپنے دل سے باتیں کرتا تھا اور مجھے جھانکنے کا موقع ملا آپ تشریف لا رہے ہیں اور وہ دونوں درخت جدا ہو گئے ہیں ہر ایک ان میں سے اپنی اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''افیح'' وسیع وادی کو افیح کہتے ہیں۔''شجرتین'' منصوب ہے ناصب فعل محذوف ہے ای وجد شجرتین۔''انقادی علی'' یعنی پردہ کرنے کے لیے مجھ پر جھک جاؤ' میری اطاعت کر کے آ جاؤ اور مخالفت نہ کرو۔چنانچہ معجزہ کا ظہور ہو گیا اور درخت آ گیا''البعیر المخشوش'' یہ لفظ خشاش سے ہے' اس چھوٹی سی لکڑی کو خشاش کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں لگائی جاتی ہے تا کہ وہ مطیع رہے اور کھینچنا آسان ہو۔نکیل پڑے ہوئے اونٹ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

''یصانع''اطاعت کے معنی میں ہے''قائدہ''اونٹ کھینچنے والے کو قائد کہا گیا ہے۔''اذا کان''کان کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے۔''المنصف''میم پر زبر ہے نون ساکن ہے اور صاد پر زبر ہے درمیان اور بیچ کو کہتے ہیں یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں درختوں کے بیچ میں گئے تو دونوں کو مل جانے کا حکم دیدیا۔''التمنا''یعنی مل جاؤ۔''احدث نفسی''میں دل سے باتیں کررہا تھا یعنی میں تعجب کررہا تھا۔''فحانت''ای ظهرت "لفتة"ای التفاتة یعنی اچانک میری نظر ایک طرف پڑی تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں اور درخت اپنی جگہ چلے گئے ہیں علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خوب کہا:

جآء ت لدعوته الاشجار ساجدة　　　تمشی الیه علیه ساق بلاقدم

زخم سے شفایابی کا معجزہ

(۱۸) وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ عُبَيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ اَثَرَ ضَرْبَةٍ فِیْ سَاقِ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ فَقُلْتُ يَااَبَامُسْلِمٍ مَاهٰذِهِ الضَّرْبَةُ قَالَ ضَرْبَةٌ اَصَابَتْنِیْ يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ اُصِيْبَ سَلَمَةُ فَاَتَيْتُ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم فَنَفَثَ فِيْهِ ثَلٰثَ نَفَثَاتٍ فَمَااشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ. (رواه البخاری)

ترجمہ: یزید بن ابی عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سلمہ بن اکوع کی پنڈلی پر چوٹ کا نشان دیکھا میں نے کہا۔اے ابوسلمہ یہ کیا زخم ہے؟ ابوسلمہ نے کہا یہ زخم مجھ کو خیبر کے دن پہنچا تھا۔لوگوں نے کہا کیا سلمہ کو زخم پہنچا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تین دفعہ پھونکا تو آج تک میں نے اس کا دکھ نہ پایا۔(روایت کیا اس کو بخاری نے)

ان دیکھے واقعہ کی خبر دینے کا معجزہ

(۱۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَعَى النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَالرَّاْيَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّاْيَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ يَعْنِیْ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو زید بن حارثہ اور جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کی موت کی خبر دی جنگ موتہ کے دن ان کی موت کی خبر آنے سے پہلے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زید نے جھنڈا لیا وہ شہید کیے گئے پھر جعفر نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید کردیئے گئے پھر عبداللہ ابن رواحہ نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید کردیئے گئے آنحضرت کی آنکھیں آنسو گراتی تھیں حتی کہ اس جھنڈے کو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا(مراد لیتے تھے آپ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے ہاتھوں فتح دی۔(روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: یہ قصہ غزوۂ موتہ سے متعلق ہے سرزمین شام میں موتہ ایک جگہ کا نام ہے اس مقام پر 8ھ میں ایک زبردست جنگ ہوئی تھی۔ تین ہزار صحابہ کا تین لاکھ سے زیادہ رومیوں سے مقابلہ ہوا تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود مدینہ میں تھے مگر معجزہ کے ظہور کے طور پر اللہ تعالیٰ نے میدان جنگ کے حجابات ہٹادیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر نبوی شریف پر بیٹھ کر میدان جنگ کو دیکھ رہے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا تھا یہ تینوں شہید ہوگئے اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگی کمان سنبھال لی اور فتح حاصل کرکے واپس آگئے فتح اس طرح کہ کفار کے محاصرہ سے مسلمان بچ نکلے اور کفار پیچھے ہٹ گئے۔''نعی''کسی کی موت کی اطلاع کرنے اور خبر دینے کو نعی کہتے ہیں۔اہل بدعت بریلوی کہتے ہیں کہ دیکھو موت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دیدی تو عرض یہ ہے کہ یہ معجزہ کا ظہور ہوا ہے معجزہ کسی بھی نبی کی نبوت کی دلیل ہوتا ہے معجزہ الوہیت کی دلیل نہیں ہوتا۔

غزوۂ حنین کا معجزہ

(۲۰) وَعَنْ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَوْمَ حُنَیْنٍ فَلَمَّا الْتَقَی الْمُسْلِمُوْنَ وَالْكُفَّارُ وَلَّی الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِیْنَ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَرْكُضُ بَغْلَتَهٗ قِبَلَ الْكُفَّارِ وَاَنَا اٰخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَنْ لَّا تُسْرِعَ وَاَبُوْ سُفْیَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذٌ بِرِكَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَیْ عَبَّاسُ نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَةِ فَقَالَ عَبَّاسٌ وَكَانَ رَجُلًا صَیِّتًا فَقُلْتُ بِاَعْلٰی صَوْتِیْ اَیْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَةِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ عَطْفَتَهُمْ حِیْنَ سَمِعُوْا صَوْتِیْ عَطْفَةُ الْبَقَرِ عَلٰی اَوْلَادِهَا فَقَالُوْا یَا لَبَّیْكَ یَا لَبَّیْكَ قَالَ فَاقْتَتَلُوْا وَالْكُفَّارَ وَالدَّعْوَةُ فِی الْاَنْصَارِ یَقُوْلُوْنَ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ یَامَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالَ ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلٰی بَنِی الْحَارِثِ ابْنِ الْخَزْرَجِ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَهُوَ عَلٰی بَغْلَتِهٖ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَیْهَا اِلٰی قِتَالِهِمْ فَقَالَ هٰذَا حِیْنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ ثُمَّ اَخَذَ حَصَیَاتٍ فَرَمٰی بِهِنَّ وُجُوْهَ الْكُفَّارِ ثُمَّ قَالَ اِنْهَزَمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ فَوَاللّٰهِ مَاهُوَ اِلَّا اَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَیَاتِهٖ فَمَا زِلْتُ اَرٰی حَدَّهُمْ كَلِیْلًا وَاَمْرَهُمْ مُدْبِرًا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین کے دن حاضر ہوا جب مسلمان اور کافر آپس میں ملے تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہوئے کہ اپنے خچر کو کفار کی طرف ایڑی لگا کر لے جاتے تھے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھا اس کو روکنے کے ارادہ سے اور ابوسفیان بن حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑے ہوئے تھے آپ نے فرمایا اے عباس اصحاب سمرہ کو آواز دو۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا وہ آدمی تھا بلند آواز تو میں نے بلند آواز سے پکارا کہاں ہیں اصحاب سمرہ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میری آواز سنتے ہی اصحاب سمرہ ایسے لوٹے جیسے کہ گائیں اپنے بچوں پر لوٹتی ہیں انہوں نے کہا ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا مسلمان کفار سے لڑے اور انصار کا آپس میں ایک دوسرے کو بلانا اس طرح تھا۔ غازی کہتے تھے اے انصار کی جماعت اے انصار کی جماعت۔ حارث بن خزرج کو بلایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ اپنے خچروں پر سوار تھے اس شخص کی مانند جوان کی لڑائی کی طرف اپنی گردن کو لمبا کر کے دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ لڑائی کے گرم ہونے کا وقت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی کنکریوں کی لی اور کفار کے منہ پر دے ماری۔ پھر فرمایا کفار نے شکست کھائی محمد کے رب کی قسم۔ اللہ کی قسم شکست کنکریوں کے سبب سے واقع ہوئی تھی جو حضرت نے کفار کی طرف پھینکی تھیں۔ میں ہمیشہ ان کی سختی، کمزوری اور حال ان کا ذلیل دیکھتا رہا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: فتح مکہ کے بعد 8ھ میں حنین کا غزوہ پیش آیا وہاں کے لوگوں نے چاہا کہ مسلمانوں پر حملہ کر دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہل کر دی اور بارہ ہزار لشکر لے کر پہلے حنین اور پھر اوطاس اور پھر طائف میں جنگ لڑی۔ وادی حنین میں ابتداء میں عارضی شکست ہو گئی تھی، صحابہ تتر بتر ہو گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب چند صحابہ رہ گئے تھے، آپ ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے بلکہ آگے بڑھتے رہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ روکنے کی کوشش کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی کفار کو شکست ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی ریت کفار پر پھینک دی، اس سے معجزہ کا ظہور ہو گیا آسمان سے فرشتے اترے اس سے بھی معجزہ کا ظہور ہو گیا۔ اسی قصہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔ ''یرکض'' گھوڑے کو ایڑ دے کر دوڑانے کو رکض کہتے ہیں یہاں خچر کا ذکر ہے۔ ''اصحاب السمرة'' حدیبیہ میں کیکر کے درخت کے نیچے موت پر بیعت کرنے والے صحابہ کو اصحاب السمرۃ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ''صیتاً'' یعنی عباس ایک بلند آواز شخص تھے۔ ''عطفة البقر'' پلٹ کر مڑنے کو کہتے ہیں، حیوانات میں گائے اپنی اولاد پر بالکل دیوانہ بن جاتی ہے بعض دفعہ اپنے گھر کے تمام افراد کو بھی مارنے لگتی ہے اور اپنے چھوٹے بچے پر جھکی رہتی ہے۔ یہاں صحابہ کرام کا تیزی سے آنا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد اکٹھا ہونا اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت

میں دیوانہ وار کھڑے ہونے کی تشبیہ گائے کے اپنے بچے کی طرف متوجہ ہونے سے دی گئی ہے۔ ''والکفار'' یہ واو مع کے معنی میں ہے ''الدعوة فی الانصار'' یعنی صرف انصار کو لڑنے کے لیے دعوت دی جاتی تھی کہ اے انصار آگے بڑھو اور خوب لڑو۔

''قصرت الدعوة'' یعنی انصار کو لڑنے کی عام دعوت دینے کے بعد پھر ترتیب اسی طرح بنائی گئی کہ انصار کے خاص خاص قبیلوں کو لڑنے کے لیے بلایا گیا۔ مثلاً بنو حارث بن خزرج تک یہ دعوت محدود ہوگئی کہ تم آگے آؤ اور زور و شور سے لڑو۔ ''کالمتطاول'' گردن اٹھا کر کسی چیز کو جھانک کر دیکھنے والے کو متطاول کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کا منظر دیکھنا چاہتے تھے اس لیے گردن مبارک اٹھا کر میدان جنگ کو دیکھنے لگے۔ ''ھذا حین حمی الوطیس'' وطیس تنور کو بھی کہتے ہیں اور اس میں آگ کے شعلوں کو بھی کہتے ہیں حمی گرم ہونے کو کہتے ہیں اور ھذا اشارہ ہے جو مبتداء ہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس کی خبر محذوف ہے جو القتال ہے عبارت اس طرح ہے ھذا القتال حین حمی الوطیس ای ھذا القتال حین اشتد الحروب لیکن ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیادہ واضح یہ ہے کہ ھذا ابتداء ہو اور حین اس کی خبر ہو لیکن حین مبنی علی الفتح ہوگا کیونکہ یہ مبنی اصل فعل کی طرف مضاف ہے حمی فعل ہے اور الوطیس اس کا فاعل ہے۔ عبارت اس طرح ہو جائے گی۔ ای ھذا الزمان زمان اشتداد الحروب یعنی اب جنگ اپنی جوبن پر پہنچ گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ جملہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے عرب اس کو نہیں جانتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال کے بعد بہت عام ہوگیا۔ ''انھزموا و رب محمد'' یعنی رب محمد کی قسم کافروں کو شکست ہوگئی یہ جملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تفاؤلاً فرمایا اور ایسا ہی ہوگیا۔ ''حدھم'' یعنی کفار کی جنگی شدت اور تلواروں کی تیزی۔ ''کلیلاً'' سست پڑنے کے معنی میں ہے یعنی ان کی تیزی سست پڑ گئی۔ ''مدبراً'' یعنی ان کا معاملہ پسپائی اور ذلت کی طرف چلا گیا۔

غزوہ حنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری

(۲۱) وَعَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ يَااَبَا عُمَارَةَ فَرَرْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَاوَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَلٰكِنْ خَرَجَ شُبَّانُ اَصْحَابِهٖ لَيْسَ عَلَيْهِمْ كَثِيْرُ سِلَاحٍ فَلَقُوْا قَوْمًا رُمَاةً لَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ فَرَشَقُوْهُمْ رَشْقًا مَا يَكَادُوْنَ يُخْطِئُوْنَ فَاَقْبَلُوْا هُنَاكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَاَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ يَقُوْدُهٗ فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ وَقَالَ اَنَاالنَّبِيُّ لَا كَذِبَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ثُمَّ صَفَّهُمْ (رواه مسلم) وَ لِلْبُخَارِيِّ مَعْنَاهُ. وَ فِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا قَالَ الْبَرَاءُ كُنَّا وَاللّٰهِ اِذَا احْمَرَّ الْبَاْسُ نَتَّقِيْ بِهٖ وَاِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّا لَلَّذِيْ يُحَاذِيْ بِهٖ يَعْنِي النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ: حضرت ابو اسحاق تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اے ابو عمارہ کیا تم جنگ حنین کے دن کفار سے بھاگ گئے تھے۔ براء رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بھاگے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم کہ ان پر بہت ہتھیار نہ تھے نکلے ایک تیر انداز قوم سے ملے کہ ان کا تیر کبھی خطا نہیں گیا تھا انہوں نے ان کو تیر مارے نہیں قریب تھے کہ وہ خطا کریں۔ اسی وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید خچر پر سوار تھے اور ابو سفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف لائے اور اللہ سے امداد طلب کی اور فرمایا کہ میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں پھر اصحاب کی صف بنائی روایت کیا اس کو مسلم نے اور بخاری کے لیے اس کے معنی ہیں ایک روایت میں ان دونوں کے لیے ہے براء نے کہا کہ جس وقت لڑائی سخت ہوتی تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچاؤ حاصل کرتے اور ہم میں سے بہادر وہ ہوتا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کھڑا ہوتا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

تشریح: ''رشقوا'' نصر ینصر رشق تیر مارنے کو کہتے ہیں۔ ''انا النبی لا کذب'' یعنی سچا نبی کبھی بھاگتا نہیں۔ میں سچا نبی ہوں لہٰذا بھاگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا نیز میں عبد المطلب جیسے سردار کا خاندانی فرد ہوں ایسے خاندان کا فرد بھی کبھی نہیں بھاگ سکتا۔ ''فاقبلوا'' اس جملہ پر سوال یہ ہے کہ

اس سے پہلے حدیث میں ولی المسلمون مدبرین کے الفاظ ہیں کہ مسلمان بھاگ گئے اور یہاں اس جملہ میں یہ ہے کہ مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو گئے یہ تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداء میں نوعمر نہتے نوجوان بھاگ گئے پھر پختہ کار بھی بھاگ گئے پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تو فوراً آ گئے تو مدبرین کا وقت الگ ہے اور اقبلوا کا الگ ہے لہٰذا تعارض نہیں ہے۔ ''احمر البأس'' ای اشتد الحرب۔ شدید جنگ میں چونکہ سرخ خون بہتا ہے اس لیے اس کو سرخ کہا گیا موت کو بھی اسی وجہ سے ''الموت الاحمر'' سرخ موت کہتے ہیں۔ ''نتقی به'' یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ گاہ بناتے اور شدت جنگ میں اپنی جان بچانے کے لیے ان کے پیچھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ''یحاذیه'' یہ محاذات سے ہے برابری میں کھڑے ہونے کو کہتے ہیں یعنی ہم میں سے سب سے بڑا بہادر وہ شخص ہوتا تھا جو میدان جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر آ کر دشمن کے سامنے کھڑا ہو جاتا۔ اللّٰهم صل علی حبیبک اشجع الناس واشجع العرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی بہادری تھی جس نے عرب کے بڑے بڑے بہادروں کو آپ کا گرویدہ بنا دیا اگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بہادر نہ ہوتے تو یہ بہادران عرب اپنے سے کمتر آدمی کے ہاتھ میں کبھی ہاتھ نہ دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مداح نے سچ کہا۔

ان الرسول لنور یستضآء به　　وصارم من سیوف الله مسلول

کنکریوں کا معجزہ

(۲۲) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم حُنَیْنًا فَوَلّٰی صَحَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَلَمَّا غَشُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابٍ مِّنَ الْاَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهٖ وُجُوْهَهُمْ فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اِنْسَانًا اِلَّا مَلَأَ عَیْنَیْهِ تُرَابًا بِتِلْکَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ وَقَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ غَنَائِمَهُمْ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حنین کے دن جہاد کیا۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے گھیرے میں لے لیا تھا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیٹھ پھیری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خچر سے اترے اور ایک مٹھی خاک کی لی پھر وہ خاک آنحضرت نے کفار کے منہ پر ماری ان کے چہرے برے ہو گئے اللہ نے کسی کو نہیں پیدا فرمایا مگر کہ اس کی دونوں آنکھیں خاک سے بھر گئیں پھر کافر دے کر دوڑے تو اللہ نے ان کو شکست دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان مال غنیمت کو تقسیم کر دیا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

ایک حیرت انگیز پیش گوئی جو بطور معجزہ پوری ہوئی

(۲۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم حُنَیْنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لِرَجُلٍ مِّمَّنْ مَّعَهٗ یَدَّعِی الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ وَکَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَرَاَیْتَ الَّذِیْ تُحَدِّثُ اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَکَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَکَادَ بَعْضُ النَّاسِ یَرْتَابُ فَبَیْنَمَا هُوَ عَلٰی ذٰلِکَ اِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاَهْوٰی بِیَدِهٖ اِلٰی کِنَانَتِهٖ فَانْتَزَعَ سَهْمًا فَانْتَحَرَبِهَا فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِیْثَکَ قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ وَّقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَشْهَدُ اَنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ یَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ لَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کے دن حاضر ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے متعلق خبر دی جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا کہ یہ دوزخی ہے جب جنگ شروع ہوئی تو اس شخص نے بہت لڑائی کی سخت لڑائی اور زخمی ہو گیا۔ ایک آدمی آیا کہنے لگا اے اللہ کے رسول جس کے متعلق آپ خبر دیتے تھے کہ وہ دوزخی ہے اس نے بہت سخت لڑائی کی ہے اور بہت زخمی ہوا ہے یہ شخص کیسے دوزخی ہے؟ قریب تھا کہ لوگ شک میں مبتلا ہو جاتے وہ ابھی اسی حالت میں تھا کہ اس نے زخموں کا درد بہت پایا اس نے ترکش کے تیروں میں سے ایک تیر کا قصد کیا تو اس تیر سے اپنا سینہ کاٹ دیا مسلمانوں میں سے بعض دوڑے آنحضرت کی طرف کہا یا حضرت اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کو سچ کر دکھایا فلاں شخص نے خودکشی کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں فرمایا اے بلال اٹھ لوگوں کو خبر دے کہ بہشت میں مومن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا اور اللہ اس دین کو فاجر آدمی کے ساتھ قوت دیتا ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''لرجل'' یعنی ایک شخص کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دوزخ میں جائے گا حالانکہ وہ سب سے زیادہ میدان جہاد میں کفار کے مقابلہ میں لڑ رہا تھا۔ سننے والوں کو تردد ہوا کہ یہ کیسے دوزخ میں جائے گا اس شخص کا نام قزمان تھا یہ منافق تھا اور صرف قومیت کی بنیاد پر لڑ رہا تھا' منافق کا جہاد بھی معتبر نہیں اور قومیت کے لیے بھی جہاد صحیح نہیں ہوتا اس شخص کے انجام بتانے میں معجزے کا ظہور ہو گیا۔ ''فانتحر'' سوال یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے تلوار کے ذریعہ سے اپنے آپ کو ذبح کیا اور یہاں تیر کا ذکر ہے یہ تضاد ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس شخص نے تیر سے اپنا گلہ کاٹا مگر جب اس سے موت کے واقع ہونے میں تاخیر ہو رہی تھی تو پھر اس نے تلوار سے اپنے آپ کو قتل کر دیا' دونوں باتیں صحیح ہیں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ''بالرجل الفاجر'' یعنی اللہ تعالیٰ کبھی اس دین کا کام ایک بے دین آدمی سے بھی لیتا ہے' جہاد تو دشمن سے لڑنے کا نام ہے جس کا تعلق جسم سے ہے' اگر جسمانی طور پر آدمی ٹھیک ہو تو وہ کافر کو مار سکتا ہے کافر جب مر جائے گا تو دین کو غلبہ حاصل ہو جائے گا' اصل مقصود تو دین کا غلبہ ہے وہ فاسق بلکہ منافق بلکہ کافر کے ہاتھ سے بھی حاصل ہو سکتا ہے' جب غلبہ حاصل ہو جائے گا تو فاسق و فاجر کے ہاتھ سے دین کی مدد ہو جائے گی اور تبلیغی حضرات ایمان بناتے بناتے رہ جائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کئے جانے کا واقعہ

۲۴ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ سُحِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى اِنَّهُ لَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ فَعَلَ الشَّيْئَ وَمَا فَعَلَهُ حَتّٰى اِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ عِنْدِيْ دَعَااللّٰهَ وَدَعَاهُ ثُمَّ قَالَ اَشَعَرْتِ يَاعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَفْتَانِيْ فِيْمَا اسْتَفْتَيْتُهُ جَاءَ نِيْ رَجُلَانِ جَلَسَ اَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِيْ وَالْاٰخَرُ عِنْدَ رِجْلِيْ ثُمَّ قَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ مَا وَجْعُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوْبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهٗ قَالَ لَبِيْدُ ابْنُ الْاَعْصَمِ الْيَهُوْدِيُّ قَالَ فِيْمَاذَا قَالَ فِيْ مُشْطٍ وَّمُشَاطَةٍ وَّجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ قَالَ فَاَيْنَ هُوَ قَالَ فِيْ بِئْرِ ذِيْ اَرْوَانَ فَذَهَبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ اُنَاسٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ اِلَى الْبِئْرِ فَقَالَ هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِيْ اُرِيْتُهَا وَكَاَنَّ مَاءَ هَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ وَكَاَنَّ نَخْلَهَا رُءُ وْسُ الشَّيَاطِيْنِ فَاسْتَخْرَجَهٗ. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جادو کیے گئے۔ آپ ایک ایسی چیز کے متعلق جو نہ کی ہوتی خیال کرتے کہ کی ہے۔ حتیٰ کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور پھر دعا کی جب کہ میرے پاس تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا میرے لیے اس معاملہ میں کہ طلب کیا میں نے کہ میرے پاس دو مرد آئے ایک ان میں سے میرے سر کے برابر بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا ایک نے دوسرے کو کہا کہ اس شخص کو کیا بیماری ہے دوسرے نے کہا جادو کیا گیا ہے کہا کس نے جادو کیا دوسرے نے کہا لبید بن اعصم یہودی نے جادو کیا۔ ایک نے کہا کس چیز

میں جادو کیا دوسرے نے کہا کنگھی کے ان بالوں میں جو کنگھی کرتے وقت گرتے ہیں نر کھجور کے شگوفہ میں پھر کہا اس کو کہاں رکھا ہے کہا بیچ کنوئیں ذروان کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر وہاں گئے فرمایا یہ کنواں ہے جو مجھ کو دکھلایا گیا ہے تو اس کنوئیں کا پانی مہندی جیسا تھا گویا کہ کھجوروں کے شگوفے شیطانوں کے سر ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکالا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''سحر رسول الله'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو ذوالحجہ 6ھ میں آپ پر جادو کیا گیا اس جادو کا اثر ایسا نہیں تھا کہ جس سے شرعی احکامات میں خلل پڑتا ہو بلکہ اس کا اثر صرف جسمانی اور دنیاوی امور میں تھا آپ کا جسم ضعیف اور بہت زیادہ کمزور رہتا تھا بسا اوقات آپ کو خیال آتا تھا کہ میں نے فلاں کام کیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ہوتا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس جادو کی وجہ سے نسیان کا غلبہ ہوگیا تھا' ایک یہودی لبید بن اعصم کی بیٹیوں نے یہ جادو کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس جادو کا اثر کتنے عرصے تک تھا اس سلسلے میں روایات تین قسم پر ہیں۔

(1) بعض روایات میں چالیس دن تک اثر باقی رہنے کا ذکر ہے۔ (2) بعض روایات میں چھ ماہ تک اثر باقی رہنے کا ذکر ہے۔

(3) اور بعض روایات میں ایک سال تک اثر باقی رہنے کا ذکر ہے۔ ان روایات میں تطبیق کی صورت اس طرح ہے کہ جادو کا زیادہ زور چالیس دن تک تھا اور درمیانہ درجہ کا اثر چھ ماہ تک تھا اور کچھ کچھ اثر ایک سال تک تھا۔ اس حدیث سے ایک تو یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ جادو ایک واقعاتی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا' یہ کوئی خیالی تصور نہیں ہے بلکہ اس حقیقت سے انبیاء بھی متاثر ہو سکتے ہیں۔ معتزلہ نے سحر کا انکار کیا ہے' یہ ان کی بدعات میں سے ایک بدعت ہے اور ان کے باطل عقائد میں سے ایک باطل عقیدہ ہے' اس حدیث سے دوسری بات یہ ثابت ہوگئی کہ انبیاء کرام انسان اور بشر تھے جو بیماری کسی انسان کو متاثر کر سکتی ہے وہ انبیاء کرام کو بھی متاثر کرتی ہے۔ البتہ انبیاء کرام پر ایسی بیماری نہیں آتی جو انسان کے لیے باعث عار یا باعث نفرت وحقارت ہو۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انبیاء پر سحر ہو جانے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ''لان السحر انما یعمل فی ابدانهم وهم بشر یجوز علیهم من العلل والامراض مایجوز علی غیرهم'' ملا علی قاری مزید لکھتے ہیں: ''وفائدة الحلول (ای حلول السحر) تنبیه علی ان هذا بشر مثلکم و علی ان السحر تاثیره حق فانه الیٰ اثر فی اکمل الانسان فکیف بغیره؟'' (مرقات ج10 ص217)

''ودعاه'' تاکید کے لیے ہے یعنی اللہ سے مانگا اور مسلسل مانگا۔ ''مطبوب'' ای هو مسحور' یعنی ان پر جادو کیا گیا ہے۔ ''من طبه'' یعنی یہ جادو کس نے کیا ہے؟ مطبوب اور طب' یہ طب بمعنی علاج ہے' جادو کو طب بطور تفاؤل کہا گیا ہے کہ اس کا علاج گویا ہو گیا ہے جس طرح سانپ کے ڈسے ہوئے آدمی کو سلیم کہتے ہیں یعنی یہ صحیح سالم اور محفوظ ہے۔ ''الیهودی'' اس شخص کا کردار ضرور ہوگا اصل محرک یہی خبیث ہوگا مگر اس نے اپنی بیٹیوں کو اس کام پر لگایا ہوگا اسی لیے قرآن کریم میں ''ومن شر النفاثات'' آیت میں جادو کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے مگر اس حدیث میں جادو کی ذمہ داری اس شخص پہ ڈالی گئی ہے۔ ''فیماذا'' یعنی یہ جادو کس چیز اور کس ذریعہ سے کیا گیا ہے۔ ''مشط'' میم پر ضمہ ہے شین ساکن بھی ہے اور اس پر ضمہ بھی پڑھا جاتا ہے' کنگھی کو کہتے ہیں۔ ''مشاطة'' کنگھی کرتے وقت جو بال نیچے گر جاتے ہیں یا کنگھی کے بیچ میں پھنس جاتے ہیں اس کو مشاطہ کہتے ہیں۔ ''جف'' بالکل ابتداء میں جب کھجور کا خوشہ آتا ہے تو اس میں کلیاں ہوتی ہیں' پھول ہوتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ اس پر خول اور غلاف بھی آتے ہیں تو جف اسی خول اور غلاف کو کہتے ہیں' جیم پر ضمہ ہے اور فا پر شد ہے۔ ''طلعة'' یہ کلی اور شگوفہ کو کہتے ہیں یہ شگوفے نر کھجور کے درخت میں بھی ہوتے ہیں اور مادہ میں بھی ہوتے ہیں۔ اس فرق کو ظاہر کرنے کیلئے فرمایا کہ نر کھجور کے شگوفے کے غلاف میں جادو کیا گیا ہے نر کھجور کو جادو میں استعمال کیا گیا ہے۔ ''بئر ذروان'' ایک روایت میں بئر ذی اروان بھی ہے دونوں صحیح ہیں' مدینہ منورہ میں ایک شخص ابوزریق کے باغ کے اندر یہ کنواں تھا۔ ''وهی بئر فی المدینه فی بستان ابی زریق'' (مرقات)

''نقاعة الحناء'' یعنی اس کنوئیں کا پانی اس طرح سرخ ہو گیا تھا جس طرح مہندی کا شیرہ ہوتا ہے جو سرخ تر ہوتا ہے۔ ''نخلها'' یعنی کھجور کے خوشے وحشت ناک تھے' نخل سے باغ کے کھجور کے درخت مراد نہیں بلکہ وہی خوشہ مراد ہے جس کو جادو میں استعمال کیا گیا تھا۔ ''رؤس الشیاطین'' یعنی

وحشت ودہشت اور کراہت وقباحت میں وہ خوشہ شیطان کے سروں کی طرح تھا۔ عرب لوگ جب کسی چیز کی شدید قباحت اور وحشت بیان کرتے ہیں تو اس کی تشبیہ شیطان کے سر کے ساتھ دیتے ہیں نیز شیطان کے سر کا اطلاق سانپوں پر بھی ہوتا ہے بہر حال جو کچھ بھی ہو مگر ایک ڈراؤنا منظر سمجھایا جارہا ہے! ان خوشوں پر ایک تو جادو کا اثر بھی تھا اور دیر تک پانی میں دبائے رکھنے کا اثر بھی تھا اس لیے یہ کراہت وقباحت کا مجموعہ بن گئے تھے۔

اس واقعہ سے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بھی ہے اس میں یہ تفصیل ہے کہ اس کنوئیں کی اطلاع ملنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو اس کنوئیں کی طرف بھیجا تاکہ جادو کی یہ چیزیں نکال لائیں جب ان حضرات نے کھجور کا وہ خوشہ کنوئیں سے نکالا تو اس کے خول میں موم کا بنا ہوا ایک مجسمہ اور پتلا ملا' یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مجسمہ تھا اس مجسمہ میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں اور ہر سوئی کے اوپر ایک ڈورا تھا جو مجسمہ سے لپیٹا گیا تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ حضرت جبرئیل نے ان گیارہ گرہوں پر معوذتین پڑھنا شروع کیا' معوذتین کی آیتیں بھی گیارہ ہیں ایک ایک آیت پر حضرت جبرئیل ایک ایک گرہ کھولتے تھے اور مجسمہ میں سے سوئی بھی نکالتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے ایسی تسکین حاصل ہو جاتی تھی گویا بندھی ہوئی رسی سے آپ کی خلاصی ہو جاتی تھی' کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس کنوئیں پر گئے تھے مگر اندر نہیں گئے کچھ فاصلہ پر رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فتنہ ابھارنا نہیں چاہتا۔ اس حدیث میں فرشتوں کا آکر آپ کی بیماری بتلانا پھر اس کنوئیں کی نشاندہی کرنا ایک قسم معجزہ کا ظہور تھا' پھر معوذتین کا نازل ہونا اور جبرئیل امین کا دم کرنا اور آپ کا ٹھیک ہونا یہ دوسری قسم معجزہ کا ظہور تھا۔

فرقہ خوارج کے بارہ میں پیشگوئی جو حرف بہ حرف پوری ہوئی

(۲۵) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَهُوَ یَقْسِمُ قَسْمًا اَتَاهُ ذُوْ الْخُوَیْصِرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اعْدِلْ فَقَالَ وَیْلَکَ فَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ قَدْخِبْتُ وَخَسِرْتُ اِنْ لَّمْ اَکُنْ اَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ ائْذَنْ لِّیْ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهٗ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا یَحْقِرُ اَحَدُکُمْ صَلَاتَهٗ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِیَامَهٗ مَعَ صِیَامِهِمْ یَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ یُنْظَرُ اِلٰی نَصْلِهٖ اِلٰی رُصَافِهٖ اِلٰی نَضِیِّهٖ وَهُوَ قِدْحُهٗ اِلٰی قُذَذِهٖ فَلَا یُوْجَدُ فِیْهِ شَیْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ اٰیَتُهُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰی عَضُدَیْهِ مِثْلُ ثَدْیِ الْمَرْاَةِ اَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ وَیَخْرُجُوْنَ عَلٰی خَیْرِ فِرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ اَشْهَدُ اَنِّیْ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِیْثَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَا مَعَهٗ فَاَمَرَ بِذَالِکَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِیَ بِهٖ حَتّٰی نَظَرْتُ اِلَیْهِ عَلٰی نَعْتِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم الَّذِیْ نَعَتَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَیْنَیْنِ نَاتِئُ الْجَبْهَةِ کَثُّ اللِّحْیَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَیْنِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ فَقَالَ یَامُحَمَّدُ! اتَّقِ اللّٰهَ فَقَالَ فَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ اِذَا عَصَیْتُهٗ اَیَاْمَنُنِیَ اللّٰهُ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ وَلَا تَاْمَنُوْنِیْ فَسَاَلَهٗ رَجُلٌ قَتْلَهٗ فَمَنَعَهٗ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ یَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِیَّةِ فَیَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَیَدْعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَدْرَکْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال تقسیم کر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذوالخویصرہ آیا وہ بنی تمیم سے تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول تقسیم میں عدل کرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے لیے افسوس کون عدل کرے گا جب میں نے عدل نہ کیا تو ناامید ہوا اور زیاں کار رہوا تو اگر میں نے انصاف نہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو حکم دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دے اس لیے کہ اس کے تابعدار ہوں گے حقیر جانے گا تم میں سے کوئی اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلہ میں اور اپنے

روزے کوان کے روزوں کے مقابلہ میں۔ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے وہ اس طرح نکلیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے اس کے پیکان اور پے اور نضی کو دیکھا جاتا ہے وہ کمان وغیرہ کی لکڑی ہے اور تیر کے پردوں کی طرف دیکھا جاتا ہے کہ وہ خون اور گوبر میں سے پار ہوا ہے لیکن اس پر کوئی نشان نہیں اس کے تابعداروں کی بعض علامت یہ ہے کہ ایک مرد سیاہ رنگ کا ہوگا کہ اس کا ایک بازو عورت کے پستان کی مانند یا گوشت کے ٹکڑے کی مانند کہ ہلتا ہوگا۔ بہترین فرقہ پر چڑھائی کریں گے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لڑے اس خوارج کی جماعت سے اور میں ان کے ساتھ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو تلاش کرنے کا حکم فرمایا اس شخص کو تلاش کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لا گیا میں نے اس کو دیکھا جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس کے مطابق۔ ایک روایت میں ہے ایک شخص جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ پیشانی بلند۔ انبوہ کی داڑھی رخسارے اٹھے ہوئے سر منڈا ہوا اس نے کہا اے محمد اللہ سے ڈر آپ نے فرمایا کون فرمانبرداری کرے گا اگر میں نافرمانی کروں اللہ مجھ کو زمین کے لوگوں پر امین جانتا ہے اور تم مجھ کو امین نہیں جانتے ایک شخص نے اس کے قتل کے متعلق دریافت کیا آپ نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا جب اس شخص نے پیٹھ پھیری تو حضرت نے فرمایا کہ اس شخص کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی کہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا وہ اسلام سے اس طرح نکلیں گے جیسا کہ تیر شکار سے نکل جاتا ہے وہ خارجی اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ان کو پاؤں تو میں ان کو قتل کروں عادیوں کے قتل کی مانند۔ (متفق علیہ)

تشریح: "یقسم" یعنی جعرانہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ "اتاه ذو الخويصرة" یہ شخص پکا منافق تھا بنوتمیم سے ان کا خاندانی تعلق تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر سخت اعتراض کیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خوارج کا ظہور ہو گیا اور نہروان اور حروراء مقام میں بہت سارے خوارج اکٹھے ہو گئے تب یہ شخص مکمل طور پر منظر عام پر آ گیا اسی شخص نے خوارج کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت پر اکسایا اور بنیادی طور پر اسی شخص نے خوارج کی بنیاد ڈالی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ میں اسے قتل کر دیا۔

خوارج کا ظہور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا تھا لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ذوالخویصرہ خارجیوں کا سردار تھا کیونکہ یہ شخص پہلے خارجی نہیں تھا ہاں خارجیوں کے ظہور کے بعد اگر ان کا سردار بنا ہو تو بنا ہوگا اس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مال غنیمت کی تقسیم میں سخت اعتراضات کیے تھے اگر اس کو قتل کیا جاتا تو قتل جائز تھا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کریمانہ اخلاق کی وجہ سے اس کو قتل نہیں کیا فی الحال یہ شخص خارجی بھی نہیں تھا اگر خارجی ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ اگر کوئی خارجی مجھے ملے تو میں اسے قتل کر دوں گا یہ اشارہ اس شخص کی اولاد کی طرف تھا اور اس کے بعد آنے والی خارجی نسل کی طرف تھا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کارروائی کی۔ "خبت و خسرت" خطاب کے ساتھ کلام ہے یعنی اگر تمہارا یہ عقیدہ ہو کہ میں عدل نہیں کرتا تو تم اس عقیدہ کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے گویا تم تو ہمیشہ عدل سے محروم رہ گئے کیونکہ میرے ہاں اگر عدل نہیں تو تم کو عدل کہاں سے ملے گا؟ کسی اور جگہ تو عدل ہے ہی نہیں۔ "ان اضرب عنقه" سوال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت مانگنے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالخویصرہ کے قتل سے منع فرمایا حالانکہ آپ خود تمنا فرما رہے ہیں کہ اگر مجھے خوارج ملیں تو میں انہیں قتل کر دوں گا۔ اس کا جواب پہلے سے ہو گیا ہے کہ ذوالخویصرۃ اس وقت خوارج کی صفوں میں ظاہر نہیں ہوا تھا نہ اس وقت خوارج کا کوئی زور تھا یہ شخص خود خارجی بھی نہیں تھا البتہ اس کی نسل سے خوارج پیدا ہو گئے پھر یہ ان کا سرغنہ بن گیا اس وقت بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بعد والے دور کے بارے میں ان کے قتل کا فرمایا۔

"تراقی" یہ ترقوۃ کی جمع ہے گلے کو کہتے ہیں۔ "یمرق" "مروق" سے ہے نکلنے کے معنی میں ہے۔ "الرمیه" یہ مرمیۃ کے معنی میں ہے شکار کو کہتے ہیں۔ "نصله" تیر کی دھار اور پیکان کو کہتے ہیں۔ "ینظر" یہ مجہول کا صیغہ ہے یعنی دیکھا جائے تو کہیں بھی تیر کا کوئی حصہ کسی چیز سے آلودہ

نظر نہیں آئے گا حالانکہ وہ خون اور گوبر کے درمیان سے گزرتا ہوا نکل جاتا ہے تو جس طرح تیر صاف صاف نکل جاتا ہے یہ لوگ بھی اسلام سے اسی طرح صاف صاف نکل جائیں گے۔''رصافہ'' رصاف اس تسمہ کو کہتے ہیں جو تیر کی دھار اور اس کی لکڑی کے پیوند پر باندھ جاتا ہے۔''نضیہ'' تیر کی دھار اور اس کے پر کے درمیان لکڑی کا جو حصہ ہے اس کو قدح کہتے ہیں گویا قدح تیر کی لکڑی کے پورے حصہ کو کہتے ہیں۔وھو قدحة یہ اسی نضیہ کا ترجمہ ہے نضیہ میں نون پر زبر ہے ضاد پر زیر ہے اور ی پر شد ہے۔''قذذہ'' یہ جمع ہے اس کا مفرد قذّة ہے۔قاف پر ضمہ ہے اور ذال پر شد ہے۔''البضعة'' گوشت کے لٹکے ہوئے ٹکڑے کو کہتے ہیں یعنی یہ کالا شخص ہوگا ایک بازو ناقص ہوگا وہ اس طرح لٹکتا ہوگا جس طرح عورت کا پستان ہو یا کٹا ہوا گوشت کا ٹکڑا ہو۔''تدردر'' ای تضطرب تجئی و تذھب ایسا ہلتا ہوگا جیسا کوئی گوشت لٹک کر آگے پیچھے آتا جاتا ہو۔

''علی خیر فرقہ'' یعنی مسلمانوں کے دو طائفوں کے درمیان اختلاف کے وقت خوارج کا یہ فرقہ خروج کرے گا مگر دونوں فریقوں میں سے اچھے فریق کے خلاف خروج کرے گا اچھے فریق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت مراد ہے دوسرا فریق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت ہے وہ لوگ اجتہادی خطاء پر تھے تو ایک فریق زیادہ اچھا اور دوسرا صرف اچھا ہوگا۔''غائر العینین'' گڑھی ہوئی آنکھیں۔''ناتی الجبھة'' ابھری ہوئی پیشانی۔''کث الحیة'' گنجان اور گھنی داڑھی۔''مشرف الوجنتین'' اٹھے ہوئے رخسار۔''محلوق الرأس'' یعنی سر کے بال رکھنے کو جائز نہیں سمجھیں گے ہمیشہ سر منڈائیں گے صحابہ کرام بال رکھتے تھے جہاد لمبے بالوں کے بغیر بہت مشکل ہے تبلیغی جماعت میں ایک بزرگ مجاہدین کے نقائص بیان کرنے کا بہت شوق رکھتے ہیں آج کل وہ مجاہدین کے لمبے بال رکھنے پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے فرشتوں کے لیے آسانی ہوگی کہ ان کو پکڑ کر جہنم میں ڈالیں گے یہ صاحب غلط کہتے ہیں حالانکہ فرشتے سر کے بالوں کے بجائے ناک سے بھی پکڑ سکتے ہیں پھر ناک کو اور اسی طرح داڑھی کو بھی کاٹ دو۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے بال رکھے ہیں جو شخص بالوں کے رکھنے کو برا مانتا ہے وہ خوارج کا نمائندہ بنے گا۔''ضئضئی'' یعنی اس کی اصل سے اور اس کی نسل سے کچھ لوگ آئیں گے اس اصل اور نسل سے اس کی حقیقی اولاد مراد نہیں ہے بلکہ اس کے اتباع و پیروکار مراد ہیں۔اس قسم کے لوگ اسی شخص کی محنت سے بعد میں پیدا ہو گئے تو یہ اخبار بالغیب تھا اسی میں معجزہ کا ظہور ہو گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے اسلام لانے کا واقعہ

(۲۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ اَدْعُوْ اُمِّیْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَهِیَ مُشْرِكَةٌ فَدَعَوْتُهَا يَوْمًا فَاَسْمَعَتْنِیْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم مَا اَكْرَهُ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم وَاَنَا اَبْكِیْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّهْدِیَ اُمَّ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِیْ هُرَيْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ النَّبِیِّ صلی الله عليه وسلم فَلَمَّا صِرْتُ اِلَی الْبَابِ فَاِذَا هُوَ مُجَافٌ فَسَمِعَتْ اُمِّیْ خَشْفَ قَدَمَیَّ فَقَالَتْ مَكَانَكَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ وَسَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَآءِ فَاغْتَسَلَتْ فَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ يَااَبَا هُرَيْرَةَ اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَرَجَعْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم وَاَنَا اَبْكِیْ مِنَ الْفَرَحِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَقَالَ خَيْرًا (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف بلاتا تھا کو وہ مشرکہ تھی ایک دن میں نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایسی بات کہی جو مجھ کو بڑی بری لگی۔میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑتا ہوا آیا میں نے کہا اے اللہ کے رسول دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت فرمائے آپ نے فرمایا خداوندا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت کر دے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔میں خوش خوش نکلا آپ کے دعا کرنے کی وجہ سے میں اپنی ماں کے دروازے پر پہنچا نا گہاں دروازہ بند تھا میری ماں نے میرے پاؤں کی آواز سنی اس نے کہا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو اپنی جگہ پر ٹھہر جا۔میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی میری ماں نے غسل کیا اور اپنا کرتا پہنا اور جلدی سے اوڑھنی لی۔پھر دروازہ کھولا اور کہا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں گواہی دیتی ہوں

کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں خوشی کی وجہ سے روتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تعریف کی اور اچھی بات کہی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''مجاف'' یعنی دروازہ بند تھا۔ ''خشف'' قدم کی آہٹ کو کہتے ہیں۔ ''خضخضة الماء'' پانی کو حرکت دینے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو خضخضہ کہتے ہیں۔ ''عجلت'' یعنی دوپٹہ پہننے سے پہلے باہر آ گئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت کی دعا دی گئی اور ہدایت مل گئی اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ظہور ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کثیر الروایت ہونا اعجاز نبوی کا طفیل ہے

(۲۷) وَعَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَاً مِسْكِيْنًا اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلٰى مِلْئِ بَطْنِيْ وَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا لَنْ يَّبْسُطَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هٰذِهٖ ثُمَّ يَجْمَعَهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَّقَالَتِيْ شَيْئًا اَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرَهَا حَتّٰى قَضَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مَقَالَتَهٗ ثُمَّ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ فَوَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَانَسِيْتُ مِنْ مَّقَالَتِهٖ ذَالِكَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں نقل کرتا ہے آنحضرت سے اور میرے مہاجر بھائی تھے کہ ان کو بازاروں کے کاروبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے باز رکھتے تھے اور میرے انصاری بھائی کہ ان کو ان کے مالوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے محروم رکھا اور میں ایک مسکین آدمی تھا ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہتا اپنے پیٹ کو بھرنے کے لیے۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں ہوگی یہ بات کہ تم میں سے کوئی اپنے کپڑے کو کھولے گا یہاں تک کہ میں اپنی بات کو پورا کرلوں پھر اس کپڑے کو اکٹھا کرلے اور سینے کے ساتھ لگائے پھر یہ بات بھی ہو کہ وہ میری حدیثوں سے کچھ بھول جائے کبھی۔ میں نے اپنی کملی کھولی اس کے سوائے مجھ پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو پورا کیا پھر میں نے اس کو اپنے سینے کی طرف سمیٹا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں بھولا آج تک۔ (متفق علیہ)

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متاخر فی الاسلام ہیں لیکن آپ نے احادیث سب سے زیادہ بیان کی ہیں اس پر صحابہ وتابعین میں ایک شبہ پایا جاتا تھا کہ اتنی احادیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کس طرح بیان کی ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا ڈٹ کر جواب دیا ہے آپ نے دو طرح جواب دیا ہے پہلا جواب یہ کہ انصار و مہاجرین اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے اور میں فاقے گزار کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑا رہتا تھا اور احادیث یاد کرتا تھا اس لیے میری حدیثیں زیادہ ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کچھ پڑھتا ہوں جس کے پاس چادر ہو وہ لاکر بچھادے میں اس پر دم کردوں گا وہ شخص اس چادر کو اپنے سینہ سے لگادے تو وہ میری حدیث کبھی بھولے گا نہیں میں نے ایسا کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہو گیا اور میرا حافظہ ایسا تیز ہو گیا کہ اس کے بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کو کبھی نہیں بھولا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا

(۲۸) وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَقُلْتُ بَلٰى وَكُنْتُ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ وَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَضَرَبَ يَدَهٗ عَلٰى صَدْرِيْ

حَتّٰی رَاَیْتُ اَثَرَ یَدِهٖ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِیًا مَّهْدِیًّا قَالَ فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسِیْ بَعْدُ فَانْطَلَقَ فِیْ مِائَةٍ وَّخَمْسِیْنَ فَارِسًامِّنْ اَحْمَسَ فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا(متفق علیه)

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تو مجھ کو ذی الخلصہ سے آرام نہیں دیتا۔ میں نے کہا ہاں اور میں گھوڑے پر نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ میں نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر اپنا ہاتھ مبارک مارا یہاں تک کہ میں نے دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا نشان اپنے سینہ پر اور آپ نے فرمایا اے اللہ اس کو ثابت رکھ اور کر اس کو ہدایت کا رستہ دکھانے والا اور خود راہ راست دکھایا گیا۔ جریر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں حضرت کی دعا کے بعد کبھی گھوڑے سے نہیں گرا جریر ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ احمس کی طرف چلا اور ذی الخلصہ کو جریر نے آگ میں جلا دیا اور اس کو توڑ ڈالا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "الاتریحنی" کیا اس بت کو جلا کر مجھے راحت نہیں پہنچاؤ گے؟ اس سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ والوں کو دور کی معصیت سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔ "من ذی الخلصة" یہ خثعم قبیلہ کا مشہور بت خانہ تھا جس کو لوگ کعبة الیمامة کہتے تھے۔ "فانطلق" یہ راوی حدیث کا کلام ہے کہ جریر چلا گیا یا خود جریر نے اپنے آپ کو غائب سمجھ کر کلام کیا۔ "من احمس" ای من قریش احمس حموسة حماسة اور حماس بہادر کو کہتے ہیں۔ قریش تمام عرب میں زیادہ بہادر مشہور تھے اس لیے ان کو احمس کے نام سے یاد کیا گیا۔ بعض نے کہا کہ یہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ تھا' کوئی تضاد نہیں ہے۔

زبان مبارک سے نکلا ہوا لفظ اٹل حقیقت بن گیا

(۲۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا كَانَ یَكْتُبُ لِلنَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم فَارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ وَلَحِقَ بِالْمُشْرِكِیْنَ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَقْبَلُهٗ فَاَخْبَرَنِیْ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ اَتَی الْاَرْضَ الَّتِیْ مَاتَ فِیْهَا فَوَجَدَهٗ مَنْبُوْذًا فَقَالَ مَاشَانُ هٰذَا فَقَالُوْا دَفَنَّاهُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْهُ الْاَرْضُ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا وہ اسلام سے مرتد ہو گیا اور مشرکوں سے جا ملا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو زمین قبول ہی نہیں کرے گی۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ابوطلحہ اس زمین میں آئے جہاں وہ مرا تھا تو اس کو ابوطلحہ نے قبر کے باہر پایا۔ ابوطلحہ نے کہا اس شخص کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس کو کئی دفعہ دفن کیا اس کو زمین نے قبول ہی نہیں کیا۔

تشریح: "ان رجلا" کہتے ہیں یہ شخص پہلے عیسائی تھا پھر مسلمان ہو گیا پھر مرتد ہو کر مشرکین کے ساتھ مل گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین اس شخص کو قبول نہیں کرے گی شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کچھ بددعا بھی دی ہوگی' اب مرنے کے بعد قبر نے اس کو قبول نہیں کیا' زمین نے اس کو باہر پھینک دیا' لوگوں نے بار بار دفن کیا مگر زمین اس کو باہر پھینکتی رہی پھر لوگوں نے دفن کرنا چھوڑ دیا۔ "منبوذا" پھینکا ہوا باہر پڑا تھا مستقبل کی خبر دینے میں معجزہ کا ظہور ہوا۔

قبور یہود کے احوال کا انکشاف

(۳۰) وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا قَالَ یَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِیْ قُبُوْرِهَا(متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج کے غروب ہونے کے وقت نکلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودی اپنی قبروں میں عذاب کیے جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

(۳۱) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ قُرْبَ الْمَدِیْنَةِ هَاجَتْ رِیْحٌ تَكَادُ اَنْ تَدْفِنَ الرَّاكِبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم بُعِثَتْ هٰذِهِ الرِّیْحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَقَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فَاِذَا عَظِیْمٌ مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ قَدْمَاتَ(مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب پہنچے ایک ہوا چلی کہ قریب تھی کہ وہ سوار کو دفن کردے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہوا ایک منافق کے مرنے کے وقت بھیجی گئی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو ایک منافقوں کا سردار مر گیا تھا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: بعض حضرات نے تو یہ لکھا ہے کہ مرنے والے منافق کا نام رفاعہ بن درید تھا اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اس منافق کا نام رافع تھا اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی مصطلق سے واپس آ رہے تھے۔ اس بڑے منافق کے مرنے پر اتنی سخت آندھی آنا دراصل اس وحشت و بدحالی اور آلودگی و پراگندگی کا قدرت کی طرف سے اظہار تھا جس سے منافق و بدکار مرتے وقت دوچار ہوتے ہیں اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ آئندہ کی زندگی (آخرت) میں بھی اس طرح کے لوگوں کو اسی حالت سے کہ جو سراسر کلفت و پریشانی اور تباہی میں مبتلا کرنے والی ہے دوچار ہونا ہوگا۔

مدینہ کی حفاظت کے بارے میں معجزانہ خبر

(۳۲) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰی قَدِمْنَا عُسْفَانَ فَاَقَامَ بِهَا لَیَالِیَ فَقَالَ النَّاسُ مَانَحْنُ هٰهُنَا فِیْ شَیْءٍ وَاِنَّ عِیَالَنَا لَخُلُوْفٌ مَانَامَنُ عَلَیْهِمْ فَبَلَغَ ذَالِکَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَافِی الْمَدِیْنَةِ شِعْبٌ وَّلَا نَقْبٌ اِلَّا عَلَیْهِ مَلَکَانِ یَحْرُسَانِهَا حَتّٰی تَقْدَمُوْا اِلَیْهَا ثُمَّ قَالَ ارْتَحِلُوْا فَارْتَحَلْنَا وَاَقْبَلْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ فَوَالَّذِیْ یُحْلَفُ بِهٖ مَاوَضَعْنَا رِحَالَنَا حِیْنَ دَخَلْنَا الْمَدِیْنَةَ حَتّٰی اَغَارَ عَلَیْنَا بَنُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَطْفَانَ وَمَا یُهَیِّجُهُمْ قَبْلَ ذَالِکَ شَیْءٌ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عسفان کی طرف نکلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کئی راتیں ٹھہرے لوگوں نے کہا ہم یہاں لڑائی وغیرہ میں مشغول ہیں اور ہمارے اہل و عیال ہمارے پیچھے ہیں اور ان پر ہمارے جمع کا کوئی فائدہ نہیں آپ کو یہ خبر پہنچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نہیں ہے مدینہ میں کوئی راہ اور نہ کوئی کونہ کہ اس پر دو فرشتے نگہبان ہیں جب تک کہ تم مدینہ میں نہ پہنچو۔ پھر فرمایا تم مدینہ کی طرف کوچ کرو تو ہم نے مدینہ کی طرف کوچ کیا۔ قسم ہے اس ذات کی کہ قسم کھائی جاتی ہے اس کی ہم نے اپنے اسباب ابھی رکھے ہی تھے کہ عبداللہ بن غطفان رضی اللہ عنہ کے بیٹوں نے ہم پر چڑھائی اور اس سے پہلے ان کو جرأت ہی نہ ہوتی تھی۔ (روایت کی اس کو مسلم نے)

تشریح: "خلوف" یعنی وہ لوگ خالی ہیں کہیں دشمن حملہ نہ کردے شعب گھاٹی کو کہتے ہیں نقب راستہ کو کہتے ہیں بنو عبداللہ غطفان کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ "مایھیجھم" یعنی ان لوگوں کو ہمارے پہنچنے سے پہلے کسی چیز نے حملہ پر نہیں ابھارا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

بارش سے متعلق دعا کا معجزہ

(۳۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَبَیْنَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَخْطُبُ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَکَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِیَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ یَدَیْهِ وَمَانَرٰی فِی السَّمَاءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَاوَضَعَهَا حَتّٰی ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ عَنْ مِّنْبَرِهٖ حَتّٰی رَاَیْتُ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْیَتِهٖ فَمُطِرْنَا یَوْمَنَا ذَالِکَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ حَتَّی الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی وَقَامَ ذَالِکَ الْاَعْرَابِیُّ اَوْ غَیْرُهٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ یَدَیْهِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَاعَلَیْنَا فَمَا یُشِیْرُ اِلٰی نَاحِیَةٍ مِّنَ السَّحَابِ اِلَّا انْفَجَرَتْ وَصَارَتِ الْمَدِیْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِیْ قَنَاةُ

شَهْرًا وَّلَمْ يَجِئْ اَحَدٌ مِنْ نَّاحِيَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَاعَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَاُقْلِعَتْ وَخَرَجْنَانَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قحط لوگوں کو پہنچا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ فرماتے تھے۔ ایک اعرابی کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول مال ہلاک ہو گئے۔ اور اہل وعیال بھوکے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اللہ سے دعا فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور میں اس وقت دیکھتا تھا کہ آسمان میں کوئی بادل کا ٹکڑا نہیں تھا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی آپ نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے کہ پہاڑ کی مانند بادل آیا۔ پھر آنحضرت اپنے منبر سے نیچے نہیں اترے تھے کہ میں نے بارش کو دیکھا کہ وہ آنحضرت کی داڑھی مبارک پر پڑتا ہے تو ہم بارش کیے گئے اس دن اور اس کے بعد والے دن پھر اگلے دن حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک اور کھڑا ہوا وہی اعرابی یا کوئی اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول مکان گر پڑے اور مال غرق ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند فرمائے اور فرمایا اے اللہ ہمارے اردگرد بارش برسا اور ہم پر نہ برسا آپ کسی جانب بھی اشارہ نہ فرماتے تھے مگر بادل کھل جاتا تھا اور مدینہ گڑھے کی مانند ہو گیا اور ایک مہینہ تک نالہ قناۃ بہتا رہا اور کوئی شخص کسی کونہ سے نہ آتا مگر خبر دیتا بہت بارش کی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ ہمارے گرد برسا اور ہم پر نہ برسا۔ ٹیلوں پر برسا۔ پہاڑوں پر اور اندرونی نالوں اور درختوں کے اُگنے کی جگہ پر۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بادل کھل گیا اور ہم دھوپ میں باہر آئے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''یتحادر'' بارش کا پانی جب داڑھی وغیرہ کسی چیز پر گرنے اور بہنے لگتا ہے تو اس کو تحادر کہتے ہیں۔ ''اللّٰھم حوالینا'' چونکہ یہ بارش آپ کی دعا سے آئی تھی جس میں برکت ورحمت تھی' اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بند ہونے کی دعا نہیں مانگی بلکہ فرمایا اے اللہ! اطراف میں برسا دے، ہم پر نہیں۔ ''مثل الجوبة'' جوبہ کھڈے کو کہتے ہیں بلکہ اس سے بہتر تعبیر حوض کی ہے کہ مدینہ کے اوپر بادل نہیں رہا اور اطراف میں بادل تھا تو اوپر فضاء بھی حوض کی مانند تھی اور نیچے زمین بھی حوض کی مانند تھی۔ ''قناة'' پانی جب زمین کے نیچے چلا جاتا ہے تو نالوں کی شکل اختیار کرتا ہے' اسی کو قناۃ کہتے ہیں فارسی میں اس کو ''کاریز'' کہتے ہیں قناۃ اصل میں نیزہ کو کہتے ہیں یہ پانی بھی نیزہ کی طرح سیدھا چلتا ہے یہاں قناۃ ایک وادی کا نام بھی ہو سکتا ہے۔ ''بالجود'' یعنی سب نے کہا کہ زبردست عمدہ بارش ہوئی ہے۔ ''الاکام'' یہ جمع ہے اس کا مفرد اکمة ہے ٹیلہ کو کہتے ہیں۔ ''والظراب'' جمع ہے اس کا مفرد ظرب' کتف کے وزن پر ہے چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں۔ ''بطون الاودية'' وادیوں کے درمیانی علاقے جو آبادی سے خالی ہوں۔ ''منابت الشجر'' مراد جنگلات ہیں جہاں درخت ہوں' ان کی جڑوں میں بارش ہو' تاکہ درخت خوب پھلیں پھولیں۔ ''فاقلعت'' یعنی بادل چھٹ گیا۔ اس حدیث میں تصریح ہے کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت ہے' یہ آداب دعا میں سے ہے' ابوطالب نے اس منظر کو اس طرح پیش کیا ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

بہر حال اس حدیث میں بارش سے متعلق کئی معجزات کا ظہور ہو گیا ہے۔

اسطوانہ حنانہ کا معجزہ

(۳۴) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم اِذَا خَطَبَ اسْتَنَدَ اِلٰى جِذْعِ نَخْلَةٍ مِّنْ سَوَارِيْ الْمَسْجِدِ فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ صَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِيْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى اَخَذَهَا فَضَمَّهَا اِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَاِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِيْ يُسَكَّتُ حَتّٰى اسْتَقَرَّتْ قَالَ بَكَتْ عَلٰى مَاكَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کھجور کے تنے پر تکیہ

لگاتے مسجد کے ستونوں میں سے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منبر تیار کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے خطبہ دینے کے لیے تو وہ ستون رویا حضرت منبر کے بننے سے پہلے اس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ پڑھتے تھے اتنا رویا کہ قریب تھا کہ وہ پھٹ جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور اس کو پکڑا اور گلے لگایا تو وہ ستون ہچکیاں لیتا تھا جس طرح بچہ ہچکیاں لیتا ہے۔ وہ بچہ جو چپ کرایا جاتا ہے۔حتیٰ کہ ٹھہرا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ستون ذکر کو نہ سننے کی وجہ سے رویا تھا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "صاحت" رونے کی وجہ سے چیخ اٹھا۔ "تنشق" پھٹنے کے معنی میں ہیں۔ "تأن" "أن یأن ضرب یضرب" سے ہے بچہ جب رو رو کر سسکیاں بھرنے لگتا ہے اس کو انین کہتے ہیں' اس درخت میں معجزہ کا ظہور ہو گیا کہتے ہیں کہ یہ درخت جنت میں جائے گا ذرا سوچئے کہ خشک درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں روتا ہے مگر غافل انسان غفلت میں پڑا ہے!

سنگے ونباتے کہ درو خاصیتے نیست ۔۔۔ بہ ز آدمی کہ درو معرفتے نیست

جھوٹا عذر بیان کرنے والا اپنے ہاتھ کی توانائی سے محروم ہو گیا

(۳۵) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِشِمَالِهٖ فَقَالَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ قَالَ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهٗ اِلَّا الْكِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے کھا۔ اس نے کہا میں دائیں ہاتھ سے کھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ فرمایا نہ کھا سکے تو اور نہ باز رکھا اس کو مگر تکبر نے راوی نے کہا کہ وہ اپنے دائیں ہاتھ کو منہ کی طرف اٹھا نہیں سکتا تھا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "بطیئا" یعنی سست رفتار گھوڑا تھا۔ "یقطف" قریب قریب قدم رکھ کر چلنے والے گھوڑے کو قطوف کہتے ہیں۔ "بحراً" یعنی یہ گھوڑا تو سمندر کی طرح تیز چلتا ہے یا اس کی رفتار تو سمندر کی طرح مسلسل ہے کبھی ختم نہیں ہوتی' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے کمال پر اس کی تعریف جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تعریف میں مبالغہ کرنا بھی جائز ہے جبکہ محدود دائرہ میں ہو۔ "لایجاری" مجارات سے ہے' مقابلہ کے معنی میں ہے یعنی کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے سے اس میں معجزہ کا ظہور ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی برکت سے سست رفتار گھوڑا تیز رفتار ہو گیا

(۳۶) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَزِعُوْا مَرَّةً فَرَكِبَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَرَسًا لِاَبِیْ طَلْحَةَ بَطِيْئًا وَّكَانَ يَقْطِفُ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا فَكَانَ ذٰلِكَ لَا يُجَارٰى. وَفِیْ رِوَايَةٍ فَمَا سُبِقَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ والے ڈرے اور فریاد کی ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر وہ سست رفتار اور قدم قریب قریب رکھتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے تیرے گھوڑے کو دریا پایا۔ کوئی گھوڑا اس سے تجاوز نہیں کر سکتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس دن کے بعد کوئی گھوڑا اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

۳۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ تُوُفِّیَ اَبِیْ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَرَضْتُ عَلٰى غُرَمَائِهٖ اَنْ يَّاْخُذُوا التَّمْرَ بِمَا عَلَيْهِ فَاَبَوْا فَاَتَيْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِیْ قَدِ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ يَّرَاكَ الْغُرَمَاءُ فَقَالَ لِیَ اذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهٗ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَيْهِ كَاَنَّهُمْ اُغْرُوْا بِیْ تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَاٰى مَا يَصْنَعُوْنَ طَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِیْ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى

اَدَّى اللّٰهُ عَنْ وَّالِدِىْ اَمَانَتَهٗ وَاَنَا اَرْضٰى اَنْ يُّؤَدِّىَ اللّٰهُ اَمَانَةَ وَالِدِىْ وَلَا اَرْجِعُ اِلٰى اَخَوَاتِىْ بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا وَحَتّٰى اَنِّىْ اَنْظُرُ اِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِىْ كَانَ عَلَيْهِ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم كَاَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا باپ فوت ہو گیا اور اس پر قرض تھا تو میں نے قرض خواہوں پر قرض کے بدلے تمام کھجوریں پیش کیں انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ میرا باپ شہید ہو گیا ہے اور اس پر قرض ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کو قرض خواہ دیکھیں آپ نے فرمایا جا اور تمام قسم کی کھجوروں کو علیحدہ علیحدہ ڈھیر کر دے۔ میں نے ایسا ہی کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا جب دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرض خواہوں نے تو مجھ پر اس وقت دلیر ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض خواہوں کا رویہ دیکھا تو آپ نے بڑے ڈھیر کے اردگرد تین چکر لگائے پھر آپ اس پر بیٹھ گئے پھر فرمایا اپنے قرض خواہوں کو بلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماپ کر ان کو دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرے باپ کا قرض ادا کر دیا اور میں اس پر راضی تھا کہ اللہ نے میرے باپ کا قرض پورا کر دیا اور میں اپنی بہنوں کی طرف ایک کھجور تک نہ لے جاؤں تو اللہ نے تمام ڈھیر صحیح سالم رکھے حتیٰ کہ میں اس ڈھیر کو دیکھتا تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرض کی ادائیگی کے لیے تشریف فرما تھے کہ اس سے ایک کھجور تک کم نہیں ہوئی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''علی غرمائه'' یعنی ابا جان کے قرض خواہوں پر میں نے اپنا باغ پیش کیا مگر انہوں نے قلیل سمجھ کر انکار کیا' یہ قرض خواہ یہودی تھے۔ (مرقات) ''یراک الغرماء'' یعنی آپ کو جب قرض خواہ دیکھ لیں گے تو کچھ رعایت کریں گے۔ ''فبیدر'' یہ امر کا صیغہ ہے' ڈھیر بنانے کے معنی میں ہے البیدر کھلیان کو کہتے ہیں یعنی کھلیان میں کھجور کی الگ الگ قسموں کو الگ الگ کناروں میں ڈھیر بنا کر رکھ دو۔ ''اغرو ابی'' یہ اغراء سے ہے' کسی کے خلاف کتے کے بھڑکانے کو اغراء کہتے ہیں۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر وہ لوگ مجھ پر گرم ہو گئے اور کلام میں سختی پیدا کر لی کہ تم نے سفارش کی یہ صورت کیوں بنائی ہے؟ قرض خواہ یہود تھے یا اس لیے گرم ہو گئے کہ اتنے زیادہ قرض خواہوں کے لیے یہ کیا تھوڑا سا مال رکھا ہے پشتو میں اس کا ترجمہ یہ ہے: لکه ده سپوپه شان ماپسے شباکڑے شو۔ ''اعظمها بیدرا'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ یہود نا بہود بدتمیزی کر رہے ہیں تو آپ کھجور کے بڑے ڈھیر کے اردگرد تین بار گھومے اور پھر اس کے پاس بیٹھ گئے۔ ''اصحابک'' یعنی اپنے قرض خواہ یہودیوں کو بلا لو کہ اپنا قرض لے لیں۔ ''تمرة واحدة'' یعنی سارا قرض دیدیا گیا مگر کھجور کے اس ڈھیر میں ایسا لگ رہا تھا کہ کھجور کا ایک دانہ بھی کم نہیں ہوا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس میں معجزہ کا ظہور ہو گیا۔

گھی کی کپی کے متعلق ایک معجزہ

(۳۸) وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ اُمَّ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَتْ تُهْدِىْ لِلنَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم فِىْ عُكَّةٍ لَهَا سَمْنًا فَيَاْتِيْهَا بَنُوْهَا فَيَسْاَلُوْنَ الْاُدُمَ وَلَيْسَ عِنْدَهُمْ شَىْءٌ فَتَعْمِدُ اِلَى الَّذِىْ كَانَتْ تُهْدِىْ فِيْهِ لِلنَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم فَتَجِدُ فِيْهِ سَمْنًا فَمَا زَالَ يُقِيْمُ لَهَا اُدُمَ بَيْتِهَا حَتّٰى عَصَرَتْهُ فَاَتَتِ النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ عَصَرْتِيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَوْ تَرَكْتِيْهَا مَازَالَ قَائِمًا (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپی میں گھی کا ہدیہ بھیجتی تھی اس کے بیٹے آئے اور انہوں نے سالن کا سوال کیا اور ان کے پاس کچھ نہ تھا تو ام مالک نے اس کپی کا قصد کیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ بھیجتی تھی اس میں گھی پایا وہ ہمیشہ سالن کا کام دیتا رہا اس کے گھر میں یہاں تک کہ اس نے اس کو نچوڑا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے اس کو نچوڑا ہے کہنے لگی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو اس کو نہ نچوڑتی تو وہ اس طرح ہمیشہ قائم رہتا۔

تشریح: ''عکة'' چھوٹے مشکیزہ کو بھی عکہ کہتے ہیں اور گھی رکھنے کے لیے چمڑے کی بنی ہوئی کپی کو بھی عکہ کہتے ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''هی وعاء من جلد مستدیر و یختص بالسمن والعسل'' (مرقات)

''فتعمد'' قصد وارادہ کے معنی میں ہے ضمیر مؤنث ام مالک کی طرف لوٹتی ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ام مالک ایک کپی میں گھی رکھتی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور ہدیہ بھیج دیتی تھیں کبھی ایسا ہوتا تھا البتہ اس کپی میں معجزہ کا ظہور ہو گیا تھا تو اس میں ام مالک اسی کپی کی طرف رخ کرتی تھیں کیونکہ سالن کا کوئی دوسرا انتظام نہیں تھا البتہ اس کپی میں معجزہ کا ظہور ہو گیا تھا تو اس میں ہر وقت گھی مل جاتا تھا' یہ سلسلہ چلتا ہی رہا یہاں تک کہ ام مالک نے ایک دفعہ کپی سے پورا گھی صاف کر لیا تو برکت اور معجزہ کا یہ سلسلہ رک گیا' علماء نے لکھا ہے کہ معجزہ ایک غیبی انتظام ہے اس کو پوشیدہ ہی رکھنا چاہیے' کھانے پینے کی اشیاء کی جڑ کو ظاہر کرنے سے معجزہ موقوف ہو جاتا ہے' کھانے پینے کی اشیاء میں برکت اور اضافہ تو ہو جاتا ہے لیکن اصل مادہ کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ ''عصر تیها'' کیا تم نے اس کپی کو بالکل نچوڑ دیا؟ اس صیغہ میں 'ی' کا حرف اشباع کے لیے ہے اور تر کتیها میں بھی ''ی'' اشباع کے لیے ہے اس کا مفہوم ترجمہ کرنے سے واضح ہو جاتا ہے اور جس کا تعلق کلام کے لہجے سے ہے۔

کھانے میں برکت کا معجزہ

(۳۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَتْ نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِّنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ اَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ يَدِيْ وَلَاثَتْنِيْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَرْسَلَكَ اَبُوْطَلْحَةَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لِمَنْ مَّعَهٗ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتْ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَانْطَلَقَ اَبُوْطَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَ اَبُوْ طَلْحَةَ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم هَلُمِّيْ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَا عِنْدَكِ فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَفُتَّ وَعَصَرَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عُكَّةً فَاَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فِيْهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ اَوْ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا. (متفق علیه) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَنَّهٗ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَدَخَلُوْا فَقَالَ كُلُوْا وَسَمُّوْا اللّٰهَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ بِثَمَانِيْنَ رَجُلًا ثُمَّ اَكَلَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم وَاَهْلُ الْبَيْتِ وَتَرَكَ سُؤْرًا. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ قَالَ اَدْخِلْ عَلَيَّ عَشَرَةً حَتّٰى عَدَّ اَرْبَعِيْنَ ثُمَّ اَكَلَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ هَلْ نَقَصَ مِنْهَا شَيْءٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ ثُمَّ اَخَذَ مَا بَقِيَ فَجَمَعَهٗ ثُمَّ دَعَا فِيْهِ بِالْبَرَكَةِ فَعَادَ كَمَا كَانَ فَقَالَ دُوْنَكُمْ هٰذَا

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطلحہ نے ام سلیم کو کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو پست سنا ہے جو بھوک پر دلالت کرتی ہے کیا تیرے پاس کوئی کھانے کو ہے کہنے لگی ہاں تو ام سلیم جو کی روٹیاں لائی پھر ان کو رومال کے ایک کونہ میں لپیٹا پھر ان کو میرے ہاتھ کے نیچے دبا دیا اور اس پر کپڑا لپیٹ دیا پھر مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ میں وہ روٹیاں لے گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا اور آپ کے پاس اور لوگ بھی تھے میں نے ان پر سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کیا تجھ کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے میں نے عرض کی ہاں آپ نے فرمایا کھانے کے ساتھ میں نے عرض کی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا اٹھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور میں بھی چلا آپ کے آگے میں نے ابوطلحہ کو خبر دی۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ام سلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لے کر تشریف لے آئے ہیں اور ہمارے پاس اتنا راشن نہیں کہ سب کو کھلائیں۔ ام سلیم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ چلا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا آپ متوجہ

ہوئے اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے فرمایا اے ام سلیم لاؤ میرے پاس جو تمہارے پاس ہے تو وہ کھانا آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے روٹیوں کو توڑنے کا حکم دیا حتیٰ کہ ریزہ ریزہ کی گئیں۔ ام سلیم نے اس پر کپی نچوڑی۔ سالن کیا اس گھی کو جو کپے سے نکالا تھا آپ نے اس کھانے میں برکت کی دعا فرمائی پھر دس دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دی گئی۔ انہوں نے کھایا اور خوب سیر ہو کر کھایا پھر نکلے پھر دس کو کھانے کی اجازت دی گئی۔ تمام قوم نے خوب سیر ہو کر کھایا اور قوم ستر یا اسی آدمیوں پر مشتمل تھی۔ بخاری مسلم کی روایت ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس کو اجازت دی وہ داخل ہوئے پھر آپ نے فرمایا کھاؤ اور اللہ کا نام لو۔ انہوں نے کھایا حتیٰ کہ اسی (80) آدمیوں نے اسی طرح کھایا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور گھر والوں نے کھایا اور پھر بھی باقی بچ گیا اور بخاری کی ایک روایت میں ہے آنحضرت نے فرمایا داخل کر مجھ پر دس یہاں تک کہ شمار کیا چالیس شخصوں کو پھر کھایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ میں شروع ہوا کہ دیکھتا تھا کہ آیا اس سے کم ہوا ہے یا نہیں اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ پھر آنحضرت نے باقی لوگوں کو جمع کیا اور اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ تو وہ اسی طرح ہو گیا جیسا کہ پہلے تھا اور فرمایا کہ لو اور کھاؤ اس کو۔

تشریح: ''اقراصاً'' یہ قرص کی جمع ہے روٹی کو کہتے ہیں۔ ''خمارًا'' دوپٹے کو کہتے ہیں۔ ''ببعضه'' یعنی دوپٹے کے ایک حصہ میں روٹی لپیٹ کر باندھ لی۔ ''و دسته'' دس یدس نصر ینصر سے دبانے اور چھپانے کے معنی میں ہے خاص کر مٹی میں دبانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ''لاثتنی'' نصر ینصر سے لوٹ لپیٹنے اور عمامہ بنانے کے معنی میں آتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ امی جان نے اپنے دوپٹے کے ایک حصہ میں روٹی باندھ کر میرے بغل میں دبادی اور دوپٹے کا دوسرا حصہ میرے سر پر لپیٹ دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سردی کا موسم تھا اس لئے دوپٹے سے اوڑنے کا کام بھی لیا گیا۔ ''بطعام'' بتانے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کی بات ظاہر فرمادی ممکن ہے یہاں ایک معجزہ کا ظہور ہوا ہو۔ ''قوموا'' اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر پر نہیں بلایا تھا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ وہاں جائیں تاکہ گھر میں برکت آئے اور معجزہ کا ظہور ہو جائے۔ ''الله ورسوله اعلم'' ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایمانی قوت کو دیکھ لیجئے ذرا بھی پریشان نہیں ہوئیں بلکہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو تسلی دیدی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں وہ جانیں ان کے مہمان جانیں ہم کیوں پریشان ہوں یعنی وہاں سے سارا انتظام ہوگا۔ ''ففت'' روٹی چورا بنا کر توڑی گئی۔

''ان یقول'' روایات میں ہے کہ آپ نے یہ دعا پڑھی ''بسم الله اللّٰهم اعظم فيه البركة'' ''ائذن لعشرة'' یہ پرانے زمانے کی دعوتوں کا دستور تھا' اب بھی عرب میں اور قبائل میں بلکہ ہمارے ہاں بھی یہ دستور ہے کہ دس آدمیوں کو ایک بڑے تھال پر بٹھا کر ایک ساتھ کھلایا جاتا ہے' اس مجموعہ کا نام ''پینڈہ'' ہوتا ہے بہر حال دو چار آدمیوں کا کھانا اسی (80) آدمیوں نے کھایا اور پھر بھی بچ گیا' اس طرح اس کھانے میں معجزہ کا ظہور ہو گیا۔

انگلیوں سے پانی ابلنے کا معجزہ

(۴۰) وَعَنْهُ قَالَ اُتِىَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم بِاِنَاءٍ وَهُوَ بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِى الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِاَنَسٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَلٰثَ مِائَةٍ اَوْزُهَاءَ ثَلٰثَ مِائَةٍ (متفق عليه)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برتن لایا گیا اس حال میں کہ آپ زوراء مقام پر تھے آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس میں رکھا پانی نکلنا شروع ہو گیا انگلیوں کے درمیان سے قوم نے اس پانی سے وضو کیا۔ قتادہ نے کہا میں نے انس کو کہا کہ تم اس وقت کتنے آدمی تھے اس نے کہا تین سو یا تین سو سے کم و بیش۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''انگلیوں کے درمیان سے پانی کا فوارہ ابلنے لگا'' کی وضاحت میں دو قول ہیں' ایک تو یہ کہ خود انگلیوں ہی سے پانی نکلنے لگا تھا۔ یہ قول ''مزنی'' کا ہے اور اکثر علماء کا رجحان اسی طرف ہے: نیز اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ فرايت الماء من اصابعه یعنی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی ابلتے دیکھا'' اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اصل معجزہ کی بڑائی بھی اسی بات سے ثابت

ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ سے افضل ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے عصا کی ضرب سے پتھر سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے تھے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس برتن میں جو پانی پہلے موجود تھا اس کو دست مبارک کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اتنا زیادہ کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے فوارے کی طرح ابلنے لگا۔

انگشتہائے مبارک سے پانی نکلنے اور کھانے سے تسبیح کی آواز آنے کا معجزہ

(۴۱) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْاٰيَاتِ بَرَكَةً وَّاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِيْفًا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فِیْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اطْلُبُوْا فَضْلَةً مِّنْ مَّاءٍ فَجَاءُ وْابِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ قَلِيْلٌ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِی الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الطُّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ وَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آیتوں کو برکت کی خاطر گنتے تھے اور تم ڈرانے کی خاطر ہم ایک سفر میں آنحضرت کے ساتھ تھے پانی کم ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ بچا ہوا پانی تلاش کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک برتن لائے کہ اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں داخل کیا پھر فرمایا آؤ تم پاک کرنے والے اور بابرکت پانی کی طرف اور یہ برکت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے نکلتا تھا اور ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے اس حال میں کہ وہ کھایا جاتا تھا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''الآیات'' یعنی تم لوگ تو معجزات اسی کو کہتے ہو جس میں تخویف اور ڈراوا اور عذاب ہو حالانکہ ہم لوگ تو معجزات کو رحمت اور برکت سمجھتے تھے اب صورت حال یہ ہے کہ عوام الناس کو وہی معجزہ فائدہ دیتا ہے جس میں تخویف ہو اور وہ معجزہ ان کو کھینچ کر لائے مگر خواص معجزہ کو دیکھ کر خود چل کر ایمان لاتے ہیں کیونکہ وہ اسے برکت سمجھتے ہیں۔

پانی کا ایک معجزہ

(۴۲) وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ اِنَّكُمْ تَسِيْرُوْنَ عَشِيَّتَكُمْ وَلَيْلَتَكُمْ وَتَاْتُوْنَ الْمَاءَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ غَدًا فَانْطَلَقَ النَّاسُ لَايَلْوِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ فَبَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَسِيْرُ حَتّٰی ابْهَارَّ اللَّيْلُ فَمَالَ عَنِ الطَّرِيْقِ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ قَالَ احْفَظُوْا عَلَيْنَا صَلٰوتَنَا فَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَالشَّمْسُ فِیْ ظَهْرِهٖ ثُمَّ قَالَ ارْكَبُوْا فَرَكِبْنَا فَسِرْنَا حَتّٰی اِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ نَزَلَ ثُمَّ دَعَا بِمِيْضَاءَةٍ كَانَتْ مَعِیَ فِيْهَا شَیْءٌ مِنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا وُضُوْءً دُوْنَ وُضُوْءٍ قَالَ وَبَقِیَ فِيْهَا شَیْءٌ مِّنْ مَّاءٍ ثُمَّ قَالَ احْفَظْ عَلَيْنَا مِيْضَاءَ تَكَ فَسَيَكُوْنُ لَهَا نَبَاٌ ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّی الْغَدَاةَ وَرَكِبَ وَرَكِبْنَا مَعَهٗ فَانْتَهَيْنَا اِلَی النَّاسِ حِيْنَ امْتَدَّ النَّهَارُ وَحَمِیَ كُلُّ شَیْءٍ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْنَا وَعَطِشْنَا فَقَالَ لَا هُلْكَ عَلَيْكُمْ وَدَعَا بِالْمِيْضَاةِ فَجَعَلَ يَصُبُّ وَاَبُوْقَتَادَةَ يَسْقِيْهِمْ فَلَمْ يَعْدُ اَنْ رَاَی النَّاسُ مَاءً فِی الْمِيْضَاةِ تَكَابُّوْا عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَحْسِنُوا الْمَلَاَ كُلُّكُمْ سَيَرْوٰی قَالَ فَفَعَلُوْا فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَصُبُّ وَاَسْقِيْهِمْ حَتّٰی مَابَقِیَ غَيْرِیْ وَغَيْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم ثُمَّ صَبَّ فَقَالَ لِیَ اشْرَبْ فَقُلْتُ لَا اَشْرَبُ حَتّٰی تَشْرَبَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّ سَاقِیَ الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ قَالَ فَشَرِبْتُ وَشَرِبَ قَالَ فَاَتَی النَّاسُ الْمَاءَ جَامِّيْنَ رِوَاءً (رواہ مسلم) هٰكَذَا فِیْ صَحِيْحِهٖ وَكَذَا فِیْ كِتَابِ الْحُمَيْدِیِّ وَجَامِعِ الْاُصُوْلِ وَزَادَ فِی الْمَصَابِيْحِ بَعْدَ قَوْلِهٖ اٰخِرُهُمْ لَفْظَةَ شُرْبًا.

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا فرمایا کہ تم اول رات اور آخرت

رات چلو گے اور تم پانی کے پاس آؤ گے صبح کو اگر اللہ نے چاہا لوگ چلے اور کوئی دوسرے کی طرف جھانکتا نہیں تھا۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے جاتے تھے یہاں تک کہ آدھی رات ہوئی رستہ سے ایک طرف ہٹ گئے اور رکھا اپنا سر مبارک یعنی سوئے پھر فرمایا ہماری نماز کی نگہبانی کرنا۔ ان میں سے جو سب سے پہلے جاگا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور دھوپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ میں لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار ہو جاؤ۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سوار ہو گئے اور ہم چلے حتیٰ کہ سورج بلند ہو گیا۔ آپ سواری سے نیچے تشریف لائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا برتن منگایا جو کہ وضو کے لیے تھا آپ نے اس سے وضو کیا۔ عام وضوؤں کی نسبت کم پانی سے۔ ابوقتادہ نے کہا اس برتن سے تھوڑا سا پانی بچ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس برتن کی حفاظت کرو قریب ہے کہ اس سے ایک خبر ہو پھر بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے اذان کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور آپ سوار ہوئے اور ہم بھی سوار ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو ہم لوگوں کے پاس پہنچے جب کہ سورج بلند ہوا اور ہر چیز گرم ہو گئی اور لوگ کہہ رہے تھے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم ہلاک ہو گئے اور پیاسے ہوئے آپ نے فرمایا کہ تم پر ہلاکت نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے وضو کا پانی منگوایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانی ڈالتے جاتے تھے اور ابوقتادہ لوگوں کو پلاتے جاتے تھے۔ تو لوگوں نے پانی کو برتن میں دیکھنے کی خاطر بھیڑ کر دی۔ آپ نے فرمایا اچھا خلق کرو قریب ہے کہ تم سب سیراب ہو جاؤ گے۔ راوی نے کہا سب نے خلق کو درست کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈالتے تھے اور میں پلاتا تھا تو میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا سب نے پانی پیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پانی ڈال کر دیا اور فرمایا پی میں نے کہا پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیویں تب میں پیوں گا تو آپ نے فرمایا قوم کا ساقی آخر میں ہوتا ہے۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے بھی پیا۔ اور حضرت نے بھی پیا۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ سیراب ہونے کی وجہ سے راحت پانے والے پانی پر آئے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے صحیح مسلم میں اسی طرح ہے اور حمیدی کی کتاب میں بھی اسی طرح ہے۔ اور جامع الاصول میں مصابیح نے زیادہ کیا آخر ہم کے قول کے بعد شُرُباً کے لفظ کو۔

تشریح: ''ابهار الليل'' یعنی آدھی رات ہوگئی ستارے چمک اٹھے۔ ''میضاۃ'' لوٹے کو کہتے ہیں۔ ''فلم يعد'' یعنی لوگوں نے ادھر ادھر تجاوز نہیں کیا بلکہ جب پانی دیکھا تو پانی ہی پر آ گئے۔ ''تکابوا'' پانی پر اژدحام بنا کر اس پر جھپٹ پڑے۔ ''احسنوا الملاء'' یعنی اخلاق اچھے رکھو عادتیں اچھی رکھو۔ ''اتی الناس'' یعنی معجزہ کے ظہور والے پانی کو خوب پی لیا اور پھر لوگ سفر پر روانہ ہو گئے اور پانی کے چشمے پر پہنچ گئے۔ ''جامین'' یعنی لوگ بہت ہی راحت و فرحت میں تھے۔ ''رواء'' خوب سیراب تھے۔

تبوک میں کھانے کی برکت کا معجزہ

(۴۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَقَالَ عُمَرُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ فَقَالَ نَعَمْ فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبُسِطَ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْئُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَيَجِيْئُ الْاٰخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَيَجِيْئُ الْاٰخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتّٰى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ شَيْئٌ يَسِيْرٌ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ خُذُوْا فِيْ اَوْعِيَتِكُمْ فَاَخَذُوْا فِيْ اَوْعِيَتِهِمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوْا فِي الْعَسْكَرِ وِعَاءً اِلَّا مَلَؤُوْهُ قَالَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَفَضَلَتْ فَضْلَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍّ فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب غزوۂ تبوک کا دن تھا لوگوں کو سخت بھوک محسوس ہوئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول لوگوں سے باقی ماندہ توشہ منگوایئے پھر ان توشوں پر برکت کی دعا فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کا دستر خوان منگوایا اس کو بچھایا گیا پھر لوگوں سے باقی ماندہ توشہ منگوایا۔ شروع ہوا ایک شخص وہ چنے کی مٹھی

لاتا تھا اور دوسرا کھجور کی مٹھی اور ایک شخص کھجور کا ٹکڑا لایا حتیٰ کہ دستر خوان پر تھوڑی سی چیزیں جمع ہوگئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر برکت کی دعا فرمائی پھر فرمایا کہ اپنے اپنے برتنوں میں ڈال لو۔ تمام لوگوں نے اپنے باسن یعنی برتن بھر لیے۔ لوگوں میں سے کوئی باقی نہ رہا جس نے اپنا برتن نہ بھرا ہو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمام لشکر نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ باقی بہت بچ گیا آپ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ بات نہیں ہوسکتی کہ اللہ سے کوئی بندہ ملے اس حالت میں کہ وہ دونوں گواہیوں کے ساتھ ہو اور نہ ہی شک کرنے والا ہو پھر روکا جائے جنت سے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "نطع" چمڑے کا دستر خوان نطع کہلاتا ہے۔ "بکف ذرة" یعنی کوئی شخص مٹھی بھر کر مکئی لایا۔ "کسرة" یعنی کوئی شخص روٹی کا ٹکڑا لیکر آیا' کوئی مٹھی بھر کھجور لایا پھر مندرجہ بالا اشیاء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی تو معجزہ کا ظہور ہوا لوگوں نے کھایا اور برتن بھر بھر کر لے گئے۔

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں برکت کا معجزہ

(۴۴) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَرُوْسًا بِزَيْنَبَ فَعَمِدَتْ اُمِّيْ اُمُّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اِلٰى تَمْرٍ وَّسَمْنٍ وَاَقِطٍ فَصَنَعَتْ حَيْسًا فَجَعَلَتْهُ فِيْ تَوْرٍ فَقَالَتْ يَااَنَسُ اذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْ بَعَثَتْ بِهٰذَا اِلَيْكَ اُمِّيْ وَهِيَ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَهَبْتُ فَقُلْتُ فَقَالَ ضَعْهُ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَادْعُ لِيْ فُلَانًا وَّفُلَانًا رِجَالًا سَمَّاهُمْ وَادْعُ مَنْ لَّقِيْتَ فَدَعَوْتُ مَنْ سَمّٰى وَمَنْ لَّقِيْتُ فَرَجَعْتُ فَاِذَا الْبَيْتُ غَاصٌّ بِاَهْلِهٖ قِيْلَ لِاَنَسٍ عَدَدُكُمْ كَمْ كَانُوْا قَالَ زُهَاءَ ثَلٰثِمِائَةٍ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى تِلْكَ الْحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِمَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَعَلَ يَدْعُوْ عَشَرَةً عَشَرَةً يَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَقُوْلُ لَهُمْ اذْكُرُوااسْمَ اللّٰهِ وَلْيَاْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيْهِ قَالَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا فَخَرَجَتْ طَائِفَةٌ وَّدَخَلَتْ طَائِفَةٌ حَتّٰى اَكَلُوْا كُلُّهُمْ قَالَ لِيْ يَااَنَسُ ارْفَعْ فَرَفَعْتُ فَمَا اَدْرِيْ حِيْنَ وَضَعْتُ كَانَ اَكْثَرَ اَمْ حِيْنَ رَفَعْتُ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نئی نئی شادی ہوئی تھی تو میری ماں ام سلیم نے ارادہ کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجور' گھی اور فروط سے مالیدہ (حلوہ) تیار کروں تو اس نے مالیدہ سا تیار کر کے برتن میں ڈال کر انس کو کہا لے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جا اور کہہ کہ یہ میری ماں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھی کیا ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھوڑا سا تحفہ ہے میں اس کو حضرت کے پاس لے گیا اور میں نے اسی طرح کہا جس طرح میری ماں نے کہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو رکھ دے اور جا فلاں فلاں شخص کو میرے پاس بلا لا آپ نے تین شخصوں کا نام لیا اور فرمایا بلا لا تو جو شخص تجھ کو ملے میں ان تینوں آدمیوں کو بلا لایا اور جو مجھے ملا اس کو بھی۔ میں اچانک لوٹا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تم کتنے تھے اس نے کہا تقریباً تین سو۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حلوے میں اپنا دست مبارک رکھا اور کلام کیا جو اللہ نے چاہا پھر شروع ہوئے کہ دس دس کو بلاتے تھے اور وہ کھاتے تھے اور آپ ان کو فرماتے کہ اللہ کا نام لو اور کھائے ہر شخص اپنے آگے سے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہوگئے وہ جماعت نکلی اور دوسری داخل ہوئی۔ یہاں تک کہ تمام نے کھایا اور مجھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس اس کو اٹھا میں نے اٹھایا مجھے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ جب میں نے رکھا زیادہ تھا یا اب جب کہ اٹھایا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "حیسا" کھجور' گھی اور پنیر ملا کر ایک حلوا نما حریرہ کو "حیس" کہتے ہیں جس کا مختصر نام "مالیدہ" ہے۔ "تور" پتھر کی ہانڈی یا پیالہ "ومن لقیت" یعنی جن کا نام لیا ان کو بھی بلاؤ اور جن سے ملاقات ہوان کو بھی بلاؤ۔ "غاص" یعنی لوگوں سے گھر بھرا ہوا تھا۔ یہ تھوڑا مالیدہ تین سو آدمیوں نے کھایا اور پھر بھی بچ گیا کیونکہ اس میں معجزہ کا ظہور ہوا' مالیدہ کا واقعہ الگ ہے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمہ کا واقعہ الگ ہے یہ مالیدہ دولہا' دولہن کی دعوت تھی جو حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تیار کی تھی۔

اونٹ سے متعلق معجزہ

(۴۵) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَنَا عَلٰی نَاضِحٍ قَدْ عَیِیَ فَلَا یَکَادُ یَسِیْرُ فَتَلَاحَقَ بِیَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَالِبَعِیْرِکَ قُلْتُ قَدْ عَیِیَ فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَزَجَرَہٗ فَدَعَالَہٗ فَمَا زَالَ بَیْنَ یَدَیِ الْاِبِلِ قُدَّامَھَا یَسِیْرُ فَقَالَ لِیْ کَیْفَ تَرٰی بَعِیْرَکَ قُلْتُ بِخَیْرٍ قَدْ اَصَابَتْہُ بَرَکَتُکَ قَالَ اَفَتَبِیْعُنِیْہِ بِوُقِیَّۃٍفَبِعْتُہٗ عَلٰی اَنَّ لِیْ فَقَارَ ظَھْرِہٖ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِیْنَۃَ غَدَوْتُ عَلَیْہِ بِالْبَعِیْرِ فَاَعْطَانِیْ ثَمَنَہٗ وَرَدَّہٗ عَلَیَّ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں اونٹ پر سوار تھا وہ تھک گیا قریب تھا کہ وہ نہ چلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملے فرمایا تیرے اونٹ کو کیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ یہ تھک گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کے پیچھے کھڑے ہوئے ہانکا اور اس کے لیے دعا کی تو وہ باقی تمام اونٹوں کے آگے آگے چلتا تھا پھر مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اپنے اونٹ کو کیا دیکھتا ہے تو میں نے عرض کی اچھی حالت ہے اس کی ایک برکت کی وجہ سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس کو بیچنا چاہتا ہے چالیس درہموں میں میں نے اس کو چالیس درہموں میں اس شرط پر بیچا کہ میں مدینہ تک اس پر سواری کروں گا جب آپ مدینہ پہنچے تو صبح کو میں وہ اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا۔ آپ نے مجھ کو اونٹ کی قیمت دی اور اونٹ بھی مجھ کو واپس کر دیا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''ناضح'' پانی کھینچ کرلانے والے اونٹ کو ناضح کہتے ہیں۔ ''قداعیی'' یعنی چلنے سے عاجز آچکا تھا۔

''فتلاحق'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے آکر مجھ سے ملے ''فتخلف'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کے پیچھے آگئے۔

''فزجرہ'' آواز سے یا لاٹھی سے ہانک دیا۔ ''فقار ظھرہ'' یعنی مدینہ تک مجھے اس پر سوار ہونے کا حق حاصل ہوگا یہ شرط اصول بیع کے خلاف تھی لیکن یہ صلب عقد میں نہیں تھی اس لیے جائز ہوئی یا یہ پہلے کا واقعہ ہے جو منسوخ ہے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس محتاج صحابی کا باعزت طور پر تعاون کرنا چاہتے تھے تو صورۃً بیع کی صورت بنالی حقیقت میں یہ ہبہ تھی۔

غزوۂ تبوک کے موقع کے تین اور معجزے

(۴۶) وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ نِ السَّاعِدِیِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم غَزْوَۃَ تَبُوْکَ فَاَتَیْنَا وَادِیَ الْقُرٰی عَلٰی حَدِیْقَۃٍ لِاَمْرَاَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اخْرُصُوْھَا فَخَرَصْنَاھَا وَخَرَصَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ عَشَرَۃَ اَوْسُقٍ وَقَالَ اَحْصِیْھَا حَتّٰی نَرْجِعَ اِلَیْکِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَانْطَلَقْنَا حَتّٰی قَدِمْنَا تَبُوْکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ سَتَھُبُّ عَلَیْکُمُ اللَّیْلَۃَ رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ فَلَا یَقُمْ فِیْھَا اَحَدٌ فَمَنْ کَانَ لَہٗ بَعِیْرٌ فَلْیَشُدَّ عِقَالَہٗ فَھَبَّتْ رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَحَمَلَتْہُ الرِّیْحُ حَتّٰی اَلْقَتْہُ بِجَبَلَیْ طَیِّءٍ ثُمَّ اَقْبَلْنَا حَتّٰی قَدِمْنَا وَادِیَ الْقُرٰی فَسَاَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَرْاَۃَ عَنْ حَدِیْقَتِھَا کَمْ بَلَغَ ثَمَرُھَا فَقَالَتْ عَشَرَۃَ اَوْسُقٍ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم غزوۂ تبوک میں آنحضرت کے ساتھ نکلے اور ہم وادی قریٰ میں آئے ہم ایک عورت کے باغیچہ سے گذرے آپ نے فرمایا اس کے درختوں کے میوے کا اندازہ کرو۔ ہم نے اندازہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دس وسق اندازہ کیا آپ نے فرمایا اس کو یاد رکھنا یہاں تک کہ پھر کر آویں تیری طرف ان شاء اللہ پھر ہم چلے اور تبوک میں پہنچ گئے آپ نے فرمایا قریب ہے کہ آج رات تم پر سخت ہوا چلے۔ کوئی کھڑا نہ ہو جس کے پاس اونٹ ہے چاہیے کہ اس کی رسی کو مضبوط باندھے۔ سخت ہوا چلی ایک شخص کھڑا ہوا اس ہوا نے اس کو اٹھایا اور طے کے دونوں پہاڑوں کے درمیان پھینک دیا۔ پھر ہم متوجہ ہوئے کہ ہم وادی قریٰ میں اس عورت کے پاس

آئے آپ نے اس عورت سے اس کے باغ کا حال پوچھا کہ اس کا میوہ کتنا ہوا ہے اس نے کہا دس وسق۔ (روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے)

تشریح: ''جبلی طی'' اس سے آجا اور سلمیٰ کے دو پہاڑ مراد ہیں جو قبیلہ طی کے دو مورچے تھے بنو طی کے شاعر نے کہا:

لنا الحصنان من آجاو سلمیٰ وشرقیا هما غیر انتحال

اس حدیث میں دو معجزوں کا ظہور ہوا ایک تو باغ کے پھلوں کے متعلق ان کی مقدار بتانا اور دوسرا رات کے وقت آندھی کا چلنا جس سے ایسی تباہی ہوئی کہ جو سامنے آیا اسے گرا کر اڑا دیا۔

فتح مصر کی پیش گوئی

(۴۷) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّکُمْ سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَھِیَ اَرْضٌ یُّسَمّٰی فِیْھَا الْقِیْرَاطُ فَاِذَا فَتَحْتُمُوْھَا فَاَحْسِنُوْا اِلٰی اَھْلِھَا فَاِنَّ لَھَا ذِمَّۃً وَّرَحِمًا اَوْقَالَ ذِمَّۃً وَّ صِھْرًا فَاِذَا رَاَیْتُمْ رَجُلَیْنِ یَخْتَصِمَانِ فِیْ مَوْضِعِ لَبِنَۃٍ فَاخْرُجْ مِنْھَا قَالَ فَرَاَیْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ شُرَحْبِیْلَ بْنِ حَسَنَۃَ وَاَخَاہُ رَبِیْعَۃَ یَخْتَصِمَانِ فِیْ مَوْضِعِ لَبِنَۃٍ فَخَرَجْتُ مِنْھَا (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تم مصر کو فتح کرو گے اور مصر ایک زمین ہے کہ اس میں قیراط کا چرچا ہے جب تم اس کو فتح کر لو تو اس کے رہنے والے پر احسان کرنا اس لیے کہ ان کے لیے ذمہ ہے اور قرابت ہے یا فرمایا ذمہ اور علاقہ سسرالی کا ہے جب دیکھو تم دو شخصوں کو کہ وہ ایک اینٹ کی جگہ پر جھگڑتے ہیں تو مصر سے نکل جا۔ ابوذر نے کہا میں نے دیکھا عبدالرحمٰن بن شرحبیل بن حسنہ کو اور اس کے بھائی ربیعہ کو کہ وہ ایک اینٹ کی جگہ میں جھگڑتے تھے تو میں مصر سے نکلا۔ (مسلم)

تشریح: ''ستفتحون مصر'' اس پیشگوئی کے مطابق مصر فتح ہوا اور معجزہ کا ظہور ہو گیا' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بڑی مشقتوں کے بعد مصر کو فتح کیا تھا۔ ''فیھا القیراط'' یعنی حرص و لالچ سے بھرا ہوا علاقہ ہے' وہاں مال کی اتنی محبت ہو گی کہ لوگوں کی زبانوں پر قیراط قیراط کی گردان جاری رہے گی۔ ان لوگوں میں مال کی محبت رچ بس گئی ہو گی ہر وقت ہر معاملہ میں بس قیراط قیراط ہی کا تذکرہ ہو گا۔ علامہ طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چونکہ خود مصری ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قیراط سے گالی مراد ہے کیونکہ قیراط کا لفظ بطور گالی استعمال کیا جاتا ہے۔ مصر کے لوگ کہتے ہیں اعطیت فلانا القراریط یعنی میں نے فلاں کو گالی دیدی' مطلب یہ ہوا کہ اس قوم میں گالی گلوچ اور فحش گوئی ہو گی' زبان کی بدزبانی ہو گی' کمینے اور رذیل لوگ ہوں گے۔ اس کمزوری کے باوجود جب تم اس کو فتح کرو گے تو اس میں میرے صلہ اور سسرال کا خیال رکھنا' صلہ تو حضرت ہاجرہ کی وجہ سے ہے اور سسرال ماریہ قبطیہ کی وجہ سے ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں انہیں کے بطن سے ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے۔

''لبنۃ'' اینٹ کو کہتے ہیں یعنی جب ایک اینٹ کے پاس دو آدمی جھگڑتے دیکھو تو وہاں سے بھاگو اس حدیث میں ایک تو مصر کے فتح ہونے کی بات ہے اس میں بھی معجزہ کا ظہور ہوا' دوسری بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھگڑے کی فرمائی وہ بھی ابوذر رضی اللہ عنہ دیکھ لیا اس میں دوسرے معجزہ کا ظہور ہوا' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسی مصر سے ابن سبا نے مدینہ پر چڑھائی کی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ بہر حال مصر اگرچہ ام الدنیا ہے اور اسلام کا قدیم شہر ہے مگر عام فتنے اسی سے پیدا ہوئے ہیں اور پیدا ہوں گے' آج کل مصر امریکہ کا غلام ہے عوام تباہ حال ہیں۔

منافقوں کے عبرتناک انجام کی پیش خبر

(۴۸) وَعَنْ حُذَیْفَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فِیْ اَصْحَابِیْ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ وَفِیْ اُمَّتِیْ. اِثْنَاعَشَرَ مُنَافِقًا لَّا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یَجِدُوْنَ رِیْحَھَا حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ثَمَانِیَۃٌ مِّنْھُمْ تَکْفِیْھِمُ الدُّبَیْلَۃُ سِرَاجٌ مِّنْ نَّارٍ یَّظْھَرُ فِیْ اَکْتَافِھِمْ حَتّٰی تَنْجُمَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ (رواہ مسلم) وَسَنَذْکُرُ حَدِیْثَ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ لَاُعْطِیَنَّ ھٰذِہِ الرَّایَۃَ غَدًا فِیْ مَنَاقِبِ عَلِیٍّ وَحَدِیْثَ جَابِرٍ مَنْ یَّصْعَدُ الثَّنِیَّۃَ فِیْ جَامِعِ الْمَنَاقِبِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی.

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا میرے صحابیوں میں ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں بارہ منافق ہیں کہ نہ داخل ہوں گے جنت میں اور نہ جنت کی بو پاویں گے۔ حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گذرے۔ ان میں سے آٹھ کو ہلاک کرے گا دبیلہ شعلہ آگ کا جوان کے مونڈھوں میں ظاہر ہوگا یہاں تک کہ اس کی حرارت کا اثر ان کے سینوں میں نمودار ہوگا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے سہل بن سعد کی حدیث بیان کریں گے اس کے لفظ یہ ہیں **لا عطین هذه الرية غداً** مناقب علی رضی اللہ عنہ میں اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی جس کے لفظ یہ ہیں **من يصعد الثنية** جامع المناقب میں اگر اللہ نے چاہا۔

تشریح: "اثنا عشر منافقا" غزوۂ تبوک سے واپسی پر بارہ منافقین نے رات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لیے کمین لگائی تھی یہ اشارہ انہیں کی طرف ہے۔ "الدبيلة" یہ ایک زہریلا پھوڑا ہے جس کو سرخ بادہ اور لمبہ کہتے ہیں۔ "سراج من نار" یہ دبیلہ کی تفسیر و تعارف ہے یعنی آگ کے شعلے کے طرح ہوگا کندھوں پر ظاہر ہوگا۔ "تنجم" نجم ظهور کے معنی میں ہے یعنی سینہ میں جا کر ظاہر ہو جائے گا۔ بہرحال یہ ایک طاعونی پھوڑا ہے جو ایک آفت وہلاکت ہے اس کو انگریزی میں پلیگ کہتے ہیں یہ پیشگوئی جس طرح کی گئی اس طرح واقعہ پیش آیا اور معجزہ کا ظہور ہوگیا۔

الفصل الثانی .... بحیرا راہب کا واقعہ

(۴۹) عن ابی موسی قال خرج ابو طالب الی الشام وخرج معه النبی صلی الله علیه وسلم فی اشیاخ من قریش فلما اشرفوا علی الراهب هبطوا فحلوا رجالهم فخرج الیهم الراهب وکانوا قبل ذلک یمرون به فلا یخرج الیهم ال فهمیحلون رحالهم فجعل یتاخلهم الرهب حتی جاء فاخذ بید رسول الله صلی الله علیه وسلم قال هذا سید العلمین هذا رسول رب العلمین یبعثه رحمة للعلمین فقال له اشیاخ من قریش ماعلمک فقال انکم حین اشرفتم من العقبة لم یبق شجر ولا حجر الا خرساجدا ولا یسجد ان الا لنبی وانی اعرفه بخاتم النبوة افسل من عضروف کتفه مثل التفاحة ثم رجع فصنع لهم طعام فلما اتاهم به وکان هو فی رعیة الابل فقال ارسلوا الیه فاقبل وعلیه غمامة تظله فلما دنامن القوموجدهم قد سبقوه الی فی شجرة فلما جلس مال فی الشجرة علیه فقال انظرو الی فی الشجرة من علیه فقال انشدکم الله ایکم ولیه قالوا ابوطالب فلم یزل یناشده حتی رده ابو طالب وبعث معه ابوبکر بلالا وزوده الراهب من الکعک والزیت. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطالب نکلے طرف شام کی ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی نکلے قریش کے شیخوں کے درمیان جب راہب پر وارد ہوئے اترے اور اپنے کجاوے کھولتے تھے اور راہب ان میں کسی کو تلاش کرتا تھا یہاں تک کہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو پکڑا اور کہنے لگا یہ جہانوں کا سردار ہے اور یہ رب العلمین کا رسول ہے کہ اس کو اللہ جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گا قریش کے بعض راہبوں نے کہا تجھ کو کیسے معلوم ہوا۔ راہب نے کہا کہ جب تم دونوں پہاڑوں کے درمیان سے گذرے تو درختوں اور پتھروں نے سجدہ کیا۔ پیغمبر کے سوا کسی کو درخت اور پتھر سجدہ نہیں کرتے اور میں اس کو نبوت کی مہر کی وجہ سے بھی جانتا ہوں کہ وہ اس کے شانہ کی ہڈی کے نیچے ہے سیب کی مانند۔ تو راہب نے قافلہ کے لیے کھانا تیار کیا جب راہب کھانا لایا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ چرانے والوں میں تھے راہب نے قریش سے کہا کہ کسی کو اس کی طرف بھیجو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل سایہ کیے ہوئے تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے نزدیک ہوئے تو قوم کو پایا کہ وہ درخت کے سایہ میں جا چکے تھے۔ جب آپ بیٹھے تو اس درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک آیا۔ راہب نے کہا درخت کے سایہ کی طرف دیکھو کہ وہ آپ پر جھک آیا ہے۔ راہب نے کہا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ اس کا ولی کون ہے لوگوں نے کہا ابوطالب ابوطالب کو راہب بہت دیر تک قسم دیتا رہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کی طرف واپس بھیج دو۔ یہاں تک کہ ابوطالب نے حضرت کو مکہ کی طرف بھیج دیا اور حضرت کے

ساتھ ابوبکر نے بلال کو بھیجا اور کچھ توشہ ان کے ساتھ کر دیا راہب نے موٹی روٹی اور روغن زیت۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''اشرفوا'' اشراف ظاہر ہونے اور نمودار ہونے کو کہتے ہیں یعنی قریش کا قافلہ جب بحیرا راہب کے سامنے آیا تو وہیں پر اتر گیا اور کجاووں کو کھولا۔ ''یتخللهم'' یعنی راہب اس قافلہ کے بیچ میں گھوم رہا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر رہا تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت تیرہ سال کی تھی۔ ''غضروف'' کچی اور کیری ہڈی کو کہتے ہیں۔ ''مثل تفاحة'' یہ ایک تمثیل ہے' ایک نظیر ہے' حقیقی کلام نہیں ہے یعنی خاتم نبوت کا حجم چھوٹے سیب جیسے تھا۔ ''ابوبکر بلالا'' یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس مکہ روانہ کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال چھوٹے ہیں اس وقت حضرت ابوبکر گیارہ سال کے تھے اور حضرت بلال تو شاید پیدا بھی نہیں ہوئے ہوں گے تو بھیجنے بھجوانے کی بات کا کیا مطلب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ باقی حدیث صحیح ہے صرف یہ جملہ کسی راوی کی طرف سے مدرج ہے جو مقبول نہیں ہے اس حدیث اور واقعہ سے مستقبل کا معجزہ تو ثابت ہو سکتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے مگر فی الحال جو خارق عادت امور پیش آئے ہیں یہ ارہاصات کے قبیل سے ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے' آنے والی روایت نمبر 50 میں بھی ارہاص کا ذکر ہے۔ ''الکعک'' کیک اور ڈبل روٹی کو کعک کہتے ہیں۔

درخت اور پتھر کے سلام کرنے کا معجزہ

(۵۰) وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم بِمَکَّةَ فَخَرَجْنَا بَعْضِ نَوَاحِیْهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهٗ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ اِلَّا وَهُوَ یَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ (راوه الترمذی ولادرای)

ترجمہ: حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ہم مکہ کے گرد و نواح میں نکلے آپ کے سامنے کوئی پتھر یا شجر وغیرہ نہ آتا تھا مگر وہ السلام علیک یا رسول اللہ کہتا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے)

براق کے متعلق معجزہ

(۵۱) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم اُتِیَ بِالْبُرَاقِ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ مُلْجَمًا مُسْرَجًا فَاسْتَصْعَبَ عَلَیْهِ فَقَالَ لَهٗ جِبْرَئِیْلُ اَبِمُحَمَّدٍ تَفْعَلُ هٰذَا فَمَا رَکِبَکَ اَحَدٌ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰهِ مِنْهُ قَالَ فَارْفَضَّ عَرَقًا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسراء کی رات براق کے پاس لائے گئے۔ لگام دیا ہوا زین کسا ہوا براق نے شوخی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ جبریل نے اس کو کہا کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر شوخی کرتا ہے۔ ان سے زیادہ عزت والا تجھ پر کبھی سوار نہیں ہوا۔ راوی نے کہا براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

معراج سے متعلق ایک اور معجزہ

(۵۲) وَعَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَنْتَهَیْنَا اِلَی بَیْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ جِبْرَئِیْلُ بِاِصْبَعِهٖ فَخَرَقَ بِهَا الْحَجَرَ فَشَدَّبِهٖ الْبُرَاقَ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہم بیت المقدس کی طرف پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا اور اس اشارہ سے پتھر میں سوراخ کیا اس کے ساتھ براق کو باندھا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''فخرق'' چونکہ سوراخ مٹی کی وجہ سے بند ہو چکا تھا اس لیے اس کو کھولنا پڑا' اگر حضرت جبرئیل نے اشارہ سے سوراخ کھولا ہو تو یہ ایک معجزہ تھا جس کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو سکتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اب اس جگہ پیتل کا ایک کڑا ہے اور یہ جگہ مسجد اقصی میں بائیں طرف واقعہ ہے اب یہ جگہ زمین دوز ہے اندھیرا ہوتا ہے روشنی کر کے نفل پڑھی جاتی ہیں اس پر اسرائیل کا کنٹرول ہے مسجد کا انتظام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔

اونٹ کی شکایت، درخت کے سلام اور اثرات بد سے نجات کا معجزہ

(۵۳) وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مَرَّةَ الثَّقَفِيِّ قَالَ ثَلٰثَةُ اَشْيَآءَ رَاَيْتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَيْنَا نَحْنُ نَسِيْرُ مَعَهُ اِذْمَرَرْنَا بِبَعِيْرٍ يُسْنٰى عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰهُ الْبَعِيْرُ جَر جَرفوضع جرانه فوقف عليه النبى صلى الله عليه وسلم فقال اين صاحب هذا البعير فَجَاءَ هُ فَقَالَ بَعْنِيْهِ فَقَالَ بَلْ نَهَبُهُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّهُ لِاَهْلِ بَيْتٍ مَالَهُمْ مُعِيْشَةٌ غَيْرُهُ قَالَ اَمَّا اِذَا ذَكَرْتَ هٰذَا مِنْ اَمْرِهٖ فَاِنَّهُ شَكٰى كَثْرَةَ الْعَمَلِ وَقِلَّةَ الْعَلَف فَاَحْسِنُوْا اِلَيْهِ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى نَزَلْنَا مَنْزِلًا فَنَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَجَاءَ تْ شَجَرَةٌ تَشُقُّ الْاَرْض حَتّٰى غَشِيَتْهُ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَكَانِهَا فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ هِيَ شَجَرَةٌ اسْتَاذَنَتْ رَبَّهَا فِي اَنْ تُسَلِّم عَلٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَاَذِنَ لَهَا قَالَ ثُمَّ سِرْنَا فَمَرَرْنَا بِمَآءٍ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ بِابْنٍ لَهَا بِهٖ جِنَّةٌ فَاَخَذَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِمَنْخَرِهٖ ثُمَّ قَالَ اخْرُجْ فَاِنِّي مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ سِرْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مَرَرْنَا بِذٰلِكَ الْمَآءِ فَسَاَلَهَا عَنِ الصَّبِيِّ فَقَالَتْ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَارَاَيْنَا مِنْهُ رَيْبًا بَعْدَكَ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ

ترجمہ: حضرت یعلیٰ بن مرہ ثقفی سے روایت ہے کہ تین چیزیں دیکھیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت کہ چلے جاتے تھے ہم حضرت کے ساتھ۔ ایک اونٹ پر ہمارا گذر ہوا کہ اس سے پانی کھینچا جاتا تھا۔ جب اونٹ نے آنحضرت کو دیکھا تو آواز کی اور گردن رکھ دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس ٹھہر گئے۔ فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے اس کا مالک حضرت کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کو میرے ہاتھ بیچ دے اس نے کہا اس کو میں نے آپ کے لیے بخش دیا اور حال یہ ہے کہ یہ اونٹ ایسے گھر والوں کا ہے کہ ان کے لیے اس کے سوا کوئی ذریعہ معاش نہیں تو حضرت نے فرمایا ادھر حال یہ بیان کرتا ہے مگر اونٹ نے گلہ کیا ہے کہ کام زیادہ لیتے ہیں اور خوراک کم دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے بھلائی کر پھر ہم چلے یہاں تک کہ ہم ایک منزل پر اترے آپ نے آرام کیا ایک درخت زمین کو پھاڑتا ہوا آیا یہاں تک کہ ڈھانک لیا اس درخت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر واپس چلا گیا اپنی جگہ پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو میں نے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اس نے اپنے رب سے اذن مانگا تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرے اللہ تعالیٰ نے اذن دے دیا کہا راوی نے ہم پھر چلے اور پانی پر گذرے تو ایک عورت اپنے بیٹے کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی کہ اس کو جنون ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ناک پکڑی اور فرمایا باہر نکل تحقیق میں محمد ہوں اللہ کا رسول پھر چلے تو ہم واپس اسی پانی پر آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے لڑکے کی حالت دریافت فرمائی اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کچھ تکلیف نہیں دیکھی۔ (روایت کیا اس کو بغوی نے شرح السنہ میں)

تشریح: ''یسنی'' یعنی اس اونٹ سے پانی کھینچ کرلانے کا کام لیا جاتا تھا۔ ''جر جر'' اونٹ کے بڑبڑانے کو کہتے ہیں۔ ''جرانہ'' گردن کو جران کہتے ہیں۔ ''لاھل بیت'' اس سے اس شخص نے اپنا گھرانہ مراد لیا ہے گویا اس نے فروخت نہ کرنے کی وجہ کی طرف خفیف اشارہ کیا۔ چونکہ اس اونٹ سے متعلق معجزہ کا ظہور ہوا تھا اس لیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارک سمجھ کر خریدنے کا ارادہ کرلیا۔ ''اما ذکرت'' یعنی تم نے جو وجہ بیان کی ہے وہ معقول ہے اسے فروخت مت کرو لیکن اونٹ نے شکایت کی ہے کہ کام زیادہ ہے چارہ کم ہے لہٰذا کام کم لو چارہ زیادہ ڈالا کرو۔

''تشق الارض'' یعنی زمین کو چیرتا ہوا درخت آ گیا۔ سلام کیا پھر چلا گیا علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ میں فرمایا:

جآء ت لدعوته الاشیجار ساجدة تمشی الیه علی ساق بلا قدم

''بمنخرہ'' یعنی ناک کے بانسہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجنون کو پکڑا اور جنی کو حکم دیا کہ نکل جاؤ۔ ''ریبا'' یعنی اس علاج کے بعد ہم نے اس لڑکے میں تشویش کی کوئی بات نہیں دیکھی۔ اس حدیث میں پہلا معجزہ اونٹ سے متعلق ظاہر ہوا' دوسرا درخت سے اور تیسرا مجنون لڑکے سے متعلق ظاہر ہوا تو کل تین معجزات کا ظہور ہوا جس کا بیان اس حدیث میں آ گیا۔

ایک اور لڑکے کے شیطانی اثر سے نجات پانے کا معجزہ

(۵۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ مْرَاَةً جَآءَ تْ بِابْنٍ لَهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ان ابنی به جنون وانه لیا خذه عن غدائنا وعشائنا فمسح رسول الله صلی الله علیه وسلم صدره وَدَعَا فَثَعَّ ثَعَّةً وَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ مِثْلَ الْجِرْوِ الْاَسْوَدِ یَسْعٰی (رواه الدرامی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی اور کہا اے اللہ کے رسول میرے بیٹے کو جنون ہے اور یہ صبح وشام کھانے کے وقت شروع ہوتا ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ مبارک اس کے سینے پر پھیرا اور دعا کی تو اس لڑکے نے قے کی قے کا کرنا تھا تو کالے پلے کتے کی طرح اس کے پیٹ سے کچھ خارج ہوا اور وہ دوڑتا تھا۔ (دارمی)

تشریح: ''به جنون'' اس لڑکے کو جنون کے دورے پڑتے تھے ایسا لگتا تھا جیسے مرگی کے دورے ہوں۔ ''غدائنا'' صبح کے کھانے کے وقت۔ ''عشائنا'' شام کے کھانے کے وقت یعنی صبح وشام اس کو جنون کا دورہ پڑتا ہے یا صبح کے کھانے کے وقت اور شام کے کھانے کے وقت دورہ شروع ہوجاتا ہے۔ ''فثع ثعة'' ای قاء قئیة اس لڑکے نے قے کر لی۔ ''الجرو'' کتے کے بچے کو کہتے ہیں یعنی قے کے ذریعہ سے اس لڑکے کے منہ سے کالا پلا باہر نکل آیا' یہی اس لڑکے کی بیماری تھی۔ اس واقعہ میں بڑے معجزے کا ظہور ہوگیا۔

درخت کا معجزہ

(۵۵) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ جِبْرَئِیْلُ اِلَی النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم وَهُوَ جَالِسٌ حَزِیْنٌ قَدْ تَخَضَّبَ بِالدَّمِ مِنْ فِعْلِ اَهْلِ مَكَّةَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ تُحِبُّ اَنْ نُرِیَکَ اٰیَةً قَالَ نَعَمْ فَنَظَرَ اِلٰی شَجَرَةٍ مِّنْ وَّرَائِهٖ فَقَالَ ادْعُ بِهَا فَدَعَا بِهَا فَجَآءَ تْ فَقَامَتْ بَیْنَ یَدَیْهِ فَقَالَ مُرْهَا فَلْتَرْجِعْ فَاَمَرَهَا فَرَجَعَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَسْبِیْ حَسْبِیْ (رواه الدرامی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین بیٹھے ہوئے تھے اس حال میں کہ آپ خون کی وجہ سے رنگین ہو رہے تھے جو کہ اہل مکہ نے کیا۔ جبریل نے کہا کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم معجزہ دکھاؤں آپ نے فرمایا ہاں تو جبریل علیہ السلام نے ایک درخت کی طرف دیکھا اپنے پیچھے سے اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں۔ آپ نے بلایا تو وہ آیا اور حضرت کے سامنے کھڑا رہا۔ جبریل نے کہا کہ اس کو جانے کا حکم کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا تو وہ پھر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافی ہے مجھ کو کافی ہے مجھ کو۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

تشریح: ''تخضب'' خون سے رنگین ہونے کو کہتے ہیں۔ ''اهل مکه'' اہل مکہ سے کفار قریش مراد ہیں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ احد کے موقع پر خون میں رنگین کیا تھا' علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر تلوار کے ستر وار کفار نے کیے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی' اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غمگین بیٹھے تھے کہ اتنے میں جبرئیل امین اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی دینے کے لیے آئے اور فرمایا کہ اس درخت کو بلا لیجئے چنانچہ آپ نے بلالیا تو درخت آپ کی طرف آ گیا پھر واپس جانے کو کہا تو واپس چلا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس بس کافی ہے تسلی ہوگئی' اس واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ظہور ہوگیا۔ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں:

جآء ت لدعوته الاشیجار ساجدة تمشی الیه علی ساق بلا قدم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی کیکر کے درخت کی زبانی

(۵۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم فِیْ سَفَرٍ فَاَقْبَلَ اَعْرَابِیٌّ فَلَمَّادَنَا قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صلی اللہ علیہ وسلم تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ قَالَ وَمَنْ يَّشْهَدُ عَلٰى مَا تَقُوْلُ قَالَ هٰذِهِ السَّلَمَةُ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِي فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلَاثًا فَشَهِدَتْ ثَلَاثًا اَنَّهٗ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَنْبَتِهَا (رواه الدرامی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ایک اعرابی آیا جب وہ قریب ہوا آپ نے اس کو فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔اعرابی نے کہا کون گواہی دیتا ہے اس بات پر جو تم کہتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیکر کا درخت پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور آپ نالے کے کنارے پر تھے وہ درخت زمین پھاڑتا ہوا آیا اور حضرت کے روبرو کھڑا ہوا تو آپ نے اس سے گواہی طلب کی تین بار تو درخت نے تین بار گواہی دی جس طرح کہ حضرت فرماتے پھر وہ اپنے اُگنے کی جگہ پھر گیا۔(روایت کیا اس کو دارمی نے)

تشریح: ''من یشھد'' یعنی بطور معجزہ اور بطور خرق عادت کون سی چیز آپ کی نبوت کی گواہی دیتی ہے؟ ''ھذہ السلمة'' جس درخت کے پتوں کو قرظ کہتے ہیں جس سے کھال کی دباغت کا کام لیا جاتا ہے۔اسی درخت کا نام سلمہ ہے اس کا ترجمہ جھاؤ کے درخت سے بھی کیا جا سکتا ہے اور کیکر سے بھی کیا جا سکتا ہے۔''شاطی'' کنارہ کو کہتے ہیں۔''تخد'' زمین کو چیر کر خندق بنا کر آنے کو کہتے ہیں۔''فاستشھد'' یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے گواہی طلب فرمائی۔درخت نے تین بار گواہی دی اور واپس چلا گیا اور معجزہ کا ظہور ہو گیا۔

جآء ت لدعوته الاشجار ساجدة تمشی الیه علی ساق بلا قدم

کھجور کے خوشہ کی گواہی

(۵۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بِمَا اَعْرِفُ اَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ اِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ يَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِيُّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ صَحَّحَهٗ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کس دلیل سے آپ کی نبوت کو جانوں آپ نے فرمایا اس دلیل سے کہ میں ایک خوشہ کو کھجور سے بلاؤں اور وہ گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر آپ نے اس خوشہ کھجور کو بلایا تو وہ خوشہ اترنے لگا۔یہاں تک کہ وہ زمین پر گرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔پھر حضرت نے فرمایا چلا جا تو وہ چلا گیا تو وہ اعرابی اسلام لے آیا۔روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس کو صحیح کہا ہے۔

بھیڑیئے کے بولنے کا معجزہ

(۵۸) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ ذِئْبٌ اِلٰى رَاعِي غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِيْ حَتّٰى انْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰى تَلٍّ فَاَقْعٰى وَاسْتَثْفَرَ وَقَالَ قَدْ عَمَدْتُ اِلٰى رِزْقٍ رَزَقَنِيْهِ اللّٰهُ اَخَذْتُهٗ ثُمَّ انْتَزَعْتَهٗ مِنِّيْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِي النَّخَلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ فَقَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَهُوْدِيًا فَجَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَخْبَرَهٗ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّهَا اَمَارَاتٌ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ قَدْ اَوْشَكَ الرَّجُلُ اَنْ يَّخْرُجَ فَلَا يَرْجِعُ حَتّٰى يُحَدِّثَهٗ نَعْلَاهُ وَسَوْطُهٗ بِمَا اَحْدَثَ اَهْلُهٗ بَعْدَهٗ (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے چرواہے کی طرف آیا اس نے ایک بکری اس ریوڑ سے لی تو اس چرواہے نے بھیڑیئے کو ڈھونڈا یہاں تک کہ چرواہے نے بکری کو بھیڑیئے کے منہ سے چھڑا لیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا بھیڑیا

ایک ٹیلے پر چڑھا وہاں بھیڑیئے کی طرح بیٹھ گیا اپنی دم دونوں پاؤں میں داخل کی بھیڑیئے نے کہا کہ میں نے رزق کا قصد کیا جو اللہ نے مجھ کو دیا کہ میں نے اس کو پکڑا مگر تو نے وہ چھڑوالیا اس شخص نے کہا اللہ کی قسم آج جیسی عجیب بات میں نے کبھی نہیں دیکھی کہ بھیڑیا کلام کرتا ہے بھیڑیئے نے کہا اس سے عجیب بات ایک اور ہے۔ کہ ایک آدمی کھجور کے درختوں کے درمیان واقع ہے جو ہو چکی اور ہونے والی باتوں کی خبر دیتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ آدمی یہودی تھا وہ نبی علیہ السلام کے پاس آیا اور بھیڑیئے کے واقعہ کی خبر دی اور اسلام لایا اور تصدیق کی اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قیامت سے پہلے کی نشانیاں ہیں قریب ہے کہ آدمی نکلے اپنے گھر سے اور نہ واپس لوٹے حتیٰ کہ اس کی جوتی اور اس کا کوڑا خبر دے جو اس کے گھر والوں نے اس کے بعد کیا۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

تشریح: ''راعی غنم'' یہ چرواہا یہودی تھا۔ ''تل'' یہ مفرد ہے اس کی جمع تلول ہے ٹیلہ اور بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ ''فاقعی'' کتا وغیرہ درندے جب اپنی دبر پر بیٹھتے ہیں اس کو اقعاء کہتے ہیں نماز میں اس طرح بیٹھنا منع ہے۔ ''و استثفر'' کتے وغیرہ درندوں کی عادت ہے کہ جب دبر پر بیٹھتے ہیں تو دم دبر کے نیچے دبا کر سامنے کی طرف سے نکال کر ٹانگوں کے درمیان کر دیتے ہیں یہی استثفار ہے۔ ''فقال الذئب'' بھیڑیئے کے اس کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھیڑیا نبی ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔ ''النخلات'' مدینہ منورہ کا نخلستان مراد ہے۔ ''الحرتین'' مدینہ منورہ کے دو نگستان کے اطراف کی طرف اشارہ ہے ای ارض ذات حجارۃ سود. "بما مضی" ای بما سبق من خبر الاولین ممن قبلکم قرآن عظیم کے واقعات و قصص کے ذریعہ سے آنحضرت نے سابق اقوام کے احوال امت کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ ''بما ہو کائن'' یعنی آنے والے لوگوں کے احوال اور آخرت کے احوال بذریعہ قرآن اور بذریعہ معجزات سب بتا دیئے جب وحی کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تو وہ علم غیب نہیں رہا۔ ایک طرف قرآن کے علوم ہیں جس میں علم غیب کی مخلوق سے نفی کی گئی ہے دوسری طرف بھیڑیئے کی مجمل بات ہے اب بریلوی حضرات انتخاب کریں کہ بھیڑیئے کی مجمل بات لیتے ہیں یا قرآن و حدیث کی مفصل بات لیتے ہیں۔

برکت کہاں سے آتی تھی

(۵۹) وَعَنْ اَبِی الْعَلَاءِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم نَتَدَاوَلُ مِنْ قَصْعَةٍ مِنْ غُدْوَةٍ حَتَّى اللَّيْلِ يَقُوْمُ عَشْرَةٌ وَيَقْعُدُ عَشْرَةٌ قُلْنَا فَمَا كَانَتْ تُمَدُّ قَالَ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ تَعْجَبُ مَا كَانَتْ تُمَدُّ اِلَّا مِنْ هٰهُنَا وَ اَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى السَّمَآءِ (رواه الترمذی و الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابو العلاء رضی اللہ عنہ سمرہ بن جندب سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک بڑے پیالہ میں ہم باری باری صبح سے شام تک کھاتے دس کھا کر اٹھتے اور دس کھانے کے لیے بیٹھ جاتے ہم نے کہا کیا چیز تھی کہ پیالہ مدد کیا جاتا تھا اس سے سمرہ نے کہا تو کس چیز سے تعجب کرتا ہے۔ مدد نہیں کیا جاتا تھا مگر اس جگہ سے اور اشارہ کیا اپنے ہاتھ کے ساتھ طرف آسمان کی۔ (ترمذی اور دارمی)

تشریح: ''نتداول'' گھمانے پھرانے کے معنی میں ہے مگر یہاں مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ صبح سے شام تک ایک کاسہ کے گرد جمع ہوتے تھے دس آدمی کھا کر اٹھ جاتے تو دس اور آ جاتے یہ تداول ہے اس پر ایک تابعی نے سوال کیا کہ یہ مزید کھانا کہاں سے آتا تھا۔ ''تمد'' اسی مدد اور اضافہ کے معنی میں ہے صحابی نے جواب دیا کہ آسمان سے آتا تھا کیونکہ وفی السمآء رزقکم وعدہ ہے۔ راجح یہی ہے کہ یہ سوال و جواب صحابی و تابعی کے درمیان ہوا ہے چونکہ یہ واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا اس لیے یہ معجزہ قرار پایا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کا ظہور ہوا۔

جنگ بدر میں قبولیت دعا کا معجزہ

(۶۰) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم خَرَجَ يَوْمَ بَدْرٍ فِی ثَلٰثِمَآئَةٍ وَ خَمْسَةَ عَشَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَاَشْبِعْهُمْ فَفَتَحَ اللّٰهُ لَهٗ فَانْقَلَبُوْا وَ مَامِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا

وَقَدْرَجَعَ بِجَمَلٍ اَوْجَمَلَيْنِ وَاكْتَسَوْا وَشَبِعُوْا (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے دن تین سو پندرہ آدمیوں کے ساتھ نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی خدایا یہ ننگے پاؤں ہیں ان کو سواری دے اے اللہ یہ ننگے بدن ہیں ان کو لباس دے یا الٰہی یہ بھوکے ہیں ان کو سیر کر اللہ نے فتح دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فتح بدر سے واپس لوٹے تو یہ حال تھا کہ ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس ایک اونٹ یا دو اونٹ نہ ہوں اور کپڑے پہنے اور خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: مطلب یہ کہ ہزیمت خوردہ دشمن کے جو اونٹ، کپڑے اور غذائی سامان مال غنیمت کے طور پر اسلامی لشکر کے ہاتھ لگا۔ اس کی وجہ سے ان مجاہدین کو اونٹ بھی مل گئے، کپڑے بھی ملے اور شکم سیری بھی ہوگئی، پس آنحضرت کی ایک ایک دعا قبول ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا کا قبول ہونا خصوصاً اتنی جلدی اور اتنے مکمل طور پر قبول ہونا خارق عادت (یعنی معجزہ وکرامت) کے قبیل سے ہے اور یہ نتیجہ تھا اس صبر کا جس کا مظاہرہ اللہ کی راہ میں پیش آنے والی تمام صعوبتوں اور پریشانیوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مجاہدین اسلام کی طرف سے ہوا، جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے "ان الصبر علی ما یکرہ فیہ خیرا کثیرا۔" (ناگوار اور پریشان کن امور پر صبر کرنا درحقیقت بہت ساری بھلائیوں اور فائدوں کا استحقاق حاصل کرنا ہے) نیز اس صبر کا یہ تو وہ فوری ثمرہ تھا، جو اس دنیا میں ملا اصل ثمرہ تو باقی ہی رہا، جو آخرت میں ملے گا۔ والاخرۃ خیر و ابقیٰ۔

ایک خوشخبری ایک ہدایت

(۶۱) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّكُمْ مَنْصُوْرُوْنَ وَ مُصِيْبُوْنَ وَ مَفْتُوْحٌ لَكُمْ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تم مدد کیے جاؤ گے اور تم غنیمت پاؤ گے اور فتح تمہاری ہوگی جو تم میں سے یہ پاوے گا یہ چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور حکم کرے بھلائی کے ساتھ اور بری بات سے منع کرے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "منصورون" یعنی تمہیں فتوحات ملیں گی۔ "مصیبون" پہنچنے اور حاصل کرنے کے معنی میں ہے یعنی اموال وغنائم ملیں گے لہٰذا تم خدا کو نہ بھولنا اور امر بالمعروف یعنی جہاد کرتے رہنا، جہاد نہ چھوڑنا۔ امر بالمعروف کی تفسیر شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور فخر الدین رازی اور علامہ جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیروں میں جہاد سے کی ہے۔ یعنی فتوحات اور غنائم حاصل ہونے کے بعد تم امر بالمعروف کو نہ بھولنا کیونکہ فتوحات کا منشاء معروف کو عام کرنا اور منکر کو ختم کرنا ہے شاعر کہتا ہے:

جنگ شاہان فتنہ و غارت گری است ۔۔۔ جنگ مؤمن سنتِ پیغمبری است

زہر آلود گوشت کی طرف سے آگاہی کا معجزہ

(۶۲) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً مِنْ اَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ اَهْدَتْهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الذِّرَاعَ فَاَكَلَ مِنْهَا وَاَكَلَ رَهْطٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِرْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْسَلَ اِلَى الْيَهُوْدِيَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ سَمَمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ قَالَ اَخْبَرَتْنِىْ هٰذِهٖ فِىْ يَدِىْ لِلذِّرَاعِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ اِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَنْ تَضُرَّهٗ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اِسْتَرَحْنَا مِنْهُ فَعَفَا عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَمْ يُعَاقِبْهَا وَتُوُفِّىَ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ اَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَاحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى كَاهِلِهٖ مِنْ اَجْلِ الَّذِىْ اَكَلَ مِنَ الشَّاةِ حَجَمَهٗ اَبُوْهِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةِ وَهُوَ مَوْلًى لِبَنِىْ بَيَاضَةَ مِنَ الْاَنْصَارِ (ابوداؤد و الدارمی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک یہودی عورت جو اہل خیبر سے تھی اس نے بھونی ہوئی بکری میں زہر ملا دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تحفہ لے آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پنجہ لیا اور کھایا ایک جماعت نے بھی کھایا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہاتھوں کو اٹھالو اور یہودیہ کو بلایا فرمایا کہ تو نے اس بکری میں زہر ملایا تھا کہنے لگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے خبر دی آپ نے فرمایا کہ جو میرے ہاتھ میں ہے اس نے خبر دی۔ کہا ہاں میں نے کہا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں تو یہ زہر آلودہ بکری کا گوشت آپ کو ضرر نہیں پہنچائے گا اگر نبی نہیں تو ہم اس سے آرام حاصل کریں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے درگذر کیا اس کو سزا نہ دی جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے کھایا تھا وہ شہید ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اپنے مونڈھوں کے درمیان یہ اس گوشت کے سبب تھا کہ آپ نے زہر آلودہ بکری سے کھایا تھا اور پچھنے لگائے ابو ہند نے شاخ اور چوڑی چھری کے ساتھ۔ وہ غلام تھا بنی بیاضہ کا آزاد کردہ یہ قبیلہ ہے انصار کا۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور دارمی نے)

تشریح: "ان یھودیة" اس عورت کا نام زینب بنت حارث تھا یہ مشہور پہلوان مرحب کی بہن تھی، یہ خیبر کی ایک یہودی عورت تھی۔ "مصلیة" آگ پر بھنے ہوئے گوشت کو کہتے ہیں۔ "فعفا عنھا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو معاف کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ بعض روایات میں اس عورت کے قتل کرنے کا ذکر ملتا ہے یہ تعارض ہے! تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو معاف کر دیا لیکن جب حضرت بشر بن علاء رضی اللہ عنہ اس زہر کے کھانے سے شہید ہو گئے تو پھر قصاصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو قتل کروایا۔ "احتجم" یعنی زہر کا اثر ختم کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مونڈھوں کے درمیان سینگیاں کھچوائیں۔ "القرن" سینگی کھچوانے کے لیے جس سینگ کو استعمال کیا جاتا ہے اسی کو القرن کہا گیا۔ "الشفرة" وہ چھری جو خون نکالنے کے لیے زخم لگانے میں استعمال ہوئی "ابو ھند" بنو بیاضہ خاندان کے آزاد کردہ غلام تھے۔

غزوہ حنین میں فتح کی پیش گوئی کا ذکر

(۶۳) وعن سھل بن الحنظلیة انھم ساروا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین فاطنبوا الشیر حتی کان عشیة فجاء فارس فقال یا رسول اللہ انی طلعت علی جبل کذا وکذا فاذا انابھوازنن علی بکرة ابیھم بظعنھم ونعمھم اجتمعو الی حنین فتبسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قال تلک غنیمة المسلمین غدا ان شاء اللہ ثم قال من یحرسنا اللیلة قال انس بن ابی مرثد الغنوی انا یا رسول اللہ قال ارکب فرکب فرسالہ فقال استقبل ھذا الشعب حتی تکون فی اعلاہ فلما اصبحنا خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی مصلاہ فرکع رکعتین ثم قال ھل حسستم فارسکم فقال رجل یا رسول للہ ماحسبنا فثوب بالصلوة فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یصلی یلتفت الی الشعب حیت اذقضی الصلوة قال ابشروا فقد جاء فارسکم فجعلنا ننظر الی خلال الشجر فی الشعب فاذ ھو قد جاء حتی وقف علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی انطلقت حتی کنت فی اعلی ھذا الشعب حیث امرنی رسول اللہ صلی علیہ وسلم فلما اصبحت طلعت الشعبین کلیھما فلم ار احدا فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل نزلت اللیلة قال لا الا مصلیا اوقاضی حاجة قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا علیک ان لا تعمل بعدھا (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت سہل بن حنظلیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم چلے حنین کے دن بہت لمبا سفر کیا کہ رات کا وقت ہو گیا ایک سوار آیا اور عرض کی اے اللہ کے رسول میں فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھا کہ میں نے دیکھا ہوازن قبیلہ کو کہ وہ بہت بڑا ہے اور وہ اپنے باپ کے اونٹ پر اپنی عورتوں اور جانوروں کے ساتھ حنین میں جمع ہیں آپ نے مسکرا کر فرمایا یہ کل کو مسلمانوں کا مال غنیمت ہوگا اگر اللہ نے چاہا پھر فرمایا آج رات ہماری حفاظت کون کرے گا انس بن ابی مرثد غنوی نے کہا میں اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا سوار ہو تو وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پہاڑ پر چڑھ کر اس راہ کی طرف متوجہ ہو جب صبح ہوئی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی جگہ کی طرف نکلے تو آنحضرت نے دو رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا حضرت نے کیا معلوم کیا تم نے اپنے سوار کو ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول نہیں۔ نماز کی تکبیر کہی گئی شروع ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نماز کی حالت میں جھانکتے تھے پہاڑ کے درہ کی طرف جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی تو فرمایا خوش ہو جاؤ کہ تمہارا سوار آ گیا۔ ہم شروع ہوئے کہ درختوں کے درمیان دیکھتے تھے پہاڑ کے راہ میں اچانک وہ سوار آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑا ہوا کہنے لگا کہ میں چلا یہاں تک کہ میں اس پہاڑ کے درہ کی چوٹی پر پہنچا جس کے متعلق آپ نے حکم دیا تھا۔ جب میں نے صبح کی تو میں دونوں دروں میں آیا تو میں نے کسی کو نہ دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انس بن مرثد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کیا تو آج رات اترا تھا انس رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں مگر نماز اور قضاء حاجت کے لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ پر کوئی حرج نہیں اگر تو آج کے بعد عمل نہ کرے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: "علی بکرة ابیهم" "علی" مع کے معنی میں ہے ای مع بکرة ابیهم یہ عرب کا محاورہ ہے سارے لوگوں کے آنے کے لیے استعمال کرتے ہیں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کلمة للعرب یریدون بها الکثرة" "وقال القاضی جاء القوم علی بکرة ابیهم ای جآئوا باجمعهم"۔ بکرة اصل میں جوان اونٹنی کو کہتے ہیں۔ اس ضرب المثل کا سبب اور شان ورود اس طرح ہے کہ ایک مقام سے عرب کو نکلنا پڑا ان کا کوئی فرد بھی پیچھے نہیں رہا یہاں تک کہ ان کے باپ کی ایک اونٹنی تھی اس کو بھی اٹھا کر لے گئے تو دیگر عرب نے کہا کہ جاء واعلی بکرة ابیهم یعنی باپ کی اونٹنی کو بھی ساتھ لے آئے۔ "ظعنهم" عورتیں مراد ہیں۔ "نعمهم" مال مویشی مراد ہیں یہ افغان خانہ بدوشوں کے ٹرک کی طرف ہے جس میں سب کچھ لاد کر لے جاتے ہیں حتیٰ کہ بیکار سا کتا بھی اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ "الا تعمل بعدها" یعنی آج کے بعد اگر تم نوافل میں سے کچھ بھی عمل نہ کرو تمہارا کوئی نقصان نہیں اس عمل سے فرائض مراد نہیں ہیں نوافل مراد ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کی آمد سے پہلے اطلاع کر دی اس میں معجزہ کا ظہور تھا۔

کھجوروں میں برکت کا معجزہ

(۶۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم بِتَمَرَاتٍ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ فِیْهِنَّ بِالْبَرَکَةِ فَضَمَّهُنَّ ثُمَّ دَعَالِیْ فِیْهِنَّ بِالْبَرَکَةِ قَالَ خُذْهُنَّ فَاجْعَلْهُنَّ فِیْ مِزْوَدِکَ کُلَّمَا اَرَدْتَ اَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَیْئًا فَاَدْخِلْ فِیْهِ یَدَکَ فَخُذْهُ وَلَاتَنْثُرْهُ نَثْرًا فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذٰلِکَ التَّمْرِ کَذَا وَ کَذَا مِنْ وَسْقٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَکُنَّا نَاْکُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ وَکَانَ لَا یُفَارِقُ حَقْوِیْ حَتّٰی کَانَ یَوْمُ قُتِلَ عُثْمَانَ فَاِنَّهُ اِنْقَطَعَ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند کھجوریں لایا میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ دعاء برکت فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکڑا اور ان میں دعا فرمائی میرے لیے برکت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو پکڑ اور ان کو توشہ دان میں ڈال جب کبھی تو ان میں سے پکڑنے کا ارادہ کرے تو اس میں اپنا ہاتھ داخل کر اور پکڑ اس سے اور اس کو جھاڑنا نہیں۔ میں نے ان کھجوروں میں سے اتنی اتنی اللہ کی راہ میں دیں اور ہم ان میں سے خود کھاتے اور لوگوں کو کھلاتے اور وہ توشہ دان کبھی میری کمر سے جدا نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کا دن ہوا تو وہ توشہ دان میری کمر سے کھل پڑا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "ولا تنثره" یعنی اس کو پھیلاؤ نہیں، تھیلی کو جھاڑو نہیں، معجزہ کا ظہور ہے جو غیب کا نظام ہے پوشیدہ رکھنا چاہیے۔ "حقوی" پتلی کمر کو حقوہ کہتے ہیں معلوم ہوا بہت چھوٹی تھیلی تھی اور اس کھجور کے کل ۲۱ دانے تھے۔ "یوم قتل عثمان" یعنی جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اس دن یہ تھیلی خود کٹ کر گم ہوگئی خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بطور افسوس یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

للنّاس همّ ولی همّان — فقد جرابی و موت شیخ عثمان

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے بہت ساری برکات امت سے اٹھالی گئیں۔ ان میں سے ایک یہ تھیلی تھی۔

الفصل الثالث... شب ہجرت کا واقعہ اور غار ثور کے محفوظ ہونے کا معجزہ

(۶۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَشَاوَرَتْ قُرَيْشٌ لَيْلَةً بِمَكَّةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِذَا اَصْبَحَ فَاَثْبِتُوْهُ بِالْوَثَاقِ يُرِيْدُوْنَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلِ اقْتُلُوْهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ اَخْرِجُوْهُ فَاَطْلَعَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ذٰلِكَ فَبَاتَ عَلِيٌّ عَلَى فِرَاشِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى لَحِقَ بِالْغَارِ وَ بَاتَ الْمُشْرِكُوْنَ يَحْرُسُوْنَ عَلِيًّا يَحْسَبُوْنَهُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَلَمَّا اَصْبَحُوْا ثَارُوْا عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاَوْا عَلِيًّا رَدَّ اللّٰهُ مَكْرَهُمْ فَقَالُوْا اَيْنَ صَاحِبُكَ هٰذَا قَالَ لَا اَدْرِي فَاقْتَصُّوْا اَثَرَهُ فَلَمَّا بَلَغُوا الْجَبَلَ اخْتَلَطَ عَلَيْهِمْ فَصَعِدُوْا الْجَبَلَ فَمَرُّوْا بِالْغَارِ فَرَاَوْا عَلَى بَابِهِ نَسْجَ الْعَنْكَبُوْتِ فَقَالُوْا لَوْدَخَلَ هٰهُنَا لَمْ يَكُنْ نَسْجُ الْعَنْكَبُوْتِ عَلَى بَابِهِ فَمَكَثَ فِيْهِ ثَلٰثَ لَيَالٍ (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش نے ایک رات مکہ میں مشورہ کیا کہ بعض نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کے وقت سخت باندھو باندھنا بعض نے کہا مار ڈالو اور بعض نے کہا بلکہ نکال دو اس کو اللہ نے اطلاع کردی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مشورہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر رات گذاری اس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکل گئے اور غار میں جا پہنچے اور مشرکوں نے ساری رات علی رضی اللہ عنہ کی نگہبانی میں گذار دی اور وہ گمان کرتے تھے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب صبح ہوئی تو حملہ کیا انہوں نے اس پر جب انہوں نے علی کو دیکھا تو اللہ نے ان کے برے ارادہ کو روکا انہوں نے کہا تیرا یار کہاں گیا؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے کوئی علم نہیں۔ قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوج میں لگے۔ مشرک جبل ثور پر پہنچ گئے۔ جب قدم کا نشان مشتبہ ہوا تو وہ پہاڑ پر چڑھ گئے تو وہ غار پر سے گذرے اور غار کے منہ پر مکڑی کا جالا دیکھا کہنے لگے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہوتے تو اس دروازہ پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں تین رات دن ٹھہرے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

تشریح: ''اثاروا'' یعنی حملہ آور ہو گئے۔ ''فاقتصوا'' یعنی قریش آنحضرت کے نشانات قدم اور علامات ڈھونڈنے لگے۔

''نسج العنکبوت'' مکڑی نے جالا تن لیا کبوتر نے انڈے دے دیئے علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

فالصدق فی الغار والصدیق لم یریا　　　وهم یقولون ما بالغار من ارم

ظنوا الحمام وظنوا العنکبوت علیٰ　　　خیر البریة لم تنسج ولم تحم

خیبر کے یہودیوں کے متعلق معجزہ

(۶۶) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم شَاةٌ فِيْهَا سَمٌّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اجْمَعُوْا لِيْ مَنْ كَانَ هٰهُنَا مِنَ الْيَهُوْدِ فَجُمِعُوْا لَهٗ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنِّيْ سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ اَنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ عَنْهُ قَالُوْا نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ اَبُوْكُمْ قَالُوْا فُلَانٌ قَالَ كَذَبْتُمْ بَلْ اَبُوْكُمْ فُلَانٌ قَالُوْا صَدَقْتَ وَ بَرِرْتَ قَالَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ عَنْ شَيْءٍ اِنْ سَاَلْتُكُمْ عَنْهُ قَالُوْا نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ اِنْ كَذَبْنَاكَ عَرَفْتَ كَمَا عَرَفْتَهٗ فِيْ اَبِيْنَا فَقَالَ لَهُمْ مَنْ اَهْلُ النَّارِ قَالُوْا نَكُوْنُ فِيْهَا يَسِيْرًا ثُمَّ تَخْلُفُوْنَا فِيْهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اخْسَئُوْا فِيْهَا وَاللّٰهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيْهَا اَبَدًا ثُمَّ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ عَنْ شَيْءٍ اِنْ سَاَلْتُكُمْ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِيْ هٰذِهِ الشَّاةِ سَمًّا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَمَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالُوْا اَرَدْنَا اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا اَنْ نَسْتَرِيْحَ مِنْكَ وَاِنْ كُنْتَ صَادِقًا لَمْ يَضُرَّكَ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھنی ہوئی ایک بکری کا تحفہ بھیجا گیا اس میں زہر ملا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں جو یہودی رہتے ہیں ان کو جمع کرو تمام کو جمع کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ میں تم سے ایک چیز کے متعلق سوال کرتا ہوں کیا تم جواب دو گے انہوں نے کہا ہاں اے ابوالقاسم آپ نے ان کو فرمایا تمہارا باپ کون ہے یہود نے کہاں فلاں آپ نے فرمایا تم جھوٹ بولے تمہارا باپ فلاں ہے یہود نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کیا اور خوب کہا تم نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جواب دو گے ایک چیز کے متعلق اگر میں تم سے سوال کروں یہودیوں نے کہا ہاں اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم جھوٹ بولے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا ہمارا جھوٹ جیسا کہ تم کو ہمارے باپ کے متعلق معلوم ہو گیا آپ نے یہودیوں سے فرمایا کون دوزخی ہے انہوں نے کہا ہم دوزخ میں رہیں گے تھوڑے دن اور تم اے مسلمانو ہمارے خلیفہ ہو گے دوزخ میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دور ہو تم جھوٹے ہو اپنی خبروں میں اللہ کی قسم ہم تمہارے خلیفہ نہیں ہوں گے آگ میں کبھی بھی پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میری تصدیق کرو گے ایک چیز کے متعلق اگر میں تم سے سوال کروں انہوں نے کہا ہاں اے ابوالقاسم! فرمایا کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا انہوں نے کہا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس چیز نے تم کو اس پر برانگیختہ کیا۔ انہوں نے کہا ہمارا ارادہ تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو آپ کو ہرگز تکلیف نہ دے گا اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے راحت پاویں گے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

قیامت تک پیش آنے والے تمام اہم وقائع اور حوادث کی خبر دینے کا معجزہ

(۶۷) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَوْمًا نِ الْفَجْرَ وَصَعِدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عمرو بن اخطب انصاری سے روایت ہے کہ ایک دن ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا۔ حتیٰ کہ ظہر کا وقت ہو گیا اترے اور نماز ظہر ادا کی پھر منبر پر چڑھے خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ پھر اترے عصر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک جو ہونے والا تھا اس کی خبر دی پس ہم میں زیادہ عقلمند وہ آدمی ہے جس نے ان باتوں کو یاد رکھا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

جنات کی آمد کی اطلاع درخت کے ذریعہ

(۶۸) وَعَنْ مَعْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ عَنْ اَبِيْ قَالَ سَاَلْتُ مَسْرُوْقًا مَنْ اٰذَنَ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْكَ يَعْنِيْ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ اٰذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت معن بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے مسروق سے سوال کیا کہ کس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنوں کے آنے کی خبر دی کہ وہ قرآن سنتے ہیں مسروق نے کہا کہ مجھ کو تیرے باپ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دی۔ اس نے کہا کہ آپ کو جنات کے آنے کی خبر ایک درخت نے دی۔ (متفق علیہ)

جنگ سے پہلے ہی مقتول کافروں کے نام انکی لاشیں گرنے کی جگہوں کی نشاندہی کا معجزہ

(۶۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ عُمَرَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَتَرَا ءَ يْنَا الْهِلَالَ وَكُنْتُ رَجُلًا حَدِيْدَ الْبَصَرِ فَرَاَيْتُهٗ وَلَيْسَ اَحَدٌ يَّزْعَمُ اَنَّهٗ رَاٰهُ غَيْرِيْ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لِعُمَرَ اَمَا تَرَاهُ فَجَعَلَ لَايَرَاهُ قَالَ يَقُوْلُ عُمَرُ سَاَرَاهُ وَاَنَا مُسْتَلْقٍ عَلٰى فِرَاشِيْ ثُمَّ اَنْشَاَ يُحَدِّثُنَا عَنْ اَهْلِ بَدْرٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ اَهْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ وَيَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ عُمَرُ وَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَئُوْا

الْحُدُوْدَ لَتِيْ حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ فَجُعِلُوْا فِيْ بِئْرٍ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْهِمْ فَقَالَ يَافُلَانَ بْنَ فُلَانَ وَيَا فُلَانُ بْنَ فُلَانَ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ حَقًّا فَاِنِّيْ قَدْوَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِيَ اللّٰهُ حَقًّا فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تُكَلِّمُ اَجْسَادًا لَا اَرْوَاحَ فِيْهَا فَقَالَ مَااَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ غَيْرَ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَّرُدُّوْا عَلَيَّ شَيْئًا. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عمر بن خطاب کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے ہم نے نئے چاند کو دیکھنے کی کوشش کی اور میں تیز نظر تھا میں نے چاند کو دیکھا اور کسی نے چاند دیکھنے کا دعویٰ نہیں کیا تھا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ چاند کو نہیں دیکھتے۔ وہ چاند کو نہیں دیکھتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ نزدیک ہے میں دیکھوں گا اس حالت میں کہ میں لیٹا ہوں گا اپنے بستر پر پھر شروع ہوا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرتا تھا ہمارے سامنے بدر والوں کا قصہ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مشرکوں کے گرنے کی جگہ دکھاتے ایک دن پہلے فیصلہ سے فرماتے یہ جگہ ہے یہ جگہ ہے فلاں کے مارے جانے کی کل اگر اللہ نے چاہا اگر اللہ نے چاہا تو فلاں یہاں گرے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ مارے جانے والوں نے خطا نہیں کی ان جگہوں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیں۔ پھر وہ تمام کنوئیں میں ڈالے گئے بعض اوپر بعض کے آپ ان کے پاس آئے فرمایا اے فلاں بیٹے فلاں کے کیا تم نے خدا اور اس کے رسول کے کیے ہوئے وعدہ کو پالیا ہے۔ اور میرے ساتھ جو اللہ نے وعدہ کیا میں نے اس کو حق پایا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول آپ مردوں سے کیونکر کلام فرماتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ فرمایا وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں اس بات کو کہ میں کہتا ہوں۔ لیکن یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "مستلق علی فراشی" یعنی اب چاند چھوٹا ہے نظر نہیں آ رہا ہے میں کیوں محنت اٹھاؤں! کل پرسوں جب بڑا ہو جائے گا تو میں چت لیٹا ہوں گا کہ چاند سامنے آجائے گا اس کلام کے مکمل ہونے کے بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کا قصہ بیان کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کا ظہور بیان کیا۔ "یا فلاں یا فلاں" مقتولین بدر میں سے کوئی اکیس (21) یا بائیس (22) بڑے بڑے صنادید قریش کو گھسیٹ کر بدر کے ویران کنوئیں میں پھینک دیا گیا تھا۔ ان کی مزید تذلیل کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنوئیں کے منہ پر آکر ان سے کلام کیا حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قصیدہ میں اس منظر کو پیش کیا ہے۔

فغادرنا ابا جهل صريعا — وعتبة قد تركنا بالجبوب

ہم نے ابو جہل کو پچھاڑا ہوا چھوڑا — اور عتبہ کو سنگلاخ زمین پر گرا ہوا چھوڑا

يناد يهم رسول الله لما — قذفنا هم كباكب فى القليب

جب ہم نے ان کفار کو قلیب بدر میں پھینک دیا — تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس طرح گفتگو فرمائی

الم تجدو اكلامى كان حقا — وامر الله يا خذ بالقلوب

کیا تم نے میرے کلام کو سچا پایا؟ — حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو دلوں میں اترتا ہے

فما نطقوا ولو نطقوا تقالوا — صدقت وكنت ذارائى مصيب

کفار قریش نے کوئی بات نہ کی اگر بات کرتے تو جواب میں کہتے کہ آپ نے سچ کہا تھا اور آپ ٹھیک رائے کے مالک ہیں۔

ایک پیش گوئی کے حرف بحرف صادق آنے کا معجزہ

(۷۰) وعن انيسة بن زيد ابن ارقم عن ابيها ان النبى صلى الله عليه وسلم دخل على زيد يعوده من مرض كان به قال ليس عليك من مرضک باس ولكن كيف لک اذا عمرت بعدى فعميت قال احتسب واصبر قال اذن

تدخل الجنة بغير حساب قال فعمي بعد مامات النبي صلى الله عليه وسلم ثم رد الله عليه بصره ثم مات

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بیٹی انیسہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ اپنے باپ زید سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن ارقم کے پاس تشریف لائے ان کی عیادت کے لیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری یہ بیماری خطرناک نہیں لیکن تیری کیا کیفیت ہوگی جب تو میرے بعد لمبی عمر دیا گیا اور تو اندھا ہوگا زید نے کہا میں تو رب کی طلب کروں گا اللہ کے حکم پر صبر کروں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا۔ راوی نے کہا کہ زید رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اندھا ہو گیا پھر اللہ نے زید پر اس کی بینائی واپس کر دی پھر مر گیا۔

جھوٹی حدیث بیان کرنے والے کے بارے میں وعید

(۷۱) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَالَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ اَنَّهُ بَعَثَ رَجُلًا فَكَذَبَ عَلَيْهِ فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوُجِدَ مَيِّتًا وَقَدِ انْشَقَّ بَطْنُهُ وَلَمْ تَقْبَلْهُ الْاَرْضُ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی چاہیے کہ وہ اپنی جگہ آگ میں بنالے اس وقت فرمایا کہ آپ نے ایک شخص کو بھیجا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی تو وہ پایا گیا مردہ اور اس کا پیٹ پھٹ گیا تھا اور اس کو زمین نے قبول نہ کیا۔ روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

برکت کا معجزہ

(۷۲) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جَاءَهُ رَجُلٌ يَسْتَطْعِمُهُ فَاَطْعَمَهُ شَطْرَ وَسْقِ شَعِيْرٍ فَمَازَالَ الرَّجُلُ يَاْكُلُ مِنْهُ وَامْرَاَتُهُ وَضَيْفُهُمَا حَتّٰى كَالَهُ فَفَنِيَ فَاَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ وَلَقَامَ لَكُمْ (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا کہ حضرت سے کھانا طلب کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آدھا وسق دیا۔ ہمیشہ وہ آدمی اس سے کھاتا اور اس کی بیوی اور اس کے مہمان۔ یہاں تک کہ ماپا اس کو پھر ختم ہو گیا۔ وہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو نہ ماپتا تو تم اس سے کھاتے رہتے اور وہ تمہارے لیے باقی رہتا۔ (مسلم)

مشتبہ کھانا حلق سے نیچے نہیں اترا

(۷۳) وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ، خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوْصِي الْحَافِرَ يَقُوْلُ اَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ اَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَاْسِهِ فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ دَاعِيْ امْرَاَتِهِ فَاَجَابَ وَنَحْنُ مَعَهُ فَجِيئَ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهُ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ فَاَكَلُوْا فَنَظَرْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَلُوْكُ لُقْمَةً فِيْ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اَجِدُ لَحْمَ شَاةٍ اُخِذَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ اَهْلِهَا فَاَرْسَلَتِ الْمَرْاَةُ تَقُوْلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَرْسَلْتُ اِلَى النَّقِيْعِ وَهُوَ مَوْضِعٌ يُبَاعُ فِيْهِ الْغَنَمُ لِيُشْتَرٰى لِيْ شَاةٌ فَلَمْ تُوْجَدْ فَاَرْسَلْتُ اِلٰى جَارٍلِيْ قَدِاشْتَرٰى شَاةً اَنْ يُرْسِلَ بِهَا اِلَيَّ بِثَمَنِهَا فَلَمْ يُوْجَدْ فَاَرْسَلْتُ اِلَى امْرَاَتِهٖ فَاَرْسَلَتْ اِلَيَّ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَطْعِمِيْ هٰذَا الطَّعَامَ الْاَسْرٰى رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے وہ ایک انصاری آدمی سے روایت کرتے ہیں ہم ایک جنازہ میں آپ کے ساتھ نکلے میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے اور قبر بنانے والے کو وصیت کرتے تھے فرماتے

تھے کہ پاؤں کی طرف سے وسیع کر سر کی طرف سے وسیع کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے پھرے تو آپ کے پاس کھانا آیا جو میت کی بیوی کی طرف سے تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور آپ اس کے گھر تشریف لے گئے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کھانا لایا گیا آپ نے اپنا ہاتھ مبارک رکھا پھر قوم نے اپنے ہاتھ رکھے قوم نے کھایا اور ہم آنحضرت کی طرف دیکھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لقمہ کو چباتے تھے اپنے منہ میں پھر آپ نے فرمایا کہ میں اس گوشت کو ایسی بکری سے پاتا ہوں جو اپنے مالک کی اجازت کے بغیر لی گئی ہے اس عورت نے ایک آدمی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہتی تھی کہ میں نے اپنے خادم کو نقیع کی طرف بھیجا نقیع ایک جگہ کا نام ہے کہ اس میں بکریوں کی خرید وفروخت ہوتی ہے تاکہ میرے لیے ایک بکری خرید کرے تو بکری نہ ملی میں نے کسی کو اپنے ہمسایہ کے پاس بھیجا کہ وہ ایک بکری خرید کرلایا تھا کہ وہ اس بکری کو بیچ دے۔ ہمسایہ نہ ملا میں نے اس کی بیوی کے پاس بھیجا تو اس نے بکری مجھے دے دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں)

تشریح: ''داعی امرأته'' یعنی میت کے گھر سے اس کی بیوی کا قاصد کھانے کے لیے ان کی دعوت دینے کے لیے آگیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی گئے چند صحابہ بھی گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ میں لقمہ ڈالا اور چبانا شروع کیا مگر نگل نہ سکے اور فرمایا کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کی گئی ہے گھر کی خاتون سے معلوم کیا گیا تو اس نے عدم اجازت کا اعتراف کر کے وجہ بھی بتادی اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کا ظہور ہو گیا۔

تیجا وغیرہ کا شرعی حکم

سوال:۔ یہاں سوال یہ ہے کہ امرأته میں جو ضمیر لوٹتی ہے یہ مردے کی طرف لوٹتی ہے یعنی مردے کی بیوی نے اسی دن جس دن اس کے شوہر کا انتقال ہوا تھا کھانے کا اہتمام کیا حالانکہ فقہاء نے مردہ کے گھر کھانا کھانے کو مکروہ لکھا ہے اور ظاہر ہے مکروہ تحریمی ہوگا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ میت کے کھانے کے سلسلہ میں فقہاء کرام کے جو اقوال ہیں وہ اس حدیث کے خلاف ہیں اور یہ حدیث بظاہر ان اقوال کے خلاف ہے مثلاً بزازیہ میں لکھا ہے کہ میت کے ورثاء کی جانب سے پہلے دن یا تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا کھلانا مکروہ ہے' اسی طرح خلاصۃ الفتاوی میں ہے کہ تیسرے دن (تیجہ کے نام پر) کھانے کا اہتمام کرنا اور لوگوں کو کھانے پر بلانا مباح نہیں ہے' زیلعی نے کہا ہے کہ تین دن تک غم منانے کے لیے بیٹھنے میں مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ ممنوع چیزوں کا ارتکاب نہ ہو جیسے قالین بچھانا اور ضیافت کا اہتمام کرنا' نیز ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ اہل بیت کا ضیافت کرنا مکروہ ہے' ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ضیافت بدعت سیئہ ہے' حضرت جریر بن عبداللہ کی روایت میں صاف مذکور ہے کہ میت کی ضیافت کو ہم نوحہ کی طرح حرام سمجھتے' تھے ایک طرف فقہاء کے یہ فتاویٰ ہیں جو میت کے گھر کھانے کو منع کرتے ہیں اور دوسری طرف زیر بحث حدیث سے کھانے کے جواز کا اشارہ ملتا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب:۔ اس حدیث کا واضح جواب یہ ہے کہ یہ خاتون میت کی بیوی نہیں تھیں بلکہ جنازہ سے واپسی پر کسی اور عورت کا قاصد آیا تھا' میت کی بیوی کا نہیں تھا' چنانچہ ابوداؤد میں داعی امرأة کا لفظ ہے کہ کسی عورت کا قاصد تھا لہٰذا مشکوۃ کی اس روایت میں کسی کاتب سے کچھ سہو ہو گیا ہے جس سے اہل بدعت کی خوشیاں خاک میں مل گئیں جو اس روایت سے شومہ ثابت کرتے ہیں' اکابر نے لکھا ہے کہ ''طعام المیت یمیت القلب'' ''الاسری'' یہ قیدی چونکہ کفار تھے لہٰذا ان کو کھلانا مناسب تھا معلوم ہوا تیجہ' شومہ ساتواں مسلمان کے کھانے کی چیز نہیں ہے۔

ام معبد رضی اللہ عنہا کی بکری سے متعلق ایک معجزہ کا ظہور

(۴۷) وعن جزام بن هشام عن ابيه عن جده حبيش بن خالد وهو اخ ام معبد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حين

اخرج من مكة خرج مها جرا الى المدينة هو وابوبكر و مولى ابى بكر عامر بن فهيرة و دليلهما عبدالله الليثى مروا على خيمتى ام معبد فسئلو هالحما وتمرا ليشتروا منها فلم يصيبوا عندها شيئا من ذلك وكان القوم مرملين مسنتين فنظر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى شاة فى كسر الخيمة فقال ماهذه الشاة يا ام معبد قالت شاة خلفها الجهد عن الغنم قال هل بها من لبن قالت هى اجهد من ذلك قال اتذنين لى ان احلبها قالت بابى انت و امى ان رايت بها حلبا فاحلبها فدعا بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فمسح بيده ضرعها وسمى الله تعالى ودعالها فى شاتها فتفا جت عليه ودرت واجترت فدعا باناء يربض الرهط فحلب فيه ثجا حتى علاه البهاء ثم سقاها حتى رويت وسقى اصحابه حتى" رووا ثم شرب اخرهم ثم حلب فيه ثانيا بعد بدء حتى ملا الاناء ثم غادره عندها وبايعها وارتحلوا عنا رواه فى شرح السنة وابن عبدالبر فى الاستيعاب وابن الجوزى فى كتاب الوفاء وفى الحديث قصة

ترجمہ: حضرت حزام بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے اپنے باپ سے نقل کی اس نے اپنے دادا سے اس کا نام حبیش بن خالد جوام معبد کا بھائی ہے۔ روایت کرتا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلنے کا حکم کیے گئے ہجرت کی خاطر طرف مدینہ کی آپ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آزاد غلام عامر بن فہیرہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رہبر عبداللہ لیثی ام معبد کے خیموں پر گذرے گوشت اور کھجوریں طلب کیں تو اس کے پاس سے کچھ نہ ملا لوگ بے خرچ اور قحط زدہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری خیمہ کی ایک جانب دیکھی فرمایا اس بکری کا کیا حال ہے ام معبد نے کہا یہ کمزوری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی فرمایا کہ اس میں دودھ ہے ام معبد نے کہا اس میں دودھ کہاں فرمایا کیا تو اجازت دیتی ہے کہ میں اس سے دودھ دوھ لوں۔ ام معبد نے کہا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دودھ دیکھتے ہیں تو دودھ دوہ لیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری منگوائی اور اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور بسم اللہ کہی اور دعا کی ام معبد کے لیے بکری کے حق میں بکری نے پاؤں کھولے اور دودھ دیا اور جگالی کرنے لگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگوایا جو ایک قافلہ کو سیراب کرے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں دودھ دوہا یہاں تک کہ اس پر جھاگ آ گئی دودھ کی پھر وہ ام معبد کو پلایا یہاں تک کہ وہ سیراب ہوئی پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ وہ سیراب ہوئے۔ پھر بعد میں حضرت نے خود پیا۔ پھر دوبارہ دوہا یہاں تک کہ بھرا برتن اور وہ ام معبد کے لیے چھوڑ دیا اور ام معبد سے اسلام پر بیعت لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبد کے پاس سے کوچ کیا۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں۔ ابن جوزی نے کتاب الوفا میں اور حدیث میں قصہ طویل ہے۔

تشریح: "ام معبد" ایک عورت کی کنیت ہے جن کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے سفر میں غار ثور کے بعد اترے تھے اور ان کی بکری میں معجزہ کا ظہور ہوا۔ "مسنتين" یعنی خشک سالی میں مبتلا قحط زدہ تھے۔ "مرملين" جس کا زاد سفر ختم ہو وہ مرمل ہوتا ہے۔ "خلفها الجهد" یعنی خود کمزوری کی وجہ سے باقی بکریوں سے پیچھے رہ گئی اس میں دودھ کہاں؟ "تفاجت عليه" دودھ دینے کے لیے دونوں ٹانگوں کو کھول دیا۔ "درت" وافر دودھ دینے کو کہتے ہیں۔ "واجتر" جگالی لینا شروع کیا۔ "يربض" اتنا بڑا برتن جو تین سے نو آدمیوں کے پینے کے لیے کافی ہو۔ "ثجا" زوردار طریقہ سے دودھ نکالنے کو کہتے ہیں۔ "البهاء" دودھ نکالنے کے وقت دودھ پر جھاگ آتا ہے وہ مراد ہے۔ "رويت" سیراب ہونے کے معنی میں ہے۔ "غادره" ای ترکہ چھوڑنے کے معنی میں ہے، برکت کے لیے معجزاتی دودھ دوبارہ نکال کر ان کے پاس چھوڑ دیا ام معبد مسلمان ہوگئیں، شوہر نے جب آ کر گھر میں دودھ دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ ام معبد نے قصہ سنا دیا تو اس نے کہا قسم بخدا! یہ مکہ میں نمودار ہونے والے نبی ہی تھے، میں نے ارادہ کیا تھا کہ ان کا ساتھ دوں مگر اس وقت نہیں ہوسکا اب اگر ان کو پاؤں تو اس پر ایمان لاؤں گا۔ ادھر اہل مکہ کے سامنے ہاتف غیبی نے زور زور سے اشعار پڑھے جو اہل مکہ نے سنے:

ام معبد کے واقعہ پر ہاتف غیبی کا منظوم کلام: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اہل مکہ کی تفتیش ناکام ہوئی تو مکہ مکرمہ میں جبل ابوقبیس سے بلند آواز سے ہاتف غیبی نے بہت ہی معنی خیز اور عمدہ اشعار کہے! میں بلا ترجمہ انہیں نقل کرتا ہوں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو مرقات میں ذکر کیا ہے:

جزى الله رب الناس خير جزائه رفيقين حلا خيمتي ام معبد
هما نزلا بالهدى واهتدت به فقد فازمن امسىٰ رفيق محمد
ليهن بنى كعب مقام فتاتهم ومقعدها للمؤمنين بمرصد
سلوا اختكم عن شاتها ورانائها فائكم ان تسئلوا الشاة تشهد

جنات کے اس قصیدہ کو جب مکہ کے مسلمانوں نے سنا تو انہیں یقین آ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی' واقعہ ہجرت اور ام معبد کے قصہ کی طرف حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اشارہ کیا ہے' چند اشعار ملاحظہ ہوں:

لقد خاب قوم غاب عنهم نبيهم وقدس من يسرى اليهم ويغتدى
لقد نزلت منه على اهل يثرب ركاب هدىً حلت عليهم باسعد
نبى يرىٰ مالا يرى الناس حوله ويتلوا كتاب الله فى كل مسجد
ليهن ابابكر سعادة جده بصحبته من يسعد الله يسعد
ليهن بنى كعب مقام فتاتها ومقعدها للمؤمنين بمرصد

باب الكرمات ..... کرامتوں کا بیان

قال الله تعالىٰ: (وَهُزِّىٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا) (مريم)

قال الله تعالىٰ: (قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ) (نمل)

کرامات جمع ہے اس کا مفرد کرامۃ ہے جو اکرام و تکریم کے معنی میں ہے' لغت میں کرامت: عزت و عظمت اور توقیر کے معنی میں ہے لیکن اصطلاح میں کرامت اس خارق عادت کام کا نام ہے جو کسی نیکوکار و پرہیزگار مؤمن کے ہاتھ پر ظاہر ہو جائے لیکن وہ نبوت کا دعویدار نہ ہو بلکہ متبع سنت ہو۔

اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامت حق ہے' البتہ معتزلہ کرامت کے ظہور کا انکار کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے غیر انبیاء کی کرامتوں کا ذکر کیا ہے جیسے حضرت خضر کی کرامات ہیں بشرطیکہ وہ نبی نہ ہو ورنہ وہ معجزہ ہوگا واضح یہ ہے کہ خضر ایک خفیہ نظام کے نبی تھے' اسی طرح آصف بن برخیا کی کرامت ہے' اسی طرح حضرت مریم کی کرامت اور ذوالقرنین کی کرامات ہیں' اصحاب کہف کی کرامات ہیں' اسی طرح زیر بحث احادیث میں صحابہ کرام کی کرامات کا بیان ہے۔ کرامت کسی ولی کی ولایت کی علامت ہوتی ہے' اس کی الوہیت کی دلیل نہیں ہوتی۔ جس طرح اہل بدعت کرامات کو اولیاء کی الوہیت کے طور پر پیش کرتے ہیں' نیز کرامت کسی ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی کبھی کبھی تو صاحب ولایت آدمی کو اپنی کرامت کا پتہ بھی نہیں ہوتا' بعض علماء کا خیال ہے کہ ممکن ہے کہ بعض دفعہ کوئی کرامت کسی ولی کے اختیار میں ہو مگر عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔ بہر حال اہل بدعت بریلوی حضرات جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی وجہ سے علمی غلطی کا شکار ہو گئے ہیں اور اس کو الوہیت کے طور پر سمجھ بیٹھے ہیں اسی طرح ان کو کرامات میں بھی غلطی ہو گئی ہے اور وہ ہر کرامت کو ولی کے لیے صفت اُلوہیت کی دلیل سمجھ بیٹھے ہیں۔

الفصل الاول.... دو صحابیوں کی کرامت

(١) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَّعَبَّادَ بْنَ بِشْرٍ تَحَدَّثَا عِنْدَ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم فِىْ حَاجَةٍ لَّهُمَا حَتّٰى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ فِىْ لَيْلَةٍ شَدِيْدَةِ الظُّلْمَةِ ثُمَّ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَنْقَلِبَانِ وَبِيَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عُصَيَّةٌ فَاَضَاءَتْ عَصَا اَحَدِهِمَا لَهُمَا حَتّٰى مَشَيَا فِىْ ضَوْءِ هَا حَتّٰى اِذَا افْتَرَقَتْ بِهِمَا الطَّرِيْقُ اَضَاءَتْ لِلْاٰخَرِ عَصَاهُ فَمَشٰى كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا فِىْ ضَوْءِ عَصَاهُ حَتّٰى بَلَغَ اَهْلَهٗ ـ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس کسی معاملہ میں باتیں کررہے تھے جوان دونوں کے درمیان تھا یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ چلا گیا وہ رات سخت اندھیری تھی پھر وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر نکلے گھر جانے کے لیے تو ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی تھی ایک کی لاٹھی روشن ہوئی دونوں کے لیے یہاں تک کہ دونوں اس لاٹھی کی روشنی میں چلے۔ جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو دونوں کی لاٹھیاں روشن ہوئیں تو دونوں اپنی اپنی لاٹھی کی روشنی میں اپنے گھروں میں پہنچے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''ینقلبان'' یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے واپس گھر لوٹنے لگے' جب تک ایک لاٹھی کی روشنی سے کام چلتا تھا تو دوسری میں روشنی نہیں تھی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسراف جائز نہیں لیکن جب الگ ہونے لگے تو اب دوسرے کو روشنی کی ضرورت پڑی تو اس کی لاٹھی میں بھی روشنی آگئی اور کرامت ظاہر ہوگئی۔ کرامت کسی ولی کی ولایت اور عظمت کی دلیل ہوتی ہے' خدائی کی نہیں۔

جو کہا تھا وہی ہوا

(۲) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا حَضَرَ اُحُدٌ دَعَانِیْ اَبِیْ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَ مَا اُرَانِیْ اِلَّا مَقْتُوْلًا فِیْ اَوَّلِ مَنْ یُقْتَلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَاِنِّیْ لَااَتْرُکُ بَعْدِیْ اَعَزَّ عَلَیَّ مِنْکَ غَیْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاِنَّ عَلَیَّ دَیْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِاَخَوَاتِکَ خَیْرًا فَاَصْبَحْنَا فَکَانَ اَوَّلَ قَتِیْلٍ وَّدَفَنْتُہٗ مَعَ اٰخَرَ فِیْ قَبْرٍ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنگ بدر پیش آئی تو رات کو میرے باپ نے مجھ کو بلایا کہنے لگا کہ میں اپنے آپ کو ان مقتولوں میں سے پاتا ہوں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے قتل ہوں گے اور تجھ سے زیادہ عزیز میرے نزدیک کوئی بھی نہیں سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے تحقیق مجھ پر قرض کا ادا کرنا ہے اور میری وصیت کو قبول کر کے اپنی بہنوں سے اچھا سلوک کرنا۔ صبح کی ہم نے تو وہ سب سے پہلے قتل کیا گیا تو میں نے اس کو اور ایک دوسرے شخص کو ایک ہی قبر میں دفن کیا۔ (بخاری)

کھانے میں اضافہ کا کرشمہ

(۳) وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اِنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَآءَ وَاِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ کَانَ عِنْدَہٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْھَبْ بِثَالِثٍ وَمَنْ کَانَ عِنْدَہٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْیَذْھَبْ بِخَامِسٍ اَوْ سَادِسٍ وَاِنَّ اَبَا بَکْرٍ جَاءَ بِثَلٰثَةٍ وَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِعَشْرَةٍ وَّاِنَّ اَبَابَکْرٍ تَعَشّٰی عِنْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰی صُلِّیَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰی تَعَشَّی النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَجَاءَ بَعْدَمَا مَضٰی مِنَ اللَّیْلِ مَاشَاءَ اللّٰہُ قَالَتْ لَہٗ امْرَاَتُہٗ مَاحَبَسَکَ عَنْ اَضْیَافِکَ قَالَ اَوَ مَاعَشَّیْتِیْھِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰی تَجِیْءَ فَغَضِبَ وَقَالَ وَاللّٰہِ لَا اَطْعَمُہٗ اَبَدًا فَحَلَفَتِ الْمَرْاَةُ اَنْ لَا تَطْعَمَہٗ وَحَلَفَ الْاَضْیَافُ اَنْ لَّا یَطْعَمُوْہُ وَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ کَانَ ھٰذَا مِنَ الشَّیْطٰنِ فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَاَکَلَ وَاَکَلُوْا فَجَعَلُوْا لَایَرْفَعُوْنَ لُقْمَةً اِلَّا رَبَتْ مِنْ اَسْفَلِھَا اَکْثَرَ مِنْھَا فَقَالَ لِاِمْرَاَتِہٖ یَااُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ مَا ھٰذَا قَالَتْ وَقُرَّةِ عَیْنِیْ اِنَّھَا الْاٰنَ لَاَکْثَرُ مِنْھَا قَبْلَ ذَالِکَ بِثَلٰثِ مِرَارٍ فَاَکَلُوْاوَبَعَثَ بِھَا اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذُکِرَ اَنَّہٗ اَکَلَ مِنْھَا (متفق علیہ) وَذُکِرَ حَدِیْثُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ کُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِیْحَ الطَّعَامِ فِی الْمُعْجِزَاتِ

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جاوے اور جن کے پاس چار کا کھانا ہے وہ پانچویں یا چھٹے کو لے جائے اور ابوبکر تین شخصوں کو لائے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس شخصوں کو لے گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رات کا کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھایا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے کہ عشاء کی نماز پڑھی گئی پھر پھرے ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور آپ نے

رات کا کھانا کھایا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر آئے رات گذرنے کے بعد جو اللہ نے چاہا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی نے کہا کس چیز نے تجھ کو تیرے مہمانوں سے باز رکھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا تو نے ان کو کھانا نہیں کھلایا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہا انکار کیا مہمانوں نے کھانا کھانے سے یہاں تک کہ تم آؤ ابو بکر رضی اللہ عنہ غصے ہوئے اور قسم کھائی میں ہرگز نہیں کھاؤں گا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے بھی قسم کھائی کہ وہ اس کھانے کو نہیں کھائے گی۔ اور مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ ہم بھی نہیں کھائیں گے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ شیطان سے ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھانا منگوایا خود ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اور ان کے اہل وعیال نے اور مہمانوں نے کھایا تو وہ کھاتے تھے اس سے ایک لقمہ مگر زیادہ ہو جاتا باقی ماندہ کھانا اس سے۔ ابو بکر نے اپنی بیوی کو کہا اے بنو فراس کی بہن کیا یہ امر عجیب ہے ابو بکر کی بیوی نے کہا قسم ہے آنکھ کی ٹھنڈک کی تحقیق یہ اب زیادہ ہے پہلے سے تو سب نے کھانا کھایا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی بھیجا۔ پس ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت نے بھی اس کھانے سے کھایا۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے اور ذکر کی گئی عبداللہ بن مسعود کی حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں **كنا نسمع تسبيحة الطعام** معجزات کے باب میں۔

تشریح: ''**اصحاب الصفة**'' یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ کے طالب علموں کا تعارف ہے' صفہ چبوترے کو کہتے ہیں' آج کل مسجد نبوی میں ایک مربع شکل کی جگہ ہے اسی کا نام صفہ ہے۔ یہ جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے پیچھے ہے۔ یہ مدرسہ مختلف اغراض کے لیے قائم کیا گیا تھا' ایمر جنسی میں یہ جہادی مدرسہ تھا' طلبہ جہاد میں نکل جاتے تھے' گویا یہ محاذ جنگ کے لیے قطعہ منتظرہ تھا' اگر جنگ کا زمانہ نہیں ہوتا تھا تو یہ طلبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم سیکھتے تھے' اپنے پیٹ پالنے کے لیے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور بازار میں فروخت کرتے تھے' ان طلبہ کی تعداد کبھی 80 اور کبھی تعداد چار سو تک جا پہنچتی تھی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہیں پر طالب علم تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محلّہ کے لوگوں پر ان کا کھانا مقرر فرمایا تھا کہ جس گھر میں جتنے آدمیوں کا کھانا تیار ہوتا ہو وہ اپنے ساتھ اصحاب صفہ میں سے ایک طالب علم بھی لے جائے اور کھانا کھلائے' زیر بحث قصہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ تین لے گئے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس لے گئے اس سے آج کل طلبہ کے وظیفے اکٹھا کرنے اور گھروں سے لانے کا فی الجملہ ثبوت ملتا ہے' جس طرح صوبہ سرحد وغیرہ میں ہے اگر چہ اصحاب صفہ کو گھروں میں لے جاتے تھے مگر اہل محلّہ پر ان کا وظیفہ مقرر تھا' بہر حال کچھ ثبوت ملتا ہے جو کافی ہے۔ ''**اوما عشيتيهم**'' یعنی ابھی تک شام کا کھانا نہیں کھلایا؟ ''**ابوا**'' یعنی مہمانوں نے انکار کیا کہ جب تک آپ نہیں آئیں گے کھانا نہیں کھائیں گے۔ ''**لا اطعمه**'' یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی اور کہا کہ میں اب ان کے ساتھ نہیں کھاؤں گا' اُم رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا قسم بخدا میں بھی نہیں کھاؤں گی مہمانوں نے بھی نہ کھانے کی قسم کھائی۔

''**ربت**'' یعنی اوپر سے ہم کھا رہے تھے اور نیچے کھانا پیدا ہو رہا تھا۔ ''**یا اخت بنی فراس**'' حضرت اُم رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا' ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ تھیں اور بنی فراس قبیلہ سے ان کا تعلق تھا اس نسبت سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آواز دی اس قصہ میں کرامت ظاہر ہوگئی۔

الفصل الثانی.... نجاشی کی قبر پر نور

(۴) **عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِي كُنَّا نَتَحَدَّثُ اِنَّهُ لَا يَزَالُ يُرٰى عَلٰى قَبْرِهٖ نُوْرٌ** (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نجاشی فوت ہوا تو ہم سے بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی قبر پر ہمیشہ نور دیکھا جاتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا مسلمان ہو گیا تھا صحابہ کی خدمت کی۔ انتقال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھایا فرشتوں نے جنازہ لا کر سامنے رکھ دیا تھا یا حجابات اٹھا لیے گئے تھے' ان کے مرنے کے بعد ان کی قبر سے نور کے شعلے اٹھ رہے تھے' مدینہ منورہ کے لوگوں نے جاتے آتے میں یہ نور دیکھا اسی کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں' اس میں کرامت ظاہر ہوگئی۔

جسد اطہر کو غسل دینے والوں کی غیب سے رہنمائی

(۵) وَعَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اَرَادُوْ غُسْلَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالُوْا لَانَدْرِیْ اَنُجَرِّدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ ثِيَابِهٖ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا اَمْ نَغْسِلُهٗ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهٗ فَلَمَّا اخْتَلَفُوْا اَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتّٰى مَامِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَذَقْنُهٗ فِیْ صَدْرِهٖ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَايَدْرُوْنَ مَنْ هُوَا غْسِلُوْا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَعَلَيْهِ ثِيَابُهٗ فَقَامُوْا فَغَسَلُوْهُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصُهٗ يَصُبُّوْنَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيْصِ وَيَدْلُكُوْنَهٗ بِالْقَمِيْصِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِی دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: اسی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے غسل دینا چاہا تو کہنے لگے کیا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ننگا کردیں۔ کپڑوں سے جیسے کہ ہم اپنے مردوں کو ننگا کرتے ہیں یا ہم اسی حالت میں کپڑوں سمیت آپ کو غسل دیں اس میں صحابہ نے اختلاف کیا تو اللہ نے ان پر نیند غالب کی یہاں تک کہ نہیں تھا کوئی شخص مگر اس کی ٹھوڑی سینہ پر لگی ہوئی تھی۔ پھر گھر کے کونہ سے کلام کرنے والے نے کلام کی اس حال میں کہ ان کو کوئی جانتا نہیں تھا کہنے لگا کہ حضرت کو ان کے کپڑوں سمیت غسل دو۔ صحابہ نے غسل دیا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قمیض تھا اور قمیض پر پانی ڈالتے اور آنحضرت کے بدن کو اسی قمیض کے ساتھ ملتے تھے۔ (روایت کیا اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں)

تشریح: ''اغسلوا'' جس شخص نے غائبانہ طور پر رہنمائی کی تھی علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضرت خضر تھے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نیند کا طاری ہوجانا اور گھر کے کونے سے آواز کا آنا یہ سب کرامات ہیں' اس کی نسبت اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرو تو یہ آپ کا معجزہ ہے اور اگر اس کی نسبت صحابہ کرام کی طرف کرو تو یہ کرامت ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ امت کی کسی فرد سے کرامت کا ظاہر ہونا نبی کے لیے معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ زیر بحث حدیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں کے ساتھ غسل دیا گیا اگرچہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کپڑوں کے ہوتے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل نہیں دیا گیا زیر بحث حدیث ضعیف ہے' بہر حال یہ علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خیال ہے اور ان کی تحقیق ہے ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ نے اس پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سفینہ رضی اللہ عنہ کی کرامت

(٦) وَعَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ اَنَّ سَفِيْنَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَخْطَأَ الْجَيْشَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ اَوْاُسِرَ فَانْطَلَقَ هَارِبًا يَلْتَمِسُ الْجَيْشَ فَاِذَا هُوَ بِالْاَسَدِ فَقَالَ يَا اَبَاالْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ مِنْ اَمْرِیْ كَيْتَ وَكَيْتَ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُلَهٗ بَصْبَصَةٌ حَتّٰى قَامَ اِلٰى جَنْبِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا اَهْوٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ يَمْشِیْ اِلٰى جَنْبِهٖ حَتّٰى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدُ (رواى فى شرح السنته)

ترجمہ: حضرت ابن منکد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سفینہ غلام آزاد کردہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین روم میں لشکر کا رستہ بھول گیا یا قید کیا گیا تو وہ بھاگ کر چلے کافروں کے ہاتھ سے اس حال میں کہ لشکر کو ڈھونڈتے تھے پس اچانک وہ ایک بڑے شیر سے ملے کہا اے ابوالحارث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں کہ میری کیفیت اس طرح ہے میرے سامنے شیر آیا اور وہ اپنی دُم کو ہلاتا ہوا۔ یہاں تک شیر سفینہ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تو جب شیر خوفناک آواز سنتا تو اس کی طرف قصد کرتا اس حالت میں کہ چلتا وہ سفینہ کے پہلو میں جب سفینہ لشکر میں پہنچ گیا تو وہ شیر واپس لوٹا۔ (روایت کیا اس کو بغوی نے شرح السنہ میں)

تشریح: ''سفینة'' حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا ایک غلام تھا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے چاہا کہ اس کو آزاد کریں مگر شرط یہ رکھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہو گے' اس نے کہا کہ آپ مجھے آزاد کریں اور شرط نہ لگائیں میں شرط کے بغیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہوں گا' وہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھے' بہر حال حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزادی ملی پھر سرزمین شام میں صحابہ کرام

کے ساتھ ایک جہاد میں ہرقل کے فوجیوں نے چند صحابہ سمیت ان کو گرفتار کر لیا' رات کے وقت حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی طرح کفار کی قید سے رہا ہو گئے اور مسلمانوں کے کیمپ کی طرف روانہ ہو گئے رات کا اندھیرا تھا راستہ بھول گئے' جنگل تک جا پہنچے وہاں درندوں کا خطرہ لاحق ہو گیا تو حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیر سے کلام کیا اور صورت حال بتائی' کہ اے ابوالحارث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں راستہ بھول گیا ہوں اس پر شیر نے دم ہلا کر آپ کی حفاظت کے لیے پہرہ دینا شروع کیا' کبھی آگے جاتا تھا کبھی پیچھے ہو جاتا تھا تا کہ کوئی درندہ نقصان نہ پہنچائے یہاں تک کہ آپ کو فوجی کیمپ تک پہنچا دیا جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ظاہر ہو گئی۔

حضرت سفینہؓ کا اصل نام کسی کو معلوم نہیں ہے جہاد کے ایک سفر میں انہوں نے اپنے سامان کے ساتھ ساتھیوں کا سامان بھی اٹھایا پھر ایک ساتھی آگے آتا تھا اور اپنا سامان ان پر لادتا تھا اور یہ اٹھاتے تھے' اس پس منظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''انت السفینة'' یعنی سامان اٹھانے میں تو تم جہاز اور کشتی ہو۔ اس وقت سے آپ کا نام غائب ہو گیا اور یہی لقب مشہور ہو گیا تبلیغی حضرات اپنے بیانات میں بتاتے ہیں کہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبلیغ کے لیے گئے تھے اور دیکھو تبلیغ کے راستے میں درندے کتنا ساتھ دیتے ہیں؟ ان حضرات کا یہ بیان کرنا غلط ہے کہ ان کو حدیث میں تحریف نہیں کرنی چاہیے ورنہ خدا کے سامنے غلط بیانی کا جواب دینا ہوگا اور جواب نہیں بن سکے گا' حدیث میں لشکر کا ذکر ہے۔ ''له بصبصة'' کتا یا شیر یا درندہ جب اطاعت اور خوشی کا اظہار کرتا ہے تو وہ دم ہلاتا ہے اسی کو بصبصة کہتے ہیں یعنی شیر دم ہلاتا ہوا آیا اور آپ کی حفاظت کرتا ہوا شہر تک پہنچا دیا' علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں:

ومن تکن برسول الله نصرته — ان تلقه الاسد فی آجامها تجم

قبر مبارک کے ذریعہ استسقاء

(۷) وَعَنْ اَبِی الْجَوْزَآءِ قَالَ قُحِطَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ قَحْطًا شَدِیْدًا فَشَکَوْا اِلٰی عَآئِشَةَ فَقَالَتْ اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم فَاجْعَلُوْا مِنْهُ کُوًی اِلَی السَّمَاءِ حَتّٰی لَایَکُوْنُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰی نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْاِبِلُ حَتّٰی تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّیَ عَامَ الْفَتْقِ. (رواہ الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابی الجوزاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ پس انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم حضرت کی قبر کو دیکھو تم آسمان کی طرف سے روشن دان پاؤ گے یہاں تک کہ اس قبر اور آسمان کے درمیان چھت نہ ہو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ بہت زیادہ بارش برسائی گئی یہاں تک کہ گھاس اُگے اور اونٹ موٹے ہو گئے اور چربی سے پھٹ گئے تو اس سال کا نام فتق کا سال رکھا گیا۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

تشریح: ''کوی'' دریچہ کو کہتے ہیں' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں مدفون ہیں' مکان کی چھت ہے اسی چھت میں ایک دریچہ کھولا گیا تا کہ آسمان اور قبر کے درمیان کوئی حائل نہ رہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مطلب یا تو یہ تھا کہ جب آسمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھ لے گا تو روئے گا تو بارش ہو گی جس کا ''فما بکت علیهم السمآء'' سے اشارہ ملتا ہے کہ انبیاء و صلحاء کے لیے آسمان روتا ہے۔ یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقصد یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی حیات میں بطور سفارش پیش کیا جاتا تھا تو بارش ہو جاتی تھی اب بطور شفاعت قبر کو جب ظاہر کریں گے تو بارش ہو جائے گی' چنانچہ ایسا ہی ہو گیا اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی کرامت ہے' روضۂ اطہر کی بھی کرامت ہے جو در حقیقت نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔ ''تفتقت'' فتق پھٹنے اور پھیلنے کو کہتے ہیں۔ زیادہ سبزہ چرنے کی وجہ سے جانوروں کی کوکھیں پھول جاتی ہیں گویا پھٹ رہی ہیں۔ پھر اس سال کا نام بھی اسی وجہ سے عام الفتق ہو گیا۔

ایک معجزہ ایک کرامت

(۸) وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ عَبْدِالْعَزِیْزِ قَالَ لَمَّا کَانَ اَیَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ یُؤَذَّنْ فِیْ مَسْجِدِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم ثَلٰثًا وَلَمْ یُقَمْ وَلَمْ یَبْرَحْ سَعِیْدُ

بْنُ الْمُسَيّبِ الْمَسْجِدَ وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلٰوةِ اِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم . (رواه الدارمی)

ترجمہ: حضرت سعید بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حرہ کا واقعہ پیش آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تین دن اذان اور اقامت نہ کہی گئی سعید بن مسیّب مسجد میں ہی رہے آپ کو نماز کے وقت کا پتہ نہ چلتا تھا مگر خفی آواز سے کہ اس کو حجرہ کے اندر سے سنتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک وہاں تھی۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

تشریح: ''حرہ'' مدینہ کے باہر اس قطعہ زمین کو کہتے تھے جو کالے پتھروں اور سنگریزوں والا تھا اور واقعہ ''حرہ'' سے مدینہ والوں پر یزید ابن معاویہ کی وہ لشکر کشی ہے جس کے نتیجہ میں مدینہ شہر کو سخت تباہی اور اہل مدینہ کو ہیبت ناک قتل و غارت گری کا شکار ہونا پڑا تھا' یہ المناک واقعہ تاریخ اسلام کے سخت ترین واقعات میں سے ہے۔ اس کے دردناک حالات کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مسلسل تین دن تک مسجد نبوی اذان و تکبیر سے محروم رہی۔ یزید کا لشکر چونکہ اسی حرہ کی طرف سے مدینہ پر حملہ آور ہوا تھا اس لئے اس کو ''واقعہ حرہ'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حضرت سعید ابن مسیّبؒ اونچے درجہ کے تابعین میں سے تھے' بڑے فقیہ محدث' عابد اور متقی۔ انہوں نے چالیس حج کئے تھے' 93ء میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کرامت

(۹) وَعَنْ اَبِيْ خَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِي الْعَالِيَةِ سَمِعَ اَنَسٌ مِنَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ خَدَمَهُ عَشْرَسِنِيْنَ وَدَعَالَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَكَانَ لَهُ بُسْتَانٌ يَحْمِلُ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ الْفَاكِهَه مَرَّتَيْنِ وَكَانَ فِيْهَا رَيْحَانٌ يَجِيءُ مِنْهُ رِيْحُ الْمِسْكِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت ابوخلدہ تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو العالیہ کو کہا کیا انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں سنی ہیں؟ ابو العالیہ نے کہا انس رضی اللہ عنہ نے دس سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی اور انس رضی اللہ عنہ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا اور ان کے پھول میں مشک کی بو آتی تھی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے)

الفصل الثالث.... حضرت سعید ابن زید رضی اللہ عنہ کی کرامت

(۱۰) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خَا صَمَتْهُ أَرْوٰى بِنْتُ اَوْسٍ اِلٰى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ وَادَّعَتْ اَنَّهُ اَخَذَ شَيْئًا مِنْ اَرْضِهَافَقَالَ سَعِيْدٌ اَنَاكُنْتُ اٰخُذُ مِنْ اَرْضِهَاشَيْئًا بَعْدَ الَّذِيْ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طَوَّقَهُ اللّٰهُ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ لَااَسْئَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا فَقَالَ سَعِيْدٌ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَاَعْمِ بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَا فِيْ اَرْضِهَا قَالَ فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِيْ فِيْ اَرْضِهَا اِذْ وَقَعَتْ فِيْ حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ. (متفق علیه) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاهُ وَاَنَّهُ رَاٰهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُوْلُ اَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعِيْدٍ وَّاَنَّهَا مَرَّتْ عَلٰى بِئْرٍ فِي الدَّارِ الَّتِيْ خَاصَمَتْهُ فِيْهَا فَوَقَعَتْ فِيْهَا فَكَانَتْ قَبْرَهَا

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے جھگڑی ان سے اروی بنت اوس مروان کی طرف اور اروی نے دعویٰ کیا کہ سعید نے میری کچھ زمین لے لی ہے۔ سعید نے کہا کیا میں اس کی زمین لے سکتا ہوں جب کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ مروان نے کہا کیا سنا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ سعید نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو ایک بالشت زمین ظلم سے لے لے تو اللہ اس کو طوق بنا کر پہنا دے گا سات زمینوں کا۔ مروان نے کہا کہ میں تجھ سے گواہ

طلب نہیں کرتا۔اس کے بعد پھر سعید نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر کے اس کی زمین میں مار۔عروہ نے کہا کہ وہ عورت اندھی ہو کر ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔(متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت ہے میں ہے کہ محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر سے اسی معنی کی حدیث آئی ہے کہ محمد بن زید نے دیکھا اس عورت کو کہ اندھی ہو گئی اور ٹٹولتی تھی دیوار کو اور کہتی تھی کہ مجھ کو سعید بن زید کی بددعا پہنچی اور وہ ایک کنوئیں پر سے گذری جو اس گھر میں تھا جس کے بارے میں سعید بن زید سے جھگڑی اس میں گر پڑی اور وہ کنواں اس کی قبر بنا۔

تشریح: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ شان والے صحابی ہیں' عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' مذکورہ عورت نے ان پر دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے میری زمین چھین لی ہے۔''لا اسالک بینة'' یعنی میں مانتا ہوں کہ اس حدیث کو یاد رکھتے ہوئے آپ نے زمین نہیں چھینی ہے (لیکن ضابطہ کی کارروائی ضروری ہے یا گواہ ہوں یا قسم ہو) اس پر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے زمین ہی کو ترک کر دیا اور اس بدقسمت عورت کو سخت بددعا دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہی زمین اس عورت کی قبر بنی اور بے گور و کفن وہ ایک اندھے گندے کنوئیں میں گر گئی اور مر گئی۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چونکہ شافعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے پاس گواہ نہیں تھے تو ان سے قسم مانگی گئی اور مروان نے کہا کہ اب بینہ نہیں ہے تو صرف قسم کافی ہے' بہر حال بات وہی ہے کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے قصہ ہی ختم کر دیا' ہائے افسوس! مروان حاکم ہے اور صحابی رسول جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں وہ عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت

(۱۱) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بَعَثَ جَيْشًا وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُدْعٰى سَارِيَةَ فَبَيْنَمَا عُمَرُ يَخْطُبُ فَجَعَلَ يَصِيْحُ يَا سَارِىَ الْجَبَلَ فَقَدِمَ رَسُوْلٌ مِّنَ الْجَيْشِ فَقَالَ يَا اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ لَقِيْنَا عَدُوَّنَا فَهَزَمُوْنَا فَاِذَا بِصَائِحٍ يَصِيْحُ يَاسَارِىَ الْجَبَلَ فَاَسْنَدْنَا ظُهُوْرَنَا اِلَى الْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِى دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر ایک شخص کو امیر بنایا جس کا نام ساریہ تھا۔آپ رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا اے ساریہ پہاڑ کو لازم پکڑ۔لشکر سے ایک قاصد آیا کہنے لگے اے امیر المومنین جب ہم دشمنوں سے ملے تو ہماری شکست ہوئی تو ایک پکارنے والے نے پکارا اے ساریہ پہاڑ کو لازم پکڑ ہم نے اپنی پیٹھیں پہاڑ کی طرف کر لیں تو اللہ نے ان کو شکست دی۔روایت کیا اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

تشریح: ''یاساری'' اس صحابی کا نام ''سارية'' تھا مگر یہاں ترخیم المنادیٰ کے طور پر ان کا نام یا ساری پکارا گیا ہے۔''الجبل'' یعنی پہاڑ کی طرف ہو جاؤ' پہاڑ کو پشت کی جانب رکھو فارس کے معرکوں میں ''قادسیہ'' کا معرکہ اور ''نہاوند'' کا معرکہ مشہور ترین معرکوں میں سے ہیں' نہاوند کے معرکہ میں دشمن پیچھے سے حملہ کرنے والا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران خطبہ منبر نبوی پر بیٹھے ہوئے آواز دی کہ پہاڑ کی طرف پشت کر دیا فرمایا: پہاڑ سے خطرہ ہے' لوگ اس بے جوڑ کلام پر متحیر ہوئے کہ خطبہ جمعہ میں اس کلام کا کیا مطلب ہے؟ لیکن جب وہاں سے لوگ آئے اور میدان جنگ میں آواز سننے کا قصہ بیان کیا تب حقیقت سمجھ میں آ گئی۔اس ایک واقعہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کئی کرامات ظاہر ہوئیں: پہلی کرامت یہ کہ آپ نے نہاوند میں میدان جنگ کا نقشہ ہزاروں میل دور سے دیکھا' دوسری کرامت یہ کہ مدینہ سے ان کی آواز اتنی دور تک جا پہنچی' تیسری کرامت یہ کہ نقشہ جنگ کو آپ نے مدینہ سے تبدیل کیا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی عبادات جس طرح نماز روزہ اور حج ہیں اسی طرح جہاد بھی سنت پیغمبری اور عبادت ہے کسی نے سچ کہا ہے:

جنگ شاہان فتنہ و غارت گری است — جنگ مؤمن سنت پیغمبری است

کعب احبار رضی اللہ عنہ کی کرامت

(۱۲) وَعَنْ نُبَيْهَةَ بِنْتِ وَهْبٍ اَنَّ كَعْبًا دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ ؓ فَذَكَرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ كَعْبٌ مَامِنْ يَوْمٍ يَطْلَعُ اِلَّا نَزَلَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ حَتّٰى يَحُفُّوْا بِقَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَضْرِبُوْنَ بِاَجْنِحَتِهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم حَتّٰى اِذَا اَمْسَوا عَرَجُوْا وَهَبَطَ مِثْلُهُمْ فَصَنَعُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا انْشَقَّتْ عَنْهُ الْاَرْضُ خَرَجَ فِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ يَزِفُّوْنَهٗ. (رواه الدارمی)

ترجمہ: حضرت نبیہہ بنت وھب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کعب احبار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا۔ کعب نے کہا کوئی دن ایسا نہیں کہ اس کی فجر ظاہر ہو مگر ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں اور وہ گھیر لیتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو اپنے بازو مارتے اور درود بھیجتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جب شام کرتے ہیں آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور اتنے پھر اترتے ہیں اور وہ بھی دن والوں کی طرح کرتے ہیں تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پھٹے گی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتوں میں نکلیں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے میں لیے ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

تشریح: حضرت کعب احبار رحمہ اللہ کبار تابعین میں سے ہیں، ویسے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں، مسلمان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوئے تھے۔ فرشتوں کے اترنے کی یہ بات حضرت کعب رحمہ اللہ کو یا تو سابقہ آسمانی کتابوں میں مذکورہ پیشین گوئیوں سے معلوم ہوئی ہوگی یا انہوں نے پہلے زمانہ کے بڑے بوڑھوں اور سابقہ آسمانی کتابوں کے عالموں سے سنی ہوگی اور یا یہ کہ خود ان کا کشف اور کراماتی مشاہدہ ہوگا اور یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوئی ہے کیونکہ اس سے ان کی کرامت ظاہر ہوتی ہے۔

باب وفاة النبی صلی الله علیه وسلم ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان

یہاں یہ باب عنوان کے بغیر رکھا گیا ہے، صاحب مشکوٰۃ کبھی کبھی ایسا کرتے ہیں اس قسم بلاعنوان باب اکثر و بیشتر سابقہ باب کے ذیلی مضمون پر مشتمل ہوتا ہے لیکن یہاں اس باب کو سابقہ باب کا ذیلی مضمون نہیں کہا جا سکتا کیونکہ سابقہ باب کرامتوں پر مشتمل ہے اور یہ باب، وفات النبی کی احادیث پر مشتمل ہے لہٰذا تمام شارحین نے کہا ہے کہ اس بلاعنوان باب کا عنوان یقیناً یہی ہے۔ "باب وفات النبی صلی الله علیه وسلم" اس کے بعد بھی ایک باب بلاعنوان آرہا ہے لیکن اس کا عنوان خود بخود احادیث کو دیکھ کر سمجھ میں آجاتا ہے کہ اس باب کا عنوان باب ترکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے لہٰذا وہ باب اس مذکورہ باب کے ساتھ بالکل ملحق اور مناسب ہے، اس کی تمام احادیث ترکہ سے متعلق ہیں، وہ باب سابق باب کے لیے بطور ذیل ہے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا تاریخی پس منظر:۔ 28 صفر 11 ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتداء ہوئی اور چودہ دن بیمار رہ کر 12 ربیع الاول بروز پیر آپ کا وصال ہوگیا، اس تاریخ میں کوئی اختلاف یا کوئی تردد نہیں ہے، اسی وجہ سے ربیع الاول کا نام پہلے لوگوں کے ہاں بارہ وفات مشہور تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی تاریخ 8 ربیع الاول ہے بعض اہل تحقیق نے 9 ربیع الاول بتائی ہے۔ 9 ربیع الاول کی تاریخ سند کی مضبوطی کے لحاظ سے اگرچہ راجح ہے لیکن عوام الناس کے عمل نے 12 ربیع الاول کو متعین کر دیا ہے ورنہ تاریخی لحاظ سے یہ تاریخ کمزور ہے مگر وفات اور ولادت ایک ہی تاریخ میں اگر ہو جائے تو اس سے امت مسلمہ کو شاید یہ پیغام دینا مقصود ہے کہ نہ اس دن کو بطور ماتم منایا جائے اور نہ بطور جشن منایا جائے کیونکہ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ماتم کرنا چاہتا ہے اس کو کہا جائے گا کہ ماتم نہ کرو اس دن تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی بھی ہے اور جو شخص جشن منانا چاہتا ہے اس کو کہا جائے گا کہ جشن نہ مناؤ کیونکہ اس دن تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بھی ہوا ہے۔ بہرحال بیماری کے ان دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نمازیں نہیں پڑھائیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے لیے مقرر فرمایا 17 نمازوں کی امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کرائی۔

وفات سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوات کے سلسلہ میں آخری لشکر جیش اُسامہ کو روانہ فرمایا اور اپنے ہاتھ سے ان کا جنگی جھنڈا باندھا امت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری جملہ نماز کے متعلق یہ تھا: ''الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم'' یعنی نماز کی پابندی کرو اور ماتحتوں پر ظلم نہ کرو اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے ساتھ مناجات کی اور فرمایا: ''اللّٰھم الرفیق الاعلی'' یہ آپ کی زبان مبارک سے نکلنے والا زندگی کا آخری کلمہ ہے۔ آپ کی وصیتوں میں سے آخری تین وصیتیں یہ تھیں: (1) جزیرۂ عرب سے یہودیوں کو نکال دو۔ (2) جیش اسامہ کو روانہ کر دو۔ (3) وفد کو اسی اعزاز و اکرام کے ساتھ واپس کیا کرو جس طرح اکرام میں کرتا ہوں' آپ کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفنا کر دفنایا گیا' پیر اور منگل کے دو دن جنازہ پڑھنے کا اہتمام کیا گیا اور بدھ کی رات آپ قبر شریف میں اتارے گئے آپ کی قبر لحد کی صورت میں تھی' حجرۂ عائشہ میں جہاں وفات ہوئی اسی جگہ میں دفنائے گئے' آپ کے جنازہ کے لیے کسی امام کو مقرر نہیں کیا گیا بلکہ آپ خود امام تھے لوگ آتے رہے اور انفرادی طور پر جنازہ پڑھ کر چلے جاتے تھے۔ سب سے پہلے فرشتے آئے پھر انسانوں نے جنازہ پڑھا' جنات نے بھی جنازہ پڑھا اور پھر تدفین ہوئی۔

الا انما کانت وفات محمد ۔۔۔ دلیل علی ان لیس لله غالب

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ۔۔۔ یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

الفصل الاول.... جب اہل مدینہ کے نصیب جاگے

(۱) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَیْنَا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ وَابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ فَجَعَلَا یُقْرِاٰنِنَا الْقُرْاٰنَ ثُمَّ جَاءَ عَمَّارٌ وَّبِلَالٌ وَسَعْدٌ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِیْ عِشْرِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ جَآءَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَا رَاَیْتُ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ فَرَحَھُمْ بِہٖ حَتّٰی رَاَیْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْیَانَ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ جَاءَ فَمَا جَاءَ حَتّٰی قَرَاْتُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی فِیْ سُوَرٍ مِّثْلِھَا مِنَ الْمُفَصَّلِ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اول وہ شخص جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہمارے پاس آئے وہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ دونوں ہم کو قرآن پڑھاتے تھے۔ پھر عمار رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ اور سعد رضی اللہ عنہ آئے پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس صحابہ رضی اللہ عنہم میں آئے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے اہل مدینہ کو اتنا خوش کبھی نہ دیکھا تھا جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے خوش ہوئے۔ میں نے لڑکوں اور لڑکیوں کو دیکھا کہ کہتے تھے یہ خدا کے رسول ہیں جو تشریف لائے۔ آپ نہیں آئے یہاں تک کہ میں نے سبح اسم ربک الاعلی اور اس جیسی دوسری سورتیں جو مفصل میں ہیں سیکھ لیں۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''الولائد'' ولیدۃ کی جمع ہے۔ بچیوں کو کہتے ہیں' خوشی میں عام لوگ ''جاء رسول الله هذا رسول الله قد جاء'' کے الفاظ سے استقبال کر رہے تھے' بچے اور بچیاں بھی ساتھ دے رہی تھیں اور سب مل کر یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

طلع البدر علینا' من ثنیات الوداع ۔۔۔ ایها المبعوث فینا

وجب الشکر علینا' ماد عالله داع ۔۔۔ لقد جئت بالامر المطاع

بعض بچیاں یہ کہہ رہی تھیں:

نحن جوار من بنی النجار ۔۔۔ یا حبذا محمدًا بجار

وہ رمز جس کو صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پہچانا

(۲) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنَّ عَبْدًا خَیَّرَہُ اللّٰہُ

بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهٗ مِنْ زُهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهٗ فَبَكٰى اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ فَدَيْنَاكَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا فَعَجِبْنَالَهٗ فَقَالَ النَّاسُ انْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهٗ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَاعِنْدَهٗ وَهُوَيَقُوْلُ فَدَيْنَاكَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اَعْلَمَنَا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ اس کو دنیا کی ناز ونعمت دے اگر چاہے اور یا وہ چیز جو اللہ کے پاس ہے۔ پسند کیا بندہ نے اس چیز کو جو اللہ کے پاس ہے۔ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہم نے تعجب کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے لوگوں نے کہا اس شیخ کی طرف دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بندے کی خبر دیتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اختیار دیا ہے اگر چاہے تو اس کو دنیا کے ناز ونعمت دے اور اگر چاہے تو جو اس کے پاس ہے وہ دے اور وہ کہتا ہے ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختیار دیئے گئے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ جانتے تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح: سورہ نصر کے نزول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا میں رہنے یا اٹھنے کا اختیار دیا ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلق فرمار ہے تھے عام صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ کسی اور بندے کا ذکر فرمار ہے ہیں مگر اصل میں سورۃ نصر کا نزول اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوتی مشن جزیرہ عرب میں پایہ تکمیل کو پہنچ گیا اب آپ کو زمین پر باقی رکھنے کے بجائے آسمانوں پر اٹھا نا چاہئے تا کہ رفیق اعلیٰ سے ملاقات ہو جائے۔ اس اشارہ اور دقیق وعمیق علم کو صرف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہچان لیا لہٰذا رونے لگے اس سے صحابہ کو معلوم ہوا کہ ان میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ علم والے ہیں۔

وداعی نماز اور وداعی خطاب

(۳) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَّاَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيْدٌ وَّاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ وَاَنَا فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا وَاِنِّيْ قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّيْ لَسْتُ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا. وَزَادَ بَعْضُهُمْ فَتَقْتَتِلُوْا فَتُهْلِكُوْا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے شہداء پر نماز پڑھی آٹھ برس بعد مانند زندوں اور مردوں کو رخصت کرنے والے کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے۔ فرمایا کہ میں تمہارے آگے سامان درست کرنے والا ہوں اور میں تم پر شہید ہوں۔ تمہارے وعدہ کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں حوض کوثر کی طرف دیکھتا ہوں اس حال میں کہ میں اپنے مقام پر ہوں اور زمین کے خزانوں کی چابیاں دیا گیا ہوں اور میں تم پر مشرک ہونے سے نہیں ڈرتا اپنے بعد۔ ڈرتا ہوں دنیا میں رغبت کرنے سے۔ بعض راویوں نے زیادہ کیا قتل کرو گے پھر ہلاک ہو جاؤ گے۔ جیسا کہ تم سے پہلے ہلاک ہوئے۔ (روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے)

تشریح: ''صلی علی قتلی'' تدفین کے بعد تین دن سے زیادہ گذر جانے کے بعد کسی قبر پر نماز جنازہ نہیں ہوتی نیز جس کا جنازہ ہوا ہو اس کی قبر پر بھی جنازہ نہیں ہوتا' یہاں جو کچھ ہوا ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے بعض نے صلی بمعنی دعا لیا ہے پھر تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔ ''کالمودع'' زندوں کو رخصت کرنا تو واضح ہے اور مردوں کو رخصت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کی قبروں پر آنا اور ان کے لیے دعائیں کرنا یہ سلسلہ اب ختم ہو گیا گویا آپ نے ان سب کو رخصت کیا۔ ''فرط'' اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی آنے والے کے لیے پہلے سے جگہ اور سامان تیار کر کے انتظام کرے یہاں ''میر منزل'' ترجمہ کرنا بہتر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوری امت کے لیے بطور شفیع المذنبین پہلے چلے گئے۔ ''شھید'' اس کا معنی حاضر ناظر نہیں ہے بلکہ یہ امت جب سابقہ امتوں پر گواہی دے گی تو وہ لوگ جرح کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہمارے زمانے میں یہ لوگ موجود نہیں تھے ہم پر ان کی گواہی غلط ہے اس جرح کی تزکیہ کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے کہ میری امت نے صحیح کہا ہے جیسے قرآن میں ہے ''لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدًا'' اگر شہید کا معنی حاضر ناظر ہے تو پھر یہ امت اپنے نبی سے زیادہ حاضر ناظر ہو جائے گی کیونکہ امت تو تمام انسانوں پر گواہ ہے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی امت پر گواہ ہیں۔ ''خزائن الارض'' یعنی دنیا کے خزانے میری امت کو مل جائیں گے کیونکہ یہ جہاد کرے گی تو خزانے ملیں گے، مال غنیمت ہاتھ آئے گا۔

حیات نبوی کے آخری لمحات

(۴) وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِنَّ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تُوُفِّیَ فِیْ بَیْتِیْ وَفِیْ یَوْمِیْ وَبَیْنَ سَحْرِیْ وَنَحْرِیْ وَاَنَّ اللّٰهَ جَمَعَ بَیْنَ رِیْقِیْ وَرِیْقِهٖ عِنْدَ مَوْتِهٖ دَخَلَ عَلَیَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ وَبِیَدِهٖ سِوَاکٌ وَّاَنَا مُسْنِدَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَرَاَیْتُهٗ یَنْظُرُ اِلَیْهِ وَعَرَفْتُ اَنَّهٗ یُحِبُّ السِّوَاکَ فَقُلْتُ اٰخُذُهٗ لَکَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَّعَمْ فَتَنَاوَلْتُهٗ فَاشْتَدَّ عَلَیْهِ وَقُلْتُ اُلَیِّنُهٗ لَکَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَّعَمْ فَلَیَّنْتُهٗ فَاَمَرَّهٗ وَبَیْنَ یَدَیْهِ رَکْوَةٌ فِیْهَامَاءٌ فَجَعَلَ یُدْخِلُ یَدَیْهِ فِی الْمَاءِ فَیَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَیَقُوْلُ لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٌ ثُمَّ نَصَبَ یَدَهٗ فَجَعَلَ یَقُوْلُ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی حَتّٰی قُبِضَ وَمَالَتْ یَدُهٗ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ پر اللہ کی نعمتوں میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں اور میری باری کے دن فوت کیے گئے اور میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان تکیہ کیے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جمع کیا میری تھوک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھوک مبارک کو وفات کے وقت کہ میرے پاس میرا بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آیا اور اس کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں تکیہ کرنے والی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتے ہیں اور میں نے پہچان لیا کہ آپ مسواک کو محبوب جانتے ہیں۔ میں نے کہا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک چاہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک سے ہاں کا اشارہ کیا۔ فرمایا میں نے عبدالرحمٰن سے مسواک لی آپ کو اس کا چبانا دشوار ہوا تو میں نے کہا کیا نرم کر دوں مسواک کو آپ نے اشارہ فرمایا اپنے سر مبارک سے تو میں نے مسواک نرم کر دی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک اپنے دانتوں پر پھیری اور آنحضرت کے سامنے ایک پانی کا برتن تھا اس میں پانی تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی میں ہاتھوں کو داخل کرتے اور اپنے چہرہ پر پھیرتے اور فرماتے نہیں کوئی معبود مگر اللہ موت کے لیے سختیاں ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور فرماتے تھے کہ مجھ کو رفیق اعلیٰ سے ملا دو یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مائل ہو گیا۔ (بخاری)

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پر فخر کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے آخری لمحات اور آخری خدمات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انجام دیں۔ ''فی بیتی'' یعنی حجرۂ عائشہ میں انتقال ہوا۔ ''یومی'' یعنی میری باری میں آپ کا انتقال ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت سے ازواج مطہرات نے اپنی باریاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیں مگر خدا کا کرنا ایسا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ان دنوں میں ہوا جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری آئی۔ ''بین سحری و نحری'' سحر سینہ کو کہتے ہیں اور نحر گلے کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لمحات میں مجھے ان سے وہ قرب عطا کیا کہ میرے سینے کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں آرام فرما رہے تھے، ہنسلی کی ہڈی کو نحر کہا گیا ہے، گلا مراد ہے۔

''ریقی'' جسمانی قرب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے روحانی قرب عطا کیا کہ میری لعاب اور حضرت کے لعاب کو مسواک کے واسطہ سے جمع فرمادیا۔ ''امرہ'' منہ میں مسواک گھمایا' چلایا' استعمال کیا۔

انبیاء علیہم السلام کو موت سے پہلے اختیار

(۵) وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ مَامِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ اِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَانَ فِيْ شَكْوَاهِ الَّذِيْ قُبِضَ اَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيْدَةٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ خُيِّرَ (متفق علیه)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے نہیں کوئی نبی کہ بیمار ہو مگر اختیار دیا جاتا ہے دنیا اور آخرت میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں کہ فوت کیے گئے تھے پکڑا حضرت کو آواز کی سختی نے میں نے سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ فرماتے تھے کہ شامل کر مجھ کو ان لوگوں کے ساتھ جن پر انعام کیا تو نے انبیاء میں سے اور صدیقوں میں سے اور شہداء اور صالحین میں سے میں نے جانا کہ آپ اختیار دیئے گئے ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''خیر'' دنیا میں جتنے انسان آئے ہیں سب کو موت کے وقت فرشتہ کھینچ کر لے جاتا ہے اور کوئی مہلت نہیں دی جاتی ہے صرف انبیاء کرام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ موت سے پہلے فرشتہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لاتا ہے کہ نبی کا کیا خیال ہے' میری طرف آتا ہے یا دنیا میں رہنا چاہتا ہے؟ تمام انبیاء نے اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کو اختیار کیا ہے' یہ اجازت صرف ایک اعزاز و اکرام ہے' یہی معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ہوا جس طرح آئندہ حدیث میں آرہا ہے۔ ''بحة'' باپر ضمہ ہے حا پر شد ہے کھانسی کو بھی کہتے ہیں اور گلے میں بھاری پن آنے سے آواز کے موٹے ہوجانے کو بھی کہتے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غم وحزن

(۶) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ يَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ . فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَ كَرْبَ اَبَاهُ! فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلٰى اَبِيْكَ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ يَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَااَبَتَاهُ مِنْ جَنَّتِ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ. يَا اَبَتَاهُ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ يَا اَنَسُ اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ التُّرَابَ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت سخت بیمار ہوئے مرض کی شدت آپ کو بیہوشی کرتی تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہائے میرے باپ کی سختی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ آج کے بعد تیرے باپ پر سختی نہیں ہوگی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے میرے باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی دعوت کو قبول کرلیا اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلالیا اپنے حضور میں اے میرے باپ کہ جنت الفردوس ان کا ٹھکانا ہے اے میرے باپ آپ کی موت کی خبر جبریل تک پہنچاتے ہیں جب آپ دفن کیے گئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے انس تم نے کس طرح گوارا کیا میرے باپ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا۔ (بخاری)

الفصل الثانی.....مدینہ غم واندوہ میں ڈوب گیا

(۷) عَنْ اَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ لَعِبَتِ الْحَبَشَةُ بِحِرَابِهِمْ فَرَحًا لِقُدُوْمِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَ فِيْ رِوَايَةِ الدَّارِمِيِّ قَالَ مَارَاَيْتُ يَوْمًا قَطُّ كَانَ اَحْسَنَ وَلَا اَضْوَءَ مِنْ يَوْمٍ دَخَلَ عَلَيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَمَارَاَيْتُ يَوْمًا كَانَ اَقْبَحَ وَلَا اَظْلَمَ مِنْ يَوْمٍ مَاتَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَفِيْ

رِوَايَةِ التِّرْمِذِيّ قَالَ لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ اَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَمَانَفَضْنَا اَيْدِيَنَا عَنِ التُّرَابِ وَاِنَّا لَفِي دَفْنِهٖ حَتّٰى اَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو لوگوں نے خوشی کی حتیٰ کہ حبشی نیزوں سے کھیلے آنحضرت کے تشریف لانے کی وجہ سے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور دارمی کی روایت میں ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کوئی ایسا دن جو اچھا ہو اور روشن ہو اس دن سے کہ جس دن آپ تشریف لائے نہیں دیکھا۔ اور نہیں دیکھا میں نے برا اور غمگین کرنے والا تاریک اس دن سے کہ وفات پائی اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں یوں آیا ہے جب وہ دن ہوا کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے ہر چیز روشن ہوئی اور جب وہ دن ہوا کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو مدینہ میں ہر چیز تاریک ہوئی اور ہم نے نہ جھاڑے تھے اپنے ہاتھ خاک سے اس حال میں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرنے میں مشغول تھے۔ یہاں تک کہ ہم نے اپنے دلوں کو نا آشنا پایا۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اتنا روحانی اثر ہوا کہ ہاتھ سے مٹی جھاڑنے سے پہلے پہلے زندہ لوگوں کے دلوں پر اثر ہوا اور پہلے کی طرح روحانیت نہیں رہی تو آج کل ڈیڑھ ہزار سال بعد لوگوں کا کیا حال ہوگا......؟

تدفین کے بارے میں اختلاف اور حضرت ابوبکرؓ کی صحیح راہنمائی

(۸) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِخْتَلَفُوْا فِيْ دَفْنِهٖ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم شَيْئًا قَالَ مَاقَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُّدْفَنَ فِيْهِ ادْفِنُوْهُ فِيْ مَوْضِعِ فِرَاشِهٖ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے تو لوگوں نے آپ کے دفن کرنے میں اختلاف کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کوئی نبی نہیں فوت کیا جاتا مگر اس جگہ جہاں وہ دفن ہونا پسند کرے۔ دفن کرو تم ان کو ان کے بچھونے کی جگہ۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''اختلفوا'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں دفن کیا جائے بعض نے بیت المقدس میں دفن کرنے کا مشورہ دیا بعض نے مدینہ میں بقیع غرقد میں دفن کرنے کا کہا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے حدیث سنا دی۔

الفصل الثالث...وفات سے پہلے ہی نبی کو جنت میں اس کا مستقر دکھایا جاتا ہے

(۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ اِنَّهٗ لَنْ يُّقْبَضَ نَبِيٌّ حَتّٰى يُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَلَمَّا نَزَلَ بِهٖ وَرَأْسُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَاَشْخَصَ بَصَرَهٗ اِلَى السَّقْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى قُلْتُ اِذَنْ لَّا يَخْتَارُنَا قَالَتْ وَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا بِهٖ وَهُوَ صَحِيْحٌ فِيْ قَوْلِهٖ اِنَّهٗ لَنْ يُّقْبَضَ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَكَانَ اٰخِرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم قَوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی کی حالت میں فرماتے تھے کہ کسی نبی کو نہیں فوت کیا جاتا مگر اس کو اس کی جنت میں جگہ دکھائی جاتی ہے پھر اس کو اختیار دیا جاتا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر موت نازل ہوئی اس حالت میں کہ آپ کا سر مبارک میری ران پر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیہوشی طاری ہوئی پھر آپ صلی اللہ

علیہ وسلم ہوش میں آئے تو اپنی نگاہ کو آسمان کی طرف اٹھایا پھر فرمایا الٰہی پسند کیا میں نے رفیقِ اعلیٰ کو میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم کو پسند کرتے ہیں اور ہم کو پسند نہیں کرتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے پہچانا یہ قول اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو اپنی صحت میں فرمائی تھی اپنے کلام کرنے میں کہ کبھی کسی پیغمبر کی روح قبض نہیں کی جاتی یہاں تک کہ دکھائی جاتی ہے اس کی جگہ بہشت سے پھر وہ اختیار دیا جاتا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا آخری قول آپ کا یہ تھا یا الٰہی میں پسند کرتا ہوں رفیقِ اعلیٰ کو۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''افاق'' ہوش میں آنے کو افاقہ کہتے ہیں۔ ''اشخص بصر'' چھت چونکہ آسمان کی جہت میں تھی اس لیے اس کو دیکھا ورنہ مقصد آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا تھا اس حدیث میں آپ کا آخری کلمہ مذکور ہے، دوسری روایت میں ایک کلمہ امت کے لیے ہے کہ نماز پڑھو اور ماتحت لوگوں پر ظلم نہ کرو پیدائش کے وقت آپ نے پہلا کلمہ اللہ اکبر ادا فرمایا تھا اور عهد الست میں سب سے پہلے آپ نے ''بلیٰ'' کا لفظ ادا فرمایا اور ایک کلمہ اپنے رب کے لیے ہے جو اس حدیث میں ہے۔

زہر کا اثر

(۱۰) وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَاعَائِشَةُ مَاأَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِيْ أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ وَهٰذَا أَوَانٌ وَجَدْتُ اِنْقِطَاعَ أَبْهَرِيْ مِنْ ذَالِكَ السَّمِّ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اپنی اس بیماری میں کہ آپ اس میں فوت ہوئے۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ میں اس طعام کا درد پاتا تھا جو میں نے کھایا تھا خیبر میں۔ اور اب میری شہ رگ کے کٹ جانے کا وقت ہے اس زہر کی وجہ سے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''الم'' درد اور تکلیف کو الم کہتے ہیں۔ ''بخیبر'' جنگ خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلایا تھا اللہ تعالیٰ نے زہر کو اثر نہ کرنے کا حکم دیدیا چنانچہ اس کا اثر ایک مقرر وقت تک محدود پیمانے پر موقوف ہوگیا مگر جب آپ کی زندگی کے دن پورے ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے اس زہر کا پورا اثر ظاہر کر دیا جس سے آپ کی رگ جان کٹ گئی اور وفات ہوگئی، اسی طرح خاموش زہر سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی موت بھی واقع ہوگئی یہ کامل رفاقت کی طرف اشارہ ہے۔ ''ابهری'' یہ اس رگ کا نام ہے جس کا تعلق دل سے ہے اس کے کٹنے سے آدمی مر جاتا ہے اس کو رگ جان کہتے ہیں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس رگ کی دوسری تفسیر یہ کی ہے کہ یہ رگ جسم میں قدم تک نیچے چلی گئی ہے پھر اس سے چھوٹی چھوٹی رگیں پورے بدن میں پھیلی ہوئی ہیں، یہ رگ جب دماغ میں ہوتی ہے تو اس کو ''نامه'' کہتے ہیں اور جب یہ رگ گلے میں آتی ہے تو اس کو ''ورید'' کہتے ہیں، جب یہ رگ گلے سے نیچے سینہ میں پہنچتی ہے تو اس کو ''ابهر'' کہتے ہیں اور جب یہ رگ نیچے پنڈلی تک چلی جاتی ہے تو اس کو ''صافن'' کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ رگ جب گردن میں ہوتی ہے تو یہ ابهر کہلاتی ہے، جب بازو میں اور گھٹنے میں ہوتی ہے تو اس کو اکحل کہتے ہیں اور جب پنڈلی میں ہوتی ہے تو اس کو عرق النساء کہتے ہیں بہرحال یہی رگ جان ہے۔

مرض الموت میں ارادہ تحریر کا قصہ

(۱۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيْهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم هَلُمُّوْا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ فَقَالَ عُمَرُ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قُوْمُوْا عَنِّيْ قَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَاحَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم

وَبَيْنَ اَنْ يَّكْتُبَ لَهُمْ ذَالِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلاَفِهِمْ وَلَغَطِهِمْ .وَفِي رِوَايَةِ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِي مُسْلِمِ الْاَحْوَلِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَايَوْمُ الْخَمِيْسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى بَلَّ دَمْعُهُ الْحَصٰى قُلْتُ يَاابْنَ عَبَّاسٍ وَمَايَوْمُ الْخَمِيْسِ قَالَ اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِكَتِفٍ اَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْامَاشَانُهُ اَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ فَقَالَ دَعُوْنِيْ ذَرُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَافِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنَنِيْ اِلَيْهِ فَاَمَرَهُمْ بِثَلٰثٍ فَقَالَ اَخْرِجُوْا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوْاالْوَفْدَ بِنَحْوِمَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَهَا فَنَسِيْتُهَا قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا گھر میں بہت لوگ تھے ان میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آؤ میں تم کو ایک تحریر لکھ دوں کہ تم ہرگز اس کے بعد گمراہ نہ ہوگے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ پر بیماری کی تکلیف غالب ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے اور کافی ہے اللہ کی کتاب اور گھر والوں نے اختلاف کیا اور جھگڑا کیا بعض ان میں سے کہتے تھے کہ نزدیک کرو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلمدان کہ لکھیں تمہارے لیے اور بعض کہتے تھے جو عمر رضی اللہ عنہ کہتا تھا جب لوگوں نے شور زیادہ کیا اور اختلاف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھ جاؤ میرے پاس سے۔ عبیداللہ نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے اصل مصیبت وہ رکاوٹ ہے جو آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور درمیان اس کے کہ لکھیں ان کے لیے نوشتہ ان کے اختلاف کی وجہ سے اور شور وغوغا کی وجہ سے۔ سلمان بن ابی مسلم احول کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جمعرات کا دن کیا ہے جمعرات کا دن! پھر ابن عباس اتنا روئے کہ انکے آنسوؤں نے کنکریوں کو تر کر دیا۔ میں نے کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ کیا ہے پنجشنبہ کا دن کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن سخت بیماری تھی آپ نے فرمایا کہ میرے پاس شانہ کی ہڈی لاؤ کہ تم کو ایک نوشتہ لکھ دوں تم اس کے بعد گمراہ نہیں ہوگے۔ لوگوں نے اختلاف کیا اور نبی کے نزدیک اختلاف لائق نہ تھا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت کا کیا حال ہے۔ کیا دنیا کو ترک کرتے ہیں۔ حضرت سے پوچھو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے تکرار شروع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو چھوڑ و ایسی حالت میں کہ میں اس میں ہوں اس چیز سے بہتر کہ تم مجھے بلاتے ہو۔ اس کی طرف تو آپ نے ان کو تین باتوں کا حکم کیا۔ فرمایا مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکال دو اور قاصدوں کا اکرام کیا کرو اور ان سے احسان کیا کرو میرے احسان کرنے کی مانند۔ خاموشی اختیار کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تیسری بات سے۔ یا ذکر کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ میں اس کو بھول گیا ہوں۔ سفیان نے کہا یہ قول سلیمان احول کا ہے۔ (روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے)

تشریح: ''اکتب لکم کتابا'' یعنی کوئی کاغذ لے آؤ تاکہ میں تمہارے لیے ایک تحریر تیار کروں تاکہ تم گمراہ نہ ہو' یہ مشہور حدیث ہے جو حدیث قرطاس کے نام سے مشہور ہے' اب سوال یہ ہے کہ یہ تحریر کس چیز سے متعلق تھی؟ اس میں کئی اقوال ہیں مگر لوگوں میں مشہور یہی ہے کہ خلافت سے متعلق یہ تحریر تھی اگرچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بہت بعید کہہ دیا ہے۔

سوال:۔ شیعہ شنیعہ بہت شور کرتے ہیں کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خلافت کی وصیت لکھی جارہی تھی مگر عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں چھوڑا۔

جواب (1): اس کا جواب یہ ہے کہ شیعہ تو کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غدیر خم میں خلافت مل چکی تھی پھر یہاں کون سی خلافت ملنے والی تھی جس کو شیعہ رو رہے ہیں؟ جواب (2): یہ ہے کہ چلو اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لکھنے سے روکا تو اس کے بعد بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک دنیا میں موجود تھے پھر کونسی چیز لکھنے سے مانع بنی' یہ واقعہ جمعرات کا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین روز کے بعد پیر کے دن وفات پا گئے تھے اگر یہ کوئی ضروری اور واجب حکم تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں لکھوا لیتے۔

جواب (3): یہ ہے کہ یہ خلافت کے لکھنے کا معاملہ تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بدل گئی اور یہ خلافت لکھوانے کا ارادہ حضرت علی

رضی اللہ عنہ کے لیے نہیں تھا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے تھا جس پر کئی روایات واضح دلالت کرتی ہیں جیسے یابی الله المؤمنون الاابابکر اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق کے لیے خلافت کی تحریر لکھواتے اور اس کے بعد شیعہ انکار کر دیتے تو شیعہ ڈبل کافر بن جاتے، شیعہ روافض کو تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے کہ ان کو ڈبل کافر بننے سے بچالیا، اب یہ سنگل کافر رہ گئے! بہر حال صحابہ کرام کی رائے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بدل گئی، ویسے بھی موافقات عمر تو مشہور ہیں، یہ بھی موافقات عمر میں سے ایک ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ منظور تھا کہ خلافت کا معاملہ اس طرح حل ہو جائے کہ آزادانہ طور پر خود مسلمان اس کا فیصلہ کریں اور ابوبکر صدیق کو مسلمان خود منتخب کریں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر صدیق کے سوا کسی اور کو منتخب نہیں کریں گے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ اس تحریر کے روکنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو اکیلے نہیں تھے گھر میں اہل بیت کے اور لوگ بھی تھے تو صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کیوں نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تو خیال یہ ہوگا کہ شریعت مکمل ہو چکی ہے قرآن نازل ہوا ہے احادیث کا ذخیرہ موجود ہے اب کوئی ضروری کام بھی باقی نہیں ہے جس کا لکھنا اس وقت ضروری ہے، ادھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو رہی ہے اس کے پیش نظر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا، اس نیک ارادہ میں ان پر طعن کرنا ایسا ہی ہے جیسا شاعر نے کہا:

فعین الرضا عن کل عیب کلیلة　　ولکن عین السخط تبدی المساویا

ترجمہ: یعنی جب نیت اچھی ہو تو آنکھیں ہر برائی سے اندھی ہو جاتی ہیں لیکن اگر نیت بری ہو تو آنکھوں کے سامنے صرف برائیاں ہوتی ہیں۔

سوال:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب حکم تھا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیوں انکار کیا؟ کیا یہ ناجائز نہیں تھا؟

جواب:۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت کی غرض سے انکار کیا اور منع کر دیا اگر یہ نقصان تھا اور ناجائز تھا تو صلح حدیبیہ میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی تحریر سے کچھ الفاظ مٹانے کا فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیوں انکار کیا؟ وہ انکار تو اس انکار سے زیادہ تھا، شیعہ کے نزدیک وہاں تو کچھ بھی نہیں ہوا اور یہاں سب کچھ ہو رہا ہے یہ بغض وعناد کیوں؟

باقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا رونا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام یاد آنے پر تھا اس پر نہیں تھا کہ لکھا کیوں نہیں، اور ہو سکتا ہے کہ کسی اور وجہ سے روئے ہوں، رونے کے اسباب تو مختلف ہو سکتے ہیں۔ ''الرزیه کل الرزیة'' مصیبت کو رزیہ کہتے ہیں یعنی مکمل مصیبت اس وقت آئی تھی۔ ''ماحال'' یعنی جب لوگ آڑے آگئے۔ ''لغطهم'' یہ اس شور کو کہتے ہیں جس کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا صرف شور کی آوازیں سنائی دیتی ہوں۔ ''بل دمعه الحصی'' ''بل'' تر ہونے کو کہتے ہیں دمع آنسو کو کہتے ہیں اور الحصی کنکریوں کو کہتے ہیں یعنی آپ کے آنسوں سے کنکریاں تر ہو گئیں۔

''کتف'' اس زمانہ میں کاغذ نہیں ہوتا تھا کھال یا چھال یا لکڑی یا پتھر یا ہڈی پر لکھا کرتے تھے یہاں بھی ہڈی مراد ہے بکری کی دستی کی ہڈی چوڑی ہوتی ہے جو لکھائی کے لیے مناسب ہوتی ہے شانہ کی دوسری ہڈی بھی مراد ہو سکتی ہے۔

''اهجر استفهموه'' اهجر کے لفظ میں صحیح روایت یہی ہے کہ ہمزہ استفہام موجود ہے، اس پر فتحہ ہے، ہا پر بھی زبر ہے اور ''جیم'' ''را'' پر بھی فتحہ ہے اس لفظ کے سمجھنے سمجھانے میں بہت دقت پیش آ رہی ہے چونکہ یہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے اس لیے شیعہ شنیعہ نے اس حدیث سے اپنے مذموم اغراض ومقاصد نکالنے اور اپنے بغض وعداوت کو ظاہر کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے کسی صحیح محمل پر حمل کرنے کے بجائے اس کو ایسے محمل پر حمل کرتے ہیں جس سے صحابہ اور بالخصوص عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کا موقع ہاتھ میں آتا ہے حالانکہ یہاں اس پورے قصہ میں اہل بیت بھی شریک گفتگو ہیں۔ اس لفظ کو غلط مفہوم پر حمل کر کے یہ مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں نے کہا کہ کیا آنحضرت اول فول بولتے ہیں؟ کسی بحرانی کیفیت میں مبتلا ہیں؟ کسی ہذیان میں مصروف ہیں؟ یہ مفہوم نبی معصوم کے بارے میں بالکل غلط ہے اور نہ اس طرح نسبت کوئی مسلمان اپنے پیغمبر کی طرف کر سکتا ہے چہ جائیکہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر یہ الزام دھر لیا جائے یا کسی بھی صحابی پر بہتان باندھا جائے۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ کلام استفہام انکاری پر محمول ہے اور اس کلام کے کرنے والا ان لوگوں کی سرزنش کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ کیا نبی مکرم کوئی

غلط بات کررہے ہیں یا کوئی بحرانی کیفیت کی بات کررہے ہیں؟ یا کوئی فضول بات کررہے ہیں؟ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ نبی معصوم کا کلام ہے اس کو سنو! اور اس کے سمجھنے کی کوشش کرو۔ تیسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ عرب محاورہ اور عرب دستور کے مطابق کلام ہے جس میں باتیں تو ہوتی ہیں مگر سمجھ میں نہیں آتیں اس طرح کلام کرنے میں مریض کی کوئی توہین اور تحقیر کا پہلو نہیں ہوتا بلکہ شدت بخار کی وجہ سے بعض دفعہ مریض اس طرح کلام کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کہنے والا کہتا ہے کہ کچھ سمجھنے کی کوشش کرو آیا نبی مکرم ''کا کیوں ہے'' فرمارہے ہیں۔ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات میں لکھتے ہیں۔ **والمراد به هنا مايقع من كلام المريض مما لا ينتظم**. یہ کلام درحقیقت قاضی عیاض کا ہے اگرچہ اس کو بھی رد کیا گیا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس توجیہ سے بہتر کوئی توجیہ نہیں ہے اس کو قبائل کے لوگ بہتر سمجھتے ہیں۔ ''**استفهموه**'' کا مطلب یہی ہے کہ اس کلام کو سمجھ لو اور سمجھنے کی کوشش کرو۔ ''**يردون عليه**'' یعنی صحابہ اور اہل بیت جو اس گھر میں موجود تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو آپ پر لوٹاتے تھے کہ اس کلام کی ضرورت نہیں ہے۔ لو بھائی! یہ عام اہل بیت اور گھر میں موجود صحابہ کرام کی بات ہے اس میں تو تصریح ہے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صرف اشارہ کیا ہے۔

نزول وحی منقطع ہوجانے کا غم

(۱۲) **وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعُمَرَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنْطَلِقْ بِنَااِلٰى اُمِّ اَيْمَنَ نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَزُوْرُهَا فَلَمَّا انْتَهَيْنَااِلَيْهَا بَكَتْ فَقَالَا لَهَامَا يُبْكِيْكِ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ اَنِّيْ لَااَعْلَمُ اَنَّ مَاعِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَلٰكِنْ اَبْكِيْ اَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا**(مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کہا کہ ہم کو ام ایمن کی طرف لے چلو تا کہ ان سے ملاقات کریں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کرتے تھے۔ جب ہم ام ایمن کے پاس پہنچے۔ ام ایمن روپڑیں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کس چیز نے تجھ کو رلایا کیا تو نہیں جانتی کہ جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ رسول خدا کے لیے بہتر ہے۔ ام ایمن نے کہا میں اس واسطے نہیں روتی کہ میں نہیں جانتی کہ جو خدا کے پاس ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہتر ہے۔ مگر میں اس لیے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی آنی منقطع ہوگئی تو ام ایمن رضی اللہ عنہا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کا سبب بنی۔ تو یہ دونوں ساتھی ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ رو پڑے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''**نزورها**'' ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں یہ خواجہ عبداللہ کی باندی تھیں۔ جب بی بی آمنہ کا انتقال ہوا تو مدینہ منورہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ام ایمن اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لائی تھیں ام ایمن کا اصل نام ''برکہ'' تھا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور میراث ملیں تو آپ نے ان کو آزاد کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہت تعظیم و توقیر اور عزت واحترام کرتے تھے اسی احترام کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کا احترام کرتے تھے اور کبھی کبھی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے زیر بحث حدیث میں اسی کا بیان ہے حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایسا دردناک جملہ ارشاد فرمایا کہ دونوں خلفاء کو خوب رلایا اور خود بھی روئیں۔

مسجد نبوی کے منبر پر آخری خطبہ

(۱۳) **وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَنَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ عَاصِبًا رَاْسَهُ بِخِرْقَةٍ حَتّٰى اَهْوٰى نَحْوَ الْمِنْبَرِ فَاسْتَوٰى عَلَيْهِ وَاتَّبَعْنَاهُ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَى الْحَوْضِ مِنْ مَقَامِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَبْدًا عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا فَاخْتَارَ الْاٰخِرَةَ قَالَ فَلَمْ يَفْطِنْ لَهَا اَحَدٌ غَيْرُ اَبِيْ بَكْرٍ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ فَبَكٰى ثُمَّ قَالَ بَلْ نَفْدِيْكَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَاَنْفُسِنَا وَاَمْوَالِنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ثُمَّ هَبَطَ فَمَا قَامَ عَلَيْهِ حَتَّى السَّاعَةَ.** (رود الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اس بیماری میں جس میں آپ فوت ہوئے اس حال میں کہ ہم مسجد میں تھے آپ اپنا سر مبارک کپڑے سے باندھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصد کیا منبر کی طرف اور آپ اس پر چڑھے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں حوض کوثر کو دیکھتا ہوں اس جگہ سے کہ جہاں میں کھڑا ہوں پھر فرمایا ایک بندہ ہے کہ اس کے روبرو دنیا کی گئی اور اس کی آرائش اور اختیار کیا اس نے آخرت کو اس نکتہ کو ابوبکر کے سوا کوئی نہ سمجھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو شروع ہو گئے اور روئے ابوبکر نے کہا ہمارے ماں باپ جان و مال اے اللہ کے رسول آپ پر قربان ہوں۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا پھر حضرت منبر سے اترے پھر دوبارہ اس پر نہ کھڑے ہوئے آج تک۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

تشریح: "عاصبا رأسه" مریض جب سر پر سر کے درد کی وجہ سے چوڑا کپڑا باندھتا ہے اس کو عصابہ کہتے ہیں، عاصب اسم فاعل کا صیغہ ہے جو سر پر کپڑا باندھنے والے شخص کو کہتے ہیں۔ "اهوی" متوجہ ہونے کے معنی میں ہے۔ "حتی الساعة" یعنی اس کے بعد سے اب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر کھڑے نہیں ہوئے اس صورت میں ساعت کا ترجمہ گھڑی سے کیا جائے گا یا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد قیامت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر کھڑے نہیں ہوں گے۔ یہ آپ کا آخری قیام اور خطبہ تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے وفات کی پیش بیانی

(۱۴) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاطِمَةُ قَالَ نُعِيَتْ إِلَيَّ نَفْسِي فَبَكَتْ قَالَ لَا تَبْكِيْ فَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِي لَاحِقٌ بِيْ فَضَحِكَتْ فَرَاٰهَا بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ يَا فَاطِمَةُ رَأَيْنَاكِ بَكَيْتِ ثُمَّ ضَحِكْتِ قَالَتْ إِنَّهُ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ قَدْ نُعِيَتْ إِلَيْهِ نَفْسُهُ فَبَكَيْتُ فَقَالَ لِي لَا تَبْكِيْ فَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِيْ لَا حِقٌ بِيْ فَضَحِكْتُ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَجَآءَ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً وَالْإِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ (رواه الدارمی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جب سورۃ اذا جاء نصر الله والفتح اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلایا فرمایا مجھ کو میری موت کی خبر پہنچائی گئی ہے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا روئیں۔ فرمایا نہ روؤ۔ اس لیے کہ سب سے پہلے میرے گھر والوں سے تو مجھ کو ملے گی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی بعض ازواج نے دیکھا انہوں نے کہا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا ہم نے تجھ کو دیکھا کہ تو روئی پھر ہنسی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت نے خبر دی مجھ کو کہ ان کو موت کی خبر پہنچائی گئی ہے میں روئی پھر فرمایا حضرت نے نہ رو۔ اس لیے کہ تو سب اہل بیت سے پہلے مجھ سے ملے گی تو میں ہنسی۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت اللہ کی مدد پہنچ چکی اور فتح مکہ اور آئے اہل یمن وہ بہت نرم ہیں دلوں کے لحاظ سے۔ ایمان یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

تشریح: "نعیت" یعنی مجھے میری موت کی خبر دی گئی ہے۔ "بعض ازواج" اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں۔ "فقلن" اس سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں مگر جمع اکرام واحترام کے طور پر ہے یہ بھی احتمال ہے کہ دیگر ازواج بھی وہاں موجود ہوں۔ "والایمان یمان" یعنی ایمان تو اہل یمن کا ہے اہل یمن سے کون لوگ مراد ہیں اور یہ مدح کن لوگوں کی ہے اس میں چند اقوال ہیں۔

(1) ایک قول یہ ہے کہ اس سے یمن ہی کے لوگ مراد ہیں ان میں کچھ خصوصیات ہیں ان خصوصی امتیازات کی وجہ سے ان کے ایمان کو سراہا گیا ہے مگر یاد رہے یہ اس زمانہ کے یمن کے مسلمان لوگوں کی مدح ہے قیامت تک آنے والے اہل یمن کی تعریف نہیں ہے۔

(2) دوسرا قول یہ ہے کہ اہل یمن سے مراد اہل مکہ ہیں اور چونکہ یہ حدیث حضور اکرم نے تبوک کے مقام پر ارشاد فرمائی ہے اور یمن کی طرف اشارہ بھی فرمایا اس

طرف مکہ ومدینہ واقع ہے تو یمن بول کر مکہ ومدینہ مراد لیا گیا ہے ویسے یمان جانب یمین کو بھی کہتے ہیں اور مکہ ومدینہ جانب یمین میں تھا اس لیے یمان سے اہل مکہ و مدینہ مراد ہیں اس توجیہ سے اس حدیث کا مطلب بھی سمجھ میں آجائے گا اور تعارض بھی ختم ہوجائے گا جس حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔"الایمان فی الحجاز"

(3) تیسرا قول یہ ہے کہ یمان سے انصار مدینہ مراد ہیں کیونکہ ان کی نسل اوران کا اصل یمن سے ہے گویا یہ انصار کی تعریف ہے بہرحال پہلا قول حقیقت ہے باقی مجاز ہے یمن میں خیر ہے۔"والحکمة" مستقبل کے بارے میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا حکمت کہلاتا ہے حکمت دانشمندی عقل وتدبر کا نام ہے اور حقائق کی تہہ تک پہنچنے اور علم ومعرفت کا نام ہے یمن کے لوگوں میں یہ چیزیں زیادہ ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں وصیت

(۱۵) وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّهَاقَالَتْ وَارَأْسَاهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ذَاکِ لَوْکَانَ وَاَنَاحَيٌّ فَاَسْتَغْفِرُلَکِ وَاَدْعُوْلَکِ فَقَالَتْ عَائِشَةُوَاثُکْلِیَاهُ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَظُنُّکَ تُحِبُّ مَوْتِیْ فَلَوْکَانَ ذَالِکَ لَظَلِلْتَ اٰخِرَ یَوْمِکَ مُعَرِّسًا بِبَعْضِ اَزْوَاجِکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَلْ اَنَا وَارَأْسَاهُ لَقَدْ هَمَمْتُ اَوْ اَرَدْتُّ اَنْ اُرْسِلَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَابْنِهٖ وَاَعْهَدَاَنْ یَّقُوْلَ الْقَائِلُوْنَ اَوْ یَتَمَنَّی الْمُتَمَنُّوْنَ ثُمَّ قُلْتُ یَاْبَی اللّٰهُ وَیَدْفَعُ الْمُوْمِنُوْنَ اَوْیَدْفَعُ اللّٰهُ وَیَاْبَی الْمُوْمِنُوْنَ(بخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا ہائے میرا سر دکھتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تیری موت میری زندگی میں واقع ہوئی تو میں تیرے لیے بخشش مانگوں گا اور تیرے لیے دعا کروں گا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے سخت مصیبت ہے خدا کی قسم میں گمان کرتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ میرا مرنا چاہتے ہیں اگر میں مرگئی تو البتہ ہوگے تم آخر اسی دن محبت کرنے والے ساتھ کسی کے اپنی بیویوں میں سے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا مشغول ہو میرے دردسر میں۔کہ میں نے قصد کیا تھا یا ارادہ کیا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کسی کو بھیجوں اور اس کے بیٹے کی طرف اور وصیت کروں واسطے خوف اس کے کہ کہیں کہنے والے یا آرزو کریں آرزو کرنے والے۔پھر میں نے کہا انکار کرے گا اللہ تعالیٰ اور دفع کریں گے مسلمان یا فرمایا دفع کرے گا اللہ تعالیٰ اور انکار کریں گے مومن۔(بخاری)

تشریح:"وارأساه" ہائے میرا سر تو درد سے پھٹا جارہا ہے۔"واثکلیاه" ثکل موت وہلاکت کو بھی کہتے ہیں اور بیٹے یا محبوب کے گم ہو جانے کو بھی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہائے میری مصیبت یہ کلمہ مصیبت کے وقت بولا جاتا ہے۔"معرسا" یہ عروس سے ہے یعنی میرا تو خیال ہے کہ اگر میں مرجاؤں تو دن کے آخری حصہ میں آپ کسی بیوی کے ساتھ شادی رچائیں گے۔"بل انا وار اساة" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حقیقت میں درد سے میرا سر پھٹا جارہا ہے اس میں ایک پوشیدہ اشارہ ہے کہ درحقیقت موت میرے سر پہ منڈلا رہی ہے آنے والی حدیث میں اس کی تفصیل ہے ملاعلی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے سر کا درد ایک ساتھ شروع ہونے میں دونوں میں کمال محبت کی طرف اشارہ ہے کہ ایک کے سر کے درد کی وجہ سے دوسرے میں بھی درد اٹھا یہ ایسا ہی ہوا جس طرح کمال محبت میں مجنون کے جسم سے خود بخود خون بہنے لگا جبکہ لیلےٰ نے اپنے جسم کی رگ میں نشتر مار کر خون نکالا جس طرح عوام میں مشہور ہے۔

"واعهد" یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کی وصیت کردوں پھر میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ اور پھر مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔"ان یقول" یہاں پر"لا" محذوف ہے ای لئلا یقول القائلون اولئلا یتمنیٰ المتمنون.

مرض وفات کی ابتداء

(۱۶) وَعَنْهَا قَالَتْ رَجَعَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ذَاتَ یَوْمٍ مِنْ جَنَازَةٍ مِّنَ الْبَقِیْعِ فَوَجَدَنِیْ وَاَنَا اَجِدُ صُدَاعًا وَاَنَا اَقُوْلُ وَرَأْسَاهُ قَالَ بَلْ اَنَا یَا عَآئِشَةُ وَارَسَاهُ قَالَ وَمَاضَرَّکِ لَوْمُتِّ قَبْلِیْ فَغَسَلْتُکِ وَکَفَّنْتُکِ وَصَلَّیْتُ وَعَلَیْکِ وَدَفَنْتُکِ قُلْتُ لَکَاَنِّیْ بِکَ وَاللّٰهِ لَوْ فَعَلْتَ ذٰلِکَ لَرَجَعْتَ اِلٰی بَیْتِیْ فَعَرَّسْتَ فِیْهِ بِبَعْضِ نِسَآئِکَ

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ بَدِیَ فِیْ وَجْعِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ (رواہ الدارمی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ایک جنازہ کو بقیع میں دفن کر کے میری طرف آئے تو آپ نے مجھ کو دردِ سر میں مبتلا پایا اور میں کہہ رہی تھی کہ ہائے میرا سر دکھتا ہے حضرت نے فرمایا بلکہ میں کہتا ہوں اے عائشہ رضی اللہ عنہا کہ میرا سر دکھتا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ضرر کرتا ہے تجھ کو اگر تو مجھ سے پہلے مرے تو میں تجھ کو خود غسل اور کفن دوں اور نماز پڑھوں تجھ پر اور میں تجھ کو دفن کروں میں نے کہا گویا کہ میں دیکھتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ قسم اللہ کی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر کی طرف پھریں گے اور اس میں کسی دوسری بیوی سے محبت کریں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے پھر آپ کو بیماری شروع ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے۔ روایت کیا اس کو دارمی نے۔

وصالِ نبوی کے بعد حضرت خضر رضی اللہ عنہ کی تعزیت

۱۷ وَعَنْ جعفر بن محمد عن ابیه ان رجلا من قریش دخ علی ابیه علی بن الحسین فقال الا احدثک عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال بلی حدثنا عن ابی القاسم صلی الله علیه وسلم قال لما مرض رسول الله صلی الله علیه وسلم اتاه جبرئیل فقال یا محمد ان الله ارسلنی الیک تکریما لک وتشریفا لک خاصة لک یسالک عما هو اعلم به منک یقول کیف تجدل قال اجدنی یا جبرئیل مغموما واجدنی یاجبرئیل مکروبا ثم جآء ه الیوم الثانی فقال له ذلک فرد علیه النبی صلی الله علیه وسلم کفا رد اول یوم ثم جآء ه الیوم الثالث فقال له کما قال اول یوم ورد علیه کما رد علیه وجآء معه ملک یقال له اسمعیل علی مائة الف ملک کل ملک علی مائة الف ملک فاستاذن علیه فساله عنه ثم قال جبرئیل هذا لک الموت یستاذن علیک ما استاذن علی ادمی قبلک ولا یستاذن علی بعدک فقال ائذن له فاذن له فسلم علیه ثم قال یا محمد ان الله ارسلنی الیک فانم امرتنی ان اقبض روحک قبضت اان امرتنی ان اترکه ترکته فقال وتفعل یاملک الموت قال نعم بذلک امرت و امرت ان اطیعک قال فنظر النبی صلی الله علیه وسلم الی جبرئیل فقال جبرئیل یا محمد ان الله قد اشتاق الی لقائک فقال النبی صلی الله علیه وسلم لمکل الموت امض لما امرت به فقبض روحه فلما توفی رسول الله صلی الله علیه وسلم وجآء ت التعزیة سمعوا صوتا من ناحیة البیت السلام علیکم اهل البیت ورحمة الله وبرکاته ان فی الله عزاء من کل مصیبة وخلفا من کل هالک ودرکا من کل فائت فبا الله فاتقوا وایاه فارجو فانما المصاب من حرم الثواب فقال علی اتدرون من هذا هو الخضیر علیه السلام رواه البیهقی فی دلائل النبوة

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ قریش کا ایک آدمی ان کے باپ علی بن حسین پر داخل ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تمہارے سامنے نہ بیان کروں اس نے کہا ہاں بیان کرو۔ ابوالقاسم رضی اللہ عنہ سے علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے جبرئیل نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اللہ نے مجھ کو آپ کی طرف بھیجا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کی خاطر اور تمہاری تعظیم کے لیے اور یہ تکریم و تعظیم تمہارے لیے خاص ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تم سے اس چیز کے متعلق پوچھتا ہے جو وہ تم سے زیادہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو آپ نے فرمایا غمگین اے جبرئیل اور مصیبت زدہ پھر دوسرے دن جبرئیل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اسی طرح کہا جیسا کہ پہلے دن کہا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے دن جیسا جواب دیا تو جبرئیل کے ساتھ ایک فرشتہ آیا اس کا نام اسماعیل تھا جو لاکھ فرشتوں کا حاکم ہے اور ہر فرشتہ ان میں سے ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے تو اس فرشتہ نے آنے کی اجازت مانگی آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے اس فرشتے کا حال دریافت کیا جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ فرشتہ موت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

آنے کی اجازت مانگتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اس نے کبھی کسی سے اجازت نہ مانگی اور آپ کے بعد بھی اجازت نہیں مانگے گا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اذن دو۔ جبرئیل علیہ السلام نے ملک الموت کو اذن دیا۔ پھر سلام کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ پھر ملک الموت نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اگر آپ حکم کریں روح کے قبض کرنے کا تو میں آپ کی روح قبض کروں اگر آپ چھوڑنے کا حکم کریں تو میں اس کو چھوڑ دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کرے گا تو اے مالک الموت! اس نے کہا میں اس بات کا حکم دیا گیا ہوں اور تمہاری اطاعت کا حکم دیا گیا ہوں۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہا جبرئیل علیہ السلام کی طرف آپ نے دیکھا جبرئیل نے کہا بلاشبہ خدا تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا مشتاق ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت کو فرمایا کہ کر جو تجھ کو حکم کیا گیا ہے ملک الموت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ گھر کے کونے سے لوگوں نے ایک آواز سنی کہ وہ تسلی دیتا ہے اہلبیت کو کہ تم پر سلام ہو اور خدا کی مہربانی اور برکتیں اے اہل بیت قرآن میں ہر مصیبت سے تسلی ہے اور خدا بدلہ دینے والا ہے ہر چیز ہلاک ہونے والی کا اور ہر وقت فوت ہونیوالی چیز کا تدارک کرنے والا ہے اللہ کی مدد کے ساتھ تقویٰ اختیار کرو اسی سے امید رکھو اور نہیں ہے مصیبت زدہ مگر وہ شخص کہ جو ثواب سے محروم کیا گیا ہو۔ علی نے کہا کیا تم جانتے ہوں کون ہے تعزیت کرنے والا۔ یہ خضر علیہ السلام ہیں۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

تشریح: "کیف تجدک" یعنی آپ اپنے آپ کو اس بیماری میں کیسے پاتے ہو؟ "اجدنی" یعنی اپنے آپ کو مغموم ومحزون پاتا ہوں لیکن یہ شکایت اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے "انما اشکوا بثی و حزنی الیٰ اللہ" تاہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور کہتا ہوں الحمد للہ۔ "ھذا ملک الموت" یعنی قبض ارواح پر مقرر فرشتوں میں سے یہ ایک عظیم الشان فرشتہ ہے جو اس سے پہلے کسی کے پاس نہیں آیا ہے نہ آئندہ کسی کے لیے آئے گا نہ اس نے کسی سے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی ہے نہ آئندہ کسی سے اجازت مانگے گا صرف آپ سے آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ "و تفعل؟" ای او تفعل؟ یعنی جو حکم میں دوں گا تم اسی طرح کرو گے؟ فرشتہ نے کہا کہ ہاں مجھے ایسا ہی کرنے کا حکم ہے۔

"ان فی اللہ عزاء" یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی کتاب اور اس کی شریعت میں ہر مصیبت کے وقت تسلی اور تسکین کا سامان ہے۔ "و خلفاً" خلف قائم مقام کو کہتے ہیں اور عوض کو بھی کہتے ہیں یہاں عوض مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ بدلہ عطا کرنے والا ہے۔ "و درکاً" ای تدارکاً یہ پالینے کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر فوت شدہ چیز کا تدارک کرنے والا ہے۔ "فباللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد سے تقویٰ اختیار کرو۔ "المصاب" یعنی مصیبت زدہ حقیقت میں وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم کر دیا گیا ہو۔ "فقال علی" اس سے زین العابدین بھی مراد ہو سکتے ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی مراد ہو سکتے ہیں ثانی زیادہ واضح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی مراد ہے۔

"ھو الخضر" علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں فیہ دلالۃ بینۃ علی ان الخضر موجود. (مرقات جلد 10 ص 325)

حضرت خضر کی حیات اور ممات میں علماء امت کا اختلاف ہے عام مشائخ اور صوفیاء کے نزدیک وہ زندہ ہیں مگر دیگر علماء ان کی موت کے قائل ہیں دونوں طرف دلائل ہیں زیر بحث حدیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت خضر زندہ ہیں اور وہ رجال الغیب کے افراد میں سے ہیں تکوینی نظام سے متعلق ہیں ان پر ظاہری نظام اور ظاہری شریعت کے احکام کو نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ جو علماء ان کی وفات کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے۔ آپ پر ایمان لاتے اور غزوات میں شریک ہوتے نیز ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج روئے زمین پر جو زندہ ہے وہ سو سال کے بعد ختم ہو جائے گا خضر اس وقت اگر موجود تھے تو یقیناً سو سال کے بعد مر گئے ہوں گے۔

صوفیاء کرام جواب دیتے ہیں کہ دیکھو بھائی حضرت خضر کا ظاہری نظام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے وہ باطنی اور تکوینی نظام کے آدمی ہیں ان پر ظاہری نصوص نافذ نہیں ہو سکتیں۔ میں کہتا ہوں کہ بہت ساری مخلوق مر گئی ہے اگر حضرت خضر کو اللہ تعالیٰ نے ایک طویل عمر عطا فرمائی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ بن جائے تو اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے نیز ان کی وفات کے لیے دلائل تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے جو لوگ مر گئے ہیں ان کے لیے استغفار کرنا

چاہیے۔اللہ تعالیٰ جس طرح قادر علی الاماتة ہے اسی طرح قادر علی ابقاء الحیات بھی ہے۔ملاعلی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ چار انبیاء کرام اس وقت زندہ ہیں دو آسمانوں میں ہیں یعنی حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس علیہم السلام اور دو زمین پر ہیں یعنی حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہم السلام۔

باب.....آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مالی وصیت نہیں کی

یہاں یہ باب عنوان کے بغیر ہے گویا یہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب کے لیے بطور تابع اور بطور تکمیل ہے لیکن اس باب میں جتنی احادیث ہیں ان سب کا تعلق آنحضرت کے ترکہ سے ہے اس لیے شارحین نے یہاں باب ترکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا باب باندھا ہے میں نے بھی اسی طرح کیا ہے اس باب میں فصل ثانی اور فصل ثالث نہیں ہے۔

الفصل الاول

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَاقَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيْرًا وَلَا اَوْصٰى بِشَيْءٍ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوت ہونے کے بعد درہم و دینار نہ چھوڑے اور نہ بکریاں اور اونٹ اور نہ وصیت کی کسی چیز کی۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''ولا اوصی''یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی وصیت نہیں کی جس کا تعلق مال اور جائیداد کے ساتھ ہو،ہاں دین سے متعلق آپ نے آخر وقت میں وصیتیں فرمائی ہیں'چونکہ آپ نے کوئی مال اپنے پاس رکھا نہیں تھا اس لیے وصیت کی ضرورت نہیں تھی جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ آپ نے اپنی زندگی میں صدقہ کر دیا تھا صرف چند جہادی اسلحہ چھوڑا۔اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے بعد کسی کو وصی مقرر نہیں کیا تھا اور نہ خلافت کے لیے کسی کو چنا تھا اس جملہ سے شیعہ کا وہ غلط عقیدہ رد کرنا مقصود ہے جس میں شیعہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مالی وصی تھے اور خلافت کی وصیت بھی ان کے لیے ہوئی تھی چنانچہ شیعہ اپنی اذانوں میں اس غلط عقیدہ کی ترویج کرتے ہیں اور کہتے ہیں اشهد ان عليا ولی الله ووصی رسول الله.(على الرافضة لعنة الله)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا

(۲) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ رضی الله عنه اَخِیْ جُوَيْرِيَةَ قَالَ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم عِنْدَ مَوْتِهٖ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا اَمَةً وَلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَآءَ وَسِلَاحَهُ وَاَرْضًاجَعَلَهَا صَدَقَةً (بخاری)

ترجمہ: حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو جویریہ کے بھائی تھے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے بعد درہم و دینار اور غلام لونڈی نہ چھوڑے اور نہ کوئی اور چیز مگر خچر اپنا کہ سفید تھا اور اپنے ہتھیار اور صدقہ کی زمین۔(روایت کیا اس کو بخاری نے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ وارثوں کا حق نہیں

(۳) عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لاتقتسم ورثتی دينارا ماتركت بعد نفقة نسائی ومونة عاملی فهو صدقة (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔میرے فوت ہونے کے بعد میرے وارث نہیں تقسیم کریں گے دینار جو میں نے اپنی بیویوں کے لیے خرچ چھوڑا اور بعد اجرت عامل اپنے کے۔وہ صدقہ ہے۔(متفق علیہ)

تشریح: "نفقة نسائی" "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "صفی" کے طور پر فدک میں اور اسی طرح بنو نضیر کے علاقے میں کچھ زمین لے لی تھی جس سے آپ کے اہل وعیال کا خرچ نکلتا تھا اور اس سے جو بچتا تھا وہ مسلمانوں پر تقسیم ہوتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج کے لیے آپ کی وفات کے بعد نکاح کرنا منع تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات برزخی کا اثر دنیا پر پڑتا ہے لہٰذا ازواج مطہرات کی حیثیت ایسی تھی گویا وہ عدت میں بیٹھی تھیں اس لیے ان کا خرچ آپ کے ذمہ پر تھا۔ "مؤنة عاملی" "مؤنة بوجھ کو کہتے ہیں اور عامل سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء ہیں جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقفی زمین کی سرپرستی کی پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سرپرستی کی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی تولیت مروان کے حوالہ کی پھر اس میں کچھ ذاتی قبضہ آ گیا پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس قبضہ کو چھڑا کر وقفی بنادیا پھر جو کچھ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اس حدیث کی مزید تفصیل مناقب عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں ان شاء اللہ آئیگی۔

انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی

۴ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاهُ صَدَقَةٌ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوسکتا وہ سب کا سب صدقہ ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "لانورث" یعنی ہم انبیاء کی جماعت نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں کہ میراث کا مال لے لیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوسکتا ہے کہ ہمارے مال میں سے حصہ میراث لے لے ہم نے جو کچھ ترکہ چھوڑا وہ عام مسلمانوں کے لیے وقفی صدقہ ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اس وقت بطور دلیل بیان فرمائی جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فدک کے باغ اور اموال بنی نضیر کا مطالبہ کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ان کی اپنی ذاتی رائے نہیں تھی بلکہ صحابہ کرام کے جم غفیر نے یہ فیصلہ منظور کیا تھا اور حدیث اس پر دلالت کر رہی تھی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں کہیں پر لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں میراث اس لیے نہیں چلتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں گویا آپ کے ہاتھ سے مال نکلا ہی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کرنا حرام تھا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بحث بھی چھیڑی ہے کہ آیا یہ حکم تمام انبیاء کے مال کا ہے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے راجح اور معتمد قول یہی ہے کہ یہ تمام انبیاء کے لیے عام حکم ہے علماء نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں میراث اس لیے بھی جاری نہیں ہوتی تھی تاکہ کوئی شخص نبی کی موت پر اس لیے خوش نہ ہو کہ اس کو نبی کے مال سے میراث ملے گی۔

امت مرحومہ کے نبی اور امت غیر مرحومہ کی نبی کی وفات کے درمیان امتیاز

(۵) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَرَادَ رَحْمَةَ اُمَّةٍ مِنْ عِبَادِهٖ قَبَضَ نَبِیَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهٗ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا بَیْنَ یَدَیْهَا وَاِذَا اَرَادَ هَلَکَةَ اُمَّةٍ عَذَّبَهَا وَنَبِیُّهَا حَیٌّ فَاَهْلَکَهَا وَهُوَ یَنْظُرُ فَاَقَرَّ عَیْنَیْهِ بِهَلَکَتِهَا حِیْنَ کَذَّبُوْهُ وَعَصَوْا اَمْرَهٗ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کا ارادہ کرتا ہے تو اس امت کے نبی کو فوت کر دیتا ہے اس امت سے پہلے اور اس پیغمبر کو اس امت کے لیے میر ساماں اور پیش رو بنادیتا ہے۔ جب اللہ امت کی ہلاکت چاہے تو نبی کی موجودگی میں امت کو ہلاک کر دیتا ہے اور اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا ہے امت کی ہلاکت کی وجہ سے جب اس نبی کو جھٹلاتے ہیں اور اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

ذات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کی عقیدت ومحبت کی پیش خبری

۶ وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفس محمد بیده لیاتین علی احدکم یوم ولا یرانی ثم لان یرانی احب الیه من اهله وماله معهم. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم پر ایک دن آوے گا اور مجھ کو نہ دیکھے گا اور مجھ کو دیکھنا اسے بہت محبوب ہوگا اس کے اہل اور مال سے جوان کے ساتھ ہوگا۔ (مسلم)

تشریح: ''لیاتین'' یہ خطاب صحابہ کرام کو ہے اور پھر پوری امت کو بھی ہے یعنی ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ میری وفات کے بعد میرے ساتھ محبت کرنے والے ایسے لوگ ہوں گے جو اس بات کو چاہیں گے کہ ان کے اہل وعیال اور مال ومنال سب قربان ہو جائیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ان کو نصیب ہو جائے ''معھم'' یہ لفظ بطور تاکید لگایا ہے یعنی اہل وعیال کے ساتھ مال بھی قربان کرے' اس سے موجودہ صحابہ کو ترغیب دلانا ہے کہ اس دولت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاؤ! اور سستی نہ کرو! ورنہ کل پچھتاؤ گے۔ شاعر نے کہا:

تمتع من شمیم عرار نجد　　　فما بعد العشیة من عرار

ترجمہ: گلستان نجد کے عرار نامی پھول سونگھنے کا فائدہ اٹھاؤ کیونکہ مغرب کے بعد جب سفر ہوگا پھر یہ نہیں ملیں گے۔

ترجمہ: اگر کسی نے کہا کہ محبوب آگیا ہے تو اگر کوئی مجھے پھانسی پر لٹکا دے تب بھی استقبال کے لیے جاؤں گا۔

باب مناقب قریش و ذکر القبائل... قریش کے مناقب اور قبائل کے ذکر کا بیان

قال الله تعالیٰ: (یا یها الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقاکم)

''مناقب قریش'' مناقب منقبة کی جمع ہے' منقبت اس فضیلت اور برتری و بزرگی کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں عظمت وشرافت والا بن جائے اور مخلوق خدا کے نزدیک بھی عزت وسرفرازی اور رفعت وبلندی حاصل کرلے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت وشرف کا مقام پالیتا ہے وہ مخلوق کے ہاں بھی بلند مقام حاصل کر لیتا ہے البتہ مخلوق کے ہاں معزز ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جب مقبولیت کا مقام ہوگا تو مخلوق کے ہاں بھی مقبولیت کا اعتبار ہوگا ورنہ نہیں۔ قریش عرب کے ایک مشہور ومعروف قبیلے کا نام ہے' درحقیقت ''قریش'' سمندر کی اس بڑی مچھلی کو کہتے ہیں جو سمندر میں تمام مچھلیوں پر غالب رہتی ہے یہ قبیلہ بھی عرب کے سارے قبائل پر غالب تھا' لفظ ''قریش'' نضر بن کنانہ کا لقب تھا ان کی اولاد میں جتنے قبائل تھے ان پر قریش کا اطلاق کیا گیا' جو عرب نضر بن کنانہ کی اولاد میں نہیں وہ قریش نہیں ہیں۔ ''وذکر القبائل'' قبائل جمع ہے اس کا مفرد قبیلہ ہے یہاں اس باب میں اولاد آدم کے مختلف قبائل کی خصوصیات وامتیازات' اچھائیاں اور برائیاں اجمالی طور پر بیان کی گئی ہیں چونکہ ہر قبیلے کا ایک بڑا ہوتا ہے اور وہ اپنے چھوٹوں کے لیے قواعد وقوانین اور طور طریقے مقرر کرتا ہے جیسے شاعر نے کہا:

من معشر سنت لهم اباء هم　　　ولکل قوم سنة و امامها

اسی اعتبار سے ہر قبیلے کے بڑے دادا کی طرف قبیلہ منسوب ہوتا ہے اور اسی کی خصوصیات کا بیان ہوتا ہے۔

الفصل الاول..... قریش کی فضیلت

(۱) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِیْ هٰذَا الشَّاْنِ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ وَکَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِکَافِرِهِمْ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ قریش کے تابع ہیں کاروبار میں یعنی قریش

سردار ہیں۔ مسلمان قریشی مسلمان کے تابع ہیں اور کافر قریشی کافروں کے تابع ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''الناس تبع''، یعنی لوگ سب کے سب قریش کے تابع ہیں قریش کے مسلمان غیر قریش کے مسلمانوں کے سردار اور خلیفہ ہیں اور قریش کے کافران کے کافروں کے سردار ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ جب قریش نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تو عرب اس انتظار میں تھے کہ آیا قریش اسلام کو قبول کرتے ہیں یا نہیں جب قریش نے اسلام قبول کیا اور مکہ فتح ہو گیا تو تمام عرب اسلام میں داخل ہو گئے' اس سے معلوم ہوا کہ قریش حالت کفر میں بھی سردار ہیں اور حالت اسلام میں بھی سردار ہیں گویا قیادت و سیادت اور حکومت و خلافت کی صلاحیت اور استعداد اللہ تعالیٰ نے قریش میں رکھی ہے لہٰذا غیر قریشی سب ان کے تابع ہیں' اس حدیث میں امامت کبریٰ یعنی حکومت و خلافت کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں لوگ قریش کے تابع ہوں گے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انصار کے سامنے اسی حدیث سے قیادت قریش پر استدلال فرمایا تھا کہ الائمہ من قریش. اس حدیث میں قریش کے تقدم اور مقدم کرنے کی ترغیب ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ قریش کی قیادت کا خیال رکھیں اگر کسی نے اس خصوصیت کا خیال نہ رکھا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غیر قریشی کی قیادت صحیح نہیں ہے' قیادت و خلافت صحیح ہے البتہ جن خصوصیات کا حامل ایک قریشی ہو سکتا ہے غیر قریشی نہیں ہو سکتا تو اس حدیث میں قریش کی خصوصیات امتیازات اور لیاقت کا ذکر ہے اور قریش کی اہمیت و اہلیت اور ان کی صفات کا ذکر ہے' اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غیر قریش کو اس کا اہل نہ سمجھا جائے بلکہ حدیث میں قریش کے ایک استحقاق اور ترجیح کا ذکر ہے کہ اگر دو آدمی بھی دنیا میں قریش کے رہ جائیں تو ایک امیر بنے دوسرا مامور بنے یہ بھی اس حدیث کی ایک تشریح ہے' مگر دیگر فقہاء اور علماء نے لکھا ہے کہ خلیفہ کے لیے قریشی کا ہونا لازم ہے غیر قریشی کا بادشاہ بنانا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع ہو گیا ہے' صحابہ کرام نے اسی طرح فیصلہ کیا ہے فقہاء نے بھی اسی طرح لکھا ہے لہٰذا قریشی کے وجود کے وقت غیر قریشی صحیح نہیں ہے' ہاں اگر قریشی موجود نہیں ہے تو پھر کنانہ کے کسی فرد کو خلیفہ بنایا جائے اگر وہ نہیں ملا تو پھر عرب بنو اسماعیل میں سے کسی کو خلیفہ بنایا جائے اگر ان میں سے کوئی نہیں ملا تو پھر کسی عجمی شخص کو لایا جائے۔ بہر حال خلیفۃ المسلمین کے لیے قریشی ہونے کی شرط تمام کتابوں اور احادیث میں ہے البتہ بعض شیعہ' معتزلہ' مبتدعہ' مودودیہ نے اس شرط کا انکار کیا ہے۔

قریش ہی سردار ہیں

(۲) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ قریش کے تابع ہیں برائی اور بھلائی میں۔ (مسلم)

خلافت اور قریش

(۳) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ فِي قُرَيْشٍ مَا بَقِيَ مِنْهُمُ اثْنَانِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی جب تک کہ ان میں دو آدمی باقی رہیں۔ (متفق علیہ)

قریش کا استحقاق خلافت دین کے ساتھ مقید ہے

(۴) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِي قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ یہ خلافت قریش میں رہے گی نہیں دشمنی کرے گا اس سے کوئی مگر اللہ تعالیٰ اس کو الٹا کر دے گا اس کے منہ کے بل قریش کے دین پر قائم رہنے تک۔ (بخاری)

تشریح: ''ماأقاموا الدین'' یعنی قریش کا استحقاق خلافت اس بات سے مشروط ہے کہ وہ تنفیذ شریعت کریں گے' دین کی حدود کی حفاظت کریں گے چونکہ خلافت کا اصل مقصد دین کی تنفیذ اور اسلام کے جھنڈے کو بلند کرنا ہے اگر قریش نے یہ کام چھوڑ دیا تو پھر خلافت کے مستحق نہیں رہیں گے بلکہ وہ واجب العزل ہوں گے۔ بعض روایات میں ماأقاموا الصلوۃ کے الفاظ آئے ہیں لہٰذا شارحین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی بادشاہ خود نماز نہ پڑھتا ہو اور نماز پڑھنے کے لیے کوئی نظام بھی قائم نہ کرتا ہو وہ بھی واجب العزل ہے' تو تنفیذ شریعت اور اقامت الصلوٰۃ اگر کسی بادشاہ میں نہ ہوں' تو وہ واجب العزل ہے اور اس کے خلاف خروج و بغاوت ضروری ہے' آج کل دنیا کے مسلم حکمران اقامت صلوٰۃ تو درکنار نماز پڑھنے والوں کو نماز سے روکتے ہیں ایسے منافقین و معاندین کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا مسلمانوں پر لازم ہے مگر مسلمان کمزور بنے بیٹھے ہیں۔ ''لایعادیھم'' یہ عداوت اور دشمنی کے معنی میں ہے۔ ''کبہ اللہ'' منہ کے بل دوزخ میں ڈالنے اور الٹا لٹکانے کے معنی میں ہے۔

قریش میں سے بارہ خلفاء کا ذکر

(۵) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ لَا يَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِيْزًا اِلٰی اِثْنَیْ عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِّنْ قُرَيْشٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّا يَزَالُ اَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا مَاوَلِيَهُمْ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّايَزَالُ الدِّيْنُ قَآئِمًا حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ اَوْ يَكُوْنَ عَلَيْهِمْ اِثْنَاعَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اسلام ہمیشہ قوی رہے گا بارہ خلیفوں تک اور وہ سب قریش سے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ہمیشہ رہے گا لوگوں کا کارگذرنے والا جب تک کہ حاکم ہوں گے امیر ان کے بارہ شخص کہ وہ سب قریش سے ہوں گے ایک روایت میں ہے ہمیشہ دین قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اور لوگوں پر بارہ خلیفے ہوں قریش سے۔ (روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے)

تشریح: ''اثنی عشر خلیفة'' یعنی قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک قریش کے بارہ خلفاء ظاہر نہ ہو جائیں' اس حدیث کا سمجھنا اور اس کا مصداق متعین کرنا کافی مشکل ہے اس لیے کچھ تفصیل کی ضرورت پڑے گی لہٰذا سمجھ لینا چاہئے کہ اس حدیث میں مذکورہ بارہ خلفاء سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متصلاً پے در پے آئیں گے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متصلاً خلافت علی منہاج النبوۃ تو حدیث کی پیشگوئی کے مطابق صرف تیس سال تک رہی ہے' اس کے بعد خلافت علی طریق العموم کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا' لہٰذا اس حدیث میں بارہ خلفاء سے مراد ایسے خلفاء ہیں جو قیامت تک مختلف اوقات میں آئیں گے جن کے عدل وانصاف کے چرچے ہوں گے' اسی تناظر میں یہاں اس حدیث کی تشریح میں چند اقوال ہیں۔

پہلا قول: قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بارہ خلفاء سے مراد وہ خلفاء ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے لے کر بنوامیہ کے دور تک بارہ خلیفہ بنے ہیں ان کے مجموعی حالات اچھے تھے اگرچہ بعض ان میں خراب آئے ہیں مگر ان کا اعتبار نہیں ہے۔ دوسرا قول: دوسرا قول یہ ہے کہ ان بارہ خلفاء سے مراد وہ خلفاء ہیں جو عادل متقی پرہیزگار ہوں گے' تسلسل کے ساتھ نہیں ہوں گے بلکہ قیامت تک اس قسم کے بارہ عادل خلیفے پورے ہوں گے تب قیامت آئے گی' سمجھنے کے اعتبار سے یہ قول آسان ہے۔ تیسرا قول: تیسرا قول یہ ہے کہ ان بارہ خلفاء سے مراد وہ خلفاء ہیں جو حضرت مہدی کے بعد شروع ہوں گے وہ اولاد مہدی میں ہوں گے اور ڈیڑھ سو سال تک نہایت عدل وانصاف کے ساتھ حکومت قائم کریں گے گویا یہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے جو قرب قیامت کے وقت ظاہر ہوگی۔

چوتھا قول: چوتھا قول یہ ہے کہ ان بارہ خلفاء سے ایک ہی زمانے کے ایسے خلفاء مراد ہیں جو بلاد اسلامیہ میں مختلف ممالک میں حاکم ہوں گے ان کا وجود باعث اتفاق واتحاد نہیں بلکہ باعث شورش ونزاع ہوگا حدیث کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ ان کے آنے سے پہلے عدل وانصاف ہوگا

حکمران کے آنے کے بعد طوائف الملو کی کا دور شروع ہو جائے گا اور اختلافات ہوں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ شیعہ حضرات جو اپنے بارہ اماموں کو اس حدیث کا مصداق بتاتے ہیں کیا وہ صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شیعہ حضرات غلط کہتے ہیں، حدیث شریف میں ان کے بارہ اماموں کی طرف اشارہ تک نہیں ہے، صرف اثنی عشر کا لفظ ہے انہوں نے اپنے آپ کو اثنا عشریہ کہہ دیا اور ایک اختلافی پارٹی کی بنیاد رکھ دی، یہ لوگ اس حدیث میں تحریف کرتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں تعجب تو اس پر ہے کہ ان کے بارہ اماموں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی خلیفہ ہوا بھی نہیں ہے، جس شخص نے ایک دن بھی خلافت نہیں کی اس کو خلیفہ کہنا کتنا بڑا جھوٹ ہے، حقیقت کو اگر دیکھا جائے تو روافض کے مذہب کی بنیاد جھوٹ پر رکھی گئی ہے جن کا قرآن اب تک غائب ہے تو ان کا دین کہاں ہوگا؟ ''اویکون علیھم'' یہاں ''او'' واو کے معنی میں ہے عطف کے لیے ہے ای ویکون علیھم الخ.

چند عرب قبائل کا ذکر

(۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم غِفَارٌ غَفَرَاللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ تعالیٰ غفار کو بخشے اور اسلم ان کو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ اور عصیہ نے اللہ کی معصیت کی اور اس کے رسول کی۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''غفار غفر اللہ لھا'' غفار غین پر کسرہ ہے عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے، جس میں مشہور صحابی ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کے نام کے مبدأ اشتقاق غفران کو دیکھ کر ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی۔ ''اسلم'' سلامتہ بھی عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے، اس قبیلہ نے لڑائی اور جنگ کے بغیر اسلام کو قبول کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام کے مبدأ اشتقاق کو دیکھ کر ان کے لیے بھی سلامتی کی دعا فرمائی۔ ''عصیة'' یہ اس بدبخت قبیلہ کا نام ہے جس نے ستر صحابہ قاریوں کو بیر معونہ میں دھوکہ کے ساتھ شہید کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام کے مبدأ اشتقاق عصیان کو دیکھ کر ان کے لیے ان کی معصیت کی وجہ سے بددعا فرمائی۔

چند قبائل کی فضیلت

(۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قُرَیْشٌ وَالْاَنْصَارُ وَجُهَیْنَةُ وَمُزَیْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَّاَشْجَعُ مَوَالِیَّ لَیْسَ لَهُمْ مَوْلٰی دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور غفار اور اشجع میرے دوست ہیں۔ خدا اور اس کے رسول کے سوا ان کا کوئی دوست نہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: قریش یعنی قریش قبیلہ کے جو مسلمان ہیں۔ الانصار اس سے مراد انصار مدینہ ہیں۔ موالی یائے متکلم کی طرف مضاف ہے یہ مولیٰ کی جمع ہے دوست کے معنی میں ہے۔ یعنی یہ قبائل میرے دوست ہیں اور ان کے دوست صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہیں۔

دو حلیف قبیلوں کا ذکر

(۸) وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَّمُزَیْنَةُ وَجُهَیْنَةُ خَیْرٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ وَّمِنْ بَنِیْ عَامِرٍ وَالْحَلِیْفَیْنِ مِنْ بَنِیْ اَسَدٍ وَّغَطْفَانَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غفار، مزینہ اور جہینہ یہ بنی تمیم سے بہتر ہیں۔ اور بنی عامر سے اور بہتر ہیں دونوں حلیفوں بنی اسد اور غطفان سے۔ (متفق علیہ)

بنوتمیم کی تعریف

(۹) وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ مَازِلْتُ اُحِبُّ بَنِی تَمِیمٍ مُنْذُ ثَلٰثٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَقُوْلُ فِیْهِمْ سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ هُمْ اَشَدُّ اُمَّتِیْ عَلَی الدَّجَّالِ قَالَ وَجَاءَ تْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم هٰذِهٖ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا وَکَانَتْ سَبِیَّةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ اَعْتِقِیْهَا فَاِنَّهَا مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِیْلَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں بنی تمیم کو ہمیشہ دوست رکھتا ہوں اس وقت سے کہ تین خصلتیں سنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے حق میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے بنی تمیم سخت ترین امت میری کے ہیں دجال پر۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا بنی تمیم کے صدقے آئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہماری قوم کے صدقے ہیں اور ایک لونڈی تھی بنی تمیم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو آزاد کردے اس لیے کہ حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہے۔ (متفق علیہ)

الفصل الثانی.... قریش کو ذلیل نہ کرو

(۱۰) وَعَنْ سَعْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ مَنْ یُّرِدْ هَوَانَ قُرَیْشٍ اَهَانَهُ اللّٰهُ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت سعد سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قریش کی ذلت کی خواہش کا ارادہ کرے تو اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ (ترمذی)

قریش کے حق میں دعا

(۱۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِذَقْتَ اَوَّلَ قُرَیْشٍ نَکَالًا فَاَذِقْ اٰخِرَهُمْ نَوَالًا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ تو نے قریش کے اول لوگوں کو عذاب چکھایا اور ان کے آخر کو بخشش عطا فرما۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

دو یمنی قبیلوں کی خوبیاں اور ان کی تعریف

(۱۲) وَعَنْ اَبِی عَامِرِ نِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْحَیُّ الْاَسْدُ وَ الْاَشْعَرُوْنَ لَایُفِرُّوْنَ فِی الْقِتَالِ وَلَا یَغُلُّوْنَ وَهُمْ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا قبیلہ اسد اور اشعری ہے نہیں بھاگتے کفار کے ساتھ لڑنے سے اور نہ ہی غنیمتوں میں خیانت کرتے ہیں اور وہ مجھ سے ہیں میں ان سے ہوں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَزْدُ اَزْدُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ وَیُرِیْدُ النَّاسُ اَنْ یَّضَعُوْهُمْ وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّا اَنْ یَّرْفَعَهُمْ وَلَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَقُوْلُ الرَّجُلُ یَالَیْتَ اَبِیْ کَانَ اَزْدِیًا وَیَالَیْتَ اُمِّیْ کَانَتْ اَزْدِیَّةً رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبیلہ ازد کے لوگ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے ازد یعنی اللہ کا شکر اور اس کے دین کے معاون ہیں۔ لوگ ان کو زمین میں حقیر کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجہ دینا چاہتا ہے۔ آئے گا لوگوں پر ایک زمانہ! کہے گا ایک مرد کاش کہ ہوتا میرا باپ قبیلہ ازد سے اور کاش کہ ہوتی میری ماں بھی قبیلہ ازد سے۔ (ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

تین قبیلوں کے بارے میں اظہار ناپسندیدگی

(۱۴) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ مَاتَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَيَكْرُهُ ثَلٰثَةَ اَحْيَآءٍ ثَقِيْفٍ وَبَنِى حَنِيْفَةَ وَبَنِى اُمَيَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اس حال میں کہ آپ تین قبیلوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ثقیف، بنی حنیفہ، بنی امیہ۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: ثقیف اس قبیلہ میں مشہور ظالم حجاج بن یوسف پیدا ہوا تھا جس نے ایک لاکھ 20 ہزار بے گناہ انسانوں کو باندھ کر قتل کیا تھا۔ بنو حنیفہ اس قبیلہ میں مشہور کذاب اور جھوٹی نبوت کا دعویدار مسیلمہ کذاب پیدا ہوا۔ بنو امیہ اس قبیلہ میں عبداللہ بن زیاد اور یزید و دیگر کذابین پیدا ہوئے ہیں ان ناپسندیدہ افراد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قبائل ناپسند تھے۔

بنو ثقیف کے دو آدمیوں کے بارے میں پیش گوئی

(۱۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى ثَقِيْفٍ كَذَّابٌ وَ مُبِيْرٌ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَصْمَةَ يُقَالُ الْكَذَّابُ هُوَ الْمُخْتَارُ بْنُ اَبِىْ عُبَيْدٍ وَ الْمُبِيْرُ هُوَالْحَجَّاجُ بْنُ يُوْسُفَ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ اَحْصَوْا مَاقَتَلَ الْحَجَّاجُ صَبْرًا فَبَلَغَ مِائَةَ اَلْفٍ وَعِشْرِيْنَ اَلْفًارَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاى مُسْلِمٌ فِى الصَّحِيْحِ حِيْنَ قَتَلَ الْحَجَّاجُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَتْ اَسْمَآءُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَدَّثَنَا اَنَّ فِىْ ثَقِيْفٍ كَذَّابًا وَمُبِيْرًا فَاَمَّا الْكَذَّابُ فَرَاَيْنَاهُ وَاَمَّا الْمُبِيْرُ فَلَااِخَالُكَ اِلَّا اِيَّاهُ وَسَيَجِئُ تَمَامُ الْحَدِيْثِ فِى الْفَصْلِ الثَّالِثِ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثقیف میں ایک بڑا جھوٹا اور ہلاکو ہوگا۔ عبداللہ بن عصمہ نے کہا۔ کہا جاتا ہے جھوٹے سے مراد مختار بن ابی عبید اور ہلاکو وہ حجاج بن یوسف ظالم ہے۔ ہشام بن حسان نے کہا لوگوں نے شمار کیا ہے جو حجاج نے قتل باندھ کر ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار کو پہنچی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا کہ جس وقت حجاج نے عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا تو اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہم کو کہ بڑا جھوٹا اور ایک ہلاکو۔ اے پر بڑا جھوٹا اس کو ہم نے دیکھا ا بپر ہلاکو نہیں گمان کرتی میں تجھ کو اے حجاج! آئے گی پوری حدیث عنقریب تیسری فصل میں۔

قبیلہ ثقیف کے حق میں بددعا کے بجائے دعاء ہدایت

(۱۶) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْرَقَتْنَا نِبَالُ ثَقِيْفٍ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِثَقِيْفًا. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول بنی ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا دیا۔ آپ بددعا کیجئے اللہ تعالیٰ سے ثقیف پر تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی ثقیف کو ہدایت فرما۔ (ترمذی)

قبیلہ حمیر کے لیے دعا

(۱۷) وَعَنْ عَبْدِالرَّزَّاقِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مِيْنَا عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَجَآءَهُ رَجُلٌ اَحْسِبُهُ مِنْ قَيْسٍ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْعَنْ حِمْيَرًا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآءَهُ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخِرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآءَهُ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخِرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَحِمَ اللّٰهُ حِمْيَرًا اَفْوَاهُهُمْ سَلَامٌ وَاَيْدِيْهِمْ طَعَامٌ وَهُمْ اَهْلُ اَمْنٍ وَاِيْمَانٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَانَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِالرَّزَّاقِ وَيُرْوَى عَنْ مِيْنَآءَ هٰذَا اَحَادِيْثُ مَنَاكِيْرُ

ترجمہ: حضرت عبدالرزاق رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ مینا سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا میں اس کو قیس سے گمان کرتا ہوں اس نے کہا اے اللہ کے رسول حمیر پر لعنت کرو آپ نے منہ پھیر دیا اس شخص کی طرف سے۔ پھر وہ شخص دوسری طرف سے آیا پھر آپ نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ دوسری طرف سے آیا پھر آپ نے منہ پھیر لیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ رحمت کرے حمیر پر منہ ان کے سلام ہیں اور ہاتھ ان کے طعام وہ امن والے اور ایمان والے ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے اور نہیں پہچانتے ہم اس کو مگر حدیث عبدالرزاق سے۔ روایت کی جاتی ہیں اس مینا سے منکر حدیثیں۔

تشریح: افواھھم سلام یعنی زبانوں سے ہروقت ان کے ہاں سلام کے چرچے ہورہے ہیں اور ہاتھوں سے کھانے کھلانے کے دستر خوان سجائے جارہے ہیں اور دلوں میں ایمان کے چراغ روشن ہورہے ہیں۔ لہٰذا یہ بددعا کے مستحق نہیں ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کا قبیلہ دوس

(۱۸) وَعَنه قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِمَّنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ دَوْسٍ قَالَ مَاکُنْتُ اَرٰی اَنَّ فِی دَوْسٍ اَحَدًا فِیْهِ خَیْرٌ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کس قبیلہ سے ہے میں نے کہا دوس سے۔ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں گمان کرتا تھا کہ دوس میں کوئی شخص ہو کہ اس میں بھلائی ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: یعنی اے ابو ہریرہ تجھے دیکھ کر مجھے اندازہ ہوگیا کہ قبیلہ دوس میں کچھ نہ کچھ خیر ہے ورنہ اس سے پہلے تو میرا خیال تھا کہ ان لوگوں میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے۔

اہل عرب سے دشمنی آنحضرت سے دشمنی رکھنا ہے

(۱۹) وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُبْغِضْنِی فَتُفَارِقَ دِیْنَکَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ اَبْغِضُکَ وَبِکَ هَدَانَا اللّٰهُ قَالَ تُبْغِضُ الْعَرَبَ فَتُبْغِضُنِی رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو تو دشمن نہ رکھ تو اپنے دین سے جدا ہو جائے گا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیونکر دشمن رکھوں گا میں آپ کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے خدا نے ہمیں راہ دکھائی آپ نے فرمایا تو دشمن رکھے گا عرب کو تو دشمن رکھے گا مجھ کو (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے)

اہل عرب سے فریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی کا باعث ہے

(۲۰) وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ یَدْخُلْ فِی شِفَاعَتِیْ وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِی رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَانَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ حُصَیْنِ بْنِ عُمَرَ وَ لَیْسَ هُوَ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِیْثِ بِذٰلِکَ الْقَوِیُّ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عرب کی خیانت کرے گا وہ میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس کو میری دوستی پہنچے گی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے نہیں پہچانتے ہم اس کو مگر حدیث حصین بن عمر کی سے۔ وہ اہل حدیث کے نزدیک ایسا قوی نہیں۔

ایک پیشین گوئی

(۲۱) وَعَنْ اُمِّ الْحَرِيْرِ مَوْلَاةِ طَلْحَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَتْ سَمِعْتُ مَوْلَايَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ اِقْتِرَابِ السَّاعَةِ هَلَاكُ الْعَرَبِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ: حضرت ام حریر رضی اللہ عنہا سے جو طلحہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی آزاد کردہ لونڈی ہے روایت ہے کہا کہ سنا میں نے اپنے مولا سے وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے قرب کی علامتوں میں سے عرب کا ہلاک ہونا بھی ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

خلافت وامارت قریش کو سزاوار ہے

(۲۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُلْكُ فِیْ قُرَيْشٍ وَالْقَضَاءُ فِی الْاَنْصَارِ وَ الْاَذَانُ فِی الْحَبْشَةِ وَالْاَمَانَةُ فِی الْاَزْدِ يَعْنِی الْيَمَنِ وَفِیْ رِوَايَةٍ مَوْقُوْفًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا اَصَحُّ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خلافت بادشاہی قریش میں ہے اور قضا انصار میں۔ اور اذان نماز کہنی قوم حبشہ میں ہے امین پکڑنا اور امین کرنا ازد میں ہے یعنی یمن میں۔ ایک روایت میں یہ حدیث ابو ہریرہ پر موقوف ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ اس کا موقوف ہونا بہت صحیح ہے۔

الفصل الثالث... قریش کے بارے میں ایک پیشین گوئی

(۲۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُطِيْعٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا يُقْتَلُ قُرَشِيٌّ صَبْرًا بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن فرماتے سنا کہ نہ قتل کیا جائے گا کوئی قریشی باندھ کر اس فتح مکہ کے دن کے بعد قیامت تک۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

حجاج کے سامنے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حق گوئی

(۲۴) وَعَنْ اَبِیْ نَوْفَلٍ مُعَاوِيَةَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ رَاَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ عَلٰى عَقَبَةِ الْمَدِيْنَةِقَالَ فَجَعَلَتْ قُرَيْشٌ تَمُرُّ عَلَيْهِ وَالنَّاسُ حَتّٰى مَرَّ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَبَا خُبَيْبٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَبَا خُبَيْبٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَبَا خُبَيْبٍ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَنْهَاكَ عَنْ هٰذَا اَمَا وَاللّٰهِ لَقَد كُنْتُ اَنْهَاكَ عَنْ هٰذَا اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَنْهَاكَ عَنْ هٰذَا اَمَا وَاللّٰهِ اَنْ كُنْتَ مَاعَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا وَصُوْلًا لِلرَّحِمِ اَمَا وَاللّٰهِ لَاُمَّةٌ اَنْتَ شَرُّهَا لَاُمَّةُ سُوْءٍ وَفِیْ رِوَايَةٍ لَاُمَّةُ خَيْرٍ ثُمَّ نَفَذَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ مَوْقِفُ عَبْدِاللّٰهِ وَقَوْلُهٗ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَاُنْزِلَ عَنْ جِذْعِهٖ فَاُلْقِیَ فِیْ قُبُوْرِ الْيَهُوْدِ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى اُمِّهٖ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ فَاَبَتْ اَنْ تَاْتِيَهٗ فَاَعَادَعَلَيْهَا الرَّسُوْلَ لَتَاْتِيَنِّیْ اَوْلَاَبْعَثَنَّ اِلَيْكِ مَنْ يَّسْحَبُكِ بِقُرُوْنِكِ قَالَ فَاَبَتْ وَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَاٰتِيْكَ حَتّٰى تَبْعَثَ اِلَیَّ مَنْ يَّسْحَبُنِیْ بِقُرُوْنِیْ قَالَ فَقَالَ اَرُوْنِیْ سِبْتَیَّ فَاَخَذَ نَعْلَيْهِ ثُمَّ انْطَلَقَ يَتَوَذَّفُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ كَيْفَ رَاَيْتِنِیْ صَنَعْتُ بِعَدُوِّاللّٰهِ قَالَتْ رَاَيْتُكَ اَفْسَدْتَ عَلَيْهِ دُنْيَاهُ وَاَفْسَدَ عَلَيْكَ اٰخِرَتَكَ بَلَغَنِیْ اَنَّكَ تَقُوْلُ لَهٗ يَاابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَيْنِ اَنَا وَاللّٰهِ ذَاتُ النِّطَاقَيْنِ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكُنْتُ بِهٖ اَرْفَعُ طَعَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَطَعَامَ اَبِیْ بَكْرٍ مِنَ الدَّوَآبِّ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَنِطَاقُ الْمَرْاَةِ الَّتِیْ لَا تَسْتَغْنِیْ عَنْهُ اَمَااِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَدَّثَنَا اَنَّ فِیْ ثَقِيْفٍ كَذَّابًا وَّمُبِيْرًا فَاَمَّا الْكَذَّا ب

فَرَاَيْنَاهُ وَاَمَّا الْمُبِيْرُ فَلَا اُخَالُكَ اِلَّا اِيَّاهُ قَالَ فَقَامَ عَنْهَا فَلَمْ يُرَاجِعْهَا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابونوفل معاویہ بن مسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا دیکھا میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی گھاٹی پر۔ ابو نوفل نے کہا شروع ہوئے قریش ابن زبیر پر سے گذرتے تھے۔ دوسرے لوگ اور عبداللہ بن عمران پر گذرے وہ ابن زبیر کے پاس ٹھہر گئے ابن عمر نے کہا تجھ پر سلام ہوائے اَباخبیب تجھ پر سلام ہوائے اباخبیب سلام ہو تجھ پرائے اباخبیب۔ آگاہ ہو خدا کی قسم میں تجھ کو منع کرتا تھا اس کام سے آگاہ ہو خدا کی قسم میں تجھ کو منع کرتا تھا اس کام سے آگاہ ہو خدا کی قسم میں تجھ کو منع کرتا تھا اس کام سے۔ میں تجھ کو جانتا ہوں تو بہت روزے رکھنے والا ہے۔ بہت رات کو بیدار ہونے والا اور قرابت والوں سے احسان کرنے والا تھا آگاہ ہو خدا کی قسم وہ گروہ کہ جن کے خیال میں تو بُرا ہے وہ خود بُرا ہے اور ایک روایت میں لامة خیر آیا ہے پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے حجاج کو عبداللہ بن عمر کے ٹھہرنے کی اور ابن زبیر سے مذکورہ کلام کرنے کی خبر پہنچی۔ تو حجاج نے کسی کو ابن زبیر کی طرف بھیجا ابن زبیر کو لکڑی سے اتارا گیا اور یہودیوں کی قبروں میں دفن کر دیا گیا پھر حجاج نے ابن زبیر کی ماں کے پاس کسی کو بھیجا کہ وہ اسماء بیٹی ابوبکر کی ہے۔ اسماء نے انکار کیا آنے سے۔ پھر حجاج نے اسماء کے پاس کسی آدمی کو بھیجا کہ تو خود میرے پاس آ۔ وگرنہ میں تیرے پاس ایسے شخص کو بھیجوں گا جو تیرے سر کے بالوں سے پکڑ کر لے آئے گا ابونوفل نے کہا کہ اسماء نے انکار کر دیا اور یہ بات کہلا بھیجی کہ قسم ہے اللہ کی تیرے پاس نہیں آؤں گی جب تک تو میرے پاس اس شخص کو نہ بھیجے جو میرے سر کے بالوں سے پکڑ کر لے جائے۔ راوی نے کہا حجاج نے کہا دکھاؤ میری جوتیاں حجاج نے جوتیاں پہنیں پھر اکڑ کر چلا یہاں تک کہ حضرت اسماء کے پاس آیا کہنے لگا کیا دیکھا تو نے مجھ کو جو میں نے خدا کے دشمن کے ساتھ کیا اسماء نے کہا دیکھا میں نے تجھ کو کہ تباہ کی تو نے دنیا اس کی اور تباہ کی اس نے آخرت تیری پہنچی ہے مجھ کو یہ بات تو کہتا ہے ابن زبیر کو اے بیٹے دو کمر بند والی کے اللہ کی قسم میں ہوں ذات النطاقین ان دونوں میں سے ایک سے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا اٹھاتی جانوروں کی حفاظت کی خاطر اور دوسرا کمر بند کہ جس سے عورتیں اپنی کمر باندھتی ہیں نہیں بے پرواہ ہوتی عورت اس سے۔ خبردار کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہم کو کہ ثقیف میں ایک بہت بڑا جھوٹا اور ایک ہلاکو ہوگا پس اسپر بڑا جھوٹا دیکھا ہم نے اس کو۔ اسپر ہلاکو نہیں گمان کرتی میں تجھ کو مگر وہ ہلاکو کہ حضرت نے خبر دی ہے نوفل نے کہا حجاج اسماء کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کو کوئی جواب نہ دیا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

خلافت کا دعویٰ کرنے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا انکار

(۲۵) وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَتَاهُ رَجُلَانِ فِيْ فِتْنَةِ بْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا اِنَّ النَّاسَ صَنَعُوْا مَاتَرٰى وَاَنْتَ ابْنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَمَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَخْرُجَ فَقَالَ يَمْنَعُنِىْ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيَّ دَمَ اَخِيْ الْمُسْلِمِ قَالَا اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ قَاتَلْنَا حَتّٰى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ وَّالدِّيْنُ لِلّٰهِ وَاَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰى تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِغَيْرِ اللّٰهِ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس...... دو آدمی ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے فتنہ میں آئے۔ انہوں نے کہا کہ لوگوں نے کہا کہ جو کچھ دیکھتے ہو تم اور تم بیٹے عمر رضی اللہ عنہ کے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی کیا چیز باز رکھتی ہے تم کو نکلنے سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کہ باز رکھتا ہے مجھ کو اس بات کا علم کہ خدا تعالیٰ نے حرام کیا ہے مجھ پر خون بھائی مسلمان کا ان دونوں نے کہا کہ خدا نے نہیں فرمایا کہ تم لوگوں سے لڑو یہاں تک کہ نہ پایا جاوے فتنہ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لڑے یہاں تک کہ نہ تھا فتنہ اور خالص ہوا دین اسلام خدا کے لیے اور تم چاہتے ہوں یہ کہ لڑو یہاں تک فتنہ واقع ہو اور دین ہو واسطے غیر اللہ کے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

قبیلہ دوس کے حق میں دعا

(۲۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو الدَّوْسِيُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ اِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ وَعَصَتْ وَاَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ فَظَنَّ النَّاسُ اَنَّهُ يَدْعُوْا عَلَيْهِمْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَّاْتِ بِهِمْ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے طفیل بن عمرو دوسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا قبیلہ دوس ہلاک ہوا اس لیے کہ نافرمانی کی اور باز رہے طاعت سے۔ آپ بددعا کیجئے اللہ سے ان پر۔ لوگوں نے گمان کیا کہ آپ بددعا فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا خداوند! راہ راست دکھا دوس کو اور ان کو لاؤ۔ (متفق علیہ)

اہل عرب سے محبت کرنے کی وجوہ

(۲۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلٰثٍ لِاَنِّيْ عَرَبِيٌّ وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِيٌّ وَكَلَامُ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرب کو تین وجہ سے دوست رکھو ایک یہ کہ میں عربی ہوں۔ دوسرا یہ کہ قرآن عربی میں اترا ہے تیسرا اس وجہ سے کہ جنتیوں کا کلام عربی میں ہے روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

باب مناقب الصحابة رضی الله عنهم اجمعین

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے مناقب کا بیان

قال الله تعالىٰ: (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ)(سورة الفتح)

''مناقب'' جمع ہے اس کا مفرد منقبۃ ہے منقبت اس فضیلت اور اچھی خصلت کا نام ہے جس کے ذریعہ سے آدمی کو خالق اور مخلوق کے نزدیک عزت و شرف اور منزلت و رفعت حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ اس شرف و عزت اور اس منقبت و رفعت کا اعتبار تب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کو یہ مقام حاصل ہو اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام حاصل نہیں ہے تو صرف مخلوق کے ہاں اس شرف و مقام کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا' پھر یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس منقبت اور شرف و منزلت کا تعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ یہ کام باعث فضیلت ہے' عوام الناس کے تعین کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اس سے پہلے باب مناقب قریش میں تفصیل لکھی جا چکی ہے۔

''الصحابة'' یہ جمع ہے اس کا مفرد صحابی ہے اور صحابی وہ ہوتا ہے جس نے حالت بیداری میں ایمان کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور پھر وفات تک ایمان پر قائم رہا ہو' تابعی وہ ہوتا ہے جس نے اسی حالت میں صحابی کو دیکھا ہو اور تبع تابعی وہ ہوتا ہے جس نے اسی حالت میں تابعی کو دیکھا ہو۔ صحابہ سب کے سب عادل ہیں اور انجام کے اعتبار سے مأمون و محفوظ اور اہل جنت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق ان کی بڑی شان ہے سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' پھر خلفاء راشدین ہیں' پھر عشرہ مبشرہ ہیں' پھر اہل بدر ہیں' پھر بیعت رضوان حدیبیہ والے ہیں' پھر اہل قبلتین ہیں' پھر فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کرنے والے صحابہ ہیں۔

''السابقون الاولون'' والے بھی شان والے صحابہ ہیں۔ صحابہ کرام میں السابقون الاولون کون ہیں؟ تو ایک قول یہ ہے کہ بیعت عقبہ والے ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ واقعہ بدر سے پہلے والے صحابہ ہیں' تیسرا قول یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے والے صحابہ ہیں' چوتھا قول یہ ہے کہ سارے

صحابہ سابقین اولین ہیں۔ صحابہ کرام سب کے سب عادل ہیں اور ہمارے دین کے گواہ ہیں' انہیں کے واسطے سے ہم تک کلمہ طیبہ اور قرآن پہنچا' اگر صحابہ کرام کو خراب یا العیاذ باللہ گمراہ کہا جائے تو قیامت تک سارے لوگ خراب اور گمراہ ہوں گے کیونکہ پانی کا حوض اگر گندہ ہو جائے تو نلوں میں گندہ پانی آتا ہے' قرآن کے نقل کرنے میں صحابہ کا پورا طبقہ شریک ہے۔ اگر صحابہ کا طبقہ بے اعتماد ہو جائے تو قرآن پر اعتماد ختم ہو جائے گا' چند آدمیوں کی گواہی سے قرآن کا اعتماد بحال نہیں ہو سکتا ہے' صحابہ کرام براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں اگر صحابہ کو خراب کہا جائے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض ہے کہ 23 سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل اعتماد شاگرد پیدا نہیں کیے' اسی لیے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام ہدایت کے مینار تھے اور امت کے لیے حق کے معیار تھے۔ جن کو صحابہ سے بغض رہا ہے وہ کفار تھے کسی نے سچ کہا ہے:

حب النبی رسول الله مفترض — وحب اصحابه نور ببرهان
من كان يعلم ان الله خالقه — لايرمين ابابكر ببهتان
ولا ابا حفصن الفاروق صاحبه — ولا الخليفة عثمان بن عفان
اما علی فمشهور فضائله — والبيت لا يتتنی الاباركان

باقی صحابہ کا آپس میں اختلاف بھی آیا ہے آپس میں جنگیں بھی ہوئیں ہیں یہ مشاجرات صحابہ ہیں' ہر فریق کی نیت اچھی تھی گویا دو بھائیوں کا اختلاف تھا کسی تیسرے فریق کو بیچ میں آ کر ایک بھائی کی حمایت اور دوسرے کی مخالفت غیر معقول ہے نیز اجتہادی غلطی پر مواخذہ نہیں کیا جاتا' اگر ایک فریق حق پر تھا تو دوسرا اجتہادی غلطی کا شکار تھا' جمہور اہل حق کا یہی مسلک ہے باقی صحابہ کرام کا شرعی مسائل میں بھی اختلاف ہوا ہے یہ اختلاف امت کے لیے باعث رحمت ہے قابل گرفت نہیں ہے۔ صحابہ کی بزرگی صرف امت مسلمہ کے لیے نہیں بلکہ کائنات میں مسلم ہے! شاعر نے خوب کہا:

فلو ان السمآء دنت لمجد — ومكرمة ذنت لهم السمآء

الفصل الاول.... صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا نہ کہو

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْاَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی مت دو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مُد کے ثواب کو نہ پہنچے گا اور نہ اس کے آدھے کے برابر۔ (متفق علیہ)

تشریح: عن عويمر ابن ساعدة انه صلى الله عليه وسلم قال ان الله اختار لی واختار لی اصحابا فجعل لی منه وزراء وانصار اوصهار افمن سبهم فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين ولا يقبل الله منه صرفا ولاعدلا (طبرانی، حاكم)

عن علی عن البنی صلى الله عليه وسلم قال سياتی من بعدی قوم يقال لهم الرفضة فان ادركتهم فاقتلهم فانهم مشركون قال قلت يارسول الله ماالعلمة فيهم قال يضرطونک بما ليس فيک ويطعنون علی السلف دارقطنی

''لاتسبوا اصحابی'' یہ خطاب صحابہ کی جماعت کو بھی ہو سکتا ہے کہ تم میں سے بعض اُٹھ کر میرے بعض صحابہ کو برا نہ کہو۔ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کچھ سخت کلمات کہد یئے تھے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ممانعت فرمائی۔ لیکن راجح اور واضح یہ ہے کہ یہ خطاب صحابہ کرام کے بعد آنے والی پوری امت کو عام ہے کہ تم میرے صحابہ کو گالی مت دو! کیونکہ صحابہ کی شان بہت اونچی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ صحابہ کو برا کہنا حرام اور بڑے فواحش میں سے ہے' جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص صحابہ کرام کو گالی دے اس کو بطور تعزیر سزا دی جائے گی بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے' علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالی

علیہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ کسی بھی صحابی کو برا کہنا گناہ کبیرہ اور حرام ہے ایسے شخص کو سخت سزا دی جائے۔

ائمہ احناف کے بعض علماء نے کہا ہے کہ جو شخص شیخین کو گالی دے وہ واجب القتل ہے الاشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ جو شخص شیخین کو گالی دیتا ہے یا ان پر لعنت کرتا ہے وہ کافر ہے اور جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دیتا ہے وہ مبتدع ہے الاشباہ والنظائر میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو بھی کافر اپنے کفر سے توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ مقبول ہے لیکن جو شخص کسی نبی یا شیخین کو گالی دینے کی وجہ سے کافر قرار دیا گیا ہو اس کی توبہ قبول نہیں ہے اور نہ اس کی معافی کی کوئی صورت ہے۔ (کذافی المرقات بتغیر)

ائمہ احناف اور جمہور فقہاء کا یہ مسلک ہے کہ صحابہ کو گالی دینے والے شخص کو تعزیرات کے تحت سزا دی جائے گی اور تعزیر کی نوبت قتل تک بھی پہنچ سکتی ہے اجمالی طور پر ان روایات کا ذکر ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب مرقات میں ہے۔ دار قطنی میں ایک حدیث منقول ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

وعن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سیاتی من بعدی قوم یقال لهم الرافضة فان ادرکتهم فاقتلهم فانهم مشرکون قال قلت یا رسول اللہ ما العلامة فیهم قال یفرطونک بما لیس فیک ویطعنون علی السلف. (دار قطنی)

فی روایة و ذلک یسبون ابابکر و عمر ومن سب اصحابی فعلیه لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین. (دارقطنی)

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ فرقہ امامیہ کے لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو شخص خلافت صدیق کا انکار کرے وہ اجماع قطعی کا منکر قرار پاتا ہے اور اجماع قطعی کا منکر کافر ہو جاتا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں اس طرح فتویٰ ہے: "**الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما والعیاذ باللہ فهو کافروان کان یفضل علیاً علی ابی بکر لایکون کافراً لکنه مبتدع ولو قذف عائشة کفر باللہ تعالیٰ.**" (فتاویٰ عالمگیری)

ابن عساکر نے یہ روایت نقل فرمائی ہے: **ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حب ابی بکر و عمر ایمان و بغضهما کفر**' امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کی تنقیص و توہین کرے تو بلاشبہ وہ زندیق ہے۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص صحابہ کی تعظیم و توقیر نہ کرے اس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والا نہیں کہا جا سکتا۔ محیط کتاب میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول منقول ہے کہ رافضیوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ: "**من انکر خلافة الصدیق فهو کافر**" قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں لکھا ہے کہ امام مالک کا مسلک ہے کہ **من ابغض الصحابة وسبهم فلیس له فی فئی المسلمین حق** یعنی جو شخص صحابہ سے بغض رکھے اور ان کو گالی دے تو مسلمانوں کے بیت المال اور مال غنیمت میں اس کا حق نہیں ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: "**من غاظه اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فهو کافر قال اللہ تعالیٰ لیغیظ بهم الکفار**" امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ اس طرح بھی ہے: **فان قال (قائل) کانوا علی ضلال او کفر قتل.** یہ تمام تفصیلات اور اس کے حوالہ جات مظاہر حق جدید میں ہیں۔ "**مدّاحدهم**" مُد ایک پیمانہ کا نام ہے جس طرح آج کل "کلو" ہے۔ "**نصیفه**" یعنی آدھا مُد اور آدھا سیر۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا وجود امت کے لیے امن وسلامتی کا باعث تھا

(۲) وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَفَعَ یَعْنِی النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَاْسَهٗ اِلَی السَّمَاءِ وَکَانَ کَثِیْرًا مِمَّا یَرْفَعُ رَاْسَهٗ اِلَی السَّمَاءِ فَقَالَ النُّجُوْمُ اَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ فَاِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ اَتَی السَّمَاءَ مَا تُوْعَدُ وَاَنَا اَمَنَةٌ لِاَصْحَابِیْ فَاِذَا ذَهَبْتُ اَنَا اَتَی اَصْحَابِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ وَاَصْحَابِیْ اَمَنَةٌ لِاُمَّتِیْ فَاِذَا ذَهَبَ اَصْحَابِیْ اَتَی اُمَّتِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو بردہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں ان کے باپ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف

اٹھایا اور آنحضرت آسمان کی طرف بہت سر مبارک اٹھاتے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ستارے امن کا سبب ہیں آسمان کے لیے جب ستارے جاتے رہیں گے وہ چیز آسمان پر آوے گی جس کا وعدہ کیا جاتا ہے اور میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے امن کا سبب ہوں جب میں اس جہان سے کوچ کر جاؤں گا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو وہ چیز آوے گی جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میری امت کے لیے امن کا سبب ہیں جب صحابہ جاتے رہیں گے تو میری امت کو آئے گی وہ چیز جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی برکت

(۳) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیَقُوْلُوْنَ هَلْ فِیْكُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیُقَالُ هَلْ فِیْكُمْ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیُقَالُ هَلْ فِیْكُمْ مَنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ(متفق علیه). وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یُبْعَثُ مِنْهُمُ الْبَعْثُ فَیَقُوْلُوْنَ اُنْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ فِیْكُمْ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَیُوْجَدُ الرَّجُلُ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یُبْعَثُ الْبَعْثُ الثَّانِیْ فَیَقُوْلُوْنَ هَلْ فِیْهِمْ مَنْ رَّاٰی اَصْحَابَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یُبْعَثُ الْبَعْثُ الثَّالِثُ فَیُقَالُ انْظُرُوْا هَلْ تَرَوْنَ فِیْهِمْ مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰی اَصْحَابَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ یَكُوْنُ الْبَعْثُ الرَّابِعُ فَیُقَالُ انْظُرُوْا هَلْ تَرَوْنَ فِیْهِمْ اَحَدًا رَاٰی مَنْ رَاٰی اَحَدًا رَاٰی اَصْحَابَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَیُوْجَدُ الرَّجُلُ فَیُفْتَحُ لَهٗ

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آوے گا تو ایک جماعت جہاد کرے گی جہاد کرنے والے کہیں گے اپنی جماعت سے کہ تم میں ایسا آدمی آیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی ہو کہیں گے ہاں ان کے لیے فتح ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آوے گا ایک جماعت ان میں سے جہاد کرے گی کہا جاوے گا کیا تم میں آیا ہے وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھیوں کا کہیں گے ہاں فتح کی جاوے گی اس کے لیے پھر ایک زمانہ لوگوں پر آوے گا ایک جماعت جہاد کرے گی کہا جاوے گا کیا آیا ہے تم میں وہ شخص جو ساتھ ہو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھیوں کا کہیں گے ہاں فتح کی جاوے گی ان کے لیے (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ [illegible] نے فرمایا ایک زمانہ لوگوں پر آئے گا کہ لوگوں سے لشکر بھیجا جاوے گا کہیں گے دیکھو کیا تم اپنے میں سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی پاتے ہو پایا جاوے گا ایک شخص اصحاب میں سے فتح کی جاوے گی ان کے سبب سے پھر دوسرا لشکر بھیجا جاوے گا کہیں گے کہ آیا ہے ان میں وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہو اس کو پایا جاوے گا ان کے لیے فتح کی جاوے گی۔ پھر تیسرا لشکر بھیجا جاوے گا کہا جاوے گا آیا پاتے ہو ان میں اس شخص کو کہ اس نے اس شخص کو دیکھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یاروں کو دیکھا۔ پھر چوتھے لشکر کو بھیجا جاوے گا کہا جاوے گا کہ دیکھو آیا دیکھتے ہو ان میں کسی کو کہ دیکھا ہو اس کو جس نے اس شخص کو دیکھا ہو جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہو۔ ایسا شخص پایا جاوے گا۔ اس کے سبب فتح کی جاوے گی۔

تشریح: ''فئام'' فا پر زیر ہے ہمزہ پر زبر ہے انسانوں کی بڑی جماعت کو کہتے ہیں۔ اس حدیث میں دور صحابہ پھر دور تابعین پھر دور تبع تابعین کی برکت وفضیلت کا بیان ہے اس کے بعد عموماً اہل خیر نادر ہو جائیں گے اس لیے ان کا ذکر نہیں ہے۔ ''البعث'' یہ فوجی دستے کو کہتے ہیں جو دشمن کی طرف جنگ کے لیے روانہ کیا جاتا ہے' اوپر کی دونوں روایتوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلی روایت میں تین قرنوں کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں چوتھے قرن کا ذکر بھی ہے مگر یاد رہے کہ اس میں خیر و برکت نادر کے درجہ میں تھی اس لیے پہلی روایت میں تین قرنوں کے بیان پر اکتفا کیا گیا ہے اور اس نادر کو ذکر نہیں کیا اور یہ زیادہ واضح ہے' مسلم کی یہ روایت شاذ ہے قال ابن حجر۔

(۴) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَيْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ اِنَّ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَّشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ. وَفِیْ رِوَايَةٍ وَيَحْلِفُوْنَ وَلَايُسْتَحْلَفُوْنَ (متفق علیہ). وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَخْلُفُ قَوْمٌ يُحِبُّوْنَ السَّمَانَةَ

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ جوان سے ملتے ہیں پھر وہ جوان سے ملتے ہیں پھران فرقوں کے بعد ایک قوم ہوگی وہ گواہی دیں گے مگران سے گواہی طلب نہیں کی جاوے گی۔ اور خیانت کریں گے اور امین نہ بنائے جاویں گے اور نذر مانیں گے اور وفا نہ کریں گے ان میں موٹاپا آجائے گا۔ ایک روایت میں ہے اور قسم کھاویں گے اور نہ قسم دلائے جاویں گے۔ (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں آیا ہے پھر ان کے بعد ایک قوم آئے گی کہ وہ موٹاپے کو پسند رکھیں گے)

تشریح: ''قرنی'' قرن عہد یا زمانہ کو کہتے ہیں قرن کی مقدار بعض علماء کے نزدیک چالیس سال ہے' بعض نے اسی سال بتائی ہے' بعض نے سو سال بتائی ہے مگر بعض علماء کا خیال ہے کہ قرن میں کوئی تحدید و یقین نہیں ہے بلکہ ایک دور کا نام قرن ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرن سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں آخری صحابی موجود تھا وہ 120 ہجری تک سال کا عہد ہے' اس کے بعد دوسرا قرن تابعین کا تھا جو 120 ہجری سے شروع ہو کر 170 ہجری تک کے عرصہ پر مشتمل تھا' پھر تیسرا قرن تبع تابعین کا تھا جو 170 ہجری سے شروع ہو کر 220 ہجری تک کے عرصہ پر مشتمل تھا' اس قرن کے بعد عمومی خیر و برکت کا زمانہ چلا گیا اور بدعتوں اور بدعقیدگی کا دور شروع ہو گیا اس میں خوارج و معتزلہ کا زور ہو گیا' عقل پرستوں کا زور ہو گیا اور باطل فلسفوں نے دنیائے اسلام کو گھیر لیا' خیر کا نام برائے نام رہ گیا' جھوٹے لوگ پیدا ہو گئے اور پیٹ پرست لوگوں نے دین کو مسخ کر کے رکھ دیا۔

''یشھدون'' یعنی گواہی کے لیے بلائے بغیر دوڑ کر آئیں گے اس جملہ پر یہ اعتراض ہے کہ ایک حدیث میں از خود گواہی کے لیے پیش ہونے والے شخص کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہاں مذمت ہے یہ کھلا تعارض ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی کا حق ڈوب رہا ہے اور ایک شخص کے پاس سچی گواہی ہے وہ آکر گواہی دیتا ہے جس سے غریب کا حق ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے اس طرح کی گواہی کی تو تعریف کی گئی ہے لیکن جو گواہ جھوٹی گواہی دیتا ہے اور کسی حقدار کا حق ضائع کرتا ہے تو اس کے لیے یہی وعید ہے جو زیر بحث حدیث میں ہے۔

''السمانة'' موٹاپے کو سمانہ کہا گیا اس سے عیش و تنعم اور سستی و مستی کی زندگی مراد ہے ایک فربہی اور موٹاپا خلقی اور طبعی ہوتا ہے وہ مذموم نہیں ہے دوسرا موٹاپا ناز و تنعم اور عیش و عشرت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے یہاں یہی موٹاپا مراد ہے جس سے آدمی سستی کا شکار ہو جاتا ہے' حماقت و بلادت کی لپیٹ میں آجاتا ہے' اسی طرح کے موٹاپے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی عالم سے فرمایا ان اللہ یبغض الحبر السمین اللہ تعالیٰ موٹے مولوی کو پسند نہیں کرتا' بہرحال موٹاپا قیامت کے علامات میں سے ایک علامت ہے' آج کل علماء بھی اس کا شکار ہیں' تبلیغ والے بھی اس کی زد میں ہیں' عوام الناس بھی اس مرض میں مبتلا ہیں' عرب دنیا پر اس تباہی کا بڑا حملہ ہوا ہے۔

الفصل الثانی.... صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم و تکریم لازم ہے

(۵) عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ الْكِذْبُ حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ لَيَحْلِفُ وَلَايُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ اِلَّا مَنْ سَرَّهُ بُحْبُوْحَةُ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفَذِّ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ وَلَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ ثَالِثُهُمْ وَمَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاۤءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ رَوَاهُ النِّسَائِیُّ وَ اَسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ اِلَّا اِبْرَاهِيْمَ ابْنَ الْحَسَنِ الْخَثْعَمِیَّ فَاِنَّهٗ لَمْ يُخْرِجْ عَنْهُ الشَّيْخَانِ وَهُوَ ثِقَةٌ ثبت

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کرو اس لیے کہ وہ تم

سے افضل ہیں پھر وہ لوگ جوان کے قریب ہیں پھر وہ جوان کے قریب ہیں۔ پھر ظاہر ہوگا جھوٹ یہاں تک کہ ایک شخص ہوگا کہ قسم کھاوے گا اور اس سے قسم نہیں لی جاوے گی اور گواہی دے گا حالانکہ گواہی اس سے طلب نہیں کی جاوے گی۔ خبردار! جس کو جنت کا درمیان اچھا لگے تو وہ جماعت کو لازم پکڑے اس لیے کہ اکیلے کے ساتھ شیطان ہے دو شخصوں سے شیطان دور ہے۔ مرد اجنبیہ عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ رہے اس لیے کہ شیطان ان کا تیسرا ہے جس کو نیکی خوش کرے اور برائی غمگین کرے تو وہ مومن ہے روایت کیا اس کو نسائی نے اس کی سند صحیح ہے اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ ابراہیم بن حسن خثعمی کے علاوہ اس لیے کہ بخاری مسلم نے اس سے روایت نہیں کیا اور وہ ثقہ ثبت ہے۔

تشریح: ''الفذ'' تنہا اور الگ تھلگ کے معنی میں ہے یعنی اہل حق کی جماعت کی رائے سے الگ رائے قائم کر رکھی ہے۔ ''بحبوحة'' وسط الجنۃ مراد ہے، عمدہ تر جنت مراد ہے یعنی اگر کوئی شخص بہترین اور عمدہ جنت چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اہل حق کے ساتھ وابستہ رہے۔

صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کی فضیلت

(٦) وَعَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَاتَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَانِيْ اَوْرَاٰى مَنْ رَاٰنِيْ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کو آگ نہیں لگے گی جس نے مجھ کو دیکھا یا مجھ کو دیکھنے والے کو دیکھا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل

(٧) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي اَصْحَابِيْ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي اَصْحَابِيْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں۔ میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا جو ان سے محبت کرتا ہے۔ میری محبت کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔ جو ان سے بغض کرتا ہے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض کرتا ہے جو ان کو تکلیف دے اس نے مجھ کو تکلیف دی جس نے مجھ کو تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی قریب ہے کہ اللہ ان کو پکڑ لے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: ''الله الله'' ای اتقوا الله اتقوا الله یعنی میرے صحابہ کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ ''غوضاً'' ''غرض'' نشانہ کو کہتے ہیں یعنی ان پر اعتراض کر کے ان کو نشانہ مت بناؤ۔ ''فببغضی ابغضهم'' یعنی پہلے میرے ساتھ بغض رکھتا ہے اس کا پرتو اور عکس اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ میرے صحابہ سے بغض رکھتا ہے تو صحابہ سے بغض رکھنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے کا نتیجہ اور اثر ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور امت کی مثال

٨ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ اَصْحَابِيْ فِيْ اُمَّتِيْ كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ لَايَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ قَالَ الْحَسَنُ فَقَدْ ذَهَبَ مِلْحُنَا فَكَيْفَ نَصْلُحُ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں میرے صحابہ کا مقام کھانے میں نمک جیسا ہے جیسا کھانا نمک کے بغیر اچھا نہیں ہوتا۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہمارا نمک جاتا رہا ہم کیونکر سنوریں۔ روایت کیا اس کو بغوی نے شرح السنہ میں۔

قیامت کے دن جو صحابی جہاں سے اٹھے گا وہاں کے لوگوں کو جنت لے جائے گا

(۹) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ مِنْ اَصْحَابِىْ يَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّابُعِثَ قَائِدًا وَنُوْرًا لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ التِّرْمَذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَ ذُكِرَ حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَا يُبَلِّغُنِىْ اَحَدٌ فِى بَابِ حِفْظِ اللِّسَانِ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی کسی زمین پر نہیں مرے گا مگر اٹھایا جاوے گا کہ اس کے لیے وہ قائد ہوگا اور روشنی ہوگی قیامت کے دن۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

الفصل الثالث... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والا مستوجب لعنت ہے

(۱۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَارَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِىْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دیتے ہیں تم کہو کہ تمہارے اس بدفعل پر اللہ کی لعنت ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتداء ہدایت کا ذریعہ ہے

۱۱ وَعَنْ عُمَرَ ابْنُ الْخَطَّابِؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَاَلْتُ رَبِّىْ عَنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِىْ مِنْ بَعْدِىْ فَاَوْحٰى اِلَىَّ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِىْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِى السَّمَآءِ بَعْضُهَا اَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَبِشَىْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِىْ عَلٰى هُدًى قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَصْحَابِىْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ (رواه زين)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ آپ فرماتے کہ میں نے اللہ سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارہ میں پوچھا جو میرے بعد واقع ہوگا۔ اللہ نے میری طرف وحی کی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے صحابہ رضی اللہ عنہم میرے نزدیک ستاروں کی مرتبہ میں ہیں آسمان پر بعض ان ستاروں میں سے بعض سے قوی تر ہیں اور ہر ایک کے لیے نور ہے جس شخص نے اس میں سے کچھ لیا جو اختلاف پر ہیں ان میں سے وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے راہ پاؤ گے۔ (روایت کیا اس کو رزین نے)

تشریح: "عن اختلاف اصحابی" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کے آپس کے اختلاف کے بارے میں سخت تشویش تھی تب ہی تو آپ نے رب تعالیٰ سے اس بارے میں سوال کیا ہے کہ اس کا کیا بنے گا؟ اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ آپ کے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں کہ بعض ستاروں کا نور بعض سے تیز ہوتا ہے اس سے بظاہر اختلاف نظر آتا ہے لیکن نور سب میں ہے لہٰذا آپس کی جنگوں کے باوجود صحابہ ہدایت کے مینار ہیں' ان کی یہ جنگیں بدنیتی پر مبنی نہیں ہیں اجتہادی اختلاف ہے جو معاف ہے' کوئی بغض وعداوت اور عناد نہیں ہے۔ مثلاً دن بھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑتے ہیں اور شام کو کھانے کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دسترخوان پر جاتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ابو ہریرہ! یہ کیا کر رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ جنگ کسی عداوت وعناد کی بنیاد پر نہیں ہے میں چونکہ علی کو حق پر سمجھتا ہوں تو ان کے ساتھ ہوں لیکن کھانا آپ کے ہاں اچھا ہے اس لیے یہاں آتا ہوں۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جنگ جمل پر زندگی بھر روتے رہے۔اسی طرح جب روم کے بادشاہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدد کرنی چاہی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط لکھا اور کہا کہ اے روم کے کتے! تو نے اگر علی پر حملہ کر دیا تو تیرے خلاف علی کے لشکر کا پہلا سپاہی معاویہ ہوگا اور میں تجھے پکڑ کر جنگل میں خنزیر کے بچوں کے چرانے پر مقرر کردوں گا یاد رکھ علی میرا بھائی ہے! ہماری یہ جنگ ایک اجتہادی جنگ ہے' دو بھائیوں کا تنازع ہے خبردار! بیچ میں مت آنا۔واضح رہے کہ اصحابی کاالنجوم والی حدیث کو عام علماء نے ضعیف کہا ہے اور بعض نے قابل قبول کہا ہے۔

باب مناقب ابی بکر رضی الله عنه

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل کا بیان

قال الله تعالیٰ (وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِیْ يُؤْتِیْ مَا لَهُ يَتَزَكّٰى) (اللیل:18,17)

وقال الله تعالیٰ (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ) (الفتح:29)

نام ونسب: حضرت ابوبکر صدیق کا نام عبداللہ ہے' لقب صدیق اور عتیق ہے دونوں لقب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائے تھے آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔آٹھویں پشت میں آپ کا نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے' آپ تیمی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برس چھوٹے تھے وہی دو برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حیات تھے اور 63 سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

آپ کا رنگ: سفید اور جسم لاغر تھا' رخساروں پر گوشت کم تھا' پیشانی ابھری ہوئی تھی' بڑے بردبار اور نرم دل تھے' سب سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہے' حیات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر تھے اور وفات کے بعد آپ کے جانشین ہوئے' خلیفہ رسول کا مبارک خطاب آپ کو ملا' دو سال تین ماہ نو دن خلافت کی 13 ھ 22 جمادی الثانی میں مغرب اور عشاء کے درمیان اس دار فانی سے رخصت ہوئے اور اپنے محبوب کے قدموں میں تاقیامت آرام فرمانے لگے۔آپ اشراف قریش میں سے تھے' عرب معاشرہ میں ہر دل عزیز تھے' اہل عرب کے انساب کے ماہر تھے' بڑے پائے کے تاجر تھے' نہایت فصیح وبلیغ تھے' زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب نہیں پی اور نہ کبھی بت پرستی کی' بچپن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فدایانہ محبت تھی۔سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آخر دم تک مال وجان کی قربانی دی۔

تمام غزوات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امت کو سنبھالا' مرتدین کی سرکوبی کی اور جھوٹے مدعیان نبوت کو ٹھکانے لگایا پھر فارس وروم کے خلاف دو محاذوں پر جہاد کا آغاز کیا' حیات وممات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر عمل میں مماثلت حاصل کی' یار غار رہے' ہجرت میں رفیق سفر رہے۔

الفصل الاول

(۱) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ اِنَّ مِنْ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبُوْبَكْرٍ .وَعِنْدَ الْبُخَارِیِّ اَبَابَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ لَا تُبْقَيَنَّ فِی الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ اِلَّا خَوْخَةَ اَبِیْ بَكْرٍ . وَفِیْ رِوَايَةٍ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا غَيْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر بہت احسان کرنے والا صحبت اور مال سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔بخاری کے نزدیک ابا بکر واقع ہوا ہے اگر میں اپنا دوست پکڑتا تو ابوبکر کو پکڑتا لیکن اسلام کی برادری اور محبت اس کی ثابت ہے۔مسجد میں کوئی کھڑکی نہ چھوڑی جاوے مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی۔ایک روایت میں یوں ہے اگر میں دوست پکڑنے والا ہوتا اپنے رب کے سوا تو پکڑتا ابوبکر کو دوست۔(متفق علیہ)

تشریح: ''أمنّ الناس'' اسم تفصیل کا صیغہ ہے یعنی میرے ساتھ سب سے زیادہ احسان کرنے والے شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

''ابابکر'' لفظ ابوبکر چونکہ ''ان'' کے لیے اسم واقع ہے اس لیے منصوب ہونا چاہئے چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں منصوب ہی ہے جو قاعدہ کے مطابق ہے لیکن یہاں مشکوۃ میں لفظ ابوبکر مرفوع واقع ہے شاید کتابت کی غلطی ہے ورنہ اس میں بہت اشکال ہے۔

''خلیلا'' لفظ خلیل کا مبدأ اشتقاق مختلف ہے یہ لفظ خلة یعنی دوستی سے بھی مشتق ہے جس کا معنی ایسا گہرا قلبی تعلق ہوتا ہے جو انسان کے دل کے اندر تک سرایت کر جائے اور اس کے قلب کے ظاہری اور باطنی احساسات وخیالات پر قابض ہو جائے خلة کا یہ مفہوم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے اس کی نفی فرما دی' ہاں یہ فرما دیا کہ اسلامی اخوت' صدیق کیساتھ بدرجہ کمال موجود ہے' اگر لفظ خلیل خلة خاء کے فتحہ کے ساتھ ہو اور اسی مادہ سے مشتق ہو تو یہ احتیاج اور اعتماد کے معنی میں ہوگا' مطلب یہ ہو جائے گا کہ اگر میں کسی کو اپنا ایسا دوست بناتا کہ جس کی طرف میں اپنی ضرورتوں اور حاجتوں میں رجوع کرتا اور اپنی مہمات اور تمام معاملات میں اس پر بھروسہ کرتا اور اس کو سہارا بناتا تو میں ابوبکر کو بناتا لیکن ایسے امور اور معاملات ومہمات میں مجھے کامل بھروسہ واعتماد صرف ایک اللہ کی ذات پر ہے۔ اور میرا سہارا اور مرجع صرف وہی اللہ ہے اس لیے میں نے اس معنی میں ابوبکر کو خلیل نہیں بنایا' ہاں اسلامی اخوت ان کے ساتھ بدرجہ کمال موجود ہے۔ ''لاتبقین'' یہ مجہول کا صیغہ ہے یعنی ہرگز باقی نہ رکھا جائے۔

''خوخة'' خوخة روشن دان کو بھی کہتے ہیں اور اس چھوٹے دروازے کو بھی کہتے ہیں جس سے آدمی صرف گذر کر دوسری طرف جا سکے' مسجد نبوی کے ساتھ صحابہ کرام کے گھر متصل لگے ہوئے تھے' ابتداء میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے مسجد کی طرف روشن دان چھوڑے تھے تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا پتہ چلے اور آپ کا دیدار ہو سکے اور اگر چھوٹا دروازہ ہو تو اس کے ذریعہ سے مسجد میں آمد ورفت ہو سکے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں ایسی تمام کھڑکیوں کے بند کرنے کا حکم دیا' صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کو کھلا رکھنے کی اجازت دیدی جس کا نشان آج تک موجود ہے اور مسجد نبوی میں باب السلام کے پاس باب رحمت ہے اس کے اوپر دیوار کی بلندی پر لکھا ہے ''هذه خوخة ابی بکر'' اس ارشاد عالی سے صدیق اکبر کی شان کا اظہار بھی مقصود تھا اور یہ اشارہ بھی تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ہوں گے۔

سوال:۔ اب یہاں ایک سوال اٹھتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے حوالہ سے ایک روایت نسائی اور مسند احمد نے نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کے روشن دان اور کھڑکیاں بند کروا دیں جو مسجد نبوی کی طرف تھیں صرف حضرت علی کی کھڑکی چھوڑ دی اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مسند احمد اور نسائی نے نقل کی ہے کثرت طرق کی وجہ سے حدیث صحیح بھی ہے لہٰذا زیر بحث حدیث اور نسائی واحمد کی حدیث میں تعارض آ گیا کہ آیا یہ خصوصی حکم صدیق کے لیے تھا یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے تھا؟

جواب:۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر طویل کلام فرمایا ہے اور دونوں حدیثوں کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد یہ جواب دیا ہے کہ ان دونوں روایتوں کا زمانہ الگ الگ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو حدیث ہے وہ بالکل ابتدائی دور کی بات تھی جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ زندہ تھے' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گلہ بھی کیا کہ آپ نے چچا کے لیے اجازت نہیں دی اور چچازاد بھائی کے لیے اجازت دے دی' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے' اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں انتقال سے تین چار روز پہلے پھر حکم صادر فرمایا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو مسجد کی طرف کھڑکی رکھنے کی اجازت نہیں دی لہٰذا یہ خصوصیت صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ہے جس میں خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل صحابہ ہیں

(۲) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ لَوْكُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا

وَلٰكِنَّهٗ اَخِیْ وَصَاحِبِیْ وَقَدِ اتَّخَذَاللّٰهُ صَاحِبَكُمْ خَلِیْلًا (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں دوست پکڑتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دوست پکڑتا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے بھائی ہیں اور میرے ساتھی اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھی کو دوست پکڑا ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "لکنہ اخی" مسند احمد کی روایت میں ہے: لكنه اخى فى الدين و صاحبى فى الغار. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مسند ابویعلی میں اس طرح منقول ہے: ابو بكر صاحبى و مونسى فى الغار سدوا كل خوخة فى المسجد غير خوخة ابى بكر (مسند ابویعلی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کی وصیت

(۳) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فِیْ مَرَضِهٖ، اُدْعِیْ لِیْ اَبَابَكْرٍ اَبَاكِ وَاَخَاكِ حَتّٰی اَكْتُبَ كِتَابًا فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّتَمَنّٰی مُتَمَنٍّ وَیَقُوْلَ قَائِلٌ اَنَا وَلَا وَیَاْبَی اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَكْرٍ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے فرمایا اپنی مرض الموت میں اپنے باپ ابوبکر کو میرے لیے بلاؤ اور اپنے بھائی کو کہ میں نوشتہ لکھ دوں میں ڈرتا ہوں کہ خواہش کرے خواہش کرنے والا اور کہے کہنے والا میں مستحق ہوں خلافت کا حالانکہ وہ مستحق نہیں اللہ انکار کرے گا اور مومن مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو روایت کیا اس کو مسلم نے حمیدی کی کتاب میں ہے اَنَا اَولٰی بجائے وَلَا کے۔

تشریح: طیبیؒ نے قاضی عیاضؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یہ راویت "اجود" ہے اور اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ ہے۔ رہا روافض کا یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص وارد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استحقاق خلافت کی وصیت کی تھی تو یہ بالکل بے اصل بات اور ایک لغو و باطل دعویٰ ہے۔ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضرت علیؓ کے بارے میں نہ کوئی نص وارد ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی زبانی یا تحریری وصیت کی تھی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس دعویٰ کی سب سے پہلی تردید خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوئی تھی۔ جب کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو قرآن میں موجود نہیں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں، میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ وہی ہے جو اس صحیفہ میں موجود ہے' اگر ان کے پاس کوئی نص موجود ہوتی تو وہ یقیناً اس کو ظاہر کرتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کی وصیت

(۴) وَعَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَتَتِ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم اِمْرَاَةٌ فَكَلَّمَتْهُ فِیْ شَیْءٍ فَاَمَرَهَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَیْهِ قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ جِئْتُ وَلَمْ اَجِدْكَ كَاَنَّهَا تُرِیْدُ الْمَوْتَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ اَبَابَكْرٍ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معاملہ میں کلام کی آپ نے حکم کیا کہ کسی دوسرے وقت میں آئے۔ اس عورت نے کہا اے اللہ کے رسول خبر دیجئے مجھ کو اگر آؤں میں اور آپ کو نہ پاؤں جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا گویا وہ عورت نہ پانے سے مراد رکھتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو مجھ کو نہ پاوے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا۔ (متفق علیہ)

تشریح: "فاتی ابابکر" یعنی میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ میرا خلیفہ ہوگا' مسئول وہی ہوگا تم اس کے پاس جانا تمہیں تمہارا حق مل جائے گا' یہ روایت گویا صریح نص ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے جانشین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں خلافت کی کوئی تصریح نہیں ہے ہاں یہ اخبار بالغیب اور مستقبل کی پیشگوئی ہے مگر ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث

خلافت کی طرف اشارہ ہے بلکہ ایک روایت میں تصریح ہے وہ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ ایک عورت آئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگنے لگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد میں آجاؤ! وہ کہنے لگی کہ یا رسول اللہ! اگر اس وقت آپ نہ ہوں، وہ اشارہ کررہی تھی کہ آپ کا انتقال ہوجائے تو پھر کیا ہوگا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے مجھے زندہ نہیں پایا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آجانا! وہ میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک اور حدیث بھی یہاں لکھ دی ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ ایک دیہاتی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کچھ اونٹ فروخت کردیئے اور قیمت باقی رہ گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیہاتی سے فرمایا کہ جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لو کہ اگر آپ موجود نہ رہے تو یہ قرض کون ادا کرے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی کے جواب میں فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ادا کرے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیہاتی کو دوبارہ بھیجا کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نہ رہے تو قرض کون ادا کرے گا؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا وہ ادا کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر دیہاتی کو بھیجا کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ نہ ہو پھر کون ادا کرے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آجانا وہ ادا کرے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیہاتی کو پھر بھیجا کہ اگر عثمان رضی اللہ عنہ کی موت واقع ہوجائے پھر کون ادا کرے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابوبکر و عمر و عثمان کی موت واقع ہوجائے تو پھر تم بھی مرجانا تمہارا کیا کام؟ اس روایت کو اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم میں نقل کیا ہے۔ (مرقات جلد 10 ص 374)

خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے: من انکر خلافة الصديق فهو كافر. بہر حال عام امت کے علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہوا ہے لہٰذا اجماع کا منکر کافر ہے تو صدیق کی خلافت کا منکر کافر ہے، شیعہ تو اس انکار کے علاوہ دیگر سینکڑوں غلط عقائد کی وجہ سے بھی کافر ہیں مگر وہ اپنے آپ کو مؤمن کہتے ہیں اور عام مسلمانوں کو منافق کہتے ہیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب تھے

(۵) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم بَعَثَهٗ عَلٰی جَیْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ قَالَ فَاَتَیْتُهٗ فَقُلْتُ اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالًا فَسَکَتُّ مَخَافَةَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ فِیْ اٰخِرِهِمْ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امیر بنا کر ذات السلاسل کی لڑائی میں بھیجا کہا میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میں نے کہا کون زیادہ محبوب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے کہا مردوں میں سے فرمایا اس کا باپ۔ میں نے کہا پھر کون فرمایا عمر رضی اللہ عنہ۔ حضرت نے اور آدمیوں کو گنا میں خاموش ہوا اس ڈر سے کہیں میں آخر میں نہ آجاؤں۔ (متفق علیہ)

تشریح: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات السلاسل میں امیر لشکر بنایا تھا، واپسی پر آپ نے طبقہ صحابہ میں اپنا مقام معلوم کرنا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سوال کیا جس طرح اس حدیث میں ہے، جب ان کو اس طرح جواب ملا تب آپ خاموش ہوگئے۔

افضیلت صدیق کی شہادت حضرت علی کی زبان سے

(۶) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّةِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ اَبُوْبَکْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ وَخَشِیْتُ اَنْ یَّقُوْلَ عُثْمَانَ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے اپنے باپ کو کہا کون لوگوں میں سے بہتر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے کہا پھر کون کہا عمر رضی اللہ عنہ اور میں ڈرا کہ کہیں عثمان رضی اللہ عنہ میں نے کہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہتر ہیں علی رضی اللہ علیہ نے کہا میں نہیں مگر ایک مسلمانوں میں سے مرد۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "میں تو بس ایک مسلمان مرد ہوں" حضرت علیؓ کا یہ ارشاد تواضع اور انکسار پر مبنی تھا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت جب کہ ان سے یہ سوال کیا گیا تھا یعنی حضرت عثمانؓ کے سانحہ شہادت کے بعد پوری ملت اسلامیہ میں سب سے بہتر و افضل انہی کی ذات والا صفات تھی۔

زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت مسلم تھی

۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَا نَعْدِلُ بِاَبِيْ بَكْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم کسی کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں کرتے تھے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی کو برابر نہیں کرتے تھے پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی کو پھر چھوڑ دیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہ فضیلت دیتے ان کے درمیان ایک دوسرے کو۔ روایت کیا اس کو بخاری نے ابوداؤد کی روایت میں ہے ابوعمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم کہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ۔

الفصل الثانی.... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت

(۸) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالِاَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ اِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَاخَلَا اَبَابَكْرٍ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِيْهِ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَانَفَعَنِيْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَانَفَعَنِيْ مَالُ اَبُوْبَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا اَلَاوَاِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلُ اللّٰهِ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں احسان کسی کا ہم پر مگر ہم نے اس کا بدلہ اتارا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا۔ ابوبکر کا ہم پر احسان ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ دے گا قیامت کے دن اور مجھ کو کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا کہ ابوبکر کے مال نے نفع دیا اگر میں اپنا دوست جانی بنانا ہوتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دوست بناتا۔ خبر دار تمہارا ساتھی خدا کا دوست ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ کے سردار ہیں

(۹) وَعَنْ عُمَرَؓ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَاَحَبُّنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار اور ہم سے افضل ہیں۔ اور ہم سے بہت پیارے ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

یار غار رسول

(۱۰) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَنْتَ صَاحِبِيْ فِي الْغَارِ وَصَاحِبِيْ عَلَى الْحَوْضِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تو میرا غار میں ساتھی ہے اور تو حوض کوثر پر بھی میرا ساتھی ہوگا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

افضلیت ابوبکر رضی اللہ عنہ

۱۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَا يَنْبَغِيْ لِقَوْمٍ فِيْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ اَنْ يُّؤُمَّهُمْ

غَیْرُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس قوم کے لیے لائق نہیں کہ جن میں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی امامت کرے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ یہاں بھی سبقت لے گے

(۱۲) وَعَنْ عُمَرؓ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَنْ نَتَصَدَّقَ وَوَافَقَ ذٰلِکَ عِنْدِیْ مَالًا فَقُلْتُ الْیَوْمَ اَسْبِقُ اَبَابَکْرٍ اِنْ سَبَقْتُهٗ یَوْمًا قَالَ فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَا اَبْقَیْتَ لِاَهْلِکَ فَقُلْتُ مِثْلَهٗ وَاَتٰی اَبُوْبَکْرٍ بِکُلِّ مَاعِنْدَهٗ فَقَالَ یَا اَبَابَکْرٍ مَا اَبْقَیْتَ لِاَهْلِکَ فَقَالَ اَبْقَیْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قُلْتُ لَا اَسْبِقُهٗ اِلٰی شَیْءٍ اَبَدًا (رواه الترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم فرمایا صدقہ کرنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم کرنا میرے کثیر مال کی وجہ سے میرے بڑا موافق آیا۔ میں نے کہا میں آج ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنا آدھا مال لایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال کے لئے آدھا مال لایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اپنے اہل وعیال کے لیے تو نے اپنے گھر کتنا مال چھوڑا میں نے کہا اپنے گھر والوں کے لیے آدھا چھوڑ آیا ہوں اور آدھا لے آیا ہوں۔ اور ابوبکر جو کچھ ان کے پاس تھا لے آئے آنحضرت نے فرمایا اے ابوبکر کیا چھوڑا تو نے اپنے اہل وعیال کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول چھوڑا ہے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت نہیں لے جاسکتا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے)

عتیق نام کا سبب

(۱۳) وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَابَکْرٍ دَخَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَیَوْمَئِذٍ سُمِّیَ عَتِیْقًا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے حضرت نے ان کو فرمایا تو اللہ کا آزاد کردہ ہے آگ سے اسی دن سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عتیق رکھا گیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ قبر سے اٹھیں گے

(۱۴) وَعَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِیْ اَهْلَ الْبَقِیْعِ فَیُحْشَرُوْنَ مَعِیْ ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَهْلَ مَکَّةَ حَتّٰی اُحْشَرَ بَیْنَ الْحَرَمَیْنِ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پہلا ہوں گا جن پر زمین پھٹے گی میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ان کے بعد عمر پر پھر میں جنت البقیع کی طرف آؤں گا وہ اٹھائے اور جمع کیے جائیں گے میرے ساتھ پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا جمع کیا جاؤں گا حرمین شریفین کے درمیان۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

امت میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت سے سرفراز ہوں گے

(۱۵) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَاَرَانِیْ بَابَ الْجَنَّةِ الَّذِیْ یَدْخُلُ مِنْهُ اُمَّتِیْ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَدِدْتُ اَنِّیْ کُنْتُ مَعَکَ حَتّٰی اَنْظُرَ اِلَیْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اِنَّکَ یَا اَبَابَکْرٍ اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے میرا ہاتھ

پکڑا اور مجھ کو دروازہ دکھایا جس میں سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ میری خواہش ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہوتا اور اس دروازہ کو دیکھتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تو اول ان کا ہوگا جو داخل ہوں گے میری امت میں سے جنت میں۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

الفصل الثالث... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو عمل جو دوسروں کی ساری زندگی پر بھاری ہیں

(۱۶) عَنْ عُمَرَ ذکر عنده ابوبکر فبکی وقال وددت ان عملی کله مثل عمله یوما واحدا من ایامه ولیلة واحدة من لیالیه اما لیلته فلیلة سار مع رسول الله صلی الله علیه وسلم الی الغار فلما انتهیا الیه قال والله لا تدخله حتی ادخل قبلک فان کان فیه شیء اصابنی دونک فدخل فکسحه ووجد فی جانبه ثقبا فشق ازراه وسدها به وبقی منه اثنان فالقمهما رجلیه ثم قال لرسول الله صلی الله علیه وسلم ادخل فدخل رسول الله صلی الله علیه وسلم ووضع راسه فی حجره فنام فلدغ ابوبکر فی رجله من الحجر ولم یتحرک مخافة ان ینتبه رسول الله صلی الله علیه وسلم فسقطت دموعه علی وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال مالک یا ابابکر قال لدغت فداک ابی وامی فتفل رسول الله صلی الله علیه وسلم فذهب مایجده ثم انتقض علیه وکان سبب موته واما یومه فلما قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم ارتدت العرب وقالعا لانودی زکوة فقال لومنعونی عقالا لجاهدتهم علیه وقلت یا خلیفة رسول الله تالف الناس وارفق بهم فقال لی اجبار فی الجاهلیة وخوار فی الاسلام انه قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی (رواه رزین)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ان کے پاس ذکر کیا گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ روئے اور کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میری ساری عمر کے عمل ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک دن کے برابر ہوتے یا ماندرات کے ایک عمل کے برابر۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رات وہ ہجرت کی رات ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی غار کی طرف جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ غار کی طرف آئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم آپ غار میں داخل نہ ہوں اس لیے کہ اگر اس میں کچھ ہوتو مجھ کو ضرور پہنچے اور آپ کو نہ پہنچے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے غار میں داخل ہوئے اس کو جھاڑا۔ غار میں ایک طرف کئی ایک سوراخ پائے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا تہبند پھاڑا اور سوراخوں کو بند کیا۔ دو سوراخ باقی رہ گئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں پاؤں سوراخوں پر رکھے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا آپ تشریف لائیے آپ داخل ہوئے اور اپنا سر مبارک ابوبکر کی گود میں رکھا اور آرام کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سوراخ سے سانپ نے ڈس لیا۔ ابوبکر نے حرکت نہ کی اس ڈر سے کہ کہیں حضرت بیدار نہ ہو جائیں ابوبکر کے آنسو تکلیف کی وجہ سے آنحضرت کے چہرہ مبارک پر گرے آپ جاگے اور فرمایا اے ابوبکر تجھ کو کیا ہوا ابوبکر نے کہا میں کاٹا گیا ہوں میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ نے لب مبارک لگائی ابوبکر رضی اللہ کی تکلیف رفع ہوگئی پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اس زہر نے اثر کیا اور یہی زہر ابوبکر کی موت کا سبب بنی اور ایپر دن ابوبکر کا وہ ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پائی بعض عرب مرتد ہوئے اور کہنے لگے ہم زکوۃ نہیں دیں گے۔ ابوبکر نے کہا اگر اونٹ کی رسی تک بھی نہ دیں گے تو میں جہاد کروں گا اس سے میں نے کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ لوگوں سے الفت کرو اور نرمی کرو۔ ابوبکر نے مجھ کو کہا تو جاہلیت میں بہادر تھا اور اسلام میں آکر نامرد ہوگیا۔ شان یہ ہے کہ وحی منقطع ہوگئی دین مکمل ہوگیا کیا ناقص ہو دین میری زندگی میں۔ (روایت کیا اس کو رزین نے)

بَابُ مَنَاقِب عمر رضی الله عنه ... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل کا بیان

الفصل الاول..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدث تھے

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَلَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرُ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی امتوں سے بعض لوگوں کو الہام کیے گئے۔ اگر میری امت سے کوئی ہوا تو وہ عمر ہوگا۔ (متفق علیہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان کو خوف زدگی

(۲) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ اسْتَاْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَعِنْدَہٗ نِسْوَۃٌ مِّنْ قُرَیْشٍ یُکَلِّمْنَہٗ وَیَسْتَکْثِرْنَہٗ عَالِیَۃً اَصْوَاتُھُنَّ فَلَمَّا اسْتَاْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَضْحَکُ فَقَالَ اَضْحَکَ اللّٰہُ سِنَّکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَجِبْتُ مِنْ ھٰؤُلَاءِ اللَّاتِیْ کُنَّ عِنْدِیْ فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَکَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ فَقَالَ عُمَرُ یَا عَدُوَّاتِ اَنْفُسِھِنَّ اَتَھَبْنَنِیْ وَلَا تَھَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْلَظُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِیْهٍ یَاابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَالَقِیَکَ الشَّیْطَانُ سَالِکًا فَجًّا قَطُّ اِلَّاسَلَکَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّکَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت مانگی اس حالت میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کی عورتیں تھیں وہ آنحضرت سے بلند آواز کے ساتھ کلام کرتی تھیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی اٹھیں وہ اور دوڑیں پردہ میں۔ عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے تھے۔ عمر نے کہا اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا میں نے تعجب کیا ان عورتوں سے جو میرے پاس تھیں۔ جب تیری آواز سنی جلدی سے پردہ میں ہوگئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اپنی جان کی دشمنو کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتی۔ انہوں نے کہا ہم تجھ سے ڈرتی ہیں کیونکہ تو سخت خو اور نہایت سخت گو ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے کلام کر۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ہرگز نہیں ملتا تجھ کو شیطان رستہ میں کہ جس راستہ سے گزرے بلکہ وہ دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔ (متفق علیہ) اور حمیری نے کہا۔ برقانی نے یہ قول زیادہ کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز نے آپ کو ہنسایا۔

جنت میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا محل

(۳) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ فَاِذَااَنَا بِالرُّمَیْصَاءِ امْرَاَۃِ اَبِیْ طَلْحَۃَ وَسَمِعْتُ خَشْفَۃً فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا فَقَالَ ھٰذَا بِلَالٌ وَرَاَیْتُ قَصْرًا بِفِنَائِہٖ جَارِیَۃٌ فَقُلْتُ لِمَنْ ھٰذَا فَقَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَدْخُلَہٗ فَاَنْظُرَ اِلَیْہِ فَذَکَرْتُ غَیْرَتَکَ فَقَالَ عُمَرُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَعَلَیْکَ اَغَارُ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا۔ پس ملا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی عورت کو ملا اور میں نے پاؤں کی آواز سنی۔ میں نے کہا یہ کون ہے کہا یہ بلال رضی اللہ عنہ ہے میں نے ایک محل دیکھا اس میں ایک نوجوان عورت ہے۔ میں نے کہا یہ محل کس کا ہے انہوں نے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا میں نے چاہا کہ میں اس میں داخل ہوں تاکہ میں دیکھوں تو مجھ کو عمر کی غیرت یاد آئی۔ عمر نے کہا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داخل ہونے پر میں غیرت کروں گا۔ (متفق علیہ)

تشریح: رمیصاء ام سلیم رضی اللہ عنہا کو رمیصاء کہتے ہیں اور غمیصاء بھی کہتے ہیں۔ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں پہلے مالک بن نضر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جن سے حضرت انس پیدا ہوئے۔ احد میں جب حضرت مالک بن نضر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا۔ بڑی شان والی عورت ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں۔

دین کی شان وشوکت سب سے زیادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبالا کی

(۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُ النَّاسَ یُعْرَضُوْنَ عَلَیَّ وَعَلَیْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا یَبْلُغُ الثُّدِیَّ وَمِنْهَا مَادُوْنَ ذَالِکَ وَعُرِضَ عَلَیَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَیْهِ قَمِیْصٌ یَجُرُّهٗ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَ ذَالِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الدِّیْنَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سونے کی حالت میں لوگوں کو دیکھتا تھا کہ مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں ان پر قمیص ہیں۔ بعض کے سینے تک اور بعض کی اس سے بھی کم جب میں نے عمر کو دیکھا تو ان پر اتنی لمبی قمیص تھی کہ وہ اس کو کھینچتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔ فرمایا میں نے اس کی تعبیر دین سے کی۔ (متفق علیہ)

تشریح: الدین عالم مثال میں قمیص کی مثال دین ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت طویل تھا اس لئے دین کی سب سے زیادہ خدمت آپ نے کی ہے۔ اس لئے آپ کا دین زیادہ تھا اور کرتہ لمبا تھا اس قسم کے فضائل جزئی ہوتے ہیں کلی نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی علمی بزرگی

(۵) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِیْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتّٰی اِنِّیْ لَاَرَی الرِّیَّ یَخْرُجُ فِیْ اَظْفَارِیْ ثُمَّ اَعْطَیْتُ فَضْلِیْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْعِلْمَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے پیا حتیٰ کہ میرے ناخنوں سے نکلنا شروع ہوا پھر میں نے باقی ماندہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیا۔ لوگوں نے کہا آپ نے اس کی تعبیر کیا فرمائی اے اللہ کے رسول فرمایا اس کی تعبیر علم سے ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: الری سیرابی کو ری کہتے ہیں۔ العلم عالم مثال میں علم کی مثال دودھ کی ہے۔ اس قسم کی فضیلت کو شارحین جزئی فضیلت قرار دیتے ہیں۔ کلی فضیلت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ عَلٰی قَلِیْبٍ عَلَیْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَیْنِ وَفِیْ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَّاللّٰہُ یَغْفِرُلَهٗ ضَعْفَهٗ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَاَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ اَرَعَبْقَرِیًّا مِّنَ النَّاسِ یَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰی ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ. وَفِیْ رِوَایَةِابْنِ عُمَرَ قَالَ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ یَّدِ اَبِیْ بَکْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِیْ یَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا یَفْرِیْ فَرِیَّهٗ حَتّٰی رَوِیَ النَّاسُ وَضَرَبُوْا بِعَطَنٍ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر دیکھا جو بے منڈیر تھا اس پر ایک ڈول ہے میں نے اس کنویں سے پانی کھینچا جس قدر اللہ نے چاہا۔ پھر وہ ڈول ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ نے لے لیا۔ ابو بکر نے اس ڈول سے کنویں میں سے کھینچا ایک ڈول یا دو ڈول۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کھینچے میں ناتوانی ہے۔ اللہ ابو بکر کی سستی کو بخشے پھر وہ ڈول چرس یعنی بڑا ڈول ہو گیا۔ اس کو عمر رضی اللہ عنہ نے پکڑا میں نے نہیں دیکھا کسی شخص کو قوی لوگوں میں سے کہ کھینچتا ہو عمر کے کھینچنے جیسا۔ لوگوں نے اونٹ کو سیراب کیا اونٹ بٹھائے اور اونٹوں کے لیے عطن مقرر کیے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں آیا ہے پھر عمر بن خطاب نے ڈول لیا ابو بکر کے ہاتھ سے وہ ڈول عمر کے ہاتھ میں چرس ہو گیا نہیں دیکھا میں نے کسی قوی آدمی کو کہ عمل کرتا ہو عمل عمر رضی اللہ عنہ جیسا۔ یہاں تک کہ سیراب کیا لوگوں کو اور اونٹوں کے لیے عطن مقرر کیے۔ (متفق علیہ)

الفصل الثانی.... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصف حق گوئی

(۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِیْ دَاوٗدَ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ يَقُوْلُ بِهٖ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق جاری کیا ہے اور اس کے دل پر روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ ابوداؤد میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے یوں آیا ہے آنحضرت نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر حق رکھا اور وہ حق کہتا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ کی باتوں سے لوگوں کو سکینت وطمانیت ملتی تھی

(۸) وَعَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ مَاكُنَّا نُبْعِدُ اَنَّ السَّكِيْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ (رواه البيهقي في دلائل النبوة)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم یہ بات بعید نہ جانتے کہ سکینہ عمر کی زبان پر جاری ہوتی ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کی دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَهْلِ بْنِ هُشَّامٍ اَوْبِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاَصْبَحَ عُمَرُ فَغَدَا عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ صَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ ظَاهِرًا (رراه احمد و الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اسلام کو عزت دے ابوجہل بن ہشام سے یا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے۔ صبح کی عمر رضی اللہ عنہ نے اور صبح کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان ہو گیا۔ پھر نماز پڑھی حضرت نے مسجد میں ظاہر۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت و برتری

(۱۰) وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِاَبِیْ بَكْرٍ يَا خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَمَا اِنَّكَ اِنْ قُلْتَ ذٰلِكَ فَلَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ مَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰى رَجُلٍ خَيْرٍ مِّنْ عُمَرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر کو کہا اے لوگوں سے بہتر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ خبردار ہو اگر تو نے مجھ کو بہتر لوگوں کا کہا ہے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ نہیں سورج طلوع ہوا کسی شخص پر کہ بہتر ہو عمر رضی اللہ عنہ سے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان تلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں حالانکہ امت کا اجماع ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابوبکر الصدیق ہیں؟ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ فضیلت اور برتری حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے متعلق ہے۔ گویا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور میں سب سے افضل تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ان کی عدالت وسیاست اور تدبیر وتدبر سے متعلق ہے گویا یہ جزئی فضیلت ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کلی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انتہائی منقبت

(۱۱) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْكَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: ''لکان عمر'' جس طرح پہلے تفصیل سے لکھا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غیبی نظام اور تکوینیات کے آدمی تھے یہاں ان کی جو منقبت بیان کی گئی ہے اس میں اسی طرف اشارہ ہے ہوسکتا ہے کہ استعداد کے حوالہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کی وادی کے آدمی تھے مگر نئی نبوت ختم ہوگئی ہے اس لیے نبی نہیں آئے گا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں بن سکتے تو کسی اور کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوگا لہٰذا غلام احمد قادیانی جھوٹا دجال ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ رعب ودبدبہ جس سے شیطان بھی خوف زدہ رہتا تھا

(۱۲) وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَ تْ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ نَذَرْتُ اِنْ رَدَّكَ اللّٰهُ صَالِحًا اَنْ اَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدُّفِّ وَاَتَغَنّٰى فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِيْ وَاِلَّا فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تضرب ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَاَلْقَتِ الدُّفَّ تَحْتَ اِسْتِهَا ثُمَّ قَعَدَتْ عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ اِنِّيْ كُنْتُ جَالِسًا وَهِيَ تَضْرِبُ فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ فَلَمَّا دَخَلْتَ اَنْتَ يَاعُمَرُ اَلْقَتِ الدُّفَّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

ترجمہ: حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض جہادوں میں نکلے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس آئے آپ کے پاس ایک سیاہ رنگ کی لڑکی آئی اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے نذر مانی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح یاب ہوئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف بجاؤں گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو نے نذر مانی ہے تو دف بجالے اگر نذر نہیں مانی تو دف مت بجا۔ وہ لڑکی شروع ہوئی بجاتی تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے وہ دف بجاتی رہی۔ علی رضی اللہ عنہ آئے وہ بجاتی رہی۔ عثمان رضی اللہ عنہ آئے وہ دف بجاتی رہی۔ پھر عمر آئے تو اس لڑکی نے اپنے چوتڑوں کے نیچے ڈال دی پھر بیٹھی اس پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ شیطان آپ سے ڈرتا ہے میں بیٹھا تھا اور وہ دف بجاتی رہی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، علی رضی اللہ عنہ آئے عثمان رضی اللہ عنہ آئے وہ متواتر دف بجاتی رہی۔ اے عمر رضی اللہ عنہ! جب تو آیا تو اس نے دف بجانا چھوڑ دیا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے)

تشریح: ''الدف'' فصیح لغت میں دف کے دال پر زبر پڑھا جاتا ہے اور فا ساکن ہے یہاں اس حدیث کے مضمون سے ذہن میں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔

سوال 1:۔ پہلا سوال یہ ہے کہ دف بجانا کوئی عبادت نہیں ہے اس کی نذر کیسے مانی گئی؟ نذر تو اس چیز کی مانی جاتی ہے جس کی نظیر عبادات اور مامورات میں موجود ہو!

جواب:۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ معاملہ جہاد کا تھا تو جہاد پر جانا، فتح حاصل کرنا، دشمن کو مار بھگانا، اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ کرنا، یہ سب عبادات ہیں اس لیے اس کی نذر درست قرار دے دی گئی اور ایک حد تک دف بجانے اور نذر پوری کرنے کو برداشت کیا گیا، یہ معاملہ ناجائز سے نکل کر مباح کے زمرہ میں آ گیا۔

سوال 2:۔اب سوال یہ ہے کہ دف بجانا لہو اور لغو کاموں میں شمار ہوتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف کیسے بجایا گیا؟
جواب:۔اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جہاد کی خوشی میں' نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح سالم لوٹنے اور فتح حاصل ہونے کی خوشی میں دف بجانا لہو ولعب سے خارج ہو گیا اور اس لونڈی نے ایک اچھی بنیاد اور اخلاص کے ساتھ یہ کام کیا اس لیے ایک حد تک برداشت کیا گیا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آنے کے وقت شاید اس اباحت کا وقت ختم ہو چکا تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا کہ تجھ سے شیطان خوفزدہ ہو کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔

جلال عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۱۳) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جَالِسًا فَسَمِعْنَا لَغَطًا وَصَوْتَ صِبْيَانٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَإِذَا حَبَشِيَّةٌ تَزْفِنُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ تَعَالَى فَانْظُرِي فَجِئْتُ فَوَضَعْتُ لَحْيَيَّ عَلَى مَنْكِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهَا مَابَيْنَ الْمَنْكِبِ إِلَى رَأْسِهِ فَقَالَ لِي أَمَّا شَبِعْتِ مَاشبعت فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ لَا لِأَنْظُرَ مَنْزِلَتِي عِنْدَهُ إِذَا طلع عُمَرُ فَارْفَضَّ النَّاسُ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى شَيَاطِيْنِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ قَالَتْ فَرَجَعْتُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ہم نے شور وغوغا سنا اور لڑکوں کی آواز آپ کھڑے ہوئے ناگہاں ایک حبشیہ عورت ناچتی تھی اور اس کے ارد گرد لڑکے تھے۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا آ اور تماشہ دیکھ میں آئی اور میں نے اپنی ٹھوڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھی میں نے دیکھنا شروع کیا حبشیہ کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے اور سر کے درمیان سے۔آپ نے مجھ کو فرمایا کیا تو ابھی سیر نہیں ہوئی میں کہتی تھی ابھی میں سیر نہیں ہوئی تا کہ میں اپنا مقام آنحضرت کے نزدیک دیکھوں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے تو اس عورت کا تماشا دیکھنے والے لوگ متفرق ہو گئے۔آپ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں جن وانس کے شیاطین کی طرف کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگتے ہیں۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں بھی پھری۔روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: "لغطا" ایسی زوردار اور پرشور آواز کو لغط کہتے ہیں جس سے کوئی بات سمجھ میں نہ آتی ہو صرف شور ہو رہا ہو۔" حبشیة" ای امراۃ منسوبة الی الحبش ایک کالی کلوٹی حبشی عورت تھی۔

"تزفن" ضرب یضرب سے مؤنث کا صیغہ ہے سخت دھکا دینے اور اچھلنے کودنے اور لات مارنے کو زفن کہتے ہیں اور ناچنے کو بھی کہتے ہیں مگر ناچنے کا معنی یہاں صحیح نہیں ہوگا۔اس حدیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے ممکن ہے کہ حد جواز کے درجہ میں کوئی تماشا تھا یا جہاد کی مشق تھی اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دیکھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی دکھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جمال وکمال کا رنگ غالب تھا تو تماشا چل رہا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رعب وجلال کا غلبہ تھا اور ویسے بھی یہ کھیل اب ضرورت سے زائد ہو رہا تھا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آمد پر سب تتر بتر ہو گئے۔"فارفض الناس" ارفضاض اسی بھاگنے اور تتر بتر ہونے اور منتشر ہو کر اپنی اپنی جگہوں کی طرف بھاگ جانے کو کہتے ہیں۔

الفصل الثالث.... موافقات عمر رضی اللہ عنہ

۱۴ عَنْ أَنَسٍ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّ عُمَرَ قَالَ وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلٰثٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِاتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى فَنَزَلَتْ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى وَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ يَدْخُلُ عَلٰى نِسَائِكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْأَمَرْتَهُنَّ يَحْتَجِبْنَ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي الْغَيْرَةِ فَقُلْتُ

عَسٰی رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ فَنَزَلَتْ کَذَالِکَ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لِابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّیْ فِیْ ثَلٰثٍ فِیْ مَقَامِ اِبْرَاهِیْمَ وَفِی الْحِجَابِ وَفِیْ اُسَارٰی بَدْرٍ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر نے کہا میں نے تین چیزوں میں اپنے پروردگار کی موافقت کی ایک یہ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ اگر ہم مقام ابراہیم کو جائے نماز پکڑتے بہتر ہوتا تو اللہ نے فرمایا۔ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ ٹھہراؤ۔ دوسرا یہ کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر نیک وبد داخل ہوتے ہیں آپ حکم فرمائیں کہ وہ پردہ میں رہیں تو بہتر ہوتا تو آیت پردہ اتری۔ تیسری کہ مجتمع ہوئیں ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غیرت کے قصہ میں (یعنی رشک کے) میں نے کہا اگر آنحضرت آپ کو طلاق دیدیویں تو اللہ تعالیٰ تمہارے بدلے میں اسے بہتر بیویاں دے گا تو اسی طرح آیت اتری۔ ایک روایت میں ابن عمر سے یوں آیا ہے کہ میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ایک مقام ابراہیم پر نماز پڑھنے میں دوسرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پردہ کرنے میں اور تیسرا بدر کے قیدیوں میں۔ (متفق علیہ)

تشریح: "وافقت ربی" موافقت کا مطلب یہ ہے کہ جو بات اور جو حکم اللہ تعالیٰ کے ہاں پردۂ غیب میں مقرر تھا اور اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مرضی کے موافق تھا اس کے ظاہر ہونے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر اس کا ظہور ہوگیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اظہار اور مطالبہ کردیا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی مرضی کے مطابق وہ حکم بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمادیا اس معاملہ سے بھی واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکوینیات کے لوگوں میں سے تھے یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ادب کو دیکھا جائے تو عقل حیران رہ جاتی ہے کیونکہ آپ نے وافقنی ربی نہیں فرمایا حالانکہ حقیقت اسی طرح تھی مگر بطور ادب آپ نے فرمایا وافقت ربی یعنی میں نے چند امور میں اپنے رب کی مرضی کے مطابق بات کی اور میری رائے میرے رب کی رائے کے ساتھ موافق ہوگئی۔ "فی ثلاث" یہاں تین باتوں کا ذکر ہے اس سے حصر بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں موقع ومحل کے اعتبار سے تین کا بیان کرنا مطلوب تھا ورنہ موافقات عمر پندرہ سے زیادہ ہیں علماء امت نے موافقات عمر پر کئی کتابیں لکھی ہیں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس موافقات عمر کا ذکر کیا ہے۔

"فی الغیرۃ" اس لفظ میں واقعہ عسل کی طرف اشارہ ہے جو مشہور واقعہ ہے اس میں سورت تحریم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیات کے نزول سے پہلے ازواج مطہرات کے سامنے جو کچھ سنایا بعد میں قرآن کی آیت اسی طرح اتر آئی اسی طرح واقعہ افک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھا "سبحانک هذا بهتان عظیم" بعد میں قرآن کی آیت اسی طرح نازل ہوئی۔

وہ چار باتیں جن میں عمر رضی اللہ عنہ کو فضیلت حاصل ہوئی

(۱۵) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ فُضِّلَ النَّاسَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ بِاَرْبَعٍ بِذِکْرِ الْاَسَارٰی یَوْمَ بَدْرٍ اَمَرَ بِقَتْلِهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَوْلَا کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّکُمْ فِیْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ وَبِذِکْرِهِ الْحِجَابَ اَمَرَ نِسَآءَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم اَنْ یَّحْتَجِبْنَ فَقَالَتْ لَهٗ زَیْنَبُ وَاِنَّکَ عَلَیْنَا یَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالْوَحْیُ یَنْزِلُ فِیْ بُیُوْتِنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ وَبِدَعْوَةِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم اَللّٰهُمَّ اَیِّدِالْاِسْلَامَ بِعُمَرَ وَبِرَاْیِهٖ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ کَانَ اَوَّلَ نَاسٍ بَایَعَهٗ (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا چار چیزوں کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام لوگوں پر فضیلت دیئے گئے ہیں۔ بدر کے دن قیدیوں کے معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کرنے کا مشورہ دیا اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اگر اللہ کی طرف سے حکم سبقت نہ جاچکا ہوتا تو تمہارے فدیہ لینے کی وجہ سے تم کو عذاب پہنچتا۔ اور پردہ کا ذکر کرنے کی وجہ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا پردہ کا حکم دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا اے عمر بن خطاب تو ہم پر حکم کرتا ہے حالانکہ ہمارے گھروں میں

وحی اترتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے پردہ کی آیت اتاری اور جب تم حضرت کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے مانگو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمائی خداوندا دین اسلام کو قوی کر عمر کے اسلام لانے کی وجہ سے بہ سبب اجتہاد اپنے کے ابوبکر کے بیعت میں حضرت نے تمام آدمیوں سے پہلے بیعت کی تھی۔ (احمد)

تشریح: ''اساری یوم بدر'' 2ھ میں جب جنگ بدر کا واقعہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی بڑے بڑے ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوگئے' مدینہ منورہ میں ان قیدیوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ مانگا کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے یا قتل کیا جائے' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ یہ لوگ کفر کے سرغنے ہیں آپ میرے خاندان کے لوگ میرے ہاتھ میں دیدیں تاکہ میں ان کو قتل کردوں بلکہ ہر خاندان والے اپنے اپنے رشتہ داروں کو ماردیں اس طرح کفار پر اسلام کا رعب بیٹھ جائے گا اور کفر کی جڑ کٹ جائے گی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے برعکس عام صحابہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے' اللہ تعالیٰ نے فدیہ لینے اور قتل کرنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا تھا مگر یہ شرط تھی کہ آئندہ سال تمہارے ستر آدمی مارے جائیں گے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت ناراض تھے مگر عام صحابہ کی رائے پر عمل ہو گیا جس پر اللہ تعالیٰ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق حکم بھیجا کہ اس طرح کرنا چاہیے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عذاب آجاتا تو عمر کے سوا کوئی نہ بچتا۔ ''کتاب من الله'' یعنی لوح محفوظ میں لکھا تھا کہ مجتہد کی غلطی پر مواخذ نہیں ہوتا یا یہ کہ اہل بدر پہلے سے معاف ہیں ان کا مواخذ نہیں ہوگا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں باتوں کی اجازت دے دی تھی کہ فدیہ لو یا قتل کردو۔ اس لیے عذاب ٹل گیا ورنہ عذاب نمودار ہو گیا تھا۔ قرآن کی آیت ہے (ماکان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض) الی ان قال (لولا کتاب من الله سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم) ''وبرأیه'' یعنی عمر فاروق کی رائے تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہونا چاہیے آپ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں چند دلائل دیئے اور پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کرلی پھر سب نے بیعت کرلی۔

عمر رضی اللہ عنہ جنت میں بلند ترین مقام پائیں گے

(۱۶) وَعَنْ اَبِی سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاکَ الرَّجُلُ اَرْفَعُ اُمَّتِی دَرَجَةً فِی الْجَنَّةِ قَالَ اَبُوْسَعِیْدٍ وَاللّٰهِ مَاکُنَّا نَرٰی ذَاکَ الرَّجُلَ اِلَّا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَتّٰی مَضٰی لِسَبِیْلِهٖ (رواه ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص میری امت میں بہت بلند ہے از روے مرتبہ کے بہشت میں۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم نہ گمان کرتے اس شخص کو کہ وہ کون ہے مگر عمر بن خطاب پر یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے راہ سے گذر گئے۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

نیک کاموں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چستی

(۱۷) عَنْ اَسْلَمَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَالَ سَاَلَنِی ابْنُ عُمَرَ بَعْضَ شَاْنِهٖ یَعْنِی عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا قَطُّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مِنْ حِیْنَ قُبِضَ کَانَ اَجَدَّ وَاَجْوَدَ حَتّٰی اِنْتَهٰی مِنْ عُمَرَ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا سوال کیا مجھ سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے حالات کے متعلق۔ میں نے ان کو کہا نہیں دیکھا میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت کی وفات کے بعد جو بہت کوشش کرنے والا ہو اور نیک تر عمر رضی اللہ عنہ سے یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ بھی انتہا کو پہنچے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''اسلم'' حضرت اسلم رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اور خاص خادم تھے اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے

اپنے ابا جان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خصوصی احوال جاننا چاہیے کیونکہ بسا اوقات خادم کو وہ کچھ معلوم ہوتا ہے جو بیٹے کو معلوم نہیں ہوتا ''فقال'' اس قال کا فاعل اسلم ہے اور یہ جملہ اخبر تلک تفصیل ہے، بعض نسخوں میں قال ہے اگر یہ لفظ فقلت ہوتا تو کنت آسان ہوتا بہرحال پورا بیان اسلم کا ہے ''احد'' یعنی دین میں زیادہ جدوجہد کرنے والا اور نہیں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ جدوجہد کرنے والے تھے۔ ''واجود'' ای احسن فی طلب الیقین یعنی نیک کاموں میں محنت پر عمدہ یقین رکھتے تھے، محنت لگن اور شوق وچستی کے ساتھ نیک اعمال کرتے تھے۔ ''حتی انتھی من عمر'' اس جملہ کو سمجھنے کے لیے اصل عبارت کو دیکھنا پڑے گا اصل عبارت اس طرح ہے مارأیت احدا اجد واجود من عمر حتی انتھیٰ عمر ای مضیٰ لسبیله

یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلتیں اس زمانہ سے وابستہ ہیں جب کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں ''قال السیوطی ای فی زمن خلافته لیخرج ابوبکر''۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ تمام فضائل جزئیہ ہیں جزئی فضیلت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے اور عام فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے۔

دین وملت کی غم گساری

(۱۸) وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكَاَنَّهُ يُجَزِّعُهُ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا كُلُّ ذَالِكَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقَكَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَابَكْرٍ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقَكَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُوْنَ قَالَ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَرِضَاهُ فَاِنَّمَا ذَالِكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ وَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَرِضَاهُ فَاِنَّمَا ذٰلِكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ وَاَمَّا مَا تَرٰى مِنْ جَزَعِيْ فَهُوَ مِنْ اَجْلِكَ وَمِنْ اَجْلِ اَصْحَابِكَ وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ لِيْ طِلَاعَ الْاَرْضِ ذَهَبًا لَاَفْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ اَرَاهُ (بخاری)

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جس وقت عمر رضی اللہ عنہ زخمی کیے گئے عمر اپنے درد کو ظاہر کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ عمر جزع فزع کرتے تھے اے امیر المومنین یہ سب جزع فزع نہیں کرنا چاہیے۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتھ رکھا اچھا ساتھ رکھنا اور حضرت تم سے جدا ہوئے اس حال میں کہ وہ تم سے راضی تھے پھر تم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحبت رکھی اور اچھی صحبت رکھی ان سے پھر وہ تم سے جدا ہوئے اس حال میں کہ وہ تم سے راضی تھے پھر تم نے مسلمانوں سے صحبت رکھی اور اچھی صحبت رکھی تم نے ان سے اگر تم ان سے جدا ہو گے تو اس حال میں جدا ہو گے کہ وہ تم سے راضی ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جو تو نے آنحضرت کی صحبت کا ذکر کیا اور ان کی رضا کا یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور احسان ہے مجھ پر اور تو نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت کا ذکر کیا اور ان کی رضا کا یہ بھی اللہ کی طرف سے نعمت اور احسان ہے مجھ پر اور جو تم میری بے صبری دیکھتے ہو وہ تیرے اور تیرے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ اللہ کی قسم اگر میرے پاس زمین کی پورائی کے برابر سونا ہوتا تو اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے اس کا بدلہ دوں۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''لما طعن'' یعنی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا۔ مختصر قصہ اس طرح ہے کہ مدینہ منورہ میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک مجوسی غلام تھا جس کا نام فیروز تھا اور کنیت ابولولو تھی اس نے شکایت کی تھی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مجھ پر زیادہ ٹیکس لگا رکھا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا پیشہ کیا ہے، اس نے کئی پیشے اور ہنر بتا دیئے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ٹیکس اتنا زیادہ نہیں ہے تم تو بہت ماہر کاریگر ہو تمہاری کمائی بہت ہے۔ میں نے سنا ہے تم بہت اچھی چکی بناتے ہو میرے لیے ایک چکی بنا دو، ابولولو چونکہ غصہ میں تھا تو اس نے کہا کہ اچھا میں تیرے لیے ایسی چکی تیار کروں گا کہ دنیا اس کو یاد رکھے گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمایا هدّدنی العبد اس غلام نے مجھے موت کی دھمکی دیدی ہے پھر فجر کی نماز میں ابولولو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا یہ بدھ کا دن تھا اور 27 ذوالحجہ 23ھ کی تاریخ تھی تین دن تک آپ زخمی رہے اور یکم محرم الحرام 24ھ میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا اس وقت آپ کی عمر 63 سال تھی۔

''یالم'' الم درد کو کہتے ہیں یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زخم کی وجہ سے شدید کرب اور فریاد کا اظہار فرما رہے تھے' عام شارحین نے یہی مطلب بیان کیا ہے میں بھی اس کو مانتا ہوں لیکن اس پوری حدیث کے دیکھنے اور اس کے مضمون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ امور خلافت اور اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں بے چینی کا اظہار فرما رہے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھرپور طریقے سے آپ کو تسلی دے دی۔ ''و کانه یجزعه'' عام شارحین لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کرب و درد پر ملامت فرما رہے تھے مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درد اور پریشانی کو دور فرما رہے تھے اور تسلی دے رہے تھے یہ مطلب زیادہ واضح ہے اور اس حدیث کے بالکل موافق ہے اور یالم کا مطلب جو میں نے بیان کیا ہے اس کے عین مطابق ہے' آنے والے جملے سب اسی پر موافق آ رہے ہیں۔ ''ولا کل ذلک'' یعنی اے امیر المؤمنین! ان تمام پریشانیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے نہ یہ بے قراری اور مستقبل کا اتنا خوف آپ کی شایان شان ہے' آپ تو وہ ہستی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ نے ساتھ دیا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا وہ دونوں آپ سے راضی رہے پھر آپ نے مسلمانوں کی خدمت کی' انتقال کے بعد ان شاء اللہ سب مسلمان بھی آپ سے راضی اور خوش ہوں گے لہٰذا پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔ ''منّ من الله'' یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت یا صدیق اکبر رضی اللہ کی خدمت یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محض احسان تھا جو مجھ پر ہوا مجھے جو پریشانی ہے وہ آپ لوگوں کی وجہ سے ہے۔ ''من اجلک'' عام شارحین نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد فتنوں کے دروازے کھل جائیں گے لہٰذا مجھے آپ لوگوں کی فکر لاحق ہے اس لیے بے چینی اور اضطراب کی کیفیت میں ہوں کہ تمہارا کیا بنے گا؟ شارحین کا لکھنا اپنی جگہ مگر میں نے اس حدیث کے سمجھانے کی ابتداء سے جو کوشش کی ہے اس کے مطابق مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر فاورق رضی اللہ عنہ امور خلافت کے بارے میں بے چینی ظاہر فرما رہے تھے اور اس جملہ میں بھی اسی کا اظہار فرمایا ہے کہ امور خلافت میں کہیں حقوق اللہ یا حقوق العباد میں کوئی کوتاہی نہ ہوئی ہو چنانچہ دیگر روایات میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس خلافت میں ثواب و عتاب میں معاملہ برابر سرابر ختم ہو جائے تو یہ میرے لیے اچھا ہوگا لالی ولا علی نہ مجھے ثواب ملے نہ عذاب ملے۔ ''طلاع الارض'' یہ طلوع سے ہے یعنی میرے پاس اتنا سونا ہو جس سے زمین کی سطح بھر جائے میں عذاب الٰہی کے دیکھنے سے پہلے پہلے اس کو خرچ کر دوں گا مگر عذاب کی شکل نہیں دیکھوں گا' ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق کا سر ان کے بیٹے ابن عمر کی گود میں تھا اور آپ اللہ تعالیٰ سے مناجات میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

ظلوم لنفسی غیر أنی مسلم اصلّی صلوٰة کلّها وأصوم

ترجمہ: میں نے اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا ہے مگر پھر بھی میں مسلمان ہوں' اپنی تمام نمازیں پڑھتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خوف و رجا کے پیکر اعظم تھے' فرماتے تھے کہ اگر قیامت میں یہ اعلان ہو جائے کہ تمام انسان جنت میں جائیں گے ایک آدمی دوزخ میں جائے گا تو مجھے خطرہ ہوگا کہ کہیں وہ میں نہ ہوں اور اگر یہ اعلان ہو جائے کہ سارے لوگ دوزخ میں جائیں گے صرف ایک آدمی جنت میں جائے گا تو مجھے امید ہوگی کہ وہ ایک آدمی میں ہوں گا۔ شیعہ روافض نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس خوف و رجا کے جذبے اور اس اخلاص کو غلط نگاہ سے دیکھا ہے اور ان کو مورد طعن ٹھہرانے کی کوشش کی ہے سچ ہے:

فعين الرّضاء عن كلّ عيب كليلة ولكن عين السّخط تبدى المساويا

ترجمہ: آدمی جب کسی سے خوش ہو تو آنکھیں ہر عیب سے اندھی رہتی ہیں مگر ناراض آنکھ کو صرف برائی نظر آتی ہے۔

باب مناقب ابی بکر و عمر رضی الله عنهما

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

بعض ایسی روایتیں منقول ہیں جن میں شیخین یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا ذکر ایک ساتھ ہوا ہے' اس لئے مؤلف مشکوٰۃ نے ان روایتوں پر مشتمل ایک الگ باب یہاں قائم کیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ دونوں حضرات اپنی اس مشترکہ خصوصیات کی بناء پر اکثر مواقع پر ایک ساتھ ذکر کئے جاتے تھے کہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی معاون ومددگار بارگاہ رسالت میں وقت بے وقت حاضری اور تقریب کی سعادت رکھنے والے تمام دینی وملی معاملات و مسائل کے مشیر وامین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوقات واحوال کے مصاحب وہمنشین تھے۔

الفصل الاول... ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ایمان ویقین کے بلندترین مقام پر فائز تھے

۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَّسُوْقُ بَقَرَةً اِذْاَعْیٰی فَرَكِبَهَا فَقَالَتْ اِنَّالَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَااِنَّمَا خُلِقْنَا لِحِرَاثَةِ الْاَرْضِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاِنِّیْ اُوْمِنُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَاهُمَا ثَمَّ وَقَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ فِیْ غَنَمٍ لَهٗ اِذْ عَدَا الذِّئْبُ عَلٰی شَاةٍ مِّنْهَا فَاَخَذَهَا فَاَدْرَكَهَا صَاحِبُهَا فَاسْتَنْقَذَهَا فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ فَمَنْ لَهَا یَوْمَ السَّبُعِ یَوْمَ لَا رَاعِیَ لَهَا غَیْرِیْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ ذِئْبٌ یَتَكَلَّمُ فَقَالَ اُوْمِنُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرَرضی اللہ عنہما وَمَاهُمَا ثَمَّ(متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا فرمایا ایک آدمی ایک گائے ہانکتا تھا جب تھک گیا تو اس پر سوار ہو گیا۔ گائے بولی ہم سواری کی خاطر نہیں پیدا ہوئیں مگر ہم تو زمین کی کاشت کے لیے پیدا کی گئیں ہیں۔ لوگ بولے سبحان اللہ گائے بولتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایمان لاتا ہوں اس پر اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وہاں نہیں تھے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس وقت ایک شخص اپنے ریوڑ میں تھا اچانک ایک بھیڑیئے نے ایک بکری پر حملہ کیا بھیڑیئے نے بکری کو پکڑا بکری کا مالک آیا۔ بھیڑیئے سے بکری کو چھڑا لیا۔ کہا بھیڑیئے نے سبع کے دن یعنی فتنے کے دن کوئی راعی نہ ہوگا میرے سوا لوگوں نے کہا سبحان اللہ بھیڑیا کلام کرتا ہے آپ نے فرمایا میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ وہ دونوں اس جگہ نہیں تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''اعیی'' یعنی جب آدمی تھک گیا تو گائے پر سوار ہو گیا' گائے نے انکار کیا اور باتیں کیں لوگوں نے تعجب کیا۔''فانی اومن'' یہ شرط محذوف پر متفرع ہے جو جزاء واقع ہے یعنی اگر لوگ گائے کی باتوں پر تعجب کریں تو کرنے دو' میں اور ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ان باتوں پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ معجزہ ظاہر ہو گیا ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یقین کے ساتھ شیخین کے یقین کو جوڑ دیا یہ نہایت قرب اور قوت ایمان اور اطمینان واعتماد کی طرف اشارہ ہے اور اسی میں شیخین کی فضیلت ہے۔''عداالذئب'' یہ عدوان اور تجاوز سے ہے یعنی بھیڑیئے نے بکریوں پر حملہ کر دیا۔''یوم السبع'' اس کلمہ میں با پر پیش بھی ہے اور سکون بھی' اگر پیش ہے تو اس دن سے کوئی ایسے فتنے والا دن مراد ہے جس میں انسان' فتنوں کی وجہ سے اپنے مال مویشی چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور سب جانور بھیڑیوں کے رحم وکرم پر رہ جائیں گے یا اس سے کوئی ایسا دن مراد ہے جس میں سارے لوگ مر جائیں گے اور بکریاں خالی رہ جائیں گی یا اس سے قیامت کے ابتدائی احوال مراد ہیں جس کی وجہ سے خوف کے مارے انسان اور حیوان اکٹھے ہو جائیں گے واذا النفوس زوجت میں اسی کی طرف اشارہ ہے' ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس توجیہ کو کمزور قرار دیا ہے۔ بعض نے کہا السبع اہل جاہلیت کی عیدوں میں سے عید کا ایک دن ہوتا تھا جس میں لوگ عید پر نکل کر جانوروں کو خالی چھوڑ دیا کرتے تھے' اس صورت میں سبع کے با پر سکون بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

قدم قدم کے ساتھی اور شریک

(۲) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَاقَالَ اِنِّیْ لَوَاقِفٌ فِیْ قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَ وَقَدْ وُضِعَ عَلٰی سَرِیْرِهٖ اِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِیْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهٗ عَلٰی مَنْكِبِیْ یَقُوْلُ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَیْكَ لِاَنِّیْ كَثِیْرًا مَا كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ كُنْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ

وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَدَخَلْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ فَالْتَفَتُّ فَاِذَاعَلِيُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں ایک قوم میں کھڑا تھا تو اس قوم نے عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا خیر کی اس حال میں کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے تخت پر رکھے گئے تھے ایک شخص نے میرے پیچھے سے میرے مونڈھوں پر اپنی کہنی رکھی اور کہتا ہے وہ شخص کہ اللہ تجھ پر رحمت کرے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تجھ کو تیرے دونوں ساتھیوں میں سے کرے گا۔ اس لیے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سنتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ''تھا میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ'' کیا میں نے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ نے۔ چلا میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوا میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ۔ نکلا میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ۔ میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''فدعوا الله'' یعنی لوگ انفرادی طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔

''كنت و ابوبكر'' ان تمام جملوں میں اسم ظاہر کا اسم ضمیر پر عطف ہوا ہے حالانکہ نحات ضمیر متصل پر اسم ظاہر عطف کو ضمیر منفصل کی تاکید کے بغیر جائز نہیں کہتے بلکہ اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں ہاں اشعار میں گنجائش ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح عطف نظم اور نثر دونوں صورتوں میں راجح قول کے مطابق جائز ہے۔ (مرقات)

الفصل الثانی.... ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما علیین میں بلند تر مقام پر ہوں گے

(۳) وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاوَنَ اَهْلَ عِلِّيِّيْنَ كَمَا تَرَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ فِىْ اُفُقِ السَّمَآءِ وَاِنَّ اَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ مِنْهُمْ وَاَنْعَمَا رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوٰى نَحْوَهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشتی علیین والوں کو دیکھیں گے جیسا کہ تم روشن ستارہ کو آسمان میں دیکھتے ہو۔ بلاشبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ' عمر رضی اللہ عنہ' اہل علیین سے ہوں گے اور کیا خوب رہے۔ روایت کیا بغوی نے شرح السنہ میں اور روایت کیا اس کی مانند ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

اہل جنت کے سردار

(۴) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَلِيٍّ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ جنت میں بڑی عمر والوں کے سردار ہوں گے۔ جو پہلوں اور پچھلوں میں سے ہیں انبیاء اور رسولوں کے سوا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے علی رضی اللہ عنہ سے۔

تشریح: ''كهول'' کاف اور ہا پر ضمہ ہے یہ جمع ہے اس کا مفرد کھل ہے 30 سال کی عمر سے جو شخص بڑھ جائے اس کو کھل کہتے ہیں ادھیڑ عمر کے لوگ مراد ہیں' اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنت میں تو سارے لوگ جوان ہوں گے ادھیڑ عمر کا کوئی نہیں ہوگا تو ان کے سردار ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ادھیڑ عمر والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو اس دنیا سے ادھیڑ عمر میں رخصت ہو گئے ہوں گے' ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سب کے سردار ہوں گے اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جوانی میں دنیا سے اٹھ کر گئے ہوں گے تو شیخین بطریق اولیٰ ان کے سردار ہوں گے۔ ''من الاولين'' اس سے سابقہ امتوں کے اس قسم کے لوگ مراد ہیں اور ''الآخرين'' سے اس امت کے لوگ مراد ہیں سوائے انبیاء کرام کے خواہ وہ سابقہ امتوں کے انبیاء ہوں یا آئندہ آنے والے حضرت عیسیٰ ہوں۔

ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھی

(۵) وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَآ اَدْرِيْ مَابَقَائِيْ فِيْكُمْ فَاقْتَدُوْا بِاللَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ میری کتنی زندگی ہے تم میں میرے بعدان دوشخصوں کی یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنا۔ (روایت کیااس کوترمذی نے)

ایک اور خصوصیت

(۶) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ لَمْ يَرْفَعْ اَحَدٌ رَاْسَهٗ غَيْرَ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ كَانَ يَتَبَسَّمَانِ اِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ اِلَيْهِمَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے نہ اٹھاتا اپنے سرکوابوبکر رضی اللہ عنہ اورعمر رضی اللہ عنہ کے سوایہ دونوں آنحضرت کودیکھ کرمسکراتے اور آپ ان کودیکھ کرمسکراتے۔ (روایت کیااس کوترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

قیامت کے دن ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھیں گے

(۷) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم خَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ اَحَدُهُمَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِهٖ وَهُوَ اٰخِذٌ بِاَيْدِيْهِمَا فَقَالَ هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ایک دن نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ میں سے ایک آپ کے دائیں طرف تھا اور دوسرا آپ کے بائیں طرف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ساتھیوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا کہ ہم اسی طرح قیامت کی دن اٹھائے جائیں گے۔ روایت کیااس کوترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

خصوصی حیثیت واہمیت

(۸) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم رَاٰى اَبَابَكْرٍ وَّ عُمَرَ فَقَالَ هٰذَا انِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا فرمایا یہ دونوں میرے کانوں اور آنکھوں کے مرتبہ میں ہیں۔ (روایت کیااس کوترمذی نے ارسال کا طریق پر)

تشریح: ''ھذان السمع والبصر'' شارحین نے اس جملہ کے کئی مطلب بیان کیے ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح جسم کے اعضاء میں سب سے عمدہ عضو آنکھ اور کان ہے اسی طرح دین اسلام کے لیے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بمنزلہ آنکھ اور کان کے عمدہ اور مفید ثابت ہوں گے گویا دین میں ان کی حیثیت جسم میں آنکھ اور کان کی طرح ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں میرے لیے آنکھ اور کان ہیں میں ان کے ذریعہ سنتا اور دیکھتا ہوں یعنی یہ میرے مطیع' فرمانبردار وزیر اور مشیر ہیں۔ یہ مطلب زیادہ بہتر ہے' محاورہ بھی اسی طرح ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کائنات میں غور کر کے حق کو سنتے ہیں اور حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

وزراءرسالت

(۹) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَلَهٗ وَزِیْرَانِ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ وَ وَزِیْرَانِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرَائِیْلُ وَ مِیْكَائِیْلُ وَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا نبی نہیں جس کے وزیر نہ ہوں دو آسمان میں فرشتوں سے اور دو زمین والوں سے۔ تو میرے دو وزیر آسمان والوں سے جبرئیل اور میکائیل علیہ السلام ہیں۔ زمین والوں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

خلافت نبوی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر منتہی

(۱۰) وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم رَاَیْتُ كَاَنَّ مِیْزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ فَوُزِنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْبَكْرٍ فَرَجَحْتَ اَنْتَ وَوُزِنَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ فَرَجَحَ اَبُوْبَكْرٍ وَّوُزِنَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِیْزَانُ فَاسْتَآءَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْنِیْ فَسَاءَ هٗ ذٰلِكَ فَقَالَ خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ یُؤْتِی اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ یَّشَآءُ

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ترازو اترا آپ اور ابوبکر کا وزن کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم غالب آئے پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ تولے گئے ابوبکر رضی اللہ عنہ غالب آئے پھر عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ تولے گئے عمر غالب آئے پھر اٹھایا گیا ترازو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خواب کے سننے نے غمگین کیا آپ نے فرمایا یہ خلافت نبوت ہے۔ پھر اللہ دے گا یہ ملک جس کو چاہے گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے)

تشریح: ''فسآء'' خواب دیکھنے والے کے خواب سے یہ معلوم ہوگیا کہ خلافت علی منہاج النبوۃ کا دور عمر فاروق کی وفات اور شہادت پر ختم ہو جائے گا اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوگئے اور اس پر بھی غمگین ہوگئے کہ شہادت عمر فاروق کے بعد فتنوں کا دور شروع ہو جائے گا' خلفاء راشدین کی خلافت کے لیے شاہ ولی اللہ نے یہ اصطلاح استعمال فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کو عہد نبوت سے یاد کیا ہے آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور کو خلافت علی منہاج النبوۃ بطریق خاص سے یاد کیا ہے اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کو خلافت علی منہاج النبوۃ بطریق عام سے یاد کیا ہے لیکن اس کے بعد ملک عضوض کے نام سے یاد کیا ہے اس ملک عضوض سے حضرت معاویہ کی خلافت اور پھر عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے اس حدیث میں خلافت کے الفاظ سے حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت علی منہاج النبویہ کی طرف اشارہ ہے۔

الفصل الثالث.... ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے جنتی ہونے کی شہادت

(۱۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ یَطَّلِعُ عَلَیْكُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطَّلَعَ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ قَالَ یَطَّلِعُ عَلَیْكُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطَّلَعَ عُمَرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر ایک بہشتی آدمی آئے گا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر بہشتی آدمی آئے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی نیکیاں

۱۲ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ بَیْنَا رَاْسُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فِیْ حِجْرِیْ فِیْ لَیْلَةٍ ضَاحِیَةٍ اِذْقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

هَلْ يَكُوْنُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ قَالَ نَعَمْ عُمَرُ قُلْتُ فَاَيْنَ حَسَنَاتُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ اِنَّمَا جَمِيْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ كَحَسَنَةٍ وَّاحِدَةٍ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِيْ بَكْرٍ (رواه رزين)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا اس وقت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا رات کی چاندنی میں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا کسی شخص کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں فرمایا ہاں! وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ میں نے کہا کیا حال ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہیں۔ (روایت کیا اس کو رزین نے)

باب مناقب عثمان غنی رضی الله عنه... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

نام ونسب:۔ آپ کا نام عثمان ہے' والد کا نام عفان ہے' لقب ذوالنورین ہے' پانچویں پشت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر نسب ملتا ہے' آپ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے۔

حلیہ مبارکہ:۔ آپ کی ولادت واقعہ فیل سے چھ برس بعد ہوئی' صدیق اکبر کی محنت سے مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کا قد متوسط تھا اور رنگ سفید مائل بہ زردی تھا' چہرے پر چیچک کے چند نشان تھے' آپ کا سینہ کھلا اور داڑھی گھنی تھی۔ اسلام سے پہلے بھی آپ قریش میں بڑے معزز سمجھے جاتے تھے۔ حیاء میں آپ اپنی نظیر آپ تھے' سخاوت میں آپ ضرب المثل تھے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں' حضرت عمر فاروق کے بعد آپ خلافت کے لیے منتخب ہوئے اور بارہ دن کم بارہ سال مسند خلافت کو رونق دینے کے بعد 18 ذوالحجہ 35ھ میں بڑی مظلومیت کے ساتھ باغیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان بقیع غرقد میں مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر بالکل نمایاں نظر آتی ہے ہر زائر اس کی زیارت کر سکتا ہے۔

کچھ حالات:۔ قبول اسلام سے پہلے جاہلیت میں کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا' نہ کبھی زنا کیا اور نہ کبھی بت کے سامنے سجدہ لگایا' حیا کا غلبہ تھا غسل کے لیے کپڑے اتارتے تو کمرہ بند کر کے غسل خانہ میں بیٹھ کر غسل فرماتے' کھڑے ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے بیعت اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے جب ہاتھ مَس ہوا تو مرتے دم تک اس ہاتھ کو شرم گاہ سے نہیں لگایا۔ تمام غزوات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے' جنگ بدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر پیچھے رہ گئے مگر بدری شمار ہوئے' اسلام پر اپنا ذاتی مال بے دریغ خرچ کیا' مسجد نبوی کی توسیع اور بئر رومہ کے خریدنے اور جیش عسرہ کی تیاری میں اپنا بے تحاشا مال اللہ تعالیٰ کی رضا میں لٹا دیا' فاروق اعظم کے بعد دین اسلام کو سنبھالا اور فارس کے اطراف اور افریقہ کی حدود میں بڑے غزوات کیے اور بہت سارے علاقے اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ گئے' شاہ ایران یزدگرد آپ کے عہد میں مارا گیا' آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے' آپ کی خلافت ابتدائی چھ سالوں میں سکون کے ساتھ چلتی رہی پھر عبداللہ بن سبا یہودی کے منافقانہ پروپیگنڈوں میں مصر کے لوگ آ گئے اور بلوائیوں کا ایک گروہ مدینہ منورہ آ گیا' چالیس دن تک آپ کے گھر کا محاصرہ کیا اور پھر 18 ذوالحجہ 35ھ میں آپ کو آپ کے گھر میں 88 سال کی عمر میں گردن کی طرف سے ذبح کیا گیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب کی تلوار نیام سے باہر آ گئی جو تا حال امت پر چل رہی ہے۔

الفصل الاول.... جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں

(۱) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مُضْطَجِعًا فِيْ بَيْتِهٖ كَاشِفًا عَنْ فَخِذَيْهِ اَوْسَاقَيْهِ فَاسْتَاْذَنَ اَبُوْبَكْرٍ رض فَاَذِنَ لَهٗ وَهُوَ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَاْذَنَ عُمَرُ فَاَذِنَ لَهٗ وَهُوَ كَذَالِكَ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَاْذَنَ عُثْمَانُ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَسَوّٰى ثِيَابَهٗ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهٗ وَلَمْ تُبَالِهٖ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهٗ وَلَمْ تُبَالِهٖ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ

وَسَوَّيْتَ ثِيَابَكَ فَقَالَ اَلَا اَسْتَحْيِيْ مِنْ رَّجُلٍ تَسْتَحْيِيْ مِنْهُ الْمَلٰئِكَةُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّ عُثْمَانَ رَجُلٌ حَيِيٌّ وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اِنْ اَذِنْتُ لَهٗ عَلٰى تِلْكَ الْحَالَةِ اَنْ لَّا يَبْلُغَ اِلَيَّ فِيْ حَاجَتِهٖ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے گھر میں لیٹے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں ننگی تھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آنے کی اجازت چاہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دیدی اور آپ اسی حال میں تھے باتیں کیں پھر عمر نے اذن چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حال میں تھے عمر رضی اللہ عنہ نے باتیں کیں پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اذن چاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے اور اپنے کپڑے درست کر لیے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ابوبکر و عمر و عثمان) چلے گئے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے اللہ کے رسول ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے آپ نے حرکت نہ کی اور اس کے آنے کی پرواہ نہ کی پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرکت نہ کی اور نہ ہی ان کے آنے کی پرواہ کی۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے اور اپنے کپڑے درست کر لیے۔ حضرت نے فرمایا کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرد شرم و حیا والا ہے اور میں ڈرا اگر میں ان کو اجازت دوں اور وہ شرم کی وجہ سے مجھ تک پہنچ ہی نہ سکے اپنی ضرورت لے کر۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: "كاشفا عن فخذيه" یہ بے تکلف بیٹھنے کی طرف اشارہ ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رانیں بالکل کھلی ہوئی تھیں آپ نے خود رانوں کو عورت کہہ کر چھپانے کا حکم دیا ہے۔ "تهتش" ای لم تتحرک لاجله یعنی آپ نے کوئی اہتمام نہیں کیا جس طرح بے تکلفانہ انداز میں تھے اسی طرح رہے بعض نے اس لفظ کا ترجمہ ہشاش بشاش سے کیا ہے یعنی ان کے لیے ہشاش بشاش نہیں ہوئے۔ "ولم تباله" یعنی کوئی اہتمام اور پرواہ نہ کی۔ "تسحی منه الملائكة" کہتے ہیں ایک دفعہ مدینہ منورہ میں ایک قضیہ کے موقع پر حضرت عثمان کا سینہ کھل گیا تو فرشتے پیچھے ہٹ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو سینہ ڈھانکنے کا حکم دیا تو فرشتے واپس آ گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر فرشتوں نے کہا کہ ان کے سینہ کھلنے کی وجہ سے ان سے حیاء کی بناء پر ہم پیچھے ہٹ گئے تھے' آنحضرت کے اہتمام کی ایک وجہ تو یہی حیاء عثمان تھی دوسرا مطلب یہ کہ حضرت عثمان کسی حاجت سے آئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر اسی طرح بے تکلف رہتے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی پیش درخواست نہ کر سکتے۔

الفصل الثانی... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق جنت ہیں

(۲) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيْقٌ وَ رَفِيْقِيْ يَعْنِيْ فِي الْجَنَّةِ عُثْمَانُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَالَ التِّرْمَذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ وَهُوَ مُنْقَطِعٌ

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے رفیق ہوتا ہے اور میرے لیے میرا رفیق جنت میں عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور روایت کیا ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند قوی نہیں اور یہ منقطع ہے۔

تشریح: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں جنت میں ہوں گے تو یہ ان کا بڑا ذاتی اعزاز ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آنحضرت کا کوئی اور رفیق نہیں ہوگا یہ اعزازات اور نوازشات کے تمغوں کی الگ الگ تقسیم ہے۔ ایک تمغہ دوسرے تمغے کے منافی نہیں ہے:

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

اللہ تعالیٰ کے راستے میں مالی ایثار

(۳) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ خَبَّابٍ قَالَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ يَحُثُّ عَلٰى جَيْشِ الْعُسْرَةِ فَقَامَ

عُثْمَانُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيَّ مِائَةُ بَعِيْرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَالَ عُثْمَانُ فَقَالَ عَلَيَّ مِائَتَا بَعِيْرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ عَلَيَّ ثَلٰثُمِائَةِ بَعِيْرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَنَارَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَنْزِلُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُوْلُ مَاعَلٰى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ مَا عَلٰى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر تبوک پر خرچ کرنے کے لیے رغبت دلاتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کی اے اللہ کے رسول میرے ذمہ سو اونٹ بمعہ جھلوں اور کجاوں کے خدا کے راستہ میں۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا سامان درست کرنے پر رغبت دلائی پھر عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا میرے ذمہ دوسو (200) اونٹ جھلوں اور کجاووں سمیت خدا کی راہ میں۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی لشکر کا سامان درست کرنے پر عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے کہا میرے ذمہ تین سو اونٹ جھل اور کجاووں سمیت خدا کی راہ میں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترتے تھے فرماتے تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو کوئی چیز ضرر نہیں دے سکتی کہ کریں اس نیکی کے بعد۔ نہیں مضر عثمان کو وہ چیز کہ کریں بعد اس کے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''جیش العسرة'' جیش لشکر کو کہتے ہیں اور العسرة تنگی کے معنی میں ہے اس سے غزوۂ تبوک مراد ہے جو ایک ماہ کی مسافت پر تھا' سخت گرمی کا موسم تھا' دور کا سفر تھا' مدینہ میں پھلوں اور فصلوں کا کاٹنے کا زمانہ تھا' نفیر عام بھی تھا' تیس ہزار کا لشکر تھا سواریوں کا مسئلہ تھا' جوتوں کا مسئلہ تھا' کھانے کی اشیاء کا مسئلہ تھا' ادھر جنگجو تین لاکھ رومیوں سے مقابلہ تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی اہتمام سے چندہ کی بار بار اپیل کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اعزاز حاصل کیا۔ ''احلاس'' حلس کی جمع ہے اونٹ کے پالان اور کجاوہ کے نیچے جو پردہ ہوتا ہے وہ مراد ہے جس کو جھول کہتے ہیں۔ ''اقتاب'' قتب کی جمع ہے پالان کو کہتے ہیں اونٹ مع ساز وسامان مراد ہے۔ ''علی'' یہ نذر کے لیے استعمال کیا کہ مجھ پر نذر ہے کہ اتنا دوں گا' ابوعمرو نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس غزوہ میں نو سو پچاس اونٹ دیئے اور پچاس گھوڑے دیئے تا کہ ہزار پورے ہو جائیں۔ ''ما علی عثمان'' یہ دربار نبوی سے حضرت عثمان کو اعزازی تمغہ ملا کہ آج کے بعد اگر عثمان کوئی عمل نہ بھی کرے تو ان کو کوئی نقصان نہیں ہوگا یعنی عثمان کے سابقہ اور لاحقہ تمام خطائیں معاف ہیں' اس میں حضرت عثمان کے حسن خاتمہ اور جنتی ہونے کی بشارت ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ان اعمال سے نوافل کے اعمال مراد ہیں کہ فرائض کے علاوہ عثمان اگر مرتے دم تک کوئی نفلی نیکی نہ کرے تو پرواہ نہیں یہ نیکی سب نوافل کے قائم مقام ہے۔ صحابہ کرام ان اعزازات کے بعد اعمال میں کمزور نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کے اعمال اور تیز ہو جاتے' اس حدیث کو دیکھ کر ان لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو حضرت عثمان پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں حالانکہ عثمان کی غلطیاں پہلے سے کالعدم قرار دی گئی ہیں' خلافت وملوکیت میں ابوالاعلی مودودی صاحب نے حضرت عثمان کے خلاف بہت ہی غلیظ قلم استعمال کیا ہے' آنے والی حدیث میں بھی اسی طرح اعزازی جملہ ہے اس حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان نے ایک ہزار اشرفیاں نچھاور فرمائیں۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایثار

(۴) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَاءَ عُثْمَانُ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِاَلْفِ دِيْنَارٍ فِي كُمِّهٖ حِيْنَ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَنَثَرَهَا فِيْ حَجْرِهٖ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يُقَلِّبُهَا فِيْ حَجْرِهٖ وَيَقُوْلُ مَاضَرَّ عُثْمَانَ مَاعَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ (احمد)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہزار دینار لائے اپنی آستین میں رکھ کر جب تبوک کے لشکر کا سامان تیار کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بکھیر دیئے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ انکو الٹتے اور پلٹتے تھے اپنی گود میں اور فرماتے تھے نہیں ضرر کریں گے عثمان رضی اللہ عنہ کو وہ گناہ کہ کریں آج کے عمل کے بعد یہ کلمہ دوبار فرمایا۔ (احمد)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایک فضیلت

(۵) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بِبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ كَانَ عُثْمَانُ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مَكَّةَ فَبَايَعَ النَّاسَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ عُثْمَانَ فِيْ حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُوْلِهٖ فَضَرَبَ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى فَكَانَتْ يَدُرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِعُثْمَانَ خَيْرًا مِّنْ اَيْدِيْهِمْ لِاَنْفُسِهِمْ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا بیعت رضوان کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو تو عثمان رضی اللہ عنہ حضرت کے ایلچی تھے مکہ والوں کی طرف۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے بیعت کی فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسول کے کام میں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے بہتر تھا صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں سے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لیے بیعت کی تھی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو بطور سفیر قریش کے پاس بھیجا تھا' قریش نے آپ کو کچھ وقت کے لیے محبوس رکھا ادھر مشہور ہو گیا کہ عثمان شہید کر دیئے گئے اس کے بدلے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیکر کے ایک درخت کے نیچے ڈیڑھ ہزار صحابہ سے بیعت لی حضرت عثمان چونکہ نہیں تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بھی بیعت لی مگر اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور بیعت لی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کے لیے یہ بیعت اس لیے لی کہ اس کی بہت بڑی فضیلت آنے والی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس احتمال پر بیعت لی کہ اگر وہ زندہ ہو تو وہ بھی اس بیعت میں شریک ہو جائے اور بیعت رضوان کی فضیلت پائے چنانچہ ایسا ہی ہوا' ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی۔

باغیوں سے جرأتمندانہ خطاب

(۶) وَعَنْ ثُمَامَةَ بْنِ حَزْنِ الْقُشَيْرِيِّؒ قَالَ شَهِدْتُ الدَّارَ حِيْنَ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ فَقَالَ اَنْشُدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ يُسْتَعْذَبُ غَيْرَ بِئْرِ رُوْمَةَ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيْ بِئْرَرُوْمَةَ يَجْعَلُ دَلْوَهٗ مَعَ دلاء للملمين بخير له مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِيْ وَاَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُوْنَنِيْ اَنْ اشرب مِنْهَا حَتّٰى اَشْرَبَ مِنْ مَّاءِ الْبَحْرِ فَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ انشدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ الْمَسْجِدَ ضَاقَ بِاَهْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ يَّشْتَرِيْ بُقْعَةَ اٰلِ فُلَانٍ فَيَزِيْدُهَا فِي الْمَسْجِدِ بِخَيْرٍ لَّهٗ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِيْ فَاَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُوْنَنِيْ اَنْ اُصَلِّيَ فِيْهَا رَكْعَتَيْنِ فَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اَنْشُدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّيْ جَهَّزْتُ جَيْشَ الْعُسْرَةِ مِنْ مَالِيْ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ آشُدُكُمُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ عَلٰى ثَبِيْرِ مَكَّةَ وَ مَعَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ وَاَنَا فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتّٰى تَسَاقَطَتْ حِجَارَةً بِالْحَضِيْضِ فَرَكَضَهٗ بِرِجْلِهٖ قَالَ اسْكُنْ ثَبِيْرُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ شَهِدُوْا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ اِنِّيْ شَهِيْدٌ ثَلَاثًا (رواہ الترمذی والنسائی والدار قطنی)

ترجمہ: حضرت ثمامہ بن حزن قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں یوم دار کو حاضر ہوا جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ نے اوپر سے جھانکا اس قوم پر عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور مدینہ میں کوئی میٹھا کنواں نہ تھا سوائے رومہ کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو بیر رومہ کو خریدے اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دے اس کے لیے اس کے بدلے جنت میں نیکی ہو۔ میں نے اس کو اپنے خالص مال سے خریدا اور آج تم مجھ کو اس کے پانی پینے سے منع کرتے ہو یہاں تک کہ میں دریا کے پانی سے پیتا ہوں۔ لوگوں نے کہا اے اللہ ہاں۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے

کہا میں تم کو خدا اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ نمازیوں پر مسجد تنگ ہوئی حضرت نے فرمایا کون فلاں کی اولاد سے زمین خریدے گا اور اس جگہ کو ثواب کی خاطر مسجد کے لیے وقف کر دے اس ثواب کے بدلے میں جو اس کو جنت میں ملے گا تو میں نے اس کو اپنے خالص مال سے خریدا تم آج مجھ کو اس میں دو رکعت نماز پڑھنے سے روکتے ہو لوگوں نے کہا یا الٰہی ہاں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں پوچھتا ہوں تم سے خدا اور اسلام کے واسطہ سے کہ کیا معلوم ہے تم کو کہ میں نے تبوک کے لشکر کا سامان درست کیا اپنے مال سے لوگوں نے کہا یا الٰہی ہاں! عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم سے پوچھتا ہوں خدا اور اسلام کے حق سے کہ آیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے مکہ کی ثبیر پر اور حضرت کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور میں بھی کھڑے تھے۔ ہلا پہاڑ یہاں تک کہ بعض پتھر گرے نیچے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایڑی ماری فرمایا اے ثبیر ٹھہر اس لیے کہ نہیں ہے تم پر مگر نبی اور صدیق اور دو شہید لوگوں نے کہا یا الٰہی ہاں عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اکبر انہوں نے گواہی دی۔ قسم ہے کعبہ کے رب کی کہ میں شہید ہوں تین بار کہا یہ کلمہ۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی اور دار قطنی نے)

تشریح: ''الدار'' حضرت عثمان کی خلافت کے پہلے چھ سال بحسن وخوبی گذر گئے پھر آپ سے وہ انگوٹھی بئر اریس میں گر کر گم ہوگئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور حضرات شیخین کے بعد حضرت عثمان کے ہاتھ میں آئی تھی' خلافت کے باقی چھ سالوں میں طرح طرح کی شورشیں شروع ہوگئیں' عبداللہ بن سبا یہودی جھوٹے الزامات لگا کر آپ کے گورنروں سے لوگوں کو بدظن کرتا رہا' مکہ ومدینہ میں اس کا پروپیگنڈہ ناکام ہوا تو یہ شام چلا گیا پھر کوفہ گیا مگر کسی جگہ اس کو خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی' پھر یہ خبیث مصر چلا گیا اور وہاں اس کا پروپیگنڈہ کامیاب ہو گیا' اس نے ایک لڑاکو دستہ تیار کیا اور مدینہ روانہ کیا' بلوائیوں کے اس گروہ میں محمد بن ابی بکر بھی تھے پہلے مذاکرات ہوئے اور کامیاب ہو گئے' مصر کا گورنر عبداللہ بن ابی سرح ہٹایا گیا اور گورنری کا پروانہ محمد بن ابی بکر کے ہاتھ دیا گیا کہ ان کے پہنچنے پر ان کو مصر کا گورنر مقرر کیا جائے' ادھر مروان بن حکم ایک سازشی آدمی تھا' اس نے حضرت عثمان کے گھوڑے پر ان کے غلام کو سوار کرا کر مصر روانہ کیا اور مصر کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کے نام لکھا کہ جونہی محمد بن ابی بکر مصر پہنچ جائے اس کو قتل کر دو۔ راستے میں یہ غلام پکڑا گیا تفتیش پر اس کے ہاتھ سے ایک خط نکلا جس پر حضرت عثمان کی انگوٹھی کی مہر تھی' محمد بن ابی بکر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب واپس جاؤ اس بات کی تحقیق کریں گے۔ چنانچہ یہ بلوائی مدینہ واپس آ گئے اور حضرت عثمان سے پوچھا کہ یہ گھوڑا کس کا ہے؟ فرمایا میرا ہے! یہ غلام کس کا ہے؟ فرمایا میرا ہے! یہ مہر کس کی ہے؟ فرمایا میری انگوٹھی کی ہے! یہ خط کس کا ہے؟ فرمایا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ یہ خط کس کا ہے؟ جب مدینہ کے لوگوں کے خط کے نمونے حاصل کر لیے گئے تو معلوم ہوا کہ یہ خط مروان بن حکم نے لکھا ہے' بلوائیوں نے کہا کہ مروان کو ہمارے حوالہ کر دو' حضرت عثمان نرم مزاج تھے' فرمایا میں ایسا نہیں کر سکتا' اس پر بلوائیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا' چالیس دن تک دانہ پانی بند کیا اور محاصرہ جاری رکھا اس دوران حضرت عثمان نے کئی دفعہ بلوائیوں اور دیگر لوگوں سے گھر کی کھڑکی سے جھانک کر خطاب کیا اور اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کا معقول جواب دیا ہے' زیر بحث روایت اسی خطاب کا ایک حصہ ہے مگر اس میں حضرت عثمان نے اپنی منقبت' بشارت اور اپنی حیثیت اور پھر شہادت کو واضح کیا ہے تاہم بلوائیوں اور باغیوں نے آپ کو محصور رکھا اور چالیس دن کے محاصرہ کے بعد محمد بن ابی بکر اور دیگر بلوائی گھر کی عقبی دیوار میں نقب لگا کر اندر داخل ہو گئے اور آپ کو شہید کر دیا۔

''بئر رومة'' یہ وادی عقیق میں مسجد قبلتین کے پاس ایک بڑا کنواں تھا جو ایک یہودی کا تھا حضرت عثمان نے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا' یہودی اس کنوئیں کا پانی مسلمانوں پر مہنگے داموں فروخت کرتا تھا۔

راست روی کی پیشن گوئی

(۷) وَعَنْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَذَكَرَ الْفِتَنَ فَقَرَّبَهَا فَمَرَّ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ فِي ثَوْبٍ فَقَالَ هٰذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدٰى فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ فَاَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهٖ فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

ترجمہ: حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اس حال میں کہ آپ نے فتنوں کا ذکر کیا اور ان کا واقع ہونا قریب بتایا ایک شخص سر پر کپڑا اوڑھے ہوئے گذرا فرمایا حضرت نے کہ یہ شخص اس روز راہ راست پر ہوگا۔ مرہ بن کعب کہتے ہیں کہ میں اٹھا اس شخص کی طرف اچانک وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے مرہ نے کہا کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا منہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا کہ یہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں روایت کیا اس کو ترمذی ابن ماجہ نے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

خلافت کی پیشین گوئی اور منصب خلافت سے دستبردار ہونے کی ہدایت

(۸) وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ يَا عُثْمَانُ اَنَّهُ لَعَلَّ اللّٰهُ يُقَمِّصُكَ قَمِيْصًا فَاِنْ اَرَادُوْكَ عَلٰى خِلْعِهٖ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ فِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شان یہ ہے شاید کہ خدا تعالیٰ تجھ کو ایک کرتہ پہناوے اگر لوگ تجھ سے کرتہ اتارنے کا مطالبہ کریں تو تو وہ کرتا نہ اتارنا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے ترمذی نے کہا اس حدیث میں لمبا قصہ ہے۔

مظلومانہ شہادت کی پیشین گوئی

(۹) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِتْنَةً فَقَالَ يُقْتَلُ هٰذَا فِيْهَا مَظْلُوْمًا لِعُثْمَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا فرمایا مارا جاوے گا یہ اس فتنہ میں ظلم کے ساتھ۔ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے از روئے سند کے۔

ارشاد نبوی کی تعمیل میں صبر و تحمل کا دامن پکڑے رہے

(۱۰) وَعَنْ اَبِيْ سَهْلَةَ قَالَ قَالَ لِيْ عُثْمَانُ يَوْمَ الدَّارِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَدْ عَهِدَ اِلَيَّ عَهْدًا وَاَنَاصَابِرٌ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

ترجمہ: حضرت ابی سہلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام ہے کہا عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ کو کہا دار کے دن کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو وصیت کی تھی اور میں صبر کرنے والا ہوں اس پر۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

الفصل الثالث... مخالفین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مسکت جواب

(۱۱) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ مِصْرَ يُرِيْدُ حَجَّ الْبَيْتِ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ قَالُوْا هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيْهِمْ قَالُوْا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِيْ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَّلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ اُبَيِّنْ لَكَ اَمَّا فِرَارُهٗ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَاعَنْهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهٗ كَانَتْ تَحْتَهٗ رُقَيَّةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهٗ وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ

بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَاذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اذْهَبْ بِهَا الْاٰنَ مَعَكَ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مصروالوں سے آیا اس حال میں کہ وہ حج کا ارادہ رکھتا تھا ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی تھی کہ یہ قوم کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ قریش ہیں اس شخص نے کہا ان میں شیخ کون ہیں۔ انہوں نے کہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس شخص نے کہا اے ابن عمر رضی اللہ عنہ میں تجھ سے کچھ پوچھتا ہوں مجھ کو جواب دو آیا جانتے ہو تم کہ عثمان احد کے دن بھاگ گئے تھے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اس شخص نے کہا کیا عثمان غزوہ بدر سے غائب رہے اور اس میں حاضر نہ ہوئے اس نے کہا ہاں۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے کہ وہ بیعت رضوان میں حاضر نہ ہوئے۔ اس نے کہا ہاں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا احد کے دن ان کا...... بھاگنا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا نے معاف کیا اور عثمان رضی اللہ عنہ کا بدر سے غائب ہونا اس وجہ سے تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ان کے نکاح میں تھیں اور وہ بیمار تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا کہ تیرے لیے بدر میں حاضر ہونے والوں میں سے ایک شخص کے برابر ثواب ہے اور اس کا حصہ۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ کا بیعت رضوان سے غائب ہونا اس سبب سے تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ اگر مکہ میں کوئی عزت والا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مکہ بھیجتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اور بیعت رضوان عثمان رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے کے بعد حدیبیہ میں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ فرمایا کہ یہ میرا ہاتھ عثمان کے ہاتھ کا نائب ہے آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر مارا اور فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لے جا ان سوالوں کے جواب اپنے ساتھ۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

جان دے دی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سے انحراف نہیں کیا

(۱۲) وَعَنْ اَبِيْ سَهْلَةَ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ؛ جَعَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يُسِرُّ اِلٰى عُثْمَانَ وَلَوْنُ عُثْمَانَ يَتَغَيَّرُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الدَّارِ قُلْنَا اَلَانُقَاتِلُ قَالَ لَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَهِدَ اِلَيَّ اَمْرًا فَاَنَا صَابِرٌ نَفْسِيْ عَلَيْهِ

ترجمہ: حضرت ابوسہلہ رضی اللہ عنہ مولی عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا شروع کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرگوشی کی اور عثمان کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ جب یوم دار کا واقعہ ہوا ہمیں نے کہا کیا ہم ان سے نہ لڑیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا نہ لڑو اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو وصیت فرمائی ایک امر کی میں اس امر میں اپنے نفس پر صبر کرنیوالا ہوں۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کا حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۳) وَعَنْ اَبِيْ حَبِيْبَةَ اَنَّهٗ دَخَلَ الدَّارَ وَعُثْمَانُ مَحْصُوْرٌ فِيْهَا وَاَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ يَسْتَاْذِنُ عُثْمَانَ فِي الْكَلَامِ فَاَذِنَ لَهٗ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ فِتْنَةً وَاخْتِلَافًا اَوْقَالَ اِخْتِلَافًا وَفِتْنَةً فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنْ لَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْمَا تَاْمُرُنَا بِهٖ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَمِيْرِ وَاَصْحَابِهٖ وَهُوَ يُشِيْرُ اِلٰى عُثْمَانَ بِذٰلِكَ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: حضرت ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عثمان کے گھر داخل ہوئے اس حال میں کہ عثمان گھیرے گئے تھے گھر میں اور ابوحبیبہ رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ عثمان سے کلام کرنے میں اجازت مانگتے ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت دی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اللہ کی حمد وثنا کی اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ تم میرے بعد دیکھو گے بلائیں اور بہت

اختلاف یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کا لفظ پہلے اور فتنہ کا بعد میں فرمایا۔ آنحضرت سے کہنے والے نے کہا لوگوں میں سے ہمارے لیے کون ہے اے اللہ کے رسول یا کہا کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو امیر کی متابعت لازم ہے اور اس کے ساتھیوں کی اور آپ عثمان کی طرف اشارہ کرتے تھے امیر کے لفظ سے۔ (روایت کیں یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دلائل النبوۃ میں)

بَابُ مَنَاقِبِ هٰؤُلَآءِ الثَّلٰثَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

ان تینوں (یعنی خلفاء ثلاثہ) رضی اللہ عنہم کے مناقب کا بیان

پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مناقب پر مشتمل احادیث نقل ہوئیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مناقب سے متعلق احادیث کو نقل کیا گیا، اس کے بعد ایک الگ باب قائم کر کے وہ احادیث نقل کی گئیں جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب کا ایک ساتھ ذکر تھا، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مناقب کی حدیثیں گذشتہ باب کے تحت نقل کی گئیں اور چونکہ بعض ایسی احادیث بھی منقول ہیں جن میں ان تینوں حضرات یعنی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب ایک ساتھ مذکور ہیں، لہٰذا ان احادیث کو نقل کرنے کے لئے مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔

الفصل الاول.... ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید

(۱) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم صَعِدَ اُحُدًا وَ اَبُوْبَکْرٍؓ وَعُمَرُؓ وَعُثْمَانُؓ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَهِیْدَانِ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحد پہاڑ پر چڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اُحد پہاڑ ہلنے لگا آپ نے اس کو پاؤں سے مارا اور فرمایا اے اُحد ٹھہر تو نہیں ہیں تجھ پر مگر نبی، صدیق اور دو شہید۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تینوں کو جنت کی خوشخبری

(۲) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ حَائِطٍ مِّنْ حِیْطَانِ الْمَدِیْنَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا اَبُوْبَکْرٍ فَبَشَّرْتُهٗ بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا عُمَرُؓ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ لِیْ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰی بَلْوٰی تُصِیْبُهٗ فَاِذَا عُثْمَانُؓ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک باغ میں مدینہ کے باغوں میں سے تھا۔ ایک شخص آیا اس نے دروازہ کھلوایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لیے دروازہ کھول دے اور اس کے لیے جنت کی خوشخبری دے میں نے اس کے لیے دروازہ کھولا۔ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان کو بشارت دی اس چیز کے ساتھ جو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی تعریف کی یعنی شکر کیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور دروازہ کھلوایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے کھول دے اور اس کے لیے جنت کی خوشخبری دے میں نے اس کے لیے دروازہ کھولا وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے

میں نے ان کو خوشخبری دے میں نے اس کے لیے دروازہ کھولا وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے میں نے ان کو خوشخبری دی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اس نے اللہ کی حمد کی۔ پر ایک اور آدمی نے دروازہ کھلوایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے دروازہ کھول دے اور اس کو جنت کی خوشخبری سنا۔ بڑی بلا و مصیبت کے ساتھ کہ پہنچے گی اس کو وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے میں نے ان کو خبر دی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکر کیا اور کہا اللہ سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ (متفق علیہ)

الفصل الثانی.... زمانہ نبوت میں ان تینوں کا ذکر کس ترتیب سے ہوتا تھا

(۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم حَیٌّ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کہا کرتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اللہ ان سے راضی ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

الفصل الثالث.... خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی ترتیب خلافت کا غیبی اشارہ

(۴) عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ اُرِیَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ كَاَنَّ اَبَابَكْرٍ نِيْطَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَنِيْطَ عُمَرُ بِاَبِیْ بَكْرٍ وَنِيْطَ عُثْمَانُ بِعُمَرَ قَالَ جَابِرٌ فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قُلْنَا اَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَاَمَّا نَوْطُ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَهُمْ وَلَاةُ الْاَمْرِ الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ بِهٖ نَبِيَّه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں خواب میں دکھلایا گیا آج کی رات ایک مرد صالح گویا ابو بکر رضی اللہ عنہ لٹکائے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور عمر رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لٹکائے گئے اور عثمان رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لٹکائے گئے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھے۔ ہم نے کہا مردِ صالح جو آنحضرت نے فرمایا وہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعض کا بعض کے ساتھ اتصال کا معنی یہ ہے کہ یہ والی ہیں اس کام کے کہ خدا نے بھیجا ہے اس کے ساتھ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

بَابُ مَنَاقِبِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِب رضی الله عنه

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں جتنی زیادہ حدیثیں آپ کی تعریف و توصیف اور فضیلت میں منقول ہیں اتنی صحابہ میں سے کسی کے حق میں منقول نہیں ہیں، اگرچہ ان میں سے بہت سی روایتیں "موضوع" (گھڑی ہوئی) بھی ہیں چنانچہ حضرت شیخ مجد الدین شیرازیؒ نے جس طرح ان بعض روایتوں کے بارے میں، کہ جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مناقب میں نقل کی گئی ہیں، یہ وضاحت کی ہے کہ یہ موضوع روایتیں ہیں کیونکہ ان کا بے اصل و بے بنیاد ہونا معمولی عقل و فہم رکھنے والا بھی جان سکتا ہے اسی طرح انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے مناقب میں لوگوں نے بے شمار جھوٹی حدیثیں بنالی ہیں اور ان جھوٹی حدیثوں کا سب سے بڑا ذخیرہ وہ ہے جس کو انہوں نے "وصایا" نامی کتاب میں جمع کیا ہے اور جس میں کی ہر حدیث یا علی کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ ہاں ان میں سے صرف ایک حدیث یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ بے شک ایسی حدیث ہے جو ثابت ہے بہرحال حضرت علیؓ کے مناقب میں جو صحیح احادیث منقول ہیں ان کے بارے میں امام احمدؒ اور امام نسائی وغیرہ

نے کہا ہے کہ ان کی تعداد ان احادیث سے کہیں زیادہ ہے جو دوسرے صحابہؓ کے حق میں منقول ہیں اور علامہ سیوطیؒ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ متاخر ہیں اور ان کے زمانہ میں نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف ونزاع کی خراب صورتحال پیدا ہوگئی تھی بلکہ خود سیدنا علیؓ کی مخالفت کرنے والوں کا ایک بہت بڑا طبقہ پیدا ہو گیا تھا جنہوں نے ان کے خلاف جنگیں بھی لڑیں اور ان کی خلافت سے انحراف بھی کیا' لہٰذا علماء اور محدثین نے مقام علیؓ کی حفاظتی اور مخالفین علیؓ کی تردید وتغلیط کی خاطر منقبت علیؓ سے متعلق احادیث کو چن چن کر جمع بھی کیا' اور ان احادیث کو پھیلانے میں بہت سرگرم جدوجہد بھی کی' ورنہ جہاں تک خلفاء ثلاثہؓ کے مناقب کا تعلق ہے تو وہ حقیقت میں حضرت علی کے مناقب سے بھی زیادہ ہے۔

نام ونسب:۔علیؓ ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر ابن کنانہ۔آپؓ کا ایک نام حیدر بھی ہے' حیدر دراصل حضرت علی کے نانا اسد کا نام تھا' جب آپ پیدا ہوئے تو اسی وقت آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے آپ کا نام اپنے باپ کے نام پر ''حیدر'' رکھا پھر بعد میں ابوطالب نے اپنی طرف سے بیٹے کا نام ''علی'' رکھا' اور جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے: خود میرے نزدیک ''ابوتراب'' سے زیادہ پسندیدہ کوئی نام نہیں ہے۔

کنیت:۔''ابوتراب'' سیدنا علیؓ کی کنیت ہے' اور یہ کنیت اس طرح پڑی کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں نہیں ہیں۔ پوچھا: علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: میرے اور ان کے درمیان کچھ ان بن ہوگئی تھی' اسی غصہ میں گھر سے چلے گئے ہیں' آج تو انہوں نے اس گھر میں قیلولہ بھی نہیں کیا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جا کر دیکھو علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یا رسول اللہ؟ وہ تو مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد کی دیوار سے لگے ہوئے ننگی زمین پر لیٹے محوخواب ہیں' چادر کاندھے سے کھسک کر الگ ہوگئی تھی اور پیٹھ وپہلو پر مٹی لگی ہوئی تھی' اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جسم کے اوپر سے مٹی صاف کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے: اٹھو' اے ابوتراب اٹھو' جبھی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابوتراب'' مشہور ہوگئی۔

الفصل الاول.... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۱) عَنْ سَعْدِبْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کہ تو مجھ سے ہارون کے مرتبہ میں ہے موسیٰ سے مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔(متفق علیہ)

تشریح:''بمنزلۃ ھارون''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک کیلئے روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا چونکہ تبوک کا سفر لمبا تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کے دیکھ بھال کی ضرورت تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال کی دیکھ بھال کے لیے حضرت علی کو مقرر فرمایا اس پر منافقین نے یہ اعتراض کیا کہ علی کو بھائی سمجھ کر پیچھے رکھا ہے تاکہ سفر کی مشقت سے بچ جائے نیز موت کے خطرہ سے دور رہے' جب حضرت علی کو اس کا علم ہوا تو آپ پریشان ہوگئے ویسے بھی آپ پریشان تھے کہ جہاد کے میدان سے پیچھے رکھے گئے' فرماتے ہیں کہ میں جب مدینہ طیبہ میں نکلتا تھا تو یا معذور لوگ نظر آتے تھے یا عورتیں اور بچے ہوتے تھے یا منافق گھومتے تھے' اس حالت سے پریشان ہوکر حضرت علی روتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے کچھ باہر مقام جرف میں افواج اسلامیہ کی ترتیب دینے میں مصروف تھے' حضرت علی نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو تسلی دی اور جواب میں فرمایا کہ کیا آپ اس پر خوش نہیں کہ آپ میرے پیچھے رہ جانے میں ایسے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ معراج الٰہی

کے لیے گئے تھے اور حضرت ہارون کو پیچھے چھوڑا تھا' یہ منافقین جھوٹے ہیں ہم نے آپ کی شان گھٹانے کے لیے یا آپ کی جان بچانے کے لیے آپ کو پیچھے نہیں چھوڑا اس کلام میں حضرت علی کی اس فضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ قرب منزلت میں حضرت علی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بھائی قرار دیا ہے اور یہ تشبیہ اسی قرب منزلت میں ہے مگر اس میں شبہ ہوسکتا تھا کہ حضرت علی بھی حضرت ہارون کی طرح نبی بن جائیں اس وہم کو دور کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تشبیہ صرف اخوت میں ہے نبوت میں نہیں ہے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

سوال:۔اس حدیث سے شیعہ شنیعہ اور رافضہ مرفوضہ بڑے زور وشور سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس میں حضرت علی کی خلافت کی بات کہی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی خلیفہ بلافصل ہوں گے' دیگر خلفاء نے علی سے خلافت کو غصب کیا' امت نے مزاحمت نہیں کی لہٰذا سب گمراہ ہوگئے' علی نے تو تقیہ سے کام لیا باقی سب کافر ہوگئے۔

جواب:۔اس بے جا سوال کا جواب یہ ہے کہ شیعہ تو کہتے ہیں کہ حضرت علی کو غدیر خُم میں خلافت سونپی گئی تھی' اس وقت وہ خلیفہ بن چکے تھے جب وہ پہلے سے خلیفہ تھے تو اس موقع پر ان کو کون سی خلافت دی گئی؟ معلوم ہوا شیعہ جھوٹے ہیں۔دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں تشبیہ صرف قرب منزلت میں ہے' نہ نبوت میں ہے اور نہ خلافت میں ہے کیونکہ حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ سے چالیس سال پہلے انتقال ہوگیا تھا' حضرت ہارون جب نہ بعد میں رہے' نہ ایک لحہ کے لیے خلیفہ بنے تو اس سے خلافت علی کی طرف کیسے اشارہ ہوسکتا ہے' معلوم ہوا رافضی جھوٹے ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے ارشاد فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافی عرصہ تک دنیا میں حیات تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نہ حضرت علی خلیفہ ہوئے اور نہ ہوسکتے تھے' معلوم ہوا شیعہ جھوٹے ہیں۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ اگر اس طرح خلافت کی تصریح اور وصیت حضرت علی کے لیے تھی تو آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کا دعویٰ کرنا چاہئے تھا اور عوام کو بتا دینا چاہئے تھا کہ خلافت میرا حق ہے' تم مجھ سے میرا حق غصب نہ کرو ورنہ میں اپنے حق پر تم سے لڑوں گا جب حضرت علی کی طرف سے نجی یا عام مجلسوں میں اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں ہوا تو آج کل شیعہ اس عظیم بہتان اور اس بڑے طوفان کو کیوں سر پر اٹھا رہے ہیں؟ معلوم ہوا شیعہ جھوٹے ہیں! اگر شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے تقیہ کیا تو عرض یہ ہے کہ اتنے بڑے مسئلے میں اور شریعت کے اتنے بڑے حکم کو اگر حضرت علی نے ڈر کے مارے چھپایا اور زبان سے اپنے ساتھیوں کے حلقہ میں بھی اس کا اظہار نہ کرسکے تو ایسے علی تو خلافت کے مستحق بھی نہیں تھے اور معاذ اللہ وہ بڑے گناہ کے مرتکب بھی ہوئے پھر اگر ایسا تھا تو حضرت علی نے اپنے خلیفہ برحق ہونے کے زمانے میں کیوں تقیہ نہ کیا اور حضرت عثمان بن عفان کے بعد جب آپ برحق خلیفہ چہارم بنے تو آپ نے اس حق پر جنگ جمل کیوں لڑی؟ اور آپ نے اس حق پر جنگ صفین کیوں لڑی جس میں ہزاروں انسان مارے گئے؟!! معلوم ہوا شیعہ شیطان ہیں اور صرف شیطان کے لیے شیطانی کرتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ شیعہ روافض کا یہ اعتراض اس قابل نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے اور اس حدیث کی بنیاد پر شیعہ نے تمام صحابہ کو کافر کہا ہے لہٰذا شیعہ کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔عبارت ملاحظہ ہو:

ولا شک فی تکفیر ھولاء لان من کفر الامۃ کلّھا والصدر الاول خصوصا فقد ابطل الشریعۃ وھدم الاسلام ولا حجۃ فی الحدیث لھم. (مرقات' جلد نمبر 10ص نمبر 544)

علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کی علامت ہے

(۲) وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ اِنَّهٗ لَعَهِدَ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَیَّ اَنْ لَّا يُحِبَّنِیْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضَنِیْ اِلَّا مُنَافِقٌ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا اس خدا کی قسم کہ جس نے پھاڑ ادانہ اور پیدا کیا ذی روح کو

شان یہ ہے کہ نبی کریم امی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا میری طرف یہ کہ دوست نہیں رکھے گا مجھ کو مگر مومن اور دشمن نہیں رکھے گا مگر منافق۔ (مسلم)

تشریح: "فلق" دانہ پھاڑنے اور اس سے پودا اگانے کے معنی میں ہے۔ "برأ" پیدا کرنے کے معنی میں ہے نسمة روح کو کہتے ہیں "انه" یعنی شان یہ ہے "عهد" تاکیدی حکم اور پکی بات کو کہتے ہیں۔ "ان لا یحبنی" حضرت علی کا معاملہ عجیب پیچیدہ رہا ہے اور آج تک اسی طرح پیچیدہ ہے وہ اس طرح کہ انسانوں میں سے ایک فریق نے ان کو ان کے مقام سے نیچے گرایا اور ان پر سب وشتم کیا اور ایک فریق نے ان کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا کہ ان کو خدا کے مقام پر لا کھڑا کیا' عام منافقین تو صحابہ سے حسد رکھتے تھے مگر علی سے کچھ زیادہ رکھتے تھے۔ پھر خوارج جو منافقین کی ایک قسم ہے انہوں نے حضرت علی کو کافر تک کہہ دیا اور گالیاں دیں' ادھر دوسری جانب حضرت علی کے وفاداروں میں ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا جنہوں نے حضرت علی کو خدا کے مقام تک پہنچا دیا جو آج کل شیعہ اور روافض کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں' شریعت مطہرہ نے آپ کے بارے میں معتدل راستہ بتا دیا کہ اس سے محبت رکھی جائے اور ان پر سبّ وشتم نہ کیا جائے' زیر بحث حدیث میں اسی افراط وتفریط کے درمیانی راستہ کی نشان دہی کی گئی ہے اس باب میں آگے حدیث نمبر 16 آ رہی ہے اس میں تو واضح طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے علی! تیری مثال حضرت عیسیٰ کی طرح ہے جن پر یہود نے بہتان باندھ کر سب وشتم کیا اور نصاریٰ نے اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا کہ خدا کے مقام تک پہنچا دیا' ان احادیث میں حضرت علی سے محبت رکھنے کی ترغیب' راہ اعتدال کے اپنانے اور مخالفت وعداوت سے بچنے کی ترغیب ہے کہ خارجی اور ناصبی نہ بنو! اہل سنت کی طرح رہو اور رافضی وشیعہ نہ بنو! اہل سنت کی طرح رہو۔ شیعہ رافضیہ نے حضرت علی سے محبت رکھنے کی اس ترغیب کو بھی غلط رنگ دیا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ علی سے محبت کی جو ترغیب احادیث میں ہے یہ دیگر صحابہ سے بغض وعداوت کی دعوت ہے یہ ان کا شیطانی خیال ہے ورنہ محبت کی یہ ترغیب دیگر صحابہ کے لیے بھی ہے' ابن عسا کر نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حب ابی بکر و عمر من الایمان و بغضهما کفر و حب الانصار من الایمان و بغضهم کفر و حبّ العرب من الایمان و بغضهم کفر ومن سبّ اصحابی فعلیه لعنة الله". (ابن عساکر)

یاد رکھو! محبت اور چیز ہے اور رتبہ کی بلندی اور چیز ہے' حضرت علی کی محبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دیگر صحابہ کو گالی دو' یا ابوبکر وعمر کا رتبہ گھٹا دو۔

غزوہ خیبر کے دن سرفرازی

(۳) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ اَنْ يُّعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ فَقَالُوْا هُوَ يَا رَسُوْ لَ اللّٰهِ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فِىْ عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا قَالَ انْفُذْعَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَكُوْنَ لَكَ حُمُرُ النَّعَمِ (متفق علیه) وذکر حدیث البرآء قال لعلی انت منی وانا منک فی بات بلوغ الصغیر

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا کہ میں کل کو یہ نشان ایسے شخص کو دوں گا کہ فتح کرے گا اللہ خیبر کے قلعہ کو اس کے ہاتھوں پر وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھے گا اور خدا اور اس کا رسول اس کو دوست رکھیں گے۔ جب لوگوں نے صبح کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس حال میں کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم امید رکھتے تھے کہ ان کو نشان دیا جاوے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کہاں ہے صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول وہ آنکھوں کی تکلیف کی شکایت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو ان کے پاس بھیجو حضرت علی رضی اللہ عنہ لائے

گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آب دہن ڈالا۔علی تندرست ہوئے۔ یہاں تک کہ ان کو کبھی درد ہوا ہی نہیں۔ان کو نشان دیا۔علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول میں ان سے لڑوں حتیٰ کہ وہ میری مثل ہو جائیں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گذر اپنی نرمی اور آہستگی سے یہاں تک کہ تو ان کی زمین میں اترے۔ پھر ان کو اسلام کی دعوت دے اور ان کو اس چیز کی خبر دے جو ان پر واجب ہے خدا کی طرف سے اسلام میں خدا کی قسم اگر ایک کو بھی تیری وجہ سے ہدایت ہوگئی تو تیرے لیے یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔(متفق علیہ) اور براء کی حدیث ذکر کی گئی حضرت نے فرمایا کہ اے علی تو مجھ سے ہے میں تجھ سے باب بلوغ الصغیر میں۔

تشریح: ''خیبر'' ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے ساٹھ میل دور ملک شام کی سمت واقع ہے' یہ غزوہ ۷ھ میں پیش آیا تھا۔

''پس (اے علی رضی اللہ عنہ) خدا کی قسم.....'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو راہ نمائی فرمائی تھی کہ کفار کو اپنے اسلام کی دعوت دیں تو اسی کی تاکید کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے کے جملے قسم کھا کر ارشاد فرمائے' اس پر تاکید راہنمائی کی وجہ یہ احساس تھا کہ جنگ وقتال کی صورت میں اگر چہ مال غنیمت مثلاً اعلیٰ وعمدہ اونٹ اور چوپائے وغیرہ حاصل ہوتے ہیں لیکن اگر کفار کو نرمی و بردباری کے ساتھ اسلام کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ دعوت اکثر بار آور ہو جاتی ہے اور مخالفین اسلام کی بڑی تعداد جنگ وجدل کے بغیر مسلمان ہو جاتی ہے جو اسلام کا اصل منشاء ومقصد ہے علامہ ابن ہمام نے اسی بنیاد پر بڑی پیاری بات کہی ہے کہ: ایک مؤمن کا پیدا کرنا ہزار کفار کو معدوم کرنے سے بہتر ہے۔

الفصل الثانی..... کمال قرب وتعلق کا اظہار

(۴) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ عَلِيًّا مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے اور علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کا دوست ہے۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''وانا منه'' اس جملہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے ساتھ کمال قرب وتعلق اور اخلاص یگانگت اور نسب حسب میں اشتراک کی طرف اشارہ کیا ہے' مطلب یہ ہے کہ علی کے ساتھ میری قرابت بھی ہے مصاہرت بھی ہے' محبت بھی ہے! پھر یہ یاد رہے کہ یہ جملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف علی رضی اللہ عنہ کے لیے نہیں فرمایا بلکہ سلمان فارسی کے لیے بھی ہے''سلمان منی وانا منه'''عباس منی وانا منه'' وغیرہ وغیرہ۔''وهو ولی'' ولی کے کئی معانی آتے ہیں جس میں ایک محبوب کا بھی ہے' حضرت علی کے لیے یہی معنی استعمال کیا گیا ہے' ساتھ والی حدیث میں بھی یہ لفظ اسی محبوب کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

(۵) وعن زيد بن ارقم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من كنت مولاه فعلي مولاه (روه احمد والترمذی)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا میں دوست ہوں تو علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا دوست ہے۔(روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے)

(٦) وَعَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ عَلِيٍّ وَلَا يُؤَدِّيْ عَنِّيْ اِلَّا اَنَا اَوْعَلِيٌّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ رَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ اَبِيْ جُنَادَةَ

ترجمہ: حضرت حبشی بن جنادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور نہ ادا کرے میری طرف سے کوئی مگر میں یا علی رضی اللہ عنہ۔(روایت کیا اس کو احمد نے ابی جنادہ سے)

تشریح: ''ولا يؤدی عنی'' اس حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے ساتھ اپنا کمال قرب بیان فرمایا ہے اور لا یؤدی سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے جو عرب کا دستور تھا کہ جو شخص کوئی معاہدہ یا معاملہ کرتا تھا تو اس کو خود وہی شخص ختم کر سکتا تھا یا اس کا

کوئی قریبی رشتہ دار ختم کر سکتا تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معاملات اور معاہدات کے جوڑنے توڑنے کی ذمہ داری حضرت علی پر ڈالی تھی چنانچہ ہجرت کی رات حضرت علی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے چھوڑا تاکہ امانتوں کے سپرد کرنے کے معاملات کو نمٹا سکیں۔ پھر قریش کے ساتھ جو معاہدے ہوئے تھے اس کے ختم کرنے یا تجدید کرنے کے اعلان کے لیے حضرت علی کو صدیق اکبر کے بعد روانہ فرمایا اس سفر میں حضرت علی امیر الحج نہیں تھے بلکہ صرف اعلان کرنے کے لیے مکہ آئے تھے' امیر الحج تو بدستور حضرت صدیق اکبر تھے' زیر بحث حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا کہ میں اور علی ایک ہیں میرے معاملات و معاہدات میرے اور علی کے سوا کوئی اور ادا نہیں کر سکتا۔

(۷) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ اٰخٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بَیْنَ اَصْحَابِہٖ فَجَاءَ عَلِیٌّ تَدْمَعُ عَیْنَاہُ فَقَالَ اٰخَیْتَ بَیْنَ اَصْحَابِکَ وَلَمْ تُوَاخِ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اَحَدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں میں بھائی چارہ کروایا۔ علی رضی اللہ عنہ آئے اس حال میں کہ ان کی آنکھیں آنسو بہاتی تھیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے بھائی چارہ کروایا اپنے ساتھیوں کے درمیاں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور کسی کے درمیان بھائی چارہ نہیں کروایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

علی رضی اللہ عنہ اللہ کے محبوب ترین بندے

(۸) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ عِنْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم طَیْرٌ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ ائْتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِکَ اِلَیْکَ یَاْکُلُ مَعِیْ ھٰذَا الطَّیْرَ فَجَاءَ ہٗ عَلِیٌّ فَاَکَلَ مَعَہٗ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جانور بھنا ہوا تھا فرمایا اے اللہ میرے پاس اس کو لاؤ جو تیری مخلوق میں سے تجھ کو بہت پیارا ہو کہ وہ میرے ساتھ مل کر اس جانور کو کھائے۔ آنحضرت کے پاس علی رضی اللہ عنہ آئے اور آن کے ساتھ کھایا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: ''باحب خلقک'' محبوب ہونا اور چیز ہے اور مقام میں بلند ہونا اور چیز ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبوب ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے علاوہ کسی کو خلیفہ بنانا منع تھا' یہ شیعہ شنیعہ کی خرافات میں سے ہے' آخر یہ حدیث بھی تو ہے کہ انسانوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ محبوب تھیں اور مردوں میں ان کا باپ صدیق اکبر محبوب تھے۔

عطاء و بخشش کا خصوصی معاملہ

(۹) وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ اِذَا کُنْتُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِیْ وَاِذَا سَکَتُّ اِبْتَدَأَنِیْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تو مجھ کو دیتے اور جب میں خاموش رہتا تو پھر بغیر سوال کے دیتے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

علی رضی اللہ عنہ علم و حکمت کا دروازہ ہیں

(۱۰) وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ

هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَقَالَ رَوٰی بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ شَرِیْکٍ وَلَمْ یَذْکُرُوْا فِیْهِ عَنِ الصُّنَابِحِیِّ وَلَانَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الثِّقَاتِ غَیْرَ شَرِیْکٍ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حکمت کا گھر ہوں اور اس کا دروازہ علی رضی اللہ عنہ ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔ ترمذی نے کہا کہ بعض علماء نے یہ حدیث روایت کی ہے شریک تابعی سے۔ نہیں ذکر کیا انہوں نے اس کی سند میں صنابحی اور نہیں پہچانتے ہم اس حدیث کو کسی سے شریک کے سوا ثقات میں سے۔

تشریح: ''وعلی بابها'' اس حدیث میں حضرت علی کی فضیلت بیان کی گئی ہے' علم وقضاء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت علی ہی ایک دروازہ تھے اور باقی کہیں سے علم کے حصول کے لیے کوئی راستہ نہیں تھا کیونکہ علم کا ایک دروازہ نہیں ہے کئی دروازے ہو سکتے ہیں ان میں سے حضرت علی بھی ایک تھے اور دیگر صحابہ بھی تھے آخر حضرت ابن مسعود اور حضرت معاذ اور حضرت ابی بن کعب کو بھی قرآن کے اعلیٰ ماہرین میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر کے بارے میں ہے ''و کان اعلمنا'' یعنی سب سے زیادہ عالم ابوبکر صدیق تھے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصحابی کالنّجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم اس سے معلوم ہوا ہے کہ علم کے کئی دروازے ہیں ایک دروازہ نہیں ہے' جنت کے آٹھ دروازے ہیں تو علم کے بھی کئی دروازے ہو سکتے ہیں ہر صحابی علم وہدایت کا روشن مینار ہوتا تھا' محدثین نے اس زیر بحث حدیث کی تفصیل میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''انا مدینة العلم وابوبکر اساسها وعمر حیطانها عثمان سقفها وعلی بابها''
یعنی میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد ہے' عمر چہار دیواری ہے' عثمان اس کی چھت ہے اور علی اس کا دروازہ ہے۔

خاص فضیلت

(۱۱) وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم عَلِیًّا یَوْمَ الطَّائِفِ فَانْتَجَاهُ فَقَالَ النَّاسُ لَقَدْ طَالَ نَجْوَاهُ مَعَ ابْنِ عَمِّهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَاانْتَجَیْتُهٗ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهُ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ طائف کے دن علی رضی اللہ عنہ کو بلایا ان سے سرگوشی کی کو لوگوں نے کہا دراز ہوئی آنحضرت کی سرگوشی چچا کے بیٹے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ان کو خاص نہیں کیا سرگوشی کے لیے مگر اللہ نے ان سے سرگوشی کی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

خصوصی فضیلت

(۱۲) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ لَا یَحِلُّ لِاَ حَدٍ یُجْنِب فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرِیْ وَغَیْرُکَ قَالَ عَلِیُّ بْنُ الْمُنْذِرِ فَقُلْتُ لِضِرَارِبْنِ صُرَدٍ مَا مَعْنٰی هٰذَا الْحَدِیْثِ قَالَ لَایُحِلُّ لِاَحَدٍ یَسْتَطْرِقُهٗ جُنُبًا غَیْرِیْ وَغَیْرُکَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اے علی رضی اللہ عنہ کسی کو جائز نہیں کہ اس کو جنابت پہنچے یہ کہ وہ اس مسجد میں سے گذرے میرے اور تیرے سوا۔ علی بن منذر نے کہا کہ میں نے ضرار بن صرد سے کہا کہ اس حدیث کے کیا معنی ہیں۔ ضرار نے کہا کسی کو حلال نہیں کہ وہ جنابت کی حالت میں اس مسجد سے راہ کرے سوا میرے اور تیرے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: ''لایحل'' مطلب یہ ہے کہ جنابت کی حالت میں صرف میں اور علی مسجد کے راستے سے گزر سکتے ہیں کسی اور شخص کے لیے

حلال نہیں کہ حالت جنابت میں مسجد نبوی میں گذر جائے چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کے گذرنے کا راستہ مسجد میں تھا باقی لوگوں کا نہیں تھا اس لیے یہ خصوصی اجازت دی گئی، یہی وجہ ہے کہ اس اجازت کو صرف مسجد نبوی کے ساتھ خاص کر کے مسجدی فرمایا دوسری کسی مسجد میں جانا جائز نہیں تھا کیونکہ یہ مجبوری دوسری جگہ نہیں تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب

(۱۳) وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم جَيْشًا فِيْهِمْ عَلِيٌّ قَالَتْ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْنِيْ حَتّٰى تُرِيَنِيْ عَلِيًّا

ترجمہ: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا کہ ان میں علی رضی اللہ عنہ تھے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے تھے اس حال میں کہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے یا الٰہی نہ مارنا مجھ کو یہاں تک کہ دکھاوے تو مجھ کو علی رضی اللہ عنہ۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

الفصل الثالث.... علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والا منافق ہے

(۱۴) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَلَا يُبْغِضُهُ مُؤْمِنٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کو منافق اپنا دوست نہیں رکھتا اور علی رضی اللہ عنہ کو مومن اپنا دشمن نہیں رکھتا روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے ترمذی نے کہا سند کے اعتبار سے یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: "مؤمن" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا کسی بھی مسلمان کے ایمان کی علامت ہے۔ یہاں یہ بات ملحوظ نظر رکھنی چاہئے کہ محبت رکھنے کے لیے شریعت نے اپنا ایک معیار مقرر کیا ہے، اسی معیار پر جو محبت ہوگی وہ ایمان کی علامت ہوگی وہ محبت ہرگز مطلوب نہیں جو شریعت کے قواعد کے منافی ہو جس طرح شیعہ روافض کی مصنوعی محبت ہے کہ حضرت علی کو اُلوہیت کے درجہ پر فائز کرتے ہیں ان سے مدد مانگتے ہیں بلکہ ان کو نبیوں سے اعلیٰ مانتے ہیں ان کو وصی رسول اللہ مانتے ہیں اور کیا کیا خرافات بکتے ہیں اور ان کے نقش قدم یعنی شریعت پر نہیں چلتے ہیں، روافض کے بڑے بڑے امام اور حجت اللہ داڑھی منڈاتے ہیں جب ان کے اماموں کا یہ حال ہے تو مقتدیوں کا کیا حال ہوگا۔

علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنا ہے

(۱۵) وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ (رواہ احمدؒ)

ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھ کو برا کہا۔ (احمد)

تشریح: "سبنی" یعنی حضرت علی کو گالی دینا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کے مترادف ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا کفر ہے لہٰذا علی کو گالی دینا کفر ہے، اگر کوئی شخص اس گالی کو حلال سمجھتا ہے تو یہ کفر ہے اور اگر گناہ سمجھتا ہے تو یہ کبیرہ گناہ ہے پھر یہ کلام وعید شدید اور تغلیظ تشدید پر محمول ہے، ایک اور حدیث میں ہے "من سب اصحابی فعلیه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين" اور ایک حدیث میں ہے کہ "من سب الانبياء قتل ومن سب أصحابي جلد"

ایک مثال ایک پیش گوئی

(۱۶) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْكَ مَثَلٌ مِّنْ عِيْسٰى اَبْغَضَتْهُ الْيَهُوْدُ حَتّٰى

بَهَتُوْا اُمَّهٗ وَاَحَبَّتْهُ النَّصَارٰی حَتّٰی اَنْزَلُوْهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِیْ لَیْسَتْ لَهٗ ثُمَّ قَالَ یَهْلِکُ فِیَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ یُقَرِّظُنِیْ بِمَا لَیْسَ فِیَّ وَ مُبْغِضٌ یَحْمِلُهٗ شَنَاٰنِیْ عَلٰی اَنْ یَّبْهَتَنِیْ (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ تجھ میں ایک مشابہت عیسیٰ سے ہے کہ یہود نے ان کو دشمن رکھا یہاں تک کہ ان کی ماں پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے اس سے محبت رکھی یہاں تک کہ اتارا ان کو اس مرتبہ پر جوان کے لیے ثابت نہیں ہے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے کہا میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہوں گے ایک محبت رکھنے والا حد سے زیادہ میری تعریف کرے گا جو مجھ میں نہیں دوسرا میرا دشمن کہ اس کی دشمنی کی وجہ ہو ہلاکت کی کہ وہ مجھ پر بہتان لگائے گا۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

تشریح: ''محب مفوط'' محبت وہی معتبر ہے جو معتدل ہو اور شریعت اور قاعدہ وقانون کے مطابق ہو بعض شخصیات کے ساتھ لوگوں نے ایسا معاملہ کیا ہے کہ ایک فریق نے محبت کے جوش میں آکر ان کو عابد کے مقام سے اٹھا کر معبود کے مقام پر لا کھڑا کر دیا اور دوسرے فریق نے عداوت کے جذبہ میں آکر ان کو عابد اور بندگی کے درجہ سے بھی نیچے گرا دیا حضرت عیسیٰ کے ساتھ یہود و نصاریٰ نے اسی طرح افراط وتفریط کا معاملہ کیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شیعہ اور خوارج نے اسی طرح افراط وتفریط کا معاملہ کیا زیر بحث حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حضرت علی کے بارے میں دو فریق ہوں گے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دو فریق ہوئے دونوں نے افراط وتفریط سے کام لیا اور گمراہ ہو گئے۔ حضرت علی رضی للہ عنہ نے خود اس کی مزید وضاحت فرمادی کہ میرے بارے میں دو فریق ہلاک ہوں گے' ان میں سے ایک شیعہ روافض ہیں جو محبت کے نعرے لگانے میں ہلاک وگمراہ ہو گئے دوسرے خوارج وناصبی ہیں جو بغض و عداوت میں گمراہ ہو گئے اہل سنت والجماعت راہ اعتدال پر محفوظ وسالم رہ گئے۔

''یقرظنی'' یہ باب تفعیل تقریظ سے ہے ای یمدحنی یعنی میری حد سے زیادہ تعریف کرنے والا ہوگا اور میری شان کو انبیاء اور عام صحابہ سے بڑھا کر پیش کرنے والا یا مجھے الوہیت کے درجہ تک پہنچانے والا ہوگا جو چیزیں میری شایان شان نہیں ہے وہ میری طرف منسوب کرنے والا ہوگا۔ ''شنئآنی'' یعنی دل میں میری نفرت اور بغض رکھنے والا حتیٰ کہ مجھ پر بہتان باندھنے والا ہوگا۔ مسند احمد میں امام احمد نے ایک روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: **قال علی یحبنی اقوام حتیٰ یدخلوا النّار فی حبی ویبغضنی اقوام حتی یدخلوا النّار فی بغضی.** حضرت علی کی ایک دعا کو بھی امام احمد نے یوں نقل کیا ہے قال علی **اللّٰھم العن کل مبغض لنا و کل محب لنا غال** ان روایات سے شیعہ بہت مشکل میں پڑ جائیں گے اگر وہ عقل رکھتے ہیں۔

غدیر خم کا واقعہ

(۱۷) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَزَیْدِ بْنِ اَرْقَمَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لَمَّا نَزَلَ بِغَدِیْرِ خُمٍّ اَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ فَقَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَّفْسِهٖ قَالُوْا بَلٰی فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ فَلَقِیَهٗ عُمَرُ بَعْدَ ذٰلِکَ فَقَالَ لَهٗ هَنِیْئًا یَابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَیْتَ مَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَةٍ (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم پر اترے آنحضرت نے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں قریب تر ہوں مومنوں کے ان کے نفسوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کیوں نہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا اے اللہ جس کا میں دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کا دوست ہے خدایا دوست رکھ اس شخص کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی دشمن رکھے۔ علی رضی اللہ عنہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تمہارے لیے خوشی ہو اے ابوطالب کے بیٹے صبح کی تو نے اور شام کی تو نے ہر مسلمان مرد اور عورت کے ساتھ۔ (احمد)

تشریح: ''بغدیر خم'' مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ جحفہ ہے جس کو آج کل رابغ کہتے ہیں اس رابغ کے پاس ایک جگہ

ہے اس کو ''غدیر خم'' کہتے ہیں یہ شارع قدیم بدر کے راستے سے گذرتے ہوئے مکہ مکرمہ سے قریباً نوے کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' اس قسم کے الفاظ اس سے پہلے حدیث نمبر 5 میں بھی گذر گئے ہیں۔ یہ حدیث حضرت علی کی فضیلت میں ہے اس میں ایک لفظ ''اولی'' ہے اور دوسرا لفظ ''مولی'' ہے۔

سوال:۔ شیعہ اس روایت میں لفظ مولیٰ کو اولیٰ بالخلافت اور خلیفہ کے معنی میں لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی خلیفہ بھی تھے یعنی آنحضرت کے بعد ان کی خلافت تھی خلفاء ثلاثہ اور صحابہ نے ان سے اس حق کو غصب کرلیا' شیعہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث خلافت علی پر نص صریح اور دلیل قاطع ہے کیا واقعی ایسا ہے؟

جواب:۔ شیعہ کی اس غلط سوچ کا ایک جواب یہ ہے کہ لفظ مولیٰ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً مالک' ناصر' محبّ' رب' آقا' دوست' آزاد کردہ غلام اور چچازاد بھائی پر لفظ مولیٰ بولا جاتا ہے۔ اب یہاں اس حدیث میں ان معانی میں سے محبّ اور محبوب کا معنی لینا سب سے زیادہ واضح اور حدیث کے سیاق وسباق سے قریب تر ہے اور دوسری روایات کے بھی موافق ہے جہاں حضرت علی سے محبت رکھنے کا حکم ہے مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھے وہ علی سے بھی محبت رکھے۔ اے اللہ! جو شخص علی سے محبت رکھتا ہے تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو شخص علی سے بغض رکھتا ہے تو بھی ان سے بغض رکھنا۔ اس مطلب میں کس کا اختلاف ہوسکتا ہے؟ دوسرا جواب یہ ہے کہ ولایت علی کے ثبوت کے لیے شیعہ کے اصول وقواعد کے مطابق نص قطعی اور حدیث متواتر کی ضرورت ہوتی ہے حالانکہ یہ حدیث متواتر نہیں ہے اور نہ قطعی نص ہے کیونکہ اہل لغت میں سے کسی نے بھی مولیٰ کا معنی خلافت کا نہیں لیا' تیسرا جواب یہ ہے کہ چلو فرض کرلو مولیٰ کا معنی حاکم اور خلیفہ کا ہے تو پھر اس حدیث کا ترجمہ اس طرح کرنا ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جس شخص کا خلیفہ ہوں علی بھی اس کا خلیفہ ہے' اے اللہ تو بھی اس شخص کا والی بن جا جو علی کا والی اور حاکم ہے حالانکہ یہ ترجمہ غلط ہے یہ نقصان اس سے ہوا کہ مولیٰ کو حاکم اور خلیفہ کے معنی میں لیا گیا اگر مولیٰ کو محبت و محبوب کے معنی میں لیا جائے تو پوری حدیث کا مطلب درست رہے گا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ جب اس لفظ میں ولایت علی اور حاکمیت علی کی تصریح اور وضاحت تھی تو حضرت علی نے زندگی میں خلفاء ثلاثہ کے دور میں کبھی اس سے اپنی خلافت کے لیے استدلال کیوں نہیں کیا؟ حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تو شوریٰ میں باقاعدہ انتخاب ہوا تھا اس وقت اس حدیث کو پیش کرنے کی تو ضرورت بھی تھی اور کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی' معلوم ہوا لفظ مولیٰ میں خلافت کا مفہوم نہیں ہے البتہ محبت اور محبوب کا معنی اس میں پڑا ہے اور اسی محبت کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے کیونکہ آئندہ آنے والے واقعات میں حضرت علی کی ذات متنازع بننے والی تھی اور خوارج ومنافقین کی طرف سے ان کے ساتھ عداوت کی فضاء پیدا ہونے والی تھی جس کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے تنبیہ فرمادی بہرحال دین اسلام کے بارے میں شیعہ کا علم غلط ہوگیا ہے اور علم کے غلط ہوجانے سے آدمی گمراہ ہوجاتا ہے جبکہ عملی غلطی۔ سے آدمی صرف گناہ گار ہوجاتا ہے۔

فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح

(۱۸) وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ خَطَبَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ فَاطِمَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنَّهَا صَغِيْرَةٌ ثُمَّ خَطَبَهَا عَلِيٌّ فَزَوَّجَهَا مِنْهُ (رواه النسائی)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منگنی کا پیغام بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ چھوٹی ہے پھر پیغام بھیجا علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کردیا۔ (روایت کیا اس کو نسائی نے)

تشریح: تفصیلی روایات میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ حضرت ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ عنہما سے نہیں ہوا تو

ان دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آمادہ کیا کہ آپ جا کر پیغام نکاح دیدو' حضرت علی نے جب پیغام نکاح دیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں' پھر آپ نے دونوں کا نکاح کرا دیا اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور شان کا بیان ہے بعض روایات میں ہے کہ ام ایمن نے حضرت علی کو ترغیب دی تھی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا حکم یہی تھا کہ حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جائے۔

مسجد میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دروازہ

(۱۹) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِسَدِّ الْاَبْوَابِ اِلَّا بَابَ عَلِيٍّ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسولِ خدا نے دروازوں کے بند کر دینے کا حکم فرمایا علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے سواء روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: اس سے پہلے مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ میں اسی قسم کی ایک حدیث گذری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے علاوہ سب لوگوں کے ان دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا جو مسجد کی طرف کھلتے تھے صرف حضرت ابو بکر کے دروازہ کو باقی رکھا لیکن یہاں اس حدیث میں حضرت علی کے بارے میں ہے کہ ان کے دروازہ کے علاوہ سب کو بند کر دیا جائے دونوں حدیثوں میں یہ واضح تضاد ہے مگر علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ زیر بحث حدیث کا تعلق پہلے زمانہ سے ہے اور اس کے بعد مرض وفات میں آپ نے جو نیا حکم دیا تو اس میں حضرت ابو بکر کے دروازہ کے علاوہ سب کے بند کرنے کا حکم فرما دیا نیز یہ بھی ممکن ہے کہ ایک زمانہ میں حضرت علی کو دروازہ کھلا رکھنے کی اجازت دے دی گئی ہو وہ اجازت باقی تھی کہ حضرت ابو بکر کو بھی اجازت مل گئی ہو تو اس نئی احادیث کا تعارض اس پرانی اجازت کے ساتھ نہیں ہے دونوں اجازتیں اپنی اپنی جگہ پر تھیں کوئی تعارض نہیں ہے۔

قربت اور بے تکلفی کا خصوصی مقام

(۲۰) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَتْ لِيْ مَنْزِلَةٌ مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَمْ تَكُنْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْخَلَائِقِ اٰتِيْهِ بِاَعْلٰى سَحَرٍ فَاَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَانَبِيَّ اللّٰهِ فَاِنْ تَنَحْنَحَ انْصَرَفْتُ اِلٰى اَهْلِيْ وَاِلَّا دَخَلْتُ عَلَيْهِ (رواه النسائی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک مرتبہ اور مقام تھا جو دوسرے کسی کے لیے نہ تھا خلائق میں سے۔ سحری کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا میں السلام علیک یا نبی اللہ کہتا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھنگارتے تو میں اپنے گھر والوں کی طرف جاتا اگر نہ کھنگارتے تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتا۔ (روایت کیا اس کو نسائی نے)

وہ دعا جو مستجاب ہوئی

(۲۱) وَعَنْهُ قَالَ كُنْتُ شَاكِيًا فَمَرَّبِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَاَنَا اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَجَلِيْ قَدْحَضَرَ فَاَرِحْنِيْ وَاِنْ كَانَ مُتَاَخِّرًا فَارْفَعْنِيْ وَاِنْ كَانَ بَلَآءً فَصَبِّرْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَيْفَ قُلْت فَاَعَادَ عَلَيْهِ مَا قَالَ فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَافِهٖ اَوْشِفِهٖ شَكَّ الرَّاوِيْ قَالَ فَمَا اشْتَكَيْتُ وَجْعِيْ بَعْدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بیمار تھا مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذرے اور میں کہہ رہا تھا یا الٰہی اگر میری اجل ہے تو مجھ کو راحت دے اور اگر اجل میں ڈھیل ہے تو میری زندگی کو فراخ کر اور اگر یہ بیماری ہے تو مجھ کو صبر دے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے کس طرح کہا علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ دعا پڑھی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنا پاؤں مارا اور فرمایا یا اللہ عافیت دے اس کو یا اللہ شفا بخش اس کو۔ شک کیا راوی نے علی نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے بعد میں کبھی بیمار نہ ہوا اس بیماری میں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے مناقب کا بیان

''العشرۃ'' دس کو کہتے ہیں اور ''المبشرۃ'' بشارت اور خوشخبری کے معنی میں ہے' مطلب یہ ہے کہ وہ دس خوش قسمت اور خوش نصیب نفوس قدسیہ جن کو ان کی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خصوصی بشارت سنائی تھی۔ اس سلسلہ میں صاحب مشکوٰۃ نے تمام احادیث کو جمع فرما کر ایک عنوان کے تحت درج فرما دیا ہے جو بہت ہی عمدہ انداز ہے' اس ترتیب میں یہ مخفی اشارہ پڑا ہوا ہے کہ صحابہ کی جماعت میں سب سے افضل خلفاء راشدین ہیں اور پھر عشرہ مبشرہ ہیں۔ (1) حضرت ابوبکر (2) حضرت عمر فاروق (3) حضرت عثمان (4) حضرت علی (5) حضرت طلحہ (6) حضرت زبیر (7) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (8) حضرت سعد بن ابی وقاص (9) حضرت سعید بن زید (10) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم۔

الفصل الاول.... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نامزد کردہ مستحقین خلافت

(۱) عَنْ عُمَرَ قَالَ مَا اَحَدٌ اَحَقَّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمّٰى عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نہیں ہے حقدار اس خلافت کا مگر چند آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت کیے گئے اور وہ ان سے راضی تھے۔ پھر نام لیا علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور سعد رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمان رضی اللہ کا (بخاری)

تشریح: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو آپ نے اپنے بعد خلافت کے لیے چھ اشخاص کی ایک شوریٰ بنائی کہ ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ چن لیا جائے کیونکہ ان لوگوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کو بطور مبصر بیٹھنے کی اجازت فرمائی مگر کسی رائے دینے لینے یا انتخاب کے کسی معاملہ میں ان کی شرکت کو منع فرما دیا: آپ نے چند مسلح افراد کو شوریٰ کے کمرہ کے باہر کھڑا کر دیا اور فرمادیا کہ جب تک تشکیل خلافت نہیں ہوتی کسی کو باہر نکلنے کی اجازت نہ دو۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جانثاری

(۲) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ رَاَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقٰى بِهَا النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم يَوْمَ اُحُدٍ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دیکھا کہ وہ شل ہو گیا تھا اُحد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کی وجہ سے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۳) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَنْ يَّاْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْاَحْزَابِ قَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون خبر لاوے گا غزوۂ احزاب کے دن قوم کی

زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں لاتا ہوں قوم کی خبر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے مددگار ہوتا ہے اور میرا مددگار زبیر ہے۔

تشریح: ''یوم الاحزاب'' اس سے جنگ خندق کا واقعہ مراد ہے' کفار قریش قریباً ایک مہینہ تک مدینہ منورہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ کوئی صحابی جائے اور کفار کی خفیہ خبر لائے تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ ان کے کیا ارادے ہیں آپ نے اس مقصد کے لیے اعلان فرمایا کہ کون جانے کے لیے تیار ہے' سخت سردی کے ایام تھے' رات کا وقت تھا' تاریکی تھی' دشمن کا خطرہ تھا تو بار بار اعلان پر صرف حضرت زبیر اٹھتے تھے اور جانے کے لیے تیار ہو جاتے تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کسی اور کے بھیجنے کا تھا تو حضرت زبیر کو بٹھاتے اور پھر اعلان فرماتے' آخر میں آپ نے حضرت حذیفہ بن یمان کا نام لیا اور ان کو روانہ فرمادیا اور حضرت زبیر کی تعریف و اعزاز میں فرمایا کہ یہ میرے حواری ہیں' حواری خاص دوست کو کہتے ہیں' حضرت عیسیٰ کے خاص ساتھیوں کو حواریوں کہتے ہیں' حضرت زبیر جنگ جمل میں شہید ہو گئے تھے اور بصرہ میں آپ کی قبر ہے' ابن جرموز ملعون نے آپ کو شہید کیا تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت

(۴) وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَنْ يَّأْتِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَيَأْتِيْنِيْ بِخَبَرِهِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَبَوَيْهِ فَقَالَ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون بنی قریظہ کے پاس جائے گا کہ میرے پاس ان کی خبر لاوے میں چلا جبکہ میں پھرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ میرے لیے جمع کیے فرمایا قربان ہوں تیرے اوپر میرا باپ اور ماں میری۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''فانطلقت'' بنو قریظہ کے واقعہ میں حضرت زبیر خبر لانے کے لیے چلے گئے تھے لیکن غزوۂ احزاب میں حضرت حذیفہ گئے تھے حضرت زبیر کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی تھی بنو قریظہ کے ساتھ جنگ کا واقعہ جنگ خندق کے بعد پیش آیا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۵) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَاسَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم جَمَعَ اَبَوَيْهِ لِاَحَدٍ اِلَّالِسَعْدِبْنِ مَالِكٍ فَاِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَوْمَ اُحُدٍ يَا سَعْدُارْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَ اُمِّيْ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جمع کیے ہوں ماں باپ اپنے کسی کے لیے مگر سعد بن مالک کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اُحد کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے سعد تیر پھینک میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ (متفق علیہ)

اللہ کی راہ میں سب سے پہلا تیر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے چلایا

(۶) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍقَالَ اِنِّيْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ(متفق علیه)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ میں نے عربوں میں سے سب سے پہلے خدا کی راہ میں تیر پھینکا۔ (متفق علیہ)

تشریح: حضرت سعد بن ابی وقاص عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' آنحضرت کے رشتے کے ماموں تھے' فاتح عراق ہیں' کوفہ کے گورنر تھے' کچھ لوگوں نے آپ پر بے جا اعتراضات کیے' حضرت عمر فاروق نے تفتیش کے لیے بلایا' آپ نے اپنے چند خصوصیات کا ذکر فرمایا' انہیں خصوصیات میں سے ایک یہ تھی کہ میں پہلا شخص ہوں کہ جہاد فی سبیل اللہ میں کفار پر میں نے تیر چلایا تھا' ہم نے اسلام کے لیے بڑی مشقتیں اٹھائیں ہیں آج یہ لوگ مجھ پر اسلام

کے بارے میں کوتاہی کا الزام لگاتے ہیں اگر ایسا ہے تو پھر تو میری تباہی ہے۔ بہر حال ۱ھ میں عبید بن حارث کا سریہ اسلام کا پہلا سریہ تھا' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان کے لیے جنگی جھنڈا باندھا اور ساٹھ آدمیوں کو جہاد پر بھیجا اس میں حضرت سعد نے پہلا تیر اکفار پر چلایا۔

''فداک ابی و امی'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کے لیے فداک ابی کا لفظ استعمال فرمایا ہے لیکن اُمی کا لفظ استعمال نہیں کیا' حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے امی کا لفظ بھی استعمال کیا ہے اس لیے یہ حضرات اس کو اپنا بڑا اعزاز قرار دیتے ہیں۔

سعد رضی اللہ عنہ کی کمال وفاداری

(۷) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَهِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَقْدَمَهُ الْمَدِيْنَةَ لَيْلَةً فَقَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا يَحْرُسُنِيْ اِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ اَنَا سَعْدٌ قَالَ مَاجَاءَ بِکَ قَالَ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ خَوْفٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَجِئْتُ اَحْرُسُهُ فَدَعَا لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم ثُمَّ نَامَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آنے سے پہلے ایک رات نہ سوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات کون میری نگہبانی کرے گا۔ ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے سعد نے کہا میں سعد رضی اللہ عنہ ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون چیز لائی تجھ کو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میرے دل میں خوف واقع ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق۔ تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہبانی کرنے کے لیے آیا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا۔ (متفق علیہ)

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ''امین الامت'' کا خطاب

(۸) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امت کے لیے ایک امانت دار ہوتا ہے اور میری امت کا امانت دار ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۹) وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَسُئِلَتْ مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مُسْتَخْلِفًا لَوِ اسْتَخْلَفَهُ قَالَتْ اَبُوْ بَكْرٍ فَقِيْلَ ثُمَّ مَنْ بَعْدَ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ عُمَرُ قِيْلَ مَنْ بَعْدَ عُمَرَ قَالَتْ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے جبکہ ان سے سوال کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس کو اپنا خلیفہ بناتے اگر صریحاً کسی کو اپنا خلیفہ بناتے؟ عائشہ نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور کہا گیا پھر کس کو ابوبکر کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کو پھر عمر رضی اللہ عنہ کے بعد عائشہ نے کہا ابوعبیدہ بن جراح کو خلیفہ بناتے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

حرا پہاڑ پر ایک نبی ایک صدیق اور پانچ شہید

(۱۰) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم كَانَ عَلٰى حِرَاءٍ هُوَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ رضی الله عنه وَالزُّبَيْرُ رضی الله عنه فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اهْدَأْ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ صلی الله علیه وسلم اَوْصِدِّيْقٌ اَوْشَهِيْدٌ وَزَادَ بَعْضُهُمْ وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَلَمْ يَذْكُرْ عَلِيًّا (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرا پہاڑ پر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ حرا پہاڑ ہلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جا نہیں تجھ پر مگر پیغمبر یا صدیق یا شہید اور بعض نے زیادہ کیا یہ لفظ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

الفصل الثانی .... عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم

(۱۱) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ فِی الْجَنَّۃِ وَ عُمَرُ فِی الْجَنَّۃِ وَ عُثْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَ عَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ وَ طَلْحَۃُ فِی الْجَنَّۃِ وَالزُّبَیْرُ فِی الْجَنَّۃِ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِی الْجَنَّۃِ وَسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ فِی الْجَنَّۃِ وَ سَعِیْدُ بْنُ زَیْدٍ فِی الْجَنَّۃِ وَاَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِی الْجَنَّۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہے۔ سعد بن ابی وقاص جنتی ہے۔ سعید بن زید جنتی ہے۔ ابو عبیدہ بن جراح جنتی ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے سعید بن زید سے)

چند صحابہ رضی اللہ عنہم کی خصوصی حیثیتوں کا ذکر

(۱۲) وَعَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَاَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عُمَرُ وَاَصْدَقُھُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ وَاَفْرَضُھُمْ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَاَقْرَؤُھُمْ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ وَاَعْلَمُھُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَمِیْنٌ وَاَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَرُوِیَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَۃَ مُرْسَلًا وَفِیْہِ وَاَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے میری امت پر نہایت مہربان ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے۔ اور اللہ کے معاملہ میں نہایت سخت گیر عمر رضی اللہ عنہ ہے ان میں حیا کا بہت سچا عثمان رضی اللہ عنہ ہے اور سب سے بڑھ کر فرائض کو جاننے والا زید بن ثابت ہے اور بہت زیادہ پڑھنے والا قرآن کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہے اور حلال و حرام کو بہت جاننے والا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ اس امت کا امین ابو عبیدہ بن جراح ہے (روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے معمر عن علی سے یہ روایت مرسل مذکور ہے اس میں یہ بھی ہے سب سے بڑھ کر صحیح فیصلہ کرنیوالا علی رضی اللہ عنہ ہے)

طلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے جنت کی خوشخبری

۱۳ وَعَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ کَانَ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَھَضَ اِلَی الصَّخْرَۃِ فَلَمْ یَسْتَطِعْ فَقَعَدَ طَلْحَۃُ تَحْتَہٗ حَتّٰی اسْتَوٰی عَلَی الصَّخْرَۃِ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ اَوْجَبَ طَلْحَۃُ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں آپ ایک بڑے پتھر کی طرف اٹھنے لگے لیکن اُٹھ نہ سکے طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے نیچے بیٹھ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر پتھر کے برابر کر دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے طلحہ نے جنت واجب کر لی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

۱۴ وَعَنْ جَابِرٍؓ قَالَ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِلٰی طَلْحَۃَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی

رَجُلٍ يَمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ وَقَدْقَضٰى نَحْبَهٗ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى شَهِيْدٍ يَمْشِيْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ دنیا میں کسی ایسے شخص کو دیکھے جس نے اپنا ذمہ پورا کرلیا ہے وہ اس کو دیکھ لے ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ سطح زمین پر چلتا ہوا شہید دیکھے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''وقد قضی نحبه'' یعنی حقیقت میں وہ مردہ ہے اس نے اپنا مطلوب جو شہادت ہے وہ پالیا ہے یعنی جو شخص کسی زندہ شہید کو دیکھنا چاہتا ہے وہ طلحہ کو دیکھ لے چونکہ جنگ احد میں حضرت طلحہ کے جسم پر اتنے زخم لگے تھے کہ جسم کا کوئی چھوٹا بڑا حصہ سالم نہیں بچا تھا' اتنے کثرت سے زخم لگنے کے بعد گویا وہ زندہ چلنے پھرنے والا شہید ہے' حضرت طلحہ جنگ جمل میں شہید ہو گئے تھے۔

طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی فضیلت

(۱۵) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعَتْ اُذُنَيَّ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ جَارَايَ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے کانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ کہتے سنا ہے فرماتے تھے کہ طلحہ اور زبیر جنت میں میرے ہمسایہ ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

(۱۶) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ يَوْمَئِذٍ يَعْنِيْ يَوْمَ اُحُدٍ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ رَمْيَتَهٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَهٗ (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز یعنی اُحد کے دن فرمایا اے اللہ سعد کی تیر اندازی قوی کر اور اس کی دعا قبول کر۔ (روایت کیا اس کو شرح السنہ میں)

(۱۷) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاكَ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ سعد رضی اللہ عنہ جس وقت تجھ سے دعا کرے اسے قبول فرما۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۱۸) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَاجَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَبَاهُ وَاُمَّهٗ اِلَّا لِسَعْدٍ قَالَ لَهٗ يَوْمَ اُحُدٍ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَ اُمِّيْ وَقَالَ لَهٗ اِرْمِ اَيُّهَا الْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کے لیے اپنے ماں باپ کو جمع کرتے ہوئے ایسا نہیں فرمایا کہ میرے ماں باپ قربان ہوں۔ صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اُحد کے دن فرمایا تھا تیر پھینک تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اور اسے فرمایا اے قوی نوجوان تیر پھینک۔ (ترمذی)

تشریح: ''الغلام الحزور'' جوان مرد کے معنی میں ہے ہٹا کٹا چست و چالاک اور ہوشیار جوان حزور کہلاتا ہے' احد کے دن حضرت

سعد کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فداک ابی و امی فرمایا تھا۔

سوال:۔ یہاں یہ سوال ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فداک ابی و امی کے یہ الفاظ حضرت زبیر کے لیے بھی استعمال فرمائے ہیں پھر یہاں دوسروں سے نفی کیسے آ گئی؟

جواب:۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سماع اور اپنی معلومات کی بنیاد پر کیا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ احد کے دن آنحضرت نے صرف سعد کے لیے یہ الفاظ جمع فرمائے ہیں حضرت زبیر کے لیے جنگ بنو قریظہ میں جمع فرمائے تھے۔

(۱۹) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَقْبَلَ سَعْدٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذَا خَالِي فَلْيُرِنِيْ امْرَأٌ خَالَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ كَانَ سَعْدُ مِنْ بَنِي زُهْرَةَ وَكَانَتْ اُمُّ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ بَنِي زُهْرَةَ فَلِذٰلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذَا خَالِي وَفِي الْمَصَابِيْحِ فَلْيُكْرِ مَنَّ بَدَلَ فَلْيُرِنِيْ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سعد آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرے ماموں ہیں کوئی آدمی ان جیسا اپنا کوئی ماموں دکھلائے اور راوی نے کہا سعد بنو زہرہ سے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ بھی بنو زہرہ سے تھیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنا ماموں کہا۔ ایک روایت میں فلیرنی کی جگہ فلیکر من ہے۔

الفصل الثالث... اسلام میں سب سے پہلا تیر سعد رضی اللہ عنہ نے چلایا

(۲۰) عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَبْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَرَاَيْتُنَا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا الْحُبْلَةُ وَوَرَقُ السَّمُرِ وَاِنْ كَانَ اَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَالَهُ خِلْطٌ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوْاَسَدٍ تُعَزِّرُنِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّضَلَّ عَمَلِيْ وَكَانُوْا وَشَوْا بِهٖ اِلٰى عُمَرَ قَالُوْا لَايُحْسِنُ يُصَلِّيْ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت قیس بن ابوحازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے سعد بن ابی وقاص سے سنا فرماتے تھے میں پہلا عرب ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا۔ ایک ایسا زمانہ ہمارے سامنے ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے ہماری خوراک کیکر کے پھل اور پتوں کے سوا اور کوئی چیز نہ ہوتی ہم میں سے ایک اس طرح پاخانہ پھرتا جیسے بکری کی مینگنیاں ہوتی ہیں اس میں کوئی آمیزش نہیں ہوتی۔ پھر یہ بنو سعد اسلام پر مجھے توبیخ کرتے ہیں اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ان کی شکایت کی تھی کہ سعد رضی اللہ عنہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتا۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''رمی بسھم'' یہ سریہ عبید بن حارث کی طرف اشارہ ہے' یہ اسلام کا پہلا دستہ تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے 1ھ میں ابو سفیان کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے جنگی جھنڈا باندھا۔ 60 آدمیوں پر مشتمل اس سریہ میں حضرت سعد بھی تھے' اس موقع پر کفار سے باقاعدہ جنگ تو نہیں ہوئی مگر حضرت سعد نے اسلامی تاریخ اور جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں کفار پر پہلا تیر چلایا اسی خصوصیت کا تذکرہ آپ یہاں فرما رہے ہیں' اس سے پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں یہاں کچھ تفصیل لکھتا ہوں کہ حضرت سعد کو حضرت عمر فاروق نے کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا' کوفہ کے کچھ لوگوں کی طرف سے حضرت سعد پر کچھ اعتراضات کیے گئے تھے یہ بد باطن لوگ تھے' انہوں نے کہا کہ سعد نمازوں میں سستی کرتے ہیں' مال غنیمت کی تقسیم میں انصاف نہیں کرتے' جہاد پر نہیں جاتے' حضرت عمر فاروق نے آپ کو مدینہ منورہ بلا کر فرمایا کہ سعد! آپ سے شکایتیں ہیں یہاں تک کہ نماز کی بھی شکایت آ گئی ہے؟ حضرت سعد نے اپنے تزکیہ میں اپنے چند کارناموں کا ذکر فرمایا اور پھر کہا کہ اگر ان لوگوں کے الزامات درست ہیں پھر تو میرے یہ اعمال ضائع ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ آپ کے بارے میں میرا گمان اسی طرح تھا جس طرح آپ صفائی پیش کر رہے ہیں لیکن اہل کوفہ سے میرے نمائندے گھر گھر جا کر پوچھیں گے تا کہ حقیقت حال واضح ہو جائے۔ چنانچہ دو سرکاری آدمی حضرت سعد کے ساتھ کوفہ روانہ ہو گئے اور گھر گھر جا کر انہوں نے حضرت سعد سے متعلق پوچھا سب نے

حضرت سعد کی بہت تعریف کی مگر ایک بوڑھے نے کہا کہ جب تم لوگ قسم کھلا کر پوچھتے ہو تو میں کہہ دوں گا کہ سعد نمازوں اور تقسیم اموال میں گڑ بڑ کرتے ہیں' اس پر حضرت سعد نے کہا کہ اگر تم نے یہ اعتراض شہرت حاصل کرنے کے لیے کیا ہے تو میں تیرے لیے بددعا میں کہتا ہوں کہ اے اللہ! اس شخص کی عمر دراز فرما اور اس کو فاقوں میں مبتلا فرما اور اس کو ذلیل وخوار فرما! یہ تینوں بددعائیں اس شخص کو لگ گئیں' عمر اتنی لمبی ہوگئی کہ آنکھوں کے آبرو آنکھوں پر آکر گر گئے جب کسی سے بات کرتا تھا تو ہاتھوں سے آبرو کو اوپر اٹھا کر دیکھنے لگتا تھا' فقر وفاقہ میں زندگی گذرتی تھی' موت نہیں آتی تھی مگر اسی حالت میں زمین پر گھسٹتا ہوا چھوٹی چھوٹی بچیوں کو پکڑ لیا کرتا تھا اور اپنے جسم کے ساتھ رگڑتا تھا اور ذلیل وخوار ہو رہا تھا جب کوئی اس سے پوچھتا کہ شرم کرو یہ کیا کر رہے ہو؟ تو کہتا تھا کہ کیا کروں؟ سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔ زیر بحث حدیث میں "فاصبحت بنو اسد تعزرنی" کے الفاظ میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے تعزرنی زجر وتوبیخ اور ڈانٹنے کے معنی میں ہے۔ عام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بلاوجہ مساجد کے اماموں پر اعتراضات نہ کریں' بغض کی دل آزاری سے تباہی آجاتی ہے۔ "الحبلة" کیکر کے درخت میں ایک قسم بے کار پھلیاں ہوتی ہیں جو انسان کے کھانے کی نہیں ہوتی وہ مراد ہیں اور ورق السمر سے اسی کیکر کے پتے مراد ہیں' الزام دور کرنے کے لیے اپنے فضائل بیان کرنا جائز ہے۔

"ورق السمر" ان الفاظ سے سریہ خبط کی طرف اشارہ ہے جس میں صحابہ کرام نے پتے کھائے تھے اور پاخانہ کے بجائے بکریوں کی طرح مینگنیاں ہوتی تھیں۔ "خلط" جوڑ اور قوام کو کہتے ہیں جب غذا میں چکناہٹ نہ ہو تو پاخانہ آپس میں جڑتا نہیں اور مینگنیاں بن کر پاخانہ آتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا افتخار

(۲۱) وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ رَأَيْتُنِيْ وَاَنَا ثَالِثُ الْإِسْلَامِ وَمَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ اَسْلَمْتُ فِيْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَاِنِّيْ لَثُلُثُ الْإِسْلَامِ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں تیسرا مسلمان ہوں اور جس دن میں نے اسلام قبول کیا ہے اسی روز دوسرے اسلام لائے ہیں سات دن تک میں ٹھہرا رہا کہ میں اسلام کا تہائی تھا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: حضرت سعد سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام کو قبول کر چکے تھے۔ حضرت سعد تیسرے آدمی ہیں' جنہوں نے اسلام کو قبول کیا اور پھر سات دن تک کوئی اور مسلمان نہیں ہوا گویا حضرت سعد ثلث اسلام یعنی ایک تہائی اسلام تھے۔ حضرت سعد نے اپنی معلومات کے اعتبار سے ایسا فرمایا اور احرار کے اعتبار سے ایسا فرمایا ہے ورنہ چند غلام بھی آپ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے پھر تو آپ کا نمبر تیسرا نہیں بن سکتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمار وغیرہ احرار بھی آپ سے پہلے مسلمان ہوئے ہوں لہٰذا پھر وہی جواب ہوگا کہ آپ نے اپنے علم کی بنیاد پر جو فرمایا وہ صحیح فرمایا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی فضیلت

۲۲ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم كَانَ يَقُوْلُ لِنِسَائِهٖ اِنَّ اَمْرَكُنَّ مِمَّا يُهِمُّنِيْ مِنْ بَعْدِيْ وَلَنْ يَصْبِرَ عَلَيْكُنَّ اِلَّا الصَّابِرُوْنَ الصَّادِيْقُوْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ يَعْنِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ لِاَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ سَقَى اللّٰهُ اَبَاكَ مِنْ سَلْسَبِيْلِ الْجَنَّةِ وَكَانَ ابْنُ عَوْفٍ قَدْ تَصَدَّقَ عَلٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِحَدِيْقَةٍ بِيْعَتْ بِاَرْبَعِيْنَ اَلْفًا

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے فرمایا کرتے تھے میرے بعد تمہارا معاملہ مجھ کو غم میں ڈالے ہوئے ہے تمہارے احوال پر صبر کرنیوالے صدیق لوگ ہی صبر کریں گے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ کی مراد صدقہ کرنے والے تھے۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے سلمہ بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ تعالیٰ تیرے باپ کو جنت کے چشمہ سے پلائے ابن عوف رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین پر ایک باغ وقف کر دیا تھا جو چالیس ہزار کا فروخت ہوا۔

تشریح: "الصدیقون" یعنی صدقہ کرنے والے لوگ مراد ہیں یہ لفظ صدقہ ہے صدق سے نہیں ہے "سلسبیل الجنة" جنت کی نہروں میں سے

ایک نہر کا نام ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بڑے تاجر اور بڑے فیاض' تارک الدنیا صحابی تھے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ازواج مطہرات پر کھلے دل سے بڑا مال خرچ کیا' چالیس ہزار دینار کی قیمت کا باغ ازواج مطہرات کو دیا بلکہ ترمذی میں ہے کہ چار لاکھ درہم یا دینار کا باغ آپ نے ازواج مطہرات کے مصارف کے لیے وقف کیا تھا ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ایک مرتبہ اپنے پورے مال کا آدھا اور نقد میں سے چار ہزار دینار یا درہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر پیش کیا پھر چار ہزار دینار لاکر دیا پھر پانچ گھوڑے جہاد میں لا کر دیئے پھر جہاد فی سبیل اللہ میں ڈیڑھ ہزار اونٹنیاں لاکر پیش کیں' ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے ڈیڑھ لاکھ دینار صحابہ کرام پر تقسیم کیے۔

پھر جب رات کا وقت آیا تو آپ نے قلم اور کاغذ لے کر اپنے مال کی ایک فہرست بنالی کہ یہ مال انصار اور مہاجرین کے لیے ہے جب مال کا حساب ہو گیا تو آپ نے اپنے بدن کے کپڑوں کے بارے میں لکھا ہے کہ قمیص فلاں کو دی جائے' عمامہ فلاں کو دے دیا جائے اس طرح انہوں نے سارا مال اللہ کی رضا کے لیے لٹا دیا اور سو گئے' صبح جب نماز کے لیے گئے تو آنحضرت کے پاس جبرئیل امین آئے اور فرمایا کہ یارسول اللہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف کو میرا اسلام کہو اور ان سے وہ فہرست لے کر قبول کرلو جو انہوں نے رات کو بنائی ہے اور پھر یہ فہرست ان کو واپس کر دو اور کہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا مال قبول کرلیا اب تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مال پر نگران اور وکیل ہو جہاں چاہو خرچ کرو اور ان کو جنت کی بشارت سنا دو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کیے تھے' اسی فیاضی کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو دعا دے رہی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص دعا فرمائی جو ساتھ والی حدیث میں مذکور ہے۔ ''یحثوا'' سخاوت اور نچھاور کرنے کے معنی میں ہے یہ ساتھ والی روایت کا لفظ ہے۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کیلئے خصوصی دُعا

(۲۳) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ لِاَزْوَاجِهِ اِنَّ الَّذِی يَحْثُوْ عَلَيْكُنَّ بَعْدِی هُوَا الصَّادِقُ الْبَارُّ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ مِنْ سَلْسَبِيْلِ الْجَنَّةِ

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو فرمایا جو شخص میرے بعد لپ بھر بھر کر تم پر خرچ کرے گا۔ وہ صادق اور نیک ہے۔ اے اللہ عبدالرحمان بن عوف کو جنت کے چشمہ سے پلا۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۲۴) وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ جَاءَ اَهْلُ نَجْرَانَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْعَثْ اِلَيْنَا رَجُلًا اَمِيْنًا فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ اِلَيْكُمْ رَجُلًا اَمِيْنًا حَقَّ اَمِيْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ قَالَ فَبَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل نجران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہنے لگے ہمارے ساتھ ایک امین شخص کو بھیجیں فرمایا کل میں تمہارے ساتھ ایک امانت دار شخص کو بھیجوں گا جو لائق امانت ہے لوگ اس کے لیے منتظر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح کو ان کے ساتھ بھیجا۔ (متفق علیہ)

خلافت سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سوال اور اس کا جواب

(۲۵) وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ نُؤَمِّرُ بَعْدَكَ قَالَ اِنْ تُؤَمِّرُوْا اَبَابَكْرٍ تَجِدُوْهُ اَمِيْنًا زَاهِدًا فِی الدُّنْيَا رَاغِبًا فِی الْاٰخِرَةِ وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عُمَرَ تَجِدُوْهُ قَوِيًّا اَمِيْنًا لَايَخَافُ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عَلِيًّا وَلَا اَرَاكُمْ فَاعِلِيْنَ تَجِدُوْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا يَاْخُذُبِكُمُ الطَّرِيْقَ الْمُسْتَقِيْمَ (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بعد ہم کس کو امیر بنائیں فرمایا اگر

تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے اس کو امانت دار، دنیا میں زہد کرنے والا آخرت میں رغبت کرنے والا پاؤ گے۔ اگر عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے اسے قوی دیانت دار پاؤ گے۔ کہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا اگر تم علی رضی اللہ عنہ کو امیر بنالو گے اور میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہیں کرو گے اس کو ہدایت یافتہ پاؤ گے تاکہ تم کو سیدھے راستے پر لے جائے گا۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

تشریح: "ولا اراکم فاعلین" اس جملہ کا ترجمہ تو یہ ہے کہ میں نہیں دیکھ رہا کہ تم اس طرح کرلو گے۔ اس جملہ میں حضرت علی کی خلافت پر ایک تبصرہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم حضرت علی کو نزاع کے بغیر خلیفہ نہیں بناؤ گے چنانچہ اس ضمن میں حضرت عثمان کی خلافت کی طرف اشارہ ہو گیا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان کی خلافت کے انتخاب کے موقع پر تم علی کو خلیفہ نہیں بناؤ گے بلکہ عثمان کو بناؤ گے۔ اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم میرے بعد متصل بلا فصل حضرت علی کو خلیفہ نہیں بناؤ گے اس لیے کہ تقدیر الٰہی میں ایسا مقرر ہے کہ ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما پہلے خلیفے ہوں گے کیونکہ اگر علی پہلے خلیفہ بن گئے تو ان کی عمر لمبی ہے وہ اب تک خلیفہ ہوں گے کہ ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان بن عفان رضی اللہ عنہم مر جائیں گے تو ان کو خلافت کا موقع نہیں ملے گا حالانکہ ان کی خلافت مقرر شدہ ہے لہٰذا مجھے خیال نہیں بلکہ یقین ہے کہ تم علی کو پہلے خلیفہ نہیں بناؤ گے لہٰذا خلیفہ بلافصل ابوبکر صدیق ہوں گے، اس کے بعد عمر فاورق خلیفہ بن جائیں گے پھر عثمان خلیفہ ہوں گے اور آخر میں علی کو خلافت ملے گی۔

چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کے فضائل

(۲۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ اَبَابَكْرٍ زَوَّجَنِي اِبْنَتَهٗ وَحَمَلَنِيْ اِلٰى دَارِ الْهِجْرَةِ وَصَحِبَنِي فِي الْغَارِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهٖ رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَالَهٗ مِنْ صَدِيْقٍ رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ تَسْتَحْيِ مِنْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ رَحِمُ اللّٰهُ عَلِيًّا اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهٗ حَيْثُ دَارَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اپنی بیٹی کے ساتھ میری شادی کردی۔ دار ہجرت کی طرف اپنی اونٹنی پر سوار کرلایا۔ غار میں میرا ساتھی بنا اپنے مال سے بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے حق کہتا ہے اگرچہ کسی کو کڑوا لگے حق نے اسے اس طرح چھوڑا ہے کہ اس کا کوئی دوست نہیں رہا اللہ تعالیٰ عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم کرے فرشتے اس سے حیا کرتے ہیں اللہ علی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اے اللہ حق کو اس کے ساتھ کر جدھر وہ پھرے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں چند نزاعی صورتیں پیش آئیں ہیں: پہلی صورت جنگ جمل کی ہے اس میں علی حق پر تھے، مدمقابل میں بڑے بڑے صحابہ اجتہادی خطاء پر تھے، پھر جنگ صفین کا واقعہ آیا اس میں بھی حضرت علی حق پر تھے، مدمقابل کے لوگ اجتہاد پر تھے پھر خوارج کے ساتھ طویل جنگوں کا سلسلہ رہا اس میں بھی حضرت علی حق پر تھے اور مدمقابل خوارج باطل پر تھے زیر بحث حدیث میں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے لیے دعا فرمائی اسی طرح آپ کی زندگی رہی، اس حدیث میں حضرت علی کی حقانیت کو عجیب مؤثر انداز سے بیان کیا گیا ہے یہ نہیں کہا کہ علی حق کے ساتھ گھومے بلکہ یہ فرمایا: کہ جہاں علی ہو حق گھوم گھوم کر علی کی طرف جائے! سبحان اللہ کتنا بڑا اعزاز ہے! کہنے والے نے سچ کہا:

اَمّا علی فمشھور فضائلہ والبیت لایبتنی الّا بأرکان

بَابُ مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے مناقب کا بیان

قال اللہ تعالیٰ: (انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرًا) (الاحزاب 33)

قال الامام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ:

لوکان رفضا حب ال محمد فلیشھد الثقلان انی رافض

یادرہے کہ صاحب مشکوٰۃ نے مذکورہ عنوان کے تحت عموم اور خصوص دونوں سے کام لیا ہے بعض روایات وہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو ہاشم اہل بیت نبی میں داخل ہیں اسی طرح اس باب کے تحت آپ نے کچھ وہ احادیث بھی نقل فرمائی ہیں جو خصوصی طور پر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل بیت صرف یہی چار افراد ہیں عام بنو ہاشم نہیں ہیں اسی عنوان کے تحت صاحب مشکوٰۃ نے حضرت زید اور حضرت اسامہ کا ذکر بھی کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت وسعت ہے اور اہل محبت وقرابت بھی اس میں داخل ہیں' اس کے ساتھ ساتھ صاحب مشکوٰۃ نے ازواج مطہرات کے لیے الگ عنوان قائم کیا ہے اور ان کا الگ تذکرہ کیا ہے' ان تمام متفرقات اور کچھ تضادات کو متفق کرنے کے لیے علماء نے فرمایا ہے کہ لفظ ''بیت'' کی تین حیثیتیں اور تین اطلاقات ہیں۔

(1) اول بیت نسب ہے۔ (2) دوم بیت ولادت ہے۔ (3) اور سوم بیت سکنیٰ ہے۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ بنو ہاشم یعنی عبدالمطلب کی اولاد کو اہل بیت ولادت کہتے ہیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا' حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں اگر چہ حضرت علی اہل بیت نسب میں بھی آتے ہیں لیکن علماء نے ان کو بیت ولادت میں شمار کیا ہے یہ سلسلہ ولادت ہے یاد رہے کہ شہرت کی وجہ سے انہیں چار کا نام خصوصی طور پر سلسلہ ولادت میں لیا جاتا ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر تین بیٹیاں وغیرہ سب اہل بیت ولادت میں داخل ہیں جیسے حضرت زینب رضی اللہ عنہا' حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں پھر اس کے بعد آنحضرت کی ازواج مطہرات کو اھل بیت سکنی کہا جائے گا جس کو اہل خانہ کہتے ہیں' تمام ازواج مطہرات اسی بیت سکنی میں داخل ہیں اگر چہ اھل بیت کا پہلا مصداق ازواج مطہرات اور اہل خانہ ہی ہوتا ہے لیکن اس طرح تقسیم سے قرآن کریم اور احادیث میں استعمال شدہ لفظ اہل بیت کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ (خلاصہ از مظاہر حق)

الفصل الاول.... آیت مباہلہ اور اہل بیت

ا عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَآءَ کُمْ دَعَارَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم عَلِیًّا وَّفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَّحُسَیْنًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ اَهْلُ بَیْتِیْ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ندع ابناء نا و ابنا و کم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ' فاطمہ رضی اللہ عنہا' حسن رضی اللہ عنہ' حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ (مسلم)

تشریح: ''ثم نبتھل'' ابتھل ابتھال سے ہے گڑگڑا کر دعا مانگنے کو کہتے ہیں اور باھل مباھلہ سے ہے ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے کے معنی میں ہے' عرب کا دستور تھا کہ جب کسی معاملہ میں تنازع ہوتا تو طرفین اپنے اپنے بیویوں بچوں کو گھر سے نکال کر کھلے میدان میں لاکر ایک دوسرے کی ہلاکت کے لیے دعا مانگا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نجران کے کچھ عیسائی پادری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث ومباحثہ اور مناظرہ کے لیے مدینہ منورہ آگئے تھے کئی دنوں تک بحث چلتی رہی اسی دوران اللہ تعالیٰ نے آیت مباہلہ نازل فرمادی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دے دو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر سے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور ان کو مباہلہ کی دعوت دیدی' ان کے پادری بھی میدان میں آگئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان نورانی چہروں کو جب دیکھا تو ان کے بڑے نے کہا کہ خبردار مباہلہ نہ کرو کیونکہ یہ لوگ اگر خدا سے یہ دعا کریں کہ فلاں پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا کوشش کرو کہ معاہدہ ہو جائے' جزیہ قبول کرو اور واپس ہو جاؤ چنانچہ یہی ہوا جزیہ مان کر عیسائی واپس

چلے گئے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو سارے مسخ ہوجاتے اور آگ ان کو جلا کر خاک کر دیتی۔
اس مباہلہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہم کو اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں' اوپر جو لکھا گیا ہے کہ اہل بیت کے تین اطلاقات ہیں تو یہ اہل بیت ولادت والا اطلاق ہے خوب سمجھ لو!

آیت قرآنی میں مذکور ''اہل بیت'' کا محمول و مصداق

(۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم غَدَاةً وَّعَلَيْهِ مِرْطٌ مُّرَحَّلٌ مِّنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ صفادْخَلَهٗ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ صفدَخَلَ مَعَهٗ ثُمَّ جَاءَ تْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ ص فَاَدْخَلَهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح باہر نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سیاہ منقش بالوں کی کملی تھی۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے آپ نے ان کو اس میں داخل کرلیا۔ پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے اس کے ساتھ اسے بھی داخل کرلیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں ان کو بھی اس میں داخل کرلیا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ آئے ان کو بھی اس میں داخل کرلیا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اے اہل بیت تم سے پلیدی دور کردے اور تم کو پاک کردے پاک کرنا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

ابراہیم بن رسول اللہ

(۳) عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت ابراہیم نے وفات پائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں اس کی ایک دودھ پلانے والی ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مصر کے بادشاہ مقوقس نے بطور عطیہ ایک لونڈی دی تھی اس کا نام ماریہ قبطیہ تھا اسی لونڈی کے بطن سے ابراہیم پیدا ہوگئے تھے' سولہ سترہ ماہ کی عمر میں ان کا انتقال ہوگیا تھا' اسی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چونکہ ان کے دودھ پینے کا زمانہ تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک دودھ پلانے والی کو مقرر فرمایا جو ابراہیم کو جنت میں دودھ پلا رہی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اب سے موجود ہے اور پاکیزہ لوگ اب بھی جنت میں داخل کیے جاتے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

(۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم عِنْدَهٗ فَاَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَامَاتَخْفٰى مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا رَاٰهُ قَالَ مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا فَلَمَّا رَاٰى حُزْنَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَاِذَا هِيَ تَضْحَكُ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَاَلْتُهَا عَمَّا سَارَّكِ قَالَتْ مَاكُنْتُ لِاُفْشِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سِرَّهٗ فَلَمَّا تُوُفِّيَ قُلْتُ عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِيْ عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَّا اَخْبَرْتِنِيْ قَالَتْ اَمَّا الْاٰنَ فَنَعَمْ اَمَّا حِيْنَ سَارَّنِيْ فِي الْاَمْرِ الْاَوَّلِ فَاِنَّهٗ اَخْبَرَنِيْ اَنَّ جِبْرَئِيْلَ كَانَ يُعَارِضُنِي الْقُرْاٰنَ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً وَاِنَّهٗ عَارَضَنِيْ بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَلَا اُرَى الْاَجَلَ اِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ فَاِنِّيْ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَكِ فَبَكَيْتُ فَلَمَّا رَاٰى جَزَعِيْ سَارَّنِي الثَّانِيَةَ قَالَ يَا فَاطِمَةُ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ فَسَارَّنِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّهٗ يُقْبَضُ فِيْ وَجَعِهٖ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِهٖ اَتْبَعُهٗ فَضَحِكْتُ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں ان کی چال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سے نہیں چھپتی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا فرمایا میری بیٹی کیلئے کشادگی ہو۔ پھران کو بٹھایا اوراس کے کان میں چپکے سے بات کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سخت روئیں جب آپ نے اس کا غم و حزن دیکھا دوبارہ اس کے کان میں چپکے سے ایک بات کہی وہ ہنسنے لگیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے تیرے کان میں کیا کہا ہے وہ کہنے لگیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھید کو ظاہر نہیں کروں گی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے میں نے اسے کہا میں تجھ کو اس حق کا واسطہ دیتی ہوں جو تجھ پر میرا ہے مجھے ضرور بتلاؤ کہ وہ کیا بات تھی فرمانے لگیں اب جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے کوئی بات نہیں ہے پہلی مرتبہ آپ نے جو مجھے کہا تھا وہ یہ تھا کہ فرمایا حضرت جبرئیل ہر سال قرآن پاک کا ایک مرتبہ دور کرتے تھے اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے میرا خیال ہے میری اجل قریب آچکی ہے تو اللہ سے ڈر اور صبر کر میں تیرے لیے اچھا پیش رو ہوں میں رو پڑی جب آپ نے میری بے صبری دیکھی دوسری مرتبہ میرے ساتھ سرگوشی کی فرمایا اے فاطمہ تو اس بات سے راضی نہیں کہ تو جنتی عورتوں کی سردار ہو گی یا فرمایا مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو گی۔ ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو خبر دی کہ میں اس بیماری میں فوت ہو جاؤں گا میں رو پڑی پھر میرے کان میں چپکے سے فرمایا تو میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے مجھے ملے گی میں ہنس پڑی۔

تشریح: ''سارھا''یعنی چپکے سے کان میں کوئی بات فرمادی ''سرہ''یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کان میں آہستہ فرمادی تو یہ راز کی بات بن گئی اور راز کو فاش کرنا جائز نہیں ہے۔ ''عزمت علیک''یعنی میں تجھے خدا کی قسم کھلاتی ہوں اور ماں ہونے کے ناطے کا واسطہ بھی دیتی ہوں کہ مجھے بتادو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا' اب تو حضرت کی وفات کے بعد راز بھی راز نہیں رہا۔

''فنعم''یعنی حضور کی وفات کے بعد اب بتاؤں گی اب راز نہیں رہا۔

''سیدۃ النساء اھل الجنۃ''حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور پھر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آپس کی فضیلت میں علماء کے مختلف اقوال ہیں کہ ان میں علی الاطلاق کون افضل ہیں؟ علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی افضیلت میں علماء کے تین مسلک ہیں۔ سب سے راجح مسلک یہ ہے کہ حضرت فاطمہ' حضرت عائشہ سے افضل ہیں بعض علماء نے دونوں کا رتبہ یکساں قرار دیا ہے اور بعض علماء نے اس بارے میں سکوت اختیار کیا ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب اس افضیلت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ پیغمبر کے گوشت کا ٹکڑا ہے اور میں پیغمبر کے گوشت کے ٹکڑے پر کسی کو فضیلت نہیں دے سکتا' علامہ سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر علماء نے ان خواتین کے بارہ میں لکھا ہے کہ معتبر مسلک یہ ہے کہ حضرت فاطمہ سب سے افضل ہیں پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں بعض دوسرے علماء نے ایک اچھی بات لکھی ہے دراصل حیثیات اور اعتبارات مختلف ہیں انہیں حیثیات اور اعتبارات کی بنیاد پر فضیلت دینے میں تعبیرات مختلف آگئیں ہیں' حضرت خدیجہ اقدم ایمانا ہیں' حضرت عائشہ اشدھا حبا ہیں اور حضرت فاطمہ بضعۃ جسدًا ہیں!

بہر حال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح 2ھ میں ہوا تھا اور حسن اور حسین و محسن اور زینب ورقیہ اور ام کلثوم آپ کے بطن سے پیدا ہوئے' بعد میں ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے ہوا تو حضرت عمر فاروق حضرت علی کے داماد ہیں اگرچہ شیعہ جلتے رہیں گے۔

جس نے فاطمہ کو خفا کیا اس نے مجھ کو خفا کیا

(۵) عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ. وَفِیْ رِوَایَةٍ یُرِیْبُنِیْ مَا اَرَابَهَا وَیُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاهَا (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا۔ ایک روایت میں ہے جو چیز اس کو قلق میں ڈالتی ہے وہ مجھ کو قلق میں ڈالتی ہے جو اس کو ایذا دیتی ہے وہ مجھ کو ایذا دیتی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تھا' اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام خطبہ میں یہ کلام فرمایا تھا' یہ نکاح منع نہیں تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے دشمن کی بیٹی اور اللہ کے رسول کی بیٹی ایک جگہ ایک نکاح میں جمع کرنا مناسب نہیں اور اس میں فاطمہ کے فتنہ وآزمائش میں پڑنے کا خطرہ ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو درد پہنچنے کا خطرہ ہے۔ تو ان عارضی امور کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا ورنہ اسلام میں منع نہیں تھا۔

اس عذاب سے ڈرو جو اہل بیت کے حقوق کی کوتاہی کے سبب ہوگا

(٦) عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا فِيْنَا خَطِيْبًا بِمَاءٍ يُدْعٰى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَاُجِيْبَ وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ. وَفِيْ رِوَايَةٍ كِتَابُ اللّٰهِ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ مَنِ اتَّبَعَهٗ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ تَرَكَهٗ كَانَ عَلَى الضَّلٰلَةِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چشمہ کے پاس جس کا نام خم تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ ایک دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اللہ کی تعریف کی اس کی ثنا کہی پھر وعظ کیا فرمایا امابعد اے لوگو میں ایک بشر ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا ایلچی میرے پاس آجائے میں اس کو قبول کروں اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب ہے اس میں ہدایت اور نور ہے اللہ کی کتاب کو پکڑو اور اس کو مضبوطی سے تھامو۔ اللہ کی کتاب پر برانگیختہ کیا اور اس میں رغبت دلائی۔ پھر فرمایا دوسری بھاری چیز میرے اہل بیت ہیں ان کے حقوق کی نگہداشت میں میں تم کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں میں تم کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے حقوق میں ایک روایت میں ہے اللہ کی کتاب وہ اللہ کی رسی ہے جو اس کے پیچھے لگا وہ ہدایت پر ہوگا جس نے اس کو چھوڑ دیا گمراہ ہوگا۔ (مسلم)

حضرت جعفر کا لقب

(٧) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ اِذَا سَلَّمَ عَلَى ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے۔ جس وقت وہ ابن جعفر کو سلام کہتا اُسے کہتا تجھ پر سلامتی ہو اے ذوالجناحین کے بیٹے۔ (بخاری)

تشریح: رومیوں کے ساتھ 8ھ میں مقام موتہ پر جنگ موتہ ہوئی تھی اس مشہور جنگ میں حضرت زید بن حارثہ کی شہادت کی وجہ بعد امیر ہونے کی حیثیت سے جنگی جھنڈا حضرت جعفر کے ہاتھ میں تھا ایک کافر نے آپ پر حملہ کیا اور ہاتھ کاٹ دیا آپ نے جھنڈا دوسرے ہاتھ میں لیا کافر نے اس کو بھی کاٹ دیا' آپ نے جھنڈا منہ اور سینہ میں تھام لیا اس نے آپ کی کمر پر حملہ کر دیا جس سے آپ کے جسم کے دو ٹکڑے ہوگئے اور شہید ہوگئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت میں دو پر عطا کیے جس کے ذریعہ سے وہ جنت میں اڑنے لگے اسی اعتبار سے ان کو ذو الجناحین یعنی دو پروں والا کہتے ہیں یہاں جعفر کا بیٹا عبداللہ مراد ہے۔

حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

... اللہ علیہ وسلم وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن بن علی آپ کے کندھے پر بیٹھے ہوئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔ (متفق علیہ)

حسن ابن علی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق خاطر

(۹) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ طَآئِفَةٍ مِّنَ النَّهَارِ حَتّٰى اَتٰى خِبَاءَ فَاطِمَةَ فَقَالَ اَثَمَّ لُكَعُ اَثَمَّ لُكَعُ يَعْنِیْ حَسَنًا فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ جَاءَ يَسْعٰى حَتّٰى اعْتَنَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دن کے ایک حصہ میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔فرمایا یہاں لڑکا ہے یہاں لڑکا ہے۔حسن رضی اللہ عنہ مراد رکھتے تھے تھوڑی دیر گذری تھی کہ وہ بھی دوڑتا ہوا آیا دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو شخص اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔ (متفق علیہ)

امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۱۰) عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ اِلٰى جَنْبِهٖ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَّعَلَيْهِ اُخْرٰى وَيَقُوْلُ اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا منبر پر تشریف فرما ہیں حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہیں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی طرف۔فرماتے تھے میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں یہ صلح کرا دے گا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''ان یصلح'' یہ صلح سے بنا ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حسن کوئی معمولی ہستی نہیں ہے' یہ بڑے سردار ہیں ان کی وجہ سے ان شاء اللہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح ہوگی اور یہ خود صلح کرے گا' یہ پیش گوئی اس وقت پوری ہوگئی جب حضرت علی شہید کر دیئے گئے اور حضرت حسن نے خلافت سنبھال لی قریباً چھ ماہ تک آپ خلیفہ رہے پھر آپ نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی اور خلافت سے دست بردار ہو گئے اور مسلمان ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے' حضرت حسن کے ساتھ چالیس ہزار مسلح مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور ہر قسم جنگ اور مقابلہ کا عہد کر چکے تھے لیکن حضرت حسن نے فرمایا کہ میں اس امت کے خون کا ایک قطرہ بھی گرانا نہیں چاہتا بغیر کسی مجبوری اور بغیر کسی لالچ کے آپ نے خلافت چھوڑ دی اور مسلمانوں کو متحد رکھا اگرچہ اس زمانہ کے منافق قسم کے شیعہ نے اس اقدام کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور حضرت حسن کو برا بھلا کہہ دیا اور سامنے آ کر کہا ''السلام علیک یا عار المؤمنین'' حضرت حسن نے نہایت صبر و تحمل سے فرمایا: اختار العار علی النار! آج تک شیعہ اس معاہدہ کی وجہ سے حضرت حسن سے ناراض ہیں اور شاید بعد میں اسی معاہدہ کی پاداش میں شیعہ نے ان کو زہر کھلا کر شہید کر دیا آج تک ان کی حمایت میں ایک جلوس نہیں نکالا کیونکہ اندر سے یہ اس پر خوش ہیں۔اس حدیث میں حضرت علی اور حضرت معاویہ دونوں کی جماعتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی عظیم جماعتیں قرار دیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں جانب سے مسلمان تھے' حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہ اجتہادی خطا پر تھے۔

حسن اور حسین ابن علی رضی اللہ عنہما میری دنیا کے دو پھول ہیں

(۱۱) وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ نُعْمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَةُ اَحْسِبُهُ يَقْتُلُ الذُّبَابَ قَالَ اَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُوْنِیْ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ هُمَا رَيْحَانَتَیَّ مِنَ الدُّنْيَا. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعم سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر سے سنا ایک آدمی نے محرم کے متعلق پوچھا۔ شعبہ نے کہا میرا خیال ہے مکھی قتل کرنے کے متعلق وہ پوچھ رہا تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اہل عراق مجھے مکھی قتل کرنے کے متعلق پوچھ رہے تھے حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ کو شہید کر دیا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے حسین رضی اللہ عنہ کی جسمانی مشابہت

(۱۲) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ وَقَالَ فِی الْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہ اَيْضًا كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں رکھتا تھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی انہوں نے ایسا ہی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی بہت زیادہ مشابہت تھی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعاء علم وحکمت

(۱۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِی النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلٰی صَدْرِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ. وَفِیْ رِوَايَةٍ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنے سینہ کی طرف ملایا اور فرمایا اے اللہ اس کو حکمت سکھلا۔ ایک روایت میں ہے اس کو کتاب اللہ سکھلا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا دینا

(۱۴) وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهٗ وَضُوْءً فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّيْنِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوئے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کا پانی رکھا جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے فرمایا یہ کس نے رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔ (متفق علیہ)

اسامہ بن زید اور امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کے حق میں دعا

(۱۵) عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ كَانَ يَأْخُذُهٗ وَالْحَسَنَ صفیقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهُمَا فَاِنِّیْ اُحِبُّهُمَا. وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَأْخُذُنِیْ فَيُقْعِدُنِیْ عَلٰی فَخِذِهٖ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ

عَلٰی فَخِذِہِ الْاُخْرٰی ثُمَّ یَضُمُّھُمَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْھُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمُھُمَا (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ اسے اور حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر فرماتے اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔ ایک روایت میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو پکڑ لیتے اپنی ران پر بٹھاتے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر پھر ان کو ملاتے پھر فرماتے اے اللہ ان دونوں پر مہربانی فرما کیونکہ میں ان دونوں پر مہربانی کرتا ہوں۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امیر لشکر بنانا

(۱۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ بَعْثًا وَاَمَّرَ عَلَیْھِمْ اُسَامَۃَ بْنَ زَیْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِیْ اِمَارَتِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنْ کُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِیْ اِمَارَتِہٖ فَقَدْ کُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِیْ اِمَارَۃِ اَبِیْہِ مِنْ قَبْلُ وَاَیْمُ اللّٰہِ اِنْ کَانَ لَخَلِیْقًا لِّلْاِمَارَۃِ وَاِنْ کَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ وَاِنَّ ھٰذَا لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ بَعْدَہٗ (متفق علیہ) (وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ نَحْوُہٗ وَفِیْ اٰخِرِہٖ اُوْصِیْکُمْ بِہٖ فَاِنَّہٗ مِنْ صَالِحِیْکُمْ).

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اسامہ بن زید کو اس پر امیر مقرر کیا بعض لوگوں نے اس کے امیر بننے میں طعن کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس کی امارت میں طعن کرتے ہو تم نے اس کے باپ کی امارت میں بھی طعن کیا تھا اور اللہ کی قسم وہ امارت کے لیے ہی پیدا ہوا ہے اور سب لوگوں سے بڑھ کر مجھے محبوب ہے اور اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ کے بعد مجھے سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب ہے (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں اسی طرح ہے اور اس کے اخیر میں ہے اس کے متعلق تم کو وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے جملہ صالحین میں سے ہے۔

تشریح: حضرت زید بن حارثہ کو ظالموں نے ان کے والدین سے چرا کر غلام بنایا تھا اور مکہ میں لاکر فروخت کر دیا تھا جب حضرت خدیجہ کے ہاتھ میں آ گیا تو آپ نے بطور تحفہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا' وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے کہ ان کے رشتہ داروں کو معلوم ہوا وہ آگئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا کہ یہ غلام نہیں ہے پھر بھی ہم آپ کو معاوضہ دیدیں گے' آپ ان کو چھوڑ دیں حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ خود جاتا ہے تو میری اجازت ہے' مفت میں لے جاؤ مگر میں ان پر جبر نہیں کر سکتا' حضرت زید نے اپنے رشتہ داروں سے کہا میں نہیں جاتا' انہوں نے کہا کہ یہاں غلامی پر راضی ہو وہاں آزادی اور والدین ہیں کیا بات کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی بادشاہت سے بہتر ہے' وہ لوگ چلے گئے حضرت زید سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے خوش ہوئے کہ ان کو آزاد بھی کیا اور اپنا متبنیٰ منہ بولا بیٹا بنالیا اور ہمیشہ ان کو جہاد کا امیر بنا کر رخصت کیا کرتے تھے۔ 8ھ میں ان کو امیر بنا کر غزوۂ موتہ پر بھیجا وہاں یہ شہید ہو گئے ان کے بیٹے اسامہ تھے ان کو موتہ مقام پر رومیوں سے جہاد کے لیے امیر بنا کر روانہ فرمادیا' اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ چھوٹا بھی ہے' ناتجربہ کار بھی ہے ان کو بڑے بڑے لوگوں پر کیسے امیر بنا دیا' اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کنتم تطعنون'' یعنی اگر آج ان کی امارت وقیادت پر تم کو اعتراض ہے تو ان کے باپ کی امارت پر بھی تم نے اعتراض کیا تھا' اسامہ امارت کے قابل ہے اور مجھے ان سے محبت ہے' آگے حدیث نمبر 40 میں پوری تفصیل آرہی ہے' اس وقت حضرت اسامہ کی عمر سترہ سال تھی۔

زید بن محمد کہنے کی ممانعت

(۱۷) وَعَنْہُ قَالَ اِنَّ زَیْدَ بْنَ حَارِثَۃَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ مَاکُنَّا نَدْعُوْہُ اِلَّا زَیْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰی نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ (الاحزاب ۵.۳۳) (متفق علیہ)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زید بن حارثہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں ہم ان کو زید بن محمد کہا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن پاک میں یہ حکم نازل ہوا کہ ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو۔ (متفق علیہ) براء رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی جا چکی ہے جس کے الفاظ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا تھا انت منی باب بلوغ الصغیر وحضانتہ میں گذر چکی ہے۔

الفصل الثانی

(۱۸) عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي حَجَّتِهٖ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا فِي كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي اَهْلِ بَيْتِيْ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنے آخری حج میں عرفہ کے دن اپنی قصواء اونٹنی پر بیٹھ کر خطبہ فرما رہے تھے۔ میں نے سنا آپ فرماتے تھے اے لوگو میں تم میں ایسی چیز چھوڑ چلا ہوں اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑو گے گمراہ نہیں ہو گے اللہ کی کتاب ہے اور میری عترت یعنی اہل بیت۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

(۱۹) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخِرِ كِتَابَ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَلَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِيْهِمَا (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھام لو گے میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک دوسری سے بڑی ہے کتاب اللہ جو آسمان سے زمین تک ایک پھیلی ہوئی رسی ہے۔ اور میری عزت میرے اہل بیت یہ دونوں آپس میں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں دیکھو ان دونوں پر تم میرے کیسے خلیفہ ثابت ہوتے ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

چہارتن پاک کا دشمن گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن

(۲۰) وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ اَنَا حَرْبٌ لِّمَنْ حَارَبَهُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہا، فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسن رضی اللہ عنہا، حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا جو ان سے لڑے گا میں ان سے لڑوں گا جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔ (ترمذی)

علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کی فضیلت

(۲۱) وَعَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِيْ عَلٰى عَآئِشَةَ فَسَاَلْتُ اَيُّ النَّاسِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِيْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُهَا (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت جمیع بن عمیر سے روایت ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر داخل ہوا میں نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے بڑھ کر کسے محبوب سمجھتے تھے۔ فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہ کو کہا گیا مردوں میں سے فرمایا اس کے خاوند کو۔ (ترمذی)

تشریح: "قالت فاطمة" حضرت عائشہ کے منصف مزاج ہونے کا اندازہ لگایئے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت علی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

سب سے زیادہ محبوب قرار دیا حالانکہ وہ یہ بھی کہہ سکتی تھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب میں ہوں اور میرے باپ تھے اور یہ بات اپنی جگہ صحیح بھی تھی کیونکہ صحیح حدیث میں اسی طرح وارد ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہایت انصاف اور وسعت قلبی کا مظاہرہ کیا اور اس اعزاز کا مستحق حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو قرار دیا' اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث اور اس حدیث میں تعارض ہے جس میں سوال کرنے والے کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ عورتوں میں عائشہ محبوب ہے اور مردوں میں ان کا باپ محبوب ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ اصل بات تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو اپنے اندازے سے فرمایا ہے' ان کو ایسا ہی کہنا چاہئے تھا۔ لہٰذا اس میں کوئی تعارض نہیں ہے باقی کسی کا محبوب ہونا اور چیز ہے اور مقام اور رتبے والا ہونا دوسری چیز ہے' بہت سارے لوگ محبوب ہوتے ہیں مگر رتبہ دوسروں کا بلند ہوتا ہے۔

جس نے میرے چچا کو ستایا اس نے مجھ کو ستایا

(۲۲) وَعَنْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيْعَةَ اَنَّ الْعَبَّاسَ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مُغْضَبًا وَّاَنَا عِنْدَهٗ فَقَالَ مَا اَغْضَبَکَ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَنَا وَلِقُرَيْشٍ اِذَا تَلَاقَوْا بَيْنَهُمْ تَلَاقَوْا بِوُجُوْهٍ مُّبْشَرَةٍ وَاِذَا لَقُوْنَا بِغَيْرِ ذٰلِکَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم حَتّٰى اِحْمَرَّ وَجْهُهٗ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ اٰذٰى عَمِّيْ فَقَدْ اٰذَانِيْ فَاِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي الْمَصَابِيْحِ عَنِ الْمُطَّلِبِ

ترجمہ: حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ سے روایت ہے کہ عباس غصہ کی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوئے میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کس نے غصہ دلایا ہے فرمایا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں قریش کو کیا ہے جب وہ آپس میں ایک دوسرے کو ملتے ہیں نہایت تروتازہ چہروں کے ساتھ ملتے ہیں اور جب ہمیں ملتے ہیں ان کے چہرے ایسے نہیں ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان نہیں داخل ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لیے تمہارے ساتھ محبت کرے پھر فرمایا اے لوگو جس نے میرے چچا کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی سوائے اس کے نہیں آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہے۔ (ترمذی)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۲۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَبَّاسُ مِنِّيْ وَاَنَامِنْهُ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عباس رضی اللہ عنہ کا تعلق مجھ سے ہے اور میرا تعلق اس سے ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

عباس اور اولاد عباس رضی اللہ عنہم کے لیے دعا

(۲۴) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ اِذَاكَانَ غَدَاةُ الْاِثْنَيْنِ فَاْتِنِيْ اَنْتَ وَوَلَدُکَ حَتّٰى اَدْعُوْلَكُمْ بِدَعْوَةٍ يَنْفَعُکَ اللّٰهُ بِهَا وَوَلَدَکَ فَغَدَا وَغَدَوْنَا مَعَهٗ وَاَلْبَسَنَا كِسَاءَهٗ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهٖ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً لَاتُغَادِرُ ذَنْبًا اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ فِيْ وَلَدِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ رَزِيْنٌ وَاجْعَلِ الْخِلَافَةَ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے فرمایا جب سوموار کی صبح ہو میرے پاس آنا اور اپنے لڑکے کو لیتے آنا میں تمہارے لیے دعا کروں گا جس سے تمہیں اور تمہاری اولاد کو اللہ تعالیٰ نفع دے گا جب صبح ہوئی وہ بھی گئے اور ہم اس کے ساتھ گئے آپ نے اپنی چادر ہمیں اڑھائی پھر فرمایا اے اللہ عباس رضی اللہ عنہ اور اس کی اولاد کو بخش دے

بخشنا ظاہر اور باطن جس سے کوئی گناہ باقی نہ رہے۔ اے اللہ عباس کی اولاد کی حفاظت فرما۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ رزین نے زیادہ کیا ہے کہ فرمایا اس کی اولاد میں خلافت باقی رکھ۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فضیلت

(۲۵) وَعَنْهُ اَنَّهُ رَأَى جِبْرَئِيْلَ مَرَّتَيْنِ وَدَعَالَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَرَّتَيْنِ (رواه الترمذى)

ترجمہ: (ابن عباس رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے دو مرتبہ جبریل کو دیکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ میرے لیے دعا فرمائی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو عطائے حکمت کی دعا

(۲۶) وَعَنْهُ اَنَّهُ قَالَ دَعَالِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَنْ يُّؤْتِيَنِىَ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ مَرَّتَيْنِ (رواه الترمذى)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دو مرتبہ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکمت عطا فرمائے۔ (ترمذی)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی کنیت

(۲۷) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ جَعْفَرُ يُحِبُّ الْمَسَاكِيْنَ وَيَجْلِسُ اِلَيْهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُوْنَهٗ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُكَنِّيْهِ بِاَبِى الْمَسَاكِيْنَ (رواه الترمذى)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جعفر مساکین سے محبت رکھتے تھے ان کے پاس آ کر بیٹھتے اور ان سے باتیں کرتے وہ لوگ ان سے باتیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ''ابو المساکین'' رکھی تھی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

حضرت جعفر کی فضیلت

(۲۸) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ جَعْفَرًا يَّطِيْرُ فِى الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلٰٓئِكَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جعفر کو دیکھا ہے وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتا پھر رہا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

بہشت کے جوانوں کے سردار

(۲۹) وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (ترمذى)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''سیدا شباب اهل الجنة'' عام خیال اس طرف جاتا ہے کہ جو لوگ جوانی میں شہید ہو گئے ہیں حسن و حسین رضی اللہ عنہم جنت میں ان کے سردار ہوں گے علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بات لکھی ہے مگر بعض دیگر علماء فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں سارے لوگ جوان ہوں گے ان تمام اہل جنت کے سردار حسن اور حسین ہوں گے یہ بات بہت اچھی ہے مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو بھی اہل جنت کے ادھیڑ عمر لوگوں کا سردار قرار دیا گیا ہے تو اب تضاد پیدا ہو گیا کہ کون سردار ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعزازات ہیں کئی لوگوں کو اعزازات دیئے جائیں گے لہٰذا سینکڑوں لوگ بھی سردار ہو سکتے ہیں یہ بھی سردار ہیں وہ بھی سردار ہیں کوئی منافات نہیں ہے۔

حسن ابن علی و حسین ابن علی میری دنیا کے دو پھول ہیں

(۳۰) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَایَ مِنَ الدُّنْيَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَدْسَبَقَ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور یہ حدیث فصل اول میں گذر چکی ہے)

حسین ابن علی رضی اللہ عنہ سے محبت و تعلق

(۳۱) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ طَرَقْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى شَيْءٍ لَا اَدْرِي مَاهُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِي قُلْتُ مَاهٰذَا الَّذِيْ اَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ فَكَشَفَهُ فَاِذَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلٰى وَرِكَيْهِ فَقَالَ هٰذَانِ ابْنَاءَ وَابْنَا بِنْتِي اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے میں ایک رات کسی کام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیز کو لپیٹنے والے تھے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا میں نے کہا یہ کیا ہے جو آپ لپیٹے ہوئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلا حسنؓ اور حسینؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور اس شخص سے محبت فرما جو ان سے محبت کرتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

شہادت حسین ابن علی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا خواب

(۳۲) وَعَنْ سَلْمٰى قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ وَهِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ مَايُبْكِيكِ قَالَتْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَعْنِي فِي الْمَنَامِ وَعَلٰى رَاْسِهِ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَالَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ اٰنِفًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا پر داخل ہوا وہ رو رہی تھیں میں نے کہا تو کیوں روتی ہے کہنے لگیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر اور داڑھی میں مٹی پڑی ہوئی ہے میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہے فرمایا میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت گاہ میں حاضر ہوا تھا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت حسن ابن علیؓ و حسین ابن علیؓ سے تھی

(۳۳) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَيُّ اَهْلِ بَيْتِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَكَانَ يَقُوْلُ لِفَاطِمَةَ اُدْعِلِي ابْنَيَّ فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا اِلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا آپ کو اپنے گھر والوں میں سے سب سے زیادہ کون محبوب ہے فرمایا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے فرماتے میرے بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ آپ ان کو سونگھتے اور اپنی طرف ملاتے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

حسنین رضی اللہ عنہما سے کمال محبت کا اظہار

(۳۴) وَعَنْ بُرَيْدَةَؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَخْطُبُنَا اِذَا جَآءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَعَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ اَحْمَرَانِ

يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ نَظَرْتُ اِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِي وَرَفَعْتُهُمَا (رواہ الترمذی والنسائی)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے سرخ رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھیں چل کر آ رہے تھے اور گر پڑتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے ان کو اٹھایا اور اپنے سامنے لا کر رکھا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے سوائے اس کے نہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چل رہے ہیں اور گر رہے ہیں میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات کاٹ ڈالی اور ان کو اٹھا کر لایا ہوں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابوداؤد اور نسائی نے)

تشریح: "فتنة" فتنہ کا اطلاق مختلف معنوں میں ہوتا ہے: محبت کے طور پر اولاد پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جس طرح یہاں ہوا ہے۔ "یعثران" منہ کے بل گرنے کو عثر کہتے ہیں یہاں یہی مراد ہے یعنی کبھی چل کر آتے ہیں کبھی گر جاتے ہیں جیسے بچے ہوتے ہیں۔

(۳۵) وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُسَيْنٌ مِنِّي وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ: حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت رکھے۔ حسین رضی اللہ عنہ سبط ہے اسباط میں سے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "سبط" سین پر زیر ہے اور باساکن ہے شاخ کو بھی کہتے ہیں اور اولاد کو بھی کہتے ہیں قبیلہ کو بھی کہتے ہیں پوری امت کو بھی کہتے ہیں یعنی حسین اگرچہ ایک ہے لیکن یہ امتوں میں سے پوری امت ہے اس کی نسل پھیلے گی یہاں یہ معنی زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت

(۳۶) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ الْحَسَنُ اَشْبَهَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَابَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّأْسِ وَالْحُسَيْنُ اَشْبَهَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مَاكَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ سینہ سے نیچے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

فاطمہ اور حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت

(۳۷) وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِاُمِّي دَعِيْنِي اٰتِي النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاُصَلِّي مَعَهُ الْمَغْرِبَ وَاَسْاَلُهُ اَنْ يَّسْتَغْفِرَلِي وَلَكِ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ فَصَلّٰى حَتّٰى صَلَّى الْعِشَآءَ ثُمَّ انْفَتَلَ فَتَبِعْتُهُ فَسَمِعَ صَوْتِي فَقَالَ مَنْ هٰذَا حُذَيْفَةُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا حَاجَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلِاُمِّكَ اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اسْتَاذَنَ رَبَّهُ اَنْ يُّسَلِّمَ عَلَيَّ يُبَشِّرَنِي بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے اپنی والدہ سے کہا مجھے چھوڑو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اور تیرے لیے مغفرت کی دعا کراؤں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر عشاء کی نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

واپس گھر جانے کے لیے مڑے آپ نے میری آواز سنی فرمایا کون ہے میں نے کہا میں حذیفہ ہوں فرمایا تجھے کیا کام ہے اللہ تجھ کو اور تیری والدہ کو معاف کرے یہ فرشتہ ہے آج رات سے پہلے کبھی زمین کی طرف نہیں اترا اس نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ مجھ کو سلام کہے اور مجھ کو خوشخبری دے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت عورتوں کی سردار ہیں اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔

اچھی سواری، اچھا سوار

(۳۸) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلًا الْحَسَنَ ابْنَ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ فَقَالَ ارَجُلُ نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا ایک آدمی نے کہا اے لڑکے تو اچھی سواری پر سوار ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سوار بھی بہت اچھا ہے۔ (ترمذی)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۳۹) وَعَنْ عُمَرَؓ اَنَّهٗ فَرَضَ لِاُسَامَةَ فِي ثَلٰثَةِ الْاٰفٍ وَخَمْسِ مِائَةٍ وَفَرَضَ لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ فِي ثَلٰثَةِ الْاٰفٍ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لِاَبِيْهِ لِمَا فَضَّلْتَ اُسَامَةَ عَلَيَّ فَوَاللّٰهِ مَا سَبَقَنِي اِلٰى مَشْهَدٍ قَالَ لِاَنَّ زَيْدًا كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ اَبِيْكَ وَكَانَ اُسَامَةُ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْكَ فَاٰثَرْتُ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلٰى حِبِّي (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت اسامہ کی ساڑھے تین ہزار اور عبداللہ بن عمر کی تین ہزار مقرر کی عبداللہ بن عمر نے اپنے والد سے کہا تو نے مجھ پر اسامہ رضی اللہ عنہ کو کس لیے فضیلت دی ہے اللہ کی قسم اس نے کسی مشہد میں مجھ پر سبقت نہیں کی ہے فرمایا اس لیے کہ زید تیرے والد سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف محبوب تھا اور اسامہ تجھ سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف محبوب تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اپنے گھر جانے سے انکار

(۴۰) وَعَنْ جَبَلَةَ بْنِ حَارِثَةَ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْعَثْ مَعِيَ اَخِيْ زَيْدً قَالَ هُوَ ذَا فَاِنِ انْطَلَقَ مَعَكَ لَمْ اَمْنَعْهُ قَالَ زَيْدٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَا اَخْتَارُ عَلَيْكَ اَحَدًا قَالَ فَرَاَيْتُ رَاْيَ اَخِيْ اَفْضَلَ مِنْ رَاْيِيْ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میں نے کہا اے اللہ کے رسول میرے بھائی زید کو میرے ساتھ بھیج دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہاں موجود ہے اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے میں اس کو منع نہیں کروں گا۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میں کسی کو اختیار نہیں کرتا میں نے اپنے بھائی کی رائے اپنی رائے سے افضل معلوم کی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "میں اس کو منع نہیں کرتا" یعنی: جب میں اس کو آزاد کر چکا ہوں تو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق اس کو مل گیا ہے اب نہ تو میں اس کو جانے سے روک سکتا ہے اور نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ چلے جاؤ' وہ جانا چاہے تو چلا جائے اور نہ جانا چاہے تو شوق سے میرے پاس رہے۔
میری عقل سے بڑھی ہوئی ہے جبلہؓ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ پہلے تو میری رائے یہ تھی کہ زید کو میرے اپنے گھر واپس چلنا چاہیے مگر زیدؓ کا

فیصلہ سننے کے بعد ان کی رائے کی اصابت اور برتری کا میں قائل ہو گیا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و خدمت میں رہنے والا کوئی بھی صاحب ایمان اس دنیاوی و اخروی سعادت و عظمت اور خیر و بھلائی کو چھوڑنے پر آمادہ ہو ہی نہیں سکتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بھائی کی آمد اور ان کو اپنے ساتھ وطن لے جانے کی درخواست پیش کرنے کا یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت زید رضی اللہ عنہ غلام نہیں رہ گئے تھے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خلعت آزادی سے سرفراز فرما چکے تھے اور وہ اپنی مرضی کے پوری طرح مختار تھے لیکن ظاہر ہے کہ خدمت بابرکت اور صحبت پر سعادت کی لذت ان کو کہاں جانے دیتی تھی۔

حضرت زید بن حارثہؓ کے بارے میں پہلے بھی بتایا جا چکا ہے وہ یمن کے باشندہ تھے اور بچپن میں جب کہ ان کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ کچھ قریش مکہ ان کو پکڑ کر لائے تھے اور بطور غلام بازار میں فروخت کر ڈالا تھا' حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لئے ان کو خرید لیا تھا۔

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں تو انہوں نے زید کو بطور ہدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا بیٹا بنالیا۔ اور اپنی آزاد کردہ لونڈی ام ایمن سے ان کا نکاح کر دیا' ام ایمن کے بطن سے حضرت اسامہؓ پیدا ہوئے' بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ کا دوسرا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بنت جحش سے کیا جن کو کچھ دنوں بعد حضرت زیدؓ نے طلاق دے دی بعض حضرات کے قول کے مطابق بیس سال چھوٹے تھے۔ بدر اور دوسرے غزووں میں شریک ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ان کا بھائی چارہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالبؓ کے ساتھ قائم کیا تھا۔ غزوۂ موتہ ۸ھ میں بعمر ۵۵ سال شہید ہوئے۔

اسامہ رضی اللہ عنہ کے تئیں شفقت و محبت کا اظہار

(۴۱) وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍؓ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم هَبَطْتُ وَهَبَطَ النَّاسُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَقَدْ أُصْمِتَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَضَعُ يَدَيْهِ عَلَيَّ وَيَرْفَعُهُمَا فَاَعْرِفُ اَنَّهُ يَدْعُوْلِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضعیف ہو گئے میں مدینہ آیا اور دوسرے لوگ بھی آئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوا جب کہ وہ چپ کر دیئے گئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات نہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے پھر اٹھا لیتے میں نے معلوم کیا آپ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے)

تشریح: "ثقل" مرض الموت کی شدت کی طرف اشارہ ہے۔ "ھبط" ملاقات اور عیادت کے لیے آنے اور اترنے کے معنی میں ہے۔ "اُصمت" یعنی شدت مرض کی وجہ سے آپ غنودگی میں تھے اور باتیں بند ہو گئی تھیں یہ ایک حالت کا واقعہ ہے ورنہ دوسری حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کے لیے جنگی جھنڈے باندھ کر رخصت فرمایا تھا اور یہ آخری ملاقات تھی لیکن شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ حضرت اسامہ کا لشکر جب مدینہ سے کچھ باہر پڑاؤ کیے ہوئے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں شدت آ گئی تو اس وقت حضرت اسامہ عیادت کے لیے حاضر ہوئے تھے یہ اس وقت کی بات ہے کہ شدت مرض کی وجہ سے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کلام نہیں کر سکتے تھے۔ "یرفعھا" یعنی ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے اور اشارہ فرماتے جس سے میں نے اندازہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دعا فرما رہے ہیں۔

(۴۲) وَعَنْ عَآئِشَةَؓ قَالَتْ اَرَادَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم اَنْ يُنَحِّيَ مُخَاطَ أُسَامَةَ قَالَتْ عَآئِشَةُ دَعْنِيْ حَتّٰى اَنَا الَّذِيْ اَفْعَلُ وَقَالَ عَآئِشَةُ اَحِبِّيْهِ فَاِنِّيْ اُحِبُّهُ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اسامہ کا آب بینی دور کریں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں دور کرتی ہوں فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا اسے دوست رکھ اس لیے کہ میں اسے دوست رکھتا ہوں۔ (ترمذی)

۴۳ وَعَنْ اُسَامَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا اِذْجَآءَ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَسْتَاْذِنَانِ فَقَالَا لِاُسَامَةَ اسْتَاْذِنْ لَنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَسْتَاْذِنَانِ فَقَالَ اَتَدْرِيْ مَاجَآءَ بِهِمَا قُلْتُ لَاقَالَ الٰكِنِّيْ اَدْرِيْ اِئْذَنْ لَهُمَا فَدَخَلَا فَقَالَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ اَيُّ اَهْلِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ (صلى الله عليه وسلم) قَالَ مَاجِئْنٰكَ نَسْأَلُكَ عَنْ اَهْلِكَ قَالَ اَحَبُّ اَهْلِيْ اِلَيَّ مَنْ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْهِ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَا ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلْتَ عَمَّكَ اٰخِرَ هُمْ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا سَبَقَكَ بِالْهِجْرَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذُكِرَ اَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ فِيْ كِتَابِ الزَّكٰوةِ

ترجمہ: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ آئے ان دونوں نے آ کر اندر آنے کی اجازت طلب کی ان دونوں نے اسامہ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے لیے اجازت طلب کرو میں نے کہا اے اللہ کے رسول علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ اجازت طلب کرتے ہیں فرمایا تجھے علم ہے وہ کیوں آئے ہیں لیکن میں جانتا ہوں ان کو اجازت دو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم اس لیے آئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں سے آپ کو کون محبوب ہے۔ فرمایا فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے کہا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے نہیں بلکہ متعلقین سے پوچھتے ہیں فرمایا وہ شخص جس پر اللہ نے انعام کیا اور میں نے انعام کیا اسامہ بن زید ہیں انہوں نے کہا پھر کون ہے کہا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول اپنے چچا کو تو نے آخر میں کر دیا فرمایا علی رضی اللہ عنہ ہجرت میں آپ سے سبقت لے گیا ہے۔ (ترمذی)

تشریح: ''ما جئناک نسالک'' یعنی ہم آپ کی ولاد کی محبوبیت کے بارے میں سوال نہیں کرتے' بلکہ آپ کے دیگر اقارب اور رشتہ داروں کے بارے میں معلوم کرتے ہیں کہ ان میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسامہ رضی اللہ عنہ اور پھر علی رضی اللہ عنہ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے اپنے چچا کو پیچھے ڈال دیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے پہلے ہجرت فرمائی ہے اس لیے سبقت لے گیا اسی سبقت کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یوں اشارہ کیا:

سبقتکم علی الاسلام طرًا ۔۔۔ زمانًا ما بلغت أو انّ حلمی

الفصل الثالث... حسن ابن علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے

(۴۴) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ وَمَعَهُ عَلِيٌّ ص فَرَاَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهُ عَلٰى عَاتِقِهِ قَالَ بِاَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَيْسَ شَبِيْهًا بِعَلِيٍّ ص وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ (بخاری)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن حارث سے روایت ہے کہ ابوبکر نے عصر کی نماز پڑھائی پھر نکلے چلتے تھے ان کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے کندھے پر اٹھایا اور فرمانے لگے میرا باپ ان پر فدا ہو ان کی مشابہت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں ہے یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنستے رہے۔ (بخاری)

تشریح: ''لیس شبیھا بعلی'' یعنی حضرت حسن اپنے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جسمانی مشابہت نہیں تھی لہٰذا اس حدیث سے شیعہ شنیعہ کے فرقہ غرابیہ پر رد ہو گیا ہے جو کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی آپس میں ایسے مشابہ تھے جس طرح ایک کوا دوسرے کوے کے مشابہ ہوتا ہے اس لیے جبرئیل فرق نہ کر سکے اور وحی بجائے علی کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لے آئے اور نبوت اس طرف چلی گئی' بعض بد بخت شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح علی سے کیا اور اس کے بدلے ان سے نبوت لے لی' فلعنة الله علی ھؤلاء الکفرة الفجرة لعنًا کبیرًا و دمرھم تدمیرًا۔

شہید اعظم رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے ساتھ ابن زیاد کا تمسخر و استہزاء

(۴۵) عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِيَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ فَجُعِلَ فِيْ طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِيْ حُسْنِهٖ شَيْئًا قَالَ اَنَسٌ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ (رواہ البخاری) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ زِيَادٍ فَجِيْءَ بِرَاسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ يَضْرِبُ بِقَضِيْبٍ فِيْ اَنْفِهٖ وَيَقُوْلُ مَارَاَيْتُ مِثْلَ هٰذَا حُسْنًا فَقُلْتُ اَمَا اِنَّهٗ كَانَ مِنْ اَشْبَهِهِمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین کا سر لایا گیا اس کو ایک طشت میں رکھا گیا وہ اس کو چھڑی سے چھیڑنے لگا اور ان کے حسن پر کچھ طعن کی بات کی انس کہتے ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم یہ سب اہل بیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتے تھے ان کے سر پر وسمہ لگا ہوا تھا۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا وہ چھڑی لے کر ان کے ناک میں مارنے لگا اور کہتا تھا میں نے اس کی مثل کوئی حسین نہیں دیکھا میں نے کہا آگاہ رہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کو بہت مشابہت حاصل تھی اور کہا یہ حدیث صحیح حسن غریب ہے۔

تشریح: اور طبرانیؒ نے حضرت انسؓ کے الفاظ یوں نقل کئے ہیں کہ جب عبید اللہ ابن زیاد اپنی اس چھڑی سے جو اس کے ہاتھ میں تھی حضرت حسینؓ کی آنکھ اور ناک کو کوچنے لگا تو میں نے کہا (ارے بدبخت) اپنی چھڑی ہٹالے' جن جگہوں کو تو اپنی چھڑی سے کوچ رہا ہے وہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ رکھا ہوا دیکھا ہے اور بزارؒ کی روایت میں حضرت انس کے الفاظ یوں ہیں کہ میں نے عبید اللہ ابن زیاد کو مخاطب کر کے کہا' جہاں تو اپنی چھڑی سے کوچ رہا ہے وہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونگھتے دیکھا ہے میرے یہ کہنے پر ابن زیاد نے اپنی چھڑی ہٹالی۔

بہر حال عبید اللہ ابن زیاد وہ شخص ہے جو کوفہ میں یزید ابن معاویہ کا گورنر تھا اور یزید نے اسی کو اس لشکر کا کماندار بنایا تھا جو حضرت حسینؓ کو شہید کرنے کیلئے متعین ہوا تھا' اس شخص نے جس بے دردی سے حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء واعزاء کو قتل کرایا اور پھر بعد میں حضرت حسینؓ کے سر مبارک کے ساتھ جس تمسخر و استہزاء بلکہ حقارت وتنفر کا سلوک کیا وہ اس کی شقاوت قلبی کا ثبوت ہے چنانچہ خود اس کو قدرت کے انتقام کا اس طرح شکار ہونا پڑا کہ ۶۶ھ میں مختار ابن ابی عبید کے زمانہ میں بمقام موصل ابراہیم ابن مالک ابن الاشتر النخعی کے ہاتھوں اپنے بہت سارے لوگوں کے ساتھ موت کے گھاٹ اترا' اور ذخائر میں عمارۃ بن عمیر کی روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا جب میدان جنگ سے ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سرتن سے جدا کر کے شہر کی جامع مسجد میں لائے گئے تو اس وقت مسجد کے چبوترہ میں میں بھی موجود تھا' ابن زیاد کا کٹا ہوا سر وہاں رکھا تھا' اچانک لوگوں نے ایک طرف کو دیکھ کر چلانا شروع کیا وہ آیا وہ آیا' میں نے جو دیکھا تو ایک سانپ تیزی سے ابن زیاد کے سر کی طرف چلا آرہا تھا اور آناً فاناً اس کے نتھنے میں گھس گیا' کچھ دیر وہ اندر رہا پھر باہر نکل کر چلا گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ آیا وہ آیا کا شور پھر بلند ہوا اور وہ سانپ تیزی سے آکر ابن زیاد کے نتھنے میں گھس گیا اور کچھ دیر رہ کر پھر نکلا اور چلا گیا' یہ عجیب وغریب ماجرا دو یا تین بار پیش آیا۔

''پھر اس نے اس کے حسن کے بارہ میں کچھ کہا'' اس جملہ کا ایک مطلب تو یہ ہوسکتا ہے کہ ابن زیاد نے حضرت حسینؓ کا سر مبارک دیکھ کر ان کے حسن اور ان کی خوبصورتی کے بارے میں کوئی عیب جو یانہ بات کہی' لیکن ایک مطلب جو ترمذیؒ کی روایت سے ظاہر بھی ہوتا ہے یہ ہوسکتا ہے کہ ابن زیاد نے اس وقت حضرت حسین کے حسن و جمال کے بارہ میں تعریف وتحسین کے اس طرح مبالغہ آمیز الفاظ استعمال کئے جیسے کوئی مذاق اڑانے والا کیا کرتا ہے وہ الفاظ ظاہر تو تعریف کے تھے مگر حقیقت میں اس خوشی کے اظہار کے لئے جو اس بدبخت کو حضرت حسینؓ کے قتل سے حاصل ہوئی تھی تمسخر و استہزاء کے طور پر تھے۔

ایک خواب اور ایک پیشین گوئی

(۴۶) وَعَنْ ام الفضل بنت الحارثؓ انها دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يارسول الله انى رايت حلما منكرا الليلة قالم وما هو قالت انه شديد قال وما هو قالت رايت كان قطعة من حسدك قطعت ووضعت فى حجرى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم رايت خيرا تلد فاطمة انشآء الله غلاما يكون فى حجرك فولدت فاطمة الحسين وكان فى حجرى كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فدخلت يوما على رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضعته فى حجره ثم كانت منى التفانة فاذا عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم تهريقان الدموع قالت فقلت يانبى الله يابى انت وامى مالك قال اتانى جبرئيل عليه السلام فاخبرنى ان امتى سقتل ابنى هذا فقلت هذا قال نعم واتانى بترية من تربيه حمرآء

ترجمہ: حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہوئی کہا اے اللہ کے رسول میں نے آج رات ایک برا خواب دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا ہے اس نے کہا وہ بہت سخت ہے فرمایا وہ کیا ہے اس نے کہا میں نے دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ ان شاء اللہ فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو تیری گود میں آئے گا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حسین پیدا ہوئے اور پھر میری گود میں آئے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گئی میں نے حسین کو اٹھا کر اپنی گود میں لے لیا میں کسی اور طرف دیکھنے لگی اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آئیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کیوں روتے ہیں فرمایا حضرت جبرئیل میرے پاس آئے ہیں انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کر دے گی میں نے کہا اس کو فرمایا ہاں اور اس نے مجھے اس کی سرخ مٹی لا کر دکھلائی ہے۔

تشریح: ''حلمًا'' خواب کو حلم کہتے ہیں خصوصاً جبکہ خواب پراگندہ ہو۔ ''منکراً'' یعنی ڈراؤنا ہیبت ناک خواب دیکھا ہے۔ ''انه شديد'' یعنی اتنا ڈراؤنا اور سخت ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتی۔ ''حجری'' گود کو حجر کہتے ہیں پرورش کے معنی میں بھی آتا ہے یہاں گود مراد ہے آنے والے لفظ میں دونوں معنی لیے جاسکتے ہیں۔ ''التفاتة'' یعنی میری نگاہ دوسری طرف چلی گئی۔ ''تهريقان'' یعنی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

''ستقتل ابنی'' آنحضرت کی یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوگئی اور یزید کے حکم پر عبیداللہ بن زیاد بصرہ سے فوری طور پر آیا اور کوفہ کا گورنر بن گیا اور اس نے ذاتی دلچسپی اور بغض و عداوت کی بنیاد پر حضرت حسین کو شہید کر دیا' آپ کے اسی 80 ساتھی بھی مقام کربلا میں آپ کے ساتھ شہید کر دیئے گئے' اسلام کو سفید چادر پر قتل حسین ایک بدنما سیاہ دھبہ ہے جو یزید کی گردن پر ہے۔

قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے   اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

شہادت حسین کے بعد ایک ہاتف غیبی نے یہ اشعار سنائے:

ماذا تقولون ان قا الرّسول لكم   ماذا فعلتم وأنتم آخر الأمم

ترجمہ: اگر تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سوال کرے کہ تم نے حسین کے ساتھ یہ کیا کیا حالانکہ تم بہترین امت میں تھے۔

بعترتى وأولادى بعد مفتقدى   منهم اسارى ومنهم ضرجوا بدم

ترجمہ: میری وفات کے بعد تم نے میرے اہل بیت اور میری اولاد کے ساتھ یہ کیا کیا؟ کہ ان میں سے کچھ تو گرفتار ہیں اور کچھ اپنے خون میں لت پت پڑے ہیں۔

شہادت حسین ابن علیؓ اور عبداللہ ابن عباسؓ کا خواب

(۴۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِيْمَا يَرَى النَّآئِمُ ذَاتَ يَوْمٍ بِنِصْفِ النَّهَارِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِيَدِهٖ قَارُوْرَةٌ فِيْهَا دَمٌ فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَاهٰذَا قَالَ هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَاَصْحَابِهٖ لَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُهٗ مُنْذُالْيَوْمِ فَاُحْصِيَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ فَاُجِدُ قُتِلَ ذٰلِكَ الْوَقْتَ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَآئِلِ النُّبُوَّةِ وَاَحْمَدُ الْاَخِيْرَ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال پراگندہ اور پاؤں خاک آلودہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں شیشی ہے اس میں خون ہے میں نے کہا میرا ماں باپ آپ پر قربان ہو یہ کیا ہے فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے میں آج ہمیشہ سے اس کو چنتا رہا ہوں۔ ابن عباس نے کہا میں نے اس وقت کو یاد رکھا ہے میں نے پایا کہ حسین اسی وقت قتل ہوئے ہیں روایت کیا ان دونوں کو بیہقی نے اور احمد نے صرف آخری کو۔

تشریح: "فاحصی ذلک الوقت" یہ حضرت ابن عباس کا کلام ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے خواب دیکھا تھا اس کی تاریخ میں نے یاد رکھی پھر جب حضرت حسین کی شہادت کی خبر آئی تو معلوم ہوا کہ اسی تاریخ میں آپ کو شہید کر دیا گیا تھا جس وقت میں نے خواب دیکھا تھا۔ "التقطه" یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے جو خواب میں ہوا ہے۔ "فاجد" مضارع کا صیغہ لائے ہیں تا کہ اس سے ایک عجیب وغریب کیفیت سامنے آجائے۔

اہل بیت کو عزیز ومحبوب رکھو

(۴۸) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ وَاَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِيْ لِحُبِّيْ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ وہ اپنی نعمتوں سے تمہاری پرورش کرتا ہے مجھ سے محبت کرو اللہ سے محبت کرنے کی وجہ سے اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ (ترمذی)

تشریح: "یغذوکم" ای یرزقکم وہ تمہیں رزق دیتا ہے انسان کے ساتھ جب کوئی دوسرا انسان احسان کرتا ہے تو وہ اس کا غلام بن جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا احسان ماننا چاہئے! "لحب الله" یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت کی بنیاد پر مجھ سے محبت رکھو کیونکہ میں ان کا رسول ہوں اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو کیونکہ میں تمہارا رسول ہوں۔

اہل بیت اور کشتی نوح میں مماثلت

(۴۹) وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّؓ اَنَّهٗ قَالَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِبَابِ الْكَعْبَةِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ اَلَآ اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جبکہ انہوں نے کعبہ کے دروازے کو پکڑا ہوا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میرے اہل بیت کی مثال تم میں اس طرح ہے جس طرح نوح علیہ السلام کی کشتی تھی اس میں جو سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا ہلاک ہو گیا۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

تشریح: "مثل سفینة نوح" اہل بیت کی تشبیہ کشتی نوح کے ساتھ اس لیے دی گئی ہے کہ حضرت نوح کی کشتی اپنے تمام سواروں کو اللہ کے حکم سے بچا کر لے گئی اور کشتی کے مخالف سارے غرق ہو گئے یہاں بھی جو لوگ اہل بیت سے عقیدت رکھیں گے وہ بچ جائیں گے اور جو عقیدت کی اس کشتی میں نہیں بیٹھیں گے وہ غرق ہو جائیں گے لیکن یہاں اہل بیت سے محبت وتعلق رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام کے حکم کے مطابق تعلق ہو اپنی

خواہشات کے مطابق تعلق نہ ہو جس طرح شیعہ کی محبت ہے جو درحقیقت محبت وعقیدت نہیں بلکہ ایک قسم عداوت ہے پوری شریعت کا انکار کیا اور اہل بیت کی محبت کو اس کے لیے ڈھال بنا دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کی تشبیہ کشتی نوح سے دی ہے اور صحابہ کرام کی تشبیہ آسمان کے ستاروں سے دی ہے اس میں اشارہ ہے کہ کشتی صحیح سمت میں تب چلے گی جبکہ ستاروں سے رہنمائی حاصل کی جائے یعنی اہل بیت اور صحابہ دونوں سے محبت رکھے۔

ادھر تبلیغی جماعت والے بھی کہتے ہیں کہ ہماری جماعت کشتی نوح ہے جو اس میں آگیا بچ گیا ورنہ غرق ہو گیا ان کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ یہ خود کشتی نوح نہیں بنے، کس قرآن وحدیث نے ان کو کشتی نوح کہا ہے؟ یہ تو ان کی صرف تمنائیں ہیں اور بے جا اپنی تعریفات ہیں حقیقت کچھ اور ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند الفاظ بھی ملاحظہ ہوں جو اس حدیث کی تشریح میں انہوں نے لکھے ہیں فرمایا: ''**وتو ضیحه انّ من لم يدخل السّفينة كالخوارج هلك مع الهالكين في أوّل وهلة ومن دخلها ولم يهتد بنجوم الصّحابة كالرّوافض ضلّ ووقع في ظلمات ليس بخارج منها**'' یعنی اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ جو لوگ اس کشتی میں نہیں بیٹھے وہ ہلاک ہو گئے؟ لیکن جو لوگ اہل بیت کی کشتی میں بیٹھ گئے مگر صحابہ کے ستاروں سے رہنمائی حاصل نہیں کی تو وہ بھی ایسے اندھیروں میں ڈوب گئے کہ نکلنا ممکن نہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مناقب کا بیان

قال الله تعالىٰ: (اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ) (الاحزاب:6)

ازواج مطہرات بیت سکنیٰ کی قسم اہل بیت میں داخل ہیں، صاحب مشکوٰۃ نے مناقب اہل بیت کے بعد مستقل باب میں ازواج مطہرات کا ذکر کیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ازواج مطہرات اہل بیت سے خارج ہیں، اہل بیت کا پہلا مصداق تو ازواج مطہرات ہیں لیکن ازواج کے مناقب کا سلسلہ زیادہ لمبا تھا الگ احادیث تھیں اس لیے صاحب مشکوٰۃ نے اہتمام کے ساتھ الگ عنوان کے تحت ان کا ذکر کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی شادیاں کی تھیں اور اپنی امت کو چار شادیوں کی اجازت دی ہے لہٰذا اس امت میں عورتوں کے حقوق کی وضاحت اور اس کا اہتمام تمام امتوں سے زیادہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی تھی لہٰذا ان کے مذہب میں عورتوں کے حقوق کی وہ تفصیل نہیں مل سکتی، جو تفصیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں مل سکتی ہے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد اور نام:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کل ازواج کی تعداد گیارہ تھی اور آپ کی وفات کے وقت 9 بیویاں موجود تھیں، آپ کی تمام بیویاں گیارہ تھیں جن کے نام یہ ہیں: (1) حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مکہ مکرمہ میں ہوا تھا، ہجرت نبوی سے تین سال پہلے مکہ میں ان کا انتقال ہوا۔ (2) حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا تھا 54ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (3) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 10ھ میں ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مکہ مکرمہ میں ہوا تھا اور مدینہ میں یکم ہجری میں رخصتی ہوئی، 57ھ میں ان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا ابوبکر صدیق کی بیٹی تھیں۔

(4) حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح 3ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا اور 45ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(5) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح 3ھ میں ہوا چند ہی ماہ بعد ان کا انتقال ہوا۔ (6) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے آپ کا نکاح 4ھ میں ہوا اور حضرت ام سلمہ کا انتقال 59ھ میں ہوا ایک قول کے مطابق 62ھ میں ہوا۔ (7) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح 5ھ میں ہوا اور ان کا انتقال 20ھ میں ہوا۔ (8) حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حبشہ میں نجاشی بادشاہ کے ذریعہ سے ہوا، نجاشی نے چار ہزار درہم دیکر نکاح

پڑھایا' 44ھ میں ام حبیبہ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ (9) حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' غزوۂ بنی المصطلق میں قید ہو کر آئیں 6ھ میں یہ غزوۂ ہوا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کیا اور 6ھ میں ان سے نکاح کیا' ان کے خاندان کے سینکڑوں لوگ غلام تھے' صحابہ کرام نے سب کو آزاد کیا کہ یہ اب آنحضرت کے سسرال کے لوگ بن گئے ہیں' 56ھ میں حضرت جویریہ کا انتقال ہوا۔ (10) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت ابن عباس کی خالہ تھیں 7ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا' مکہ و مدینہ کے درمیان وادی فاطمہ کے پاس مقام سرف میں نکاح ہوا' اسی جگہ میں شب زفاف ہوئی' اسی جگہ میں ان کا 61ھ میں انتقال ہو گیا اور اسی جگہ میں برلب سڑک ان کی قبر بنی ہے۔ (11) حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہا' 7ھ میں غزوۂ خیبر میں قید ہو گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کیا اور پھر ان سے خیبر سے واپسی پر راستے میں نکاح کیا۔ 52ھ میں ان کا انتقال ہوا ان گیارہ ازواج مطہرات میں سے صرف دو یعنی خدیجۃ الکبریٰ اور زینب بنت خزیمہ کا انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہوا' باقی نو کا انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ہوا۔ ازواج مطہرات کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار کنیزائیں بھی تھیں ان میں سے ایک کا نام حضرت ماریہ قبطیہ تھا' دوسری کا نام حضرت ریحانہ تھا اور دو اور تھیں۔

تعدد ازواج کی حکمت:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازواج پر بھی اعداء اسلام اور ملحدین اعتراض کرتے ہیں کہ اتنی زیادہ شادیاں کرنا دنیا کی محبت اور تعیش اور عیش و عشرت کی علامت ہے ایک نبی کے لیے یہ کیا مناسب ہے کہ اتنی زیادہ شادیاں کرے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی شادیاں کی ہیں وہ نفسانی خواہش کے تحت نہیں تھیں بلکہ اس کے دیگر نیک مقاصد تھے' اگر آپ صرف خواہش نفس کے لیے شادیاں کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوانی کی عمر میں پہلی شادی ایسی خاتون سے نہ کرتے جن کی عمر چالیس سال تھی اور دو دفعہ بیوہ ہو چکی تھیں' پھر جب تک وہ زندہ تھیں آپ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی' ان کی وفات کے بعد بھی آپ نے دوسری شادی ایک بیوہ خاتون سے کی یہاں تک کہ آپ کی گیارہ بیویوں میں سے صرف ایک زوجہ محترمہ کنواری تھیں جس کا نام عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی اور پیغمبرانہ طاقت کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ اس سے بھی زیادہ شادیاں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کے چالیس مردوں کی طاقت عطا فرمائی تھی اس کے باوجود آپ نے چند بیوہ خواتین کے ساتھ اپنے آپ کو روکے رکھا یہ آپ کی بڑی قربانی تھی' یہود نا بہبود نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام پر تو اعتراض نہیں کیا جنہوں نے سو سو بیویوں کے ساتھ شادی کی تھی اور محمد عربی کی چند شادیوں پر اعتراض کرتے ہیں جبکہ عرب میں ان شادیوں کا عام رواج تھا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے جس قبیلہ میں شادی کی وہ قبیلہ اسلام کے قریب ہوا اور اسلام اور مسلمانوں سے ان کی عداوت میں کمی آ گئی اور بہت سارے مسلمان ہو گئے' حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح سے ان کے خاندان کے تین سو غلام آزاد کر دیئے گئے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم پیغمبر تھے' ان کی تعلیمات ہمہ گیر تھیں' گھریلو تعلیمات کو امت کے سامنے پیش کرنے کے لیے ازواج مطہرات کی اشد ضرورت تھی تاکہ ازدواجی زندگی کے مخفی گوشوں سے متعلق عائلی شرعی نظام اور تدبیر منزل سے متعلق تمام پہلو باہر کے معاشرے تک آسانی سے پہنچ جائیں اور چونکہ یہ کام اسلامی نظام اور اس کے مسائل پر مشتمل بہت بڑا اور وسیع کام تھا جس کو ایک یا دو خواتین آسانی سے سرانجام نہیں دے سکتی تھیں اس لیے عقلی اور شرعی تقاضا تھا کہ اس کام کو سنبھالنے کے لیے خواتین کی اچھی خاصی ایک جماعت ہو' اس مقصد اور اس حکمت کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی شادیاں کیں اور الحمد للہ یہ کام بحسن و خوبی پایہ تکمیل تک پہنچ گیا جبکہ اس پورے مبارک نظام سے عیسائی اقوام محروم ہیں' ان کے ہاں نہ بیویوں کے حقوق کا کوئی تعین ہے اور نہ عورتوں سے متعلق حیض و نفاس اور طلاق و نکاح اور عدت و نفقاتِ زوجات کا کوئی معقول نظام ہے اس لیے کہ ان کے نبی حضرت عیسیٰ نے کوئی شادی نہیں کی تھی لہٰذا وہ اس نظام کا عملی نمونہ اپنی امت کے سامنے پیش نہیں کر سکتے تھے' تعلیمات کی حد تک کچھ ہوگا مگر آج وہ بھی عیسائیوں کے ہاتھ میں نہیں ہے اس لیے انہوں نے یہ قوانین خود اپنی طرف سے بنا لیے۔ ہم اپنے مبارک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مبارک طریقوں پر پوری دنیا کے سامنے فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

جہاں تک آپکی تقلید ہے اسی حد تک سلیقۂ بشریت بشر کو ملتا ہے

الفصل الاول ..... خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

(۱) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ(متفق عليه). وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ وَاَشَارَ وَكِيْعٌ اِلَى السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے اپنے زمانہ میں سب عورتوں سے افضل مریم بنت عمران تھیں اور اس امت کی افضل خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ (متفق علیہ) ایک روایت میں ہے ابو کریب نے کہا وکیع نے آسمان اور زمین کی طرف اشارہ کیا۔

تشریح: ''خیر نسائها مریم'' یہاں مضاف الیہ میں مؤنث کی ضمیر ہے جس کا مرجع پہلے نہیں ہے تو یہ اضمار قبل الذکر ہے' اس کا کیا جواب ہے؟ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام سے اس کے دو جواب معلوم ہوتے ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ یہ ضمیر دنیا کی طرف راجع اور دنیا ان الفاظ میں سے ہے جس کی طرف اضمار قبل الذکر جائز ہے تو اصل عبارت اس طرح ہے: خیر نسآء الدنیا ای فی زمانها مریم' اپنے زمانے کی عورتوں میں حضرت مریم دنیا کی ساری عورتوں سے افضل تھیں۔ ملا علی قاری نے اس کے بعد دوسرا جواب دیا کہ خیر نسائها خبر مقدم ہے اور مریم مبتداء مؤخر ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے ''مریم خیر نسآء زمانها'' اس طرح اضمار قبل الذکر کا اعتراض ختم ہو گیا۔ ملا علی قاری نے اس کو پسند کیا ہے۔ اس سے وہ سوال بھی ختم ہو گیا کہ حضرت مریم کو جب پوری دنیا کی عورتوں پر فضیلت دی گئی تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کہاں گئی؟ کیونکہ جب اپنے اپنے زمانے کی فضیلت کی بات ہوئی تو کوئی اعتراض نہ رہا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان خواتین کے درمیان فضیلت کا فیصلہ ایک روایت سے بھی کیا ہے وہ روایت یہ ہے۔ ''خدیجة خیر نسآء عالمها و مریم خیر نسآء عالمها و فاطمة خیر نسآء عالمها'' (ترمذی و نسائی مرسلا) یعنی خدیجہ اپنے زمانے میں سب سے بہتر تھی' مریم اپنے زمانے میں سب عورتوں سے بہتر اور فاطمہ اپنے زمانے میں سب سے بہتر ہے۔

''وأشار وکیع الی السّمآء والارض'' اس سے راوی نے اسی اشکال کو دور کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وکیع نے آسمان اور زمین کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ضمیر آسمان و زمین یعنی دنیا اور زمانہ کی طرف لوٹتی ہے۔

(۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَتٰى جِبْرَئِيْلُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ خَدِيْجَةُ قَدْ اَتَتْ مَعَهَا اِنَاءٌ فِيْهِ اِدَامٌ اَوْ طَعَامٌ فَاِذَا اَتَتْكَ فَاَقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّيْ وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَاصَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک برتن لے کر آ رہی ہیں جس میں سالن اور کھانا ہے جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اس کے رب اور میری طرف سے اس کو سلام کہیں اور جنت میں ایک ایسے گھر کی خوشخبری دیں جو کھو کھلے موتی سے ہے اس میں نہ شور ہے نہ رنج۔ (متفق علیہ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خصوصی فضیلت

(۳) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَاغِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِنْ نِّسَاءِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَمَا رَاَيْتُهَا وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهٗ كَاَنَّهٗ لَمْ تَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَاَةٌ اِلَّا خَدِيْجَةَ فَيَقُوْلُ اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ(متفق عليه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں کسی پر میں نے اس قدر غیرت نہیں کی جس قدر خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کی۔ حالانکہ میں نے اس کو دیکھا بھی نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بہت زیادہ یاد کرتے۔ بعض

اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح کرتے پھراس کے بہت سے ٹکڑے کرتے اور خدیجہ کی سہیلیوں کی طرف بھیجتے بعض اوقات میں کہہ دیتی دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت ہی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے وہ ایسی تھی اور میری اس سے اولاد ہے۔(متفق علیہ)

تشریح:''ماغوت''غیرت حمیت اور ذلت کے کاموں سے انکار کے معنی میں ہے۔''ماغوت علی خدیجه''پہلے جملہ میں جولفظ ''ما''ہے وہ نفی کے معنی میں ہے اور دوسرے جملہ میں''ما''موصولہ یا مصدریہ ہے۔''ای ماغوت مثل الذی غرتها اومثل غیرتی علیها''''صدائق''صدیقة کی جمع ہے' سہیلی کو کہتے ہیں۔''انها کانت و کانت''یعنی خدیجہ ایسی ہی تھی' ان کا کیا کہنا تم جو کہہ رہی ہو خدیجہ ایسی ہی تھی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جملہ کو تاکید کے لیے مکرر لائے ہیں ای کانت صوّامة قوامة محسنة مشفقة. "منها ولد" اس جملہ میں نفسیاتی انداز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو جواب دیا ہے کہ جو کچھ بھی ہو خدیجہ سے میری اولاد ہے تمہارا تو کوئی بچہ بھی نہیں ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ کے بطن سے تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

(۴) وَعَنْ اَبِیْ سَلْمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَاعَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا هٰذَا جِبْرَئِیْلُ یُقْرِئُکِ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَیْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَتْ وَهُوَیَرٰی مَالَا اَرٰی (متفق علیه)

ترجمہ:حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہ جبرئیل ہیں جو تجھ کو سلام کہتے ہیں انہوں نے کہا اور ان پر بھی سلام ہو پھر کہا وہ دیکھتے ہیں اس چیز کو جو میں نہیں دیکھتی۔(متفق علیہ)

تشریح:''هذا جبرائیل یقرئک السلام''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلام کے پہنچانے کا واسطہ بنے' یہ الگ مصلحت ہے اور حضرت جبرئیل سلام کرنے والے بنے یہ الگ فضیلت ہے حضرت خدیجہ کو جبرئیل نے سلام خود نہیں کیا بلکہ پیغام دیا اور حضرت عائشہ کو خود سلام کیا' ظاہر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل امین کو سلام کرنے کا حکم ملا ہوگا' اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عائشہ کا کتنا بلند مقام ہے۔''هویری''یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ کچھ دیکھ پا رہے ہیں جو میں نہیں دیکھ سکتی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

(۵) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اُرِیْتُکِ فِیْ الْمَنَامِ ثَلٰثَ لَیَالٍ یَجِیْئُ بِکِ الْمَلَکُ فِیْ سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِیْرٍ فَقَالَ لِیْ هٰذِهِ اَمْرَاَتُکَ فَکَشَفْتُ عَنْ وَجْهِکِ الثَّوْبَ فَاِذَا اَنْتِ هِیَ فَقُلْتُ اِنْ یَّکُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ یُمْضِهٖ (متفق علیه)

ترجمہ:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین راتوں تک تو مجھ کو خواب میں دکھلائی گئی۔فرشتہ ریشمی کپڑے کے ٹکڑے میں تیری تصویر لاتا رہا فرمایا یہ تیری بیوی ہے میں نے تیرے چہرے سے کپڑا اٹھایا وہ تو ہی تھی۔میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر مقدر ہے تو ہو کر رہے گا۔(متفق علیہ)

تشریح:''اریتک''یعنی تین رات مسلسل تم مجھے خواب میں دکھائی گئی۔''فی سرقة من حریر''سرقة میں سین' را اور قاف تینوں حروف پر زبر ہے' ریشمی کپڑے کے ایک ٹکڑے کو کہتے ہیں۔''فقال لی''یعنی فرشتہ نے مجھے بتایا کہ یہ دنیا وآخرت میں آپ کی بیوی ہے۔''فاذا انت هی''یعنی ایک تصویر مجھے ریشمی کپڑے میں لا کر دی گئی میں نے جب کپڑا کھولا تو وہ تصویر تیری ہی تھی۔''یمضه''یعنی میں نے فرشتہ سے کہا کہ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور پراگندہ خواب نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرمائے گا اور یہ نکاح ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی امتیازی فضیلت

(٦) وَعَنْهَا قَالَتْ اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ رضی الله عنها يَبْتَغُوْنَ بِذَالِكَ مَرْضَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقَالَتْ اِنَّ نِسَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم كُنَّ حِزْبَيْنِ فَحِزْبٌ فِيْهِ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَوْدَةُ وَالْحِزْبُ الْاٰخَرُ اُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَكَلَّمَ حِزْبُ اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يُكَلِّمُ النَّاسَ فَيَقُوْلُ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْدِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَلْيُهْدِهِ اِلَيْهِ حَيْثُ كَانَ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ لَهَا لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَاِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَاْتِنِيْ وَاَنَا فِيْ ثَوْبِ امْرَاَةٍ اِلَّا عَائِشَةَ قَالَتْ اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اَذَاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ اِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ فَاَرْسَلْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ اَلَا تُحِبِّيْنَ مَا اُحِبُّ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَاَحِبِّيْ هٰذِهٖ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا لوگ اپنے اپنے ہدایا کے ساتھ میری باری کے دن قصد کرتے تھے اس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی چاہتے اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں دو گروہوں میں تقسیم تھیں۔ ایک گروہ عائشہ رضی اللہ عنہا' صفیہ رضی اللہ عنہا' حفصہ رضی اللہ عنہا' اور سودہ رضی اللہ عنہا تھیں دوسرے میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیویاں تھیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گروہ نے اسے کہا کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر ان سے کہیں کہ وہ سب لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ جہاں بھی ہوں اپنے اپنے ہدایا وہیں بھیج دیا کریں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی آپ نے اس سے منع فرمایا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مجھ کو ایذا نہ دو۔ تم میں سے کسی کے لحاف میں مجھ پر وحی نہیں اترتی سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اللہ کی طرف اس بات سے توبہ کرتی ہوں کہ آپ کو تکلیف دوں پھر انہوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اس نے آپ سے بات چیت کی آپ نے فرمایا اے بیٹی میں جس سے محبت رکھتا ہوں تو اس سے محبت نہیں رکھتی اس نے کہا کیوں نہیں فرمایا پھر عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھ (متفق علیہ) انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں فضل عائشۃ علی النساء ابوموسیٰ کی روایت سے باب بدء الخلق میں گذر چکی ہے۔

تشریح: ''یتحرون'' تحری سوچ و بچار اور بہتر شئی کی جستجو کو کہتے ہیں' مراد انتظار ہے کہ عام لوگ اپنے تحفے تحائف بھیجنے میں حضرت عائشہ کی باری کا انتظار کرتے تھے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ خوشی ہو۔ ''حزبین'' حزب گروہ اور فریق کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میلان طبع اور ہم مزاج ہونے کے اعتبار سے ازواج مطہرات کے دو فریق تھے' یہ کوئی عداوت اور حسد کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ دینی اور دنیوی فوائد کے حصول کے لیے خود بخود اس طرح تقسیم بن گئی تھی اور چونکہ ازواج مطہرات صفت بشریت سے متصف تھیں اور آپس میں سوکنیں تھیں تو اگر بشریت کوئی چیز ہے اور اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تو گھریلو نظام میں اس طرح دو فریق کا بننا کوئی عیب نہیں ہے چنانچہ فریق اول میں حضرت عائشہ' حضرت حفصہ' حضرت سودہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں ان میں حضرت عائشہ کی حیثیت نمایاں تھی اور فریق ثانی میں حضرت ام سلمہ' حضرت زینب' حضرت ام حبیبہ' حضرت میمونہ اور حضرت جویریہ تھیں جن میں حضرت ام سلمہ ظاہری طور پر نمایاں تھیں مگر اصل بات حضرت زینب کے پاس ہوتی تھی۔

''وسائر نساء'' باقی اور دیگر کے معنی میں ہے' باقی ازواج مطہرات کی تعداد پانچ تھی لیکن دو فریقوں میں حضرت زینب بنت خزیمہ شریک نہیں تھیں ان کا انتقال بھی جلدی ہو چکا تھا لہٰذا یہ سائر نسآء سے مراد فریق ثانی کی ازواج ہیں' اس حدیث کے ظاہر سے جو معلوم ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ فریق ثانی کا مطالبہ یہ تھا کہ لوگ اپنے ہدایا کو حضرت عائشہ کی باری کے ساتھ مختص نہ کریں کیونکہ اس میں باقی ازواج کی قدر و قیمت پر کچھ نہ کچھ اثر پڑ سکتا ہے ویسے احساس کمتری میں پڑنے کا خطرہ بھی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام مفروضوں کو رد فرمایا اور حضرت عائشہ کی عظیم فضیلت بیان فرمائی کہ یہ اتنی پاکیزہ خاتون ہے کہ اس کے ساتھ ایک بستر میں ہوتے ہوئے مجھ پر وحی آتی ہے۔

الفصل الثانی.... خواتین عالم میں سے چار افضل ترین خواتین

(۷) عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ حَسْبُکَ مِنْ نِّسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَاٰسِیَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہان کی عورتوں میں سے تجھ کو فضل وشرف کے اعتبار سے یہ عورتیں کفایت کرتی ہیں مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا' خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا' فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہ اور آسیہ رضی اللہ عنہا فرعون کی بیوی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''مریم'' یہاں ایک مسئلہ اس فضیلت کا ہے جو ساری دنیا کی عورتوں کے درمیان ہے کہ ان میں سب سے افضل کون ہے؟ پھر دوسرا مسئلہ اس فضیلت کا ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے افضل کون ہے؟ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نقایہ میں لکھتے ہیں کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ تمام جہاں کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت مریم اور حضرت فاطمہ ہیں اور ازواج مطہرات میں سب سے افضل حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ ہیں پھر ان میں سے آپس میں کون زیادہ افضل ہیں تو ایک قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہ سب سے افضل ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عائشہ افضل ہیں' تیسرا قول یہ ہے کہ اس مسئلہ میں سکوت اختیار کرنا بہتر ہے۔ صحیح بخاری ج ا ص 532 کے حاشیہ میں اسی طرح لکھا ہے۔

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت خدیجہ کے درمیان فضیلت میں اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں علماء کا اختلاف ہے' امام مالک نے تو مطلقاً حضرت فاطمہ کو افضل قرار دیا ہے' امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارا عقیدہ اور اختیار کردہ قول یہ ہے کہ سب سے افضل حضرت فاطمہ ہیں پھر حضرت خدیجہ ہیں اور پھر حضرت عائشہ ہیں' بخاری کے محشی نے کہا ہے کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں سکوت بہتر ہے کیونکہ یہاں کوئی قطعی دلیل نہیں ہے جو ہے وہ ظنیات ہیں جو متعارض ہیں لہٰذا فیصلہ مشکل ہے۔ ویسے افضل اور غیر افضل ایک نوع ہے اس کے تحت کئی افراد آسکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جنت میں حضرت مریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

(۸) وَعَنْ عَآئِشَةَؓ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ جَآءَ بِصُوْرَتِهَا فِیْ خِرْقَةٍ مِّنْ حَرِیْرٍ خَضْرَآءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ هٰذِهٖ زَوْجَتُکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (روالترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اس کی تصویر سبز ریشم کے ٹکڑے میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یہ دنیا اور آخرت میں تیری بیوی ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی دلداری

(۹) وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ بَلَغَ صَفِیَّةَ اَنَّ حَفْصَةَ قَالَتْ لَهَا بِنْتُ یَهُوْدِیٍّ فَبَکَتْ فَدَخَلَ عَلَیْهَا النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم وَهِیَ تَبْکِیْ فَقَالَ مَایُبْکِیْکِ فَقَالَتْ قَالَتْ لِیْ حَفْصَةُ اِنِّی ابْنَةُ یَهُوْدِیٍّ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم اِنَّکِ لَابْنَةُ نَبِیٍّ وَاِنَّ عَمَّکِ لَنَبِیٌّ وَاِنَّکِ تَحْتَ نَبِیٍّ فَفِیْمَ تَفْتَخِرُ عَلَیْکِ ثُمَّ قَالَ اتَّقِی اللّٰهَ یَاحَفْصَةُ (رواه الترمذی والنسائی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات پہنچی کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے وہ یہودی کی بیٹی ہے وہ رونے لگیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے وہ رو رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیوں رو رہی ہے اس نے کہا

حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھے کہا ہے کہ تو یہودی کی بیٹی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نبی کی بیٹی ہے بے شک تیرا چچا بھی نبی ہے اور تو نبی کی بیوی ہے وہ کس بات پر فخر کرتی ہے پھر فرمایا اے حفصہ رضی اللہ عنہا اللہ سے ڈر۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی نے)

تشریح: "بنت یھودی" حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنگ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ آئیں تھیں' آپ نے انہیں آزاد کیا اور ازواج میں داخل فرمایا' سوکنوں میں آپس کی چشمک بہر حال ایک غیر اختیاری بشری معاملہ ہے' حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو بنت یہودی کہہ دیا کیونکہ ان کا باپ حیی بن اخطب ایک مشہور سردار یہودی تھا جو حضرت ہارون کی اولاد میں سے تھا جس طرح حضرت صفیہ اپنی ذات کے اعتبار سے ایک سردار خاندان کی معزز خاتون تھیں اسی طرح حضرت صفیہ دینی اعتبار سے بھی ایک جامع شخصیت کے مالکہ تھیں' حضرت حفصہ کے نسبی طعن دینے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کی دلجوئی اور خاطر داری کے لیے فرمایا کہ تیرے پاس تو وہ اعزازات ہیں جو کسی اور کے پاس نہیں ہیں' تم ایک نبی ہارون کی بیٹی ہو دوسرے نبی موسیٰ کی بھتیجی ہو تیسرے نبی محمد کی بیوی ہو اب ان کا تم پر کس چیز میں فخر رہ گیا؟ کہتے ہیں کہ حضرت صفیہ سالن پکانے میں ہوشیار تھیں!

حضرت مریم علیہا السلام بنت عمران علیہا السلام کا ذکر

(۱۰) وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم دَعَا فَاطِمَةَ عَامَ الْفَتْحِ فَنَا جَاهَا فَبَكَتْ ثُمَّ حَدَّثَهَا فَضَحِكَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَاَلْتُهَا عَنْ بُكَائِهَا وَضِحْكِهَا فَقَالَتْ اَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهُ يَمُوْتُ فَبَكَيْتُ ثُمَّ اَخْبَرَنِيْ اِنِّيْ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ فَضَحِكْتُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اس کے کان میں چپکے سے ایک بات کہی وہ رو پڑی پھر ایک بات کہی وہ ہنس پڑیں۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے میں نے اس سے رونے اور ہنسنے کا سبب دریافت کیا انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خبر دی کہ وہ فوت ہو جائیں گے میں یہ سن کر رو پڑی۔ پھر مجھ کو خبر دی کہ میں مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے سوا جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی میں ہنس پڑی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

الفصل الثالث..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی عظمت

(۱۱) عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ مَا اشْتَكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَآئِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر جو مسئلہ بھی مشتبہ ہوتا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے ان کو اس کا علم ہوتا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں پایا

(۱۲) وَعَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ مَارَاَيْتُ اَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَآئِشَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں پایا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

بَابُ جَامِعِ الْمَنَاقِبِ..... مناقب کا جامع بیان

مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی جو بھی خوبی اور فضیلت ہوگی وہ اس باب میں بیان کی جائے گی چنانچہ کسی خاص تخصیص کے بغیر اس باب میں مہاجرین کی فضیلت کی بات ہوگی' انصار کی فضیلت کا بیان ہوگا' عشرہ مبشرہ اور خلفاء راشدین اور اہل بیت اور ازواج مطہرات اور دیگر مشہور صحابہ کا تذکرہ ہوگا گویا تمام صحابہ واہل بیت کے اجتماعی مناقب کا بیان ہے۔ یہ باب بہت لمبا ہے اور اس میں کل ستر احادیث جمع ہیں۔

الفصل الاول.... عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۱) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ فِي يَدِيْ سَرَقَةٌ مِّنْ حَرِيْرٍ لَا اَهْوِيْ بِهَا اِلٰى مَكَانٍ فِي الْجَنَّةِ اِلَّا طَارَتْ بِيْ اِلَيْهِ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اِنَّ اَخَاكِ رَجُلٌ صَالِحٌ اَوْ اِنَّ عَبْدَاللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے جنت میں جس جگہ پہنچنا چاہتا ہوں میں مجھ کو اڑا کر لے جاتا ہے میں نے یہ خواب حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا بھائی نیک آدمی ہے یا فرمایا عبداللہ نیک آدمی ہے۔ (متفق علیہ)

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۲) وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ اِنَّ اَشْبَهَ النَّاسِ دَلًّا وَّ سَمْتًا وَهَدْيًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَابْنُ اُمِّ عَبْدٍ مِنْ حِيْنَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهٖ اِلٰى اَنْ يَّرْجِعَ اِلَيْهِ لَا نَدْرِيْ مَا يَصْنَعُ فِيْ اَهْلِهٖ اِذَا خَلَا (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گھر سے نکلنے سے لیکر گھر میں داخل ہونے تک وقار، میانہ روی اور سیدھے طریقہ کے اعتبار سے ابن ام عبد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں خلوت میں ہم نہیں جانتے کہ وہ گھر میں کیا کرتے تھے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "اشبه الناس" یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ "دلًّا" دال پر زبر ہے لام پر شد ہے اصل میں طریقہ خو اور عادت کو کہتے ہیں، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہاں سنجیدگی اور وقار کے معنی میں ہے۔ "سمتاً" سین پر زبر ہے میم ساکن ہے سیرت اور عادت کو کہتے ہیں مگر قاضی عیاض کے قول کے مطابق یہاں اس سے تمام اُمور میں میانہ روی مراد ہے۔

"هدياً" سیرت اور حالت اور ہدایت و رہنمائی کو کہتے ہیں، قاضی عیاض کے قول کے مطابق یہاں یہ لفظ حسن سیرت کے ساتھ راہ راست پر ٹھیک چلنے کے معنی میں ہے، شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ یہ تینوں الفاظ معنی و مفہوم کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب ہیں اور عام طور پر ایک دوسرے پر بولے جاتے ہیں۔ "لا بن ام عبد" حضرت عبداللہ بن مسعود کی والدہ کی کنیت ام عبد تھی، ابن ام عبد سے حضرت عبداللہ بن مسعود مراد ہیں۔ "لابن" کے لفظ میں لام ابتدائیہ تاکید کے لیے ہے۔ "من حین یخرج" یہ جار مجرور اس سے پہلے اشبہ کے لفظ کے ساتھ متعلق ہے اس جملہ سے حضرت حذیفہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان صفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی مشابہت اس وقت تک مسلسل جاری رہتی تھی جب تک وہ ہمارے سامنے ہوتے تھے اور جب تک وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہو جاتے لیکن وہ جب اپنے گھر داخل ہو جاتے اور خالی رہ جاتے تو اس کے بعد ہم نہیں جانتے کہ اپنے گھر کے اندر وہ کیسے رہتے؟ آیا انہیں صفات پر باقی رہتے تھے یا نہیں؟ یہ غیب کی بات ہے اس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر ظاہری زندگی ان کی بہت ہی پاکیزہ اور نبی کے مشابہ تھی۔

(۳) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِيْ مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَثْنَا حِيْنًا مَا نَرٰى اِلَّا اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لِمَا نَرٰى مِنْ دُخُوْلِهٖ وَدُخُوْلِ اُمِّهٖ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے ایک عرصہ تک ہم ٹھہرے، ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وسلم کے اہل بیت سے خیال کرتے تھے کیونکہ وہ اور اس کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت داخل ہوتے تھے۔ (متفق علیہ)

وہ چار صحابہ رضی اللہ عنہم جن سے قرآن سیکھنے کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا

(۴) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اسْتَقْرِءُ ولْقُرْآنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ مَوْلٰى اَبِىْ حُذَيْفَةَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار آدمیوں سے قرآن مجید پڑھو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے۔(متفق علیہ)

عبداللہ ابن مسعود، عمار اور حذیفہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت

(۵) وَعَنْ عَلْقَمَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْلِىْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَاَتَيْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ اِلَيْهِمْ فَاِذَا شَيْخٌ قَدْجَاءَ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِىْ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا اَبُوالدَّرْدَآءِ قُلْتُ اِنِّىْ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَلِىْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَيَسَّرَكَ لِىْ فَقَالَ مَنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَوَلَيْسَ عِنْدَكُمْ بْنُ اُمِّ عَبْدٍ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادَةِ وَالْمِطْهَرَةِ وَفِيْكُمُ الَّذِىْ اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطٰنِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ يَعْنِىْ عَمَّارًا اَوَلَيْسَ فِيْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِىْ لَايَعْلَمُهٗ غَيْرُهٗ يَعْنِىْ حُذَيْفَةَ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ملک شام آیا میں نے دو رکعت پڑھیں پھر میں نے کہا اے اللہ مجھے نیک ہمنشین میسر فرما میں کچھ لوگوں کے پاس آیا ان میں بیٹھ گیا ایک بوڑھا شخص آیا اور میرے پاس آ کر بیٹھ گیا میں نے کہا یہ کون ہے انہوں نے کہا یہ ابودرداء ہے۔ میں نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے نیک ہمنشین میسر فرمائے تجھ کو میرے لیے میسر فرمایا ہے اس نے مجھے کہا تو کون ہے میں نے کہا میں کوفہ کا رہنے والا ہوں کہا تمہارے پاس ابن ام عبد رضی اللہ عنہ نہیں ہے جو صاحب نعلین و وسادۃ اور چھاگل ہے اور تم میں وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان پر شیطان سے پناہ دی ہے یعنی حضرت عمار۔ کیا تم میں وہ صاحب السر نہیں ہے جو اس کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔ یعنی حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: "من انت" ای من این انت آپ کہاں سے آئے ہو اور تم کون ہو؟ "اولیس فیکم" حضرت ابودرداء نے اپنے جواب میں اس سائل سے کہا کہ کوفہ میں اتنی بڑی ہستیاں موجود ہیں' ان کی موجودگی میں میری مجلس کو غنیمت سمجھنا سمجھ میں نہیں آتا' وہ تو بہت بڑے لوگ ہیں' تجھے ان سے فیض حاصل کرنا چاہئے' اس جواب میں متعلم کے لیے یہ ادب بتایا گیا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے گاؤں اور اپنے شہر کے بڑے عالم سے علم حاصل کرے اور پھر دوسری جگہ سفر کرے۔

حضرت انس کی والدہ ام سلیم اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی فضیلت

(۶) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اُرِيْتُ الْجَنَّةَ فَرَأَيْتُ امْرَاَةَ اَبِىْ طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشْخَشَةً اَمَامِىْ فَاِذَا بِلَالٌ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جنت دکھلائی گئی میں نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اس میں دیکھا ہے میں نے اپنے آگے پاؤں کی آہٹ سنی وہ بلال کے قدموں کی آواز تھی۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

جن صحابہ رضی اللہ عنہم کو قریش نے حقیر جانا ان کو اللہ تعالیٰ نے عزت عطا کی

(۷) وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ كُنَّامَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم سِتَّةَ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

اطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَا يَجْتَرِؤُوْنَ عَلَيْنَا قَالَ وَكُنْتُ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَجُلٌ مِّنْ هُذَيْلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ لَسْتُ اُسَمِّيْهِمَا فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے چھ آدمیوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا مشرکوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ان لوگوں کو اپنی مجلس سے دور کر دے کہ ہم پر دلیری نہ کریں کہا اس وقت میں تھا اور ابن مسعودؓ ایک ہذیل کا آدمی اور بلال اور دو شخص جن کا میں نام نہیں لیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس بات کا اثر ہوا جو اللہ نے چاہا یہ کہ واقع ہو آپ نے اپنے جی میں کچھ سوچا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ ہٹا جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''اطرد'' امر کا صیغہ ہے بھگانے کے معنی میں ہے۔ ''لایجترؤن'' یعنی آپ کی نشست میں اگر یہ لوگ ہوں اور ہم آپ سے ایمان سے متعلق گفتگو کریں تو یہ لوگ بھی باتیں کریں گے اگر باتیں نہ بھی کریں تب بھی نشست میں ہمارے برابر بیٹھے ہوں گے ہم نہیں چاہتے کہ یہ حقیر لوگ ہم سے کلام کرنے یا نشست میں ایک ساتھ بیٹھنے کی جرأت کریں۔ ''ورجلان لست اسمیھما'' یعنی دو آدمی اور بھی تھے مگر میں ان کا نام نہیں لینا چاہتا ہوں علماء نے لکھا ہے کہ یہ دو آدمی حضرت خباب اور حضرت عمار تھے حضرت سعد نے کسی مصلحت کی وجہ سے ان کے نام لینے سے گریز فرمایا۔ ''فحدث'' یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں یہ خیال گذرا کہ اگر ان فقراء کے ہٹانے اور بھگانے سے قریش کے سردار مسلمان ہو سکتے ہیں تو کیا ان کو مجلس سے الگ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسا کرنا چاہئے یا نہیں؟ اس موقع پر قرآن کی یہ آیتیں نازل ہوئیں (ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداة والعشی یریدون وجھه الخ)

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۸) وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَهٗ يَا اَبَا مُوْسٰى لَقَدْ اُعْطِيْتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوٗدَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو آل داؤد جیسی خوش آوازی دیا گیا ہے۔

تشریح: ''مزمار'' اصل میں مزمار گانے کے اس ساز کو کہتے ہیں جو بانسری دف اور طنبور کے ساتھ ہو مگر یہاں صرف خوش الحانی اور خوش آوازی مراد ہے جس کو اردو میں لے کہتے ہیں۔ ''من آل داؤد'' اس جملہ میں لفظ ال زائد ہے جس کو مقحم کہتے ہیں زائد اس لیے ہے کہ خوش آوازی اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو دی تھی ال داؤد کو نہیں دی تھی۔

چار حافظ قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر

(۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَرْبَعَةٌ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَّمُعَاذُبْنُ جَبَلٍ وَّزَيْدُبْنُ ثَابِتٍ وَّاَبُوْزَيْدٍ قِيْلَ لِاَنَسٍ مَّنْ اَبُوْزَيْدٍ قَالَ اَحَدُ عُمُوْمَتِيْ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چار شخصوں نے قرآن پاک جمع کر لیا تھا۔ ابی بن کعب نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اور ابوزید رضی اللہ عنہ نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا ابوزید رضی اللہ عنہ کون ہے اس نے کہا میرا ایک چچا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''جمع القرآن'' یعنی قرآن کو مکمل طور پر جس نے حفظ کیا تھا وہ چار آدمی تھے یہ کسی خاص شہرت کی وجہ سے کہا گیا ہے ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کی بڑی تعداد قرآن کریم کے حافظ تھے اس کلام میں حصر بھی نہیں ہے اور نہ اس کا مفہوم مخالف لیا جا سکتا ہے کہ اور کوئی حافظ نہیں تھا صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جن ستر صحابہ اور قراء کو بیر معونہ میں شہید کیا گیا تھا وہ حفاظ قرآن تھے جنگ یمامہ میں سینکڑوں صحابہ حافظ قرآن شہید ہوئے تھے نیز خلفاء راشدین حافظ قرآن تھے لہٰذا یہاں حصر نہیں ہے۔ ''عمومتی'' عم کی طرف منسوب ہے مراد چچا ہے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۱۰) وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَبْتَغِيْ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّضٰى لَمْ يَأْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ شَهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهٗ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا نَمِرَةٌ فَكُنَّا اِذَاغَطَّيْنَا رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم غَطُّوْابِهَا رَاْسَهٗ وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ اللہ کی رضا مندی ہم تلاش کرتے تھے ہمارا ثواب اللہ کے ذمہ ہوگیا ہم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو گذر گئے اور اپنے اجر سے کچھ نہیں کھایا ان میں ایک مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں جو احد کے دن شہید ہوئے ان کو دینے کے لیے کفن نہیں ملتا تھا ایک چادر تھی جب ہم ان کا سر ڈھانپتے ان کے پاؤں باہر نکل آتے اور جب پاؤں ڈھانپتے سر ننگا ہو جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا سر ڈھانپ دو اور اس کے پاؤں پر اذخر گھاس سے ڈھانپ دو اور ہم میں کچھ ایسے لوگ ہیں جس کے لیے پھل پختہ ہو چکا ہے وہ اس کو چنتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''اینعت'' باب افعال سے ایناع پھلوں کے پکنے کو کہتے ہیں' مراد فوائد اور منافع کا حصول ہے ''یهد بها'' ضرب اور نصر سے پھلوں کے توڑنے اور چن چن کر کاٹنے کو کہتے ہیں۔ حضرت مصعب بن عمیر قریشی' عبدری' اکابر صحابہ میں سے ہیں' بالکل ابتداء میں اسلام قبول کیا تھا حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مدینہ گئے اور وہاں دین اسلام پھیلایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے مدینہ منورہ میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ مکہ میں شاہانہ لباس پہنا کرتے تھے' اسلام قبول کرنے کے بعد فقیرانہ زندگی اختیار فرمائی۔ جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں کھڑے تھے کہ شہید ہو گئے۔ ''الاذخر'' یہ ایک قسم گھاس ہے جس کو لوہار اپنی بھٹی میں رکھ کر کوئلے میں آگ بھڑکاتا ہے' لوگ قبروں میں مردوں کے نیچے رکھتے ہیں اور مسجدوں میں نمازیوں کے لیے ڈالتے ہیں پشتو میں اس کو ''بروزہ'' کہتے ہیں شاید وہی ہو کالا ڈھاکہ میں اس گھاس کو میں نے دیکھا ہے یہ ''بروزہ'' کے مشابہ ایک قسم گھاس ہے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۱۱) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ اِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِبْنِ مُعَاذٍ. وَفِيْ رِوَايَةٍ اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ بِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت پر عرش نے حرکت کی ہے ایک روایت میں ہے رحمٰن کا عرش سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے ہلا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''اهتز عرش الرحمن'' اهتزاز ہلنے اور جھومنے کو کہتے ہیں' حضرت سعد بن معاذ کی شہادت پر عرش خوشی سے جھومنے لگا کہ اب سعد کی مبارک روح اوپر آسمانوں میں آئے گی' اس سے حضرت سعد کی بڑی شان معلوم ہوتی ہے یہ انصار کے سردار تھے جنگ خندق میں ان کو تیر لگا تھا بنو قریظہ کے بارے میں فیصلہ حضرت سعد بن معاذ ہی نے کیا تھا 5ھ میں شہید ہو گئے اور بقیع غرقد میں دفن کیے گئے ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے آگئے تھے۔

(۱۲) وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حُلَّةُ حَرِيْرٍ فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ يَمَسُّوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ لِيْنِهَا فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ لِيْنِ هٰذِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنْهَا وَاَلْيَنُ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشمی جوڑا ہدیۃً دیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو ہاتھ لگاتے اور تعجب کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کی ملائمت پر تعجب کر رہے ہو۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال جنت میں اس سے بہتر اور زیادہ نرم ہیں۔ (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حق میں مستجاب دعا

(۱۳) وَعَنْ اُمِّ سُلَیْمٍ اَنَّهَا قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسٌ خَادِمُکَ اُدْعُ اللّٰهَ لَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَکْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِکْ لَهٗ فِیْمَا اَعْطَیْتَهٗ قَالَ اَنَسٌ فَوَاللّٰهِ اِنَّ مَالِیْ لَکَثِیْرٌ وَاِنَّ وَلَدِیْ وَوَلَدَ وَلَدِیْ لَیَتَعَادُّوْنَ عَلٰی نَحْوِ الْمِائَةِ الْیَوْمَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول یہ انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں آپ نے فرمایا اے اللہ اس کا مال اور اولاد زیادہ کر اور جو کچھ تو نے اس کو دیا ہے اس میں برکت ڈال۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میرے پاس بہت مال ہے اور آج میری اولاد اور اولاد کی اولاد سو سے زیادہ ہو چکی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "لیتعادون" تجاوز کے معنی میں ہے۔ "علی نحو الماۃ الیوم" یعنی آج میری اولاد ایک سو سے کچھ زائد ہیں، حضرت انس نے جس وقت یہ تعداد بتائی ہے اس کے بعد بھی ان کی اولاد کا سلسلہ جاری تھا چنانچہ وہ ایک روایت میں خود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو صلبی اولاد عطا فرمائی ہے ان کی تعداد ایک سو پچیس ہے اس کے علاوہ دو بچیاں ہیں ایک اور روایت میں حضرت انس فرماتے ہیں کہ بصرہ میں حجاج بن یوسف کی آمد سے پہلے پہلے میں نے اپنی اولاد میں سے 120 کو اپنے ہاتھوں سے دفن کیا تھا اور مال کی کثرت کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ پھلوں کی اتنی کثرت ہوگئی کہ میرے باغات سال میں دو دفعہ پھل دیتے تھے۔ حضرت انس کی اولاد کی تعداد بیان کرنے میں راویوں کے درمیان اختلاف ہے اس لیے پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۱۴) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم یَقُوْلُ لِاَحَدٍ یَّمْشِیْ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چلتے پھرتے کسی شخص کے لیے کہا ہو کہ وہ جنتی ہے سوائے عبداللہ بن سلام کے۔ (متفق علیہ)

تشریح: یمشی علی وجه الارض یعنی جو اس وقت زندہ ہو اور زمین کی سطح پر زندہ چلتا پھرتا ہو۔ الا لعبد الله بن سلام یعنی عبداللہ بن سلام کے علاوہ زندہ و تابندہ چلتا پھرتا کوئی آدمی اس وقت نہیں ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت سنائی ہو۔

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ عبداللہ بن سلام کے علاوہ بہت سارے صحابہ ایسے ہیں جن کو جنت کی بشارت ان کی زندگی میں دی گئی تھی۔ خاص کر عشرہ مبشرہ تو مشہور ہیں تو حضرت سعد نے عبداللہ بن سلام میں حصر کر کے دوسروں کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شاید اس وقت عشرہ مبشرہ کو جنت کی بشارت نہیں ملی تھی اور عبداللہ بن سلام کو مل گئی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن سلام کی جنت کی بشارت اجمالی اور استنباطی ہے۔ یہ عشرہ مبشرہ کی طرح صریحی بشارت نہیں ہے۔ ساتھ میں آنے والی حدیث کے قصہ میں استنباطی بشارت کی تفصیل ہے۔ لہٰذا عشرہ مبشرہ کی بشارت سے تعارض نہیں ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت سعد نے اپنی سماعت کی نفی کی ہے۔ اس سے دیگر کی بشارت کی نفی نہیں ہو سکتی۔

حضرت عبداللہ بن سلام کا خواب اور ان کو جنت کی خوشخبری

(۱۵) وَعَنْ قَیْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا فِیْ مَسْجِدِ الْمَدِیْنَةِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلٰی وَجْهِهٖ اَثَرُ الْخُشُوْعِ فَقَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ تَجَوَّزَ فِیْهِمَا ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّکَ حِیْنَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ وَاللّٰهِ مَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّقُوْلَ مَالَمْ یَعْلَمْ فَسَاُحَدِّثُکَ لِمَ ذَاکَ رَاَیْتُ رُؤْیَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَصَصْتُهَا عَلَیْهِ وَرَاَیْتُ کَاَنِّیْ فِیْ رَوْضَةٍ ذَکَرَ مِنْ سَعَتِهَا وَخُضْرَتِهَا فِیْ وَسْطِهَا

عَمُودٌ مِنْ حَدِيْدٍ اَسْفَلُهُ فِي الْاَرْضِ وَاَعْلَاهُ فِي السَّمَاءِ فِي اَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِيْلَ لِيْ اِرْقَهْ فَقُلْتُ لَااَسْتَطِيْعُ فَاَتَانِيْ مِنْصَفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِيْ مِنْ خَلْفِيْ فَرَقِيْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِيْ اَعْلَاهُ فَاَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِيْلَ اسْتَمْسِكْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَاِنَّهَا لَفِيْ يَدِيْ فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْاِسْلَامُ وَذَالِكَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى فَاَنْتَ عَلَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوْتَ وَذَالِكَ الرَّجُلُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اس پر خشوع کے آثار تھے۔انہوں نے کہا یہ شخص جنتی ہے اس نے دو رکعتیں پڑھیں ان میں اختصار کیا پھر باہر نکلا میں اس کے پیچھے چلا اور کہا کہ جس وقت تو مسجد میں داخل ہوا تھا لوگوں نے کہا تھا یہ شخص جنتی ہے اس نے کہا اللہ کی قسم کسی شخص کے لیے لائق نہیں کہ وہ ایسی بات کہے جس کا اس کو علم نہ ہو۔میں تجھ کو بتلاتا ہوں کہ انہوں نے ایسا کیوں کہا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میں نے ایک خواب دیکھا تھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا میں نے دیکھا کہ میں ایک بہت بڑے باغ میں ہوں اس کی فراخی اور تروتازگی بیان کی اس کے درمیان لوہے کا ایک عمود ہے جس کا نچلا حصہ زمین میں ہے اور اوپر کا حصہ آسمان میں ہے اس کے اوپر کے حصہ میں ایک حلقہ ہے مجھ سے کہا گیا اس پر چڑھ میں نے کہا میں اس کی طاقت نہیں رکھتا میرے پاس ایک خادم آیا اس نے پیچھے سے میرے کپڑے اٹھائے میں اس پر چڑھا یہاں تک کہ اس کے اوپر کے حصہ تک پہنچ گیا میں نے اس حلقہ کو پکڑ لیا مجھے کہا گیا اس کو مضبوطی سے پکڑ لو۔میں بیدار ہوا اور اس وقت تک وہ میرے ہاتھ میں تھا میں نے یہ خواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کی فرمایا یہ باغ اسلام ہے اور یہ عمود اسلام کا عمود ہے اور حلقہ سے مراد عروہ وثقیٰ ہے تو مرتے دم تک اسلام پر قائم رہے گا اور یہ آدمی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھا۔(متفق علیہ)

تشریح: "اثر الخشوع" یعنی تقویٰ اور خوف خدا کا اثر نمایاں تھا۔"تجوز فیھا" یعنی اختصار کے ساتھ جلدی جلدی دو رکعت نماز پڑھ لی۔
"ماینبغی" یعنی کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ آخرت کے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ کرے کہ فلاں شخص جنتی ہے یا دوزخی ہے یہ اس کے علم سے باہر ہے۔
"عروۃ" دستے کو کہتے ہیں یعنی اس ستون کے اوپر کے حصہ میں ایک دستہ کڑا اور حلقہ تھا۔"ارقہ" یعنی اس ستون پر چڑھ جا۔یہ سمع یسمع سے امر کا صیغہ ہے اور ہا سکتہ کے لیے ہے یا ضمیر ہے جو عمود کی طرف لوٹتی ہے۔"منصف" میم پر زیر ہے تو نون ساکن اور صاد پر زبر ہے نوعمر نوجوان غلام کو کہا جاتا ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوشخبری

(۱۶) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ خَطِيْبَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا نَزَلَتْ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ جَلَسَ ثَابِتٌ فِيْ بَيْتِهٖ وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَسَاَلَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سَعْدَبْنَ مُعَاذٍ مَا شَاْنُ ثَابِتٍ اَيَشْتَكِيْ فَاَتَاهُ سَعْدٌ فَذَكَرَلَهٗ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ ثَابِتٌ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّيْ مِنْ اَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَاَنَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَذَكَرَ ذَالِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَلْ هُوَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ انصار کا خطیب تھا جس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند مت کرو آخر آیت تک ثابت اپنے گھر میں بیٹھ رہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے رُک گیا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور فرمایا ثابت کو کیا ہوا کیا وہ بیمار ہے سعد اس کے پاس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اس کے لیے ذکر کی ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت اتر چکی ہے اور تم جانتے ہو میری آواز تم سب سے بلند ہے میں تو دوزخی ہوں سعد نے اس بات کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں وہ جنتی ہے۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ثابت بن قیس بن شماس خطیب صحابہ تھے طبعی طور پران کی آواز بلند تھی لہجہ بھی بھاری تھا اس لیے اس آیت کے نزول کے بعد آپ گھبرا گئے اور گھر میں بیٹھ گئے کہ میں تو تباہ ہو گیا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت سنادی۔ اس حدیث میں بظاہر یہ اشکال ہے کہ حضرت معاذ جو اس حدیث کے راوی ہیں 5ھ میں وفات پا چکے تھے اور یہ آیت 9ھ میں نازل ہوئی ہے تو اس واقعہ کو وہ کیسے بیان کر رہے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کا یہ ٹکڑا پہلے نازل ہو گیا تھا اور (یا یھا الذین امنو الاتقدموا الخ) جو آخری حصہ ہے وہ اس کے بعد نو ہجری میں نازل ہوا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فضیلت

(۱۷) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَالنَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم اِذْ نَزَلَتْ سُوْرَةُالْجُمُعَةِ فَلَمَّا نَزَلَتْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ قَالُوْامَنْ هٰؤُلَاءِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَفِیْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم یَدَهٗ عَلٰی سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۂ جمعہ نازل ہوئی جس وقت یہ آیت اتری و اخرین منهم لما یلحقوا بهم صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول یہ کون لوگ ہیں اس نے کہا اور ہم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا اس کو ان میں سے بہت شخص پالیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: " اذنزلت "یعنی سورت جمعہ کی آیت نمبر 3 جب نازل ہوئی س میں آئندہ آنے والے لوگوں کو صحابہ کرام کی صفات میں شامل کیا گیا ہے پوری آیت اس طرح ہے (واخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم) اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہوں گے جن کو ہماری صفات میں شامل کیا گیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کی طرف اشارہ فرمایا کہ ان کی اولاد میں سے یہ لوگ ہوں گے۔ "الثریا" کہکشاں ستاروں کو ثریا کہتے ہیں بلندی میں اس کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔

حضرت سلمان فارسی فارس کے ایک شہر "رامهرمز" کے باشندوں سے تعلق رکھتے تھے مذہبا مجوسی تھے ان کا باپ بڑا جاگیردار اور آتشکدہ ایران کا نگران تھا ان کا اسلامی نام سلمان ہے اور کنیت ابو عبداللہ ہے باپ کے مذہب سے نفرت تھی بھاگ گئے اور یہودی بن گئے پھر عیسائی ہو گئے تلاش حق میں اپنے عیسائی استاد سے معلومات کرتے رہے۔ اس نے ان سے کہا کہ اب ہدایت دنیا سے رخصت ہوگئی ہے ہدایت کا نیا مینار حجاز سے روشن ہوگا تم مدینہ چلے جاؤ اور وہاں نبی آخر زمان کی آمد کا انتظار کرو ان کی نبوت کی نشانی ایک تو مہر ختم نبوت ہے اور دوسری علامت یہ ہے کہ وہ صدقہ قبول نہیں کرے گا مدینہ روانہ ہوتے ہوئے راستہ میں چند ظالموں نے ان کو پکڑ لیا اور غلام بنا دیا اور لا کر مدینہ کے یہود پر فروخت کر لیا خود فرماتے ہیں کہ میں دس آقاؤں کے ہاتھوں میں فروخت ہو کر بدلتا رہا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اہل بیت میں شامل کیا وہ اپنے آپ کو سلمان الاسلام کہتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے صدقہ لائے حضرت نے خود نہیں کھایا صحابہ کو کھلایا دوسرے دن تحفہ لائے حضور نے خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا سلمان فارسی نے مہر نبوت بھی دیکھ لی تو مسلمان ہو گئے ان کے آقا یہودی نے ان کو مکاتب بنایا مگر بدل کتابت یہ رکھا کہ کھجور کے سو درخت لگاؤ جب اس میں پھل آجائے تم آزاد ہو گے۔ اس پر تو بڑا عرصہ لگتا تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے درخت لگائے تو ایک سال میں پھل آ گیا اور سلمان آزاد ہو گئے کہتے ہیں کہ ان کی پوری عمر تین سو سال تھی انہوں نے حضرت عیسیٰ کے ایک صحابی حواری کو بھی دیکھا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ڈھائی سو سال کی عمر میں مدائن میں وفات پائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے محبوبیت

(۱۸) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَیْدَکَ هٰذَا یَعْنِیْ اَبَاهُرَیْرَةَ وَاُمَّهٗ

اِلٰی عِبَادِکَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَحَبِّبْ اِلَیْهِمُ الْمُؤْمِنِیْنَ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اپنے اس چھوٹے سے بندے یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور اس کی ماں کو اپنے ایمان دار بندوں کی طرف محبوب بنادے اور ان دونوں کی طرف مومنوں کو محبوب بنادے۔ (مسلم)

کمزوروں اور لاچاروں کی عزت افزائی

(۱۹) وَعَنْ عَائِذِبْنِ عَمْرٍو اَنَّ اَبَاسُفْیَانَ اَتٰی عَلٰی سَلْمَانَ وَصُهَیْبٍ وَبَلَالٍ فِیْ نَفَرٍ فَقَالُوْا مَااَخَذَتْ سُیُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّ اللّٰهِ مَأْخَذَهَافَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَالِشَیْخِ قُرَیْشٍ وَسَیِّدِهِمْ فَاَتَی النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ یَااَبَا بَكْرٍ لَعَلَّکَ اَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّکَ فَاَتَاهُمْ فَقَالَ یَا اِخْوَتَاهُ اَغْضَبْتُكُمْ قَالُوْالَایَغْفِرُاللّٰهُ لَکَ یَااَخِیْ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ سلمان رضی اللہ عنہ صہیب رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ کے پاس آیا انہوں نے کہا اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن کی گردن کو پکڑنے کی جگہ سے نہیں لیا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا تم قریش کے ایک سردار اور شیخ کے حق میں ایسے کلمات کہتے ہو پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو اس بات کی خبر دی آپ نے فرمایا اے ابو بکر کہیں تو نے ان کو ناراض تو نہیں کر دیا اگر تو نے ان کو ناراض کر دیا اپنے رب کو ناراض کرلے گا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہا اے بھائیو تم مجھ پر ناراض تو نہیں ہو انہوں نے کہا نہیں اے بھائی اللہ تجھے معاف کرے۔ (روایت اس کو مسلم نے)

تشریح: "مااخذت سیوف الله" یعنی مسلمانوں کے ہاتھوں میں جو اللہ تعالیٰ کی تلواریں جہاد کے لیے تیار ہیں کیا اب تک ان تلواروں نے اللہ تعالیٰ کے دشمن ابوسفیان کی گردن نہیں اڑائی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ بات اس وقت فرمائی جب کہ ابوسفیان مکہ مکرمہ سے صلح حدیبیہ کی تجدید کے لیے مدینہ منورہ آیا تھا اس وقت ابوسفیان مسلمان نہیں ہوا تھا اس وقت ان فقیروں نے جذبہ جہاد کے تحت یہ جملہ کہہ دیا اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور پھر جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے ان درویشوں اور غریبوں کو ناراض کیا ہے تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا ہے اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور معذرت کر کے معافی مانگی انہوں نے صدق دل سے معاف کر دیا اس سے ان خاک نشینوں کی شان واضح ہوگئی! سچ ہے:

اس دور میں کچھ خاک نشینوں کی بدولت — باقی اسلام کی عظمت کا نشان ہے

انصار کی فضیلت

(۲۰) وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ اٰیَةُ الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِوَاٰیَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا انصار سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور انصار سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔ (متفق علیہ)

انصار کو محبوب رکھنے والا اللہ کا محبوب

(۲۱) وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَقُوْلُ لِلْاَنْصَارِ لَایُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے انصار سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور بغض نہیں رکھے گا مگر منافق جو ان سے محبت رکھے گا اللہ اس سے محبت رکھے گا جو ان کو برا سمجھے گا اللہ اس کو برا سمجھے گا۔ (متفق علیہ)

بعض انصار کے شکوہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پر اثر جواب

(۲۲) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ نَاسًامِّنَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا حِيْنَ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا اَفَآءَ فَطَفِقَ يُعْطِىْ رِجَالًا مِّنْ قُرَيْشٍ' اَلْمِائَةَ مِنَ الْاِبِلِ' فَقَالُوْا يَغْفِرُاللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُعْطِىْ قُرَيْشًا وَّيَدَعُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَحُدِّثَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِمَقَالَتِهِمْ فَاَرْسَلَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِىْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ وَلَمْ يَدَعْ مَعَهُمْ اَحَدًا غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا جَآءَ هُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ مَاحَدِيْثٌ بَلَغَنِىْ عَنْكُمْ فَقَالَ فُقَهَاءُ هُمْ اَمَّا ذَوُوْرَاْيِنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئًا وَاَمَّا اُنَاسٌ مِّنَّا حَدِيْثَةٌ اَسْنَانُهُمْ قَالُوْا يَغْفِرُاللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُعْطِىْ قُرَيْشًا وَّيَدَعُ الْاَنْصَارَ وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُمِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنِّىْ اُعْطِىْ رِجَالًا حَدِيْثِىْ عَهْدٍ بِكُفْرٍ اَتَاَلَّفُهُمْ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَرْجِعُوْنَ اِلٰى رِحَالِكُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالُوْا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَضِيْنَا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہوازن کے اموال بطور غنیمت کے دیئے اور آپ نے قریش کے آدمیوں کو سوسو تک اونٹ دیئے انصار میں سے بعض لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو بخش دے کہ قریش کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ ہماری تلواروں سے ابھی تک ان کے خون کے قطرے گر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی یہ بات پہنچ گئی آپ نے انصار کی طرف پیغام بھیجا ان کو چمڑے کے ایک خیمہ میں جمع کیا اور ان کے علاوہ کسی کو نہ بلایا جب وہ جمع ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری یہ کیسی بات مجھ تک پہنچی ہے ان میں سے دانا لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم میں جو صائب الرائے لوگ ہیں انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی ہاں البتہ نوعمر اور نوجوان لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کردے قریش کو دیتے ہیں اور انصار کو چھوڑ دیا ہے جبکہ ہماری تلواروں سے ان کے خون کے قطرے گر رہے ہیں آپ نے فرمایا میں ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جن کا کفر کے ساتھ ابھی نیا نیا زمانہ ہوتا ہے میں ان کی تالیف قلبی کرتا ہوں تم اس بات کو پسند نہیں کرتے ہو کہ لوگ مال لے کر اپنے گھروں کو لوٹیں اور تم اپنے گھروں کی طرف اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر جاؤ۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ہم اس پر راضی ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: جنگ حنین میں مال غنیمت میں نقد اموال کے علاوہ چالیس ہزار بکریاں ملی تھیں اور پھر چوبیس ہزار اونٹ ہاتھ لگے تھے اور چھ ہزار آدمی گرفتار ہو گئے تھے۔ جعرانہ مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس مال کو تقسیم کیا تو بعض نومسلم قریش کو آپ نے بہت کچھ دیا' ابوسفیان کو ایک سو اونٹ دیئے اس نے اپنے بیٹے معاویہ کے لیے مانگا تو آپ نے سو اونٹ مزید دیئے' پھر اس نے دوسرے بیٹے کے لیے مانگا تو آپ نے سو اونٹ ان کو مزید دیئے' جب انصار کے نوجوان مجاہدین نے یہ شفقت اور مہربانی دیکھی تو حیران رہ گئے کہ جن لوگوں کے خون سے ہماری تلواریں رنگین ہیں ابھی خشک بھی نہیں ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چھوڑ کر ان پر احسان فرما رہے ہیں یہ شکایت آنحضرت تک پہنچی تو آپ نے سب کو ایک جگہ اکٹھا فرمایا اور ایک بلیغ خطبہ دیا اور حقیقت حال کو واضح کیا' اس پر انصار دھاڑیں مار مار کر روئے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بھی بتایا کہ تمہارے اوپر دوسروں کو ترجیح آئندہ بھی دی جائے گی مگر تم صبر کرو یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کرو' انصار سے متعلق احادیث میں اس خطبہ کے کچھ جملے بعد آتے رہیں گے عجیب خطبہ ہے۔

انصار کی فضیلت

(۲۳) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَاً مِّنَ الْاَنْصَارِ وَلَوْ

سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ وَادِيًا اَوْشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِىَ الْاَنْصَارِ وَشِعْبَهَا' الْاَنْصَارُ شِعَارٌ وَّالنَّاسُ دِثَارٌ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِىْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِىْ عَلَى الْحَوْضِ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہجرت نہ ہوتی میں انصار میں سے ایک ہوتا اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار ایک دوسری وادی یا پہاڑی درہ میں چلیں میں انصار کی وادی یا پہاڑی درہ میں چلوں۔ انصار بمنزلہ استر کے ہیں۔ اور دوسرے لوگ بمنزلہ اوپر کے کپڑے کے ہیں۔ میرے بعد اے انصار تم ترجیح کو دیکھو گے صبر کرنا یہاں تک کہ تم مجھے حوض پر آکر ملو۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: اس حدیث میں بھی اسی بلیغ خطبہ کے چند جملے ہیں۔ ''شعبا'' شعب گھاٹی کو کہتے ہیں اس کی جمع شعوب ہے۔ ''شعار'' یہ شعر سے ہے بالوں کو کہتے ہیں۔ جسم کے بالوں سے لگا ہوا کپڑا مراد ہے جو عموماً بنیان ہوتا ہے یا قمیص ہوتی ہے ''دثار'' یہ دثر سے ہے' موٹے کپڑے کو کہتے ہیں جو عام کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے جیسے کوٹ' واسکٹ چادر وغیرہ' اس کلام کا مقصد ہے کہ انصار قرب ومنزلت کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ قریب ہیں گویا انصار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل گردے ہیں اور باقی لوگ ظاہری اعضا کی مانند ہیں۔

انصار سے کمال قرب وتعلق کا اظہار

(۲۴) وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه و سلم يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِىْ سُفْيَانَ فَهُوَ اٰمِنٌ وَمَنْ اَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ اٰمِنٌ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اَمَّا الرَّجُلُ فَقَدْ اَخَذَتْهُ رَاْفَةٌ بِعَشِيْرَتِهٖ وَرَغْبَةٌ فِىْ قَرْيَتِهٖ وَنَزَلَ الْوَحْىُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُمْ اَمَّاالرَّجُلُ اَخَذَتْهُ رَاْفَةٌ بِعَشِيْرَتِهٖ وَرَغْبَةٌ فِىْ قَرْيَتِهٖ كَلَّا اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ هَاجَرْتُ اِلَى اللّٰهِ وَ اِلَيْكُمْ' اَلْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ قَالُوْاوَاللّٰهِ مَاقُلْنَا اِلَّاضَنًّا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُصَدِّقَانِكُمْ وَيُعْذِرَانِكُمْ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لیے امان ہے جو ہتھیار پھینک دے اس کے لیے امان ہے انصار نے کہا اس شخص کے دل میں اپنی قوم کے لیے رافت اور اپنی بستی کے لیے رغبت پیدا ہوگئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتری فرمایا تم نے کہا ہے کہ اس شخص کے دل میں اپنی قوم کے لیے رافت اور اپنی بستی کے لیے رغبت پیدا ہوگئی ہے ہرگز نہیں میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں نے اللہ کی طرف اور تمہاری طرف ہجرت کی ہے۔ میرا تمہارے ساتھ زندگی اور موت کا ساتھ ہے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم نے بھی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ بخل کرتے ہوئے ایسا کہا ہے فرمایا اسی لیے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں سچا سمجھتے ہیں۔ اور معذور گردانتے ہیں۔ (مسلم)

تشریح: ''یوم الفتح'' اس سے فتح مکہ کا دن مراد ہے۔ ''دار ابی سفیان'' 8ھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دس ہزار مجاہد صحابہ کرام کے ساتھ مکہ مکرمہ فتح کرنے کے لیے تشریف لائے' ابوسفیان کو اندازہ تھا کہ اہل مکہ مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے وہ صلح کی غرض سے مذاکرات کے لیے اور اپنی قوم قریش کو بچانے کے لیے آنحضرت کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت عباس نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار کرایا اور مکہ کے قریب ایک جگہ مرّ الظھران تک اس کو لے گئے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ جب ابوسفیان نے زبانی طور پر اسلام قبول کر لیا تو حضرت عباس نے فرمایا کہ یارسول اللہ! یہ شخص جاہ پسند ہے قوم کا لیڈر بھی ہے اس کو کچھ اعزاز دیدیں تاکہ یہ اپنی قوم کو بتا سکے کہ ان کے بچاؤ کے لیے ابوسفیان نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے اسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**من دخل دار ابی سفیان فھو آمن**'' یعنی جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگیا وہ امن میں ہوگا' ابوسفیان نے کہا یہ امن کافی نہیں ہے میرے گھر میں میری پوری قوم کہاں سما سکتی ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہوگیا وہ امن میں ہے' ابوسفیان نے کہا کہ مسجد حرام میں بھی سارے لوگ

نہیں آسکتے ہیں تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "من اغلق علیه الباب فهو امن" یعنی جس نے گھر کا دروازہ بند کیا وہ امن میں ہے جس نے ہتھیار پھینک دیا وہ امن میں ہے تب ابوسفیان نے کہا کہ ہاں یہ امن مکمل ہے۔ اس پر انصار نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قومی اور خاندانی اور معاشرتی محبت نے پکڑ لیا اب ہم رہ گئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنوں میں چلے گئے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میری موت اور میری زندگی آج کے بعد تمہارے ساتھ ہے زندگی بھی تمہارے ہاں گذاروں گا اور موت بھی تمہارے ہاں آئے گی۔

"الاضناً بالله" یعنی ہم نے یہ جملہ کسی دنیوی مقصد یا خود غرضی کے لیے نہیں کہا بلکہ اس حرص کے تحت کہا ہے کہ آپ ہم سے جدا نہ ہو جائیں اور اس عظیم نعمت سے ہم محروم نہ رہ جائیں۔ "یصد قانکم" یعنی اللہ و رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور اس مقصد میں تم کو معذور سمجھتے ہیں۔

انصار کی فضیلت

(۲۵) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم رَاٰی صِبْیَانًا وَّنِسَاءً مُقْبِلِیْنَ مِنْ عُرُسٍ فَقَامَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ، اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ یَعْنِی الْاَنْصَارَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار شادی سے انصار کے بچے اور عورتیں آتی ہوئی دیکھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا خدا گواہ ہے تم میری طرف سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب ہو۔ خدا گواہ ہے تم سب لوگوں سے بڑھ کر میری طرف محبوب ہو، آپ سے انصار کو مراد لے رہے تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "من عرس" شادی کی دعوت سے انصار کے بچے اور عورتیں آرہی تھیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سامنے کھڑے و گئے اور فرمایا۔ "اللّٰھم انتم" اس جملہ میں التفات ہے اصل عبارت اس طرح ہے۔ "اللّٰھم أنت تعلم صدقی فیما اقول فی حق الانصار" اس جملہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور التفات انصار کو مخاطب کیا اور فرمایا انتم من أحب النّاس الیّ.

انصار کی فضیلت

۲۶ وَعَنْهُ قَالَ مَرَّ اَبُوْبَکْرٍ وَّالْعَبَّاسُ بِمَجْلِسٍ مِّنْ مَّجَالِسِ الْاَنْصَارِ یَبْکُوْنَ فَقَالَا مَا یُبْکِیْکُمْ قَالُوْا ذَکَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم مِنَّا فَدَخَلَ اَحَدُهُمَا عَلَی النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم فَاَخْبَرَهٗ بِذَالِکَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم وَقَدْ عَصَبَ عَلٰی رَأْسِهٖ حَاشِیَةَ بُرْدٍ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَلَمْ یَصْعَدْ بَعْدَ ذَالِکَ الْیَوْمِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اُوْصِیْکُمْ بِالْاَنْصَارِ فَاِنَّهُمْ کَرِشِیْ وَعَیْبَتِیْ وَقَدْ قَضَوُا الَّذِیْ عَلَیْهِمْ وَبَقِیَ الَّذِیْ لَهُمْ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِیْئِهِمْ (بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ انصار کی ایک مجلس کے پاس سے گذرے وہ رو رہے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تم کیوں روتے ہو انہوں نے کہا ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس یاد آئی۔ ان میں سے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر داخل ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اپنے سر مبارک پر چادر کا کنارہ باندھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر نہیں چڑھ سکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تعریف کی ثنا کہی پھر فرمایا انصار کے متعلق میں تم کو وصیت کرتا ہوں وہ میرے راز دان اور بمنزلہ گٹھڑی کے ہیں ان کے ذمہ جو حق تھا انہوں نے ادا کر دیا ہے ان کا حق باقی رہ گیا ہے ان کے نیکوکاروں سے ان کا عذر قبول کرو اور ان کے بدکاروں سے درگذر کرو۔ (بخاری)

تشریح: "ذکرنا مجلس النبی" یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار نہیں تھے ہم سب اکٹھے بیٹھے تھے اب بیماری کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نہیں آسکتے، آپ کی مجلس جب یاد آگئی تو رونا آگیا "عصب" سر پر پٹی باندھنے اور کپڑا لپیٹنے کو کہتے ہیں۔

''حاشیة بردہ'' یعنی اپنی چادر کا کنارہ بطور پٹی سر مبارک پر باندھ رکھا تھا۔ ''کرشی'' کاف پر زبر ہے را پر زیر ہے ایک نسخہ میں کاف پر کسرہ ہے اور را ساکن ہے ای بطانتی یعنی انصار میرا باطن ہیں جس میں دل گردہ آنتیں سب آجاتی ہیں' یہ عربی محاورہ کے تحت خاص الخاص' راز دار اور قریب کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ ''وعیبتی'' عیبة اصل میں صندوقچہ اور اس گھڑے کو کہتے ہیں جس میں ضروری سامان رکھا جاتا ہے' عرب لوگ عیبہ بول کر دل اور سینہ مراد لیتے ہیں جس سے راز داری کی طرف اشارہ ہوتا ہے کیونکہ انسان کے راز اس کے دل اور سینہ میں ہوتے ہیں۔

انصار کی فضیلت

(۲۷) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ حَتّٰی جَلَسَ عَلَی الْمِنبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ النَّاسَ یَكْثُرُوْنَ وَیَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰی یَكُوْنُوْا فِی النَّاسِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ فَمَنْ وَّلِیَ مِنْكُمْ شَیْئًا یَضُرُّ فِیْهِ قَوْمًا وَّیَنْفَعُ فِیْهِ اٰخَرِیْنَ فَلْیَقْبَلْ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَلْیَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِیْئِهِمْ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیماری میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی باہر تشریف لائے' منبر پر بیٹھے اللہ کی تعریف کی اور ثنا کہی پھر فرمایا امابعد لوگ زیادہ ہوتے چلے جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ لوگوں میں اس طرح ہو جائیں گے جس طرح آٹے میں نمک ہوتا ہے جو شخص تم میں سے ایسی چیز کا والی بنے جو کچھ لوگوں کو نفع پہنچائے اور کچھ دوسروں کو نقصان پہنچا سکے ان کے نیکوکار سے وہ عذر قبول کرے اور ان کے بدکار سے درگذر کرے۔ (بخاری)

تشریح: ''ویقل الانصار'' چونکہ انصار نصرت سے ہے اور نصرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کی نصرت مراد ہے تو انصار ہونا ایسا وصف ہے کہ جس کو یہ وصف حاصل ہو گیا بس اسی کو حاصل ہو گیا جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی تھی وہ لوگ اسی زمانے تک خاص تھے کسی اور کی نصرت سے انصار کا وصف حاصل نہیں ہو سکتا' اس لیے انصار میں سے جو مر جاتا ہے ان کی جماعت گھٹتی ہے ایک وقت ایسا آ جائے گا کہ انصار میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا' یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث میں جہاد میں انصار کے لوگوں کے زیادہ شہید ہونے کی طرف اشارہ ہو اور واقعی انصار ہر معرکہ میں زیادہ شہید ہوئے ہیں۔ رہ گئے مہاجرین تو ہجرت کسی زمانہ کے ساتھ خاص نہیں ہے لہٰذا مہاجرین گھٹتے نہیں قیامت تک جو ہجرت کرے گا مہاجر کے وصف سے متصف ہو گا۔ ''فمن ولی'' یعنی تم سے اگر کوئی شخص صاحب اقتدار ہو اور وہ نفع و نقصان کی حیثیت میں ہو جائے ان کو چاہئے کہ انصار کے ساتھ اچھا سلوک کرے ان سے درگذر کرے۔

انصار اور ان کی اولاد در اولاد کے حق میں دعا

(۲۸) وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَآءِ الْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَآءِ اَبْنَآءِ الْاَنْصَارِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ انصار کو بخش دے انصار کے بیٹوں اور پوتوں کو بخش دے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

انصار کے بہترین قبائل

(۲۹) وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ خَیْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُوْالنَّجَّارِ ثُمَّ بَنُوْعَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنُوْالْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُوْسَاعِدَةَ وَفِیْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَیْرٌ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار کے بہترین گھر بنو نجار ہیں پھر بنو عبد الاشہل پھر بنو حارث بن خزرج پھر بنو ساعدہ ہیں پھر ہر انصار کے گھرانے میں خیر اور بھلائی ہے۔ (متفق علیہ)

حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ

(۳۰) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاَبَا مَرْثَدٍ بَدَلَ الْمِقْدَادِ. فَقَالَ اِنْطَلِقُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً وَمَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا يَتَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى اَتَيْنَا اِلَى الرَّوْضَةِ فَاِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ فَقُلْنَا اَخْرِجِى الْكِتَابَ قَالَتْ مَا مَعِىَ مِنْ كِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ اَوْلَتُلْقِيْنَّ الثِّيَابَ فَاَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَاَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم فَاِذَا فِيْهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلٰى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَا حَاطِبُ مَا هٰذَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لَاتَعْجَلْ عَلَيَّ اِنِّيْ كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِيْ قُرَيْشٍ وَلَمْ اَكُنْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَكَانَ مَنْ مَّعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَةٌ يَّحْمُوْنَ بِهَا اَمْوَالَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ بِمَكَّةَ فَاَحْبَبْتُ اِذْ فَاتَنِيْ ذَالِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ اَنْ اَتَّخِذَ فِيْهِمْ يَدًا يَحْمُوْنَ بِهَا قَرَابَتِيْ وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِيْنِيْ وَلَا رِضًى بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو زبیر اور مقداد کو ایک روایت میں مقداد کی جگہ ابو مرثد کا نام ہے فرمایا جاؤ حتیٰ کہ تم روضہ خاخ پہنچ جاؤ وہاں ایک اونٹ کے کجاوے میں سوار عورت ہے اس کے پاس ایک خط ہے اس سے وہ خط لے لو ہم اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ہم خاخ پہنچ گئے وہاں وہ عورت ہمیں ملی۔ ہم نے کہا تمہارے پاس جو خط ہے وہ ہمیں دیدے وہ کہنے لگی میرے پاس کوئی خط نہیں ہے ہم نے کہا تجھے ضرور خط نکالنا ہوگا یا تجھے اپنے کپڑے اتار کر تلاشی دینا ہوگی۔ اس نے اپنی چوٹی سے وہ خط نکال کر ہمیں دیا ہم وہ خط لیکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس میں لکھا ہوا تھا یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ کے مشرکوں کی طرف ہے اس میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض کاموں کی خبر دیدی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حاطب یہ کیا ہے اس نے کہا اے اللہ کے رسول جلدی نہ کریں میں ایسا شخص تھا جو قریش کے ساتھ چمٹایا گیا تھا میرا تعلق ان کے ساتھ ذاتی نہیں تھا آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی ان کے ساتھ قرابت ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے اموال اور مکہ میں گھر والوں کی حفاظت کر لیتے ہیں میں نے چاہا اگر نسبی قرابت مفقود ہے میں ان پر کوئی احسان کر دوں جس کی وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں گے میں نے یہ کام کفر اور ارتداد کی وجہ سے نہیں کیا اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد میں کفر پر راضی ہوا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے سچی بات کہہ دی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول مجھ کو اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اتار دوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بدر میں شامل ہو چکا ہے اور تجھے اس بات کی حقیقت معلوم نہیں شاید اللہ تعالیٰ اہل بدر پر جھانکا ہے اور کہدیا ہے جو چاہو تم کرو میں نے تم پر جنت واجب کردی ہے۔ ایک روایت میں ہے تم کو بخش دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے لوگو جو ایمان لائے ہو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ (متفق علیہ)

تشریح: "ابامرثد الغنوی" ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد کو بھیجا' دوسری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابومرثد کو بھیجا تو یہ بظاہر تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار آدمیوں کو روانہ فرمایا تھا یعنی حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت مقداد اور حضرت ابومرثد رضی اللہ عنہم اجمعین تو بعض روایات میں ابومرثد کا ذکر ہے مقداد کا نہیں اور بعض میں حضرت مقداد کا ذکر ہے ابومرثد کا نہیں ہے یہ تعارض نہیں روایت بیان کرنے والوں نے کبھی کسی کو ذکر کیا کسی کو نہیں کیا۔

''روضة خاخ'' مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ کے راستہ میں واقع ہے۔ ''ظعینة'' جو عورت اونٹ پر سوار ہو کر سفر پر نکل جائے اس کو ظعینة کہتے ہیں اس عورت کا نام سارہ تھا یا ام سارہ تھا قریش کی آزاد کردہ عورتوں میں سے ایک تھی۔ ''یتعادی'' دوڑنے اور دوڑانے کے معنی میں آیا ہے۔ ''لتلقین'' اس عورت نے خط کے ہونے کا انکار کیا تو صحابہ نے ان سے کہا کہ خط نکال دو ورنہ ہم تمہیں ننگا کر دیں گے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جھوٹا نہیں ہو سکتا ہے تم جھوٹ بولتی ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا ایمان اتنا مضبوط تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے سامنے کسی چیز کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہ تھے۔ ''من عقاصها'' عقاص عقیصة کی جمع ہے سر کی چوٹی کے بالوں کے گچھے کو کہتے ہیں امرأ القیس نے اپنی محبوبہ کے بارے میں کہا:

غدائرها مستشزرات الی العلیٰ تضلُّ العقاص فی مثنیً ومرسل

ایک روایت میں ہے کہ ''اخرجته من حجزتها'' یعنی اپنے پچھلے حصہ دبر کے پاس نرم کمر سے خط نکال کر دیا' دونوں روایات میں یہ تطبیق ہے کہ اس عورت کے لمبے بال تھے اس نے پہلے اس خط کو بالوں کے گچھے میں باندھ لیا اور پھر اس کو کمر بند کے نیچے دبا دیا تو دونوں اطلاق درست ہیں خواہ عقاصها کہہ دو خواہ عجزتها کہہ دو۔ ''ببعض امر رسول الله'' فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارادہ کو اتنا پوشیدہ رکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک کو پتہ نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں جہاد پر جارہے ہیں؟ بلکہ مدینہ کے راستوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے تھے تاکہ کوئی آدمی اہل مکہ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہم سے متعلق راز فاش نہ کرے کیونکہ اگر قریش کو پہلے پتہ چلتا تو وہ خوب تیاری کرتے تو خوب جنگ ہوتی اور بہت زیادہ خون بہہ جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ بے خبری میں قریش پر حملہ ہو جائے تاکہ کم سے کم خون گر جائے اور حرم شریف کا تقدس برقرار رہے امر رسول سے مراد یہ ہے کہ حضرت حاطب نے اندازہ سے بتایا کہ رسول اللہ کسی مہم پر جارہے ہیں ہو سکتا ہے مکہ پر حملہ ہو تو یاد رکھو تم حق کے اس سیلاب کو روک نہیں سکتے ہو مگر میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اپنے بچاؤ کا انتظام کر لو۔ ''یدًا'' اس کی جمع ایادی ہے احسان وانعام کو کہتے ہیں۔ ''وما یدریک''. ای ای شئ یعلمک انه مستحق للقتل. ''علی اهل بدر'' یعنی حاطب بدری صحابی نہیں ہیں اور شاید اللہ تعالیٰ نے پہلے سے معلوم کیا کہ اہل بدر کے اعمال گمراہ کن نہیں ہو سکتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تم کو بخش دیا جو چاہو کرو اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ کوئی غلط کام نہیں کریں گے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل بدر ایسے شہزادے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہر ناز وانداز کو نظر انداز کر دیتا ہے بس ان کی محبوبیت کے سامنے ہزار گناہ و معاف ہیں شاعر نے اس کی مکمل تصویر اس طرح کھینچ لی ہے۔

واذا الحبیب أتیٰ بذنب واحد جآء ت محاسنه بألف شفیع

ترجمہ: جب معشوق عاشق کے سامنے ایک جرم کرتا ہے تو اس کے محاسن ایک ہزار سفارشی لا کر جرم معاف کرا دیتا ہے۔

اصحاب بدر کا مرتبہ

(۳۱) وَعَنْ رُفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ جَاءَ جِبْرَئِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ مَاتَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ قَالَ مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًامِنَ الْمَلٰئِكَةِ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا تم میں سے جو لوگ بدر میں شریک ہوئے ہیں تم ان کو کس مرتبہ میں شمار کرتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب مسلمانوں سے افضل یا اسی طرح کا کلمہ کہا جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہم بھی ان فرشتوں کو اسی طرح سمجھتے ہیں جو بدر میں شریک ہوئے تھے (روایت کیا اس کو بخاری نے)

اصحاب بدر وحدیبیہ کی فضیلت

(۳۲) وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِنِّیْ لَاَرْجُوْااَنْ لَّا يَدْخُلَ النَّارَ اِنْ شَاءَ

اللّٰهُ اَحَدٌ شَهِدَ بَدْرًا وَّالْحُدَيْبِيَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا قَالَ فَلَمْ تَسْمَعِيْهِ يَقُوْلُ ثُمَّ نُنَجِّيْ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اَحَدٌ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا تَحْتَهَا (مسلم)

ترجمہ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جو بدر اور حدیبیہ میں موجود تھا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اور تم میں کوئی نہیں مگر اس میں وارد ہوگا آپ نے فرمایا تو نے سنا نہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر ہم پرہیزگار لوگوں کو نجات دیں گے ایک روایت میں ہے اگر اللہ نے چاہا اصحاب شجرہ جنہوں نے درخت کے تلے بیعت کی ان میں سے کوئی آگ میں داخل نہ ہوگا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''اصحاب الشجرہ'' صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان جس درخت کے نیچے ہوئی تھی وہ کیکر کا درخت تھا کیکر کے اس درخت کو قرآن کریم میں تحت الشجر ۃ کے نام سے یاد کیا ہے یہاں اسی بیعت اور بیعت کرنے والوں کا ذکر ہے یہ بیعت اس وقت لی گئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ اہل مکہ نے حضرت عثمان کو گرفتار کیا ہے اور پھر قتل کر دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقام لینے اور کفار سے لڑنے پر صحابہ سے بیعت لی بعد میں معلوم ہوا کہ عثمان صحیح سالم ہیں۔ اس بیعت کی بڑی فضیلت ہے حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ''بایعناہ علی الموت'' یعنی ہم نے اس پر بیعت کی تھی کہ عثمان کا بدلہ لیں گے ورنہ جان کی بازی لگائیں گے۔

اہل حدیبیہ کی فضیلت

(۳۳) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَلْفًا وَّاَرْبَعَ مِائَةٍ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ کے دن چودہ سو تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تمام زمین پر بسنے والے لوگوں سے بہتر ہو۔ (متفق علیہ)

اصحاب بدر کا مرتبہ

(۳۴) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ يَّصْعَدُ الثَّنِيَّةَ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ فَاِنَّهٗ يُحَطُّ عَنْهُ مَا حُطَّ عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَكَانَ اَوَّلُ مَنْ صَعِدَ هَا خَيْلُنَا خَيْلُ بَنِي الْخَزْرَجِ ثُمَّ تَتَامَّ النَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كُلُّكُمْ مَغْفُوْرٌ لَّهٗ اِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ فَاَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا تَعَالَ يَسْتَغْفِرْ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَاَنْ اَجِدَ ضَالَّتِيْ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لِيْ صَاحِبُكُمْ (رواہ مسلم)

و ذکر حدیث انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا بی بن کعب ان اللہ امرنی ان اقرا علیک فی باب بعد فضائل القران

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہا ثنیہ مرار پر جو چڑھے اس کے اس قدر گناہ معاف کر دیئے جائیں گے جس قدر بنی اسرائیل کے کیے گئے اس پر سب سے پہلے ہمارے یعنی بنی خزرج کے گھوڑے چڑھے پھر پے در پے لوگ چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سرخ اونٹ والے کے سوا سب کو بخش دیا گیا ہے ہم اس کے پاس آئے اور کہا آؤ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخشش مانگیں وہ کہنے لگا میں اپنا گمشدہ اونٹ پالوں اس سے بہتر ہے کہ تمہارا صاحب میرے لیے بخشش مانگے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہا تھا ان اللہ امرنی ان اقراء علیک فضائل القرآن کے بعد باب میں گذر چکی ہے۔

تشریح: ''من یصعد'' یہ صعود سے ہے چڑھنے کے معنی میں ہے۔ ''الثنیۃ'' دو پہاڑوں کے درمیان گھاٹی کو ثنیۃ کہتے ہیں اور مراد ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ اور حدیبیہ کے درمیان ہے یہ گھاٹی اسی جگہ کی طرف منسوب ہے اس لیے ثنیۃ المراد کہا گیا 6ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عمرہ کے لیے مکہ روانہ ہو گئے ڈیڑھ ہزار صحابہ ساتھ تھے لیکن جب آپ حدیبیہ مقام پر پہنچ گئے تو کفار قریش نے آپ کو عمرہ کرنے سے روکا یہ الگ ایک تفصیل طلب قصہ ہے لیکن زیر بحث حدیث میں جو تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ ثنية المرار ایک دشوار گذار بلند بالا گھاٹی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کے پیچھے کفار قریش مورچہ زن نہ ہوں اور اچانک حملہ کر کے نقصان نہ کر دیں اس لیے آپ نے بطور ترغیب اور بطور انعام یہ فرمایا کہ اس گھاٹی پر چڑھ کر دشمن کے احوال کو جو شخص معلوم کر لے گا اس کے اتنے گناہ ساقط ہو جائیں گے جتنے گناہ بنی اسرائیل کے معاف ہو گئے تھے اب سوال یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے گناہ کہاں معاف ہو گئے تھے؟ تاریخ میں اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا تو علماء نے جواب دیا کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ''اریحا'' شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر تم عجز وانکساری کے ساتھ توبہ کرتے ہوئے حطة کا نعرہ لگاتے ہوئے سر جھکا کر داخل ہو گئے تو وعدہ ہے کہ تمہارے گناہ معاف کر دوں گا' بنی اسرائیل نے اس وعدہ پر عمل نہیں کیا اور اریحا میں داخل ہوتے وقت سجدہ کے بجائے سرین کے بل داخل ہونے لگے اور حطة کے بجائے حنطة کے الفاظ بولنے لگے' اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی۔

یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماحط عن بنی اسرائیل کے الفاظ سے ان کے گناہ معاف کرنے کے وعدہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر بنی اسرائیل اس وعدہ کو پورا کرتے تو ان کے سارے گناہ معاف ہو جاتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور وعدہ خلافی کی لہٰذا تم میں سے جو شخص ثنية المرار پر چڑھ کر دشمن کے احوال معلوم کرے گا ان کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔''خیل بنی الخزرج'' حضرت جابر خود بنوخزرج سے تعلق رکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ثنية المرار پر چڑھنے کی سعادت سب سے پہلے ہمارے قبیلہ خزرج کے شہسواروں نے حاصل کی۔''ثم تتام الناس'' یہ صیغہ تمام کے معنی میں ہے ای تتابع یعنی اس کے بعد لوگ دھڑا دھڑ اتباع کرتے ہوئے چلے گئے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت سنادی کہ جو اس میں گئے سب کے سب ہر گناہ سے صاف ہو گئے۔''الاصاحب الجمل الاحمر'' سرخ اونٹ کے مالک کی مغفرت نہیں ہوگی' سرخ اونٹ کے مالک سے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول مراد ہیں' حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا کہ آجاؤ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغفار کی دعا مانگو۔ جواب میں عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا کہ میری اونٹنی گم ہو گئی ہے' میں اس کی تلاش میں جارہا ہوں اگر مجھے میری گمشدہ اونٹنی مل گئی تو وہ میرے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تمہارے نبی میرے لیے استغفار کریں۔''صاحبکم'' کی جو اصطلاح اس وقت تھی یہ کفار استعمال کیا کرتے تھے' وہ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ یہ نبی تمہارا ساتھی اور بڑا ہے ہمارا نہیں ہے' اس منافق نے بھی کفار والی اصطلاح استعمال کی۔

الفصل الثانی ..... شیخین اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی فضیلت

(۴۵) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ اقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِي مِنْ اَصْحَابِيْ اَبِي بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ وَفِيْ رِوَايَةِ حُذَيْفَةَ مَا حَدَّثَكُمُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَدِّقُوْهُ بَدْلَ وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا میرے بعد ان دو شخصوں کی پیروی کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ' عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی سیرت اختیار کرو عبداللہ بن مسعود کے قول کو مضبوطی سے پکڑو۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے تمسکو ابعهد ابن ام مکتوم کی جگہ ہے کہ ابن مسعود جو حدیث بیان کرے اس کو راست گو جانو۔ (ترمذی)

تشریح: ''اقتدوا'' یعنی میرے بعد شیخین کی اقتدا کرو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اشارات اور بعض تصریحات میں حضرت صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کو بیان کیا ہے اس حدیث میں بھی واضح اشارہ ہے۔''بعهد ابن ام عبد'' عہد سے وصیت ونصیحت اور دینی احکام اور مسائل مراد ہیں ایک اور حدیث میں ہے ماحدثکم ابن ام عبدفصد قوة. ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رضیت لامتی مارضی به ابن ام عبد'' زیر بحث حدیث اور اس قسم کی دیگر روایات کی وجہ سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اجتہادی مسائل اور فقہ کی بنیاد حضرت ابن مسعود کی روایات اور ان کی ترجیحات پر رکھی ہے حضرت ابن مسعود نے شیخین کی خلافت کو بلا چوں وچرا قبول فرمایا تھا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۳۶) وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُؤَمِّرًا اَحَدًا مِنْ غَيْرِ مَشْوَرَةٍ لَاَمَّرْتُ عَلَيْهِمُ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں مشورہ کے بغیر کسی کو امیر بناتا میں ان پر ابن ام عبد کو سردار مقرر کرتا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے)

تشریح: ''مؤمرا'' امیر بنانے کے معنی میں ہے یعنی اگر عام مشورہ کے بغیر میں کسی کو کسی کام پر امیر مقرر کرتا تو ابن مسعود کے کمالات و صفات کے پیش نظر میں ان کو امیر بنا دیتا' اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفاء اربعہ امیر بنائے گئے حضرت ابن مسعود کبھی امیر نہیں بنے تو زیر بحث حدیث کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے بعد کی امارت کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے بلکہ اس میں امیر عام کے بجائے کسی اور امارت کی طرف اشارہ ہے جس طرح جہادی مہمات اور غزوات کی تشکیلات میں کسی کو امیر بنایا جاتا ہے' مطلب یہ ہے کہ اگر عام مشورہ نہ ہوتا تو میری رائے یہ ہوتی کہ ابن مسعود ہی کو ہمیشہ جماعت کا امیر بنایا جائے۔

چند مخصوص صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل

(۳۷) وَعَنْ خَيْثَمَةَ ابْنِ اَبِيْ سَبْرَةَ قَالَ اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَسَأَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَلِي جَلِيْسًا صَالِحًا فَيَسَّرَلِيْ اَبَاهُرَيْرَةَ فَجَلَسْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ اِنِّي سَأَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَلِي جَلِيْسًا صَالِحًا فَوُفِّقْتَ لِي فَقَالَ مِنْ اَيْنَ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ جِئْتُ اَلْتَمِسُ الْخَيْرَ وَاَطْلُبُهُ فَقَالَ اَلَيْسَ فِيْكُمْ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ مُجَابُ الدَّعْوَةِ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ صَاحِبُ طَهُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَنَعْلَيْهِ وَحُذَيْفَةُ صَاحِبُ سِرِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَمَّارُ الَّذِى اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطٰنِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صلى الله عليه وسلم وَسَلْمَانُ صَاحِبُ الْكِتَابَيْنِ يعنى الانجيل والقران (رواه الترمذى)

ترجمہ: حضرت خیثمہ بن ابی سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں مدینہ آیا اور اللہ سے دعا کی میرے لیے نیک ہمنشین میسر کرے اللہ تعالیٰ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میسر فرمایا میں اس کے پاس آ کر بیٹھا میں نے کہا میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ نیک ہمنشین میسر ہو تو میرے موافق کیا گیا ہے وہ کہنے لگے تو کہاں سے آیا ہے میں نے کہا کوفہ سے میں خیر کی تلاش میں یہاں آیا ہوں وہ کہنے لگے تم میں سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نہیں ہے جو مستجاب الدعوات ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی اور نعلین پر مقرر تھا اور حذیفہ رضی اللہ عنہ جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھید ہے اور عمار جس کو اللہ نے شیطان سے بچا لیا ہے جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ملی ہے اور سلمان جو دو کتابوں کے صاحب ہیں۔ یعنی قرآن اور انجیل کے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

چند صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت

(۳۸) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْبَكْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ نِعْمَ الرَّجُلُ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ ثَابِتُ بْنِ قَيْسِ ابْنِ شَمَّاسٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ اچھا آدمی ہے' عمر رضی اللہ عنہ اچھا آدمی ہے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اچھا آدمی ہے' اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اچھا آدمی ہے' ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ اچھا آدمی ہے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اچھا آدمی ہے۔ معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اچھا شخص ہے۔ (ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

وہ تین صحابہ رضی اللہ عنہم، جن کی جنت مشتاق ہے

(۳۹) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْجَنَّۃَ تَشْتَاقُ اِلٰی ثَلٰثَۃٍ عَلِیٍّ وَعَمَّارٍ وَ سَلْمَانَ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے جو علی رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۴۰) وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ اسْتَاذَنَ عَمَّارٌ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ ائْذَنُوْا لَہٗ مَرْحَبًا بِالطَّیِّبِ الْمُطَیَّبِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے عمار رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ فرمایا اس کو اجازت دو کہ پاک ہے پاک کیا گیا ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

(۴۱) وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَاخُیِّرَ عَمَّارُ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ اِلَّا اخْتَارَ اَشَدَّھُمَا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمار رضی اللہ عنہ کو دو کاموں میں ایک کے قبول کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا مگر وہ دونوں میں سے بہترین کو پسند کر لیتا ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تشریح: ''اشدھما'' ایک روایت میں ایسرھما ہے یعنی آسان کام کو اختیار فرماتے تھے' ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اشدھما کا تعلق حضرت عمار کی ذات سے ہے کہ وہ زیادہ ثواب کے حصول کی غرض سے سخت ترین کام کو اپنی ذات کے لیے اختیار کرتے تھے لیکن دوسری اشخاص کے اعتبار سے آسان کام اختیار کرتے تھے تاکہ اور لوگوں کے لیے وہ کام باعث مشقت نہ بنے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۴۲) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا حُمِلَتْ جَنَازَۃُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذَ قَالَ الْمُنَافِقُوْنَ مَاخَفَّ جَنَازَتُہٗ ذٰلِکَ لِحُکْمِہٖ فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ فَبَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ کَانَتْ تَحْمِلُہٗ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا منافق کہنے لگے اس کا جنازہ بہت ہلکا ہے کیونکہ بنو قریظہ میں انہوں نے فیصلہ کیا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی آپ نے فرمایا اس کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا تھا۔ (ترمذی)

تشریح: ''لحکمہ فی بنی قریظہ'' بنو قریظہ مدینہ میں رہنے والے بااثر یہودیوں کے ایک قبیلے کا نام ہے' حضرت سعد بن معاذ کے ان لوگوں سے پرانے تعلقات تھے' جنگ خندق کے بعد جب ان یہود کا محاصرہ ہو گیا تو انہوں نے حضرت سعد بن معاذ کو اپنا حکم تسلیم کر لیا کہ یہ جو فیصلہ کرے ہمیں منظور ہے آپ آ گئے اور تورات کے مطابق فیصلہ سنا دیا کہ عورتوں بوڑھوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے اور لڑنے والے جوانوں کو قتل کیا جائے' جب یہ فیصلہ نافذ ہو گیا تو منافقین بہت ناراض ہو گئے' جب حضرت سعد بن معاذ کا انتقال ہو گیا اور جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین نے کہا کہ سعد کا جنازہ بھاری نہیں ہلکا ہے گویا ان کے ایمان میں فرق آ گیا ہے کیونکہ اس نے بنو قریظہ کے بارے میں جو فیصلہ کیا تھا وہ ظالمانہ فیصلہ تھا' اس بات کی اطلاع کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنازہ اس لئے ہلکا معلوم ہو رہا ہے کہ فرشتے جنازہ کو اٹھائے ہوئے ہیں کہتے ہیں' کہ ان کی نماز جنازہ میں ستر ہزار فرشتے آئے تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۴۳) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمْرٍؓ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ وَلَا اَقَلَّتِ الغَبْرَآءُ اَصْدَقَ مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ (روالترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے ابوذر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی سچے شخص پر آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے اٹھایا نہیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "اصدق" زیادہ سچے کو اصدق کہتے ہیں۔ "اظلت" سایہ کرنے کے معنی میں ہے۔ "الخضراء" نیلگوں آسمان کو خضراء کہتے ہیں۔ "الغبراء" غبار آلود زمین کو غبراء کہتے ہیں' ابوذر غفاری اس امت کے سب سے زیادہ زاہد' تارک الدنیا انسان تھے' وہ ایک وقت سے دوسرے وقت کے لیے کھانے کے رکھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے' اس پر لوگوں کو لاٹھی سے مارا کرتے تھے' اسلام سے پہلے حنفاء میں سے تھے' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام میں کچھ عرصہ رہے' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ ان کو مدینہ بلائیں جب حضرت ابوذر غفاری مدینہ آئے' تو حضرات صحابہ وتابعین سے زہد کے بارے میں جھگڑتے تھے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ سے چند میل باہر "زبدہ" مقام پر چلے جانے کو کہا آپ چلے گئے اور وہیں پر انتقال ہو گیا وہیں پر مدفون ہیں' آپ زہد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ تھے۔

(۴۴) وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَآءُ مِنْ ذِی لَهْجَةٍ اَصْدَقُ وَلَا اَوْفٰی مِنْ اَبِیْ ذِرٍّ شِبْهِ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ یَعْنِی فِی الزُّهْدِ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوذر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی راست گو پر آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے اٹھایا نہیں وہ زہد میں عیسیٰ بن مریم کے مشابہ ہیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

علمی بزرگی رکھنے والے چار صحابہ رضی اللہ عنہم

(۴۵) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ لَمَّا حَضَرَتِ الْمَوْتُ قَالَ الْتَمِسُوْا الْعِلْمَ عِنْدَ اَرْبَعَةٍ عِنْدَ عُوَیْمِرٍ اَبِی الدَّرْدَآءِ وَعِنْدَ سَلْمَانَ وَعِنْدَ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ عَنْدَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامُ الَّذِی کَانَ یَهُوْدِیًّا فَاَسْلَمَ فَاِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَقُوْلُ اِنَّهٗ عَاشِرُ عَشِرَةٍ فِی الْجَنَّةِ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان کی موت کا وقت آیا انہوں نے کہا چار شخصوں سے علم طلب کرو۔ عویم ابی الدرداء سے۔ سلمان رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے جو پہلے یہودی تھے پھر ایمان لائے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ جنت میں دسویں شخص ہیں۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "عاشر عشرة" دس شخصوں میں سے دسواں شخص ہے۔ اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن سلام گویا دس اشخاص جو عشرہ مبشرہ ہیں ان میں کسی ایک کی مانند ہے' دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا عبداللہ بن سلام جنت میں داخل ہونے والوں میں سے دسویں آدمی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ یہود کے جو بڑے بڑے سردار جنت میں جائیں گے ان میں سے ایک عبداللہ بن سلام ہوں گے۔

حذیفہ اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی فضیلت

(۴۶) وَعَنْ حُذَیْفَةَؓ قَالَ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِاسْتَخْلَفْتَ قَالَ اِنِ اسْتَخْلَفْتُ عَلَیْکُمْ فَعَصَیْتُمُوْهُ عُذِّبْتُمْ وَلٰکِنْ مَا حَدَّثَکُمْ حُذَیْفَةُ فَصَدِّقُوْهُ وَمَا اَقْرَاَکُمْ عَبْدُاللّٰهِ فَاقْرَءُوْهُ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ کوئی خلیفہ مقرر فرما دیتے تو بہتر تھا آپ نے فرمایا اگر میں کوئی خلیفہ مقرر کر دوں اور تم اس کی نافرمانی کرو تم کو عذاب دیا جائے گا لیکن تم کو حذیفہ رضی اللہ عنہ جو حدیث بیان کرے اس کی تصدیق کرو اور عبداللہ جو پڑھائے اس کو پڑھو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''لو استخلفت'' ای لو جعلت احدًا بعدک خلیفة لکان حسنًا. یعنی صحابہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپ اپنے بعد کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمائے تو یہ اچھا ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلوب حکیم کے تحت جواب دیا کہ تمہارا یہ سوال اچھا نہیں ہے نہ تم کو اس میں پڑنے کی ضرورت ہے' یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ مناسب وقت میں جس کو مقرر کرے گا تم اس کو مان لوگے اور تمہارا اس پر اتفاق ہو جائے گا لیکن فرض کرلو اگر میں کسی کو اب سے خلیفہ مقرر کرلوں گا اور بعد میں تمہاری رائے اس کے مخالف ہوگئی تو تم سخت عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے' اس لیے اس سوال میں نہ پڑو نہ خلافت کی بات کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو' کتاب وسنت اپنانے میں حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرو' ان دو کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ حضرت حذیفہ صاحب سر رسول اللہ تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ احکام شریعت میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے' اس میں ان دونوں کی فضیلت کا ذکر ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۴۷) وَعَنْهُ قَالَ مَا اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ تُدْرِکُهُ الْفِتْنَةُ اِلَّا اَنَا اَخَافُهَا عَلَيْهِ اِلَّا مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلَمَةَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ لَا تَضُرُّکَ الْفِتْنَةُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَ سَکَتَ عَنْهُ وَاَقَرَّهُ عَبْدُ الْعَظِيْمِ

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں محمد بن مسلمہ کے سوا ہر شخص کے لیے فتنہ سے ڈرتا ہوں کہ اس کو نقصان نہ پہنچائے عبداللہ بن مسلمہ کے لیے میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ فتنہ تجھ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے عبدالعظیم نے اس کا اقرار کیا ہے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

(۴۸) وَعَنْ عَآئِشَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم رَاٰی فِیْ بَيْتِ الزُّبَيْرِ مِصْبَاحًا فَقَالَ يَا عَآئِشَةُ مَا اُرٰی اَسْمَاءَ اِلَّا قَدْ نُفِسَتْ وَلَا تُسَمُّوْهُ حَتّٰی اُسَمِّيَهٗ فَسَمَّاهُ عَبْدَاللّٰهِ وَ حَنَّکَهٗ بِتَمْرَةٍ بِيَدِهٖ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ کے گھر میں دیا دیکھا فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا میرے خیال میں اسماء کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اس کا نام نہ رکھنا میں اس کا نام رکھوں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور تھی اس کے ساتھ گھٹی دی۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

(۴۹) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عُمَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم اَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِبِهٖ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے کہا اے اللہ اس کو راہ دکھانے والا اور راہ یافتہ بنادے اور اس کے ساتھ لوگوں کو ہدایت دے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

(۵۰) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْلَمَ النَّاسُ وَآمَنَ عَمْرُوْ بْنُ الْعَاصِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ.

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسرے لوگ اسلام لائے ہیں اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ایمان لائے ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث غریب ہے۔ اور اس کی سند قوی نہیں ہے۔

تشریح: ''اسلم الناس و آمن عمرو بن العاض'' اس کلام کا ایک مطلب یہ ہے کہ اور لوگوں سے تو جنگیں ہوئیں تب کہیں جا کر وہ مسلمان ہوئے لیکن عمرو بن العاص تو برضا اور رغبت خود مسلمان ہو گئے۔ اس کلام کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اور لوگوں کو ایمان و اسلام کی دعوت دی گئی تو وہ مسلمان ہو گئے لیکن عمرو بن العاص نے اسلام کی حقانیت اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ادراک کیا اور قلب میں قبولیت اور ایمان کا ایک جذبہ پیدا ہوا اور دوڑ دوڑ کر مدینہ چلا آیا اور ایمان قبول کیا' کہتے ہیں کہ حبشہ کے نجاشی نے ان سے کہا کہ تعجب ہے اے عمرو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے چچا کے بیٹے ہیں اور تم ان کی حقیقت و حقانیت سے اب تک بے خبر ہو؟ مکہ کے کفار نے حضرت عمرو بن العاص کو سفیر بنا کر حبشہ بھیجا تھا کہ مکہ سے حبشہ کی طرف بھاگے ہوئے مسلمانوں کو واپس لاؤ وہاں پر جب عمرو بن العاص اپنے مشن میں ناکام ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل میں ایمان کو نور موجزن ہوا اور وہ ایمان لے آئے' اس طرح انہوں نے علی وجہ البصیرۃ ایمان کو دل و جان سے قبول کیا اور بہت عمدہ طریقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے بارے میں گفتگو کی' شاید اسی کی طرف اشارہ ہو کہ اور لوگوں نے ''اسلام'' قبول کیا مگر عمرو بن عاص ایمان لائے!

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کی فضیلت

(۵۱) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ يَا جَابِرُ مَالِيْ اَرَاكَ مُنْكَسِرًا قُلْتُ اسْتُشْهِدَ اَبِيْ وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَيْنًا قَالَ اَفَلَا اُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللّٰهُ بِهٖ اَبَاكَ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَلَّمَ اللّٰهُ اَحَدً قَطُّ اِلَّا مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ وَاَحْيَا اَبَاكَ فَكَلَّمَهٗ كِفَاحًا قَالَ يَا عَبْدِيْ تَمَنَّ عَلَيَّ اُعْطِكَ قَالَ يَا رَبِّ تُحْيِيْنِيْ ' فَاُقْتَلُ فِيْكَ ثَانِيَةً قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اِنَّهٗ قَدْ سَبَقَ مِنِّيْ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ فَنَزَلَتْ فَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا اَلْاٰيَةَ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے اور فرمایا اے جابر کیا ہے میں تجھ کو افسردہ دیکھ رہا ہوں میں نے کہا میرا باپ شہید ہو گیا ہے اور انہوں نے عیال اور قرض چھوڑا ہے فرمایا میں تجھ کو بشارت دوں کہ اللہ تعالیٰ تیرے باپ کو کس طرح ملا ہے میں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول فرمایا ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے پردے کے پیچھے کلام کیا ہے اور تیرے باپ کو اللہ نے زندہ کیا اور روبرو اس سے گفتگو فرمائی فرمایا میرے بندے تو آرزو کر میں تجھ کو عطا کروں گا اس نے کہا اے میرے رب مجھ کو زندہ کرتا کہ دوبارہ تیرے راستہ میں شہید ہوں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا میرا حکم گذر چکا ہے اور وہ دوبارہ نہیں لوٹائے جائیں گے اس وقت یہ آیت اتری اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں مردے نہ خیال کرو آخر آیت تک۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: ''منکسرا'' یعنی غمگین اور افسردہ دل ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ ''کفاحا'' کاف پر زیر ہے آمنے سامنے گفتگو کو کہتے ہیں یعنی تیرے ابا جان عبداللہ جو احد میں شہید ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور بلا واسطہ اور بلا قاصد ان سے کلام کیا' معلوم ہوا کہ احد کے شہداء سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا مگر پردہ کے پیچھے سے کیا صرف حضرت جابر کے والد عبداللہ کو پردہ کے اندر بلایا اور آمنے سامنے کلام فرمایا۔

(۵۲) وَعَنْهُ قَالَ اسْتَغْفَرَلِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس (25) مرتبہ میرے لیے بخشش کی دعا کی۔ (ترمذی)

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ

(۵۳) وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِنْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِى طِمْرَيْنِ لَايُؤْبَهُ لَهُ لَوْاَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَابَرَّهُ مِنْهُمُ الْبَرَآءُ بْنُ مَالِكٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَالْبَيْهَقِىُّ فِى دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ .

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتنے ہی پراگندہ بال غبار آلودہ قدموں والے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایسے ہیں جن کی پرواہ نہیں کی جاتی اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھالیں اللہ ان کی قسم کو سچا کردے۔ان میں براء بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔روایت کیا اس کو ترمذی نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

تشریح: "اشعث" پراگندہ بال شخص کو اشعث کہتے ہیں۔"اغبر" غبار آلود بدن کو اغبر کہتے ہیں اس کا مادہ غبار ہے۔"ذی طمرین" طاپر زیر ہے ثوب طمر پھٹے پرانے کپڑے کو کہتے ہیں' میم ساکن ہے یہاں دو پرانے کپڑوں سے قمیص اور ازار مراد ہے۔"لا یؤبہ" یا پر ضمہ ہے اور واؤ ساکن ہے وبہ یوبہ وبھا باب فتح سے لا یبالی کے معنی میں ہیں ایک لغت میں ہمزہ ساکن ہے آخر میں با ہے جس پر فتحہ ہے اس صورت میں یہ باب افعال سے ہوگا (مصباح اللغات) یعنی ایسا شخص ہو کہ معاشرہ میں کوئی شخص اس کو اہمیت نہ دیتا ہو' گمنام بوسیدہ حال ہو کسی شمار میں نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اتنا بڑا مقام ہوتا ہے کہ اگر وہ از خود قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم میں اس کو سچا اور بری الذمہ بنا دیتا ہے انہیں افراد میں سے ایک براء بن مالک ہے۔

حضرت براء بن مالک حضرت انس کے حقیقی بھائی ہیں' فضلاء صحابہ میں سے ہیں' عرب کے نامور بہادروں اور پہلوانوں میں ان کا شمار ہوتا ہے' احد اور اس کے بعد تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی شجاعت اور طاقت عطا فرمائی تھی کہ ایک جنگ میں انہوں نے تنہا ایک سو کفار کو واصل جہنم کیا تھا۔جنگ یمامہ میں اہم قلعہ کے فتح کرنے کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو مسلح کر کے روئی کی بوری میں باندھ لیا اور منجنیق کے ذریعہ سے صحابہ نے ان کو قلعہ کے اندر پھینک دیا انہوں نے اندر جنگ لڑ کر قلعہ فتح کیا آپ 20ھ میں شہید ہو گئے تھے۔

اہل بیت اور انصار

(۵۴) وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنَّ عَيْبَتِىَ الَّتِى اَوِى اِلَيْهَا اَهْلُ بَيْتِى وَاِنَّ كَرِشِىَ الْاَنْصَارُ فَاعْفُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ وَاَقْبَلُوْا عَنْ مُحْسِنِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے مشیرانِ خاص جن کی طرف میں پناہ پکڑتا ہوں میرے اہل بیت ہیں میرے دلی دوست انصار ہیں ان کے نیکوکار سے قبول کرو ان کے گنہ گار سے درگذر کرو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

انصار کی فضیلت

(۵۵) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَا يُبْغِضُ الْاَنْصَارَ اَحَدٌ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ انصار سے بغض نہیں رکھتا۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی قوم کی فضیلت

(۵۶) وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِىْ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِقْرَ اَقَوْمَكَ السَّلَامُ فَاِنَّهُمْ

مَا عَلِمْتُ اَعِفَّةٌ صُبُرٌ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہا اپنی قوم کو میرا اسلام کہنا میرے علم میں وہ بڑے پارسا اور صبر کرنے والے ہیں۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "اقرأ" اقراء سے ہے سلام کہنا اور سلام پہنچانے کے معنی میں ہے عام نسخوں میں اقرأ مجرد کے ابواب میں سے آیا ہے۔"اعفة" عفیف کی جمع ہے پاکباز لوگ مراد ہیں جو ہر قسم سوال اور فحاشی سے پاک ہوں۔"صُبُر" یہ صابر کی جمع ہے میدان جہاد وغیرہ مشکلات میں ثابت قدم اور صبر کرنے والے لوگ مراد ہیں۔"ماعلمت" کے جملہ میں ما موصولہ ہے اور یہ جملہ معترضہ ہے انھم میں ضمیر جمع ہے یہ حرف ان کے لیے اسم ہے اور اعفة خبر ہے۔

اہل بدر کی فضیلت

(۵۷) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ عَبْدًالِحَاطِبٍ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم يَشْكُوْا حَاطِبًا اِلَيْهِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَيَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا فَاِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَّالْحُدَيْبِيَةَ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حاطب کا ایک غلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے حاطب کی شکایت کی اور کہا اے اللہ کے رسول حاطب ضرور دوزخ میں داخل ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جھوٹا ہے وہ اس میں داخل نہیں ہوگا وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہو چکا ہے۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور اہل فارس

(۵۸) وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ ذَكَرَ اللّٰهُ اِنْ تَوَلَّيْنَا اسْتُبْدِلُوْا بِنَا ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَنَا فَضَرَبَ عَلٰى فَخِذِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وَ قَوْمُهُ وَلَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَا وَلَهُ رِجَالٌ مِنَ الْفُرْسِ (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اگر تم منہ پھیر لو تمہارے سوا کسی اور قوم کو بدل دے پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس سے مراد کون ہیں اگر ہم منہ پھیر لیں وہ ہماری جگہ لیں گے اور ہم جیسے نہ ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ران پر ہاتھ مارا پھر فرمایا یہ اور اس کی قوم۔اگر ایمان ثریا تک پہنچ جائے فارس کے لوگ اس کو پکڑ لیں۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے)

اہل عجم پر اعتماد

(۵۹) وَعَنْهُ قَالَ ذُكِرَتِ الْاَعَاجِمُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنَابِهِمْ اَوْبِبَعْضِهِمْ اَوْثَقُ مِنِّىْ بِكُمْ اَوْبِبَعْضِكُمْ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عجمیوں کا ذکر ہوا آپ نے فرمایا میں ان پر یا ان میں سے بعض پر تم سے زیادہ یا تمہارے بعض سے زیادہ وثوق رکھتا ہوں۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: "اوببعضهم" میں "او" شک کے لیے ہے راوی کو شک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسا لفظ استعمال فرمایا تھا؟ مطلب یہ ہے کہ میں سارے اہل ایمان عجم کے بارے میں یا بعض کے بارے میں اتنا پرامید ہوں اور ان پر مجھے اتنا اعتماد و اطمینان ہے جو تم عرب پر اتنا نہیں ہے۔علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام کے مخاطب بعض عرب تھے جو ایک خاص قبیلہ

سے تعلق رکھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے ایک موقع پر ان لوگوں کو جہاد میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے مال خرچ کرنے میں سستی کی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام فرمایا لہٰذا یہ کلام عام صحابہ کرام کے بارے میں نہیں ہے بلکہ ایک خاص طبقہ کے بارے میں ہے، عام صحابہ کی شان ہی اور ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا تھے ان کے مقابلے میں کسی اور کیا کیا تصور ہوسکتا ہے:

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

الفصل الثالث .... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خاص لوگ

(۶۰) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ سَبْعَةَ نُجَبَآءَ وَرُقَبَآءَ وَاُعْطِيْتُ اَنَا اَرْبَعَةَ عَشَرَ قُلْنَا مَنْ هُمْ قَالَ اَنَا وَابْنَایَ وَجَعْفَرٌ وَحَمْزَةُ وَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرَ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَ بِلَالٌ وَ سَلْمَانٌ وَ عَمَّارٌ وَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَ اَبُوْذَرٍّ وَ الْمِقْدَادُ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے سات برگزیدہ اور نگہبان ہوتے ہیں میرے چودہ ہیں ہم نے کہا وہ کون ہیں فرمایا میں اور میرے دونوں بیٹے (مراد حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ ہیں) جعفر رضی اللہ عنہ، حمزہ رضی اللہ عنہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ، سلمان رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ، مقداد رضی اللہ عنہ۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

(۶۱) وَعَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ كَانَ بَيْنِي وَ بَيْنَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ كَلَامٌ فَاَغْلَظْتُ لَهُ فِي الْقَوْمِ فَانْطَلَقَ عَمَّارٌ يَشْكُوْنِي اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَجَآءَ خَالِدٌ وَهُوَ يَشْكُوْا اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فَجَعَلَ يُغْلِظُ لَهُ وَلَا يَزِيْدُهُ اِلَّا غِلْظَةَ وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم سَاكِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ فَبَكٰى عَمَّارٌ وَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرَاهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأْسَهُ وَقَالَ مَنْ عَادٰى عَمَّارًا عَادَاهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَ عَمَّارًا اَبْغَضَهُ اللّٰهُ قَالَ خَالِدٌ فَخَرَجْتُ فَمَا كَانَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ رَضِيَ عَمَّارٍ فَلَقِيْتُهُ بِمَا رَضِيَ فَرَضِيَ.

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے اور عمار بن یاسر کے درمیان کچھ معاملہ تھا میں نے اس سے کچھ سخت کلامی کی۔ عمار نے میری شکایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی میں نے بھی آکر اس کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی اور بڑی سخت باتیں کیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے ہیں کچھ نہیں بولتے۔ عمار رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھتے نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا جو عمار رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دشمن رکھے گا اور جو عمار رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بُرا سمجھے گا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا میں باہر نکلا مجھے عمار رضی اللہ عنہ کی رضامندی سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہ تھی میں عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس طرح پیش آیا کہ وہ مجھ سے راضی ہو گئے۔

حضرت خالد "سیف اللہ رضی اللہ عنہ"

(۶۲) وَعَنْ اَبِي عُبَيْدَةَ اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَالِدٌ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَنِعْمَ فَتَى الْعَشِيْرَةِ رَوَاهُمَا اَحْمَدُ.

ترجمہ: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں خالد رضی اللہ عنہ اللہ کی تلوار ہے اور اپنے قبیلہ کا اچھا نوجوان ہے۔ (روایت کیا ہے ان دونوں کو احمد نے)

علی ابوذر، مقداد، سلمان رضی اللہ عنہم

(۶۳) وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اَمَرَنِىْ بِحُبِّ اَرْبَعَةٍ وَاَخْبَرَنِىْ اَنَّهٗ يُحِبُّهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِّهِمْ لَنَا قَالَ عَلِىٌّ مِنْهُمْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ ثَلٰثًا وَاَبُوْذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ وَ سَلْمَانُ اَمَرَنِىْ بِحُبِّهِمْ وَاَخْبَرَنِىْ اَنَّهٗ يُحِبُّهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ.

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ کو چار شخصوں کے ساتھ محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ وہ بھی ان کو دوست رکھتا ہے کہا گیا اے اللہ کے رسول آپ ان کے نام لیں۔فرمایا ایک ان میں سے علی رضی اللہ عنہ ہے تین بار یہ کلمہ کہا اور ابوذر رضی اللہ عنہ' مقداد رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ ہیں مجھ کو ان سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور مجھ کو خبر دی ہے کہ وہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔(روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

ابوبکر بزبان عمر رضی اللہ عنہما

(۶۴) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ اَبُوْبَكْرٍ سَيِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِىْ بِلَالًا (رواه البخارى)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار بلال رضی اللہ عنہ کو انہوں نے آزاد کیا ہے۔(روایت کیا اس کو بخاری نے)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

(۶۵) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ اَنَّ بِلَالًا قَالَ لِاَبِىْ بَكْرٍ اِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِىْ لِنَفْسِكَ فَاَمْسِكْنِىْ وَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِىْ لِلّٰهِ فَدَعْنِىْ وَعَمَلَ اللّٰهِ (رواه البخارى)

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر تو نے مجھے اپنے لیے خریدا ہے تو مجھ کو اپنے لیے روک لے اگر تو نے مجھ کو اللہ کی رضامندی کے لیے خریدا ہے مجھ کو اور اللہ کے لیے عمل کرنے کو چھوڑ دے۔(بخاری)

تشریح: "نفسک" اس حدیث کے سمجھنے کے لیے ایک پس منظر اور مختصر سا قصہ سمجھنا ضروری ہے' حضرت بلال مکہ مکرمہ میں غلام تھے جب آپ مسلمان ہوئے تو ان کے آقاؤں نے ان کو بہت زیادہ سزائیں دیں' امیہ بن خلف رات بھر ان کو مارتا تھا اور دن میں تپتی ریت اور گرم سنگریزوں پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھتا تھا اور ارد گرد آگ جلاتا تھا اور مطالبہ کرتا تھا کہ اسلام چھوڑ دو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے عوض کئی غلام دے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کے آقاؤں سے خرید لیا اور پھر آزاد کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لگے رہے اور مسجد نبوی میں اذان پر مامور ہوئے۔جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب محبوب کے بغیر محبوب کے شہر میں رہنا دشوار ہو رہا ہے اس لیے مدینہ منورہ کی اس در و دیوار سے دور کسی جگہ آئندہ کی زندگی گزاروں گا' اس غرض سے آپ نے شام جانے کا ارادہ کیا کہ وہاں جہاد بھی کروں گا اور زندگی بھی گزار گا' ادھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کو شام جانے سے منع کر رہے تھے کیونکہ اذان کے لیے یہ سب سے زیادہ موزوں بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن بھی تھے۔

اس موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کے لیے خریدا تھا تو مجھے یہاں مدینہ میں روک دو اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خریدا تھا تو مجھے اللہ تعالیٰ کے کاموں کے سرانجام دینے کے لیے آزاد چھوڑ دو کہ جہاں چاہوں چلا جاؤں اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں جہاد کروں' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دیدی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کے ساتھ مل کر دمشق کی طرف چلے گئے اور 18ھ یا 20ھ میں وہیں پر انتقال ہو گیا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ

(۶۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ اِنِّیْ مَجْهُوْدٌ فَاَرْسَلَ اِلٰی بَعْضِ نِسَائِهٖ فَقَالَتْ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلَّا مَاءٌ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی اُخْرٰی فَقَالَتْ مِثْلَ ذَالِکَ وَقُلْنَ کُلُّهُنَّ مِثْلَ ذَالِکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَنْ یُّضِیْفُهٗ یَرْحَمُهُ اللّٰهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ یُقَالُ لَهٗ اَبُوْطَلْحَةَ فَقَالَ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰی رَحْلِهٖ فَقَالَ لِاِمْرَأَتِهٖ هَلْ عِنْدَکِ شَیْءٌ قَالَتْ لَا اِلَّا قُوْتَ صِبْیَانِیْ قَالَ فَعَلِّلِیْهِمْ بِشَیْءٍ وَنَوِّمِیْهِمْ فَاِذَادَخَلَ ضَیْفُنَا فَاَرِیْهِ اَنَّانَاْکُلُ فَاِذَااَهْوٰی بِیَدِهٖ لِیَاْکُلَ فَقُوْمِیْ اِلَی السِّرَاجِ کَیْ تُصْلِحِیْهِ فَاَطْفِیْهِ فَفَعَلَتْ فَقَعَدُوْا وَاَکَلَ الضَّیْفُ وَبَاتَاطَاوِیَیْنِ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَااِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ اَوْضَحِکَ اللّٰهُ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةٍ. وَفِیْ رِوَایَةٍ مِّثْلُهٗ وَلَمْ یُسَمِّ اَبَا طَلْحَةَ وَفِیْ اٰخِرِهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں فقیر ہوں آپ نے اپنی کسی بیوی کے پاس پیغام بھیجا کہ ایک سائل آیا ہے وہ کہنے لگی اس ذات کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے میرے پاس سوا پانی کے کچھ بھی نہیں۔ پھر دوسری بیوی کی طرف یہی پیغام بھیجا اس نے بھی اس طرح کا جواب دیا سب نے اسی طرح کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو کون مہمان بنائے گا اللہ اس پر رحم کرے گا۔ ایک انصاری شخص کھڑا ہوا اس کا نام ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھا اس نے کہا میں اے اللہ کے رسول۔ اسے اپنے گھر لے گیا اپنی بیوی سے کہا تیرے پاس کچھ ہے اس نے کہا نہیں صرف بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا ہے اس نے کہا ان کو بہلا کر سلا دے جب ہمارا مہمان آئے اس کو اس طرح محسوس ہو کہ ہم کھا رہے ہیں جب وہ کھانے کے لیے اپنے ہاتھ کو حرکت دے تو چراغ کو درست کرنے کے بہانہ سے بجھا دینا اس نے ایسا ہی کیا وہ سب بیٹھ گئے مہمان نے کھانا کھا لیا اور ان دونوں نے بھوکے رات گذاری جب صبح ہوئی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے تعجب کیا ہے فلاں مرد اور فلاں عورت سے یا فرمایا اللہ تعالیٰ فلاں مرد اور عورت سے خوش ہے ایک روایت میں اس کی مثل ہے اور اس میں ابوطلحہ کا نام مذکور نہیں اس کے آخر میں ہے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ ان کو بھوک ہو۔ (متفق علیہ)

تشریح: ''انی مجهود'' یعنی میں بے بس، مجبور، مصیبت زدہ فقیر ہوں۔ ''فعلليهم'' یعنی اپنے بھوکے بچوں کو بہلا کر سلا دو اور کھانا مہمان کے لیے لا دو اور پھر اصلاح کے بہانے سے چراغ کو بجھا دو اور کھانا مہمان کو کھلا دو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ''طاويين'' یعنی میاں بیوی خالی پیٹ بھوکے سو گئے مہمان کو اندھیرے میں پتہ ہی نہ چلا کہ ان دونوں نے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا۔ ''عجب الله او ضحک'' یہ دونوں لفظ متشابہات میں سے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مراد ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمانہ حجاب کے حکم آنے سے پہلے کا زمانہ تھا جس میں یہ قصہ پیش آیا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

(۶۷) وَعَنْهُ قَالَ نَزَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَنْزِلًا فَجَعَلَ النَّاسُ یَمُرُّوْنَ فَیَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَنْ هٰذَا یَا اَبَا هُرَیْرَةَ فَاَقُوْلُ فُلَانٌ فَیَقُوْلُ نِعْمَ عَبْدُاللّٰهِ هٰذَا وَیَقُوْلُ مَنْ هٰذَا فَاَقُوْلُ فُلَانٌ فَیَقُوْلُ بِئْسَ عَبْدُاللّٰهِ هٰذَا حَتّٰی مَرَّ خَالِدُبْنُ الْوَلِیْدِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ نِعْمَ عَبْدُاللّٰهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جگہ اترے لوگ گذرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کون ہے میں کہتا فلاں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے یہ خدا کا اچھا بندہ ہے اور فرماتے یہ

کون ہے میں کہتا فلاں شخص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے یہ اللہ کا برا بندہ ہے یہاں تک کہ خالد بن ولید گذرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون ہے میں نے کہا خالد بن ولید ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اللہ کا بہت اچھا بندہ ہے اور اللہ کی تلواروں سے ایک تلوار ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

انصار کے ساتھ شفقت وعنایت

(۶۸) وَعَنْ زَیْدِبْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ یَانَبِیَّ اللّٰهِ لِکُلِّ نَبِیٍّ اَتْبَاعٌ وَاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاکَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ یَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا فَدَعَابِهٖ (بخاری)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار نے کہا اے اللہ کے نبی ہر نبی کے اتباع ہوتے ہیں ہم نے آپ کی اتباع اختیار کی ہے اللہ سے دعا کریں کہ ہمارے تابعدار ہماری اولاد سے بنائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔ (بخاری)

انصار کی فضیلت

(۶۹) وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَیًّامِنْ اَحْیَاءِ الْعَرَبِ اَکْثَرَ شَهِیْدًا اَعَزَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ وَقَالَ اَنَسٌ قُتِلَ مِنْهُمْ یَوْمَ اُحُدٍ سَبْعُوْنَ وَیَوْمَ بِئْرِمَعُوْنَةَ سَبْعُوْنَ وَیَوْمَ الْیَمَامَةِ عَلٰی عَهْدِ اَبِیْ بَکْرٍ سَبْعُوْنَ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کسی قبیلہ عرب کو نہیں جانتے جس کے شہید قیامت کے دن انصار سے بڑھ کر زیادہ معزز ہوں کہا اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا اُحد کے دن ان کے ستر آدمی شہید ہوئے اور بیر معونہ کے دن ستر شہید ہوئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یمامہ کے دن ستر شہید ہوئے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

اصحاب بدر

(۷۰) وَعَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ کَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِیِّیْنَ خَمْسَةَ اٰلَافٍ، خَمْسَةَ اٰلَافٍ وَقَالَ عُمَرُ لَاُفَضِّلَنَّهُمْ عَلٰی مَنْ بَعْدَهُمْ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ کہا بدر میں شریک ہونے والوں کا وظیفہ پانچ پانچ ہزار تھا اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں بعد میں آنے والے لوگوں پر ان کو فضیلت دوں گا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: ''عطاء البدریین'' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بدر میں شریک مجاہدین کے لیے بیت المال سے سالانہ پانچ ہزار درہم وظیفہ مقرر فرمایا تھا' یہ وظیفہ دوسروں سے زیادہ تھا تاکہ اہل بدر کی فضیلت ثابت ہو جائے اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اس فضیلت کو عملی طور پر برقرار رکھا بلکہ قولی طور پر اس کا اعلان بھی فرمایا اور عزم کیا کہ میں اس فضیلت کو برقرار رکھوں گا۔

تَسْمِیَةُ مَنْ سُمِّیَ مِنْ اَهْلِ الْبَدْرِ فِی الْجَامِعِ لِلْبُخَارِیِّ

اہل بدر میں سے ان صحابہؓ کے ناموں کا ذکر جو جامع بخاری میں مذکور ہیں

قال اللہ تعالیٰ: (ولقد نصر کم اللہ ببدر وانتم اذلة) (آل عمران: 123)

2ھ میں بدر کا واقعہ پیش آیا تھا' قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مکہ کی طرف واپس آ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 313 صحابہ اپنے ساتھ لیے اور اس قافلہ کے پکڑنے کے لیے بدر کی طرف روانہ ہوئے' جلدی نکلنے کی وجہ سے ان صحابہ کرام کے پاس جنگی ساز وسامان نہ ہونے کے برابر تھا باقاعدہ کسی جنگ کی صورت نہیں تھی اسلحہ کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ صرف قافلہ پکڑنا تھا مگر قافلہ نے چالاکی سے اپنی جان بچالی اور کفار قریش

کوخوفناک پیغام بھیجا کہ ہم لٹ گئے اگر قافلہ بچانا ہے تو جلدی پہنچ جاؤ مسلمانوں نے ہمارا راستہ روک رکھا ہے۔
ابوجہل نے اعلان کیا اور ایک ہزار لشکر مع ساز وسامان لے کر بدر کی طرف روانہ ہوا' دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا اور قافلہ دوسرے راستے سے بچ نکلا۔ اب باقاعدہ ایک مسلح لشکر سے ان بے سروسامان چند سو صحابہ کا مقابلہ سر پر آ گیا' مقابلہ جب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نصرت فرما کر ان کو غلبہ عطا کیا' ستر کفار مارے گئے اور ستر گرفتار ہو گئے' چند صحابہ کرام بھی شہید ہو گئے' جن صحابہ نے جنگ بدر میں حصہ لیا ان کو اہل بدر کہتے ہیں' ان کی بہت بڑی شان ہے۔ اسی وجہ سے محدثین بڑے اہتمام کے ساتھ ان میں سے چند کے نام یا سب کے نام اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں' صاحب مشکوٰۃ نے بھی ایسا کیا ہے۔

اہل بدر کی تعداد:۔ جنگ بدر میں شریک صحابہ کرام کی تعداد میں کچھ اختلاف ہے بعض علماء نے ان کی تعداد 315 بتائی ہے بعض روایات میں 317 کی تعداد بتائی گئی ہے' بعض علماء نے 365 کا ذکر کیا ہے' بعض روایات میں 314 کا ذکر ہے مگر ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ راجح قول یہ ہے کہ اصحاب بدر کی تعداد 313 ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں اہل بدر میں سے صرف 45 کے نام ذکر کئے ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان کو اہل بدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شامل فرمایا ہے وہ حضور اکرم کی صاحبزادی کی تیمارداری کے لیے مدینہ میں حضور اکرم کے حکم سے پیچھے رہ گئے تھے۔

اہل بدر کے ناموں کے خواص:۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے ناموں میں عجیب خاصیت اور عجیب برکت رکھی ہے' کہا جاتا ہے کہ ان ناموں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ دعا کو قبول فرماتے ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ کتنے ہی اولیاء اللہ کو اہل بدر کے اسماء کی برکت سے ولایت ملی ہے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اہل بدر کے ناموں کی برکت سے جن مریضوں نے اپنے لیے صحت کی دعا مانگی ہے اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی ہے' اس کے علاوہ اور بھی کئی خواص ہیں صاحب مظاہر حق نے دعا کے اندر سے اہل بدر کے 314 نام مظاہر حق میں ذکر کیے ہیں اور پھر آخر میں الگ دعا بھی نقل فرمائی ہے۔ اہل بدر کے ناموں پر مشتمل چھوٹے چھوٹے کتابچے بھی شائع ہو چکے ہیں۔

مخصوص اہل بدر کے اسماء گرامی

(۱) اَلنَّبِیُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْهَاشِمِیُّ صلی الله علیه وسلم اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّیْقُ نِ الْقُرَشِیُّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِیُّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْقُرَشِیُّ خَلَفَهُ النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم عَلٰی ابْنَتِهٖ رُقَیَّةَ وَضَرَبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبِ الْهَاشِمِیُّ' اِیَاسُ بْنُ بُكَیْرٍ' بِلَالُ بْنُ رِبَاحٍ مَوْلٰی اَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّیْقِ' حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِیُّ' حَاطِبُ بْنُ اَبِیْ بَلْتَعَةَ حَلِیْفٌ لِقُرَیْشٍ' اَبُوْ حُذَیْفَةَ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ الْقُرَشِیُّ' حَارِثَةُ بْنُ الرُّبَیِّعِ الْاَنْصَارِیُّ' قُتِلَ یَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ كَانَ فِی النَّظَّارَةِ' خُبَیْبُ بْنُ عَدِیِّ الْاَنْصَارِیُّ' خُنَیْسُ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِیُّ' رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعِ نِ الْاَنْصَارِیُّ' رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِالْمُنْذِرِ اَبُوْ لُبَابَةَ الْاَنْصَارِیُّ' اَلزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِیُّ' زَیْدُ بْنُ سَهْلٍ اَبُوْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِیُّ' اَبُوْ زَیْدِ نِ الْاَنْصَارِیُّ' سَعْدُ بْنُ مَالِكِ نِ الزُّهْرِیُّ' سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِیُّ' سَعِیْدُ بْنُ زَیْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلِ نِ الْقُرَشِیُّ' سَهْلُ بْنُ حُنَیْفِ الْاَنْصَارِیُّ' ظُهَیْرُ بْنُ رَافِعِ نِ الْاَنْصَارِیُّ' عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدِنِ الْهُذَلِیُّ' عُتْبَةُ بْنِ مَسْعُوْدِنِ الْهُذَلِیُّ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفِ الزُّهْرِیُّ' عُبَیْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ الْقُرَشِیُّ' عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ الْاَنْصَارِیُّ' عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِیْفُ بَنِیْ عَامِرِ بْنِ لُؤَیٍّ' عُقْبَةُ بْنُ عَمْرِو الْاَنْصَارِیُّ' عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَةَ الْعَنَزِیُّ' عَاصِمُ بْنُ ثَابِتِ نِ الْاَنْصَارِیُّ' عُوَیْمُ بْنُ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِیُّ' عِتْبَانُ بْنُ مَالِكِ نِ الْاَنْصَارِیُّ' قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُوْنٍ' قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الْاَنْصَارِیُّ' مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ' مُعَوَّذُ بْنُ عَفْرَاءَ وَاَخُوْهُ' مَالِكُ بْنُ رَبِیْعَةَ اَبُوْ اُسَیْدِ نِ الْاَنْصَارِیُّ' مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مُنَافٍ' مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِیْعِ الْاَنْصَارِیُّ' مَعْنُ بْنُ عَدِیِّ نِ الْاَنْصَارِیُّ' مِقْدَادُ بْنُ عَمْرِوِ نِ الْكِنْدِیُّ حَلِیْفُ بَنِیْ زُهْرَةَ' هِلَالُ بْنُ اُمَیَّةَ الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ.

ترجمہ: حضرت نبی محمد بن عبداللہ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ' ابوبکر صدیق قریشی رضی اللہ عنہ' عمر بن خطاب

عدوی رضی اللہ عنہ عثمان بن عفان قرشی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کیلئے ان کو پیچھے چھوڑ دیا تھا لیکن ان کو مال غنیمت سے حصہ دیا علی بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ ایاس بن کثیر رضی اللہ عنہ بلال بن رباح مولی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی حاطب بن ابی بلتعہ حلیف قریش ابو حذیفہ بن عقبہ بن ربیعہ قرشی رضی اللہ عنہ۔ حارثہ بن ربیع انصاری۔ یہ جنگ بدر میں شہید ہوئے اور حارثہ بن سراقہ دونوں نظار میں تھے۔ خبیب بن عدی انصاری۔ خنیس بن حذافہ سہمی۔ رفاعہ بن رافع انصاری۔ رفاعہ بن عبدالمنذر۔ ابولبابہ انصاری۔ زبیر بن عوام قرشی زید بن سہل ابوطلحہ انصاری۔ ابوزید انصاری۔ سعد بن مالک زہری۔ سعد بن خلہ قرشی۔ سعید بن زید بن عمر بن نفیل قرشی سہل بن حنیف انصاری ظہیر بن رافع انصاری۔ ان کے بھائی۔ عبداللہ بن مسعود ہذلی۔ عبدالرحمٰن بن عوف زہری۔ عبیدہ بن حارث قرشی۔ عبیدہ بن صامت انصاری۔ عمرو بن عوف حلیف بن عامر بن لوی۔ عقبہ بن عمرو انصاری عامر بن ربیعہ عنزی عاصم بن ثابت انصاری عویم بن ساعدہ انصاری۔ عتبان بن مالک انصاری قدامہ بن مظعون قتادہ بن نعمان انصاری معاذ بن عمرو بن الجموح معوذ بن عفراء اور ان کے بھائی۔ مالک بن ربیعہ ابواُسید انصاری مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب بن عبد مناف مرارہ بن ربیع انصاری۔ مقداد بن عمرو کندی حلیف بنی زہرہ۔ ہلال بن امیہ انصاری۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

بَابُ ذِكْرِ الْيَمَنِ وَالشَّامِ وَذِكْرِ اُوَيْسِ الْقَرَنِيِّ

یمن اور شام اور اویس قرنی کے ذکر کا باب

''الیمن'' یمن ان شہروں اور بستیوں کو کہا جاتا ہے جو مکہ مکرمہ کی دائیں جانب پر واقع ہیں آج کل یمن ایک مستقل ملک کی حیثیت سے جانا جاتا ہے جو جزیرہ نمائے عرب کے جنوب میں واقع ہے اگرچہ موجودہ یمن ان تمام خطوں پر مشتمل نہیں ہے جن پر عہد قدیم میں یمن محیط تھا لیکن اب بھی عہد قدیم کے کئی مرکزی بڑے حصے یمن میں شامل ہیں یمن کی طرف جب کسی چیز کی نسبت ہوتی ہے تو کہتے ہیں: یمنی یمان یمانی۔

''الشام'' شام ان شہروں اور بستیوں پر مشتمل ایک مشہور ملک ہے جو بیت اللہ سے بائیں جانب واقع ہے آج کل شام کو ''سوریا'' اور ''سیریا'' کہا جاتا ہے دنیا کے کافروں کی یہ کوشش ہے کہ اسلام کے تاریخی مقامات کے ناموں کو مسلمانوں کے ذہنوں سے نکال دیں چنانچہ ''شام'' کا نام ''سوریا'' رکھا ''حبشہ'' کا ''ایتھوپیا'' ''جبل الطارق'' کا ''جبرالٹر'' اور ''قسطنطنیہ'' کا نام ''استنبول'' رکھا۔

''قرن'' یمن میں ایک بستی کا نام قرن ہے قاف اور را دونوں پر زبر ہے اسی بستی کو حضرت اویس قرنی کے اجداد میں سے ایک شخص قرن بن رومان نے آباد کیا تھا اویس قرنی اسی بستی کی طرف منسوب ہیں ایک اور جگہ قرن المنازل ہے جو طائف میں واقع ہے اور اہل نجد کے لیے میقات ہے جس کے قاف پر زبر اور را ساکن ہے اویس قرنی کا اس سے تعلق نہیں ہے اگر کسی نے لکھا ہے تو وہ غلط فہمی ہے۔

الفصل الاول .... حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی فضیلت

(۱) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ اِنَّ رَجُلًا يَاْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ اُمٍّ لَهٗ قَدْ كَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَدَعَى اللّٰهَ فَاَذْهَبَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ اَوِ الدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ اِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ وَلَهٗ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس یمن سے ایک شخص آئے گا جس کا نام اویس ہوگا یمن میں اپنی والدہ کے سوا کسی کو نہ چھوڑے گا اس کو برص کی بیماری تھی اس نے اللہ سے دعا کی وہ بیماری

ختم ہوگئی ہے صرف ایک دینار یا درہم کی جگہ باقی رہ گئی ہے جو شخص تم میں سے کوئی اس کو ملے وہ اپنے لیے بخشش کی اس سے دعا کرائے ایک روایت میں ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے تابعین میں بہتر ایک آدمی ہے جس کا نام اویس ہے۔ اس کی والدہ ہے۔ اس کو برص کی بیماری تھی اس کو کہو وہ تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: ''غیر ام له'' یعنی یمن میں اس کے اہل وعیال میں سے اس کا کوئی رشتہ دار نہیں صرف اس کی ایک ماں ہے' اس کی خدمت میں رہتا ہے اس لیے میری زیارت کے لیے نہیں آیا۔ ''بیاض'' یعنی اس کے جسم میں برص کی بیماری تھی' پورا جسم سفید تھا اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو ایک دینار یا درہم کی جگہ سفید رہ گئی تا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر مدنظر رہے یا اس لیے کہ ان کے تعارف کے لیے نشانی رہ جائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشاندہی پر حضرت عمر نے ان کو اسی سفید نشان سے پہچان لیا۔ ''خیر التابعین'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تابعین میں سب افضل قرار دیا کیونکہ یہ ایسے تابعی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہو چکے تھے' عذر کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے نیز علماء لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جبہ بطور ہدیہ ان کے لیے بھیجا تھا' علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نعتیہ کلام میں فرمایا ہے:

تو جامہ رسانیدی اویس قرنی را قرنی را قرنی را

بعض واعظین علماء اپنے وعظوں میں کہتے ہیں کہ جب اُحد کے میدان میں آنحضرت کے دندان مبارک شہید ہوگئے تو اویس قرنی نے پتھر لے کر اپنے سامنے کے کئی دانت توڑ ڈالے تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

یہ بھی ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اویس قرنی کو ثواب اور فضیلت عبادت کی وجہ سے افضل تابعین فرمایا ہو اور سعید بن مسیب جو افضل تابعین میں سے ہیں وہ کثرت علم کے اعتبار سے افضل ہوں۔ ''فمروہ'' یعنی اسے کہنا کہ وہ تمہارے لیے استغفار کرنے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے۔

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمع الجوامع میں اویس بن عامر قرنی سے متعلق بہت کچھ لکھا ہے کچھ چیدہ چیدہ باتیں یہاں نقل کرتا ہوں اس حدیث کے پیش نظر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلسل اس جستجو اور تلاش میں رہے کہ اویس قرنی سے ملاقات ہو جائے ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اویس قرنی کی ملاقات ہوئی سوال وجواب ہوا' اور گفتگو اس طرح ہوئی: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: کیا تم اویس بن عامر ہو؟ وہ بولے جی ہاں! میں وہی ہوں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم قبیلہ مراد سے تعلق رکھتے ہو اور قرنی ہو؟ وہ فرمانے لگے ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم کو برص کا مرض لاحق تھا؟ فرمانے لگے جی ہاں! اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حدیث سنا دی جو اویس قرنی سے متعلق تھی جس میں دعا کرانے کی بات تھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دعائے مغفرت کی درخواست کی تو اویس قرنی بولے کہ اے امیر المؤمنین: آپ کیا فرما رہے ہیں؟ مجھ جیسا آدمی آپ کے لیے دعائے مغفرت کرے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً تمہیں میرے لیے دعائے مغفرت کرنی ہے! تب حضرت اویس نے فاروق اعظم کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اویس قرنی سے پوچھا کہ اویس! اب بتاؤ کہاں جانا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: میں کوفہ جانا چاہتا ہوں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تمہارے بارے میں کوفہ کے حاکم کو کچھ لکھ دوں؟ حضرت اویس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! مجھے میرے گمنامی کے حال پر چھوڑ دیجئے!

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی' میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! میری امت میں ایک آدمی ہوگا جس کو اویس کہا جائے گا' تم اس کو دیکھو گے تو خدا یاد آ جائے گا' جب تم ان سے ملو تو ان کو میرا اسلام کہہ دینا اور اس سے اپنے لیے دعائے مغفرت کی درخواست کرنا' وہ اللہ تعالیٰ سے اتنے زیادہ لوگوں کی شفاعت کرے گا جیسے ربیعہ اور مضر کے لوگ ہیں' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد میں اس شخص کی تلاش میں رہا مگر مجھے عہد نبوی میں یہ شخص نہیں ملا' پھر میں نے صدیق اکبر کی خلافت میں اس شخص کو تلاش کیا مگر مجھے نہیں ملا' پھر جب میرا عہد امارت کا دور آیا تو میں اور تیزی سے اس کو تلاش کرنے لگا یہاں تک کہ دنیا کے مختلف شہروں کے قافلوں سے میں پوچھا کرتا تھا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کا نام

اویس ہو قبیلہ مراد سے اس کا تعلق ہو اور قرن کا رہنے والا ہو؟ اسی تلاش کے دوران ایک دفعہ ایک شخص نے مجھ سے کہا اے امیر المؤمنین! آپ جس شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں وہ میرا چچازاد بھائی ہے لیکن وہ اس طرح خستہ حال ہے اور اس درجہ کا کم تر اور بے حیثیت آدمی ہے کہ آپ جیسے عظیم انسان کا اس کے بارے میں پوچھنا آپ کے شایان شان نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جو حقارت آمیز کلمات اس کے حق میں بولتے ہو یہ تمہارے لیے باعث ہلاکت ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص سے یہ گفتگو کر رہی رہا تھا کہ دور سے ایک اونٹ سوار آتا ہوا نظر آیا اونٹ پر بوسیدہ پالان تھا بیچ میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس کے جسم کا کچھ حصہ پھٹے پرانے کپڑوں میں ڈھکا ہوا تھا اور کچھ خالی تھا اس کو دیکھتے ہی مجھے خیال آیا کہ یہی شخص اویس قرنی ہوگا۔ میں دوڑ کر ان کے پاس گیا اور پوچھا تم اویس قرنی ہو؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام بھیجا ہے اس شخص نے کہا: "وعلی رسول الله السلام وعلیک یاا میر المؤمنین" اس کے بعد میں نے اس سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ تم میرے لیے دعائے مغفرت کرو! اس کے بعد میرا یہ معمول ہو گیا کہ ہر سال حج کے موقع پر اویس سے ملاقات کرتا تھا اپنے احوال واسرار ان سے بیان کرتا تھا اور وہ اپنے احوال واسرار مجھ سے بیان کیا کرتے تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اویس قرنی تکوینیات کے لوگوں میں سے تھے جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رجال تکوین میں سے تھے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی ملاقات کی ترغیب دی تھی یہ رجال الغیب کا الگ ایک نظام ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے بہت کوشش کی کہ اویس قرنی کو کچھ ہدیہ دیکر تعاون کریں مگر اویس قرنی نے بالکل انکار فرمایا البتہ یہ درخواست کی میرے احوال کو پوشیدہ رکھیں اس کا چرچا نہ ہو۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن کے کچھ لوگوں سے کہا کہ اویس قرنی سے دعا کراؤ! وہ لوگ گئے بہت مشکل سے کسی ویرانے میں اویس کو پایا اور پورا قصہ سنا دیا تو اویس کہنے لگے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرا چرچا کیا یہ کہہ کر صحراء کی طرف چلے گئے اور بالکل غائب ہو گئے!!

ایک روایت میں ہے کہ "جنگ نہاوند" میں حضرت اویس قرنی شہید ہو گئے تھے دوسری روایت میں ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صف میں کھڑے لڑ رہے تھے کہ شہید ہو گئے حضرت اویس قرنی کے مزید بہت سارے عجیب احوال بھی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہدیہ کا جب آپ نے انکار کیا تو فرمانے لگے: میرے پاس دو پھٹے پرانے کپڑے ہیں پرانے جوتے بھی ہیں جس میں پیوند لگے ہیں میرے پاس چار درہم بھی ہیں جب یہ ختم ہو جائیں تو تب آکر آپ سے عطیہ وصول کرلوں گا پھر فرمایا کہ انسان کی حالت تو اس طرح ہے کہ جب یہ ایک ہفتے کے لیے آرزو کرتا ہے تو اس کی آرزو مہینہ بھر کے لیے دراز ہو جاتی ہے اور جب مہینہ بھر تک کے لیے آرزو کرتا ہے تو آرزو سال بھر تک کے لیے دراز ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ قناعت سے آدمی اچھی زندگی گذار سکتا ہے اور حرص سے کچھ نہیں بنتا!

اہل یمن کی فضیلت

(۲) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَّاَلْيَنُ قُلُوْبًا اَلْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَّالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِیْ اَصْحَابِ الْاِبِلِ وَالسَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ فِیْ اَهْلِ الْغَنَمِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا تمہارے پاس اہل یمن آئیں گے ان کے دل نرم ہیں ایمان یمن کے لوگوں میں ہے اور حکمت یمن کے لوگوں میں ہے فخر و تکبر کرنا اونٹ والوں کا کام ہے اور سکون اور وقار بکری والوں میں ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: باب بدء الخلق اور باب وفات النبی صلی الله علیه وسلم میں اور دیگر مواضع میں اس حدیث کی تشریح و توضیح ہو چکی ہے۔ "ارق" رقیق سے ہے نرم و شفیق اور باریک اور لطیف کے معنی میں ہے۔ "افئدة" اس کا مفرد فؤاد ہے دل کے اندر کے حصہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے حکمت سے مراد علم ہے یعنی اس زمانہ کے اہل یمن اسی طرح تھے قیامت تک اہل یمن کے لیے یہ فضیلت نہیں ہے بعض قلیل لوگ اب بھی ایسے ہوں گے جو ان صفات سے متصف ہوں گے!

کفر کی چوٹی مشرق کی طرف ہے

(۳) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم رَأسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِيْ اَهْلِ الْخَيْلِ وَالْاِبِلِ وَالْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفر کا سر مشرق کی طرف ہے تکبر اور فخر گھوڑے والوں اور اونٹ والوں اور چلانے والوں میں ہے جو اونٹ کے پشم کے خیموں میں رہتے ہیں بکری والوں کے دلوں میں نرمی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح: "رأس الكفر" یعنی کفر کی چوٹی اور کفر کا سر اور لیڈر اور سرغنہ مشرق میں ہے مدینہ منورہ سے جو علاقے مشرق کی جانب پڑتے ہیں وہ فارس و ایران اور روس وغیرہ ہیں انہیں علاقوں میں یا جوج ماجوج کا مرکز ہے اور انہیں علاقوں سے دجال کا خروج ہوگا۔ "الفدادين" چیخنے چلانے والے صحرائی جنگلی لوگ مراد ہیں۔ "اهل الوبر" یعنی اونٹوں کے بالوں کے خیموں میں رہنے والے جٹ لوگ ہوں گے اس سے وہی صحرائی جنگلی لوگ مراد ہیں۔

فتنوں کی جگہ مشرق ہے

(۴) وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِنِ الْاَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ مِنْ هٰهُنَا جَاءَ تِ الْفِتَنُ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ فِيْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس طرف سے فتنے آئیں گے۔ سخت زبانی اور سخت دلی چلانے والوں میں ہے جو خیموں میں رہتے ہیں جو اونٹوں اور گایوں کی دموں کے پیچھے لگنے والے ہیں جو کہ ربیعہ اور مضر قبیلہ سے ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح: "الجفاء" گنوار پن کو کہتے ہیں "غلظ القلوب" تعلیم و تہذیب نہ ہونے کی وجہ سے ان کے دل سخت ہوں گے یہ صفت ان زمینداروں کی ہوگی جو چیخنے چلانے والے ہوں گے جانوروں پر چیختے چلاتے ہوں گے اور جانوروں کے بالوں سے بنے ہوئے خیموں میں رہتے ہوں گے اور گائے بیل اور اونٹوں کی دموں کے ساتھ لگے رہتے ہوں گے یہ صحرائی جنگلی لوگ ربیعہ سے بھی ہوں گے اور قبیلہ مضر سے بھی ہوں گے۔

سنگدل اور بدزبانی مشرق والوں میں ہے

(۵) وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم غِلَظُ الْقُلُوْبِ وَالْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ وَالْاِيْمَانُ فِيْ اَهْلِ الْحِجَازِ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخت دلی اور سخت زبانی مشرق کے رہنے والوں میں ہے اور ایمان اہل حجاز میں ہے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

شام اور یمن کی فضیلت

(۶) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِيْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِيْ نَجْدِنَا فَاَظُنُّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطٰنِ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ ہماری شام میں برکت ڈال اے اللہ ہمارے یمن میں برکت ڈال صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول اور ہمارے نجد میں بھی۔ آپ نے فرمایا اے اللہ ہماری شام اور

یمن میں برکت ڈال۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اور نجد کے لیے بھی دعا فرمائیے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے تیسری بار فرمایا اس جگہ زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

الفصل الثانی..... اہل یمن کے بارہ میں دعا

(۷) عَنْ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَظَرَ قِبَلَ الْيَمَنِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِهِمْ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ زید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف دیکھا اور فرمایا اے اللہ ان کے دلوں کو متوجہ کر اور ہمارے صاع اور مُد میں برکت ڈال۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

اہل شام کی خوش بختی

(۸) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰى لِلشَّامِ قُلْنَا لِاَيِّ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لِاَنَّ مَلٰئِكَةَ الرَّحْمٰنِ بَاسِطَةٌ اَجْنِحَتَهَا عَلَيْهَا. (رواه احمد والترمذی)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شام کے لیے مبارکبادی ہے ہم نے کہا کیوں اے اللہ کے رسول فرمایا اللہ کے فرشتے اس پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے)

حضرت موت کا ذکر

(۹) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَخْرُجُ نَارٌ مِّنْ نَحْوِ حَضْرَ مَوْتَ اَوْ مِنْ حَضْرَ مَوْتِ تَحْشُرُ النَّاسَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَاتَامُرُنَا قَالَ عَلَيْكُمْ بِالشَّامِ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرموت کی جانب سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو اکٹھا کرے گی۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم شام کو لازم پکڑو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

شام کی فضیلت

(۱۰) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ فَخِيَارُ النَّاسِ اِلٰى مُهَاجَرِ اِبْرَاهِيْمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَخِيَارُ اَهْلِ الْاَرْضِ اَلْزَمُهُمْ مُهَاجَرَا اِبْرَاهِيْمَ وَيَبْقٰى فِي الْاَرْضِ شِرَارُ اَهْلِهَا تَلْفِظُهُمْ اَرْضُوْهُمْ تَقْذِرُهُمْ نَفْسُ اللّٰهِ تَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيْرِ تَبِيْتُ مَعَهُمْ اِذَا بَاتُوْا وَتَقِيْلُ مَعَهُمْ اِذَا قَالُوْا (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی لوگوں میں سے بہترین وہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے ہجرت کرنے کی جگہ ہجرت کر جائے گا۔ ایک روایت میں ہے لوگوں میں سے بہترین وہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کی جگہ کو لازم پکڑے گا۔ زمین میں بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے ان کی زمینیں ان کو پھینک دیں گی اللہ کی ذات ان کو مکروہ رکھے گی آگ ان کو بندروں اور خنزیروں کے ساتھ اکٹھا کرے گی ان کے ساتھ رات گذارے گی جہاں وہ رات گذاریں گے اور جہاں وہ قیلولہ کریں گے ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: ''تلفظھم'' یہ صیغہ ضرب یضرب سے ہے اس کا مادہ لفظ ہے جو پھینکنے کے معنی میں ہے۔ ''ارضوھم'' یہ جمع ہے اس کا مفرد ارض

ہے،زمین کو کہتے ہیں یعنی زمین ان لوگوں کو جگہ نہیں دیگی بلکہ ہٹائے گی۔''تقذرھم''سمع یسمع سے کراہت وقباحت کے معنی میں ہے۔''نفس اللہ'' یہ تقذر کا فاعل ہے اور یہ متشابہات سے ہے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرے گا بلکہ ان سے نفرت فرمائے گا۔

اس حدیث کا مفہوم ومطلب یہ ہے کہ عنقریب حق باطل کے معرکوں میں مسلسل ہجرتیں ہوں گی،اچھے لوگ وہ ہوں گے جو شام کی طرف ہجرت کر جائیں گے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے ہجرت فرمائی تھی،اچھے لوگوں کی ہجرت کے بعد کفار کے ساتھ شریر ترین اور برے لوگ رہ جائیں گے وہ حق کے لیے نہ ہجرت کریں گے اور نہ حق پر کھڑے ہو کر کفار سے جہاد کریں گے۔بلکہ ذلیل بن کر کفار کے ساتھ رہیں گے،زمین ان کو ذلیل سمجھ کر ادھر ادھر پھینکے گی اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان لوگوں سے نفرت کرے گی،پھر ایک آگ آجائے گی اور کفار جو خنازیر و بندر ہیں ان کے ساتھ ان اشرار ومنافقین کو ملا کر خلط ملط کر دے گی۔''تبیت''رات گذارنے کے معنی میں ہے۔''تقیل'' یہ قیلولہ سے بنا ہے قیلولہ کرنے کو کہتے ہیں،اس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کے فتنہ فساد کی آگ ان کے ساتھ لگی رہے گی خواہ دن ہو خواہ رات ہو،فتنہ کی آگ سے مراد فتنہ ہے،جب یہ منافق لوگ کفار کے اخلاق اپنالیں گے تو کفار کے ساتھ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے ان کا خیال ہوگا کہ فتنہ ملک میں ہے،باہر نہیں ہوگا تو جلاوطن ہونے کے لیے نکلیں گے مگر یہ فتنہ ان کی جان نہیں چھوڑے گا بلکہ ساتھ ساتھ جائے گا،بندروں اور سوروں سے کفار بھی مراد ہو سکتے ہیں اور حقیقی حیوان بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

شام،یمن اور عراق کا ذکر

(۱۱) وَعَنِ ابْنِ حَوَالَه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَصِيْرُ الْاَمْرُ اَنْ تَكُوْنُوْا جُنُوْدًا مُجَنَّدَةً جُنْدٌ بِالشَّامِ وَجُنْدٌ بِالْيَمَنِ وَجُنْدٌ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ ابْنُ حَوَالَةَ خِرْلِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَدْرَكْتُ ذٰلِكَ فَقَالَ عَلَيْكَ بِالشَّامِ فَاِنَّهَا خِيَرَةُ اللّٰهِ مِنْ اَرْضِهٖ يَجْتَبِي اِلَيْهَا خِيَرَتَهُ مِنْ عِبَادِهٖ فَاَمَّا اِنْ اَبَيْتُمْ فَعَلَيْكُمْ بِيَمَنِكُمْ وَاسْقُوْا مِنْ غُدُرِكُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَوَكَّلَ لِي بِالشَّامِ وَاَهْلِهٖ. (رواه احمد و ابوداؤد)

ترجمہ:حضرت ابن حوالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امر دین اس طرح ہو جائے گا کہ تم جمع کیے گئے لشکر ہو گے ایک لشکر شام میں ہوگا ایک لشکر یمن میں ایک لشکر عراق میں۔ابن حوالہ نے کہا اے اللہ کے رسول میرے لیے پسند فرمائیں اگر میں اس وقت کو پالوں کس لشکر میں شامل ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شام کو لازم پکڑ وہ اللہ کی پسندیدہ زمین ہے اپنے پسندیدہ بندے اس کی طرف جمع کرے گا اگر تم اس بات سے انکار کرو تو یمن کو لازم پکڑ و وہاں کے تالابوں سے پانی پیو اللہ تعالیٰ شام اور اس کے رہنے والوں کے لیے متکفل بن چکا ہے۔(روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے)

تشریح:''الامر''یعنی امر السلام یا امر جنگ کا انجام اور نتیجہ یہ نکل آئے گا کہ تم مسلمان تین کیمپوں اور تین لشکروں میں تقسیم ہو جاؤ گے ایک کیمپ شام میں،دوسرا عراق میں اور تیسرا یمن میں بن جائے گا۔حضرت ابن حوالہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ!میں کس کیمپ میں چلا جاؤں؟''یجتبی''اجتباء چننے کے معنی میں آتا ہے،یہاں جمع کرنا مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نیک لوگوں کو شام کی طرف جمع فرمائے گا۔

''فاما ان أبیتم''یعنی اگر تم شام جانے سے انکار کردو تو پھر اپنے یمن میں چلے جاؤ،یہ جملہ معترضہ ہے بیچ میں واقع ہے،علیک بالشام اور واسقوا من غدر کم کے درمیان واقع ہے مطلب یہ ہے کہ شام کی طرف ہجرت کرلو اور اس کے حوضوں سے پانی پیو۔''توکل''تکفل کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ شام اور اس کے رہنے والوں کی حفاظت فرمائے گا۔خلاصہ یہ کہ ہجرت وسکونت کے لیے سب سے پہلے شام بہتر ہے ورنہ پھر یمن کو اختیار کرو!عراق کا نام نہ لو۔''غدر''جمع ہے اس کا مفرد غدیر ہے حوض کو کہتے ہیں۔

الفصل الثالث....اہل شام پر لعنت کرنے سے حضرت علیؓ کا انکار

(۱۲) عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ ذُكِرَ اَهْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقِيْلَ الْعَنْهُمْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ لَا اِنِّي

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ الْاَبْدَالُ يَكُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَهُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهُ رَجُلًا يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُبِهِمْ عَلَى الْاَعْدَآءِ وَيُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ.

ترجمہ: حضرت شریح بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اہل شام کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ذکر کیا گیا اور کہا گیا اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ ان پر لعنت کریں آپ نے فرمایا نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے ابدال شام میں ہوں گے وہ چالیس آدمی ہیں جب بھی ان میں سے کوئی آدمی فوت ہو جاتا ہے اس کی جگہ اور آدمی اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے ان کی برکت سے بارش برستی ہے۔ ان کی دعاؤں سے دشمنوں پر فتح حاصل کی جاتی ہے اور اہل شام سے ان کی وجہ سے عذاب پھیر دیا جاتا ہے۔

تشریح: ''الابدال یکونون بالشام'' ابدال جمع ہے اس کا مفرد بدل ہے جس طرح ابرار جمع ہے اور مفرد برّ ہے چونکہ یہ لوگ ایک دوسرے کے رتبہ پر فائز ہو کر بدلتے رہتے ہیں اس لیے ان کو ابدال کہا گیا۔ ''العنهم'' حضرت علی اور حضرت معاویہ کی ایک طویل جنگ رہی ہے۔ حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہ سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی۔ حضرت معاویہ عرصہ دراز سے ملک شام کے والی اور گورنر رہے تھے انہوں نے حضرت علی سے مطالبہ کیا تھا کہ قاتلین عثمان ہمارے حوالے کر دو تا کہ ہم ان سے قصاص لے لیں۔ حضرت علی فرماتے تھے کہ پہلے تم لوگ بیعت کر لو پھر قصاص کا مطالبہ کرو بہر حال حضرت علی کے کچھ ساتھیوں نے ان سے کہا کہ اہل شام کے لیے ایک زوردار بددعا کر لو تا کہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں حضرت علی نے بددعا دینے سے انکار کیا اور پھر شام کی تعریف میں ایک حدیث نقل کر دی جس میں ابدال کا ذکر آیا ہے۔

ابدال کون اور ان کی حقیقت کیا ہے؟:۔ زیر بحث حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدال کی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدال کا مسکن اور مرکزی مقام بتایا ہے کہ یہ لوگ شام میں ہوں گے اس کا مطلب یہ نہیں کہ شام کے علاوہ کہیں نہیں ہوں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کا مرکزی ہیڈ کوارٹر اور اکثری جماعت شام میں ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے غیبی نظام کے لوگ ہوتے ہیں ان کا زیادہ تر تعلق تکوینیات سے رہتا ہے ابدال لوگوں سے عام طور پر چھپے رہتے ہیں اس لیے ان کو رجال الغیب بھی کہتے ہیں۔ حضرت خضر اس نظام کے بڑے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ان کی جماعتی نظم و نسق کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ یہ چالیس آدمی ہوتے ہیں ان چالیس میں سے جب بھی کوئی مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عام اولیاء اللہ میں سے ایک کو بدل بنا کر ان چالیس کی عدد کو پورا فرماتے ہیں ان نفوس قدسیہ کے ذریعہ سے اور ان کے وجود سے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے اور دشمن کے مقابلے میں کامیابی کی دعا مانگی جاتی ہے اور اللہ مدد کرتا ہے ان کی برکت سے اہل شام سے بڑے بڑے فتنے اور عذاب ٹل جاتے ہیں یہ حدیث امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد میں نقل فرمائی ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں اس کے علاوہ ایک حدیث ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل فرمائی ہے اس میں ابدال کی پوری تفصیل ہے ترجمہ ملاحظہ ہو: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک روایت نقل کی ہے جو مرفوع حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں تین سو ایسے آدمی پیدا کیے ہیں جن کے دل حضرت آدم کے دل کی صفت پر ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے چالیس آدمی ایسے پیدا کیے ہیں جن کے قلوب حضرت موسیٰ کے قلب کی صفت پر ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سات آدمی ایسے مقرر کیے ہیں جن کے قلوب حضرت ابراہیم کے قلب کی صفت پر ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے پانچ آدمی ایسے مقرر فرمائے ہیں جن کے قلوب حضرت جبرئیل کے قلب کی صفت پر ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے تین ایسے آدمی مقرر فرمائے ہیں جن کے قلب حضرت میکائیل کے قلب کی صفت پر ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب میں سے ایک آدمی کو ایسا بنایا ہے جن کا قلب حضرت اسرافیل کے قلب کی صفت پر ہے (گویا یہ سب کا امیر ہوتا ہے) جب اس آخری ایک کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس تین کی جماعت میں سے ایک کو ترقی دے کر اس ایک جگہ تبدیل کر دیتا ہے اور جب تین کی جماعت میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ کی جماعت سے ایک کو ترقی دیکر تین کی جماعت میں تبدیل کر دیتا ہے اور جب پانچ کی جماعت میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سات کی جماعت مس سے کسی کو ترقی دیکر ان کی جگہ تبدیل کر دیتا ہے اور جب سات کی جماعت میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس کی

جماعت سے ایک کو ترقی دیکر اس کی جگہ پر تبدیل کر دیتا ہے اور جب چالیس کی جماعت میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین سو کی جماعت میں سے کسی کو ترقی دیکر ان کی جگہ پر تبدیل کر دیتا ہے اور جب تین سو کی جماعت میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عام اولیاء اللہ میں سے کسی کو ترقی دے کر کوان کی جگہ تبدیل فرماتا ہے۔ (مرقات، جلد 10 ص 642)

ابدال سے متعلق حضرت ابن عمر کی حدیث بھی ہے اس لیے ان کا انکار مناسب نہیں ہے کہتے ہیں کہ سال میں ان کا ایک بار اجتماع حجاز میں ہوتا ہے اور ان کے نمائندے دنیا کے مختلف مقامات میں مخلوق خدا کی خدمت میں مقرر ہوتے ہیں یہ عام انسانوں کی طرح انسان ہیں مگر ان کا الگ ایک نظام ہے۔

دمشق کا ذکر

(۱۳) وَعَنْ رَجُلٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ سَتُفْتَحُ الشَّامِ فَاِذَا خیر ثم المنازل فیها فعلیکم بمدینة یقال لها دمشق فانها معقل المسلمین من الملاحم وفسطاطها منها ارض یقال لها الغوطة رواهما احمد

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شام فتح کیا جائے گا جب تم کو اس کے مکانوں اور شہروں میں رہنے کا اختیار دیا جائے تم ایک شہر کو لازم پکڑنا جس کا نام دمشق ہے وہ مسلمانوں کے لیے لڑائیوں سے پناہ کی جگہ ہے اور ملک شام کا جامع ہے وہاں ایک زمین کا نام غوطہ ہے۔ (روایت کیا ان دونوں کو احمد نے)

تشریح: ''دمشق'' دال پر زیر اور میم پر زبر ہے اور شین ساکن ہے نیز یہ لفظ دال کے زبر اور میم کے زیر کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے اس وقت یہ شہر سرزمین شام کا پایہ تخت ہے۔ ''معقل'' فوجی چھاؤنی اور مضبوط و محفوظ قلعہ کو کہتے ہیں معقل پناہ گاہ کے معنی میں یہاں استعمال کیا گیا ہے اس کے بالکل قریب ایک جگہ ہے جس کو غوطہ کہتے ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ خود دمشق کے اردگرد جو باغات و بساتین اور انہار و اشجار ہیں یہی غوطہ ہے۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ جنان الدنیا اربع غوطة ومشعر نهر الایل وشعب کدان و سمر قند یعنی دنیا میں چار جنت ہیں ایک غوطہ دوسرا نہر ایل ہے تیسرا شعب کدان اور چوتھا سمرقند ہے علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ چاروں مقامات دیکھے ہیں ان میں غوطہ کی فوقیت باقی چار پر اس طرح ہے جس طرح ان چار کی افضلیت باقی دنیا پر ہے۔ (مرقات ج 1 ص 647)

خلافت مدینہ میں اور ملوکیت شام میں

(۱۴) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْخِلَافَةُ بِالْمَدِیْنَةِ وَالْمُلْکُ بِالشَّامِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلافت مدینہ میں ہوگی اور بادشاہت شام میں۔

تشریح: ''والملک بالشام'' ملک سے بظاہر خلافت کے بعد ملوکیت کی طرف اشارہ ہے یعنی حضرت علی کا دور خلافت کا ہے اور حضرت معاویہ کا دور ملوکیت کا ہے اس تشریح کو عام علماء پسند نہیں کرتے ہیں بلکہ زیر بحث حدیث کو ایک اور حدیث کی وجہ سے آسانی سے سمجھایا جا سکتا ہے خصائص نبوت سے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ مکہ ہے اور ہجرت کی جگہ مدینہ ہے اور آپ کا ملک یعنی بادشاہت شام میں ہے مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تو مدینہ میں ہے لیکن نبوت کی مضبوطی اور اس کا استحکام شام میں ہے کہ جہاد کا مرکز شام ہوگا جس سے مدینہ کی نبوت کا تحفظ ہوگا گویا ملک سے مراد ملوکیت نہیں ہے بلکہ استحکام اور مضبوطی مراد ہے ساتھ والی حدیث میں بھی نبوت کی عمومیت اور پھیلاؤ کی طرف اشارہ ہے۔

شام کی فضیلت

(۱۵) وَعَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ عَمُوْدًا مِّنْ نُّوْرٍ خَرَجَ مِنْ تَحْتِ

رَأْسِي سَاطِعًا حَتّٰى اِسْتَقَرَّ بِالشَّامِ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ .

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے سر سے نور کا ایک ستون اٹھتے ہوئے دیکھا ہے جو شام میں جا کر ٹھہر گیا ہے۔ (ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے)

تشریح: اس میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین بہت تیزی کے ساتھ ملک شام میں پہنچے گا' اس کے برکات واثرات بہت مضبوطی کے ساتھ اس سرزمین پر قائم رہیں گے اور اس ملک میں اس کو سربلندی وشوکت اور غلبہ حاصل ہوگا۔ اسی مفہوم میں اس روایت کو لینا چاہیے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کے پیٹ سے ایک نور نکلا جس کی روشنی سے شام کے محلات ومکانات منور ہو گئے۔

دمشق کا ذکر

(۱۶) وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ اِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ بِالْغُوْطَةِ اِلٰى جَانِبِ مَدِيْنَةٍ يُقَالُ لَهَا دَمَشْقُ مِنْ خَيْرِ مَدَآئِنِ الشَّامِ. (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کی اجتماع کی جگہ غوطہ میں روز جنگ ہے وہ ایک شہر کی جانب ہے جس کا نام دمشق ہے وہ سب شہروں سے بہتر ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

تشریح: من خير مدائن الشام کے الفاظ ''دمشق'' کی صفت ہے جس کو ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے اور جیسا کہ پچھلی حدیث میں گزرا ''غوطہ'' بھی دمشق کے قریب واقع ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں بظاہر ایک فرق نظر آتا ہے کہ وہاں تو دمشق کو فسطاط کہا گیا تھا اور یہاں غوطہ کو فسطاط کہا گیا ہے' لیکن ''غوطہ'' چونکہ دمشق کے قریب اور اسی کا نواحی علاقہ ہے' اس لئے حقیقت میں ان دونوں کے درمیان کوئی تضاد اور فرق نہیں ہے۔

وہ عجمی حکمران جو دمشق پر تسلط نہیں پائے گا

(۱۷) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَيَأْتِي مَلِكٌ مِّنْ مُّلُوْكِ الْعَجَمِ فَيَظْهَرُ عَلَى الْمَدَآئِنِ كُلِّهَا اِلَّا دِمَشْقَ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن سلیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا ایک عجمی بادشاہ آئے گا وہ سب شہروں پر غالب آجائے گا سوا دمشق کے۔ (ابوداؤد)

تشریح: شارحین حدیث نے اس روایت کا مصداق متعین نہیں کیا ہے کہ عجم کا وہ کون سا حکمران ہو سکتا ہے جو دمشق کے علاوہ تمام شہروں پر غلبہ وتسلط حاصل کرنے والا ہوگا۔ بہرحال یہ واضح کر دینا نہایت ضروری ہے کہ شام وفلسطین بیت المقدس' صخرہ' عسقلان' قزوین' اندلس' دمشق اور ان کے علاوہ کچھ اور شہروں کی فضیلت میں متعدد حدیثیں منقول ہیں لیکن آئمہ حدیث نے ان میں سے اکثر کو ضعیف قرار دیا ہے۔

بَابُ ثَوَابِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ..... اس امت کے ثواب کا بیان

قال الله تعالیٰ: (كنتم خير امّة اخرجت للنّاس الخ) (آل عمران: 11)

وقال الله تعالیٰ: (و كذٰلك جعلناكم امّة وّسطاً لّتكونوا شهدآء على النّاس الخ). (البقرة 143)

ایک امت اجابت ہے اور ایک امت دعوت ہے' امت اجابت وہ ہے جنہوں نے دین اسلام کو قبول کیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر چلنے کا التزام کیا' علماء امت نے لکھا ہے کہ اہل بدعت امت اجابت سے خارج ہیں کیونکہ انہوں نے دین اسلام کو اگرچہ مانا لیکن اس کی متابعت نہیں کی بلکہ نئی نئی بدعتیں گڑھ لیں جس طرح آغاخانی' قادیانی' روافض' اور بعض بریلوی منکرین حدیث' ذکری' بہائی اور معتزلہ وخوارج ہیں یہ فرق باطلہ کے لوگ امت اجابت میں نہیں بلکہ امت دعوت میں شمار ہیں۔ امت دعوت وہ ہے جنہوں نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا لہٰذا ان کو

دین کی دعوت دی جائے گی ورنہ ان سے جنگ ہوگی چنانچہ اسلام کی دعوت کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دی جائے اگر انہوں نے قبول نہیں کیا تو پھر جزیہ کی دعوت دی جائے ورنہ جنگ کا اعلان کیا جائے یہاں عنوان میں ثواب ھذہ الامۃ کا لفظ ہے مگر آگے احادیث میں ثواب کے بجائے اس امت کے فضائل کا بیان کیا گیا ہے۔لہٰذا یہاں ثواب سے فضیلت لینا پڑے گا۔

الفصل الاول .... اس امت پر خصوصی فضل خداوندی

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْ اَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ مَابَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصٰرٰى كَرَجُلٍ نِ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ اَلَا فَاَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ اَلَا لَكُمُ الْاَجْرُ مَرَّتَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِنَّهٗ فَضْلِيْ اُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا دوسری امتوں کی امت نسبت جو گذر چکی ہیں تمہاری مدت عمر اس زمانہ کے مقدار ہے جو عصر سے لیکر غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس طرح پر ہے ایک آدمی نے کچھ لوگوں کو کام پر لگایا اور کہا آدھے دن تک کون میرا کام کرتا ہے میں اس کو ایک قیراط دوں گا۔یہود نے ایک ایک قیراط پر نصف دن کام کیا پھر اس نے کہا نصف دن سے عصر کی نماز تک کون ایک ایک قیراط پر کام کرتا ہے عیسائیوں نے نصف دن سے لیکر عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا۔پھر اس نے کہا عصر کی نماز سے لیکر مغرب تک کون ہے جو کام کرتا ہے اس کو دو قیراط ملیں گے۔تم نماز عصر سے لیکر مغرب تک عمل کر رہے ہو۔آگاہ رہو تمہارے لیے دوگنا ثواب ہے۔یہود نصاریٰ اس بات پر ناراض ہوگئے کہنے لگے ہم نے کام زیادہ کیا ہے اور ہم کو اجرت کم دی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہارے حق سے کچھ کم کیا ہے وہ کہنے لگے نہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرا فضل ہے جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں۔(روایت کیا اس کو بخاری نے)

تشریح: اس امت کی عمریں کم ہیں مگر ایک نیکی پر دس اور اس سے بھی زیادہ کا وعدہ ہے ان کو لیلۃ القدر عطا کی گئی ہے جس سے عمروں کی کمی دور ہوجاتی ہے ان کے پاس عبادات وطاعات کا میدان بہت وسیع ہے ان کا عمل کم مگر ثواب زیادہ ہے اس طرح یہ کم خرچ بالانشین امت ہے۔"اجلکم" یعنی تمہاری موت اور مقرر زندگی اگلے لوگوں کی نسبت اتنی کم ہے جتنا وقت عصر سے مغرب تک ہے سابقہ امتوں میں یہود کی عمر گویا فجر سے ظہر تک اور عیسائیوں کی ظہر سے عصر تک لمبی تھی تمہاری عمر گویا عصر سے مغرب تک مختصر ہے مگر معنوی اعتبار سے یہ بڑی کامیاب عمر ہے بشرطیکہ کوئی اس کی قدر جان لے۔

بعد کے زمانہ کے اہل ایمان کی فضیلت

(۲) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِيْ لِيْ حُبًّا نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِيْ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ رَاٰنِيْ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے میرے محبوب ترین لوگ وہ ہیں جو میرے بعد پیدا ہوں گے وہ آرزو کریں گے کہ اپنے اہل وعیال کے بدلہ میں مجھے دیکھیں۔(روایت کیا اس کو مسلم نے)

تشریح: یعنی میرے تئیں شدت محبت اس کو اس آرزو میں مبتلا رکھے گی کہ اگر میری زیارت اور میرے دیدار کا موقع اس کو نصیب ہو جائے تو وہ مجھ تک پہنچے اور اپنے اہل وعیال اپنا گھر بار اپنا مال واثاثہ سب کچھ مجھ پر فدا کر دے واضح ہو کہ اس حدیث سے اور اس جیسی دوسری حدیثوں

سے بظاہر یہ مفہوم نکلتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد ہوسکتا ہے کہ بعضے لوگ ایسے اس اُمت میں پیدا ہوں جو فضیلت میں صحابہٗ کرام کے برابر ہوں یا ان سے بھی افضل ہوں چنانچہ محدثین کی ایک مشہور شخصیت علامہ ابن عبدالبرؒ کا رجحان اسی طرف ہے اور انہوں نے اسی طرح کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اس کا ذکر شیخ ابن حجر مکی کی صواعق محرقہ میں موجود ہے' لیکن جمہور علماء کا اجماع واتفاق اسی پر ہے کہ اُمت کے افضل ترین افراد صحابہٗ کرام ہی ہیں کوئی بھی غیر صحابی خواہ دین وشریعت علم ومغفرت' ولایت وبزرگی اور تقویٰ وتقدس میں کتنا ہی اونچا مقام رکھتا ہو' صحابی کی منزل اور اس کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا' ان جمہور علماء نے ان احادیث کے بارہ میں کہ جن سے ابن عبدالبرؒ نے استدلال کیا ہے کہا ہے کہ اس حدیث کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت کی جاسکتی ہے وہ کسی غیر صحابی کی کسی ایک گوشہ سے جزوی فضیلت ہے لیکن جہاں تک کلی افضلیت کا تعلق ہے کہ جو کثرت ثواب سے عبارت ہے تو وہ صرف صحابہ کے لئے ہے۔ ان علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس گفتگو میں صحابہؓ سے مراد وہ خاص الخاص صحابہ ہیں' جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ومعیت میں طویل عرصہ تک رہنے کا شرف نصیب ہوا' جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ اکتساب علم وفیض کیا ہو' اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے ہوں' رہے وہ عام العوام صحابہؓ جن کو ایک آدھ ہی مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا موقع ملا ہو اور بعض تو ایسے بھی ہیں جن کو پوری عمر میں بس ایک ہی مرتبہ چہرۂ اقدس کا دیدار نصیب ہوا تو ان کا مسئلہ محل وتوقف وتردد اور محل نظر ہے' لیکن حق یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت کا وہ شرف وفضل جو کسی بھی صحابی کو کسی بھی غیر صحابی سے افضل وبرتر مقام عطا کرتا ہے' ہر صحابی کو حاصل ہے' اگرچہ کسی صحابی کو صرف ایک ہی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے دیدار کا موقع ملا ہو اور اس فضل وشرف میں تو کوئی بھی کسی صحابی کا ہمسر وشریک نہیں ہوسکتا' ہاں علمی وعملی فضیلت میں گفتگو کا دائرہ وسیع ہوسکتا ہے لیکن اس جہت سے بھی زیادہ بحث کی بجائے یہی کہنا اولیٰ ہے کہ صحابہؓ پوری اُمت میں علی الاطلاق افضل واشرف ہیں۔

یہ امت اللہ کے سچے دین پر قائم رہنے والوں سے کبھی خالی نہیں رہے گی

(۳) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ لَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِىْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِىَ اَمْرُاللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰالِكَ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میری امت میں سے ایک جماعت اللہ کے حکم کے ساتھ قائم رہے گی ان کی جو مدد چھوڑ دے گا یا ان کی مخالفت کرے گا ان کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا امر آئے گا وہ اس حالت پر ہوں گے (متفق علیہ) انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں ان من عباد اللہ کتاب القصاص میں ذکر کی جا چکی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں جن لوگوں کا ذکر ہے یہ ان شاء اللہ آج کل کے دور میں مجاہدین کی وہ جماعت ہے جس کا طائفہ منصورہ اور جماعت ناجیہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور آج تک باطل کے مقابلے میں حق پر قائم ہے' پوری دنیا نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے مگر یہ مجاہدین ملا عمر کی قیادت میں اور اسامہ بن لادن کی سیادت میں میدان جہاد میں حق کا جھنڈا بلند کیے ہوئے پوری دنیا کا مقابلہ کر رہے ہیں' اس جماعت کا تعلق کسی خاص علاقہ یا خاص قوم سے نہیں بلکہ دنیا کے لیے عام ہے' یہ لوگ خواہ مشرق میں ہوں خواہ مغرب میں ہوں حق پر ہوں گے۔

الفصل الثانی.... امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال

(۴) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ اُمَّتِىْ مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرٰى اَوَّلُهٗ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهٗ. (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے یہ نہیں معلوم کیا جاسکتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تشریح: زیر بحث حدیث میں آنے والے لوگوں کو افضلیت صحابہ کرام پر نہیں دی گئی' بلکہ دور اول کی خوبیوں کی طرف دور ثانی اور ثالث کی

خوبیوں اور بھلائیوں کو بیان کیا گیا ہے لہٰذا اس حدیث میں خیر کا جو صیغہ استعمال کیا گیا ہے یہ اسم تفضیل کے لیے نہیں ہے بلکہ اس تفضیل نفس فعل کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے "الصّیف أحرّ من الشّتآء. والعسل أحلی من الخلّ" تاہم اگر لفظ خیر کو اسم تفضیل میں بھی استعمال کیا جائے پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ دور اول کی بھلائی اور افضلیت کی الگ حیثیت ہے اور دور ثانی وثالث کی افضلیت کی الگ حیثیت اور الگ اعتبار ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کی بھلائی کو عام بتایا ہے کہ یہ اس طرح زرخیز امت ہے کہ اس کی ہر جانب خیر و بھلائی پر مشتمل ہے اس کا اول وآخر سب برابر ہے شاعر نے کیا خوب کہا:

كأنّ الحبّ دائرة بقلبي فأوّله و آخرّ له سواء

اسی طرح فارسی شاعر نے کہا:

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جا است

الفصل الثالث.... امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال

(۵) عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْشِرُوْ وَابْشِرُوْ اِنَّمَا مَثَلُ اُمَّتِيْ مَثَلُ الْغَيْثِ لَايُدْرٰى اٰخِرُهٗ خَيْرٌ اَمْ اَوَّلُهٗ اَوْكَحَدِيْقَةٍ اُطْعِمَ مِنْهَا فَوْجٌ عَامًا ثُمَّ اُطْعِمَ مِنْهَا فَوْجٌ عَامًا لَعَلَّ اٰخِرَهَافَوْجًا اَنْ يَّكُوْنَ اَعْرَضَهَا عَرْضًا وَ اَعْمَقَهَا عُمْقًا وَاَحْسَنَهَا حُسْنًا كَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَالْمَهْدِيُّ وَسْطُهَا وَالْمَسِيْحُ اٰخِرُهَا وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ فَيْجٌ اَعْوَجُ لَيْسُوْا مِنِّيْ وَلَا اَنَامِنْهُمْ. (رواه رزين)

ترجمہ: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم خوش ہوؤ اور خوش ہوؤ میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے یہ نہیں جانا جاتا اس کا اول بہتر ہے یا آخر یا اس کی مثال باغ کی مانند ہے اس سے ایک سال تک ایک فوج کھلائی گئی پھر ایک فوج ایک دوسرے سال کھلائی گئی شاید کہ جب دوسری فوج کھائے وہ بہت چوڑا اور بہت گہرا اور بہت اچھا بن جائے۔ وہ امت کیسے ہلاک ہو جس کے اول میں میں ہوں مہدی علیہ السلام اس کا وسط میں اور مسیح علیہ السلام اس کے آخر میں ہے لیکن اس کے درمیان ایک کجرو جماعت ہوگی ان کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ (رزین)

تشریح: "خوش ہو اور خوش ہو......" یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار یا تو تاکید کیلئے فرمائے یا اس تکرار میں یہ نقطہ ملحوظ تھا کہ ایک بشارت تو دنیا کے اعتبار سے ہے اور ایک بشارت آخرت کے اعتبار سے۔"یا میری اُمت کی مثال......" اس جملہ میں او(یا) کا لفظ تنویع کے لئے بھی ہوسکتا ہے اور تخییر کے لئے بھی' بہر صورت "باغ" سے مراد وہ باغ ہے جس کے درخت ہرے بھرے ہوں اور اس میں انواع واقسام کے پھل و میوے کثرت سے ہوں اور "اُمت" کو باغ کے ساتھ مشابہت دینا دراصل "دین" کو اس کے شرائع ارکان اور شعبوں کی جہت سے مشابہت دینا ہے۔ چوڑائی اور گہرائی میں...... یہاں "چوڑائی اور گہرائی" سے جماعت کی کثرت اور لوگوں کی بڑی تعداد کے معنی مراد ہیں۔ اس جملہ میں طول (لمبائی) کا ذکر اس لئے نہیں ہے کہ عرض اور عمق طول کے بعد ہوتا ہے جب عرض اور عمق کا ذکر آ گیا تو گویا طول کا بھی ذکر ہو گیا۔

ایمان بالغیب کے اعتبار سے تابعینؒ کی فضیلت

(۶) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَىُّ الْخَلْقِ اَعْجَبُ اِلَيْكُمْ اِيْمَانًا قَالُوْا الْمَلٰئِكَةُ قَالَ وَمَالَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَهُمْ عِنْدَرَبِّهِمْ قَالُوْا فَالنَّبِيُّوْنَ قَالَ وَمَالَهُمْ لَايُؤْمِنُوْنَ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ قَالُوْا فَنَحْنُ قَالَ وَمَالَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ وَاَنَابَيْنَ اَظْهُرِكُمْ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِنَّ اَعْجَبَ الْخَلْقِ اِلَيَّ اِيْمَانًا لَقَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ يَجِدُوْنَ صُحُفًا فِيْهَا كِتَابٌ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا فِيْهَا.

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کونسی مخلوق تمہاری طرف ایمان کے لحاظ سے زیادہ پسندیدہ ہے انہوں نے کہا فرشتے آپ نے فرمایا اور ان کے لیے کیا ہے وہ ایمان نہ لائیں جبکہ وہ اپنے رب کے پاس ہیں انہوں نے کہا پیغمبر آپ نے فرمایا ان کو کیا ہے وہ ایمان نہ لائیں جبکہ ان پر وحی نازل کی جاتی ہے انہوں نے کہا پس ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تمہارے لیے کیا ہے کہ تم ایمان نہ لاؤ جبکہ میں تم میں موجود ہوں۔ راوی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مخلوق میں سے میرے نزدیک پسندیدہ ایمان ان لوگوں کا ہے جو میرے بعد پیدا ہوں گے مصحف پر ایمان لائیں گے اس میں کتاب ہوگی اس میں جو کچھ ہے اس کے ساتھ ایمان لائیں گے۔

ایک جماعت کے بارے میں پیشین گوئی

(۷) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَآءِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ اِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِي اٰخِرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَوْمٌ لَهُمْ مِثْلُ اَجْرِ اَوَّلِهِمْ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقَاتِلُوْنَ اَهْلَ الْفِتَنِ. رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن علاء حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے حدیث بیان کی آپ نے فرمایا اس امت کے آخر میں ایک جماعت ہوگی اس کو پہلے لوگوں کا سا اجر وثواب ہوگا نیکی کا وہ حکم دیں گے بُرائی سے روکیں گے خلاف شرع کام کرنیوالوں (اہل فتنہ) سے لڑائی کریں گے۔ راویت کیا ان دونوں کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

تشریح: ''ویقاتلون اهل الفتن'' ہر طمع آزما اس امید پر بیٹھا ہوا ہے کہ اس حدیث کا مصداق میں ہوں مگر یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے مصداق میں ایسے لوگوں کی نشاندہی فرمائی ہے جو دین حق پر قائم ہوں گے اور اہل باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے بلکہ ان کے ساتھ قتال کریں گے اب ظاہر ہے کہ باطل کے ساتھ لڑنے والے مجاہدین ہیں تو اس حدیث کا پہلا مصداق مجاہدین ہیں اس کے بعد جو ہوں گے سو ہوں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر ایمان لانے والے امتیوں کی فضیلت

(۸) وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طُوْبٰى لِمَنْ رَاٰنِي وَطُوْبٰى سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ لَّمْ يَرَنِي وَاٰمَنَ بِيْ (احمد)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مجھ کو دیکھا ہے اس کے لیے مبارک اور خوشی ہو اور جس شخص نے مجھ کو نہیں دیکھا لیکن ایمان لایا ہے سات بار مبارک اور خوشی ہو۔ (احمد)

زمانہ رسالت کے بعد امتیوں کی فضیلت

(۹) وَعَنْ محيريز قَالَ قُلْتُ لا جُمْعَةَ رَجُلٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ حَدِّثْنَا حَدِيْثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ نَعَمْ اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا جَيِّدًا تَغَدَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَمَعَنَا اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنَّا؟ اَسْلَمْنَا وَجَاهَدْنَا مَعَكَ قَالَ نَعَمْ قَوْمٌ يَّكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُوْنَ بِيْ وَلَمْ يَرَوْنِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوٰى رَزِيْنٌ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ مِنْ قَوْلِهٖ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنَّا اِلٰى اٰخِرِهٖ.

ترجمہ: حضرت ابن محیریز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے ابو جمعہ رضی اللہ عنہ سے کہا جو کہ ایک صحابی ہے ہم کو ایک حدیث بیان کرو جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے انہوں نے کہا ہاں میں تم کو ایک عمدہ حدیث بیان کرتا ہوں ہم نے ایک مرتبہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دن کا کھانا کھایا ہمارے ساتھ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم سے بڑھ کر بھی کوئی بہتر ہوسکتا ہے ہم اسلام لائے آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا آپ نے فرمایا ہاں وہ لوگ جو تمہارے بعد پیدا ہوں گے میرے ساتھ ایمان لائیں گے اور انہوں نے مجھ کو دیکھا نہیں۔ (روایت کیا اس کو احمد اور دارمی نے اور روایت کیا رزین نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے اس کے قول یارسول الله احد خیر منا آخر تک ذکر کیا ہے۔

ارباب حدیث کی فضیلت

(۱۰) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِذَا فَسَدَ اَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيْكُمْ وَلَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِى مَنْصُوْرِيْنَ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ قَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ هُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

ترجمہ: حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شام کے رہنے والے تباہ ہو جائیں تم میں کوئی بھلائی نہ ہوگی۔ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ مدد کیے گئے ہوں گے ان کی مدد جو شخص چھوڑ دے ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے ابن مدینی نے کہا اس سے مراد محدثین ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: فسد اہل الشام علم و عمل اور عقیدہ کے اعتبار سے جب اہل شام برباد ہو جائیں گے پھر تم سب میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی یا یہ مطلب ہے کہ جب شام تباہ و برباد ہو جائیں گے تو پھر ان کی طرف ہجرت کرنے اور وہاں سکونت اختیار کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی۔ آج کل شام پر شیعہ کی نصیری جماعت حکومت کر رہی ہے۔ اہل اسلام وہاں سے بھاگ رہے ہیں۔ شاید یہ پیشگوئی اب پوری ہو چکی ہے کہ شام فاسد ہو چکا ہے۔

تقوم الساعة یعنی قرب قیامت تک اہل حق کا یہ طائفہ منصورہ قائم رہے گا۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ یہ طائفہ سرزمین شام میں ہوگا۔ بلکہ یہ مجاہدین کا طائفہ ہے۔ جو دنیا کے مختلف حصوں میں اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کیلئے لڑتا رہے گا یہ کسی خطہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

هم اصحاب الحديث علی بن المدینی بہت بڑے محدث ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس طائفہ سے مراد اصحاب حدیث ہیں۔ اس لفظ سے شاید غیر مقلدین بہت خوش ہوں گے کہ یہ ہم ہیں مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ **اهل الحديث** کی یہ اصطلاح محدثین کے ہاں بہت پرانی ہے اس وقت تو غیر مقلدین اہل ظواہر کے نام سے مشہور تھے۔ اہل حدیث کے نام سے ان کو کوئی جانتا پہچانتا بھی نہ تھا جس جماعت کا اس وقت تصور بھی نہ تھا تو علی بن مدینی رحمہ اللہ نے کس طرح ان کی تصویر کشی فرمائی؟

عجیب بات ہے اہل حدیث کا لفظ غیر مقلدین کو ہندوستان میں برطانیہ کی حکومت نے اس وقت دیا تھا جبکہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے جہاد کے خلاف اور انگریز سے نہ لڑنے کی حمایت میں ایک کتاب لکھی جس کا نام **الاقتصاد فی مسائل الجهاد** رکھا اور صلہ میں ایک سرکولیشن کے ذریعہ سے اہل حدیث کا نام غیر مقلدین کو الاٹ کیا گیا۔ نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ زیر بحث روایت میں اصحاب الحدیث کے الفاظ ہیں۔ اہل الحدیث کے الفاظ نہیں ہیں۔ اصحاب الحدیث محدثین کی جماعت کا نام ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اصحاب الحدیث سے مراد وہ اہل حق ہیں جنہوں نے احادیث کا تعلیم و تعلم کیا اور اس کی درس و تدریس سے اس کی خدمت کی۔ انہوں نے ساری عمریں اس میں کھپا دیں اور کتاب و سنت پر عمل کیا جو اہل سنت والجماعت کے نام سے مشہور ہیں۔ گویا ملا علی قاری اصحاب الحدیث سے اہل سنت والجماعۃ مراد لیتے ہیں۔

اس امت سے خطا ونسیان معاف ہے

(۱۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیَ الْخَطَا وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ. (رواه ابن ماجته والبيهقي)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا اورنسیان اور جس کام میں ان پر زبردستی کی جائے معاف کردیا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ اور بیہقی نے۔

تشریح: ''تجاوز'' معاف کرنے کے معنی میں۔ ''امتی'' امت اجابت مراد ہے' امت دعوت مراد نہیں ہے۔

''الخطاء'' غیر ارادی طور پر بلا قصد وارادہ جس شخص سے نادرست کام سرزد ہو جائے اس کو خطاء کہتے ہیں خطاء نادرست ہے۔ جس کی ضدر درست کام ہے گویا ایک شخص درست کام کرنا چاہتا تھا کہ غلطی سے نادرست میں جا پڑا وہ معاف ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ غیر ارادی اور غیر قصدی طور پر جو برا کام ہو جائے اس کو خطاء نہیں۔ بلکہ اخطاء کہتے ہیں یعنی غیر ارادی لغزش تب کہا جائے گا کہ یہ صیغہ باب افعال سے استعمال ہو جائے بہر حال مثال کے طور پر ایک آدمی شکار کو مار رہا تھا مگر گولی جا کر کسی انسان کو لگ گئی یا بندوق صاف کر رہا تھا کہ اچانک گولی چل گئی اور کسی کو لگ گئی وہ مر گیا یہ خطاء ہے' اس میں جو معاملات حقوق اللہ کے قبیل سے ہیں وہ تو دنیا وآخرت میں معاف ہیں ان کا مواخذہ نہیں ہے لیکن جو معاملات حقوق العباد سے متعلق ہیں' ان کا دنیا میں مواخذہ اور معاوضہ ہے وہ معاف نہیں ہے جیسے قتل خطاء میں دیت ہے اس کی پوری تفصیل اصول فقہ کی کتابوں میں دیکھنی چاہئے'' ''نسیان'' میں بھی تفصیل ہے' بعض مقامات میں نسیان معاف ہے جیسے روزہ میں کچھ کھایا پیا وہ معاف ہے لیکن یہی نسیان نماز میں معاف نہیں ہے لہٰذا یہاں نسیان سے مطلق نسیان مراد نہیں ہے۔

''وما استکرھوا'' یعنی کسی نے کسی پر زور زبردستی کی تو وہ شخص معاف ہے' جس پر زبردستی کی گئی ہو اگر چہ اس کو قتل اور ضرب شدید کی دھمکی نہ بھی دی ہو پھر بھی زبردستی کے نتیجہ میں جو گناہ کسی نے کیا اس جرم میں وہ معاف ہے' یہاں بھی علماء نے لکھا ہے کہ استکراہ کی صورت میں بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں فرق ہے' الگ الگ صورتیں اور الگ الگ نوعتیں اور حیثیتیں ہیں لہٰذا اس میں بھی اصول فقہ کی تفصیلات کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ آج کل استکراہ کی ساری صورتیں مجاہدین کے سروں پر منڈلا رہی ہیں' ان کو کفار اور کفار کے مزدور غلام طرح طرح کی اذیتوں میں رکھتے ہیں' ٹارچر سیل ان سے بھرے پڑے ہیں تا کہ ان سے اقرار کرایا جائے اور ان پر کیس ڈالا جائے ذرا دیکھ لیں! کیوبا' فلسطین' افغانستان' پاکستان' کشمیر اور چیچنیا کے عقوبت خانے اُنہیں مظلوموں کے خون سے رنگین اور انہیں کی آہوں سے غمزدہ وغمکدہ ہیں سالہا سال سے ان پر جبر واستبداد ہو رہا ہے اور استکراہ کے وحشت ناک واقعات کے تحت ان سے اپنی مرضی کے بیانات ظالم کا فریا ان کے مزدور لے رہے ہیں اور اس کی بنیاد پر اپنی غلط پالیسی کو جواز فراہم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مظلولوں کی مدد فرمائے اور ظالموں کے ہاتھ توڑ ڈالے اور مجاہدین کے خون کی برکت سے دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرادے۔

اس امت کی انتہائی فضیلت

(۱۲) وَعَنْ بَهْزِبْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ اَنْتُمْ تَتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ اُمَّةً اَنْتُمْ خَيْرُهَا وَاَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق فرمایا و کنتم خیر امة اخرجت للناس۔ تم ستر امتوں کو پورا کرتے ہو تم اللہ

تعالیٰ کے ہاں ان سب میں سے بہتر اور گرامی قدر ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: کنتم خیرا امة اخرجت للناس کا ترجمہ ہے۔

امتوں میں سب سے بہتر اُمت تم تھے جسے لوگوں (کی ہدایت و بھلائی) کے لئے پیدا کیا گیا۔ پس کنتم (تم تھے) سے مراد یہ ہے کہ اپنی اس خصوصیت اور وصف کے ساتھ تم روز اول سے اللہ کے علم و ارادہ میں تھے جس کا ظہور اس دنیا میں اب میرے آنے کے بعد ہوا ہے۔ یا یہ کہ لوح محفوظ میں اس وصف و خصوصیت کے ساتھ تمہارا ذکر روز اول ہی آ گیا۔ اور یا یہ کہ گذشتہ امتوں کے درمیان تمہارا ذکر اسی وصف و خصوصیت کے ساتھ یعنی ''خیر امت'' کی حیثیت سے ہوتا تھا۔

بہر حال ''خیر امت'' میں اس اُمت سے مراد اس امت کے تمام ہی اہل ایمان مراد ہیں خواہ وہ عام امتیوں میں سے ہوں یا خواص میں سے۔ حقیقت یہ ہے کہ حسن اعتقاد، ایمان کی راہ میں ثابت قدم رہنے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں بہت زیادہ محبت و تعلق رکھنے، ایمان سے نہ پھرنے، اسلام کی غلامی کے دائرہ سے اپنے کو باہر نہ رکھنے اور ان جیسی دوسری خصوصیات و صفات رکھنے کے سبب ہر امتی اس فضیلت میں شامل ہے جو پچھلی تمام امتوں کے مقابلہ میں اس اُمت مرحومہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء ہوئی ہے، تاہم بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ ''خیر امت'' کا مصداق مخصوص طور پر اس اُمت کی وہ جماعت ہے جو ''خواص'' سے تعبیر کی جاتی ہے۔

یعنی علماء، صادقین، شہداء اسلام اور صالحین امت ان حضرات کے نزدیک ''خیر'' سے مراد خیر تامہ کاملہ مخصوصہ ہے اسی طرح بعض حضرات نے اس کا مصداق ''مہاجرین کی جماعت'' کو قرار دیا ہے لیکن یہ حضرات ''خیر امت'' کے مفہوم کو ایک محدود دائرہ تک کیوں رکھتے ہیں اور اس کے مصداق کو کسی خاص طبقہ میں منحصر کیوں کرتے ہیں اس کی وجہ ظاہر نہیں ہے۔ لہٰذا حق یہ ہے کہ ''خیر امت'' کے مفہوم کو مخصوص کرنے کے بجائے عام رکھا جائے۔

''ستر امتوں'' میں ستر کا عدد تحدید کیلئے نہیں، بلکہ تکثیر کے لئے ہے، کیونکہ اس عدد کا ذکر اظہار تکثیر کے موقعوں پر زیادہ آتا ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ''ستر امتوں'' سے مراد وہ گذشتہ امتیں ہیں جو بڑی بڑی تھیں اور جن کا عدد ستر تک پہنچتا ہے اور انہیں کے ضمن میں تمام چھوٹی چھوٹی امتیں بھی آ جاتی ہیں۔

''تم ستر امتوں کو تمام کرتے ہو.....'' میں ''اتمام'' دراصل ''ختم'' کے معنی میں ہے مطلب یہ کہ جس طرح تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور تمام رسولوں کے سردار ہیں اسی طرح تم بھی تمام امتیوں کے خاتم، تمام امتوں سے زیادہ گرامی قدر اور اتم ہو، پچھلی تمام امتوں پر اُمت محمد یہ کی فضیلت و برتری کے اظہار کے لئے بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور روایت اپنی سند کے ساتھ بطریق مرفوع نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں۔

قال ان الجنة حرمت علی الانبیاء کلهم حتی ادخلها و حرمت علی الامم حتی تدخلها۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ جنت تمام انبیاء پر حرام ہے جب تک کہ میں اس میں نہ پہنچ جاؤں اور جنت تمام امتوں پر حرام ہے جب تک کہ میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔''

اور یہ چیز اس اُمت کے حسن خاتمہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو اس کے حسن بدأت پر مبنی ہے اس کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد **ان الذین سبقت لهم منا الحسنیٰ** بھی اشارہ کرتی ہے۔

پس یہ اُمت محمدی اس دنیا میں آنے کے اعتبار سے اگرچہ سب کے بعد ہے لیکن فضل و شرف اور مقام و مرتبہ میں سب سے اعلیٰ ہے۔

والحمد لله الذی جعلنا من اهل الاسلام وعلی دین نبینا صلی الله علیه وسلم والحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات وبشکره تزید البرکات والخیرات۔

خاتمہ کتاب

یہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح کی آخری حدیث ہے' مؤلف مشکوٰۃ کا اپنی اس عظیم کتاب کو اس حدیث پر ختم کرنا گویا اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ کتاب کا تمام ہونا' ختم ہونا اور پایہ تکمیل تک پہنچنا در حقیقت ختم کرنے والے یعنی اللہ رب العزت کے کرم' اس کی عنایت' اس کی مدد اور توفیق کا ثمرہ ہے۔ نیز اس سے پہلے کی حدیث ان اللہ تجاوز عن امتی الخطاء والنسیان بھی کتاب کی تالیف وتحریر میں واقع ہونے والے کسی بھی سہو ونسیان سے معذرت کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتی ہے۔ ختم اللہ لنا بالحسن وتجاوز عنا ما وقع من السهو والنسيان بحرمة نبی اخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ الہ واصحابه ذوی الفضل والاحسان۔

واضح رہے کہ مشکوٰۃ کی شرحوں میں تو اسی حدیث پر مشکوٰۃ تمام ہوئی ہے' لیکن مشکوٰۃ المصابیح کے نسخوں میں اس حدیث کے بعد یہ عبارت بھی ہے۔

ثم قال مؤلف الكتاب شكر الله سعيه واتم عليه نعمته ووقع الفراغ من جميع الاحاديث بالنبوية صلى الله عليه وسلم اخر يوم الجمعة من رمضان عند روية هلال شوال سنة سبع وثلاثين وسبع مائة بحمد الله وحسن توفيقه والحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على محمد واله وصحبه اجمعين ......"

آخر میں کتاب مشکوٰۃ المصابیح کا مؤلف

اور اللہ اس کی سعی کی قدر دانی کرے اور اس پر اپنی تمام نعمتوں کو کامل فرمائے کہتا ہے کہ ان احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جمع و ترتیب سے ۷۳۵ھ کے رمضان کے آخری جمعہ کی ساعتوں میں شوال کا چاند دکھائی دینے سے کچھ ہی پہلے اللہ کی حمد وثناء اور اس کی نیک توفیق کیساتھ فراغت ہوئی۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو عالموں کا پروردگار ہے اور درود وسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پر' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر سب پر الحمد لله حمدًا كثيراً مباركاً فيه۔

الحمد للہ خیر المفاتیح کی چھٹی اور آخری جلد مکمل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اسے اہل علم' اساتذہ اور طلباء وطالبات کیلئے نافع بنائے

آمین یارب العالمین

5 رمضان المبارک 1434ھ بمطابق 15 جولائی 2013ء

تصحیح شدہ جدید ایڈیشن

درجہ عالمیہ للبنات کے وفاقی نصاب کے مطابق

عطاء الباری

مکمل اُردو شرح صحیح بخاری

تالیف

ابو اُسامہ حضرت مولانا محمد عطاء المُنعِم صاحب مدظلہ العالی

استاذ حدیث وتفسیر جامعہ حمیر اللبنات علامہ اقبال ٹاؤن رحیم یار خان

شاگرد رشید

مفتی اعظم مولانا مفتی محمد ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ

شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

- کتاب الایمان
- کتاب العلم
- کتاب الجہاد والسیر
- کتاب بدء الخلق
- کتاب الانبیاء
- کتاب المناقب
- کتاب التفسیر
- کتاب النکاح

چند اہم خصوصیات

- ہر کتاب کی مکمل احادیث
- عربی متن اعراب کے ساتھ
- ہر حدیث کا سلیس اُردو ترجمہ
- احادیث کی مختصر وجامع تشریح
- ترجمۃ الباب اور احادیث میں ربط
- امام بخاریؒ کے ذوق کی مکمل وضاحت
- ہر باب سے متعلق فقہائے کرام کے مذاہب مع دلائل

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ

چوک فوارہ مُلتان پاکستان